جلد اوّل
کتاب الوافی مُترجم
مؤلف
المحدث الکبیر والفقیہ الخبیر المولیٰ محمد محسن بن مرتضیٰ
الفیض الکاشانی (م ۱۰۹۱ھ)
ترجمہ و تحقیق
آصف علی رضا (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)
مکتبہ احیاء الاحادیث الامامیہ

(جلد اوّل)
کتاب الوافی (مترجم)
مؤلف
المحدث الکبیر والفقیہ الخبیر المولی محمد محسن بن مرتضی الفیض الکاشانی (م ١٠٩١ھ)
ترجمہ وتحقیق
آصف علی رضا (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)
مکتبہ احیاء الاحادیث الامامیہ
لاہور پاکستان 3017691868(0) 92+
www.shia.im
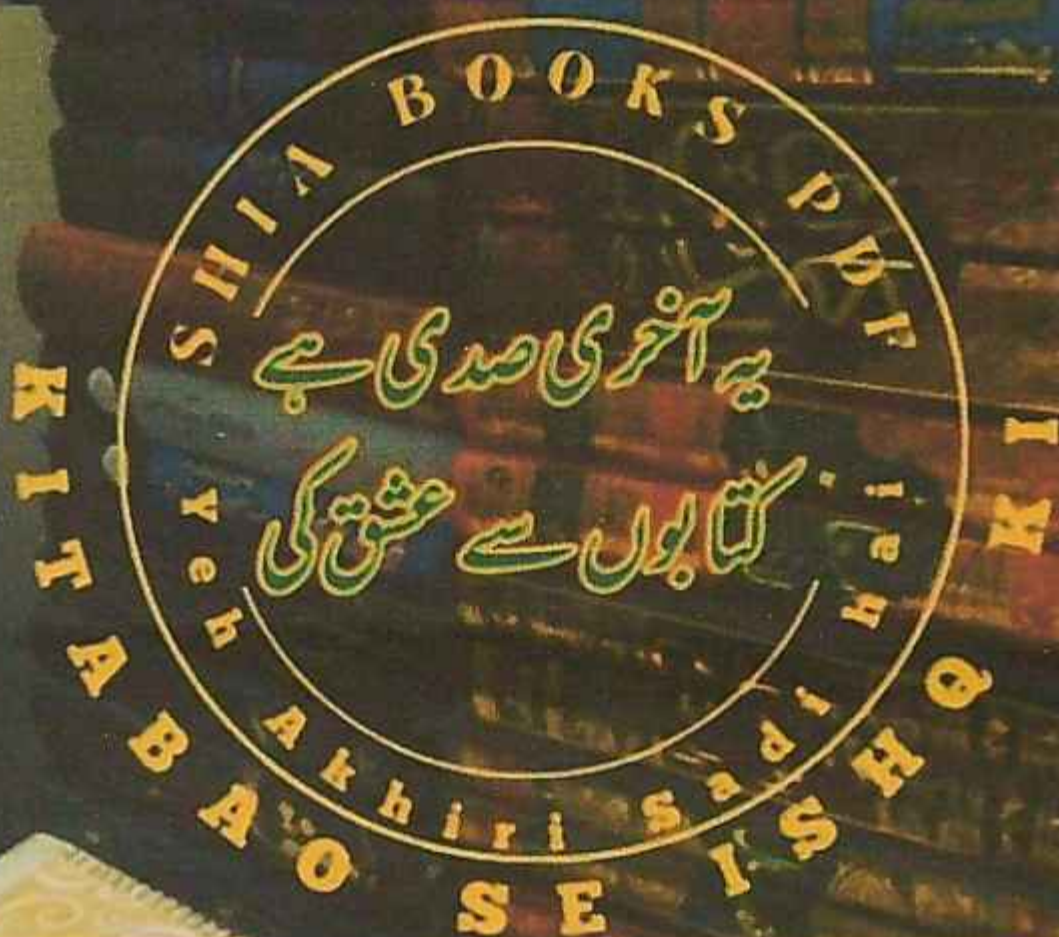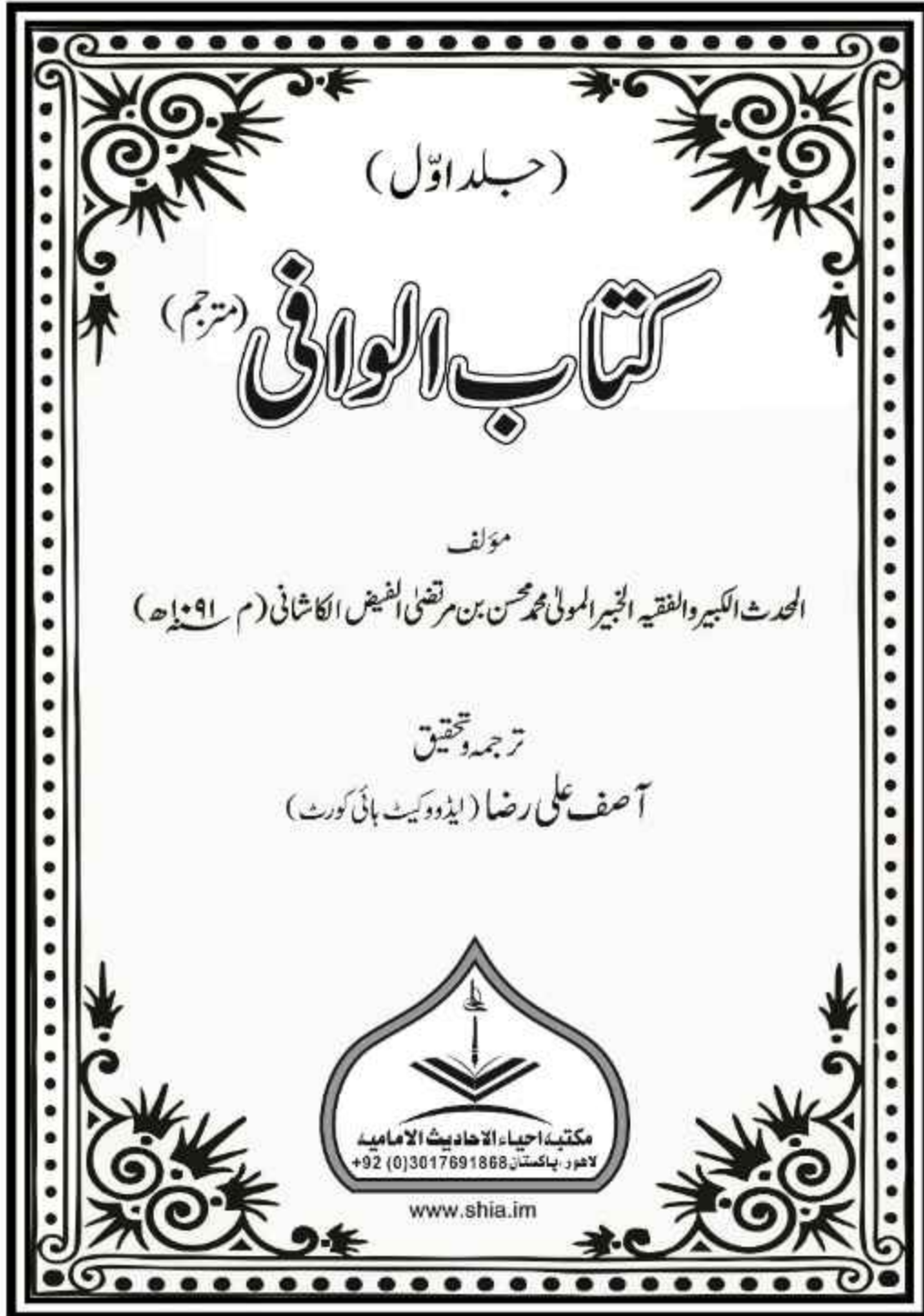
نام کتاب : کتاب الوافی (مترجم) جلد اوّل

مؤلف : المحدث الکبیر والفقیہ الخبیر المولیٰ محمد محسن بن مرتضیٰ الفیض الکاشانی (م ۱۰۹۱ھ)

ترجمہ وتحقیق : آصف علی رضا (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

معاونت : قطمیر آل اللہ علامہ غضنفر علی سبحانی

نظر ثانی : علامہ ندیم عباس حیدری علوی (فاضل دمشق)

پروف ریڈنگ : عابس عباس خان (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

ٹائٹل/کمپوزنگ: عرفان اشرف (03214700355)

اشاعت دوم : نومبر 2023

ہدیہ :

ناشر:

www.shia.im

★ تراب پبلیکیشنز دکان نمبر4 فسٹ فلور الحمد مارکیٹ غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور۔
فون: 0323-8512972

★ القائم بکڈپو: دوکان نمبر 6 اندرون گامے شاہ لاہور۔ 0336-4761012

★ مکتبہ نور العلم: پوسٹ آفس میر پور برڑو تحصیل ٹھل ڈسٹرکٹ جیکب آباد سندھ
0342-3771560, 0342-4900028

★ القائم پبلی کیشنز لاہور پاکستان 0306-4908683

فہرست

https://www.shiabookspdf.com

نذرانہ عقیدت

میں اپنی یہ حقیرانہ سی محنت
خاتمۃ المعصومین علیہم السلام، ولی امور عالمین، خاتم آل آئمہ،
قائم آلِ محمد صلوٰۃ اللہ علیہ وعلی آئمہ الطاہرین کی خدمتِ اقدس میں
بطور نذرانہ عقیدت پیش کر رہا ہوں۔
پُر امید ہوں کہ معصوم علیہ السلام اپنی کریمانہ نظر سے نوازیں گے اور شرفِ قبولیت بخشیں گے۔
بحق عصمتِ سیدہ عالم سلام اللہ علیہا۔

آصف علی رضا
ایڈووکیٹ ہائی کورٹ

یادداشت

[سیّد انصار حسین نقوی (1953-2018) کی محبت بھری یاد میں]

سید انصار حسین نقوی ولد سید حسین نقوی حیدرآباد، ہندوستان میں قطب شاہی دور سے مرثیہ خوانوں کے خاندان میں پیدا ہوئے۔وہ طلائی تمغہ جیتنے والے معمار، صنعت کار اور دانشور تھے، لیکن سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ محمد و آل محمد علیہم السلام کے حبدار تھے۔انہیں عربی اور انگریزی زبانوں پر عبور حاصل تھا اور کتب الاربعہ کے مطالعہ نے انہیں یہ پہچاننے پر مجبور کیا کہ شیعہ احادیث جو آل محمد علیہم السلام کی میراث ہیں، ان کا اردو اور انگریزی میں ترجمہ کرنے کی سخت ضرورت ہے کیونکہ عوام الناس اپنی روایات کے ذریعے اہلبیت علیہم السلام سے منسلک ہو سکتے ہیں۔یہ وہ منصوبہ تھا جسے وہ قرآن مجید پر اپنا کام مکمل کرنے کے بعد شروع کرنا چاہتے تھے جس کا نام "الفرقان فی ترجمہ القرآن" تھا جو کہ قرآن کا انگریزی ترجمہ تھا لیکن وہ تفسیر اہلبیت علیہم السلام اور عمومی طور پر ان کی احادیث کی لغت پر مبنی تھا۔تقدیر کے مطابق وہ اپنا کام، جو کہ ہزاروں صفحات پر محیط ترجمے پر مشتمل تھا، برسوں کی محنت کے بعد مکمل کرنے سے پہلے ہی ۲۰۱۸ء میں انتقال کر گئے، جس میں روایات اہلبیت علیہم السلام پر مبنی وضاحتیں بھی شامل ہیں چنانچہ ہم "کتاب الوافی" کے اس ترجمے کو ان کی ادھوری امیدوں اور امنگوں کے لیے وقف کرنا چاہیں گے کیونکہ یہیں سے ہمیں اس پروجیکٹ کو شروع کرنے کی تحریک ملی۔

ہم نے الوافی کا انتخاب اس لیے کیا کہ یہ کتب الاربعہ کا مجموعہ ہے جسے عظیم اسکالر محسن فیض کاشانی نے مرتب کیا ہے جہاں ہم آہنگی اور پڑھنے کے تجربے کو اسناد کی زبردست تنظیم، روایات کی نقل، حدیث کے منقسم ہونے کی صورتوں کے ذکر، متن کی تشریح اور احادیث کے (مشکل) معانی کے بیان اور کتب الاربعہ کے قاری کے لیے مزید بہت سے فوائد کے ذریعے

بڑھایا گیا ہے کہ جس کے بعد قاری کو ان چار کتابوں میں درج احادیث کے حوالہ جات کی ضرورت نہیں ہے۔

ہم امید کرتے ہیں کہ ہماری کوششوں کے نتیجے میں بہت سارے ان عام اعتراضات کا ازالہ ہو جائے گا جو آج اٹھائے جا رہے ہیں کہ کیوں نہ عوام الناس کو روایات اہلبیت علیہم السلام سے دور رکھا جائے اور اس کے ذریعے سے ہم حدیث فوبیا کا تدارک کرنا چاہتے ہیں جو وسیع تر شیعہ کمیونٹی میں عام ہے تا کہ لوگ شکوک وشبہات کو چھوڑ کر اہلبیت علیہم السلام سے تعلق استوار کر سکیں۔

آپ سے عاجزانہ درخواست ہے کہ آپ ان کے لیے ایک سورہ فاتحہ پڑھ کر، ان کے لیے دعائے مغفرت کر کے اور ان کے لیے محمد وآل محمد علیہم السلام کی شفاعت کے لیے دعا کر کے شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

والسلام!

تحریر از اں:

سیّد زُہیر حسین نقوی (آسٹریلیا)

انتساب

میں کتاب الوافی کے ترجمے کو اپنے شفیق والد گرامی میاں غلام قاسم صاحب (مرحوم) کے مبارک نام کرتا ہوں جن کی تربیت سے میں اس قابل بن سکا۔خدا ان کے درجات بلند فرمائے۔
مومنین کرام کی خدمت میں مرحومین بالخصوص میرے والد مرحوم کے ایصال ثواب کے لیے تلاوت سورۃ الفاتحہ کی درخواست ہے۔

[مترجم]

مترجم کا تعارف

تمام تعریفیں خاص ہیں اس خُدا کے لئے جس نے حمد کو اپنی کتاب کا سرنامہ، اپنی بخشش وعطا کا سبب اور اپنی نعمتوں، نوازشوں اور انعام واکرام کی باران رحمت کے لئے بہانہ بنایا اور عظمتوں پر راہنما قرار دیا اور ختم نہ ہونے والے درود وسلام ہوں اس شریف ترین معراج انسانیت پر فائز خُدا کے بندے، کامل ترین ہستی پیغمبر خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اور اُن کے طیب وطاہر اعلیٰ وارفع خاندان پر اور خاص طور پر اُن کی آخری یادگار حجتِ دوراں سرکار قائم زمانہ علیہ السلام پر۔ اگر کوئی بھی حضرت رسول اکرم ﷺ کی عظیم شخصیت اور اُن کے اہل بیتؑ کی معرفت حاصل کر لے اور اُن کے علوم ومعارف کے دریا میں غوطہ زن ہو اور اُن کی قدرت ولایت کے متعلق غور وفکر کرے تو وہ ایک عظیم کامیابی اور ابدی سعادت پا لے گا اور تمام خوبیوں سے سرفراز ہوگا۔

آج سے تقریباً (16) سولہ سال قبل امام بارگاہ گلشن زہراؑ لاہور میں عشرہ محرم الحرام کی مجالس کا سلسلہ جاری تھا اور میں نے مکتب اہلبیتؑ کی ترویج وتشہیر کے لئے مختلف اشاعتی اداروں کی مطبوعات جس میں قرآن مجید، تفسیر، حدیث، تاریخ، تہذیب اور فضائل ومصائب کی بے شمار کتب کا سٹال منعقد کیا اور یہ ذخیرہ مومنین کی خدمت میں پہنچانے کا جذبہ لے کر امام بارگاہ گلشن زہراؑ توحید روڈ لاہور کے باہر جا بیٹھا۔ محرم کے ابھی چند ایام گزرے تھے کہ ایک خوبصورت سمارٹ نوجوان بڑی تیزی سے بک سٹال کی طرف لپکا، اُس کی علمی تشنگی اس کے چہرے سے عیاں تھی اور وہ دیر تک کتابوں کی ورق گردانی کرتا رہا پھر اُس نے کچھ کتابیں منتخب کیں جن میں آیت اللہ سید مرتضیٰ العسکری قبلہ اور شہید علامہ اثیر جاڑوی صاحب کی کتابیں سرفہرست تھیں۔ میں اُس کے چہرے کی چمک تو دیکھ رہا تھا جبکہ اُس نے کتابوں پر یوں نظریں گاڑ رکھی تھیں کہ جیسے تمام کی تمام کتابیں اُس کی ضرورت ہوں۔ بہرحال اُس نے قیمت ادا کی اور مجلس کا رُخ کیا۔

جب دوسرا دن ہوا تو وہ نوجوان کل کی نسبت پہلے آ گیا اور آتے ہی کتابوں کی ورق گردانی کرنے لگا کچھ کتابوں کا انتخاب کیا تو میں نے اسے کہا: بھائی! جو کتابیں آپ نے کل لی تھیں پہلے وہ تو پڑھ لیجیے تو وہ مُسکرا کر بولا: بھائی صاحب! میں نے وہ سب پڑھ لیں ہیں، یہ سُن کر میں چونک گیا کہ اتنی ساری کتابیں ایک دن میں پڑھنا کیسے ممکن ہے۔ جس پر اُس نے کہا: آپ تعجب نہ کریں، کتابیں آپ کے سامنے پڑی ہیں، آپ مجھ سے سُن سکتے ہیں۔ وہ اپنے دعویٰ میں کس قدر سچا تھا یہ ہم نے کئی مرتبہ خود مشاہدہ کیا ہے بلکہ خود آزما کر بھی دیکھا ہے۔ خیر اُس کی باتیں سُن کر مجھے بڑا فخر ہوا۔ میں نے اُس کا تعارف پوچھا تو پتہ چلا کہ اُس ذہین نوجوان کا نام آصف علی رضا ہے اور پنجاب یونیورسٹی لاء کالج کا طالب علم ہے۔ پس اُس دن سے ہماری دوستی کا آغاز ہوا اور پھر نا جانے کتنی علمی کتابیں میرے ذریعے اس نے خریدیں۔ علاوہ ازیں برادرم کے کتاب خریدنے

کا شوق اس قدر شدید ہے کہ زمانہ طالب علمی میں جو جیب خرچ ملتا تھا اس میں سے بچا کر کتاب خرید لیتے تھے۔ میں نے کئی دفعہ یہ بات مشاہدہ کی کہ آپ کو جب کسی کتاب کو خریدنا ہوتا تو اپنے کھانے سے پیسے بچاتے یا دیگر ضروریات کم کر کے بچت کر لیتے مگر وہ کتاب ضرور خرید لیتے اور آج آپ کے پاس کتابوں کا ایک بیش بہا خزانہ موجود ہے۔ ہمیں جب بھی کسی حوالے کی ضرورت پڑتی ہے تو ہم آپ کی لائبریری میں پہنچ جاتے ہیں اور ہمیں ہمیشہ وہ حوالہ میسر آ جاتا ہے۔

یہاں میں ایک واقعہ کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں اور وہ یہ کہ ایک دن فردوس مارکیٹ میں ایک ہوٹل پر بیٹھے میرے اور برادرم عزیز کے درمیان شہادت ثالثہ پر گفتگو ہوئی تو موصوف کے عقلی و نقلی دلائل اس قدر وسیع اور مضبوط تھے کہ مجھے اپنا انکار ختم کرنا پڑا اور میں ان دلائل کی وجہ سے نماز میں شہادت ثالثہ کا قائل ہوا حالانکہ مجھے کئی نام نہاد علماء اور دوست احباب کئی مرتبہ قائل کرنے کی کوشش کر چکے تھے مگر ناکام رہے تھے۔ پھر بہت کم عرصہ میں برادرم عزیز نے ایک بہترین کتاب ''تیسری گواہی سے انکار کیوں؟'' تالیف کی جسے پڑھ کر مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے اپنے ایک فاضل دوست سے اس کا ذکر کیا تو اُنھوں نے اس کو دیکھنے کے بعد یہ اعلان کیا کہ اگر کوئی شخص اس کتاب کا جواب دے تو میں بیس ہزار روپیہ اُس کو نقد انعام دوں گا چنانچہ میں اور میرا فاضل دوست وہ کتاب لے کر ایک شخصیت کے پاس پہنچے جو کتابیں شائع کرتے ہیں اور با قاعدہ ادارے کے سربراہ ہیں۔ ہم نے کتاب کا مسودہ اُن کی خدمت میں پیش کیا اور دونوں نے اس کو شائع کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ محترم موصوف مسودہ کو کافی وقت دیکھتے رہے اور ورق گردانی کرتے رہے اور پھر چند تعریفی کلمات فرمائے بعد ازاں فرمایا: ''تینوں ایس شیطانی کم توں علاوہ کوئی کم نہیں لبھیا'' اور پھر جو جو فرمایا وہ بیان کرنا مناسب نہیں ہوگا۔ یہ سُن کر میں حیران رہ گیا لیکن میری حیرانی اُس وقت انتہا کو پہنچ گئی جب میرے ساتھ آئے ہوئے میرے فاضل دوست نے بھی مذکورہ کلمات کہنا شروع کر دیے پھر کافی وقت یہ تلخ گفتگو سُنی اور اُسی دوران میں نے فیصلہ کر لیا اور اس کتاب کو شائع کرنے کی تمام تر ذمہ داری میں نے اپنے سر لے لی اور کتاب کو شائع کیا جس سے سینکڑوں لوگ مستفید ہوئے اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔

عزیزم برادر آصف علی رضا نے ایل۔ ایل۔ بی کا امتحان پاس کیا اور ساتھ پریکٹس کا آغاز کیا اور وکالت میں بھی نمایاں کامیابی حاصل کی اور آج ایک نامور وکیل بھی ہیں اور ساتھ ساتھ بار کی سیاست اور قومی سیاست میں بھی اپنا ایک الگ مقام رکھتے ہیں لیکن اس ساری مصروفیت کے باوجود ترویج محمدؐ و آل محمدؑ کا کام برابر جاری رکھتے ہیں اور ہم نے ہمیشہ ان کو اسی عشق میں مبتلا دیکھا ہے۔ چونکہ عزیزم برادر اردو، پنجابی، انگریزی، عربی اور فارسی زبانوں کو بخوبی سمجھتے ہیں اس لیے ہم اپنے دینی و دنیاوی معاملات کے لیے اکثر ان سے رجوع کرتے رہتے ہیں۔ ہم جب بھی ان کے ہاں جاتے ہیں اور وقت گزارتے ہیں تو ہمیں ہر دفعہ ہی انتہائی مؤثر اور دقیق نقاط سیکھنے کو ملتے ہیں۔ برادر عزیز ایک بہترین مناظر بھی ہیں اور آپ کے ہاتھوں پر کئی لوگ مذہب حقہ قبول کر چکے ہیں لیکن چونکہ شہرت پسند نہیں ہیں اس لیے خودنمائی نہیں کرتے اور ہمیں بھی منع کرتے ہیں کہ تشہیر ذاتی نہ کی

جائے اس لیے میں نے انتہائی محتاط انداز سے تعارف لکھا ہے۔ بہر حال ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے آپ کئی بیش بہا کتب کے مؤلف بن گئے اور کچھ کتابوں کے تراجم کیے اور کچھ کتابوں کی تصحیح کی ہے۔ یہ تمام کُتب آپ کی وسعت علمی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

مترجم کی دیگر اہم تالیفات

﴿١﴾ بحارالانوار مترجم (بمطابق ترتیب ١١٠ جلدی نسخہ مع عربی متن وتخریج
﴿٢﴾ توضیح مسائل المومنین بزبان چہاردہ معصومینؑ (دوجلدیں) مطبوعہ مکتبہ احیاءالاحادیث امامیہ لاہور پاکستان
﴿٣﴾ القائمؑ فی القرآن اردو ترجمہ المحجہ ہاشم بحرانی مطبوعہ مکتبہ احیاءالاحادیث امامیہ لاہور پاکستان
﴿٤﴾ اُردو ترجمہ کفایۃالاثرخزازقمی مطبوعہ مکتبہ احیاءالاحادیث امامیہ لاہور پاکستان
﴿٥﴾ عقیدہ امامت اور کتب اہل سنت القائم پبلی کیشنز لاہور پاکستان
﴿٦﴾ احکام دین بزبان چہاردہ معصومینؑ مطبوعہ تراب پبلیکیشنز لاہور
﴿٧﴾ مقتل سیدالصابرینؑ بزبان چہاردہ معصومینؑ مطبوعہ ایضا
﴿٨﴾ اردو ترجمہ کتاب الغیبۃ طوسیؒ مطبوعہ ایضا
﴿٩﴾ تیسری گواہی سے انکار کیوں؟ مطبوعہ القائمؑ پبلیکیشنز لاہور
﴿١٠﴾ ولایت امور تکوین بزبان چہاردہ معصومینؑ
﴿١١﴾ فضائل علماء ومحدثین بزبان چہاردہ معصومینؑ
﴿١٢﴾ سیرت سیدالمرسلینؐ بزبان چہاردہ معصومینؑ
﴿١٣﴾ فضائل سیدالمرسلینؐ بزبان چہاردہ معصومینؑ
﴿١٤﴾ سیرت سیدۃ النساء العالمینؑ بزبان چہاردہ معصومینؑ
﴿١٥﴾ صلاۃ المومنین بزبان چہاردہ معصومینؑ
﴿١٦﴾ عزاداری عاشقین بزبان چہاردہ معصومینؑ
﴿١٧﴾ احکام خواتین بزبان چہاردہ معصومینؑ
﴿١٨﴾ عقائدِ مومنین بزبان چہاردہ معصومینؑ
﴿١٩﴾ اصلاحِ غلاۃ ومقصرین بزبان چہاردہ معصومینؑ
﴿٢٠﴾ تلخیص اصول کافی مع مقدمہ تاریخ احادیث الامامیہ
﴿٢١﴾ التشہد فی الدین بزبان چہاردہ معصومینؑ
﴿٢٢﴾ رجعت فی الدین بزبان چہاردہ معصومینؑ

۴۳. یہ اختلاف عجب ہے
۴۴. اُردو ترجمہ The journey to the fact
۴۵. شیعہ سوال کرتے ہیں
۴۶. اُردو ترجمہ کتاب الوافی ملا فیض کاشانی (جس کی جلد دوم اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے)

مترجم کی تصحیح شدہ ونظر ثانی کردہ کتب

۱. بشارۃ المصطفیٰ (مطبوعہ تراب پبلیکیشنز لاہور)
۲. دلائل الامامۃ مطبوعہ ایضا
۳. غیبۃ نعمانی مطبوعہ ایضا
۴. ثورۃ المختار مطبوعہ سبیل سکینہؑ پاکستان
۵. احکام الشباب آیت اللہ صادق شیرازی مطبوعہ مکتبہ شریکۃ الحسینؑ بھر پور چکوال پاکستان
۶. تفسیر ابوحمزہ الثمالی مطبوعہ تراب پبلیکیشنز لاہور
۷. قتیل العبرۃ (غیر مطبوع)
۸. تفسیر امام حسن العسکریؑ (غیر مطبوع)
۹. تاویل الآیات (غیر مطبوع)
۱۰. المختصر سلیمان بن محمد الحلی مطبوعہ سبیل سکینہ سلام اللہ علیہا پاکستان
۱۱. اسرار فاطمیہ سلام اللہ علیہا (مطبوعہ تراب پبلیکیشنز لاہور)

ہمارے لئے قابل فخر بات یہ ہے کہ جناب آصف علی رضا ایڈووکیٹ صاحب سے استفادہ کرنے کا موقع میسر آیا ہوا ہے اور اعزاز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ جیسے حقیر پُرتقصیر کو اس قابل بنایا ہوا ہے کہ برادرم عزیز کی معیت میں علوم آل محمدؐ کی ترویج واشاعت سے وابستہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دست بستہ دُعا ہے کہ مدینۃ العلم کا صدقہ انھیں ہر طرح کے قرض ومرض اور تمام آفات وبلیات سے مالک محفوظ رکھے اور اُن کے علمی ذوق کو مالک دن دُگنی رات چگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین بحق چہاردہ معصومینؑ۔

والسلام
ازقلم:
خادم العلماء خادم حسین جعفری (چیئرمین ادارہ القائم پبلیکیشنز لاہور)

مترجم کے مقدمات

پہلا مقدمہ (مترجم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ محمد المصطفیٰ وعلی المرتضیٰ و فاطمۃ الزھرا والحسن والحسین واولادہٗ المعصومین حجج اللہ علیٰ خلقہٖ۔ اشھدان لآ الٰہ الاّ اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ واشھدان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ واشھدانّ علیاً امیر المومنین ولی اللہ و اولادہٗ المعصومین حجج اللہ نعم الائمۃ۔ اللّٰھم صلّ علیٰ محمّدٍ واٰلِ محمد وعجل فرجھم۔

امّا بعد! السلام علیکم۔

خدائے غنی کی رحمت کا محتاج آصف علی رضا ابن غلام قاسم عرض کرتا ہے کہ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ تمام تعریفات اس ذات کے لیے سزاوار ہیں جس کی کمال ذات کی کوئی حد معین نہیں، نہ اس کے لیے توصیفی الفاظ ہیں کہ جس سے اس کی مدحت کا حق ادا ہو سکے، نہ اس کی ابتداء کے لیے کوئی وقت ہے جسے شمار میں لایا جا سکے اور نہ ہی اس کی کوئی مدت ہے جو کہیں پر ختم ہو جائے۔ نہ بلند پرواز ہمتیں اسے پا سکتی ہیں نہ عقل وفہم کی گہرائیاں اس کی تہہ تک پہنچ سکتی ہیں۔ کس قدر اعلیٰ وارفع ہے اس کی ذات کہ جس کی مخلوق محمد وآل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ جن کو اس نے براہِ راست خلق کیا۔ اور اپنا نور قرار دیا۔ یہی وہ ہستیاں ہیں جن کو اس نے اپنے امر کا حاکم (اولی الامر) بنایا پس یہ جو بھی کرتے ہیں اس کے امر سے کرتے ہیں۔ انہی ہستیوں کو اس نے اپنا کلمہ، اپنا ہاتھ، اپنا چہرہ، اپنی زبان، اپنے کان، اپنے باب قرار دیا اور باقی خلائق کو ان کا محتاج قرار دیا یہی وجہ ہے کہ ان کا ذکر اس کا ذکر ہے اور ان کی بیعت اس کی بیعت ہوتی ہے، ان کی طرف جانا اس کی طرف جانا ہے اور ان کو چھوڑ دینا اس کو چھوڑ دیتا ہے۔ پس اللہ نے انھیں بالواسطہ مخلوق کے لیے وسیلہ قرار دیا ہے اور ہم انہی کے وسیلے سے اللہ کو پہچان سکے ہیں اور یہ وہ ہستیاں ہیں کہ جن کو مخلوق میں سے کسی پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

اس میں بھی کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ تمام انسانی صفات سے اشرف وافضل اور اعظم واکمل صفت علم ہے کیونکہ یہ علم ہی ہے جو جہالت ونادانیوں کی تاریکیوں میں رہبری ورہنمائی کرتا ہے اور ضلالت وگمراہی کی تہوں سے بندہ کو آزاد کراتا ہے۔ یہ علم ہی ہے کہ جس کے طلبگار کے پاؤں کے نیچے ملائکہ ابرار کے مقدس پر بچھائے جاتے ہیں اور جس کے لیے پرندے ہواؤں میں اور مچھلیاں دریاؤں میں استغفار کرتی ہیں۔ پھر یہ حقیقت بھی لاریب ہے کہ عندالتحقیق تمام علوم وفنون سے اشرف واوثق اور اعلیٰ وبالا حدیث کا علم ہے بلکہ ایک دقیق نگاہ رکھنے والا اہل علم ومحقق اکثر بلکہ تمام علوم کا اسی علم سے استفادہ کر سکتا ہے لہٰذا یہ علم اس قابل ہے کہ عمر عزیز ونفیس اس کی تحصیل وتکمیل میں صرف کی جائے۔ بھلا یہ علم کیونکر ایسا نہ ہو جبکہ یہ ان ہستیوں سے ماخوذ ہے جو وجوب اطاعت واتباع کے ساتھ مخصوص ہیں جو بالنص والاجماع علم کے تمام انواع واقسام کے

جامع اور ان پر حاوی ہیں جو ہر قسم کی خطا وخطل سے معصوم ومحفوظ اور ہر قسم کے خلل وزلل سے منزہ ومبرہ ہیں ۔مبارکباد کے لائق ہے وہ شخص جو اپنے قیمتی اوقات اور اپنے ایام وساعات اس علم کی تحصیل وتکمیل میں صرف کرتا ہے اور اس کی خاطر بیداری کی تکلیفیں اُٹھاتا ہے اور اپنا آرام دہ بستر لپیٹ کے رکھ دیتا ہے اور اپنی سعی وکوشش کا منہ اس کی طرف موڑ دیتا ہے اور اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہے اس سے منہ موڑ لیتا ہے اپنے تمام مطالب ومقاصد میں اسی علم الحدیث کو اپنا عماد بناتا ہے اور اس پر کلی اعتماد کرتا ہے اور اسی کی طلب وتحقیق اور تلاش وجستجو میں اپنی تمام عمر عزیز صرف کر دیتا ہے پس وہ اپنے دل ودماغ کو اس علم کے عجیب وغریب باغات کی سیر وتفریح کراتا ہے اور اس کے حوضوں کے خوشگوار اور شیریں پانی سے اپنی علمی پیاس بجھاتا ہے اور اپنے دین وایمان کے سلسلہ میں مضبوط ترین اسباب سے تمسک کرتا ہے اور معصومینؑ کے اقوال کو مضبوطی سے پکڑ کر ہر قسم کی خطا ولغزش اور ہر قسم کے شک وشبہ سے اپنے تئیں محفوظ کرتا ہے۔

اور ہاں! یہ علم ہی ہے کہ جس کے حامل کی عبادت دیگر عبادت گزاروں کی عبادت سے اور جس کے قلم کی سیاہی شہداء کے خون سے بروزِ محشر افضل وبرتر ہوگی ۔پھر یہ حقیقت بھی لاریب ہے کہ علم کی ملکیت کا دعویٰ عوام الناس میں سے کوئی نہیں کر سکتا ہے، چاہے ظاہراً لوگ اسے بہت بڑا عالم ہی کیوں نہ سمجھتے ہوں، اور چاہے اس کے پاس بڑے بڑے سکول ومدارس کی کئی عدد ڈگریاں واسناد ہوں کیونکہ یہ بات عام مشاہدے سے ثابت ہے کہ بہت سے ڈگریوں کے حامل اور ایک عرصہ اسکولوں اور مدرسوں میں پڑھنے والے علم سے محروم ہیں جب کہ بہت سے ایسے لوگ جن کے پاس کوئی ڈگری نہیں ہوتی اور نہ ہی وہ کسی سکول اور مدرسے سے پڑھے ہوتے ہیں وہ علم کی دولت سے مالا مال ہوتے ہیں ۔اس کی وجہ یہ ہے کہ علم کا مالک اختیارِ کُلی رکھتا ہے کہ جسے چاہے عطا کرے اور جسے چاہے محروم رکھے ،لہٰذا اگر کوئی شخص کچھ عرصہ کسی سکول یا مدرسے میں پڑھ کر کچھ ڈگریاں حاصل کر چکا ہے اور اس زعم میں ہے کہ بس وہ ''عالم'' ہے تو اسے حقیقت کی دُنیا میں واپس آنا چاہیے اور لوگوں کے سامنے ڈگریوں کا عالم مشہور ہونے کے بجائے علم کے مالک سے علم کی بھیک مانگنی چاہیے تاکہ تکبر کے راستے کو چھوڑ کر عاجزی کے راستے پر گامزن ہو سکے اور بے شک اللہ متکبرین کو پسند نہیں کرتا ہے۔

میں اکثر اوقات اپنی فکر ونظر اور اپنے قلم سے مطالبہ کرتا ہوں اور اپنے اشہب عزم وہمت کو مہمیز کرتا ہوں کہ جب بھی کچھ لکھا جائے معصومینؑ کے اقوال کی تشہیر میں ہی لکھا جائے تاکہ ہر اس چیز میں جس میں کسی قسم کی غلطی اور لغزش کا خوف وخطر ہے اس میں صاحبانِ عصمت وطہارتؑ کی طرف رجوع کیے جانے کے مواقع فراہم ہو سکیں اور تمام مطالب مبہمہ میں انہی کے کلامِ حق ترجمان پر عمل کیا جا سکے ۔محض اس نیک مقصد کے پیش نظر میں نے کتاب الوافی کا اُردو میں ترجمہ کرنے کا بیڑا اُٹھایا تاکہ اس انتہائی اہم کتاب سے اُردو دان طبقہ براہ راست فائدہ اٹھانے کے قابل ہو جائے ۔ترجمہ کرنے میں اپنی مکمل قوت صرف کی ہے اور عمداً کوئی کمی نہیں چھوڑی ہے لیکن اس میں کامیابی کی حد کیا ہے یہ آپ کی پسند اور ناپسند پر منحصر ہے ۔اُمید ہے کہ محمدؐ وآلِ محمدؐ ہماری اس محنت وکاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت بخشیں گے اور ہماری نجات کا وسیلہ قرار دیں گے۔

کتب کے تراجم کی ضرورت واہمیت:

یہ بات کس قدر قابلِ افسوس ہے کہ ہمارے ہاں مترجم کتب کی بہت کمی ہے اور اس طرف بالکل توجہ نہیں دی گئی ہے۔ اس کی کئی وجوہات ہوں گی لیکن ایک وجہ یہ بھی ہے کہ علماء کا ایک گروہ خود اس بات کا مخالف ہے کہ کتب کے تراجم کیے جائیں اور اس گروہ کا خیال ہے کہ کتب کے تراجم ہونے سے عوام الناس کو فائدے کی بجائے نقصان ہوتا ہے۔ البتہ اس نظریئے کے مخالفین تعداد میں بہت زیادہ ہیں۔ میرے نزدیک مذکورہ نظریہ درست نہیں ہے بلکہ عوام الناس کو ان کی اپنی زبان میں کتب مہیا نہ کرنا ان کے لیے علم کے حصول کی راہ میں رکاوٹ بنتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج تمام متمدن قومیں اپنے بزرگوں کی علمی کتابوں کے دھڑا دھڑ ترجمے شائع کر کے ابناءِ وطن کو ان سے استفادہ کرنے کے مواقع فراہم کر رہی ہیں۔ خود ہمارے برادران اسلامی اپنی صحاح ستہ، اپنی تفسیروں، تاریخوں اور سیرت وغیرہ کی علمی کتابوں کے تراجم کر کے ملک وقوم کے سامنے پیش کر چکے ہیں مگر کس قدر بدقسمتی ہے کہ ہماری قوم کی اکثریت صرف زبانی کلامی ہاؤ ہو اور نعرہ بازی میں لگی ہوئی ہے اور کوئی خاص قابلِ ذکر علمی کام نہیں ہو رہا ہے اور جو کام کیا بھی جا رہا ہے تو وہ بھی دنیا و دولت کو سامنے رکھ کر کیا جا رہا ہے اور جن کتب کے تراجم کیے جا رہے ہیں ان میں کتر و بیونت اور تحریف کی جا رہی ہے اور یہ ایک ایسا بیہودہ اقدام ہے کہ اس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔ چنانچہ ضرورت اور سخت ضروریات اس بات کی ہے کہ مرحوم اور زندہ علمائے حقہ کے ان علمی کارناموں کو جو دوسری زبانوں میں ہیں ان کے تراجم اپنی قومی زبان اُردو میں کر کے قوم کے سامنے رکھے جائیں اور ان کو براہِ راست ان صاف وشفاف چشموں سے سیراب ہونے کا زریں موقع فراہم کیا جائے "تا کہ جو ہلاک ہو وہ دلیل کے ساتھ اور جو زندہ رہے وہ بھی دلیل کے ساتھ۔ اور بے شک اللہ سننے والا جاننے والا ہے"۔ (الانفال: ۴۲)

موجودہ ترجمے کے محرکات:

چونکہ مجھے ابتداء ہی سے کتابوں سے محبت ہے اور کتاب پڑھنا میرا مشغلہ ہے اور اس سلسلے میں کافی کتب میری لائبریری میں بحمد للہ موجود ہیں جن میں اُردو کتب کے ساتھ ساتھ عربی، فارسی اور انگریزی کتب بھی کثیر تعداد میں ہیں۔ چونکہ میں سمجھتا ہوں کہ کتب کے اُردو میں تراجم ہونا انتہائی ضروری ہیں لہٰذا میں نے فیصلہ کیا کہ عربی اور انگریزی کی معتبر اور اہم کتب کو اُردو زبان میں ترجمہ کیا جائے اور اس سلسلے میں پہلے بھی کچھ مشہور و معروف و معتبر کتب کو اُردو زبان میں ترجمہ کر چکا ہوں جن میں سے "کتاب الغیبۃ شیخ طوسی" بھی ہے جو تراب پبلیکیشنز لاہور سے شائع ہو چکی ہے۔ اب میں نے "کتاب الوافی" کو اُردو ترجمہ کے لیے منتخب کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ کتاب کتب اربعہ کا مجموعہ ہے کہ جو ہماری بنیادی کتابیں ہیں مگر بدقسمتی سے ہماری بنیادی کتب کا اُردو ترجمہ یا تو موجود ہی نہیں ہے اور اگر موجود ہے تو انتہائی ناقص تحریف شدہ اور اغلاط سے بھرپور

ہے نیز یہ کہ اُس میں کسی طرح کی تحقیق کا اہتمام نہیں کیا گیا ہے اور من لا یحضرہ الفقیہ کے اُردو ترجمہ میں تو عربی متن کو شامل ہی نہیں کیا گیا ہے اور وسائل الشیعہ کا اُردو ترجمہ بھی اسی طرح عربی متن کے بغیر ہے نیز یہ کہ اس کے مترجم نے اس کے ہر باب سے کئی کئی حدیثیں مکررات کہہ کر قلمز د کر دی ہیں حالانکہ اس سے بہت ساری حدیثیں قاری کو اُردو میں میسر ہی نہیں آسکی ہیں۔فرقہ ناجیہ کے علماء کا اپنی بنیادی کتب سے اس قدر تغافل انتہائی مایوس کُن ہے ۔چنانچہ میں نے یہ ارادہ کیا کہ کتاب الوافی کو اُردو میں ترجمہ کیا جائے تاکہ کتب اربعہ کی تمام احادیث اُردو دان طبقہ کو میسر آجائیں اور وہ اس نورانی کلام سے مکمل طور پر اپنے دِلوں کا زنگ اُتار سکیں اور ان کو جلا بخش سکیں۔

میں نے ترجمہ کرتے ہوئے کتاب الوافی کے دو نسخہ جات سامنے رکھے ہیں: ایک نسخہ وہ جو تیرہ (۱۳) جلدوں میں دار زین العابدین علیہ السلام (قم) سے ۲۰۲۰ء میں شائع ہوا ہے اور دوسرا نسخہ چھبیس (۲۶) جلدوں میں مکتبہ الامام امیر المومنین علی علیہ السلام العامۃ اصفہان سے رجب المرجب ۱۴۳۰ھ کو شائع ہوا ہے۔

واضح رہے کہ ہم نے اس کتاب الوافی کو اُردو ترجمہ کے بعد انگریزی زبان میں بھی ترجمہ کر دیا ہے اور انگریزی میں ترجمہ کے فرائض محترم عابس عباس خان ایڈووکیٹ نے انجام دیے ہیں جو قبل ازیں میری کتاب ''احکام دین بزبان چہاردہ معصومینؑ'' کو بھی انگریزی میں ترجمہ کر چکے ہیں اور یہ انگریزی ترجمہ ویب سائیٹ: www.shia.guide پر دستیاب ہے اللہ تعالیٰ ان کی اور دیگر تمام لوگوں کی جنہوں نے کسی صورت میں بھی ہمارے ساتھ شمولیت اختیار کی ہے، توفیقات خیر میں اضافہ فرمائے۔آمین!

موجودہ ترجمے کی خصوصیات:

ویسے تو ہر مترجم کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ اپنے ترجمے کو خوب سے خوب تر بنا کر پیش کرے لیکن میں نے اسے خوب سے خوب ترین بنانے کی کوشش کی ہے اور اس ترجمے کی چند خصوصیات درج ذیل ہیں:

۱. میں نے الفاظ کا استعمال انتہائی آسان اور سادہ کیا ہے۔
۲. اس بات کا خاص خیال رکھا ہے کہ اس میں کوئی تحریف یا کسی قسم کی کوئی کمی بیشی نہ ہو۔
۳. احادیث پر تحقیق لگائی ہے اور ہر حدیث کے بعد ان کتب کے حوالہ جات دیئے ہیں جن میں وہ حدیث نقل ہوئی ہے۔
۴. احادیث کا عربی متن اعراب کے ساتھ شامل کیا ہے۔
۵. جہاں کہیں ضرورت محسوس کی ہے وہاں اُردو دان طبقہ کے مطابق مفید حاشیہ جات شامل کیے ہیں۔
۶. احادیث کے بعد اُن کی اسناد پر تحقیق درج کی ہے اور اس کا طریقہ کار یہ رکھا ہے کہ اگر حدیث کے متعلق کسی علامہ کی تحقیق دستیاب ہو سکی ہے تو پہلے اسے درج کیا ہے اور بعد میں اپنی تحقیق درج کی ہے اور سند میں موجود

متعلقہ راویوں کا رجالی معیار واضح کیا ہے۔ میں نے اس سلسلہ میں راویان کی توثیق کے وہی قرائن مدنظر رکھے ہیں جن کا ذکر آگے مقدمے میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔

۷. احادیث کی اسناد میں سے ترجمے میں صرف آخری راوی کا نام لکھا ہے اور باقی راویوں کے نام ترک کر دیئے ہیں تاکہ قاری کو پڑھنے میں آسانی رہے۔ البتہ محقق حضرات کے لیے احادیث کی مکمل اسناد عربی متن میں موجود ہیں۔

۸. ترجمے کو با محاورہ اور انتہائی آسان کیا ہے کہ تاکہ سمجھنے اور پڑھنے میں مشکل پیش نہ آئے۔

مکتب تشیع میں کتابت حدیث کی تاریخ:

عصر نبوی ﷺ سے ہی حدیث کی جمع وتدوین کا کام جاری ہو چکا تھا اور اس کا اہتمام خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔ اس کام پر حضرت علی علیہ السلام اور بعض دیگر صحابہ رضی اللہ عنہ کو معمور کیا گیا تھا جن کا ذکر بعد میں آئے گا۔ چنانچہ خود رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں کتب احادیث کا وسیع مجموعہ جمع ہو چکا تھا۔ خود حضرت علی علیہ السلام کی لکھی ہوئی احادیث وسیع وعریض مضامین پر مشتمل تھیں جن کا تذکرہ مختلف روایات میں ملتا ہے۔ ہم درجہ بدرجہ کچھ کتب کا ذکر کرتے ہیں جس سے تاریخ حدیث واضح ہوتی چلی جائے گی۔

1 کتاب علیؑ:

یہ کتاب فقہی موضوعات پر مشتمل تھی اس کا ذکر بہت سی روایات میں ملتا ہے۔ آئمہ معصومینؑ میں سے امام زین العابدینؑ [1]، اور امام محمد باقر علیہ السلام [2] کا اس کتاب کی طرف رجوع کرنا بہت سی روایات میں ملتا ہے۔ نیز کچھ احادیث و روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آئمہ معصومینؑ کے علاوہ دوسرے افراد کی رسائی بھی اس کتاب تک تھی۔ [3]

2 جامعہ:

یہ کتاب بھی رسول اللہ ﷺ کی املا کروانے پر حضرت علی علیہ السلام نے لکھی تھی۔ شیعان آل رسول ﷺ کا عقیدہ ہے کہ یہ کتاب آئمہ معصومین علیہ السلام کے پاس پیغمبر کے علمی ورثے کی علامت ہے اس کتاب کا ذکر بارہا امامیہ اور اہل سنت کی کتابوں میں آیا ہے اور بعض مواقع پر اس کو کتاب علی علیہ السلام ہی قرار دیا گیا ہے۔ بصائر الدرجات جلد اول باب ۱۲ میں تفصیل سے اس کا ذکر گیا گیا ہے۔

---

[1] الکافی ۸ / ۱۶۳

[2] بصائر الدرجات: ج:۱، جزو ثالث باب: ۱۲ ص ۱۴۳

[3] الکافی: ۷ / ۲۱۹

3 کتاب الفرائض:

یہ کتاب بھی حضرت علی علیہ السلام نے خود تحریر فرمائی تھی۔ دراصل یہ کتاب علی علیہ السلام ہی کا ایک متن ہے لیکن کتاب علی علیہ السلام کا اختصار اس میں تفصیل کی طرف مائل ہوا ہے۔[۱] یہ متن دوسری صدی ہجری میں زرارہ، یونس بن عبد الرحمٰن اور ابن فضال کی دسترس میں تھا۔[۲]

4 کتاب الدیات:

یہ بھی امیر المومنین علیہ السلام کی تصنیف ہے جس کو اس کے راویوں کی مناسبت سے کتاب عبداللہ بن ابجر[۳] یا دیات ظریف بن ناصح[۴] بھی کہا گیا ہے اور اس کتاب کا پورا متن کتب اربعہ میں نقل ہوا ہے۔[۵] آپؑ نے اپنے صحابی کو حکم دیا تھا کہ اس کتاب کے نسخے آپؑ کے کارگزاروں کے لیے بھجوا دے۔[۶]

5 مناہی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

یہ مناہی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نامی متن ہے جس کا مضمون فقہی اور اخلاقی ہے۔ متن کے آغاز میں مندرجہ دیباچے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے املاؤں کا مجموعہ ہے جو امیر المومنین علیہ السلام کے قلم سے زیور کتابت سے آراستہ ہوا ہے اس مجموعے کے راوی کا نام شعیب بن واقد ہے اور یہ مجموعہ محدود سطح پر امامیہ کے ہاں رائج ہے۔[۷] قابل ذکر ہے کہ مسعودی نے بھی ایک صحیفہ کی طرف اشارہ کیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی املاء اور امیر المومنین علیہ السلام کی کتابت سے تالیف ہوا ہے۔[۸] دیگر الفاظ میں یہ کہ اہل سنت کی روایات میں صحیفہ علی علیہ السلام کا نام لیا گیا ہے جو دیت، غلاموں کی آزادی اور کافر کے مقابلے میں مومن کے قتل کے عدم جواز جیسے امور کے احکام پر مشتمل ہے۔[۹]

---

[۱] الکافی: ۷/۷۷

[۲] الکافی: ۷/۸۱، ۹۴ اور ۳۳۰

[۳] رجال النجاشی: ۲۱۷

[۴] فہرست شیخ طوسی: ۱۱۲

[۵] الکافی: ۷/۳۳۰، الفقیہ: ۴/۷۵، تہذیب: ۱۰/۲۹۵

[۶] الکافی: ۷/۳۳۰، تہذیب: ۱۰۲/۲۹۵

[۷] الفقیہ: ۴/۱۸؛ والامالی صدوق: ۵۰۹

[۸] مروج الذہب: ۴/۸۶

[۹] مقاتل الطالبین اصفہانی: ۴۲؛ صحیح بخاری: ۱/۳۶، مسند احمد حنبل: ۱/۷۹، ۸۱، ۱۰۰، ۱۰۲، ۱۱۰ اور ۲/۳۵، ۲۱۱؛ اختلاف الحدیث شافعی: ۲۲۱

6 سُلیم بن قیس الھلالی العامری ؒ:

یہ امیر المومنین علیہ السلام کے بزرگ اصحاب میں سے ہیں ان کی ایک کتاب ہے جو "السقیفہ" کے نام سے موسوم ہے اردو ترجمہ میں "اسرار آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کے نام سے موجود ہے۔ علامہ مجلسی نے اس کتاب کا مکمل احوال لکھا ہے اور اسے کتب اصول میں سے ایک اصل قرار دیا ہے۔ [۱] نجاشیؒ نے بھی اس کتاب کا ذکر کیا ہے اور اس کی سند بھی بیان کی ہے۔ [۲] علامہ نعمانیؒ نے بھی اس کتاب کا ذکر کیا ہے اور اسے اصل قرار دیا ہے۔ [۳] شیخ حر عاملی نے اسے اپنا ماخذ قرار دیا ہے۔ [۴]

7 ربیعہ بن سمیع رضی اللہ عنہ:

یہ بھی امیر المومنین علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں انھوں نے ایک کتاب لکھی تھی جو جانوروں کی زکوٰۃ کے بارے میں ہے۔ نجاشی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کی سند بھی بیان کی ہے۔ [۵]

8 اصبغ بن نباتہ رضی اللہ عنہ:

یہ امیر المومنین علیہ السلام کے خاص اصحاب میں سے ہیں۔ [۶] انھوں نے مقتل حسین بن علی علیہ السلام لکھی تھی جس سے الدوری نے روایت کیا ہے۔ [۷] ابن قتیبہ دینوری نے ان کا تشیع بیان کیا ہے [۸] اور ابن حجر نے ان کی طرف رفض کو نسبت دے کر متروک راوی قرار دیا۔ [۹]

9 ابو عبد اللہ سلیمان الفارسی محمدی رضی اللہ عنہ:

یہ رسول اللہ کے بزرگ اصحاب میں سے ہیں اور امیر المومنین علیہ السلام سے محبت میں مشہور ہیں۔ انہوں نے سب

---

[۱] بحار الانوار: ۱/ ۳۳
[۲] رجال: ۸، رقم ۴
[۳] الغیبۃ: ۱۰۳
[۴] وسائل: ۲۰/ ۱۹
[۵] رجال: ۷/ رقم ۳
[۶] رجال النجاشی: ۸/ رقم ۵
[۷] فہرست طوسیؒ: ۸۵/ رقم ۱۱۹
[۸] المعارف: ۶۲۴
[۹] تقریب التھذیب: ۱/ ۱۴۹؛ رقم ۸۵۳

سے پہلے آثار میں کتاب تالیف کی تھی انھوں نے جاثلیق رومی کے متعلق کتاب تالیف کی تھی ۔ [۱] ابن شہر آشوبؒ کہتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ جس نے اس بارے میں کتاب تصنیف کی وہ امیر المومنین علیہ السلام ہیں پھر سلمان فارسی محمدی رضی اللہ عنہ ہیں ۔ [۲]

10 ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ:

یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاص اصحاب میں سے ہیں اور امیر المومنین علیہ السلام کے خاص حبداروں میں شامل ہیں ۔ یہ بھی کتاب کے مؤلف ہیں ان کی کتاب جو خطبہ کی شکل میں ہے اس میں انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کے حالات کی تشریح کی ہے ۔ اس کا تذکرہ شیخ طوسیؒ [۳] اور ابن شہر آشوبؒ نے کیا ہے ۔ [۴]

11 عبیداللہ بن ابی رافع رضی اللہ عنہ:

یہ امیر المومنین علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں آپ علیہ السلام کے منشی اور خاص صحابی تھے ان کا شمار ''خیار الشیعہ'' میں ہوتا ہے ۔ اُنھوں نے بھی کتاب تالیف کی تھی جس کا نام ''قضایا امیر المومنین علیہ السلام'' ۔ [۵]

12 حارث بن عبداللہ الاعور الھمدانی رضی اللہ عنہ:

یہ بھی امیر المومنین علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں ان کی ایک کتاب ہے جس میں وہ مسائل روایت کیے گئے ہیں جن کے جوابات امیر المومنین علیہ السلام نے یہودی کو دیئے تھے ۔ شیخ طوسی نے اس کا تذکرہ کیا ہے [۶] ۔ ابن حجر نے ان کی طرف رفض کو نسبت دی ہے ۔ [۷]

13 علی بن ابی رافع رضی اللہ عنہ:

یہ بھی امیر المومنین علیہ السلام کے صحابی ہیں انہوں نے کثیر تعداد میں روایات حفظ کیں اور فنون، فقہ، وضو، صلاۃ اور

---

[۱] فہرست طوسیؒ: ۱۴۲/ رقم ۳۳۸

[۲] تاسیس الشیعہ سید حسن الصدر: ۲۸۰

[۳] ایضاً: ص ۲۸۱

[۴] ایضاً

[۵] فہرست طوسیؒ: ۱۷۴/ رقم ۴۶۸ اور تاسیس الشیعہ: ۲۸۱

[۶] کتب اہل بیتؑ میں علوم حدیث کا ارتقاء: ۲۶

[۷] تقریب التہذیب ۱/ ۲۳۶/ رقم ۱۰۲۹

دیگر روایات پر کتاب جمع کی تھی ۔عمر بن محمد کہتے ہیں ہمیں خبر دی موسیٰ بن عبداللہ بن حسن نے انہوں نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ بے شک انہوں نے ایک کتاب عبیداللہ بن ابی رافع کے املاء کروانے پر لکھی تھی [۱]۔

14 میثم تمار رضی اللہ عنہ:

یہ بھی امیر المومنین علیہ السلام کے خاص صحابی ہیں اور تشیع کی خاطر جان دینے والوں میں عظیم رتبہ کے مالک ہیں انہیں عبیداللہ بن زیاد نے قتل کروایا تھا۔ان کی کتاب احادیث میں ہے جس سے شیخ ابوجعفرؒ نے اپنی امالی میں روایات نقل کی ہیں اس کے علاوہ صاحب بشارۃ المصطفیٰ نے بھی ان کی روایت نقل کی ہیں علماء میں ایک بڑی تعداد ایسی ہے جو یہ کہتی ہے کہ ہم نے فلاں بات میثم تمارؓ کی کتاب میں پائی ہے [۲]۔

15 عبیداللہ بن الحر الجعفی رضی اللہ عنہ:

نجاشی رحمۃ اللہ علیہ ان کا تذکرہ مصنفین شیعہ کے طبقہ اولیٰ میں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کی ایک کتاب کا نسخہ ہے جس میں امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے [۳]۔یہ مختار کے عہد تک زندہ رہے اور مختار کے ساتھیوں میں سے تھے۔ [۴]

16 محمد بن قیس البجلی رضی اللہ عنہ:

یہ بھی امیر المومنین علیہ السلام کے صحابی ہیں ان کی ایک کتاب ہے جس میں انہوں نے امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کیا ہے [۵]۔شیخ طوسیٰ فرماتے ہیں کہ ان کی ایک کتاب کو امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا بے شک یہ علی بن ابی طالب علیہ السلام کا ہی قول ہے۔ [۶]

17 یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ:

ان کا تعلق بھی اسی طبقہ سے ہے۔ان کی ایک کتاب ہے جس میں انہوں نے امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی ہے۔نجاشی نے اس کا تذکرہ اسناد کے ساتھ کیا ہے۔ [۷]

---

[۱] رجال النجاشی: ۶ / رقم ۲

[۲] تاسیس الشیعہ: ۳۵۵

[۳] رجال: ۹ / رقم ۶

[۴] اعلام خیر الدین زرکلی: ۴ / ۱۹۲

[۵] کتب اہل بیتؑ میں علوم حدیث کا ارتقاء: ۲۸

[۶] ایضاً

[۷] کتب اہل بیتؑ میں علوم حدیث کا ارتقاء: ۲۸

18 امام زین العابدین علیہ السلام:

آپؑ امام معصوم، منصوص من اللہ ہیں اور سلسلہ امامت کے چوتھے تاجدار ہیں۔ صحیفۂ کاملہ، جوزبور آل محمد علیہم السلام کے نام سے مشہور ہے، آپؑ کی کتاب ہے اور اس کو امام محمد باقر علیہ السلام اور زید شہید نے روایت کیا ہے۔[۱] ابن شہر آشوب نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔[۲] مترجم حقیر عرض کرتا ہے کہ یہ متواتر ہے اور ہمیں اس پر فخر ہے۔ امام زین العابدین علیہ السلام کی شہادت کا سال ۹۵ ھ ہے۔ رسالہ الحقوق کی نسبت بھی آپؑ ہی کی طرف ہے۔[۳]

19 جابر بن یزید الجعفی رضی اللہ عنہ:

یہ امام زین العابدین علیہ السلام اور امام محمد باقر علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں ان کی کتابیں تفسیر اور احکام وغیرہ میں بہت سی ہیں جن کا تذکرہ نجاشی[۴] اور طوسیؒ[۵] دونوں نے کیا ہے۔

20 جناب زید الشہید رضی اللہ عنہ:

یہ امام زین العابدین علیہ السلام کے فرزند ہیں صحیفہ کاملہ کے راوی ہیں جو ان کو ہی ان کے والد علیہ السلام نے املاء کروائی تھی ان کی کتاب "قرأۃ امیر المومنین علیہ السلام" ہے۔[۶]

21 الحسین بن الثور رضی اللہ عنہ:

یہ ام ہانی بنت ابو طالب علیہ السلام کے آزاد کردہ غلام تھے۔ یہ امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔[۷] یہ ایک کتاب کے مصنف بھی ہیں۔[۸]

---

[۱] تاسیس الشیعہ: ۲۸۴
[۲] ایضاً
[۳] الفقیہ: ۲/ص ۶۱۸ تا ۶۲۵؛ حلیۃ الاولیاء اصفہانی: ۳/ ۱۳۸
[۴] رجال: ۱۲۸/ رقم ۳۳۲
[۵] فہرست: ۹۵/ رقم ۱۵۸
[۶] تاسیس الشیعہ: ۲۸۵
[۷] رجال النجاشی ۵۵/ رقم ۱۲۵
[۸] ایضاً

22 زیاد بن المنذر رضی اللہ عنہ:

یہ تفسیر میں امام زین العابدین علیہ السلام اور ان کے بیٹے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔ وہ ان روایات کو ایک کتاب میں جمع کررہے تھے وہ جوان ہونے سے پہلے اندھے ہو گئے تھے ان کا انتقال ۱۵۰ھ میں ہوا۔ [1]

23 یحییٰ بن القاسم رضی اللہ عنہ:

یہ جناب یحییٰ بن القاسم ابو بصیر ہیں ان کی ایک کتاب ہے جو انھوں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے یہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے عہد میں فوت ہوئے ہیں۔ [2] نجاشی نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ [3]

24 عبد المومن بن القاسم رضی اللہ عنہ:

ان کی کنیت ابو عبد اللہ کوفی ہے انہوں نے ایک کتاب تالیف کی تھی جو امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی احادیث پر مشتمل ہے [4] ان کے کتاب کا تذکرہ نجاشی نے سند کے ساتھ کیا ہے۔ [5]

25 زرارہ بن اعین رضی اللہ عنہ:

ان کی ایک کتاب ہے جس میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی احادیث ہیں [6] نجاشی [7] اور طوسیؒ [8] دونوں نے ان کی کتاب ''الاستطاعۃ والجبر'' کا تذکرہ کیا ہے۔

---

[1] تاسیس الشیعہ: ۲۸۵

[2] ایضاً: ۲۸۵

[3] رجال: ۴۴۱؛ رقم ۱۱۸۷

[4] تاسیس الشیعہ: ۲۸۵

[5] رجال: ۲۴۹/ رقم ۶۵۵

[6] تاسیس الشیعہ: ۲۸۶

[7] رجال: ۱۷۵/ رقم ۴۶۳

[8] فہرست: ۱۳۴/ رقم ۳۱۲

26 محمد بن مسلم الطائی رضی اللہ عنہ:

ان کی ایک کتاب ہے جس کا تذکرہ نجاشی نہ کیا[1] ان کی وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی۔[2]

27 بسام الصیر فی رضی اللہ عنہ:

پورا نام بسام بن عبداللہ الصیر فی ہے یہ امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں ان کی کتاب کا تذکرہ نجاشی نے کیا ہے۔[3]

28 ابوعبیدہ الحذاء رضی اللہ عنہ:

ان کی بھی ایک کتاب ہے جس میں امام محمد باقر علیہ السلام کی مرویات جمع کی گئی ہیں۔ یہ بعد میں امام علیہ السلام کے حلقہ اصحاب میں شامل ہوگئے تھے۔[4]

29 زکریا بن عبداللہ رضی اللہ عنہ:

ان کی بھی ایک کتاب ہے جو امام محمد باقر علیہ السلام کی روایات پر مشتمل ہے آپ امام علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھے۔[5] کی کتاب کا تذکرہ نجاشی نے کیا ہے۔[6]

30 ثور بن ابی فاختہ رضی اللہ عنہ:

پورا نام ثور بن ابی فاختہ ابوجہم ہے ان کی ایک کتاب ہے۔ وہ صحابہ کی کثیر تعداد سے روایت کرتے ہیں ان کی کتاب امام محمد باقر علیہ السلام کی مرویات میں ہے۔[7]

31 حجر بن زائدہ الحضرمی رضی اللہ عنہ:

ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے ان کی ایک کتاب امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی احادیث میں ہے۔[8] ان کی کتاب کا

---

[1] رجال: ۳۲۳/ رقم ۸۸۲
[2] تاسیس الشیعہ: ۲۸۶
[3] رجال: ۱۱۲/ رقم ۲۸۸
[4] تاسیس الشیعہ: ۲۸۶
[5] ایضاً: ۲۸۶
[6] رجال: ۱۷۲/ رقم ۴۵۴
[7] تاسیس الشیعہ: ۲۸۶
[8] ایضاً: ۲۸۶

تذکرہ نجاشی نے بھی کیا ہے۔[1]

32 معاویہ بن عمار رضی اللہ عنہ:

معاویہ بن عمار الدہنی کثیر الروایات ہیں انہوں نے بہت ساری کتب تالیف کی ہیں جن کا تذکرہ نجاشی[2] اور طوسی[3] دونوں نے کیا ہے۔ان کی ایک کتاب امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی احادیث میں ہے۔[4]

33 عبداللہ بن میمون القداح رضی اللہ عنہ:

ان کی بھی ایک کتاب امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی احادیث میں ہے۔[5] ان کی کتاب کا تذکرہ نجاشی[6] اور طوسی[7] دونوں نے کیا ہے۔

34 المطلب الزہری القرشی المدنی رضی اللہ عنہ:

ان کی بھی ایک کتاب ہے جو امام محمد باقر علیہ السلام کی مروی احادیث پر ہے۔[8]

35 حجدر بن المغیرہ الطائی:

ان کی بھی ایک کتاب ہے جو امام محمد باقر علیہ السلام کی مرویات میں ہے۔[9]

36 امام جعفر صادق علیہ السلام:

آپؑ بارہ آئمہؑ میں سے چھٹے امام ہیں آپ کا دور احادیث کی تدوین و اشاعت کا سنہری دور ہے۔آپؑ کے اصحاب نے چار سو کتابیں تالیف کی تھیں جنہیں اصول اربعہ مائۃ کہا جاتا ہے یہ کتابیں فرقہ شیعہ میں مشہور و

---

[1] رجال:۱۴۸/رقم ۳۸۴

[2] ایضاً:۴۱۱/رقم ۱۰۹۶

[3] فہرست:۴۴۷/رقم ۷۳۷

[4] تاسیس الشیعہ:۲۸۶

[5] ایضاً:۲۸۷

[6] رجال:۲۱۳/رقم ۵۵۷

[7] فہرست: ۱۶۸/رقم ۴۴۲

[8] تاسیس الشیعہ:۲۸۶

[9] ایضاً

متداول ہیں۔[1] آپؑ کی طرف بھی چند کتابوں کی نسبت دی جاتی ہے جن میں توحید مفضل، مصباح الشریعہ اور تفسیر امام صادق علیہ السلام وغیرہ ہیں۔ آپؑ کے دور کے چند مصنفین کا تذکرہ آئندہ کیا جا رہا ہے۔ ورنہ درحقیقت آپؑ کے دور کے مصنفین اور اُن کی کتب کا شمار ناممکن ہے۔

37 علی بن جعفر صادق علیہ السلام:

آپ امام جعفر صادق علیہ السلام کے بیٹے ہیں آپ کی کتاب ہے جو مسائل پر مشتمل ہے آج ہمارے پاس ''مسائل علی بن جعفر علیہ السلام'' کے نام سے موجود ہے۔ اس کا تذکرہ شیخ حر عاملی نے کیا ہے۔[2]

38 ابراہیم بن عثمان ابو ایوب الخزاز:

ان کی کتاب ہے جو اصول میں سے ایک اصل ہے۔[3] طوسیؒ نے ان کی اصل کا تذکرہ سند کے ساتھ کیا ہے۔[4]

39 فضیل بن یسار رضی اللہ عنہ:

یہ بصرہ کے رہنے والے ہیں امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔ ان کی ایک کتاب ہے۔ نجاشی نے اس کا تذکرہ سند کے ساتھ کیا ہے۔[5]

40 لیث بن البختری المرادی رضی اللہ عنہ:

ان کی کنیت ابو بصیر ہے ان کی ایک کتاب یہ ہے جس کا تذکرہ نجاشی نے سند کے ساتھ کیا ہے۔[6]

41 لوط بن یحییٰ الازدی رضی اللہ عنہ:

ان کی کنیت ابو مخنف ہے یہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔ انھوں نے کثیر کتب تصنیف کی ہیں۔ نجاشی نے ان کی اٹھائیس کتب کی فہرست گنوائی ہے۔[7] ان کی ایک کتاب مقتل الحسینؑ بہت مشہور ہے لیکن

---

[1] کتب اہلبیتؑ میں علوم حدیث کا ارتقاء: ۳۵

[2] وسائل: ۲۰/ ۸

[3] فہرست طوسیؒ: ۴۱/ رقم ۱۳

[4] فہرست: ۴۱/ رقم ۱۳

[5] رجال: ۳۰۹/ رقم ۸۴۶

[6] ایضاً: ۳۲۰/ رقم ۸۷۵

[7] فہرست طوسی: ۹۳/ رقم ۱۵۴

جواس دور میں نسخہ موجود ہے اس کے بارے کہا گیا ہے کہ وہ مشکوک ہے اور اصل نہیں ہے۔(واللہ اعلم)

42 جمیل بن دراج رضی اللہ عنہ:

یہ امام جعفر صادق علیہ السلام اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں۔ان کی ایک کتاب اصل میں شامل ہے [1] نجاشی نے دو کتب کا تذکرہ کیا ہے [2] آقا خوئی نے بھی ان کا تذکرہ کیا ہے۔[3]

43 عبداللہ بن مُسکان رضی اللہ عنہ:

یہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔[4] نجاشی نے کہا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرنا ثابت نہیں ہے۔[5] انھوں نے بھی کتابیں تالیف کی ہیں۔نجاشی نے دو کتب کا تذکرہ کیا ہے [6] طوسی نے ایک کتاب کا ذکر کیا ہے [7]۔

44 عبداللہ بن سنان رضی اللہ عنہ:

یہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں [8]۔یہ بھی کتب کے مصنف ہیں۔نجاشی نے تین کتب کا تذکرہ کیا ہے۔[9] طوسی نے دو کتب کا تذکرہ کیا ہے۔[10]

45 عبداللہ بن مغیرہ رضی اللہ عنہ:

یہ کوفی ہیں اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔آقا خوئی نے ان کو امام موسی کاظم علیہ السلام اور امام علی رضا

---

[1] فہرست طوسی:۹۴/رقم ۱۵۴
[2] رجال:۱۲۶/رقم ۳۲۸
[3] المفید من معجم رجال الحدیث:۱۱۷/رقم ۲۳۶۲
[4] رجال النجاشی:۲۱۴/رقم ۵۵۹
[5] رجال:۲۱۴/رقم
[6] ایضاً
[7] فہرست:۱۶۸/رقم ۴۴۰
[8] مفید من معجم رجال الحدیث:۳۶۶/رقم ۲۹۱۰
[9] رجال:۲۱۴/رقم ۵۵۸
[10] فہرست:۱۶۵/رقم ۴۳۳

رضی اللہ عنہ دونوں کے اصحاب میں ذکر کیا ہے۔ [۱] انھوں نے کثیر تصنیف کی ہیں۔نجاشی نے ذکر کیا ہے کہ انھوں نے تیس کتب لکھی ہیں [۲]۔

46 ہشام بن الحکم رضی اللہ عنہ:

ان کی کنیت ابو محمد ہے یہ امام جعفر صادق علیہ السلام اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔نجاشی نے ان کی انتیس کتب کا تذکرہ کیا ہے۔ [۳] طوسی نے بھی کافی کتب کا تذکرہ کیا ہے۔

47 ہشام بن سالم رضی اللہ عنہ:

یہ امام جعفر صادق علیہ السلام اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں ان کی کتب کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے۔ان کی کتاب اصل میں شامل ہے [۴]۔نجاشی نے ان کی تین کتابوں کے نام لئے ہیں [۵]۔

48 ہشام بن محمد بن السائب رضی اللہ عنہ:

ان کا تعلق بھی اسی طبقہ سے ہے یہ کثیر کُتب کے مولف ہیں نجاشی نے ان کی اکیاون کتب کا ذکر کیا ہے [۶]۔

49 علی بن یقطین رضی اللہ عنہ:

یہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں ان کی ایک کتاب ہے [۷]۔شیخ حُر عاملی نے ان کی کتاب المسائل کا تذکرہ کیا ہے۔ [۸]

50 علی بن سیف کوفی رضی اللہ عنہ:

یہ امام علی رضا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نجاشی نے ان کی کتاب کبیر کا تذکرہ کیا ہے۔ [۹]

---

[۱] المفید من معجم رجال الحدیث: ۳۵۰ / رقم ۱۷۶۷

[۲] رجال: ۲۱۵ / رقم ۵۶۱

[۳] رجال: ۴۳۳ / رقم ۱۱۶۴؛ فہرست: ۲۵۸ / رقم ۷۸۳

[۴] فہرست طوسی: ۲۵۷ / رقم ۷۸۲

[۵] رجال: ۴۳۴ / رقم ۱۱۶۵

[۶] ایضاً: رقم ۱۱۶۶

[۷] رجال نجاشی: ۲۷۳ / رقم ۷۱۵

[۸] وسائل: ۲۰ / ۱۱

[۹] رجال: ۲۷۸ / رقم ۷۲۹

51 یونس بن عبدالرحمان رضی اللہ عنہ:

یہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور امام علی رضا علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں انہوں نے کثیر کتب تصنیف کی ہیں نجاشی نے تینتیس کُتب کا تذکرہ کیا ہے۔ (۱)

52 یعقوب بن نُعیم رضی اللہ عنہ:

یہ امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں نجاشی نے ان کی ایک کتاب کا تذکرہ کیا ہے جو امامت کے موضوع پر ہے۔ (۲)

53 صفوان بن یحییٰ البجلی الکوفی رضی اللہ عنہ:

یہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور امام علی رضا علیہ السلام اور امام محمد تقی علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں نجاشی نے کہا ہے کہ انہوں نے تیس کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں سے انہوں نے بارہ کا نام ذکر کیا ہے۔ (۳) طوسی نے بھی کہا ہے کہ انہوں نے کثیر کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں سے نو کتابوں کا نام ذکر کیا ہے۔ (۴)

54 محمد بن ابی عُمیر الازدی رضی اللہ عنہ:

یہ امام علی رضا علیہ السلام اور امام محمد تقی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے بھی کثیر کُتب تصنیف کی ہیں۔ طوسی نے ان کی نو کتب کا نام ذِکر کیا ہے (۵) نجاشی نے ان کی تقریباً بیس کُتب کا ذکر کیا ہے۔ (۶)

55 احمد بن محمد بن ابی نصر رضی اللہ عنہ:

یہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور امام علی رضا علیہ السلام اور امام محمد تقی علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں (۷)۔ انہوں نے کثیر کُتب تضیف کی ہیں۔ طوسی نے ان کی دو کتابوں کے نام سند کے ساتھ ذکر کیئے ہیں (۸) اور نجاشی نے ان کی تین کُتب

---

(۱) رجال:۴۴۶/رقم ۱۲۰۸
(۲) رجال:۴۴۹/رقم ۱۲۱۳
(۳) ایضاً:۱۹۷/رقم ۵۲۴
(۴) فہرست:۱۴۵/رقم ۳۵۶
(۵) فہرست:۲۱۸/رقم ۶۱۷
(۶) رجال:۳۲۶/رقم ۸۸۷
(۷) المفید من معجم رجال الحدیث:۳۹/رقم ۸۰۱
(۸) فہرست:۶۱/رقم ۶۳

کا ذکر سند کے ساتھ کیا ہے۔ ⁽¹⁾

56 ایوب بن نوح رضی اللہ عنہ:

یہ امام علی رضا علیہ السلام اور امام محمد تقی علیہ السلام اور امام علی نقی علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں۔ نجاشی نے ان کی کتاب نوادر کا تذکرہ کیا ہے۔ ⁽²⁾

57 جعفر بن محمد بن یونس رضی اللہ عنہ:

یہ امام محمد تقی علیہ السلام اور امام علی نقی علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں۔ طوسی نے ان کی کتاب کا تذکرہ کیا ہے۔ ⁽³⁾ نجاشی نے ان کی نوادر کا تذکرہ سند کے ساتھ کیا ہے۔ ⁽⁴⁾

58 حُسین بن سعید بن حماد الاھوازی رضی اللہ عنہ:

یہ امام علی رضا علیہ السلام اور امام محمد تقی علیہ السلام اور امام علی نقی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔ طوسی نے ان کی تیس کتابوں کے نام گنوائے ہیں۔ ⁽⁵⁾ ان کی دو کتابیں "المومن" اور "الزھد" ایک ہی جلد میں سبیل سکینہؑ پاکستان سے اُردو میں شائع ہو چکی ہیں۔

59 محمد بن الحسین بن ابی الخطاب رضی اللہ عنہ:

یہ امام محمد تقی علیہ السلام اور امام علی نقی علیہ السلام اور امام حسن عسکری علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں۔ نجاشی نے ان کی سات کُتب کے نام کا تذکرہ کیا ہے۔ ⁽⁶⁾ طوسی نے ان کی دو کُتب کے نام ذکر کیے ہیں۔ ⁽⁷⁾

60 حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ:

آپؑ بارہ آئمہ علیہم السلام میں سے گیارہویں امام علیہ السلام ہیں، آپؑ سے منسوب تفسیر میں کتاب موجود ہے۔ ⁽⁸⁾ یہ تفسیر اردو ترجمہ میں بھی موجود ہے۔ علامہ مجلسی نے بحار میں تقریباً مکمل متن نقل کیا ہے۔

⁽¹⁾ رجال ۵۷/رقم ۱۸۰

⁽²⁾ رجال: ۱۰۲/رقم ۲۵۴

⁽³⁾ فہرست: ۹۳/رقم ۱۴۹

⁽⁴⁾ رجال: ۱۲۰/رقم ۳۰۷

⁽⁵⁾ فہرست: ۱۱۲/رقم ۲۳۰

⁽⁶⁾ رجال: ۳۳۳/رقم ۸۹۷

⁽⁷⁾ فہرست: ۲۱۵/رقم ۶۰۷

⁽⁸⁾ وسائل: ۲۰/۹؛ چوتھا فائدہ رقم ۵۴

61 محمد بن الحسن بن فروخ الصفار رضی اللہ عنہ:

یہ امام حسن عسکری علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں انہوں نے کثیر کُتب تصنیف کی ہیں۔نجاشی نے ان کی پینتیس (35) کتابوں کا ذکر کیا ہے[۱]۔طوسی نے ان کی چند کُتب کا تذکرہ کیا ہے۔[۲]

ان کی کُتب میں سے بصائر الدرجات موجود ہے جس کا اردو میں ترجمہ بھی دستیاب ہے مگر یہ انتہائی ناقص اور تحریف شدہ ہے۔شیخ حُر عاملی نے ان کی اس کتاب کا تذکرہ کیا ہے۔[۳]

62 علی بن مہزیار الاھوازی رضی اللہ عنہ:

یہ امام علی رضا علیہ السلام اور امام محمد تقی علیہ السلام اور امام علی نقی علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں انہوں نے کثیر کُتب مشہورہ تصنیف کی ہیں۔نجاشی نے ان کی تقریباً چھتیس کُتب کے نام گنوائے ہیں۔[۴]

63 ابراہیم بن محمد بن سعید رضی اللہ عنہ:

یہ امام حسن عسکری علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں اور ان کا انتقال ۲۸۳ھ میں ہوا ہے۔انہوں نے کثیر کُتب تصنیف کی ہیں،نجاشی نے ان کی پینسٹھ کتُب کے نام شمار کیے ہیں[۵]۔طوسی نے ان کی پچاس کُتب کے نام شمار کیے ہیں۔[۶]

64 داؤد بن قاسم الجعفری رضی اللہ عنہ:

ان کی کُنیت ابو ہاشم ہے۔انہوں نے امام علی رضا علیہ السلام اور امام محمد تقی علیہ السلام اور امام علی نقی علیہ السلام اور امام حسن عسکری علیہ السلام اور امام القائم علیہ السلام کے حضور کا زمانہ دیکھا ہے۔طوسی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی ایک کتاب کا تذکرہ کیا ہے۔[۷]

---

[۱] رجال:۳۵۴/رقم۹۴۸
[۲] فہرست:۲۲۰/رقم۶۲۱
[۳] وسائل:۲۰/۸۰؛چوتھا فائدہ،رقم ۲۰
[۴] رجال:۲۵۳/رقم ۶۶۴
[۵] رجال:۱۶/رقم۱۹
[۶] فہرست:۳۶/رقم ۷
[۷] فہرست:۱۲۴/رقم ۲۷۶

65 عبداللہ بن جعفر الحمیری القمی رضی اللہ عنہ:

یہ امام علی نقی علیہ السلام اور امام حسن عسکری علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں یہ کُتب کثیرہ کے مصنف ہیں۔[۱] نجاشی نے ان کی اٹھارہ کُتب کے نام گنوائے ہیں[۲] اور طوسی نے آٹھ نام شمار کیئے ہیں۔[۳]

66 سعد بن عبداللہ القمی رضی اللہ عنہ:

ان کی کنیت ابو القاسم ہے یہ شیخ محمد بن یعقوب کُلینی کے اساتذہ میں شامل ہیں ان کا وصال ۳۰۰ھ میں ہوا۔[۴] انہوں نے کثیر کُتب تصنیف کی ہیں۔طوسی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی سولہ کُتب کے نام گنوائے ہیں۔[۵] اور نجاشی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی اڑتیس کُتب کے نام شمار کیئے ہیں۔[۶]

67 علی بن ابراہیم بن ہاشم القمی رضی اللہ عنہ:

ان کی کنیت ابوالحسن ہے۔ان کا انتقال ۳۰۷ھ کے بعد ہوا ہے۔یہ شیخ کلینی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتذہ میں شامل ہیں۔[۷] انہوں نے کافی کتب تصنیف کی ہیں۔نجاشی نے ان کی تیرہ کتب کے نام شمار کیے ہیں۔[۸] طوسی نے ان کی آٹھ کتب کا تذکرہ کیا ہے۔[۹] ان کی تفسیر آج بھی موجود ہے جو تفسیر علی بن ابراہیم یا تفسیر قمی کے نام سے مشہور ہے۔

---

[۱] وسائل:۲۰/ ۴۴
[۲] رجال:۲۱۹/ رقم ۵۷۳
[۳] فہرست:۱۶۷/ رقم ۴۳۹
[۴] تنقیح المقال:۲/ ۱۶
[۵] فہرست:۱۳۵/ رقم ۳۱۶
[۶] رجال:۱۷۷/ رقم ۴۶۷
[۷] تنقیح المقال:۲/ ۲۶۰
[۸] رجال:۲۶۰/ رقم ۶۸۰
[۹] فہرست:۱۵۲/ رقم ۳۸۰

68 حُمید بن زیاد رضی اللہ عنہ:

ان کا انتقال ۳۱۰ھ میں ہوا۔ یہ بھی شیخ کلینی رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ میں شامل ہیں۔[1] یہ واقفی المذہب ہیں مگر ثقہ ہیں۔[2] نجاشی نے ان کی بارہ کتب کے نام ذکر کیے ہیں۔[3] آقا خوئی فرماتے ہیں کہ انہوں نے کثیر کتب تصنیف کی ہیں۔[4]

تبصرہ

ہم نے یہاں تک رسول اللہ کے دور سے لے کر امام القائم علیہ السلام کے زمانہ حضور تک لکھی گئی چند کتب کا تذکرہ کیا ہے اور یہ اس سارے زمانے کی تصانیف کا ایک فی صد بھی نہیں ہے۔ لاکھوں کی تعداد میں کتب آئمہ کے ادوار میں لکھی گئی تھیں جن کا احصاء ناممکن ہے۔ ہم نے ہر دور کی چند کتب کا تذکرہ آپ کی تسلی کے لیے کیا ہے تا کہ ہماری احادیث کی اسناد سے آپ واقف ہو سکیں اور آپ نے دیکھا کہ کوئی دور ایسا نہیں ہے جس میں آئمہ علیہم السلام نے احادیث کے لکھنے کا اہتمام نہ کیا ہو اور ان کے اصحاب نے ان کی احادیث کو لکھا نہ ہو۔ ہماری بدقسمتی کہ کتب کا اتنا بڑا خزانہ ہم تک پہنچنے ہی نہ دیا گیا لیکن یہ بات واضح ہے کہ جو کتب احادیث ہم تک پہنچی ہیں یہ انہی اصل کتب میں سے نقل ہیں۔ مصنفین نے کہیں تو ان کتب کا نام بھی ذکر کیا ہے اور اگر نام نہیں بھی ذکر کیا تب بھی یہ ظاہر ہے کہ انہوں نے اصل سے ہی نقل کیا ہے۔ ہم اپنے مدعا کو مزید مضبوط کرنے کے لیے اور آپ کا حدیث پر یقین محکم کرنے کے لیے ان اصول کتب کا تذکرہ کرتے ہیں جن کی تعداد چار سو بتائی گئی ہے اور ان میں سے کچھ اصل آج موجود بھی ہیں۔

چار سو کتبِ اصول (اصول اربعمائۃ)

یہ چار سو کتب وہ ہیں جو اصحاب آئمہ علیہم السلام میں سے کچھ نے لکھی ہیں۔ یہ کس عرصہ میں لکھی گئیں اس بارے میں تین اقوال ملتے ہیں۔ پہلا قول یہ ہے حضرت علی علیہ السلام سے لے کر امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت تک آئمہ علیہم السلام کے اصحاب نے تالیف کیں دوسرا قول یہ ہے کہ یہ کتابیں حضرت علی علیہ السلام کے اصحاب نے تالیف کیں اور تیسرا قول یہ ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب نے تالیف کیں۔[5] ہمارے نزدیک تیسرا قول صحیح اور مستند ہے۔ ان کتب میں سے بعض آئمہ علیہم السلام کو دکھائی بھی گئیں جن پر انہوں نے

[1] تنقیح المقال: ۱/ ۳۷۸

[2] رجال نجاشی: ۱۳۲/ رقم ۳۳۹؛ والمعجم من رجال الحدیث رقم ۴۰۸۲

[3] رجال: ۱۳۲/ رقم ۳۳۹

[4] المعجم من رجال الحدیث: رقم ۴۰۸۲

[5] مکتب اہل بیتؑ میں علوم حدیث کا ارتقاء؛ ڈاکٹر محسن نقوی: ۱۶۸

پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔[1] ان کتابوں کو چارسو اصولی کتابیں کہا جاتا ہے۔ان میں سے بہت سی کتابوں کا پتہ ہمیں کتب اربعہ کے مصنفین کے علاوہ شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ، سید رضی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ مجلسی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ حر عاملی رحمۃ اللہ علیہ، وغیرہم کے وہاں ملتا ہے۔

علامہ مامقانی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت:

علم رجال کے ماہر علامہ عبداللہ المامقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔''یہ بات تواتر سے اور ایسی روایات سے معلوم ہوئی ہے جو قطعی قرائن پر ہیں کہ آئمہ کے معاصرین ہمارے قدیم علماء کا طریقہ تینوں محمدوں (کلینی رحمۃ اللہ علیہ، صدوق رحمۃ اللہ علیہ اور طوسی رحمۃ اللہ علیہ) کے عہد تک جو تین صدیوں سے زائد پر محیط ہے یہ تھا کہ وہ احادیث کو ضبط و تدوین کرتے تھے آئمہ علیہ السلام کی مجالس میں اور وہ اس خوف سے کہ کہیں بھول نہ جائیں انہیں جلدی سے لکھ لیتے تھے اور ان احادیث کو آئمہ علیہ السلام پر پیش کرتے تھے۔ان کی پوری کوشش یہ ہوتی تھی کہ اپنے فرقہ حق کے لیے ایسی کتابیں تالیف کردیں جن پر وہ عمل کریں اور پھر اس کتاب کو آئمہ علیہ السلام پر پیش کردیں چنانچہ ان حضرات نے آئمہ علیہ السلام کے جوابات سے چارسو اصول تصنیف کیے۔انہیں جس روایت کی صحت کا یقین نہیں ہوتا تھا اسے روایت نہیں کرتے تھے۔چنانچہ انھوں نے عبداللہ بن علی الحلبی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب امام جعفر صادق علیہ السلام پر پیش کی تو آپؑ نے اس کو پسند فرمایا: اسی طرح امام حسن عسکری علیہ السلام پر یونس بن عبدالرحمان رحمۃ اللہ علیہ اور فضل بن شاذان رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں پیش کی گئیں تو انھوں نے ان کی تحسین فرمائی۔یہ حضرات اپنے شیعوں کو کذابوں سے واقف کرواتے رہتے تھے اور انھیں حکم دیتے تھے کہ کذابوں سے بچیں اور جو کچھ ان کی جانب سے پیش کیا جائے اسے کتاب وسنت پر پیش کریں۔[2]

---

[1] ایضاً
[2] تنقیح المقال: ۱/۱۷۸

کُتب اصول کے مُصنفین کا تذکرہ

اوّل

شیخ طوسی رحمۃ اللہ علیہ نے درج ذیل لوگوں کا تذکرہ کیا ہے، جو کسی اصل کے مُصنف ہیں۔

1 ابراہیم بن عثمان رضی اللہ عنہ:

اِن کی کُنیت ابوایوب الخزاز ہے یہ کوفہ کے رہنے والے ہیں نہایت ثقہ ہیں، ان کی ایک اصل ہے۔[۱]

2 ابراہیم بن عبدالحمید رضی اللہ عنہ:

یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں اور ثقہ ہیں شیخ طوسی نے ان کی ایک کتاب النوادر کا بھی تذکرہ کیا ہے۔[۲]

3 ابراہیم بن مہزم الاسدی رضی اللہ عنہ:

یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں۔[۳]

4 ابراہیم بن عمر الیمانی رضی اللہ عنہ:

ان کی بھی ایک اصل ہے۔[۴]

5 ابراہیم بن ابی البلاد رضی اللہ عنہ:

یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں۔[۵]

6 ابراہیم بن یحییٰ رضی اللہ عنہ:

یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں۔[۶]

---

[۱] فہرست: ۴۱/ رقم ۱۳
[۲] فہرست: ۴۰/ رقم ۱۲
[۳] فہرست: ۴۳/ رقم ۲۱
[۴] فہرست: ۴۳/ رقم ۲۰
[۵] فہرست: ۴۳/ رقم ۲۱
[۶] فہرست: ۴۴/ رقم ۲۳

7 اسماعیل بن مہران رضی اللہ عنہ:

ان کا پورا نام اسماعیل بن مہران بن محمد بن ابی نصر السکونی ہے، ان کی کنیت ابو یعقوب ہے ثقہ معتمد ہیں ان سے ہمارے اصحاب کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے یہ کثیر کُتب کے مصنف ہیں اور ایک اصل کے بھی مصنف ہیں۔[۱]

8 اسماعیل بن بکر رضی اللہ عنہ:

یہ دو کُتب اصول کے مصنف ہیں۔[۲]

9 اسماعیل بن محمد رضی اللہ عنہ:

یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں۔[۳]

10 اسماعیل بن عثمان بن ابان رضی اللہ عنہ:

یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں۔[۴]

11 اسحاق بن عمار الساباطی رضی اللہ عنہ:

یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں اور ان کی اصل نہایت معتمد ہے یہ فطحی المذہب ہیں مگر نہایت ثقہ ہیں۔[۵]

12 اسحاق بن جریر رضی اللہ عنہ:

یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں۔[۶]

13 ابان بن عثمان الاحمر البجلی رضی اللہ عنہ:

ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے یہ امام جعفر صادق علیہ السلام اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔ یہ ایک اصل

[۱] فہرست: ۴۶/ رقم ۳۲
[۲] فہرست: ۲۵/ رقم ۴۲
[۳] فہرست: ۵۳/ رقم ۴۷
[۴] فہرست: ۵۴/ رقم ۵۱
[۵] فہرست: ۵۴/ رقم ۵۲
[۶] فہرست: ۵۴/ رقم ۵۳

کے مصنف ہیں جب کہ انہوں نے کچھ اور کتب بھی تصنیف کی ہیں۔ ①

14 اسباط بن سالم بیاع الزطی رضی اللہ عنہ:

یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں۔ ②

15 بکر بن محمد الازدی رضی اللہ عنہ:

یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں۔ ③

16 بشر بن مسلمہ رضی اللہ عنہ:

یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں۔ ④

17 بشار بن یسار رضی اللہ عنہ:

یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں۔ ⑤

18 جمیل بن دُراج رضی اللہ عنہ:

یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں۔ ⑥

19 جمیل بن صالح رضی اللہ عنہ:

یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں۔ ⑦

20 جابر بن یزید الجعفی رضی اللہ عنہ:

یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں۔ ⑧

---

① فہرست:۵۹/رقم ۶۲
② فہرست:۸۶/رقم ۱۳۲
③ فہرست:۸۷/رقم ۱۲۶
④ فہرست:۸۸/رقم ۱۳۰
⑤ فہرست:۸۸/رقم ۱۳۱
⑥ فہرست:۹۳/رقم ۱۵۳
⑦ فہرست:۹۳/رقم ۱۵۵
⑧ فہرست:۹۵/رقم ۱۵۸

21 الحسن بن موسیٰ رضی اللہ عنہ:

یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں۔ ①

22 الحسن العطار رضی اللہ عنہ:

یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں۔ ②

23 الحسن الرباطی رضی اللہ عنہ:

یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں۔ ③

24 الحسن بن صالح بن حیی رضی اللہ عنہ:

یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں۔ ④

25 الحسین بن ابی غندر رضی اللہ عنہ:

یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں۔ ⑤

26 الحسین بن ابی العلاء رضی اللہ عنہ:

ان کی کتاب بھی اصول میں شمار کی گئی ہے۔ ⑥

28 حفص بن البختری رضی اللہ عنہ:

یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں۔ ⑦

29 حفص بن سوقہ رضی اللہ عنہ:

یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں۔ ⑧

---

① فہرست: ۹۹ / رقم ۱۷۲

② فہرست: ۱۰۰ / رقم ۱۷۳

③ فہرست: ۱۰۰ / رقم ۱۷۵

④ فہرست: ۱۰۰ / رقم ۱۷۶

⑤ فہرست: ۱۱۳ / رقم ۲۳۵

⑥ فہرست: ۱۰۷ / رقم ۲۰۳

⑦ فہرست: ۱۱۶ / رقم ۲۴۳

⑧ فہرست: ۱۱۶ / رقم ۲۴۴

30 حفص بن سالم رضی اللہ عنہ:

ان کی کنیت ابو ولا د الحناط ہے یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں۔ ①

31 الحکم بن ایمن رضی اللہ عنہ:

یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں۔ ②

32 الحکم الاعمی رضی اللہ عنہ:

یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں۔ ③

33 حبیب الخثعمی رضی اللہ عنہ:

یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں۔ ④

34 حارث بن الاحوال رضی اللہ عنہ:

یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں۔ ⑤

35 خالد بن صبیح رضی اللہ عنہ:

یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں۔ ⑥

36 خالد بن ابی اسماعیل رضی اللہ عنہ:

یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں۔ ⑦

37 داؤد بن زربی رضی اللہ عنہ:

یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں۔ ⑧

---

① فہرست: ۱۱۷/ رقم ۲۵۵
② فہرست: ۱۱۷/ رقم ۲۴۶
③ فہرست: ۱۱۷/ رقم ۲۴۸
④ فہرست: ۱۱۹/ رقم ۲۵۳
⑤ فہرست: ۱۱۹/ رقم ۲۵۵
⑥ فہرست: ۱۲۲/ رقم ۲۶۷
⑦ ایضاً: رقم ۲۶۸
⑧ فہرست: ۱۲۵/ رقم ۲۸۰

38 ذریح المحاربی رضی اللہ عنہ:

یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں۔ [۱]

39 ربیع الاصم رضی اللہ عنہ:

یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں۔ [۲]

40 ربعی بن عبداللہ بن الجارود رضی اللہ عنہ:

یہ بھی ایک اصول کے مصنف ہیں۔ [۳]

41 زید الزراد رضی اللہ عنہ:

یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں مگر ان سے روایت نہیں کیا گیا ہے۔ [۴]

42 زیاد بن المنذر رضی اللہ عنہ:

ان کی کنیت ابوالجارود ہے یہ زیدی مذہب رکھتے ہیں ان کی ایک کتاب التفسیر ہے جو امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں۔ [۵]

43 زرعہ بن محمد الحضرمی رضی اللہ عنہ:

یہ واقفی المذہب ہیں اور ایک اصل کے مصنف ہیں۔ [۶] ہم نے ان کا تذکرہ پہلے بھی کیا ہے۔

44 زکار بن یحییٰ الواسطی رضی اللہ عنہ:

ان کی ایک کتاب الفضائل بھی ہے اور یہ ایک اصل کے بھی مصنف ہیں۔ [۷]

---

[۱] ایضاً: ۱۲۷/ رقم ۲۸۹

[۲] فہرست: ۱۲۸/ رقم ۲۹۱

[۳] فہرست: ۱۲۸/ رقم ۲۹۴

[۴] فہرست: ۱۳۰/ رقم ۳۰۰

[۵] فہرست: ۱۳۱/ رقم ۳۰۳

[۶] فہرست: ۱۳۴/ رقم ۳۱۳

[۷] فہرست: ۱۳۴/ رقم ۳۱۴

45 زید الزسی رضی اللہ عنہ:

یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں مگر ان سے روایت نہیں کیا گیا ہے۔ (۱)

46 سعد بن ابی خلف الزام رضی اللہ عنہ:

یہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے صحابی ہیں اور ایک اصل کے مصنف ہیں۔ (۲)

47 سعید بن یسار رضی اللہ عنہ:

یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں۔ (۳)

48 سعید الاعرج رضی اللہ عنہ:

یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں۔ (۴)

49 سعید بن غزوان رضی اللہ عنہ:

یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں۔ (۵)

50 سعید بن مسلمہ رضی اللہ عنہ:

یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں۔ (۶)

51 سعدان بن مسلم العامری رضی اللہ عنہ:

ان کا نام عبدالرحمٰن اور لقب سعدان ہے۔ یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں۔ (۷)

52 سفیان بن صالح رضی اللہ عنہ:

یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں۔ (۸)

---

(۱) فہرست: ۱۳۰/ رقم ۲۹۹
(۲) فہرست: ۱۳۷/ رقم ۳۲۰
(۳) فہرست: ۱۳۷/ رقم ۳۲۲
(۴) فہرست: ۱۳۷/ رقم ۳۲۳
(۵) فہرست: ۱۳۸/ رقم ۳۲۴
(۶) فہرست: ۱۳۸/ رقم ۳۲۵
(۷) فہرست: ۱۴۰/ رقم ۳۳۶
(۸) فہرست: ۱۴۳/ رقم ۳۴۴

53 شعیب بن یعقوب العقر قوفی رضی اللہ عنہ:

یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں۔ [۱]

54 شعیب بن اعین الحداد کوفی رضی اللہ عنہ:

یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں۔ [۲]

55 شہاب بن عبدربہ رضی اللہ عنہ:

یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں۔ [۳]

56 صالح بن رزین رضی اللہ عنہ:

یہ بھی ایک اصل مصنف ہیں۔ [۴]

57 علی بن رئاب الکوفی رضی اللہ عنہ:

ثقہ جلیل القدر ہیں یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں جو اصل کبیر ہے۔ [۵]

58 علی بن اسباط الکوفی رضی اللہ عنہ:

یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں۔ [۶]

59 علی بن ابی حمزہ البطائنی رضی اللہ عنہ:

یہ واقفی المذہب ہیں اور ایک اصل کے مصنف ہیں۔ [۷] اس پر لعنت وارد ہوئی ہے لیکن پھر بھی اس سے روایت

---

[۱] فہرست: ۱۴۴/ رقم ۳۵۱
[۲] فہرست: ۱۴۵/ رقم ۳۵۳
[۳] فہرست: ۱۴۵/ رقم ۳۵۵
[۴] فہرست: ۱۴۷/ ۳۶۰
[۵] فہرست: ۱۵۱/ رقم ۳۷۵
[۶] فہرست: ۱۵۳/ رقم ۳۸۴
[۷] فہرست: ۱۶۱/ رقم ۴۱۸

کیا گیا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ لعنت وارد ہونے سے پہلے نقل کیا گیا۔ (واللہ اعلم)

60 محمد بن قیس البجلی رضی اللہ عنہ:

یہ امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں ان کی ایک کتاب قضایا امیر المومنین علیہ السلام ہے اور یہ ایک اصل کے بھی مصنف ہیں۔ [۱]

61 ہشام بن سالم رضی اللہ عنہ:

یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں۔ [۲]

62 ہشام بن الحکم رضی اللہ عنہ:

یہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے خواص میں سے ہیں۔ انھوں نے کثیر کتب تصنیف کی ہیں۔ ان کی ستائیس کتب کے نام شمار ہوئے ہیں اور یہ ایک اصل کے بھی مصنف ہیں۔ [۳]

63 ابو محمد الخزاز رضی اللہ عنہ:

یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں۔ [۴]

دوم

نجاشی رحمۃ اللہ علیہ نے درج ذیل لوگوں کا ذکر کیا ہے جو کسی اصول کے مصنف ہیں۔

1 الحسن بن ایوب رضی اللہ عنہ:

یہ ایک اصل کے مصنف ہیں۔ [۵]

---

[۱] فہرست: ۲۰۶ / رقم ۵۹۰
[۲] فہرست: ۲۵۷ / رقم ۷۸۲
[۳] فہرست: ۲۵۸ / رقم ۷۸۳
[۴] فہرست: ۲۷۵ / رقم ۸۶۲
[۵] رجال: ص ۵۱؛ رقم ۱۱۳

2 آدم بن المتوکل رضی اللہ عنہ:

ان کی کنیت ابو الحسن ہے کوفی ثقہ ہیں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔ یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں۔ [۱]

3 آدم بن الحسین النخاس رضی اللہ عنہ:

یہ بھی کوفی ہیں اور ثقہ ہیں اور یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں۔ [۲]

4 اُدَیم بن الحر رضی اللہ عنہ:

یہ بھی کوفی ثقہ ہیں اور ایک اصل کے مصنف ہیں۔ [۳]

5 ایوب بن الحر الجعفی رضی اللہ عنہ:

یہ ثقہ ہیں امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔ یہ اخی اُدیم کے نام سے معروف ہیں۔ یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں۔ [۴]

6 عبداللہ بن سلیمان الصیرفی رضی اللہ عنہ:

یہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں، کوفہ کے رہنے والے ہیں اور ایک اصل کے مصنف ہیں۔ [۵]

7 عبداللہ بن الہیثم الکوفی رضی اللہ عنہ:

یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں۔ [۶]

8 مروَک بن عبید رضی اللہ عنہ:

یہ بھی ایک اصل کے مصنف ہیں۔ [۷]

---

[۱] رجال: ص ۱۰۴؛ رقم ۲۶۰
[۲] رجال ص ۱۰۴؛ رقم ۲۶۱
[۳] رجال: ص ۱۰۶؛ رقم ۲۶۷
[۴] رجال: ص ۱۰۳؛ رقم ۲۵۶
[۵] رجال: ص ۴۲۵؛ رقم ۱۱۴۲
[۶] رجال: ۲۲۷/ رقم ۵۹۶
[۷] رجال: ۴۲۵/ رقم ۱۱۴۲

وہ کتب جن کا تذکرہ شیخ حر عاملی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے

شیخ حر عاملی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ لکھ کر مذہب حقہ پر احسان عظیم کیا ہے۔ وہ اپنی کتاب میں ان قدیم معتبرہ کتب کا تذکرہ کرتے ہیں جن سے اُنھوں نے بالواسطہ یا بلاواسطہ استفادہ کیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔۔۔۔" وہ کتابیں جن سے ہم نے بالواسطہ روایات نقل کی ہیں اور وہ ہم تک نہیں پہنچیں لیکن شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ، شیخ طوسی رحمۃ اللہ علیہ، ابن ادریس رحمۃ اللہ علیہ، الشہید رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن طاوٴس رحمۃ اللہ علیہ، علی بن عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے جو پہلے ذکر کردہ کتب کے مصنفین ہیں، نے ان کتابوں سے روایات نقل کی ہیں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ہم ان میں سے صرف ان کتب کا ذکر کریں گے جن کا ذکر ان حضرات نے روایت کرتے وقت وضاحت سے کیا ہے اور ہم نے اس کتاب سے ان حضرات کے واسطے سے نقل کیا ہے۔ (وہ کتب درج ذیل ہیں)۔

۱. کتاب معاویہ بن عمارؓ
۲. کتاب موسیٰ بن بکیر
۳. کتاب نوادر البزنطی
۴. کتاب جامع البزنطی
۵. کتاب ابان بن تغلب
۶. کتاب ابان بن عثمان
۷. کتاب جمیل بن دراج
۸. کتاب ابی عبداللہ السیاری
۹. کتاب مشاغل الرجال
۱۰. کتاب حریز بن عبداللہ
۱۱. کتاب المشیخۃ للحسن بن محبوب
۱۲. کتاب نوادار المصنفین محمد بن علی بن محبوب
۱۳. کتاب عبداللہ بن بکیر
۱۴. کتاب روایۃ ابوالقاسم بن قولویہ
۱۵. کتاب انس العالم صفوانی

۱۶. کتاب عبید اللہ حلبی
۱۷. کتاب الصلاۃ حسین بن سعید الاھوازی
۱۸. کتاب علی بن مہزیار
۱۹. کتاب النوادر احمد بن محمد بن عیسیٰ
۲۰. کتاب نوادر الحکمۃ محمد بن احمد بن یحییٰ
۲۱. کتاب النوادر ابراہیم بن ہاشم
۲۲. کتاب الرحمۃ سعد بن عبداللہ
۲۳. کتاب الدعاء سعد بن عبداللہ
۲۴. کتاب اسحاق بن عمار
۲۵. کتاب (اصل) ہشام بن سالم
۲۶. کتاب علی بن جعفرؑ
۲۷. کتاب الرسائل کلینی
۲۸. کتاب عبداللہ بن حماد الانصاری
۲۹. کتاب (اصل) حفص بن البختری
۳۰. کتاب اصل علی بن ابی حمزہ
۳۱. کتاب المناسک حسین بن ابی الحسن علوی الکوکبی
۳۲. کتاب محمد بن ابی عمیر
۳۳. کتاب علی بن اسماعیل المیثمی
۳۴. کتاب حسین بن سعید
۳۵. کتاب عبداللہ بن سنان
۳۶. کتاب المسائل علی بن یقطین
۳۷. کتاب حماد بن عثمان
۳۸. کتاب محمد بن عبداللہ بن جعفر الحمیری

۶۲ کتاب الدعا محمد بن حسن الصفار
۶۳ کتاب حکم بن مسکین
۶۴ کتاب حسن بن محبوب
۶۵ کتاب حدائق الریاض شیخ مفید
۶۶ کتاب روضۃ العابدین کراجکی
۶۷ کتاب عمار بن موسیٰ الساباطی
۶۸ کتاب فضل بن شاذان
۶۹ کتاب ابراہیم بن محمد اشعری
۷۰ کتاب تاریخ نیشاپور
۷۱ کتاب جعفر بن احمد قمی
۷۲ کتاب جعفر بن سلیمان
۷۳ کتاب علی بن عبدالواحد
۷۴ کتاب شاذان بن خلیل
۷۵ کتاب الصیام ابن ریاح
۷۶ کتاب فضل الکوفہ محمد بن علی علوی
۷۷ کتاب تحفۃ المومن
۷۸ کتاب الحلال والحرام ابراہیم بن محمد الثقفی
۷۹ کتاب المزار محمد بن مشہدی
۸۰ کتاب محمد بن علی بن فضل
۸۱ کتاب المزار محمد بن علی بن فضل
۸۲ کتاب الانوار
۸۳ کتاب المزار محمد بن ہمام
۸۴ کتاب المبعث علی بن ابراہیم بن ہاشم

۸۵. کتاب الولایہ ابن عقدہ
۸۶. کتاب عوارف المعارف
۸۷. کتاب السعادات
۸۸. کتاب عمل ذی الحجہ حسن بن اسماعیل بن اشناس
۸۹. کتاب الامالی یحییٰ بن حسن بن ہارون الحسینی
۹۰. کتاب مسعدہ بن زیاد
۹۱. التبیان فی تفسیر القرآن طوسی
۹۲. کتاب مناسک الزیارات شیخ مفید
۹۳. کتاب النوادر احمد بن محمد بن داؤد
۹۴. کتاب فیما نزل من القرآن فی النبی والآئمہ
۹۵. کتاب المزار احمد بن محمد داؤد

باقی رہیں وہ کتابیں جن سے ان حضرات نے روایات تو نقل کی ہیں لیکن ان کے اسماء کی وضاحت نہیں کی ہے ان کی تعداد بہت زیادہ ہے اور ان کا ذکر رجال کی کتابوں میں موجود ہے ہمارے ضبط کے مطابق ان کی تعداد چھ ہزار چھ سو سے بھی زیاد ہے۔"[1]

ان اصول کا تذکرہ جو اس وقت موجود ہیں۔

اس وقت درج ذیل اصول طبع شدہ موجود ہیں۔

۱. اصل زید الزراد
۲. اصل ابی سعید عباد العصفری
۳. اصل عاصم بن حمید الحناط
۴. اصل زید النرسی
۵. اصل جعفر بن محمد الحضرمی
۶. اصل محمد بن مثنیٰ الحضرمی

[1] وسائل الشیعہ: ۲۰/ ۱۱ چوتھا فائدہ

۷. اصل عبدالملک بن حکیم الخثعمی الکوفی
۸. اصل مثنی بن الولید الحناط مولی کوفی
۹. اصل خلاد السندی البزاز الکوفی
۱۰. اصل حسن بن عثمان بن شریک العامری
۱۱. اصل عبداللہ بن یحییٰ الکاہلی
۱۲. اصل سلام بن عمرہ الخراسانی الکوفی
۱۳. نوادر علی بن اسباط الکوفی
۱۴. الدیات ظریف بن ناصح
۱۵. اصل علاء بن رزین القلا المولی الثقفی
۱۶. اصل درست بن المنصور الواسطی۔

یہ سب کتابیں ۱۳۷۱ھ میں شیخ حسن المصطفوی کی تصحیح سے شائع ہوچکی ہیں۔[1] ڈاکٹر محسن نقوی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ یہ تمام کتب اصول ان کے پاس موجود ہیں۔[2] (یعنی ان کے پاس موجود تھیں)۔

احادیث کی جامع کتابیں:

کچھ علماء حدیث نے ان کتب سے جوامع کبار تصانیف کی ہیں۔ علماء انہیں کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس عہد میں بھی شیعہ انہی کتب کو مرجع سمجھتے ہیں۔ یہ کتب ان کے نزدیک اس طرح مشہور ہیں جیسے چمکتا سورج ہو۔ انہیں کتب اربعہ کے نام سے جانتے ہیں جیسے اہل سنت کے نزدیک صحاح ستہ ہیں۔

کتب اربعہ درج ذیل ہیں۔

1 الکافی:

یہ شیخ ابی جعفر محمد بن یعقوب الکلینی کی تصنیف ہے۔ ان کا انتقال ۳۲۸ھ میں ہوا۔ اس کتاب میں انھوں نے سولہ ہزار ننانوے (16099) احادیث نقل کی ہیں۔ اور یہ ان تمام روایات سے زیادہ ہیں جو اہل سنت کی صحاح ستہ میں ہیں۔

---

[1] کتب اہل بیتؑ میں علوم حدیث کا ارتقاء: ۱۷۱

[2] ایضاً

2 من لا یحضرہٗ الفقیہ:

یہ کتب اربعہ میں دوسری کتاب ہے جو کہ شیخ ابی جعفر محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمیؒ کی تصنیف ہے۔ انہوں نے حدیث میں تین سو کتابیں تصنیف کی ہیں ان کا انتقال ۳۸۱ھ میں ہوا۔ وہ شیخ صدوق اور بن بابویہؒ کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کی کتاب میں اہل بیتؑ کے طریقے سے پانچ ہزار نوسواٹھانوے (5998) احادیث ہیں جو احکام وسنن میں ہیں۔ اس کتاب کی مرسل حدیثیں صحت اور اعتبار کے لحاظ سے صحیح احادیث کی طرح ہیں جس کی تفصیل عنقریب آئے گی۔

3 تہذیب الاحکام:

یہ کتب اربعہ کی تیسری کتاب ہے جو التہذیب کے نام سے مشہور ہے۔ یہ شیخ الطائفہ ابی جعفر محمد بن حسن بن علی الطوسیؒ کی تصنیف ہے۔ ان کا انتقال ۴۶۰ھ میں ہوا۔ اس کتاب کے تین سو ترانوے ابواب ہیں اور اس کی احادیث کی تعداد تیرہ ہزار پانچ سو نوے (13590) ہے۔

4 الاستبصار فیما اختلف من الاخبار:

یہ کتب اربعہ کی چوتھی اور آخری کتاب ہے یہ بھی شیخ الطائفہ طوسیٰ ہی کی تصنیف ہے اس کی کتاب کے چار جزو ہیں۔ پہلا اور دوسرا جزو عبادات سے متعلق ہے اور تیسرا اور چوتھا جزو معاملات اور مختلف ابواب فقہ میں ہیں۔ اس کے کل نوسو پچیس ابواب ہیں اور اس کی احادیث پانچ ہزار پانچ سو گیارہ (5511) ہیں۔

یہ کتب اربعہ ''محمدونِ ثلاثہ'' (تین محمدوں) کے تصانیف ہیں جو ابتدائی عہد سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کے بعد تین اور مجامیع ہیں یہ بھی ''محمدون ثلاثہ'' کی تصانیف ہیں جو آخری عہد سے تعلق رکھتے ہیں۔

5 بحارالانوار:

اس کتاب کا پورا نام ''بحارانوار الجامعہ لدرر الاخبار الآئمۃ الاطہار'' ہے۔ اس کے مؤلف علامہ محمد باقر بن محمد تقی بن مقصود علی الاصفہانیؒ ہیں۔ وہ علامہ مجلسیؒ کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ ۱۰۳۷ھ میں پیدا ہوئے اور آپ کا انتقال ۱۱۱۰ھ میں ہوا۔ (آپ کی کثیر تصانیف موجود ہیں)۔ یہ کتاب ایک سو دس جلدوں میں موجود ہے اور اس میں بہتر ہزار (72000) احادیث موجود ہیں۔

6 الوافی:

یہ کتاب کتب اربعہ کا مجموعہ ہے اور اس میں اصول، فروع، سنن واحکام پر احادیث جمع کی گئی ہیں۔ یہ علامہ المتبحر

محمد بن مرتضیٰ بن محمودؒ کی تصنیف ہے جو فیض الکاشانیؒ کے نام سے مشہور ہیں۔فنون علم پر تقریباً ان کی سو تصانیف ہیں۔انہوں نے چوراسی سال کی عمر میں ۱۰۹۱ھ میں انتقال فرمایا۔کتاب الوافی میں پچیس ہزار سات سو تین (25703) احادیث موجود ہیں اور جو احادیث ان کی شرح میں مؤلف نے ذکر کی ہیں وہ ان سے الگ ہیں۔

7 وسائل الشیعہ:

اس کتاب کا پورا نام "تفصیل وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ ہے۔" یہ تیس جلدوں میں ہے۔یہ عالم المتبحر محمد بن حسن بن علی بن حسین الحر عاملیؒ کی تصنیف ہے۔وہ مشغرہ میں پیدا ہوئے جو جبل عامل کا ایک قریہ ہے۔آپ ۱۰۳۳ھ میں پیدا ہوئے اور آپ نے ۱۱۰۴ھ میں انتقال فرمایا۔وسائل الشیعہ میں پینتیس ہزار آٹھ سو چوالیس (35844) احادیث موجود ہیں۔

8 مستدرک الوسائل:

اس کتاب کا پورا نام "مستدرک الوسائل" و"مستنبط المسائل" ہے۔یہ علامہ ابو محمد الحسین بن علامہ تقی محمد النوری المازندرانی الطبرسی الغرویؒ کی تصنیف ہے۔آپ علامہ نوری طبرسیؒ کے نام سے مشہور ہیں۔آپ نے حر عاملیؒ کی کتاب وسائل الشیعہ کے ابواب میں بہت اضافے کیے ہیں۔یہ کتاب بھی تقریباً وسائل الشیعہ جتنی ہے۔اس کتاب کے بارے میں بزرگ طہرانی لکھتے ہیں: "یہ کتاب آخری زمانے میں لکھی گئی تین معتمد مجامیع (کُتب) الوافی، وسائل الشیعہ اور بحار الانوار کے بعد چوتھی کتاب ہے جس پر اس زمانے میں اعتماد کیا جاتا ہے۔①علامہ نوریؒ احادیث کے عظیم مصنفین میں سے تھے۔وہ اس کتاب کی تالیف سے ۱۳۱۹ھ میں فارغ ہوئے اور ۲۸ شعبان ۱۳۲۰ھ میں انتقال کر گئے۔مستدرک الوسائل میں تیس ہزار ایک سو انتیس (23129) احادیث موجود ہیں۔

9 عوالم العوالم:

اس کی تقریباً سو جلدیں ہیں۔یہ المحدث المتبحر عبداللہ بن نور اللہ البحرانی کی تصنیف ہے۔یہ صاحب بحار الانوار (علامہ مجلسیؒ) کے ہمعصر تھے۔

10 شرح الاستبصار فی احادیث الائمۃ الاطہارؑ۔

یہ متعدد جلدوں میں ہے۔یہ شیخ المحقق قاسم بن محمد بن جواد المعروف بہ ابن الوندی کی تصنیف ہے۔یہ الفقیہ الکاظمی

① الذریعہ الی تصانیف الشیعہ: ۷/ ۲۱

بھی کہلاتے ہیں۔آپ شیخ حر عاملی کے معاصر تھے۔

11 جامع الاخبار فی ایضاح الاستبصار:

یہ ایک بڑی کتاب ہے جو بہت سی جلدوں پر مشتمل ہے۔یہ شیخ علامہ عبداللطیف بن علی بن احمد بن ابی جامع الحارثی الھمدانی الشامی العاملی کی تصنیف ہے۔

26 جامع الاحکام:

یہ کتاب پچیس جلدوں میں ہے جن کی ضخامت بحارالانوار کی جلدوں کی طرح ہے۔یہ السید الشیخ ابوجعفر عبداللہ بن محمد رضا شبر الحسینی النجفی الکاظمی کی تصنیف ہے۔آپ ابن شبر کے نام سے مشہور ہیں۔

27 الشفاء فی حدیث آل المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

یہ تمام جوامع سے زیادہ جامع کتاب ہے۔اس کی متعدد جلدیں ہیں۔یہ شیخ المتبحر محمد رضا بن عبداللطیف تبریزی کی تصنیف ہے جو بارہویں صدی ہجری کے عالم ہیں۔آپ کا انتقال ۱۱۵۷ھ میں ہوا[1] یہاں تک جامع کتب کا تذکرہ تاسیس الشیعہ سے نقل کیا گیا ہے۔

28 جامع احادیث الشیعہ:

یہ احادیث امامیہ کا بہت بڑا مجموعہ ہے (جو تقریباً اکتیس جلدوں پر مشتمل ہے) یہ کتاب السید حسین الطباطبائی البروجرویؒ کی تالیف ہے یا یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کی زیر نگرانی علماء کی ایک کمیٹی نے تالیف کی بحر حال جو نسخہ ہمارے پاس موجود ہے اس پر بروجردی کا نام ہے بطور مؤلف ہی درج ہے۔آپ کا انتقال ۱۲ شوال ۱۳۸۰ھ میں ہوا۔احادیث کا یہ مجموعہ مستندترین سمجھا جاتا ہے[2]۔یہاں تک کہ شیخ آصف محسنی کے نزدیک بھی قابل اعتماد ہے۔[3]

---

[1] کتب اہل بیتؑ میں علوم حدیث کا ارتقاء، ص ۴۰

[2] ایضاً

[3] معجم احادیث المعتبر ۳۹/۱:۱

دوسرا مقدمہ (مترجم) کتب اربعہ کی توثیق اور اصطلاح جدید سے اختلاف میں ہے۔

کتبِ اربعہ کی تمام احادیث معتبر/صحیح ہیں۔

جاننا چاہیے کہ کتب اربعہ کی تمام حدیثیں صحیح ہیں اور اس پر کئی دلائل موجود ہیں اور اس بات کے قطعی ثبوت موجود ہیں جن میں سے کچھ کا تذکرہ ہم یہاں پر درج کر رہے ہیں:

1 کتب اربعہ کے مؤلفین کی توثیق:

کتب اربعہ کے مؤلفین نے اپنی کتب کے مقدمات میں خود اس بات کی تصدیق و توثیق کی ہے کہ ان کی کتب میں درج تمام احادیث صحیح اور معتبر ہیں چنانچہ ان کی توثیقات درج ذیل ہیں:

ا: ثقۃ الاسلام کلینی کی توثیق:

آقا کلینی نے اپنی کتاب ''الکافی'' کے مقدمہ میں اس کی احادیث کی توثیق ان الفاظ میں کی ہے:

''آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے پاس ایک کافی کتاب ہو جس میں علم دین کے تمام فنون جمع ہوں، جو متعلم کو بھی کفایت کرے اور ہدایت کا طالب بھی اس کی طرف رجوع کرے اور جو علم دین حاصل کرنا چاہے وہ اس سے اخذ کرے اور صادقین علیہم السلام سے مروی آثار صحیحہ (صحیح احادیث) پر اس کے ذریعے عمل کیا جائے۔[1]

ب: شیخ الصدوق کی توثیق:

شیخ الصدوق نے اپنی کتاب ''من لا یحضرہ الفقیہ'' کے مقدمہ میں اس کی احادیث کی توثیق ان الفاظ میں کی ہے:

''میں نے اس (کتاب) میں مصنفین کی طرح قصہ گوئی نہیں کی کہ اس میں وہ سب (صحیح اور ضعیف) وارد کر دوں جو کچھ وہ روایت کرتے ہیں بلکہ میرا مقصد اس سے یہ ہے کہ میں اس میں صرف وہ کچھ وارد کروں جس پر میں فتویٰ دیتا ہوں اور جس کی صحت کا میں حکم لگاتا ہوں اور جس کے بارے میں میرا اعتقاد یہ ہے کہ وہ میرے اور میرے رب کے درمیان حجت ہے نیز یہ کہ اس میں جو کچھ بھی موجود ہے وہ ان ''مشہور کتابوں'' سے استخراج

[1] الکافی: ۸/۱

کیا گیا ہے جو لوگوں کا مرجع ہیں۔ مثلاً کتاب حریز بن عبداللہالسجتانی، کتاب علی بن عبیداللہ الحلبی علی بن مہزیار الاھوازی کی کتابیں، حسین بن سعید کی کتابیں، نوادر احمد بن محمد بن عیسیٰ، کتاب نوادر الحکمۃ جسے محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران الاشعری نے تصنیف کیا، سعد بن عبداللہ کی کتاب الرحمۃ، ہمارے شیخ محمد بن حسن بن الولید کی کتاب جامع، نوادر محمد بن ابی عمیر، کتب (کتاب) المحاسن احمد بن ابوعبداللہ البرقی، میرے والدمحترم کا رسالہ اوران کے علاوہ دوسرے "اصول" اور تصنیفات جن تک میرے سلسلۂ روایت معروف ہیں ان کتابوں کی فہرستوں میں جو میں اپنے مشائخ واسلاف سے روایت کرتا ہوں "ان سب سے اللہ راضی ہو، اور میں نے اس سلسلے میں بہت محنت صرف کی ہے۔۔۔۔"[1]

ج: شیخ الطائفہ الطوسی کی توثیق:

جاننا چاہیے کہ شیخ الطائفہ کی کتب اربعہ میں شامل دو کتب "تہذیب الاحکام" اور "الاستبصار" ہیں اور الاستبصار میں تہذیب الاحکام کی نسبت احادیث کم ہیں مگر وہ ساری احادیث تہذیب الاحکام سے ہی ماخوذ ہیں اور اپنے موضوع اور عنوان کے لحاظ سے ذکر کی گئی ہیں چنانچہ شیخ نے اپنی احادیث کی توثیق اپنی کتاب الاستبصار میں ان الفاظ میں کی ہے:

"احادیث کی دو قسمیں ہیں: متواتر اور غیر متواتر۔ پہلی قسم متواتر وہ حدیث ہے جو یقین کا باعث ہو اور جس کی یہ صورتحال ہو کہ اس کے ساتھ کسی چیز کے اضافہ یا سہارے کے بغیر صرف اسی پر عمل کرنا ضروری ہوجاتا ہے اور اس پر کسی دوسری حدیث کو ترجیح نہیں دی جاسکتی اور اس طرح کی احادیث رسولؐ وآئمہؑ کے بارے میں نہ تو کوئی تعارض پیدا ہوتا ہے اور نہ ہی اس میں کوئی تضاد پایا جاتا ہے۔"

اور دوسری قسم غیر متواتر احادیث کی ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں: پہلی قسم وہ ہے جو یقین کا باعث بنتی ہے اور یہ ہر وہ حدیث ہے جس کے ساتھ کوئی ایسا قرینہ ملا ہو جو یقین کا باعث بنتا ہو اور اس طرح کی احادیث پر عمل کرنا بھی واجب ہوجاتا ہے کیونکہ یہ پہلی قسم سے جاکر ملحق ہوتے ہیں اور قرائن بہت سی چیزیں ہیں منجملہ یہ کہ:

① وہ حدیث عقل اور اس کے تقاضوں کے عین مطابق ہو۔

② وہ حدیث یا تو قرآن کے ظاہری معنی اور مقصود کے مطابق ہو یا قرآن کے عام معنی کے مطابق ہو یا پھر دلیل خطاب کے مطابق ہو یا پھر ان تمام کے فحوا (مقصود معنی) کے مطابق ہو۔

③ وہ حدیث قطعی اور یقینی سنت (معصومینؑ) کے مطابق ہو یا صریح اور واضح طور پر مطابق ہو یا اس پر رہنمائی

[1] من لا یحضرہ الفقیہ: ۱/۳

کرنے والی ہو یا عام معنی کے مطابق ہو یا پھر اس کے فحوا کے مطابق ہو۔

(۴) وہ حدیث اس کے مطابق ہو جس پر تمام مسلمانوں کا اجماع اور اتفاق ہو چکا ہو۔

(۵) وہ حدیث اس نظریہ کے مطابق ہو جس پر مکتب حق کا اجماع اور اتفاق ہو چکا ہے۔

پس یہ سب قرائن باعث یقین ہیں اور یہ حدیث کو احاد (خبر واحد اور غیر متواتر) کی صف سے نکال کر معلوم کی قسم میں داخل کر دیتے ہیں اور ان پر عمل کرنا واجب ہو جاتا ہے لیکن غیر متواتر حدیث کی دوسری قسم بھی ہے اور یہ قسم وہ حدیث ہے جو غیر متواتر ہو اور تمام مزکورہ قرائن سے بھی عاری ہو تو یہی حدیث خبر واحد ہے او اس پر ایک شرط کے ساتھ عمل کرنا جائز ہے۔ ۔۔۔۔۔(آگے شیخ نے خبر واحد پر عمل کرنے کے متعلق لکھا اور پھر لکھتے ہیں)۔۔۔۔۔آپ بھی جب تشریح میں غور و فکر کریں گے تو آپ بھی ''تمام حدیثوں'' کو انہی مذکورہ اقسام میں سے کسی ایک قسم میں موجود پائیں گے اور ہماری اس کتاب (الاستبصار) میں بلکہ اس کتاب کے علاوہ حلال و حرام کے فتاویٰ سے متعلق ہماری دیگر کتب (تہذیب الاحکام وغیرہ) میں بھی انہی اقسام کو ہی پائیں گے اور اسی تشریح کے مطابق ہی ہمارے عمل کو دیکھیں گے۔۔۔''[1]

[1] الاستبصار: ۱/ ۴؛ نیز دیکھیے: عدۃ الاصول: ۱/ ۱۲۶

ان علماء ومحدثین کا تذکرہ جو کتب اربعہ کی احادیث کی توثیق کرتے ہیں۔

1 فخر المحدثین محمد امین الاسترآبادی:

انہوں نے اپنی کتاب کی ''الفصل التاسع'' کے تحت ''فی تصحیح احادیث کتبنا'' کا عنوان قائم کر کے بارہ اسباب ذکر کیے جن کی وجہ سے کتب اربعہ کی تمام احادیث کو صحیح ثابت کیا۔ [1]

2 الفقیہ المحدث الشیخ محمد بن الحسن الحر العاملی رحمۃ اللہ علیہ:

انہوں نے ''خاتمۃ الوسائل'' میں ''الفائدۃ السادسۃ'' کے تحت کتب اربعہ کی احادیث کی ان الفاظ میں توثیق کی ہے:

''رئیس المحدثین محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ، الشیخ الصدوق اپنی کتاب ''من لا یحضرہ الفقیہ'' کی ابتداء میں فرماتے ہیں۔۔۔۔۔ (آگے وہی مقدمہ نقل کیا جو ہم پہلے نقل کر آئے ہیں۔ پھر فرمایا)۔۔۔یہ عبارت اس بات کی صریحی دلالت کرتی ہے کہ ان کی اس کتاب کی تمام حدیثیں صحیح ہیں اور اس پر ثبوت شہادت ہے اور وہ کتب بھی صحیح ہیں جو (شیخ کے مقدمے میں) مذکور ہیں اور دیگر کتب بھی صحیح ہیں جن کی طرف شیخ نے اشارہ کیا ہے۔۔۔ اور شیخ الجلیل ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب الکلینی اپنی کتاب کی ابتداء میں لکھتے ہیں۔۔۔۔ (آگے وہی مقدمہ نقل کیا جو ہم پہلے کر آئے ہیں۔ پھر لکھتے ہیں)۔۔۔شیخ کلینی کا یہ کلام اس بات کی صریحی دلیل ہے کہ ان کی کتاب کی تمام احادیث صحیح ہیں۔

اور الشیخ الطوسی نے اپنی کتاب ''العدۃ'' اور ''الاستبصار'' میں طویل کلام پیش کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے اصحاب کی کتابوں کی حدیثیں تین اقسام پر مشتمل ہیں: (۱) متواتر (۲) محفوف بقرینہ جس سے اس کے مضمون کا یقین ہو جائے (کہ وہ معصوم کا کلام ہے)۔ (۳) وہ جو نہ پہلی قسم میں داخل ہے اور نہ دوسری میں مگر قرائن دلالت کرتے ہیں کہ اس پر عمل کرنا واجب ہے اور تیسری قسم کی پھر کچھ اقسام ہیں۔ (یہ سب ہم پہلے نقل کر آئے ہیں۔)

اور میں نے اپنی اخبار پر مشتمل کتب اور ان کے علاوہ کتب میں بھی جو احادیث درج کی ہیں وہ ان چار

[1] الفوائد المدنیۃ: ۳۷۱

قسموں سے باہر نہیں ہیں۔ نیز آپ نے کئی مقامات پر تصریح کی ہے کہ ہر وہ حدیث جس پر وہ عمل کرتے ہیں وہ اصول معتبرہ اور کتب معتمدہ سے ماخوذ ہے۔۔۔۔۔‘‘[۱]

بعد ازاں شیخ حر عاملی جناب شہید ثانی اور شیخ بہائی کا کلام ان کی کتب سے نقل کرتے ہیں اور اس کے بعد اس طرح لکھتے ہیں کہ:

’’جناب شہید ثانی اور شیخ بہائی کے کلام سے واضح ہے کہ جو کچھ ان ’’اصول‘‘ میں یا قابل اعتماد کتب میں جن میں سے اکثر کو آئمہ معصومینؑ پر پیش کیا گیا تھا یا کتب اربعہ کہ جو ان معتمد کتب اور اصول سے منقول کی گئی ہیں وہ سب صحیح اور سب متعدد قرینوں سے محفوف ہونے کی وجہ سے صحیح اور قابل اعتماد ہیں‘‘۔[۲]

3 الفقیہ المحدث الشیخ یوسف البحرانی:

انہوں نے اپنی کتاب کے دوسرے مقدمہ میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ کتب اربعہ کی تمام حدیثیں صحیح ہیں۔[۳]

4 الشیخ زین الدین العاملی المعروف بہ الشہید الثانی رحمۃ اللہ علیہ:

انھوں نے یہ توثیق ان الفاظ میں کی ہے:

’’متقدمین کا امر اس بات پر مستقر ہو چکا تھا کہ اصول اربعمائۃ (چار سو کتب اصول) سب صحیح ہیں جن پر وہ اعتماد کرتے تھے پھر مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ ان اصول میں سے کچھ کتب تلف ہو گئیں اور انہی اصول کو سامنے رکھ کر ہمارے علماء کی ایک جماعت نے کتب لکھی تھیں اور ان جملہ کتب میں سے بہترین الکافی، التہذیب، الاستبصار اور من لا یحضرہ الفقیہ ہیں۔‘‘[۴]

نیز انھوں نے تصریح کی ہے کہ کتب اربعہ کی احادیث محفوف بالقرائن ہیں اور اصول سے منقول ہیں اور جملہ کتب تغیر کے بغیر ہیں۔[۵]

---

[۱] وسائل الشیعہ: ۳۰/ ۱۹۳

[۲] ایضاً: ۲۱۰

[۳] الحدائق الناضرۃ: ۱/ ۱۴؛ اصول علم الرجال آیت اللہ مسلم الداوری: ۱/ ۲۵

[۴] الدرایۃ للشہید: ۱۷

[۵] معالم الدین فی الاصول: ۲۱۳

5 علامہ المولی محمد تقی المجلسی:

وہ فرماتے ہیں:

''جاننا چاہیے جس کا ذکر ہم نے پہلے کیا ہے کہ جن اخبار کا ذکر ثقۃ الاسلام کلینی نے اور شیخ الصدوق نے اپنی اپنی کتب میں کیا ہے تو ان کی صحت واضح ہے کیونکہ دونوں بزرگوں نے ان کے صحیح ہونے کی گواہی دی ہے۔'' [۱]

6 علامہ محمد باقر المجلسی رحمۃ اللہ علیہ:

وہ فرماتے ہیں:

''اس بات کا خلاصہ یہ ہے اور میرے نزدیک اس میں حق بات یہ ہے کہ کسی بھی خبر کا ان اصول معتبرہ میں موجود ہونا اس پر عمل کرنے کو واجب کرتا ہے لیکن ان کی اسناد کی طرف رجوع بعید نہیں ہے تا کہ تعارض کے وقت بعض کو بعض پر ترجیح دی جا سکے پس اگر ان کی جملہ حدیثیں معتبر ہیں تو یہ بات اس کے منافی نہیں ہے کہ ان میں سے بعض قوی ہوں۔۔۔۔'' [۲]

7 المحدث الجلیل المیرزا الشیخ حسین النوری الطبرسی رحمۃ اللہ علیہ:

انہوں نے مختلف علمائے اعلام کے بیانات نقل کر کے ثابت کیا ہے کہ کتب اربعہ کی تمام احادیث صحیح اور معتبر ہیں۔ [۳]

8 المحدث الکبیر محمد محسن بن مرتضیٰ الفیض الکاشانی:

ان کے کلام کا خلاصہ کچھ اس طرح سے ہے:

''الکافی سب سے زیادہ بہتر قابل اعتماد، مکمل جامع ترین کتاب ہے کیونکہ اس میں اصول بھی شامل ہیں اور فروع بھی اور یہ فضول باتوں سے پاک ہے۔۔۔۔اور من لا یحضرہ الفیقہ بھی کافی کی طرح ہے البتہ اس میں اصول نہیں ہیں اور تہذیب الاحکام (دین کے) احکام میں جامع کتاب ہے البتہ الفقیہ کی طرح اصول سے خالی ہے۔'' [۴]

---

[۱] روضۃ المتقین: ۱۱۰

[۲] مراۃ العقول: ۱/ ۲۲

[۳] خاتمہ مستدرک الوسائل: ۳/ ۴۶۳ (الفائدۃ الرابعۃ) و ۴/ ۱ (الفائدۃ الخامسۃ) و ۶/ ۱۳ (الفائدۃ السادسۃ)

[۴] الوافی: ۱/ ۷۶

9 السید محمد مہدی بحر العلوم:

وہ لکھتے ہیں:

''کتاب من لا یحضرہ الفقیہ کتب اربعہ میں سے ایک (اہم) کتاب ہے جو اپنی شہرت اور اعتبار کے لحاظ سے ایسی ہے جیسے دن کے چوتھے پہر کا سورج ہو اور اس کی احادیث ''صحیح'' شمار ہوتی ہیں اور اس بارے میں کسی عالم نے اختلاف یا توقف نہیں کیا ہے یہاں تک کہ فاضل محقق الشیخ حسن بن الشہید الثانی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کی روایتوں کو صحیح شمار کرتے ہیں حالانکہ کسی حدیث کو صحیح قرار دینے میں ان کا طریقہ معلوم ہے (یعنی سخت ترین ہے) اور دیگر علماء بھی اس کی روایتوں کو صحیح شمار کرتے ہیں اور شیخ حسن کے شاگرد شیخ جلیل عبداللطیف بن ابی جامع اپنی کتاب ''الرجال'' میں کہتے ہیں کہ میں نے خود اپنے استاد کے منہ سے سنا کہ ہر وہ شخص جس کا تذکرہ وہ کرتے ہیں ان کے نزدیک ''صحیح'' ہوتا ہے اور وہ خود اس کی عدالت کے شاہد ہیں نہ کہ وہ کسی دوسرے کا قول نقل کررہے ہیں اور بعض اصحاب شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ کے زیادہ حافظہ حسن ضابطہ اور روایت میں وثاقت کی وجہ سے من لا یحضرہ الفقیہ کی احادیث کو باقی کتب اربعہ کی احادیث پر ترجیح دینے کی طرف گئے ہیں اور الکافی کو مؤخر کیا ہے اور اس میں جو کچھ وارد ہے اس کی صحت کی ضمانت دی ہے''۔۔۔۔[1]

10 الشیخ محمد بن مکی الشہید الاول:

وہ فرماتے ہیں:

''جو بات اتباع مذہب امامیہ کے وجوب پر دلالت کرتی ہے اس کی کئی وجوہات ہیں: اول یہ کہ امت کا بارہ اماموں کی طہارت پر اور ان کے اصولوں کے شرف پر اور ان کی عدالت کے ظہور پر اتفاق ہے اور ان کی طرف شیعوں کا تواتر ہے اور وہ ان سے نقل کرتے ہیں جس سے انکار کا کوئی راستہ نہیں ہے یہاں تک کہ امام جعفر صادقؑ سے مسائل کے جوابات پر مشتمل کتب چار سو بن جاتی ہیں جن کو چار سو مصنفین نے مدون کیا جن کے رجال عراق، حجاز، خراسان اور شام سے چار ہزار بن جاتے ہیں جو مشہور و معروف لوگ تھے اور اسی طرح معاملہ امام محمد باقرؑ کے حوالے سے بھی ہے اور باقی آئمہؑ کے رجال بھی معروف و مشہور ہیں اور ان کی تصنیفات مشہور ہیں اور ان میں سے بہت ساروں کا ذکر علمائے عامہ (اہل سنت) نے بھی اپنے رجال میں کیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ ان کی نقل اسناد اور آئمہؑ سے روایت کرنا روسائے عامہ میں سے ہر ایک شخص کی نقل سے کئی گنا زیادہ بنا دیتا ہے۔

[1] خاتمہ مستدرک الوسائل: ۳۰/۴ (الفائدۃ الثالثۃ)؛ نیز دیکھیے: الفوائد الرجالیۃ السید بحر العلوم۔

اور کتاب الکافی ابوجعفر الکلینی اکیلی عامہ کی صحاح ستہ سے زیادہ ہے جو متون اور اسناد کے ساتھ ہے اور کتاب مدینۃ العلم و من لایحضرہ الفقیہ اسی کے قریب ہیں اور کتاب التہذیب (الاحکام) اور الاستبصار بھی اسی کی طرح ہیں اور اس کے علاوہ بہت کتب ہیں جن کا شمار طوالت کرے گا اور ان کی اسناد صحیح، متصل، منتقد، حسن اور قوی ہیں اور اس بات کا انکار کرنا محض مکابرہ اور صرف تعصب ہے۔۔۔۔[1]

11 الشیخ بہاؤالدین محمد بن الحسین بن عبدالصمد المشتہر بہ البہائی!

انہوں نے من لایحضرہ الفقیہ پر حاشیہ لگایا ہے اور ایک مرسل حدیث کے بعد اس طرح رقمطراز ہیں:

''اور ضروری ہے کہ اس (من لایحضرہ الفقیہ) کی مرسل روایتوں پر اعتماد اس کی مسند روایتوں سے کم نہ ہو کیونکہ یہ دو اقسام میں شامل ہیں: اس پر شیخ صدوق نے فتویٰ دیا ہے اور ان کی صحت کا حکم لگایا ہے اور یہ اعتقاد رکھا ہے کہ یہ اس کے اور اس کے رب کے درمیان حجت ہیں۔ بلکہ اصولی علماء کی ایک جماعت اس کی مرسل روایات کو اس کی مسانید پر ترجیح کی طرف گئی ہے اور انھوں نے کلام عدل سے اس پر احتجاج کیا ہے کہ بلاواسطہ قال رسول اللہؐ کہنا اور خبر کا مضمون بیان کرنا کسی راوی کے ذریعے نقل کرنے سے بہتر ہے اور ہمارے اصحاب نے محمد بن ابی عمیر کی مراسیل کو مسانید کی طرح قرار دیا ہے کیونکہ وہ اس کی عادت سے واقف ہوئے ہیں کہ وہ ثقہ کے علاوہ کسی سے ارسال نہیں کرتا''۔[2]

12 آیت اللہ میرزا محمد حسین النائینی:

آیت اللہ السید ابوالقاسم الخوئی اپنی رجال کی کتاب میں رقمطراز ہیں:

''میں نے ہمارے استاد الشیخ محمد حسین النائینی سے ایک بحث کی مجلس میں سنا، وہ فرما رہے تھے کہ: کتاب الکافی کی اسناد پر مناقشہ کرنا بے بسی کا ہنر ہے (یعنی فضول بات ہے) اور اس پر انہوں نے ایک سے زیادہ لوگوں کا اس قول پر استدلال کیا جو جناب محمد بن یعقوب (کلینی) نے کتاب کے مقدمہ میں ذکر کیا ہے۔۔۔۔۔ (آگے وہی مقدمہ درج ہے جو ہم پہلے نقل کر چکے ہیں)۔۔۔۔''[3]

مترجم حقیر عرض کرتا ہے کہ اس طرح کی توثیقات بہت زیادہ ہیں جن کو طوالت کی وجہ سے یہاں نقل کرنا ممکن

---

[1] ذکری الشیعہ: ۶
[2] الحاشیہ علی کتاب من لایحضرہ الفقیہ: ۳۵
[3] معجم رجال الحدیث: ۸۱/۱؛ اصول علم الرجال الداوری: ۱/۶۵

نہیں ہے اور جو کچھ نقل کیا جا چکا ہے منصف مزاج آدمی کے لیے کافی ہے اور صاحب عقل کے لیے وافی ہے اس لیے کہ یہ بات سورج کے دوسرے پہر کی طرح روشن ہے اور اس کے دلائل مضبوط ہیں اور اس سے انکار سخت ضرر رساں ہے اور اس بات کے مترادف ہے کہ کتب اربعہ کے مصنفین اور جو علمائے اعلام ان کی توثیق کی اتباع کرتے ہیں وہ ناواقف اور صحیح سے دور ہیں حالانکہ یہ بات بعید بلکہ بہت بعید ہے لہٰذا سید خوئی یا دیگر حضرات کا ان توثیقات پر مناقشہ کرنا ظنی غلطی اور تحقیق سے بعید ہے اس لیے کہ اس پر کوئی ثبوت نہیں ہے اور جو ثبوت پیش کیے بھی گئے ہیں وہ از خود ظنی ہیں اور یہ سارے گمان کتب اربعہ کے مؤلفین اور کئی دیگر متقدمین و متاخرین محدثین و علماء کے علم میں تقصیر ہے۔ اس طرح کے ظنی مناقشے مزید ظنی مناقشے پیدا کرتے ہیں اور سلسلہ رُکنے والا نہیں ہے کیا۔ یہ ممکن ہے کہ شیخ کلینی اپنی کتاب کی ابتداء ان احادیث سے کریں جن میں ''اصول حدیث'' بیان ہوئے ہوں اور وہ خود ایسی احادیث درج کرتے جائیں جو معصومینؑ کے بتائے ہوئے اصول حدیث پر پوری ہی نہ اترتی ہوں؟ اور پھر اس سے بھی عجیب ترین بات یہ کہ وہ ایسی احادیث کو صحیح بھی قرار دے دیں؟ اور اسی طرح کیا یہ ممکن ہے کہ شیخ صدوق ضعیف احادیث کو صحیح قرار دے کر اپنے اور اپنے رب کے درمیان حجت قرار دے دیں؟ خوب غور کرو۔

چنانچہ جب ہمارے پاس اس قدر اعلیٰ ترین اور قابل اعتماد کتب اور معتبر احادیث موجود ہیں تو پھر ان کی احادیث کو ضعیف وغیرہ قرار دینے کا سبب کیا ہے؟ تو جاننا چاہیے کہ اس کا سبب وہ ''جدید اصول'' ہیں جو تقریباً چھٹی صدی ہجری میں وضع کیے گئے اور اب عمومی طور پر انہی کا سہارا لے کر احادیث کی چھان بین کی جاتی ہے اور اس کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ احادیث پر اشکالات بڑھتے جا رہے ہیں حالانکہ ان کی بنیاد بلا ضرورت ہے اور ان جدید اصولوں کے تحت صحیح اور ضعیف احادیث کی کئی اقسام پیدا ہو چکی ہیں مثلاً اس حوالے سے اگر ضعیف احایث کی اقسام شمار کی جائیں تو وہ تقریباً اٹھارہ یا اس سے بھی زیادہ بن جاتی ہے اور اسی طرح صحیح کی بھی کئی اقسام ہیں لیکن ہم اس کی تفصیل بیان نہیں کرنا چاہتے بلکہ ہمارا مدعا یہ ہے کہ یہ جدید طریقہ کار نا قابل عمل ہے اور اس پر عمل کرنا متقدمین کو غلط ثابت کرنے کے مترادف ہے۔ ہم اس پر تفصیل سے گفتگو کریں گے اور ثبوت مہیا کریں گے مگر پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ یہ ''اصطلاح جدید'' کی ابتداء کب ہوئی۔ چنانچہ یہ بات بالاتفاق ثابت ہے کہ اس ''جدید اصطلاح'' کی ابتداء علامہ حلی (متوفی ۷۲۶ھ) اور ان کے استاد سید ابن طاؤوس (متوفی ۶۷۳ھ) کے زمانے میں ہوئی ہے۔ [1]

---

[1] وسائل الشیعہ: ۳۰/ ۲۵۱؛ مشرق الشمسین بہائی: ۳۰؛ منتقی الجمان: ۱/ ۴؛ الحدائق الناضرۃ: ۱/ ۱۴؛ قواعد الحدیث محی الدین غریفی: ۱۵

چنانچہ جناب محمد حسن ربانی رقمطراز ہیں کہ:

''شیعوں کے یہاں علم درایۃ الحدیث کی وسعت قرن ہفتم میں علامہ حلی اوران کے استاد سید ابن طاؤوس کے زمانے میں ملتی ہے۔اس کے بعد ہمیں قرن ہشتم ونہم میں علم الدرایۃ کے بعض مباحث کی فقہی کتب میں تحقیق پر شواہد ملتے ہیں جیسا کہ محمد بن جمال الدین مکی العاملی معروف بہ شہید اول (ش ۷۸۶ھ) نے مقدمہ ''ذکری الشیعہ''میں اور احمد بن فہد حلی (م ۸۴۱ھ) نے ''المھذب البارع'' کے مقدمے میں اس علم کے کچھ مباحث اور اصطلاحات کو بیان کیا ہے [1]۔قرن دہم میں شہید ثانی (م ۹۶۵ھ) کے آنے کے بعد جب انہی کے توسط سے اس زینے میں اس علم کے فقہی کتب میں استعمال کی وجہ سے تین کتب کی تالیف عمل میں آئی تو علم درایۃ الحدیث ایک نئے مرحلے میں داخل ہوگیا اور شہید ثانی گویا سب پر سبقت لے گئے۔شہید ثانی کے شاگرد ابن عودی اپنے اس رسالے میں جس میں انھوں نے اپنے استاد کی اخلاقی اور علمی خصوصیات بیان کی ہیں، لکھتے ہیں کہ: ''ہمارے علماء میں سے کوئی ایک بھی شہید پر اس علم میں تالیف کے معاملے میں سبقت نہیں لے سکا۔ [2]

پس جب یہ روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ یہ اصول جدید ہیں تو پھران پر عمل پیرا ہونا یقیناً ایک مصیبت ہے اور اس سے بھی بڑی مصیبت یہ ہے کہ یہ جدید اصول اہل سنت سے ماخوذ ہیں اور اس بات کا اعتراف شیخ حسن ابن شہید ثانی نے خود کیا ہے۔چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''حدیث کی اکثر مذکورہ اقسام جو متاخرین کے پاس درایۃ الحدیث کے سلسلے میں موجود ہیں وہ عامہ سے متخرج ہیں اور ان کے معانی ان کی حدیثوں میں واقع ہونے کے بعد ہیں کیونکہ ہماری حدیثوں میں بہت ساروں کا وجود ہی نہیں ہے'' [3]۔یہی وجہ ہے کہ اکثر محدثین نے ان جدید اصولوں کو رد کیا ہے اور ان پر عمل نہیں کیا ہے بلکہ بہت ساروں نے اس پر طعن کیا ہے ہم اس پر زیادہ گفتگو کرنے کی بجائے شیخ حر عاملی کی وہ دلیلیں نقل کرتے ہیں جن کے ذریعے انھوں نے جدید اصولوں کو رد کیا ہے اور یہ دلیلیں محکم و واضح اور کافی ووافی ہیں۔

---

[1] ذکری الشیعہ:١/ ٧٤؛المھذب البارع:١/ ٦٦

[2] علم درایۃ الحدیث:١٦١ (واضح رہے کہ یہ کتاب ''دینی نصاب''میں شامل ہے)۔

[3] منتقی الجمان:١/ ١٠؛وسائل الشیعہ:٣٠/ ٢٤٣

جدید اصولوں کی تردید پر شیخ حرالعاملیؒ کے دلائل

شیخ حر عاملیؒ نے جدید اصولوں کی اصطلاح کے رد میں درج ذیل دلائل دیئے ہیں:

نواں فائدہ: اس جامع استدلال کا تذکرہ جو قابل اعتماد کتب کی احادیث کی صحت پر دلالت کرتا ہے۔

ان کتب کی حدیثوں کی صحت پر استدلال کا ذکر ہم پہلے نقل کر چکے ہیں جن سے ہم نے اس کتاب (وسائل الشیعہ) میں حدیثیں نقل کی ہیں اور مفصل بیان کیا ہے کہ ان پر عمل واجب ہے اور اس پر جمالاً دلیل دی جا چکی ہے اور اس سے اصطلاح جدید کی کمزوری ظاہر ہو جاتی ہے جس کے مطابق حدیثوں کو صحیح، حسن، موثق اور ضعیف (وغیرہ وغیرہ) کی اقسام پر تقسیم کر دیا گیا اور اس کی تجدید علامہ (حلی) اور راو ران کے استاد احمد بن طاوؤس کے زمانے میں ہوئی، اور اس پر درج ذیل وجوہات دلالت کرتے ہیں۔

{۱}

ہم قطعی علم کے ذریعے جانتے ہیں کہ احادیث متواتر اور محفوف بالقرائن ہیں کیونکہ ہمارے قدیم علماء اور ہمارے آئمہؑ حدیثوں کی جانچ پڑتال کر کے ان کو ضبط میں لاتے اور آئمہؑ کی مجالس وغیرہ میں ان کی تدوین کرتے تھے اور یہ مدت تین سو سال سے بھی زیادہ ہے اور ہمارے علماء نے اتنی طویل مدت میں اپنی ہمتیں کتب کی تالیف میں صرف کیں اور احکام دین لکھے جن کی ضرورت تھی تاکہ شیعہ اس پر عمل کر سکیں اور انھوں نے ان حدیثوں/کتابوں کو صحیح کرنے، ان کو ضبط میں لانے اور اہل عصمتؑ کو پیش کرنے میں اپنی سواریاں دوڑائیں اور یہ سلسلہ کتب اربعہ کے مؤلفین تینوں اماموں تک برابر جاری رہا اور یہ کتابیں ان کے بعد آج تک برابر باقی ہیں اور انھوں نے اپنی کتابوں کو ان معلوم ومعروف کتب سے نقل کیا جو اپنے ثبوت کے ساتھ جمع ہوئیں اور ان کتب سے اکثر ہمارے زمانے تک متصل ہیں اور ان کی جمع آوری کا اعتراف اصولی حضرات بھی کرتے ہیں۔

{۲}

ہمیں علم ہے کہ اصول (اربعمائۃ) صحیح و ثابت تھے اور علماء کے لیے مرجع حق تھے اور وہ اس پر آئمہؑ کے حکم سے عمل کرتے تھے اور کتب اربعہ کے مؤلفین اس بات پر قادر تھے کہ صحیح کو اس کے غیر (یعنی ضعیف) سے الگ کر دیں اور اس قابلیت کی غرض وغایت ہے اور وہ کتب متمیز تھیں اور مشتبہ نہ تھیں اور وہ لوگ اس پر عمل پیرا ہوئے اور وہ ممکن حد تک احکام شرعیہ کو قطعی اور یقینی طور پر حاصل کرتے تھے اور اس کے بغیر اس پر عمل نہیں کرتے تھے اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ انھوں نے اس شرعی ذمہ داری میں کوئی کوتاہی نہیں کی اور اگر انہوں نے کوتاہی کی ہوتی تو وہ ان احادیث کی صحت کی گواہی نہ دیتے بلکہ ارباب سیرو تاریخ سے یہ

بات معلوم ہے کہ وہ لوگ اپنی کتاب میں کسی غیر معتمد کتاب سے کچھ نقل نہیں کرتے تھے۔ تو رئیس المحدثین اور ثقۃ الاسلام اور رئیس الطائفہ کی سچائی کے بارے میں کیا خیال ہے؟ پھر اگر انھوں نے غیر معتمد کتب سے نقل کیا ہے تو کیسے جائز ہوگا کہ وہ ان احادیث کی صحت پر گواہی دیں اور کہیں کہ یہ ان کے اور اللہ کے درمیان حجت ہیں؟ اس طرح تو ان کی گواہی بھی باطل ہے اور یہ بات ان کی ثقاہت اور جلالت کے بھی منافی ہے۔ لہٰذا جو یہ گمان کرے اس پر تعجب ہے۔

{۳}

حکمت ربانیہ اور جناب رسول خداؐ اور آئمہ طاہرینؑ کی شیعوں سے شفقت متقاضی ہے کہ جو اپنے اصلاب میں (یعنی باپوں کی صلبوں میں) ہیں ان کو (دین حقہ کے) ضیاع سے بچایا جائے اور ان کے لیے معتمد اصول چھوڑے جائیں جن پر وہ غیبت کے زمانہ میں عمل کر سکیں اور اس کا مصداق وہ ثابت شدہ کتب ہیں جن کی طرف انہوں نے اشارہ فرمایا[1] اور یہ ان پر عمل کا جواز بنتا ہے۔

{۴}

بکثرت احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ اپنے اصحاب کو حکم دیتے تھے کہ وہ جو کچھ ان سے سنیں اسے لکھ لیا کریں، اس کی تالیف کریں[2] اور زمانہ حضور و غیبت دونوں میں اس پر عمل کریں اور معلوم ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، کہ یہ مشہور کتب انہی کتب سے منقول ہیں نیز یہ کہ بکثرت کتب ثقہ امامی لوگوں نے آئمہؑ کے زمانے میں تالیف کیں جو آج بھی موجود ہیں اور زمانہ غیبت میں انہی کے مطابق تالیف کی گئیں۔

{۵}

بہت ساری احادیث ان کتب کی صحت پر دلالت کرتی ہیں اور ان پر عمل کا حکم لگاتی ہیں اور اس ضمن میں یہ بات بھی ہے کہ وہ آئمہؑ پر پیش کی گئیں اور عمومی و خصوصی طور پر انؑ سے ان کا حال دریافت کیا گیا اور ان میں سے بعض کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے اور جناب محقق (حلی) نے صراحت کی ہے، جیسا پہلے بیان ہوا، کہ یونس بن عبدالرحمٰن کی کتاب اور فضل بن شاذان کی کتاب ان

---

[1] جیسا کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ اپنی کتابوں کی حفاظت کرو کیونکہ عنقریب تم انہی کے محتاج ہوگے۔ (الکافی ۱: / ۱۳۳)۔ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ امامؑ نے یہ حکم اپنے اصحاب کو فرمایا کہ وہ جو کچھ اُن سے سنیں اُسے لکھ لیا کریں۔ اور اصحاب ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ قابل غور امر یہ ہے کہ اگر وہ کتابیں غیر معتبر ہوتیں تو امامؑ آئندہ زمانے کے لیے اُنہی کی طرف محتاج ہونے کا حکم کیوں دیتے؟

[2] جیسا کہ ابو بصیرؒ نے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادقؑ کو فرماتے ہوئے سنا، آپؑ نے فرمایا: تم لوگ (جو سُنو اُس کو) لکھ لیا کرو۔ کیوں کہ تم یاد نہیں رکھ سکتے اس لیے لکھو۔ (الکافی ۱: ایضاً)

کے پاس موجود تھی اور انہوں نے ان دونوں کتب سے حدیثیں نقل کی ہیں اور محدثین و علمائے رجال نے ذکر کیا ہے کہ ان دونوں کتب کو آئمہؑ کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔جیسا پہلے گزر چکا ہے۔تو کتب اربعہ کے مؤلفین تینوں آئمہ کے بارے کیا گمان ہے؟

اور شیخ صدوق نے کئی مقامات پر صراحت کی ہے کہ مسائل اور امام حسن عسکریؑ کے جوابات پر مشتمل جناب محمد بن حسن الصفار کی کتاب امام معصومؑ کے دستخط کے ساتھ ان کے پاس موجود تھی اور اسی طرح کتاب عبیداللہ بن علی الحلبی کو امام صادقؑ کے سامنے پیش کیا گیا تھا اور اس کے علاوہ بھی کئی ایسی کتب ہیں۔

پھر تم ان کو دیکھو کہ وہ اکثر آئمہؑ پر پیش گئی کتاب میں مروی حدیث کو معروضی کتاب میں مروی حدیث پر ترجیح دیتے ہیں تو کیا یہ وجہ دونوں کتابوں (کافی والفقیہ) پر لازم ثبوت کے لیے ناکافی ہے؟ اور یہ کہ یہ دونوں کتابیں اصول معتمدہ میں سے ہیں (ناکافی) ہے؟ خلاصہ یہ کہ متواتر احادیث ان قابل اعتماد کتابوں کی احادیث پر عمل کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں اور ثقات کی احادیث پر عمل کرنا بھی واجب ہے پس استدلال متواتر ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ احادیث درج ذیل صفات کی حامل ہیں:

① بعض کتب معتمدہ میں موجود ہیں۔

② بعض ثقہ کی روایات ہیں۔

③ بعض متواتر ہیں

④ بعض محفوف بالقرائن سے قطعی ہیں۔

⑤ اور بعض قول معصومؑ کے مطابق علم کے لیے فائدہ مند ہیں اور اس کے علاوہ باقی حدیثیں بھی۔پس ان صفات میں سے ہر صفت پر اعتبار کی بنا پر ان احادیث کے ذریعے باقی اقسام کی حجیت پر بھی استدلال ممکن ہوجاتا ہے لہٰذا ہم اختلاف کے لیے حیثیات اور اعتبارات کی مشکل دو کر سکتے ہیں یا ہم ہر کتاب کی احادیث سے دوسری کتب میں کی حجیت پر استدلال کر سکتے ہیں اور غیر ثقہ کی روایت کی حجیت پر ثقہ کی روایت سے استدلال کر سکتے ہیں جیسا کہ میں ہر امام کی نص سے غیر امام کے لیے استدلال کرتا ہوں اور ہر امام کے معجزہ سے خود امامت پر استدلال کرتا ہوں لہٰذا جو ان کا یہاں جواب ہوگا وہی ہمارا جواب ہوگا یا اس سے تگڑا جواب ہوگا کیونکہ یہاں دوسرے دلائل بھی موجود ہیں اور دوسرے مقدمات قطعی ہیں۔پھر معترض سے کہا جائے گا کہ تم کثیر مطالب پر عقلی دلیل سے استدلال کر رہے ہو جن میں سے ایک سمعی دلیل کی حجیت ہے۔پس اگر تمہارا استدلال عقلی یا سمعی دلیل سے عقلی دلیل کی حجیت پر ہے تو توقف کی ضرورت ہے اور اس سلسلے میں جو جواب دو گے وہی ہمارا جواب ہوگا اور جیسا گزر چکا ہے۔

{۶}

ہماری اکثر احادیث اس جماعت کی کتابوں میں موجود تھیں جنہوں نے ان کو آئمہؑ سے تصحیح کروا کر ان کی تصحیح اور تصدیق سے جمع کیا اور آئمہؑ نے ان کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا اور ان کی حدیثوں پر عمل کرنے کا حکم دیا اور ان کی توثیق پر نص وارد کی جیسا کہ یہ بات گزر چکی ہے، اور اس پر کثیر قرائن ظاہرہ موجود ہیں جن کو ایک محدث اور ماہر سمجھ سکتا ہے۔

{۷}

اگر ہماری کتب اصول کے صحیح مجموعوں سے ماخوذ نہ ہوں اور ان کتب میں بھی نہ ہوں جن پر عمل کرنے کا آئمہؑ نے حکم دیا تو لازم آئے گا کہ ہماری اکثر حدیثیں صحیح نہیں ہیں کہ ان پر اعتماد کیا جائے حالانکہ عادۃً یہ بات باطل ہے کیونکہ ہمارے آئمہؑ ہوں یا فرقہ ناجیہ کے علماء کوتاہی نہیں کر سکتے اور نہ ہی انھوں نے دین میں اس سلسلے میں کوئی کوتاہی کی اور نہ وہ قیامت کے دن تک شیعوں کی گمراہی پر راضی ہوئے ہیں۔

{۸}

ہمارے علماء میں سے رئیس الطائفہ اپنی دو اخباری کتب وغیرہ میں جدید اصطلاح کے آنے تک بلکہ اس کے بعد بھی، جو احادیث متاخرین کے نزدیک صحیح ہیں ان کو ترک کر دیتے ہیں اور ان (متاخرین) کی اصلاح کے مطابق ضعیف حدیثوں پر عمل کرتے ہیں پس اگر ایسا نہ ہوتا جیسا ہم نے ذکر کیا ہے تو وہ ایسا کیوں کرتے اور اکثر وہ ضعیف طرق پر اعتماد کیوں کرتے؟ حالانکہ اس پر دوسرے صحیح طرق بھی ممکن ہیں جیسا کہ صاحب منتقی وغیرہ نے تصریح کی ہے۔ چنانچہ یہ بات ان احادیث کی صحت کو ظاہر کرتی ہے چاہے نا قابل اعتبار اسناد کی کئی وجوہات بھی ہوں اور یہ اصطلاح جدید کی مخالفت پر دلالت کرتی ہے چاہے اس کی تحقیق جو بھی ہو۔

السید محمد نے المدارک میں ثقہ آدمی کی اذان پر اعتماد کرنے کی بحث میں کہا ہے کہ: اگر وہ وقت کے داخلے کے بارے میں اپنا علم نافذ کرتا ہے جیسا کہ ثقہ کی اذان پر کثیر اتفاق ہے۔ تو اور جو اس سے وقت میں اس سے استظہار کو جانے گا وہ ضابطہ ہے جب ایسا نہ ہوگا تو یہ علم سے مانع ہوگا ورنہ اس پر عمل قطعاً جائز ہے۔ انتہی [1]

اور اسی کے مثل ہمارے کثیر علما نے کثیر مقامات پر اس کی تصریح کی ہے۔

{۹}

قبل ازیں گزرا کہ شیخ (طوسی)، الصدوق اور کلینی وغیرھم ہمارے علماء نے ان کتب و احادیث کی صحت اور ان کے

---

[1] المعتبر: ۱/۲۹

اصول اور کتب معتمدہ سے منقول ہونے کی گواہی دی ہے اور ہمیں قطعاً علم ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ انھوں نے جھوٹ نہیں بولا ہے (بلکہ وہ سچے ہیں) اور اس پر علامہ کے زمانے تک اجماع کا انعقاد رہا ہے۔

عجیب بات ہے کہ یہی متقدمین بلکہ متاخرین جیسے محقق، علامہ، الشہیدین وغیرھم میں سے جب بھی کوئی ابوحنیفہ کا کوئی قول علمائے عامہ یا خاصہ سے نقل کرے یا کسی معین کتاب سے نقل کرے اور ہم اپنے ضمیر کی طرف لوٹیں اور دیکھیں کہ اس میں دعویٰ صدق کے ساتھ ہمارے لیے علم کا حصول ہے تو بغیر ظن کے اس کی نقل کو صحیح قرار دیتے ہیں اور یہ عام علم ہے جیسے ہم جانتے ہیں کہ پہاڑ سونا نہیں ہوسکتا اور سمندر خون نہیں ہوسکتا پس کیسے غیر معصوم سے نقل سے علم حاصل ہوگا اور بغیر ظن کے معصومؑ سے نقل کرنے سے علم حاصل نہیں ہوگا؟ حالانکہ جو پرہیز گاری اور اصلاح میں ادنیٰ بھی ہو وہ بھی ان لوگوں کو برداشت نہیں کرتا جو دوسری قسم میں ہے اور شاید ہی تساہل اول میں ہو اور علم ویقین کی طرف طرق کثیر ہیں بلکہ ان سے متعدد طرق باقی ہیں جیسا کہ ہمیں معلوم ہے اور یہ سب کچھ واضح ہے اگر شبہ اور تقلید نہ ہو تو؟ پس جب کثیر جماعت نقل کرے تو ان کی نقل پر گواہی اور ثبوت اور صحت پر کیسے اتفاق نہ کیا جائے؟

اور میں نے یہ مضمون الشیخ محمد ابن الشیخ حسن ابن الشہید الثانی کے دستخط سے بعض تحقیقات میں پایا ہے۔

{۱۰}

بکثرت راویوں کے حق میں ہمیں قطعی یقین ہے کہ وہ حدیث کو روایت کرنے میں افترا پردازی پر راضی نہ تھے اور جو اسے نہیں جان سکتا تو اسے یہ جاننا چاہیے کہ روایت کا طریق اصل تک ثقہ ہے جس سے اس نے حدیث نقل کی ہے اور اس کے ذکر میں لسانی سلسلہ کلام کے تعلق کا فائدہ صرف اس کی برکت ہے اور عام شیعوں کی تو ہمت کا دفاع ہے کہ ان کی احادیث غیر معنعن ہیں بلکہ قدیم اصولوں سے منقول ہیں۔

{۱۱}

متقدمین کا طریقہ اہل عصمتؑ سے ماخوذ ہونے کی وجہ سے علم ویقین کا موجب ہے کیونکہ انھوں نے اس کی اتباع کا حکم دیا اور ان پر عمل کرنا مقرر کیا پس اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا اور اس طریقہ پر امامیہ نے سات سو سال کی مدت کے قریب عمل کیا ہے جن میں سے تقریباً تین سو سال تو آئمہؑ کے ظہور کا زمانہ ہے اور جدید اصطلاح میں اس طرح ہرگز قطعی نہیں ہے بلکہ ظنی ہے لہذا ہمیں متقدمین کے طریقہ پر عمل کرنا چاہیے۔

{۱۲}

متقدمین کا طریقہ عامہ کے طریقے کے مخالف ہے اور جدید اصطلاح عامہ کے اعتقاد کے موافق ہے اور ان کی اصطلاح

کے مطابق ہے بلکہ انہی کی کتب سے ماخوذ ہے جیسا کہ قبل ازیں واضح کیا جاچکا ہے اور جیسا کہ الشیخ حسن وغیرہ کے کلام سے ظاہر ہے جبکہ آئمہؑ نے ہمیں عامہ کے طریقہ سے اجتناب کا حکم دیا ہے اور پر بعض گفتگو گزر چکی ہے جو اس پر دلالت کرتی ہے اور کتاب القضاء میں مختلف احادیث میں ترجیح دینے والے باب وغیرہ میں احادیث بھی اس پر دلالت کرتی ہیں۔[1]

﴿۱۳﴾

اصطلاح جدید آئمہؑ کے زمانہ اور زمانہ غیبت کے جملہ علمائے حقہ کا غلط ہونا لازم کرتی ہے جیسا کہ محقق (حلی) نے اپنے اصول میں ذکر کیا ہے جیسا کہ وہ کہتے ہیں:

''ایک قوم نے خبر واحد پر عمل کے سلسلے میں مبالغہ آرائی کی ہے۔۔۔یہاں تک کہ فرمایا۔۔۔اور بعض نے اس افراط پر تقصیر کی ہے پس انھوں نے کہا کہ ہر سلیم سند حدیث پر عمل کیا جائے گا اور جو معلوم ہے وہ یہ کہ جھوٹے کی بھی تصدیق کی جاسکتی ہے۔ اور انہیں یہ احساس نہیں تھا کہ یہ شیعہ علماء میں طعن اور مذہب کی قدح ہے اور مصنف خبر مجروح پر اسی طرح عمل کرتا ہے جس طرح خبر عدل پر عمل کرتا ہے۔انتہی۔[2]

اور شیخ طوسی وغیرہ کا عدۃ میں کئی مقامات پر اسی طرح کا کلام موجود ہے

﴿۱۴﴾

نیز اس اصطلاح (جدید) سے ان اکثر حدیثوں کا ضعیف ہونا لازم آتا ہے جو ان اصول سے نقل ہیں جن پر اجماع ہے اس لیے کہ بعض راوی ضعیف ہیں یا مجہول الحال ہیں یا ان کی توثیق موجود نہیں ہے۔پس اس طرح ان کی تدوین بھی عبث ہوجائے گی بلکہ حرام ہوجائے گی اور ان کی صحت پر ان کی (کے مؤلفین) گواہی جھوٹ اور کذب ہوجائے گی اور اجماع کا باطل ہونا لازم آئے گا جس میں ہم جانتے ہیں کہ معصومؑ بھی داخل ہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے اور یہ لوازم باطل ہیں اور ملزوم بھی۔ بلکہ تمام احادیث کا ضعیف ہونا لازم آئے گا جبکہ تحقیق سے وہ ان (مؤلفین) کے نزدیک صحیح ہیں جو انہوں نے جملہ طبقات کے عادل، امامی اور ضابط راویوں سے روایت کی ہیں۔

اور وہ سوائے نادر کے کسی راوی کی عدالت پر نص نہیں کرتے بلکہ اس کی توثیق پر نص کرتے ہیں جو کہ اس کی عدالت قطعی کو لازم نہیں کرتا بلکہ کسی وجہ سے ان دو کے درمیان عمومی ہے جیسا کہ الشہید الثانی وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے اور بعض متاخرین کا دعویٰ کہ ثقہ کا معنی عدالت ہے ممنوع ہے اور یہ مطالب دلیل مانگتے ہیں اور وہ کیسے سی کے خلاف مصر ہیں کہ وہ فاسق العقیدہ اور ان

[1] وسائل الشیعہ: ۲۷/۱۰۶، کتاب القضاء ابواب القاضی الباب (۹)
[2] المعتبر: ۱/۲۹

کے کفراوران کے فاسدمذہب کی توثیق کرتے ہیں؟ چنانچہ ثقہ سے مراد اس کی خبر کی توثیق ہے چاہے وہ عادی جھوٹ بولتا ہواور اس پر پیچھے گواہ بھی ہو پس متقدمین اور متاخرین کی ایک جماعت نے اس بات کی تصریح کی ہے اور یہ بات معلوم ہے جس میں منصف مزاج شک نہیں کرتا کہ ثقہ شخص میں فسق بلکہ کفر بھی جمع ہوسکتا ہے اور اصطلاح جدید والے صاحبان راوی میں عدالت کی شرط لگاتے ہیں جس سے جملہ احادیث کا ضعیف ہونا لازم آتا ہے کیونکہ سوائے شاذو نادر کے کسی (راوی) میں عدالت معلوم نہیں ہے پس اس اصطلاح کی یہ بدعات غفلت ہیں اور اس کی کئی جہات ہیں جیسا کہ تم دیکھتے ہو اور اسی طرح اگر راوی حدیث میں ضعیف ہے تو فسق کو لازم نہیں کرتا بلکہ یہ عدالت کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے کیونکہ کثیر السہو کی عدالت حدیث میں ضعیف ہے جبکہ وہ ثقہ ہے اور ضعف غایت ہے جو راویوں کے احوال سے معلوم ہوسکتی ہے۔

یہاں گمان سے خیال میں فساد ہوگا کہ آیت ''اگر تمہارے پاس فاسق خبر لے کر آئے۔'' [1] سے اصطلاح جدید کی صحت کی طرف اشارہ کرتی ہے جو اس کے ضعیف مفہوم پر دلالت ہے، تو اس کی حجیت اختلافی ہے (یعنی آیت کا یہ مطلب متفقہ نہیں ہے) اور مجہول فاسق کی خبر باقی رہتی ہے پس اگر انھوں نے عدالت کی صداقت کے ذریعے جواب دیا تو ہمارا جواب ہوگا کہ ان کے اپنے مذہب کے خلاف ہے اور سوائے قلیل تعداد کے ان میں سے اس طرف کوئی نہیں گیا ہے نیز یہ کہ اس سے وہ مجہول اور مہمل لوگوں کے لیے عدالت کا حکم لازم کریں گے جبکہ کہ وہ ایسا نہیں کہتے ہیں لہٰذا ان کا عدالت کی شرط لگانا بے فائدہ ہے۔

﴿۱۵﴾

یہ کہ ان (کتب اربعہ کے مؤلفین) کی کتب میں موجود احادیث کے صحیح ہونے، ان کے صحیح اصول و کتب معتمدہ سے نقل ہونے اور ان کے ثبوت پر قرائن کے قیام پر اگر ان کی گواہی کو نہیں مانا جاتا تو پھر راویوں کی مدح اور ان کی توثیق کے سلسلے میں ان کی گواہی کو ماننا کیسے جائز ہوگا؟ پس کوئی حدیث باقی نہیں بچے گی جو صحیح، حسن یا موثق ہو بلکہ شیعوں کی جملہ کتب ضعیف رہ جائیں گی لہٰذا یہ لازم باطل اور اسی طرح ملزوم بھی باطل ہے پس ملازمہ ظاہر ہے اور اسی طرح لازم بھی باطل ہے بلکہ عدالت کے ساتھ اخبار، عظیم ترین اور مشکل ترین ہیں اور باقی اخبار میں سے کتب معتمدہ سے حدیث کا نقل کرنا اولیٰ اہتمام ہے چنانچہ یہی امر محسوس ظاہر ہے اور ان سے عدالت کا امر مخفی اور عقلی ہے جس پر مطلع ہونا مشکل ہے اور انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اس الزام سے فرار نہیں کرسکتے۔

﴿۱۶﴾

یقیناً یہ اصطلاح علامہ (حلی) اور ان کے استاد احمد بن طاؤس کے زمانہ میں پیدا ہوئی ہے جیسا کہ معلوم ہے اور وہ خود بھی

[1] الحجرات:۴۹

اس کا اعتراف کرتے ہیں تو یہ اجتہاد اور ان دونوں کا ظن ہے پس استنباط، اجتہاد اور ظن کو ان جملہ احادیث پر پلٹایا جائے گا جو کتاب القضاء وغیرہ میں گزر چکی ہیں اور یہ اصولی مسئلہ ہے جس میں تقلید جائز نہیں ہے اور ظنی دلیل سے عمل نہیں کیا جاسکتا اور اس پر سب کا اتفاق ہے جبکہ ان کے پاس یہاں کوئی دلیل قطعی موجود نہیں ہے لہٰذا اس پر عمل نہیں کیا جاسکتا اور قیاس سے جو تصور کیا جاسکتا ہے وہ ان کے گمان، سند یا ثبوت یا دونوں پر مبنی ہے تو کیسے ظن پر ظن سے استدلال جائز ہوسکتا ہے جبکہ یہ متواتر ہے؟ اور آئمہؑ کا قول ہے کہ: ''سب سے زیادہ بری چیزیں محدثات (بدعات، نوایجادات) ہیں''۔[1] جبکہ انؑ کا حکم یہ ہے کہ: ''تم قدیم چیزوں کو لازم پکڑو''۔[2]

۱۷

ان جدید اصطلاح والے لوگوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ احادیث کی تقسیم (صحیح و حسن وغیرہ) صرف خبر واحد میں ہوتی ہے جو قرائن سے خالی ہوتی ہے جبکہ ہم جانتے ہیں کہ ہماری کتب کی احادیث مشہور اور محفوف بالقرائن ہیں اور اس بات اعتراف اصطلاح جدید کے لوگ کئی مقامات پر کر چکے ہیں جس میں سے کچھ کو ہم نے نقل بھی کیا ہے۔ پس مذکورہ تقسیم کی کمزوری ظاہر ہے کیونکہ کتب معتمدہ میں موضوع کا وجود ہی نہیں ہے جیسا کہ صاحب المنتقی نے یہ ذکر کیا ہے کہ: ''حدیث کی اکثر مذکورہ اقسام جو درایۃ الحدیث میں متاخرین کے ہاں پائی جاتی ہیں وہ عامہ (اہل سنت) سے ان کی احادیث میں معانی کے وقوع پذیر ہونے کے بعد مستخرج ہوئی ہیں اور اکثر کا ہماری احادیث میں وجود ہی نہیں پایا جاتا ہے[3] اور جب تم تامل کرو گے تو مذکورہ تقسیم کو اسی قبیلے سے ہی پاؤ گے۔

۱۸

الطائفہ محقہ نے، جسے شیخ (طوسی) اور محقق (حلی) وغیرہ نے نقل کیا ہے، اس اصطلاع کے خلاف اجماع کیا ہے اور ان (قدماء) کا آئمہؑ کے زمانے سے لے کر علامہ کے زمانے تک اس کے خلاف عمل رہا ہے اور یہ مدت سات سو سال بنتی ہے اور معلوم ہے کہ اس اجماع میں خود معصومؑ بھی داخل ہیں جیسا کہ ہم جان چکے ہیں۔

---

[1] الخصال: ۲/ ۶۱۰؛ تحف العقول: ۱۰۰؛ بحار الانوار: ۱۰/ ۸۹ و ۱۶/ ۲۵۶ و ۲۱/ ۲۱۰؛ امالی مفید: ۲۱۱؛ مجلس ۲۴؛ کنز الفوائد: ۱/ ۲۱۶؛ امالی طوسی: ۷۳۳ مجلس: ۴۳؛ من لا یحضرہ الفقیہ: ۴/ ۴۰۲ ح ۵۸۶۸؛ الوافی: ۲۶/ ۱۵۷ ح ۸۵ ۲۵۵۳؛ مستدرک الوسائل: ۱۲/ ۳۲۵؛ ارشاد القلوب: ۱/ ۷۳؛ تفسیر البرہان: ۲/ ۷۸۶؛ الاختصاص: ۳۴۲؛ تنبیہ الخواطر: ۲/ ۹۲؛ کشف الغمہ: ۲/ ۱۶۳؛ تفسیر القمی: ۱/ ۲۹۰؛ الکافی: ۸/ ۸۱ ح ۳۹

[2] الکافی: ۲/ ۸/ ۱۳ ح ۳ و ۸/ ۲۴۹ ح ۵۰۳؛ الوافی: ۵/ ۵۷۲ ح ۲۵۹۴؛ وسائل الشیعہ: ۱۲/ ۲۳

[3] منتقی الجمان: ۱/ ۱۰

﴿۱۹﴾

اگر ہمارے عظیم علماء احادیث نقل کریں اور پھر ان کے ثبوت اور ان کی صحت کی گواہی بھی دیں، جیسا کہ کتب احادیث میں مذکور ہے جو پہلے بیان ہو چکا ہے، تو ان پر اعتماد کرنے اور عمل واجب ہونے کے حوالے سے اس بات میں عندالتحقیق کوئی فرق باقی نہیں رہتا کہ وہ یہ دعویٰ کریں کہ انھوں نے ان احادیث کو اپنے زمانے کے امام سے سنا ہے جبکہ ان لوگوں کا علم، ان کی پرہیز گاری، ان کی سچائی اور ان کی جلالت واضح ہے اور کثیر اصول متواترہ آئمہؑ کے زمانے میں ہی جمع ہوئے ہیں، ان کا علم بھی ہے اور امکان علم بھی ہے کہ کہ اس کے علاوہ کسی پر عمل کرنا جائز نہیں ہوگا اور یہ قیاس سے نہیں بلکہ عمومی نص اور اطلاق کے ساتھ عمل ہے اور بکثرت احادیث ثقہ کی روایت کی طرف رجوع کرنے کے حوالے سے وارد ہوئی ہیں، جیسا کہ ہمیں معلوم ہو چکا ہے، پس ان کی روایات معصومؑ سے اور کتب معتمدہ سے نقل کی گئی ہیں (لہٰذا رجوع کرنا لازم ہے)۔

﴿۲۰﴾

ہم کہتے ہیں کہ جو احادیث کتب معتمدہ میں موجود ہیں جو کہ متاخرین کے نزدیک بھی صحیح میں تو ان کے بارے میں تو کوئی نزاع نہیں ہے۔ البتہ جو احادیث ان کی اصطلاح (جدید) کے مطابق ضعیف ہیں تو کیا وہ ''اصل'' کے موافق ہیں یا اس کے مخالف ہیں؟ اگر وہ موافق ہیں تو وہ اصل پر تو عمل کرتے ہیں جو اس کی حجیت کو ثابت نہیں کرتا بلکہ اس کے عدم کو ثابت کرتا ہے۔ چنانچہ وہ اصل سے موافق پر عمل کرنے میں توقف نہیں کرتے تو ہم اسی دلیل سے باقی احادیث پر بھی عمل کرتے ہیں جن پر عمل کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے اور ان دونوں باتوں کا حاصل ایک ہی ہے اور اگر وہ اصل کے مخالف ہیں تو پھر بھی ہماری یہ موافقت احتیاط کے لیے ہے اور ہمیں احتیاط پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ معلوم ہے اور کتاب القضاء وغیرہ میں احادیث موجود ہیں چنانچہ کوئی ایک بھی احتیاط پر عمل کرنے کا مخالف نہیں ہے لہٰذا وہ اصل کو حجت کہیں یا نہ کہیں برابر ہے۔ اور اگر وہ جواب نہیں دے گا کیونکہ اس سے عامہ کی احادیث اور غیر معتمد کتب پر عمل کا جواز لازم آجائے گا؟

تو ہمارا جواب نص متواتر سے ہے کہ اس قسم پر عمل کرنے کی نہی وارد ہو چکی ہے اور اگر اس پر نص نہیں تو پھر ہمارا عمل ہماری وارد احادیث پر احتیاط کی بنا پر ہے۔

﴿۲۱﴾

اگر کتب اربعہ کے مولفین وغیرہ نے اپنی کتب کی احادیث کی صحت، ان کے ثابت ہونے اور ان کے اصل مجموعوں سے نقل ہونے کی گواہی دی ہے اور اگر وہ اپنی گواہی میں سچے ہیں تو ان کے قول، ان کی روایات اور ان کی نقل کردہ احادیث کو قبول کرنا پڑے گا کیونکہ گواہی حس سے ہے اور اگر وہ اپنی گواہی میں جھوٹے ہیں تو تمام کتب احادیث بے کار ہو جائیں گی اور اپنے

مؤلف کے ضعف اور ثقاہت کے عدم ثبوت کی وجہ سے ضعیف ہوجائیں گی بلکہ ان کی کوتاہی ظاہر ہوجائے گی اور ان کی دین میں سستی اور شریعت میں جھوٹ واضح ہوجائے گا اور یہ بات لازمی طور پر باطل ہے اور ملزوم بھی اسی کے مثل ہے۔

﴿۲۲﴾

اگر کوئی (اصولیوں کی) استدلالی کتب کو پڑھے گا تو اسے قطعی علم ہوجائے گا کہ وہ اپنی جدید اصطلاح کے مطابق معارض حدیث نہ ہونے کی صورت میں حدیث کو اس کے ضعف کی وجہ سے رد نہیں کرتے بلکہ اس سے اوثق یا جو اس جیسی نہ ہو اس پر عمل کرتے ہیں البتہ وہ اس سے ضعیف حدیث پر عمل کرنے میں مضطر ہوتے ہیں اور معلوم ہے کہ ضعیف حدیث کو قوی پر ترجیح دینا جائز نہیں ہے جس کی وجوہات کا ذکر اکثر متاخرین محققین نے کیا ہے (تو پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیوں ہے؟)

ہمارے ان دلائل میں اگرچہ بعض میں مناقشہ ممکن ہے لیکن مجملہ اگر انصاف کیا جائے تو ان کو رد کرنا ممکن نہیں ہے اور جو تامل کرے اور کتب کا مطالعہ کرے تو ان سب کی وجوہات یا ان میں سے ہر ایک کی وجوہات کو جان لے گا کہ یہ اصولیوں کے دلائل سے بہت زیادہ قوی اور اوثق ہیں اور جب ان کے ساتھ ہم احادیث متواترہ کو بھی شامل کردیں گے جو کتاب القضاء میں گزر چکی ہیں تو پھر تمہارے لیے دلیل منع ہوجائے گی اور یہ ہر حال میں اصطلاح جدید کی دلیل سے مراتب میں قوی ترین ہوجائیں گے اور کوئی منصف مزاج آدمی ان کے انکار کی جرات نہیں کرسکتا اور اللہ ہی ہادی ہے۔[1]

اس کے بعد اگلے فائدہ میں شیخ حر نے ان مطالب اور دلائل پر جو ممکن ایرار وارد ہوسکتے ہیں ان کے جوابات دیئے ہیں جن کو ہم یہاں نقل نہیں کررہے۔

جاننا چاہیے کہ اصطلاح جدید اہل سنت سے ماخوذ ہے اور ہماری معتبر احادیث کے لیے کینسر ہے، اس کی وجہ سے ہمارے متقدمین علماء کی صداقت داؤ پر لگ چکی ہے اور ہماری وہ کتب بھی مشکوک ہوگئی ہیں جن کے مؤلفین نے ان کے صحیح ہونے کی گواہی دے رکھی ہے اور یہ بہت عجیب صورت حال ہے۔ خوب غور کرو۔

---

[1] وسائل الشیعہ: ۳۰/۲۵۱ح۲۲۶

تیسرا مقدمہ (مترجم) الوافی کی احادیث کی توثیق اور اس کے طریقہ کار میں ہے۔

جاننا چاہیے کہ مترجم حقیر نے احادیث کے ترجمہ کے ساتھ ساتھ ان کی اسناد پر تحقیق بھی درج کی ہے لہٰذا ضروری ہے کہ کسی بھی راوی کی توثیق میں کون سا قرینہ اپنایا گیا ہے، واضح کیا جائے اور بتایا جائے کہ ہم نے وہ قرینہ کہاں سے اخذ کیا ہے۔ واضح ہونا چاہیے کہ کتب اربعہ کی احادیث مؤلفین کی گواہی اور دیگر قرائن کی وجہ سے معتبر اور صحیح ہیں بلکہ متواتر ہیں جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے لیکن پھر بھی ہم نے الگ الگ حدیث کی اسناد پر تحقیق درج کی ہے اور اس تحقیق میں ہم نے متقدمین کے ساتھ ساتھ ''اصطلاح جدید'' کے وہ سارے قرینے استعمال کیے ہیں جو کسی راوی کی توثیق کے لیے بنائے گئے ہیں چنانچہ اس اصطلاح کے مطابق کسی بھی راوی کی توثیق درج ذیل طریقوں سے کی جا سکتی ہے:

راوی کی توثیق کے قرائن

توثیق کی دو اقسام ہیں: (۱) توثیق خاص (۲) توثیق عام

1 توثیق خاص:

اس سے مراد یہ ہے کہ کسی راوی کے بارے میں کتب رجالی میں تصریح ہوئی ہو کہ فلاں خاص و معین راوی ثقہ ہے یا کوئی اور الفاظ وارد ہوئے ہوں جو اس کی توثیق پر دلالت کرتے ہوں۔ [1]

2 توثیق عام:

اس سے مراد یہ ہے کہ راویوں کی کسی کلی قاعدے کے ضمن میں توثیق ہوئی ہو، نہ کہ شخصی اور خاص طور پر (توثیق ہوئی ہو) جیسے قاعدہ توثیق بنو فضال، اصحاب اجماع یا شیوخ اجازہ وغیرہ۔ [2]

چنانچہ ہم نے توثیق عام اور توثیق خاص دونوں کو نظر میں رکھا ہے لہٰذا یہ جاننا ضروری ہے کہ توثیق عام کے قرائن

---

[1] عام طور پر محدثین راوی کی توثیق یا مدح کے لیے یہ الفاظ بیان کرتے ہیں؛ ثقہ، عدل، عین، حجت، وجہ، متقین، ثبت، حافظ، ضابط، صحیح الحدیث، صدوق، یکتب حدیثہ، ینظر فیہ، لا باس فیہ، شیخ جلیل؛ صالح الحدیث، مشکور، خیر، فاضل، خاص، صالح، مسکون الی روایتہ، مصطلع بالروایۃ۔ (دیکھیے: اصول علم الرجال فضلی: ۸۳؛ علم درایۃ الحدیث: ۱۵۰)

[2] اصول علم الرجال فضلی: ۸۳؛ الفوائد الرجالیہ بہبھانی: ۲۲۵؛ علم درایۃ الحدیث: ۱۵۱؛ معجم رجال الحدیث: ۱/ ۴۹

کون سے ہیں۔ہم ان قرائن کی تفصیل پیش کر دیتے ہیں:

توثیق عام کے قرائن:

1 راوی کا تفسیر قمی کے راویان کے سلسلہ سند میں سے ہونا:

ایسا راوی جو تفسیر قمی کی اسناد میں موجود ہو اس کی توثیق کی گئی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کتاب کے نے ان تمام راویوں کی توثیق کی ہے:

چنانچہ صاحب تفسیر القمی اپنی کتاب کے مقدمے میں لکھتے ہیں: ''ہم نے اس کتاب میں ان احادیث کا ذکر کیا ہے جو ہم تک پہنچی ہیں اور جنہیں ہمارے مشائخ اور ثقہ افراد نے ان (معصومینؑ) سے روایت کیا ہے جن کی اطاعت اللہ نے فرض قرار دی ہے''۔[1]

لہٰذا جو راوی تفسیر قمی میں موجود ہے وہ ثقہ سمجھا جائے گا اور اس پر کئی علماء محدثین اعتماد کرتے ہیں۔[2] اور ہم نے بھی اس توثیق پر اعتماد کیا ہے۔

2 راوی کا کامل الزیارات کے رواۃ میں سے ہونا:

ابن قولویہ قمی (م ۳۶۸ھ) نے بھی اپنی کتاب کے مقدمے میں اس کتاب کے راویوں کی توثیق ان الفاظ میں کی ہے:

> ''ہمارے لیے کوئی چیز واقع نہیں ہوئی مگر اسے ہم نے اپنے اصحاب میں سے ثقہ افراد کے ذریعے سے نقل کیا ہے کہ ان سب پر اللہ اپنی رحمت کے ذریعے رحم فرمائے اور اس میں کوئی حدیث بھی نقل نہیں کی گئی جو شاذ افراد سے مروی ہو''۔[3]

اس توثیق پر بھی علماء محدثین اعتماد کرتے ہیں[4] اور ہم نے بھی اس کے ذریعے توثیق کا حکم لگایا ہے۔

---

[1] تفسیر القمی:۱/۳۰

[2] رجال سید بحر العلوم:۱/۴۶۲؛ خاتمۃ مستدرک الوسائل:۴/۳۳ (الفائدۃ الخامسۃ)؛ وسائل الشیعہ:۳۰/۲۰۲؛ معجم رجال الحدیث:۱/۵۱؛ علم درایۃ الحدیث ۱۵۶

[3] کامل الزیارات:۱۵

[4] علم درایۃ الحدیث:۱۵۶؛ خاتمۃ مستدرک الوسائل:۷/۱۰۹؛ وسائل الشیعہ:۳۰/۲۰۲؛ معجم رجال الحدیث:۱/۵۱

3 راوی کا شیخ صدوق کے مشائخ میں سے ہونا:

اگر راوی شیخ صدوق کے مشائخ میں سے ہو تو یہ اس کی توثیق کی علامت ہے۔ بہت سے علماء اس بات کے معتقد ہیں کہ شیخ صدوق کے تمام مشائخ ثقہ ہیں اور شیخ کا ان سے حدیث کا نقل کرنا ان کی توثیق کی دلیل ہے۔ [1]

بلکہ بعض تو اس سے بھی بڑھ کر معتقد ہوئے ہیں کہ نہ صرف شیخ صدوق کے مشائخ ثقہ ہیں بلکہ من لا یحضرہ الفقیہ کی اسناد میں واقع تمام راوی ثقہ ہیں۔ [2]

4 راوی کا الکافی یا من لا یحضرہ الفقیہ کے سلسلہ سند میں موجود ہونا:۔

شیخین کا کسی راوی سے کثیر مقدار میں احادیث نقل کرنا اس کی توثیق پر دلالت کرتا ہے۔ [3] اور علماء نے اس توثیق پر اعتماد کیا ہے۔ حتیٰ کہ بعض نے بعض راویوں کے ضعف کو بھی نظر انداز کر دیا ہے۔ [4]

اور بعض نے شیخ کلینی کا کسی راوی سے کثرت کے ساتھ نقل کرنا اس کی توثیق کی دلیل شمار کیا ہے۔ [5]

اس کی کئی مثالیں دی جا سکتی ہیں مگر مختصراً دو نام پیش کیے جاتے ہیں۔

ا: محمد بن اسماعیل ابا الحسن البندقی: یہ مجہول ہیں مگر ان پر اعتماد کیا گیا ہے کیونکہ شیخ کلینی ان سے کثرت سے روایت کرتے ہیں۔ [6]

ب: احمد بن مہران: یہ بھی مجہول ہیں مگر مذکورہ سبب سے قابل اعتماد ہیں۔ [7]

اور ہم نے بھی ان پر اعتماد کیا ہے اور اس کی مزید تفصیل اسنادی تحقیق کے دوران بھی آئے گی۔ ان شاء اللہ۔

5 راوی کا ان افراد میں سے ہونا جن کی روایات پر عمل کرنے پر اتفاق ہو:

علماء چند افراد کی روایات پر عمل کرنے کے سلسلے میں اتفاق رکھتے ہیں جیسے کہ سکونی [8]

---

[1] مسالک الافہام: ۲ / ۲۳؛ مدارک الاحکام: ۲ / ۴۷؛ علم درایۃ الحدیث: ۱۵۵؛ غنیمۃ المعاد محمد صالح برغانی: ۳ / ۱۳۷

[2] ذخیرۃ المعاد سبزواری: ۵ و ۴۰؛ وسائل الشیعہ: ۱ / ۶۷؛ علم درایۃ الحدیث: ۱۵۵

[3] منتہی المقال: ۱ / ۹۳؛ علم درایۃ الحدیث: ۱۵۵

[4] الحاشیۃ علی مجمع الفائدۃ والبرہان: ۳۰ ۲۴۷ و ۲ ۳ ۷؛ علم درایۃ الحدیث: ۱۶۱

[5] جامع المدارک: ۷ / ۲۷۹؛ علم درایۃ الحدیث: ۱۶۰

[6] معجم رجال الحدیث: ۱۶ / ۹۹ رقم ۱۰۲۶۴؛ المفید من معجم رجال الحدیث: ۵۰۱؛ منتہی المقال: ۱ / ۹۳

[7] معجم رجال الحدیث: ۳ / ۱۴۰ رقم ۹۸۸؛ المفید من معجم رجال الحدیث: ۴۸

[8] العدۃ شیخ طوسی: ۱ / ۱۵۰؛ علم درایۃ الحدیث: ۱۶۰

بعض محققین کہتے ہیں کہ بعید نہیں ہے کہ اصحاب نے سکونی کی روایات پر عمل کیا ہو اور چونکہ بہت سے سلسلہ اسناد میں نوفلی بھی موجود ہے لہٰذا انھوں نے نوفلی کی روایت پر بھی عمل کیا ہے اور یہ خود توثیق کی دلیل ہے۔ [1]

6 قمیوں کا کسی راوی سے روایت کرنا:

قمیوں سے مراد وہ ہیں جو نقل روایت میں بہت دقت کرتے تھے۔ اس وجہ سے ان کا کسی راوی سے روایت نقل کرنا اس کی توثیق شمار ہوتا ہے۔ ان میں سے جن کا خصوصیت سے نام لیا جاسکتا ہے وہ ابراہیم بن ہاشم، احمد بن محمد بن عیسیٰ اور ابن ولید ہیں [2]۔

علامہ وحید بہبھانی نقل کرتے ہیں کہ: "ہمارے پاس حق المار کے بارے میں صحیح روایت موجود ہے جسے کلینی نے الکافی میں نقل کیا ہے اور اس کے سلسلہ سند میں اسماعیل بن مرار موجود ہے اور وہ قمیوں کے ہاں مقبول الحدیث ہے چاہے وہ کسی غیر عادل سے ہی حدیث نقل کرے۔ [3]

دوسرے بزرگان جیسے شیخ مرتضیٰ تو ان کا نظریہ بھی یہی تھا اور وہ اس قاعدہ کو قبول کرتے تھے۔ [4]

7 راوی کا آل ابی جہم، آل نعیم ازدی اور آل ابی شعبہ میں سے ہونا:

ابوعلی حائری نے منذر بن محمد اور سعید بن ابی جہم جیسے راویوں کی آل ابی جہم میں سے اور بکر بن محمد، جعفر بن مثنیٰ اور مثنیٰ بن عبدالسلام جیسے راویوں کی آل نعیم ازدی اور عمر بن ابی شعبہ کی آل ابی شعبہ میں سے ہونے کی وجہ سے توثیق کی ہے [5] ویسے ہی جیسے شیخ نجاشی نے بھی تصریح کی ہے کہ آل ابی شعبہ کوفے میں مشہور و معروف شیعہ خاندان تھا۔ [6]

8 راوی کا بنوفضال سے ہونا:۔

کہا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص بنوفضال سے ہو تو موثق ہوگا چاہے کتب رجال میں اس کے بارے میں کوئی ذکر نہ بھی ہوا ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ شیخ انصاری اس قاعدے کے بڑے پابند تھے۔ [7]

---

[1] منتہی المقال: ۱/ ۹۱؛ علم درایۃ الحدیث: ۱۶۱

[2] منتہی المقال: ۱/ ۹۱؛ علم درایۃ الحدیث: ۱۶۱

[3] الحاشیۃ علی مجمع الفائدۃ والبرہان: ۴۳۰؍ ۷؛ علم درایۃ الحدیث ۱۶۱

[4] الرواشح السماویہ میرداماد: ۴۹؛ علم درایۃ الحدیث: ۱۶۱

[5] معجم رجال الحدیث: ۱۳/ ۱۴؛ علم درایۃ الحدیث: ۱۶۲

[6] معجم رجال الحدیث: ۱/ ۵۱؛ علم درایۃ الحدیث: ۱۶۲؛ رجال النجاشی: ۲۳۰، ۲۲۱؛ مقباس الہدایہ: ۲/ ۲۸۵

[7] علم درایۃ الحدیث: ۱۵۹؛ منتہی المقال: ۱/ ۸۹؛ المکاسب: ۲۱۲

اور سید محسن الحکیم ایک حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

''اس حدیث کی سند میں ارسال اس پر عمل کرنے کی حجیت میں قادح نہیں پس غور کرو اور یہ روایت بنوفضال کی روایات میں سے ہے جن کی کتب کے بارے میں امام حسن عسکریؑ نے فرمایا ہے کہ: ''جو کچھ وہ روایت کریں وہ لے لو اور رائے کو چھوڑ دو''۔[۱] پس غور کرو۔[۲]

اور شیخ انصاری ایک حدیث نقل کرنے کے بعد یوں لکھتے ہیں: ''اگرچہ یہ روایت مرسل ہے لیکن اس کی سند محمد بن فضال تک پہنچتی ہے اور بنوفضال وہ ہیں جن کی کتب سے احادیث اخذ کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے''[۳]

9 مشائخ کا کسی راوی سے نقل کرنا:

توثیقات عامہ میں سے ایک کہ مشائخ حدیث کا کسی راوی سے نقل کرنا ہے۔ کہا گیا ہے کہ اگر ابن ابی عمیر، صفوان بن یحییٰ، احمد بن محمد بن ابی نصر، علی بن حسن طاطری، محمد بن اسماعیل بن میمون اور جعفر بن بشیر جنہیں ''اکابر ستہ'' چھے اکابرین کے عنوان سے یاد کیا جاتا ہے، کسی راوی سے نقل کریں تو وہ ثقہ مانا جائے گا۔[۴]

10 کسی راوی کا صحیح حدیث کے سلسلہ سند میں واقع ہونا:

اسباب توثیق میں سے ایک کسی راوی کا صحیح حدیث کے سلسلہ سند میں واقع ہونا ہے۔ ایسی شخصیات دیکھنے کو مل جاتی ہیں جن کی اس طرح توثیق کی گئی ہے۔ نمونے کے طور پر علی بن حکم کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اگرچہ وہ ثقہ اور غیر ثقہ کے درمیان مشترک ہے لیکن اسے ثقہ مانا گیا ہے کیونکہ علماء نے ان روایات کو جس کے سلسلہ سند میں وہ موجود ہے صحیح کہا ہے[۵]

11 راوی کا صاحب اصل ہونا:۔

اگر راوی اصل کا حامل ہو تو یہ امر اس کی وثاقت یا کم از کم مدح (عظیم) پر دلالت کرتا ہے۔[۶]

---

[۱] وسائل الشیعہ: ۲۷/۱۰۲ و ۱۴۲؛ الفصول المہمہ: ۱/۵۹۳؛ تہذیب الاصول خمینی: ۳/۱۶۸؛ تنقیح المقال: ۵/۳۳۶؛ مستدرک سفینۃ البحار: ۷/۲۰۳؛ غیبۃ طوسی (ترجمہ از مترجم) ۵۶۷ ح ۵۵۳ (مطبوعہ تراب پبلیکیشنز لاہور)؛ بحار الانوار: ۲/۲۵۲ و ۵۱/۳۵۸؛ عوالم العلوم: ۳/۵۷۳

[۲] مستمسک العروۃ الوثقیٰ: ۵/۳۷۹؛ علم درایۃ الحدیث: ۱۵۹

[۳] جامع المدارک: ۱/۲۳۹؛ علم درایۃ الحدیث: ۱۵۹

[۴] علم درایۃ الحدیث: ۱۵۸؛ منتہی المقال: ۱/۸۹

[۵] علم درایۃ الحدیث: ۱۵۸؛ مجمع الفائدۃ والبرہان: ۱/۳۱۰

[۶] مرآۃ العقول: ۱۰/۱۲۴؛ علم درایۃ الحدیث: ۱۶۷؛ مفتاح الکرامۃ جواد عاملی: ۱۰/۳۶۶؛ الفوائد الرجالیہ: ۲/۳۶۰

12 قاعدہ اصحاب اجماع:

جس سند میں اصحاب اجماع کا کوئی فرد موجود ہو تو یہ باقی راویوں کی توثیق پر دلالت کرتا ہے بعض کا کہنا ہے کہ نقل اصحاب اجماع سے مراد ان کی روایات کی تصحیح و تصدیق ہے۔اس بنا پر اگر کسی حدیث کی سند اصحاب اجماع تک صحیح ہو تو اس کے بعد اس کی جانب توجہ نہیں کی جائے گی اگرچہ اس میں ضعف ہی کیوں نہ پایا جاتا ہو، پھر چاہے ضعف راوی کے ضعیف ہونے کی وجہ سے ہو یا ان سے آگے سند میں قطع یا ارسال موجود ہونے کی وجہ سے ہو۔ [1]
اور بعض کا کہنا ہے کہ اس توثیق سے مراد اصحاب اجماع کی توثیق کے ساتھ ساتھ ان سب کی بھی توثیق ہے جن سے انھوں نے روایات نقل کی ہیں۔ [2]
اصحاب اجماع کی تفصیل درج ذیل ہے:

ا: اصحاب امام محمد باقرؑ:

کشی رقمطراز ہیں:
''ہمارے علماء کا امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کے ان چھے اصحاب کی تصدیق و صداقت پر اجماع ہے اور وہ فقہ میں ان کے مطیع و تسلیم ہوئے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان میں سے فقیہ ترین یہ چھے افراد ہیں: زرارہ، معروف بن خربوز، برید، ابوبصیر اسدی، فضیل بن یسار اور محمد بن مسلم طائفی۔ان میں سے زرارہ فقیہ ترین شخص ہیں اور بعض نے ابوبصیر اسدی کی جگہ ابوبصیر مرادی کہا ہے اور وہ لیث بن البختری ہے [3]''

ب: اصحاب امام جعفر صادقؑ:

کشی دوسری جگہ لکھتے ہیں:
''علمائے امامیہ کی جماعت کا ان کی روایات کے صحیح ہونے اور ان کی صداقت گفتار پر اتفاق نظر ہے اور وہ ان کے فقیہ ہونے کی تائید کرتے ہیں۔یہ افراد ان چھے افراد کے علاوہ ہیں جن کا نام ہم اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں (یہ افراد یہ ہیں): جمیل بن دراج، عبداللہ بن مسکان، عبداللہ بن بکیر، حماد بن عیسیٰ، حماد بن عثمان، ابان بن عثمان اور انہوں نے ابو اسحاق یعنی ثعلبہ بن میمون کو فقیہ گمان کیا ہے اور ان میں سے فقیہ ترین جمیل بن دراج کو

[1] علم درایۃ الحدیث: ۱۶۳؛ نہایۃ الدرایۃ: ۶/ ۳۱۶
[2] علم درایۃ الحدیث: ۱۶۳
[3] اختیار معرفۃ الرجال: ۶: ۲۰۶؛ علم درایۃ الحدیث: ۱۶۴؛ خاتمۃ مستدرک الوسائل: ۷/ ۷ (الفائدۃ الثالثۃ)

لکھا ہے''۔[1]

ج: اصحاب امام موسیٰ کاظمؑ وامام علی رضاؑ:

کشی نے ایک اور جگہ اس طرح لکھا ہے:

''ہمارے اصحاب و بزرگان نے ان اصحاب کو صحیح جاننے اور ان کی تصدیق کرنے پر اجماع کیا ہے اور وہ ان کے علم اور فقہ کا اقرار کرتے ہیں۔ یہ امام جعفر صادقؑ کے اصحاب کے علاوہ چھ افراد ہیں کہ جن کے نام یہ ہیں: یونس بن عبدالرحمٰن، صفوان بن بیاع سابری، محمد بن ابی عمیر، عبداللہ بن مغیرہ، حسن بن محبوب اور احمد بن محمد بن ابی نصر البزنطی۔ بعض نے حسن بن محبوب کی جگہ حسن بن علی بن فضال اور فضالہ بن ایوب کو لکھا ہے اور بعض نے فضالہ کی جگہ عثمان بن عیسیٰ کو شمار کیا ہے۔ ان میں سے یونس بن عبدالرحمٰن اور صفوان بن یحییٰ فقیہ تر ہیں۔[2]

13 راوی کا مشائخ اجازہ سے ہونا:

راوی اگر مشائخ اجازہ میں سے ہو تو یہ اس کی وثاقت یا مدح پر دلالت کرتا ہے۔[3]

چنانچہ علامہ سلیمان البحرانی فرماتے ہیں: ''مشائخ الاجازہ ہونا اعلیٰ درجہ کی وثاقت ہے [4]۔ بحر حال اس قاعدے اور کلیے پر علماء و محدثین عمل کرتے ہیں۔[5]

چنانچہ جناب بحر العلوم، سہل بن زیاد کے بارے میں لکھتے ہیں:

''جان لو کہ اس (سہل بن زیاد) کی روایت ایک جہت سے صحیح ہے اگرچہ ہم نے کہا ہے کہ وہ ثقہ نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ مشائخ اجازہ میں سے ہے اور ان کے طبقے میں واقع ہوا ہے پس اس کی صحت سند کو کوئی ضرر نہیں پہنچے گا جیسا دیگر مشائخ کے بارے میں ہوا ہے کہ کتب رجال میں ان کی توثیق نہیں ہوئی مگر ان کی روایات کو عدم توثیق کے باوجود صحیح شمار کیا گیا ہے جیسا کہ محمد بن اسماعیل البندقی اور احمد بن محمد بن یحییٰ العطار اور احمد بن محمد بن الحسن بن الولید اور احمد بن عبدالواحد اور ابن ابی جید اور الحسین بن حسن بن ابان ہیں [6]۔ مشائخ اجازہ کی

---

[1] ایضاً: ۴۲۴ ۳؛ ایضاً: ۲۵ا؛ ایضاً

[2] اختیار معرفۃ الرجال: ۴۶۱ ۲؛ علم درایۃ الحدیث: ۱۲۶

[3] علم درایۃ الحدیث: ۱۵۱؛ منتہی المقال: ۱/ ۸۵

[4] منتہی المقال: ۱/ ۸۵؛ معراج الکمال: ۲۴

[5] الرعایۃ فی علم الدرایۃ: ۱۹۲

[6] منتہی المقال: ۱/ ۲۵؛ علم درایۃ الحدیث: ۱۵۲ (مختصراً)

تفصیلی فہرست کے لیے محدث نوری کی کتاب خاتمہ مستدرک الوسائل کی طرف رجوع کیجیے [۱]۔"

14 راوی کا آئمہؑ کے وکلاء میں سے ہونا:

راوی اگر امام معصومؑ کے وکلا میں سے ہو تو یہ اس کی توثیق پر دلالت کرتا ہے [۲] چنانچہ محقق حلی نے ابراہیم بن محمد همدانی
کے ضمن میں لکھا ہے:
"یہ امامؑ کے وکیل تھے اور انھوں نے چالیس حج ادا کیے تھے پس بعید نہیں کہ اس راہ سے ان کی توثیق ہاتھ لگے۔ [۳]

15 راوی کے لیے دعائے خیر کے کلمات کا ہونا:

علمائے بزرگ حدیث کا یہ شیوہ ہے کہ جب وہ سلسلہ سند میں راویوں کے نام لکھتے ہیں تو ان میں سے بعض کے نام کے ساتھ دعائیہ کلمات جیسے "رضی اللہ عنہ" یا "رحمۃ اللہ علیہ" استعمال کرتے ہیں۔ [۴]
چنانچہ اکابرین حدیث کا راویوں سے متعلق ترحم و ترضی کی نسبت دینے سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ وہ برجستہ شخصیات تھیں اور شیخین (وغیرہما) کی نظر میں مکان و جلالت کی حامل تھیں۔ [۵]

16 راوی کا کثیر الروایات ہونا:

اگر کوئی راوی بہت زیادہ روایات نقل کرے تو اس کی یہ کثرت نقل اس کی توثیق پر دلالت کرتی ہے۔ [۶]
جاننا چاہیے کہ اس کے علاوہ بھی کچھ قرائن موجود ہیں جن سے راوی کی توثیق کی جاسکتی ہے اور ان کا ذکر شیخ حر عاملی اور محدث نوری وغیرہما نے کیا ہے [۷]۔ ہم ان کو طوالت کے خوف سے یہاں نقل کرنے سے قاصر ہیں۔ بہر حال ہمارے پاس ایسے وسیع ثبوت موجود ہیں جو کتب اربعہ کی تمام احادیث کی توثیق کرنے کے لیے

---

[۱] الفائدۃ الثالثۃ: ۳/ ۵۳۷

[۲] منتہی المقال: ۱/ ۸۶؛ قوانین الاصول: ۴۸۵؛ تنقیح المقال: ۱/ ۲۳؛ الحدائق الناضرۃ: ۲۳/ ۱۳۳؛ علم درایۃ الحدیث: ۱۵۲

[۳] علم درایۃ الحدیث: ۱۵۳؛ خلاصۃ الاقوال: ۶

[۴] علم درایۃ الحدیث: ۱۵۵؛ عیون اخبار الرضاؑ: ۲/ ۴ اباب ۳۰ ح ۲۱۰؛ الخصال: ۲/ ۹۶ ۳باب ۷ ح ۱۰۳

[۵] عدۃ الرجال محسن اعرجی: ۴۱۳؛ علم درایۃ الحدیث: ۱۵۶؛ غنیمۃ المعاد: ۳/ ۱۳۷

[۶] تنقیح المقال: ۱/ ۲۳؛ علم درایۃ الحدیث: ۱۵۳؛ کلیات فی علم الرجال: ۳۴۳؛ مستمسک العروۃ: ۱۴/ ۵۷۹

[۷] وسائل الشیعۃ: ۳۰/ ۲۱۲ (درضمن الفائدۃ السادسۃ

کافی ہیں اور ایسے بہت سارے قرائن آپ کو احادیث کی تحقیق کے دوران بکثرت نظر آئیں گے۔
خداوند کریم سے دعا گو ہوں کہ وہ میری اس تحریر کو محمدؐ و آل محمدؐ کے طفیل اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور دیگر عظیم کاوشوں کے سائے میں قرار دے۔ آمین۔

چوتھا مقدمہ (مترجم) مؤلف الوافی کے تعارف میں ہے۔

مؤلف کا نام و نسب:

آپ کا نام محمد بن مرتضیٰ بن محمود ہے اور آپ کو مولی محسن الکاشانی بھی پکارا جاتا ہے اور آپ کا لقب "الفیض" ہے۔ کتب رجال میں آپ کے نام کی ابتداء کبھی محمد سے [1] اور کبھی محسن سے [2] اور کبھی الفیض [3] سے کی جاتی ہے اور بعض اوقات محمد محسن اکٹھا بھی مل جاتا ہے [4]۔

ابتدائی تعارف:

ملا فیض کاشانی ۱۴ صفر ۱۰۰۷ھ کو ایران کے شہر کاشان میں پیدا ہوئے۔ [5] آپ کا خاندان شیعوں میں مشہور علمی خاندان تھا۔ [6] آپ کے والد رضی الدین شاہ مرتضیٰ (۹۵۰ھ۔۱۰۰۹) تھے [7] اور آپ کی والدہ زہرا خاتون (م ۱۰۷۱ھ) تھیں۔ [8] جو ضیاء العرفاء الرازی کی بہن تھیں [9] آپ کے دادا تاج الدین شاہ محمود ابن الملا علی الکاشانی تھے جن کو کاشان میں دفن کیا گیا تھا۔

---

[1] الذریعۃ: ۲۵ / ۱۳؛ ریاض العلماء: ۵ / ۱۸۰

[2] روضات الجنات: ۶؛ اہدیۃ العارفین: ۲ / ۶

[3] الکنی والالقاب: ۳ / ۳۳

[4] الغدیر: ۱ / ۳۶۲

[5] ریاض العلماء: ۵ / ۳۹

[6] ایضاً: ۵ / ۱۸۰

[7] روضات الجنات: ۶ / ۷۹

[8] دیوان الفیض الکاشانی: جلد اول، مقدمہ مصحح: ۲

[9] کتاب الوافی: ۱ / ۱۷

تعلیم وتربیت:

فیض کاشانی نے اپنی تعلیم کاشان سے شروع کی جہاں وہ پیدا ہوئے تھے اور پھر اصفہان چلے گئے کیونکہ وہ اس وقت شیعوں کے لیے علم کے اہم ترین مراکز میں سے ایک تھا۔ پھر سید ماجد البحرانی سے تعلیم حاصل کرنے کے لیے شیراز چلے گئے اور وہاں دو سال رہے پھر اصفہان واپس آ کر شیخ بہائی کے پاس جانے لگے۔ فیض کاشانی نے شہید ثانی کے پوتے شیخ محمد سے اجازہ اس وقت حاصل کیا جب وہ حج کے لیے گئے تھے۔ حج سے واپس آنے کے بعد آپ قم گئے اور ملاصدرا سے مرافقت کرلی اور ان سے تعلیم حاصل کی۔ ملاصدرا جب شیراز گئے تو آپ بھی ان کے ساتھ چلے گئے اور وہاں دو سال تک اُن کے ساتھ رہے اور نہایہ کے مطابق فیض کاشانی کاشان واپس آ گئے اور تدریس وتالیف میں مشغول ہو گئے[1]۔ بعدازاں آپ کو شاہ عباس ثانی کی طلب پر شہر کاشان میں امام جمعہ مقرر کر دیا گیا۔[2] چنانچہ "المدرسۃ الفیضیہ" جو قم کے اول درجہ مدارس میں سے ہے، کا نام فیض کاشانی کی نسبت سے رکھا گیا ہے۔

فیض کاشانی کے اساتذہ:

آپ مشائخ اور اساتذہ کی ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں جو درج ذیل ہیں:

① آپ کے والد شاہ مرتضیٰ متوفی ۱۹۱ھ
② السید ماجد البحرانی متوفی ۱۰۲۸ھ
③ المولی صدر الدین الشیرازی متوفی ۱۰۵۰ھ
④ السید میر محمد باقر الداماد متوفی ۱۰۴۱ھ
⑤ الشیخ بہاء الدین العاملی متوفی ۱۰۳۰ھ
⑥ الشیخ محمد بن الشیخ حسن بن الشہید الثانی متوفی ۱۰۳۰ھ
⑦ المولی خلیل القزوینی متوفی ۱۰۸۹ھ
⑧ المولی محمد طاہر القمی متوفی ۱۰۹۸ھ
⑨ المولی محمد طاہر القمی متوفی ۱۰۹۸ھ

---

[1] روضات الجنات: ۶/ ۹۳

[2] کتاب الاعتذار فیض کاشانی: ۲۸۱

(۱۰) المولی محمد صالح المازندرانی متوفی ۱۰۸۱ھ

فیض کاشانی کے شاگرد:

آپ کے شاگردوں میں بہت عظیم المرتبت شخصیات شامل ہیں جن کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) فیض کاشانی کے بیٹے جناب علم الہدیٰ

(۲) آپ کے دوسرے بیٹے معین الدین

(۳) آپ کے بھائی محمد المومن

(۴) الشاہ مرتضی الثانی

(۵) ضیاء الدین محمد

(۶) اعلا شاہ فضل اللہ

(۷) الملا علامی

(۸) علامہ محمد باقر مجلسی (صاحب بحار الانوار)

(۹) السید نعمۃ اللہ جزائری

(۱۰) القاضی سعید القمی

(۱۱) الملا محمد صادق الخضر ی

(۱۲) شمس الدین محمد القمی

(۱۳) الشیخ محمد محسن عرفان الشیر ازی۔

فیض کاشانی کا علمی مقام ومرتبہ:

آپ گیارھویں صدی ہجری میں ایران کے علمائے شیعہ میں سے ہیں۔آپ فقیہ، اخباریہ، محدث، مفسر، حکیم، متکلم، شاعر اور ادیب تھے اور آپ نے عربی وفارسی دونوں زبانوں میں تالیفات کی ہیں۔ [1]

فیض کاشانی کے متعلق علمائے کرام کی آراء!

1 الشیخ محمد بن علی الاردبیلی لکھتے ہیں:

"محسن بن مرتضیٰ الکاشانی بلند پایہ، علامہ، محقق، مدقق، جلیل القدر، عظیم الشان، بلند مرتبہ، فاضل، کامل اور تمام

[1] شعراء العرب جلد چہارم

علوم میں ادیب متبحر تھے اور ان کی ایک سو تالیفات ہیں''۔ [1]

2 محدث نوری فرماتے ہیں:

''فیض کاشانی علامہ مجلسی کے مشائخ میں سے تھے، وہ عالم، فاضل، المتبحر ، المحدث، العارم اور الحکیم تھے''۔ [2]

3 شیخ حر العاملی لکھتے ہیں:

''محمد بن مرتضیٰ جن کو محسن الکاشانی کہا جاتا ہے وہ فاضل، عالم؛ ماہر، حکیم، متکلم، محدث، فقیہ، محقق، شاعر، ادیب اور معاصرین میں بہترین مصنف تھے اور ان کی کثیر کتب ہیں''۔ [3]

4 مرحوم الخوانساری لکھتے ہیں:

''فضلیت، فہم و فراست اور فروع واصول میں نباہت، معقول ومنقول کے مراتب کے حساب سے احاطہ، تالیف وتصنیف کی کثرت اور تعبیر وترصیف اس سے کہیں مشہور ہے کہ وہ ابد تک کسی ایک سے بھی چھپ سکے''۔ [4]

5 الشیخ یوسف البحرانی فرماتے ہیں:

''محدث الکاشانی فاضل، محدث، اخباری اور سلیم شخصیت تھے''۔ [5]

6 علامہ امینی، جناب علم الہدیٰ کے حالات میں لکھتے ہیں:

''یہ محقق فیض کے بیٹے ہیں جو فقہ کا عالم، حدیث کو دیکھنے والا، منار فلسفہ، عرفان کا معدن، اخلاق کی بنیاد، علوم و معارف کے دروازے تھے اور یہ (علم الہدی) اس کے بیٹے ہیں کہ ان جیسا کمال زمانے میں قلیل ہوتا ہے''۔ [6]

---

[1] جامع الرواۃ: ۲/ ۴۲

[2] خاتمہ مستدرک الوسائل: ۴۲۰

[3] امل الآمل: ۲/ ۳۰۵

[4] روضات الجنات: ۶/ ۹

[5] لولوۃ البحرین:

[6] الغدیر: ۱۱/ ۳۶۲

فیض کاشانی کی تالیفات:۔

آپ نے کثیر تعداد میں کتب تصنیف کی ہیں [1] سید نعمت اللہ جزائری کے مطابق آپ کی کتب کی تعداد دو سو ہے [2] آپ کے بعض کتب کے نام درج ذیل ہیں:

١۔ آيينه شاهى ۔ (الذريعة: ج ١؛ ص ٥٦؛ رقم ٢٦٧) ،

٢۔ آداب السالكين (الذريعة : ج ١؛ ص٥٢؛ رقم ٢٦٧

٣۔آداب الضيافة: (الذريعة: ج ١ ص٢٤ ؛رقم ١٢٥)

٤۔أبواب الجنان: (الذريعة ج ١؛ ص ٧٧؛ رقم ٣٨١)

٥۔الاحجار الشداد: (الذريعة: ج ١؛ ص ٢٨٤؛ رقم ١٤٨٩)

٦۔أخذالأجرة على الواجب: (الذريعة: ج ١١؛ص ٤٣؛ رقم ٢٦١)

٧۔أذكار الصّلاة: (الذريعة: ج١؛ ص ٤٠٦؛ رقم ٢١١٢)

٨۔أذكار الطهارة: (الذريعة: ج١؛ ص ٤٠٦؛ رقم ٢١١٣)

٩۔ الأذكار المهمة: (الذريعة: ج١؛ ص ٤٠٦؛ رقم ٢١١٤)

١٠۔ الأربعون حديثاً: (الذريعة: ج١؛ ص ٤٢٤؛ رقم ٢١٧٧)

١١۔ الاستقلالية:[اس کا دوسرا نام: ثبوت الولاية على البكر''بھی ہے۔ [دیکھیے: الذريعة: ٢ / ٣٣ رقم١٢٧(الذريعة: ج ٢؛ ص ٣٣؛ رقم ١٢٧]

١٢۔ الأصفى: (الذريعة: ج٢؛ ص ١٢٤؛ رقم ٤٩٦)

١٣۔ الأصول الأصيلة: (الذريعة: ج٢؛ ص ١٧٨؛ رقم ٦٥٦)

١٤۔ أصول العقايد: (الذريعة: ج٢؛ ص ١٩٨؛ رقم ٧٦٠)

١٥۔ أصول المعارف: (الذريعة: ج٢؛ ص ٢١٢؛ رقم ٨٢٤)

١٦۔الاعتذار: (الذريعة: ج٢؛ ص ٢٢٣؛ رقم ٨٧٧)

---

[1] کتاب الوافی: (عربی): ۱/ ۵۱

[2] روضات الجنات: ۵/ ۹۳

۱۷۔ أعمال الأشهر الثلاثة: (الذريعة: ج۲؛ ص ۲۴۴؛ رقم ۹۶۸)

۱۸۔ الفت نامہ: (الذریعۃ: ج۲؛ ص ۲۹۳؛ رقم ۱۱۸۵)

۱۹۔ الأمالی: (الذریعۃ: ج۲؛ ص ۳۱۲؛ رقم ۱۲۴۶)

۲۰۔ الامکان والوجود: (الذریعۃ: ج۲؛ ص ۳۴۶؛ رقم ۱۳۹۷)

۲۱۔الانصاف: (الذریعۃ: ج۲؛ ص ۳۹۸؛ رقم ۱۵۹۵)

۲۲۔أنموذج أشعار أهل العرفان: (الذریعۃ: ج۲؛ ص ۴۰۳؛ رقم ۱۶۱۸)

۲۳۔أنوار الحکمۃ: (الذریعۃ: ج۲؛ ص ۴۲۵؛ رقم ۱۶۷۴)

۲۴۔ أهمّ مایعمل: (الذریعۃ: ج۲؛ ص ۴۸۴؛ رقم ۱۹۰۲)

۲۵۔ بشارة الشعیة (الذریعہ : ج ۲؛ ص ۱۱۵؛ رقم ۳۰۲)

۲۶۔ تحقیق معنی قابلیت :۔

۲۷۔ التذکرة (الذریعہ، ج ۴، ص ۲۵، رقم ۷۹)

۲۸۔ ترجمۃ التذکرة: ذکرہ فی ریحانۃ الأدب، ج ۳، ص ۲۴۲

۲۹۔ ترجمۃ الحج : (الذریعہ، ج ۴، ص ۹۶؛ رقم ۴۴۱)

۳۰۔ ترجمۃ خبر معلی بن خنیس

۳۱۔ ترجمۃ الزکاة: (الزریعہ، ج ۴؛ ص ۱۰۶؛ رقم ۴۹۵)

۳۲۔ ترجمۃ الشریعۃ: (الذریعۃ : ج ۴، ص ۱۰۹، رقم ۵۱۲)

۳۳۔ترجمۃ الصلوة: (الذریعۃ: ج ۴؛ ص ۱۱۴؛ رقم ۵۳۷

۳۴۔ ترجمۃ الصیام: (الذریعۃ: ج۴؛ ص ۱۱۴؛ رقم ۵۴۱)

۳۵۔ترجمۃ الطهارة: (الذریعہ: ج ۴ ؛ ص ۱۱۵؛ رقم ۵۴۵)

۳۶۔ ترجمۃ العقائد الدینیۃ: (الذریعۃ ج ۴، ص ۱۱۷؛ رقم ۵۶۰)

۳۷۔ تسنیم: (الذریعۃ: ج ۴، ص ۱۸۱؛ رقم ۹۰۲ وج ۱۹؛ ص ۱۴۳؛ رقم ۷۰۷)

۳۸۔تسهیل السبیل: (الذریعۃ : ج ۴، ص ۱۸۲؛ رقم ۹۱۰)

۳۹۔ تشریح العالم: (الذریعۃ: ج ۴، ص ۱۸۸؛ رقم ۹۴۱)

۴۰۔ التطهیر : (الذریعۃ: ج ۴؛ ص ۲۰۱؛ رقم ۱۰۰۱)

۴۱۔ تعلیقات النخبۃ الصغری:

۴۲۔ تقویم المحسنین: (الذریعۃ: ج ۴ ف ص ۴۰۳؛ رقم ۱۷۶۵)

۴۳۔ تنفیس الهموم: (الذریعۃ: ج ۴؛ ص ۴۵۹؛ رقم ۲۰۴۹)

۴۴۔تنویر المذاهب:(الذریعۃ: ج ۴؛ ص ۴۷۱؛ رقم ۲۰۹۱)

۴۵: التوحید : (الذریعۃ: ج ۴؛ ص ۴۸۱؛ رقم ۲۱۶۴)

۴۶۔ثمرۃ الشجرۃ الا لهیۃ: (الذریعۃ: ج ۱۳؛ ص ۲۹؛ رقم ۹۰)

۴۷۔ثناءالمعصومینؑ: (الذریعۃ : ج ۵؛ ف ص ۱۶؛ رقم ۶۹)

۴۸۔ الجبروالا ختیار: (الذریعۃ: ج ۵؛ ص ۸۲؛ رقم ۳۲۰)

۴۹۔ الجبرو التفویض: (الذریعۃ: ج ۵، ص ۸۲؛ رقم ۳۸۴)

۵۰۔ جهاز الأموات: (الذریعۃ: ج ۵۔ص؛ ۲۹۸؛ رقم ۱۴۰۲)

۵۱۔ جواب الأبهری۔ (الذریعۃ: ج ۵؛ ص ۱۷۲؛ رقم ۷۴۹)

۵۲۔ جواب بعض الأخوان: (الذریعۃ: ج ۵؛ ص ۱۷۸؛ رقم ۷۷۲)

۵۳۔جواب مسألۃ الوجود: (الذریعۃ: ج ۵، ص ۱۹۳؛ رقم ۸۸۶)

۵۴۔ جواب من سأل :

۵۵۔ جواب من سأل :

۵۶۔ جواب من سأل:

۵۷۔ حاشیہ علی رواشح الشماویۃ: (الذریعۃ : ج ۶، ص ۹۰، رقم ۴۶۸)

۵۸۔ الحقائق: (الذریعۃ: ج ۷؛ ص ۲۸؛ رقم ۱۴۱)

۵۹۔ الحق المبین: (الذریعۃ : ج ۷؛ ص ۳۸؛ رقم ۱۹۴)

۶۰۔ الخطب (الذریعۃ ج ۷، ص ۱۸۵؛ رقم : ۶۴۸)

۶۱۔ خلاصۃ الأذکار: (الذریعۃ: ج ۷، ص ۲۱۱؛ رقم ۱۰۳۲)

۶۲۔ دیوان شعرہ: (الذریعۃ : ج ۲، ص ۸۵۳؛ رقم: ۵۷۰۴)

۶۳۔ دھرآشوب: (الذریعۃ: ج ۸، ص ۳۸۲؛ رقم ۱۲۱۲ و ج ۱۹؛ ص ۱۸۱؛ رقم ۸۵۳

۶۴۔ ذریعۃ الضراعۃ: (الذریعۃ: ج ۱۰؛ ص ۳۰؛ رقم ۱۴۶)

۶۵۔ راہ صواب: (الذریعۃ: ج ۱۰؛ ص ۶۴؛ رقم ۶۹)

۶۶۔ رسالۃ فی التفقّہ فی الدین: (الذریعۃ : ج ۱۱؛ ص ۱۵۳ ؛ رقم ۹۶۷)

۶۷۔رسالۃ فی نفی التقلید۔

۶۸۔ الرفع والدفع: (الذریعۃ: ج ۱۱، ص ۲۴۵؛ رقم ۱۴۹۷)

۶۹۔ رفع الفتنۃ۔

۷۰۔ زاد الحاج۔

۷۱۔ زاد السالک أو زاد السالکین: (الذریعۃ : ج ۱۲؛ ص ۲؛ رقم ۱۲)

۷۲۔ زاد العقبی: (الذریعۃ: ج ۱۲؛ ص ۵؛ رقم ۲۶)

۷۳۔ النسخ الغیبی: (الذریعۃ: ج: ۱۲؛ ص ۱۲۴؛ رقم ۸۴۸)

۷۴۔ سراج السالکین: (الذریعۃ: ج ۱؛ ص ۱۵۷؛ رقم ۱۰۵۶)

۷۵۔ سفینۃ النجاۃ: (الذریعۃ ج ۱۲ ص ۲۰۲ رقم ۱۳۴۱)

۷۶۔ سلسبیل: (ج ۱۲؛ ص ۲۱۵؛ رقم ۱۴۱۵ و ج ۱۹ ص ۲۱۰ رقم ۹۴۲)

۷۷۔الشافی : (الذریعۃ: ج ۱۳؛ ص ۹؛ رقم ۲۰)

۷۸۔ شجرۃ الالھیۃ: (الذریعۃ: ج ۱۳؛ ص ۹؛ رقم ۲۰)

۷۹۔ شرائط الایمان: (الذریعۃ: ج ۱۳؛ ص ۴۴؛ رقم ۱۴۹)

۸۰۔ شراب طھور

۸۱۔ شرح الصحیفۃ: (الذریعۃ: ج ۱۳؛ ص ۳۵۷؛ رقم ۱۳۲۵)

۸۲۔ شرح الصدر: (الذریعۃ : ج ۱۳ ف ص ۳۵۹؛ رقم ۱۳۳۰)

۸۳۔ شوق الجمال : (الذریعۃ: ج ۱۴؛ ف ص ۲۴۷؛ رقم ۲۴۱۰)

۸۴۔ شوق العشق: (الذریعۃ: ج ۱۴؛ ص ۲۴۷؛ رقم ۲۴۱۱)

۸۵۔ شوق المھدی: (الذریعۃ: ج۱۴ ؛ ف ص ۲۴۷؛ رقم ۲۴۱۲)

۸۶۔ الشھاب الثاقب: (الذریعۃ: ج ۱۴؛ ص ۲۵۲؛ رقم ۲۴۳۶)

۸۷۔ الصافی: (الذریعۃ : ج ۱۵؛ ص ۵؛ رقم ۱۹)

۸۸۔ ضوابط الخمس: (الذریعۃ: ج ۱۵؛ ص۱۱۹؛ رقم۸۰۴)

۸۹۔ ضیاء القلب: (الذریعۃ: ج ۱۵؛ ص ۱۲۷ ؛ رقم ۸۵۴)

۹۰۔ علم الیقین : (الذریعۃ: ج ۱۵؛ ص ۳۲۶؛ رقم ۲۰۹۵)

۹۱۔ عین الیقین: (الذریعۃ: ج ۱۵؛ ص ۳۷۴؛ رقم ۲۳۵۷)

۹۲۔ غنیۃ الأنام: (الذریعۃ: ج ۱۶؛ ص ۶۵؛ رقم ۳۲۸)

۹۳۔ فھرست تصانیف الفیض: (الذریعۃ: ج ۱۶؛ ص ۳۷۹؛ رقم ۱۷۶۳)

۹۴۔فھرست العلوم : (الذریعۃ: ج ۱۶؛ ص ۳۸۵؛ رقم ۱۷۹۲)

۹۵۔ قرۃ العیون فی أعز الفنون: (الذریعۃ: ج ۱۷؛ ص ۷۵؛ رقم ۳۹۲)

۹۶۔ کلمات الرائقۃ: (الذریعۃ: ج۱۸؛ ص ۱۱۴؛ رقم ۹۶۴)

۹۷۔ کلمات السّریۃ: (الذریعۃ: ج ۱۸؛ ص ۱۱۵ ، رقم ۹۶۷)

۹۸۔ الکلمات المخزونۃ: (الذریعۃ: ج ۱۸؛ ص ۱۱۹؛ رقم ۹۸۴)

۹۹۔ الکلمات المضنونۃ: (الذریعۃ ج ۱۸، ص ۱۱۹؛ رقم ۹۸۵)

۱۰۰۔ الکلمات الطّریفۃ: (الذریعۃ: ج ۱۸ ؛ ص ۱۱۶؛ رقم ۹۷۰)

۱۰۱۔الکلمات المکنونۃ: (الذریعۃ ج ۱۸؛ ص ۱۲۰؛ رقم ۹۸۷)

۱۰۲۔ گلزار قدس: (الذریعۃ ، ج ۱۸، ص ۲۱۸، رقم ۸۷)

۱۰۳۔ الآلی: (الذریعۃ: ج ۱۸؛ ص ۲۵۶؛ رقم ۳)

۱۰۴۔اللّباب۔ أو۔ لباب الکلام: (الذریعۃ: ج ۱۸، ص ۲۷۸؛ رقم ۹۶)

۱۰۵۔ اللّبّ: (الذریعہ: ج ۱۸؛ ص ۲۸۱؛ رقم ۱۱۴)

۱۰۶۔ لب الحسنات: (الذریعہ : ج ۱۸؛ ص ۲۸۶؛ رقم ۱۳۰)

۱۰۷۔ متعلقات النخبۃالصغری: (الذریعۃ: ج ۲۰؛ ص ۱۳۶؛ رقم ۲۲۸۰)

۱۰۸۔ المحجۃ البیضاء: (الذریعۃ: ج ۲۰، ص ۱۴۵؛ رقم ۲۳۱۴)

۱۰۹۔ مختصر الأوراد

۱۱۰۔ مرآۃ الآخرۃ: (الذریعۃ: ج ۲۰ ص ۲۵۹ ف رقم ۳۸۶۹

۱۱۱۔ المشواق: (الذریعۃ : ج ۲۱؛ ص ۶۷؛ رقم ۳۹۸۷)

۱۱۲۔ المصفی: (الذریعۃ: ج ۲۱؛ ص ۱۳۰؛ رقم ۴۲۷۶)

۱۱۳۔ المعارف: (الذریعۃ: ج ۲۱؛ ص ۱۸۷؛ رقم ۴۵۴۱)

۱۱۴۔ معتصم الشیعۃ: (الذریعۃ : ج ۲۱؛ ص ۲۱۰؛ رقم ۴۶۵۴)

۱۱۵۔ معیار الساعات: (الذریعۃ ؛ ج ۲۱؛ ص ۲۷۸؛ رقم ۵۰۵۹)

۱۱۶۔ مفاتیح الخیرأو مفتاح الخیر: (الذریعۃ: ج ۲۱؛ ص ۳۰۲؛ رقم ۵۱۸۳)

۱۱۷۔مفاتیح الشرائع: (الذریعۃ: ج ۲۱؛ ص: ۳۰۳؛ رقم ۵۱۸۸)

۱۱۸۔ مکارم الأخلاق ومساویها۔

۱۱۹۔ مناجاۃ نامہ۔

۱۲۰۔منازل السالکین: (الذریعۃ ج ۲۲؛ ص۲۴۶؛ رقم ۶۸۹۷)

۱۲۱۔منتخب الأوراد: (الذریعۃ: ج ۲۲؛ ص ۳۸۶؛ رقم ۷۵۲۱)

۱۲۲۔ منتخب رسائل إخوان الصّفا: (الذریعۃ: ج ۲۲؛ ص ۴۰۶؛ رقم ۷۶۴۰)

۱۲۳۔ منتخب غزلیات شمسی۔

۱۲۴۔ منتخب غزلیات مثنوی۔ (الذریعۃ: ج ۳۳؛ ص ۴۱۸؛ رقم : ۷۶۸۷)

۱۲۵۔ منتخب فتوحات المکیۃ: (الذریعۃ: ج ۲۲؛ ص ۴۱۸؛ رقم ۷۶۸۸)

۱۲۶۔منتخب گلزار قدس: (الذریعۃ: ج ۲۲،ص ۴۲۶؛ رقم ۷۷۲۶)

۱۲۷۔منتخب مکاتیب: (الذریعۃ: ج ۲۲؛ ص ۴۳۸؛ رقم ۷۷۸۰)

۱۲۸۔ موجزۃ فی أحکام الشک والسھو۔

۱۲۹ ۔ منھاج النجاۃ۔

۱۳۰۔میزان القیامۃ: (الذریعۃ: ج ۲۳؛ ص: ۳۱۶؛ رقم ۹۱۳۷)

۱۳۱۔النخبۃ: (الذریعۃ: ج ۲۴؛ ص ۹۷۔ رقم ۵۰۱)

۱۳۲۔ النخبۃ الصغری: (الذریعۃ: ج ۲۴؛ ص ۹۶؛ رقم۴۹۶)

۱۳۳۔ النخبۃ الکبری: (الذریعۃ: ج ۲۴؛ ص ۹۸؛ رقم ۵۰۵

۱۳۴۔ ندبۃ العارف: (الذریعۃ: ج ۲۴؛ ص ۱۰۳؛ رقم ۵۳۸؛

۱۳۵۔ندبۃ المستغیث: (الذریعۃ: ج ۲۴؛ ص ۱۰۳؛ رقم ۵۳۹)

۱۳۶۔نقد الأصول الفقھیۃ: (الذریعۃ: ج ۲۴؛ ص ۲۸۳؛ رقم ۱۴۰۹)

۱۳۷۔ نوادر الأخبار: (الذریعۃ: ج ۲۴؛ ص ۳۸۴؛ رقم : ۱۸۷۲)

۱۳۸۔ الوافی (جو اس وقت آپ کے ہاتھ میں ہے)

۱۳۹۔ المقدمۃ: (الذریعۃ: ج ۲۵؛ ص ۱۳؛ رقم ۸۳)

۱۴۰۔ وسیلۃ الابتھال: (الزریعۃ: ج ۲۵؛ ص ۷۴؛ رقم ۴۰۴)

۱۴۱۔ وصف الخیل: (الذریعۃ: ج ۲۵؛ ص ۹۸؛ رقم ۵۴۴)

۱۴۲ ۔ ھدیۃ الأشراف: (الذریعۃ: ج ۲۵؛ ص ۲۰۵؛ رقم ۲۸۹)

فیض کاشانی کی وفات حسرت آیات:

علمی دنیا کا یہ سورج ۲۲ ربیع الثانی ۱۰۹۱ھ کو غروب ہو گیا اور آپ کو اپنی وفات سے پہلے خریدی گئی زمین میں دفن کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ حضرات محمد و آل محمدؐ کے وسیلے سے ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

پانچواں مقدمہ (مترجم) گزارش اور تشکر کے ضمن میں ہے۔

گزارش:

مترجم حقیر گزارش کرتا ہے کہ میں نے اپنی مکمل استطاعت صرف کی ہے کہ الوافی کے ترجمہ کو خوبصورت ترین اور سہل ترین بنایا جائے تا کہ عوام الناس کو پڑھنے اور سمجھنے میں مشکل پیش نہ آئے۔

نیز میں نے ہر ممکن کوشش کی ہے کہ ترجمہ میں کوئی غلطی اور کوتاہی نہ ہو۔ میں اس کوشش میں کس حد تک کامیاب ہو سکا ہوں یہ آپ کے اطمینان پر منحصر ہے اور یہ بھی معلوم رہے کہ میں ایک انسان ہوں لہذا غلطی کا ہونا ایک عام قانون ہے تو اگر کہیں لفظی غلطی نکل آئے یا ترجمہ میں کوئی کمی و بیشی رہ گئی ہو تو معاف کر دینے کے ساتھ آپ کی ذمہ داری بھی ہے کہ آپ مجھے یا ادارے کو اس کی نشاندہی کریں تا کہ دوسرے ایڈیشن میں اس کی تصحیح کی جا سکے۔ مجھے امید ہے کہ میری گزارش پر مثبت اظہار ہوگا اور سہواً کی گئی غلطی کی نشاندہی کر کے احسان عظیم کا موقع فراہم کیا جائے۔ اس سلسلے میں مترجم اپنے ساتھیوں سمیت احسان مند رہے گا۔

تشکر:

مترجم سب سے پہلے تو اللہ تعالی کا شکر گزار ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے مجھے اس کام کے لیے منتخب کیا اور پھر اسے مکمل کرنے کی ہمت بخشی اور پھر مترجم ان پاک و طاہر ہستیوں کا شکر گزار ہے کہ جن کی تائید و امداد ہر حال میں شامل حال رہتی ہے، کہ جن کی وجہ سے نظام چلتا رہتا ہے، کہ جن کی وجہ سے علوم کے باب کھلتے رہتے ہیں، کہ جن کی وجہ سے مشکلیں ٹلتی رہتی ہیں، کہ جن کی وجہ سے کامیابی ملتی رہتی ہے اور پھر مترجم اپنے والدین کا شکر گزار ہے کہ جن کی گود سے ہی علوم آل محمدؑ کی گھٹی نصیب ہوئی، کہ جن کی دعاؤں سے علمی سفر بغیر کسی رکاوٹ کے جاری رہتا ہے۔ پھر مترجم اپنے خاندان اور دوستوں کا شکر گزار ہے۔ کہ جو میرا حوصلہ بڑھاتے رہتے ہیں، مشکل میں ساتھ کھڑے ہوتے ہیں اور میرے حق میں دعائے خیر کرتے رہتے ہیں۔

والسلام:

ازقلم

آصف علی رضا ایڈووکیٹ ہائیکورٹ

مورخہ ۲۷ اکتوبر ۲۰۲۲ بوقت ۹:۳۰ بجے رات بمقام لاہور

مقدمات مؤلف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے معبود! ہم تیری حمد بجالاتے ہیں۔ اے وہ! جس نے ہمیں قرآن مجید وحدیث کے انوار اور فرائض وسنن کی معرفت کے ذریعہ ہدایت بخشی، ہمیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہلبیتؑ کی کشتی کے ذریعہ سے فتنوں کی موجوں سے نجات دی، ہمیں ان مخدرات عصمتؑ کے علم کے ذریعہ اجتہاد بالرائے اور گمان کے قول سے غنی کیا اور ہمیں تمام زمانوں اور عصروں میں لوگوں کی ذاتی آراء کی تقلید سے دور رکھ کر اہلبیتؑ کی پیروی سے راحت بخشی۔

اے معبود! تو ہمیں اپنی اطاعت کی طرف گامزن رکھ اور اپنی نافرمانی سے دور رکھ اور ہمارے لیے اپنی رضا کی تلاش تک پہنچنے کے لیے آسانیاں پیدا فرما، ہمارے لیے اپنی جنتوں کو حلال قرار دے، ہماری آنکھوں سے شکوک وشبہات کے بادلوں کو دور فرما، ہمارے دلوں کو شک وریب کی تاریکی اور حجاب سے کھول دے، ہمارے ضمائر سے باطل کو دور کر اور ہماری نیتوں میں حق کو ثابت فرما کیونکہ شکوک اور گمان فتنوں کو جنم دیتے ہیں، تو ہمیں اپنی نجات کی کشتی میں سوار کر، ہمیں اپنی مناجات کی لذت سے لطف اندوز کر، ہمیں اپنی محبت میں وارد فرما، ہمیں اپنی مودّت اور قرب کی مٹھاس چکھنے کا موقع فراہم کر، ہمارے کام کاج کو اپنے بارے میں قرار دے اور ہمیں اپنی اطاعت میں مصروف رکھ اور تو اپنے معاملات میں ہماری نیتوں کو خالص بنا کیونکہ ہم تیرے ساتھ ہیں اور تیری ملکیت ہیں۔ ہمارے لیے تجھ تک پہنچنے کا وسیلہ صرف اور صرف تیری سبحان ذات ہے، تو ہمیں ان راستوں پر چلا جو تجھ تک پہنچتے ہیں، ہماری دوری کو قربت میں بدل دے۔ ہماری مشکلات کو آسان کر اور تو ہمیں اپنے ان بندوں کے ساتھ ملحق کر دے جو تیری طرف آنے میں جلدی کرتے ہیں اور ہمیشہ تیرے دروازے کی طرف آتے ہیں اور دن اور رات میں صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور وہ تیری ہیبت سے خوف زدہ رہتے ہیں۔ وہ ایسے لوگ ہیں جن کو تو نے نعمتوں سے نوازہ ہے اور ان کو عطا کثیر کے شرف سے بخشا ہے اور اپنے فضل سے ان کا فیصلہ کیا۔ ان کے ضمائر تیری محبت سے بھرپور ہیں، تو نے ان کو اپنی مودّت کی شراب سے مستفیہ کیا پس وہ تیری مناجات کی لذت تک پہنچے اور انہوں نے تجھ سے ہی اپنے مقاصد کا حصول پایا۔

اے معبود! تو درود وسلام بھیج ان میں سے اس پر جس پر تیرے نصیب کی فراوانی ہے، جو تیرے نزدیک سب سے بلند مقام پر ہے، سب سے زیادہ تیری محبت پر گامزن ہے اور تیری معرفت کے لحاظ سے سب سے افضل ہے یعنی

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیز درود وسلام ہو آپؐ کے بھائی حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام پر، آپؐ کے دونوں فرزندان امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام پر اور امام حسین علیہ السلام کی نسل میں سے باقی نو (9) اماموں پر، جو اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے امام ہیں اور درود وسلام ہو اللہ تعالیٰ کے سارے انبیاء کرامؑ اور مصطفیٰ بندوں پر اور اے اللہ تعالیٰ! تو ہمیں اپنی نعمتوں کا شکر بجالانے والوں اور اپنی عظیم

نعمتوں کا ذکر کرنے والوں میں شمار فرما۔

امابعد!

خادم علوم الدین اور راصد اسرار آئمہ معصومین محمد بن مرتضیٰ جو محسن کے نام سے پکارا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے خیال کو بہتر بنائے کہتا ہے کہ اے میرے بھائیو! یہ کتاب علوم دین کے فنون پر مشتمل ہے جو ان تمام چیزوں پر حاوی ہیں جو قرآن مجید میں ہیں اور ان تمام احادیث پر یہ جو ہماری ان چار کتابوں میں ذکر ہوئی ہیں جن کو تمام زمانوں میں ماخذ کا درجہ دیا گیا ہے پس میری مراد الکافی، من لایحضرہ الفقیہ، تہذیب الاحکام اور استبصار'' ہے۔

مجھے اس کتاب کی تالیف کرنے کے بارے میں کہا گیا تو میں نے کتب اربعہ میں ان تمام چیزوں کو دیکھا جو کفایہ کی منزل تک نہیں پہنچی تھیں، ان اہم ترین اخبارات کو یکجا کیا جو ہدایت کے لیے وارد ہوئی ہیں، تمام اختلافی ابواب کو بطور عنوان جمع کیا، روایات کے مقام میں بیانات کا سلسلہ جاری کیا اور مکررات کی طوالت کو صرف نظر کیا۔

الکافی:

کتاب الکافی ان کتابوں سے اشرف، اوثق، مکمل اور جامع ہے اس میں باقی کتابوں کی نسبت اصول شامل ہیں اور یہ کتاب فضولیات سے خالی ہے مگر اس میں بہت سارے احکام نہ ہونے کے برابر ہیں اور اس کے ابواب بھی مکمل نہیں ہیں اور اس میں اہم ترین احادیث کے احکامات کو بہت کم ذکر کیا گیا ہے تا کہ ان کے درمیان ایک دوسرے کی نفی کی جائے اور اس میں منافی چیزیں ذکر نہیں ہوئیں اور پھر اس میں اہم ترین اور مشکل احادیث کی شرح بھی نہیں کی گئی اور یہ کتاب ایک اچھی ترتیب سے خالی ہے جو کہ بعض کتابوں، ابواب اور روایات میں دی گئی ہے۔ بعض احادیث تو بغیر ان کے ابواب اور عنوان کے وارد کی گئی ہیں۔

من لایحضرہ الفقیہ:

یہ کتاب بھی کتاب الکافی کی طرح ہے ان مباحث کے بارے میں مگر اس میں اصول کی بحث نہیں ہے اور اس میں اکثر ابواب اور فصول کو قاصر رکھا گیا ہے۔ بعض احادیث میں ان (یعنی شیخ صدوق) کے کلام کی مشابہت ہوگئی ہے اور کلام حدیث کے ذیل میں اس کے تمام کا سبب ہوا ہے اور بعض مرسل اور مہمل اسناد ہیں۔

تہذیب الاحکام:

یہ کتاب اگرچہ الاحکام میں جامع ہے اور تقریباً مکمل ہے مگر یہ بھی من لایحضرہ الفقیہ کی طرح ہے کہ اس میں اصول کی احادیث کو شامل نہیں کیا گیا لیکن اس میں تاویلات بعیدہ اور توفیقات غیر سدیدہ کو شامل کیا گیا ہے ان کی تفریق کی گئی ہے جن کو جمع کرنا مناسب تھا اور ان کو جمع کیا گیا ہے جن کی تفریق مناسب تھی اور اکثیر احادیث کو ان کے مقامات سے ہٹ کر درج کیا گیا

ہے اور اس میں مکررات بہت ہیں اور اس میں کم عنوانات کے ساتھ ساتھ ان کے ابواب کو طویل کیا گیا ہے۔

الاستبصار:

یہ کتاب تہذیب الاحکام کا ایک حصہ ہے اور اس کو اس سے منفرد کیا گیا ہے اور مختلف اخبار پر اکتفار کر کے ان میں قریب اور غریب کی بنیاد پر جمع کیا گیا ہے۔

بہر حال! پھر بھی ہمارے یہ تین مشائخ ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی سعی و کوشش کو قبول فرماتا، اگرچہ انہوں نے انتھک محنت سے اپنا کام انجام دیا اور احادیث کے نقل کرنے میں بڑی جستجو فرمائی مگر پھر بھی وہاں کتابوں میں ایک نظام تام قائم نہ کر سکے اور نہ ہی ان میں سے کوئی ایک (اصول واحکام) کی جمع آواری پر مکمل جمع آوری کر پایا اور نہ انہوں نے مبہات کی شرح کرنے میں کوئی تسلی بخش شرح کی، نہ انہوں نے مخفی چیزوں کو کھول کر بیان کیا اور نہ وہ ان کی گہرائیوں میں غوطہ زن ہوئے لیکن انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ جو کچھ انہوں نے احادیث کو جمع کرنے کا فریضہ انجام دیا اور جو کچھ انہوں نے چھوڑا وہ ایسا امر ہے جو غیر میسر ہے بلکہ ایسے معاملات ہیں جن تک طاقت بشری پہنچ نہیں سکتی۔ پس جو کچھ انہوں نے کیا وہ واجب و لازم تھا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے یہ سب کچھ ہم تک پہنچایا اور اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

میں نے کسی ایک کو بھی نہیں دیکھا جواب تک اس امر کی تتمیم کے درپے ہوا ہو اور نہ ہی اس لمبے عرصہ میں ہمارے مشائخ میں سے کوئی ایک اس کی طرف مائل ہوا ہو۔

اور میں نے اپنی قلیل البضاعۃ کا اعتراف کرتے ہوئے اس وادی میں سفر کرنے کا ارادہ کیا اور اس کے ساتھ ساتھ برادران نے بھی مجھے اس کی طرف متوجہ کیا اور انہوں نے مجھے اس کام پر گامزن کیا اور میں نے اس کی جمع آوری کا کام اپنے سپرد لیا۔

پس میں نے اللہ تعالیٰ کی مدد طلب کرتے ہوئے اس کام کو شروع کیا اور میں نے اس کو جمع کیا اور تدوین کی، اس کی تہذیب، ترتیب اور تفصیل کا آغاز کیا اور میں نے ان کتابوں کے علاوہ دیگر کتب واصول کی اہم ترین احادیث کی شرح کا ارادہ کیا اور ان کی تاویل کی تاکہ یہ ایک ایسا قانون بن سکے کہ جس کی طرف فرقہ ناجیہ امامیہ کے اہل معرفت وہدایت رجوع کریں اور یہ ایک ایسا دستور قرار پائے جس پر عترت نبویہ کے شیعہ عمل کر کے اپنی نجات کا سامان مہیا کریں اور وہ کسی دوسری کتاب کے محتاج نہ رہیں اور نہ ہی وہ مسائل اور احکام کے استنباط کے لیے فقر کا احساس کریں لہٰذا میں نے اس کا نام ''الوافی'' رکھا اس لیے کہ اس میں اہم ترین احادیث کی وضاحت اور مبہات کو کھول کھول کر بیان کیا اور ابتداء سے لے کر انتہاء تک اللہ تعالیٰ کی توفیق کا طالب رہا اور اس کے سبب وہ (اللہ) مجمع قیامت والے دن اجر عظیم عطا فرمائے۔

اور اب ہم آگے بڑھتے ہیں اور مقصود یہ ہے کہ تین مقدمات درج کریں جن کا پہلا تنبیہ میں ہے اُس شخص کے لیے جو

معرفت علومِ دین کے طریق سے غافل ہے یا شک میں ہے کیونکہ وہ لوگ اسے دُور سے دیکھتے ہیں اور ہم اسے قریب سے دیکھتے ہیں۔ اور دوسرے مقدمے میں ہم نے اسناد اخبار کی معرفت کی تقسیم ذکر کی ہے تاکہ مرید اُس سے اپنا حصّہ لے سکے اور تیسرے مقدمے میں ہم نے اصطلاحات اور قواعد کو بیان کیا ہے اور اسی کی تمہید پر ہم نے کتاب کو مختصر کیا ہے اور اسے تہذیب دی ہے اور ہر باب میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگی ہے کیونکہ وہی قریب مجیب ہے۔

المقدمہ الاول

علوم دینیہ کی روش پر تنبیہ میں ہے

تنبیہ:

علوم دینیہ کی دو قسمیں ہیں

پہلی قسم: جس کا قصد اور ارادہ ذات کے لیے ہو وہ اللہ اور اس کے ملائکہ اور کتب اور رسولوں اور قیامت کے دن کا علم ہے وہ یا تحقیقی ہے یا تقلیدی ہے۔

تحقیقی: ایک ایسا نور ہے کہ جو قلب میں ظاہر ہوتا ہے اور اس کو انشراح بخشتا ہے اور غیب کو ظاہر کرتا ہے اور سینے اور قلب کو وسعت دیتا ہے تکلیف کو متحمل کرنے اور اسرار کی محافظت کا مادہ دیتا ہے اس کی علامت غرور و تکبر کے عالم سے نکلنا اور ہمیشگی کے گھر کی طرف پلٹنا ہے اور موت کے لیے اس کے آنے سے پہلے آمادہ رہنا ہے ایسے علم کو علم "لدنی" کہا جاتا ہے خداوند متعال کے اس قول سے اخذ کرتے ہوئے کہ فرمایا:

وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا [1]

"ہم نے اس کو علم سکھایا اپنی لدن (علم لدنی) سے"

یہ تمام علوم سے افضل اور اعلیٰ علم ہے بلکہ یہ حقیقی علم ہے اس کے سواء جو بھی ہے وہ اضافی اور جہل ہے اور اسی علم کا حصول ہی ایجاد و خلقت کا مقصد ہے۔

تقلیدی: اس علم کے بعض مسائل، اپنی فہم اور حوصلے کی کمیت اور کیفیت کے حساب سے صاحب شرع سے حاصل کیئے جاتے ہیں پھر ان پر عقیدہ رکھا جاتا ہے

[1] سورہ کہف: ۶۵

دوسری قسم: قصد اور ارادہ عمل کے لیے ہوتا کہ اس کے وسیلے سے اس نور کے ساتھ توسل کیا جائے۔ یہ وہ علم ہے کہ جس کے ذریعے خدا کا قرب حاصل کیا جاتا ہے اور وہ چیز جس سے دور ہونا ہے دور رہا جاتا ہے جیسے جوارح اطاعت اور معاصی اور مکارم اخلاق وغیرہ۔ اور وہ صاحب شرع کی کلی طور پر تقلید ہے سوائے ان کے جن میں عقول کا اختلاف ہے اور یہ علم، علم تحقیقی اول سے مقدم ہے کیونکہ اس میں شرط ہے اور علم تحقیقی لدنی کی معرفت کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے حصول کے لیے قلب کو طاہر کرنا ہے اور باطن کو تخیلات کے رذائل سے پاک اور صاف کرنا ہے اور اس میں فضائل حائل کرنے ہیں شریعت کی پیروی اور تقویٰ کے ساتھ جیسا کہ خداوند متعال نے فرمایا:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ [1]

"اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اللہ تمہیں تعلیم دے گا"

إِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا [2]

"اگر تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو گے تو اللہ تمہارے لیے حق کو باطل سے پہچاننے کی بصیرت کو قرار دے گا"

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا [3]

"جو شخص ہماری راہ میں جہاد کرے گا ہم ضرور بہ ضرور اس کو اپنے راستوں کی طرف ہدایت کریں گے"

اور حدیث شریف نبوی ﷺ میں ہے کہ:

لَيْسَ الْعِلْمُ بِكَثْرَةِ التَّعَلُّمِ، إِنَّمَا هُوَ نُورٌ يَقْذِفُهُ اللهُ فِي قَلْبِ مَنْ يُرِيدُ اللهُ أَنْ يَهْدِيَهُ.

"زیادہ تعلم اور سیکھنے سے علم نہیں ملتا بتحقیق علم وہ نور ہے جو اللہ جس کی ہدایت کرنا چاہتا ہے اس کے قلب میں انڈیلتا ہے۔"

اور حدیث شریف میں ہے کہ:

مَنْ أَخْلَصَ لِلّٰهِ أَرْبَعِينَ صَبَاحًا ظَهَرَتْ يَنَابِيعُ الْحِكْمَةِ مِنْ قَلْبِهِ عَلَى لِسَانِهِ [4]

---

[1] البقرۃ: ۲۸۲

[2] الانفال: ۲۹

[3] العنکبوت: ۶۹

[4] اس مضمون کے قریب بحار الانوار ج ۶۷ ص ۲۴۲ و عیون اخبار الرضا: ج ۲ ص ۶۹ میں موجود ہے

''جو شخص اللہ کے لیے چالیس دن خالص ہو تو اس کے دل سے اس کی زبان پر حکمت کے چشمے ظاہر ہوتے ہیں۔''

دوسری حدیث شریف میں آیا ہے کہ:

''جو علم حاصل کرے اور اس پر عمل کرے تو خدا اُس کو اُس علم کا بھی وارث بنا دیتا ہے جو وہ نہیں جانتا''۔[1]

عمل کرنے والے شخص کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی چراغ لے کر تاریکی میں چلتا ہے جتنا چراغ کے ساتھ راستہ نورانی ہوگا وہ اتنا طے کرے گا اور اسی چراغ کی روشنی کی وجہ سے وہ مسافت طے کرتا جائے گا بس علم چراغ کی مانند ہے اور اس پر عمل راستے پر چلنے کی مانند ہے۔

اسی طرح حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے کہ:

''کوئی بھی ایسا بندہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ اس کے قلب کی دو آنکھیں ہیں جن دونوں کے ذریعے سے غیب کو درک کیا جاتا ہے بس جب اللہ ارادہ کرے جس بندے کی خیر کا تو وہ اس کے قلب کی دونوں آنکھوں کو کھول دیتا ہے پھر وہ دیکھتا ہے اس چیز کو جو اس کی نگاہ سے غائب ہو''

اہل بیت علیہم السلام کی روایات میں اس طرح کے کلمات کی بہت ساری مثالیں موجود ہیں جو شمار کرنے سے زیادہ ہیں خصوصاً امیر المومنین علیہ السلام کے کلام میں۔ انشاء اللہ اس کتاب میں ان میں سے بعض کو ہم عنقریب نقل کریں گے۔ اس علم کا مکنون رکھنا واجب ہے ہر جاہل بخیل اور اندھے سے اور اس سے جو اس کا اہل نہیں ہے کیونکہ ہر ایک ہر علم کو نہیں سمجھتا وگرنہ ہر حجام اور کپڑے اُننے والا سمجھتا ہر اس چیز کو جسے علماء سمجھتے ہیں علوم کے دقایق میں سے بس جیسے وہ لوگ اس علم کو نہیں سمجھتے اس طرح رسمی علماء بھی دین کے اسرار کو نہیں سمجھتے اور نہ ہی تحمل کرتے ہیں اور اگر اس میں دقت کرتے تو اس پر عمل کرتے اس لیے بعض اکابر اصحاب علم کو بعض سے چھپاتے تھے۔

امیر المومنین امام المتقین نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

''یہاں پر علم کا جم غفیر پایا جاتا ہے، اے کاش! میں ایسے لوگ پاتا جو اسے برداشت کرتے''

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا:

''اگر ابوذر جان لیتا کہ سلمان کے دل میں کیا ہے تو اسے قتل کر دیتا''

اور اس کے کفر والی روایت میں ہے کہ اس لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اخوت فرمائی ان دونوں کے درمیان۔ امام

[1] بحارالانوار: ۶۸ / ۳۶۲

سجاد علیہ السلام نے فرمایا: ''میں علم کے جواہر کو چھپاتا ہوں کہ کوئی نادان اور جاہل حق کو نہ دیکھے اور ہمیں فتنے میں نہ ڈال دے مجھ سے پہلے ابوالحسن علی علیہ السلام نے حسین علیہ السلام اور اس سے پہلے حسن علیہ السلام کو اس طرح وصیت کی تھی کتنے زیادہ علم کے جواہر ہیں کہ اگر ان کو ظاہر کروں تو مجھے کہا جائے گا کہ: تو بت پرستوں میں سے ہے اور صالح مرد میرے خون کو مباح اور حلال کر دیں اور اس بہت برے کام کو وہ اچھا سمجھیں گے۔''

امام باقر العلوم علیہ السلام نے فرمایا: جب سے خداوند متعال نے حضرت نوح علیہ السلام کو نبی مبعوث کیا ہے تب سے علم چھپا ہوا ہے۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: لوگوں کے ساتھ جوان کی معرفت ہے اس حساب سے میل جول کرو، اس چیز کے بارے میں جو وہ نہیں جانتے چھیڑ چھاڑ نہ کرو، ان کو اپنے آپ پر اور ہم پر نہ اکساؤ کیونکہ ہمارا امر مشکل ہے اور مشکل آور ہے اس کو برداشت نہیں کرتا سوائے ملک مقرب اور نبی مرسل اور اس مومن کے جس کے دل کا خدا نے ایمان کے لیے امتحان لیا ہوا اور یہ علوم کے اسرار جس طرح ہیں مطابقت نہیں رکھتے ظواہر شرع سے اس کے ساتھ جو جمہور نے سمجھا ہے۔ علم تقلیدی کی دونوں قسموں کی معرفت یعنی اعتقادی اور عملی کا طریقہ اہل بیت علیہم السلام کے آثار کی معرفت اور ان کے پہچوانے کے سواء کوئی اور نہیں، اور ان سے نقل شدہ اصول سے ان کی احادیث کی معرفت کے سوا نہیں کیونکہ بتحقیق وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلفاء ہیں اور وحی کے اترنے کا مقام ہیں اور علم کے خزانے ہیں۔ اور وہ علم میں راسخ ہیں اور وہی ایسے اہل الذکر ہیں کہ جن سے ہمیں سوال کرنے اور پوچھنے کا حکم دیا گیا ہے اور وہ اولی الامر ہیں جن کی اطاعت کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔

اور بتحقیق حقائق کی بلندی کو صعود ملتا ہے نبوت اور ولایت کے مقدم کرنے سے فتویٰ کے پرچم کے طبقات نورانی ہوتے ہیں ہدایت کے ذریعے اور دوسرے علماء اور حکماء نورانی ہوتے ہیں ان کے انوار سے بلکہ انبیاء اور اوصیاء عالم ارواح میں ان کے آثار کی اقتداء کرتے ہیں۔

پس کلیم نے اصطفائیت کا پیراہن پہنا جب اس کی وفا کا انہوں نے مشاہدہ کیا، روح قدس نے جنت اعلیٰ میں ان کے باغوں سے تازہ پھل چکھے اور وہ ہدایت کا مینار اور مضبوط رسی اور دنیاوالوں پر حجت، اور وحی اور تنزیل کے اسرار کے خزانے، علم کے جواہر اور تاویل کے معدن، اور حقائق پر امین، اور مخلوقات پر خلیفے اور کرم کی چابیاں اور امتوں کے چراغ ہیں کہ جن کو اللہ نے طاہر رکھا ہے رجس سے جیسے طاہر رکھنے کا حق ہے۔ اللہ کا درود ھوان پر اور کثیر تسلیم وسلام ہوں۔

ہم اللہ کی حمد کے ساتھ، ان کی احادیث کو جمع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں بلکہ اس کتاب میں ان میں سے جو ہمارے ہاتھ میں ہیں ان کو روشن کریں گے خدا کی توفیق اور اس کی تائید کے ساتھ۔ لیکن اہل اجتہاد اور جدل اور متکلمین کی روش کبھی بھی اعتقاد کے لیے ٹھیک نہیں اور بندوں کی عبادت کے لیے اساس اور بنیاد نہیں بلکہ یہ ان میں سے جو قلب کو قساوت دیتی ہے اور خداوند سبحانہ سے بہت دور کرتی ہے اور اس سے شک اور شبہات پرورش لیتے ہیں اور بڑھتے ہیں۔

بس انسان کے پاس کوئی چارہ نہیں سوائے اس کے کہ دو مردوں میں سے ہو: یا خود محقق اور صاحب کشف اور یقین ہو یا مقلد صاحب تصدیق اور تسلیم ہو لیکن تیسرا گروہ ہلاک کرنے والا ہے اور گمراہی کی طرف لے جانے والا ہے اور وہ ایک ایسا گروہ ہے جو حق کو باطل کے ساتھ ملا دیتا ہے اور کتاب اور سنت کو لیتا ہے اپنی رائے کے ساتھ اور کتاب اور سنت میں اپنے عقل کے ساتھ تصرف کرتا ہے جس طرح اس کی مذمت میں اہل بیت علیہم السلام سے روایات نقل ہوئی ہیں ہم عنقریب ان میں سے بعض کو بیان کریں گے اور آئمہ معصومین علیہم السلام نے فرمایا ہے: عالم بنو یا متعلم اس سے تیسرے گروہ میں نہ جانا، ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اسی طرح فرمایا: ہم علماء ہیں اور ہمارے شیعہ متعلم اور باقی لوگ خس و خاشاک ہیں۔

بتحقیق انہوں نے تکلم کی ترخیص اور اجازت دی ہے معاندوں اور دشمنوں کے شبہات کو دفع کرنے کے لیے اور منکروں کے رد کرنے کے لیے اور امام رضا علیہ السلام سے وارد ہوا ہے کہ: بتحقیق ان کا گناہ ان کے فائدے سے بڑا ہے، پہلے وہ جنہوں نے دین میں جدال کو ڈالا اور رائے کے ساتھ احکام کو استنباط کیا اور اس امت میں شکوک ڈالے وہ آئمہ ضلال تھے (خدا ان کو خوار و ذلیل کرے) پھر ان کی علماء عامہ نے پیروی کی، پھر ان کی روش پر چلے فرقہ ناجیہ کے کچھ متاخرین میں سے، غلطی اور جہالت کی وجہ سے ہم ان کا حقیقی قصہ آپ کو بتائیں گے۔

تنبیہ:

بتحقیق جب لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کے بعد فتنے میں پھنس گئے اور فتنے کی موجوں میں غرق ہوئے اور مشکلات کے طوفان میں ہلاک ہوئے تو ان میں سے بہت تھوڑے لوگ بچے جن کی اللہ نے حفاظت کی اور اپنے سفینہ، اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ ان کو نجات دی ثقلین کے ساتھ متمسک ہونے کے ذریعے ان کو بقا دی، نجات پانے والوں نے اپنے دین کو چھپایا اور اپنی شہ رگ کی حفاظت کی، ان کے ذریعے سے اللہ نے اس امت میں شریعت کی رمق باقی رکھی، ان کی نوع کے باقی رکھنے سے اللہ نے قیامت تک خاتم النبیین کی سنت کو باقی رکھا۔

پھر ایک ہادی امام کے بعد دوسرا ہادی امام مبعوث ہوا اس نے شیعوں کے درمیان پچھلے اختلاف کو ختم کیا، اس طرح ہمیشہ شیعہ میں سے ایک گروہ تھا جو فروع اور اصول میں اپنے آئمہ معصومین علیہم السلام سے ان کے امر سے احادیث کو حمل کرتا تھا، اور ان کی ترغیب کرتا تھا اور ان کو روایت کرتا تھا دوسروں کے لیے، اور وہ دوسرے پھر دوسروں کے لیے روایت کرتے تھے اسی طرح سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ ہم تک پہنچے اور ساری حمد اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔

اور وہ احادیث کو اپنے سینوں میں ثابت رکھتے تھے اور اپنی کتابوں میں لکھتے تھے اور جس طرح ان کو سنتے تھے اس طرح عنوان کے ساتھ لکھتے تھے اور جس طرح ان کو اپنی مسئولیت میں لیتے تھے اس طرح ان کی حفاظت کرتے تھے ان کی نقد اور تصحیح کر کے ان کو کمال تک پہنچاتے تھے، ان کے شک و شبہات کو رد کر کے ان میں سے صحیح کو قبول کرتے تھے اور حقیقت و صواب کو ظاہر

کرتے تھے اور سلیم احادیث کو سقیم سے اور غلط سے خارج کرتے تھے۔

حتیٰ کہ ان میں سے کسی نے دیکھا کہ جوان میں سے ہے جس کی وثاقت نہیں یا اس کی کتاب میں ثابت نہیں اس سے نقل کرنے کو حلال نہیں جانا مگر جو تضعیف سے ملا ہوا ہو اور متہم ہو تضعیف اور تبدیلی کا اس پر طعن ہو کہ جو کچھ روایت ہوئی اس نے روایت کی ہے اور ہر چیز جو حکایت ہوئی ہے اس نے لکھی ہے، ان سے روایت نہیں کی اور جیسے کہ وہ ڈرتا نہیں تھا اس شخص سے جو رجال کی کتب کی پیروی کرتا ہو اور ان کے احوال سے واقف ہو۔

اور وہ اس روایت پر اعتماد نہیں کرتے تھے جس کا نقل کرنے والا مطعون اور مجہول ہو اور اس کو جس کے ساتھ قرینہ نہ ہو جو اس کے مدلول کی صحت پر دلالت کرے، اور اس روایت کو خبر واحد کا نام دیتے تھے وہ روایت کہ جو علم اور یقین اور عمل کا موجب نہیں تھی اور وہ تفاصیل دینیہ میں سے کسی چیز پر عقیدہ نہیں رکھتے تھے اور عمل نہیں کرتے تھے احکام شریعہ میں سے کسی چیز پر سوائے ان نصوص کے جو انہوں نے آئمہ معصومین علیہم السلام سے سنے ہوں پھر وہ ایک ثقہ واسطے کے ساتھ یا زیادہ ثقات کے واسطوں کے ساتھ اپنے سادات اماموں کی طرف سے اس پر مامور تھے، شبہات کی تاویل کے ذریعے ان میں سے کسی سے بھی استناد نہیں کرتے تھے اپنی رائے کے خارج کرنے کے لیے، اور ظن اور گمان کے حاصل کرنے کے لیے مخترع اصول کی مدد سے جس کو انہوں نے اجتہاد کا نام دیا ہے اور نہ ہی لوگوں کی آراء کے ساتھ استناد کرتے تھے جس کو وہ اجماع کا نام دیتے ہیں جیسا کہ ان کو عامہ کے تمام علماء انجام دیتے ہیں۔

اور ان کو منع کیا گیا تھا ان تمام چیزوں سے اپنے آئمہ معصومین علیہم السلام کی طرف سے اور آیات صریحہ اور روایات صحیحہ کے ذریعے سے صاحب شرع کی طرف سے اور ان سب چیزوں سے ان کا منع کیا جانا معروف اور مشہور تھا یہاں تک کہ ان کے مخالفوں نے اس کو بیان کیا ہے اور جیسے اس کی دونوں گروہوں فریقین نے تصریح کی ہے۔ پھر یہ ہوا کہ جب آئمہ معصومین علیہم السلام کے ظاہر رہنے کی مدت تمام ہوئی اور ان کے اور شیعوں کے درمیان سے سفراء منقطع ہوئے اور غیبت طولانی ہوئی اور جدائی نے شدت اختیار کی اور باطل کی حکومت پھیل گئی اور شیعہ اپنے مخالفوں کے ساتھ مخلوط ہو گئے اور ان کے سن کے چھوٹے ہونے سے ان کی کتابیں تالیف ہوئیں جب کہ ان کی تعلیم مدرسوں اور مسجدوں میں متعارف تھی کیونکہ بادشاہ اور دولت مدار لوگ ان میں سے تھے اور لوگ ہمیشہ اپنے بادشاہوں اور ارباب دولت کے ساتھ ہوتے ہیں اور پھر ان کی معاشرت ہوئی ان کے ساتھ علوم دینی کے مدارس میں اور انہوں نے ان کی کتابوں کا مطالعہ کیا جو انہوں نے اصول فقہ میں لکھی تھیں جن کو تدوین کیا تھا اپنے اجتہاد کے آسان ہونے کے لیے جس پر ان کے احکام کا دارو مدار تھا پھر انہوں نے بعض کو نیک شمار کیا اور بعض کو بیکار پھر ان کی اُن کتب کو نقض و نقد کرنے کی خاطر انہوں نے بھی اس علم میں تصنیف ادا کی اور بات کرنے لگے ان چیزوں میں جن میں عامہ بات کرتے تھے ایسی چیزیں جن کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ معصومین علیہم السلام نہیں لائے اور اس کے ذریعے مسائل کو زیادہ کیا اور لوگوں پر دلائل کی روش کو مشتبہ کر

دیا اور عامہ احکام اور مسائل میں خدا کی طرف سے زیادہ اپنی آراء اور عقول کی بنیاد پر بات کرتے تھے اور ان کے احکام اللہ کے احکام کے ساتھ مشتبہ ہو گئے اور وہ قانع نہ ہوئے اس چیز کے چھپانے اور مبہم رکھنے پر جس کو اللہ نے مبہم رکھا ہے اور اس چیز کے چپ رہنے پر جس سے اللہ نے سکوت کا حکم دیا ہے بلکہ وہ تو اللہ کے ساتھ شریک بن بیٹھے اور اس کے حکم کی طرح حکم دیا نتیجے میں تمام احکام ان پر مشتبہ ہو گئے لیکن حکم سارا خدا کا ہے اور اس کی طرف پلٹتا ہے اور جو انہوں نے کیا عنقریب خدا انہیں اس کی جزا دے گا۔اس کے بعد ہمارے شیعوں نے جو تصانیف لکھی تھیں ان کے اصول کے نقش میں وہ زیادہ ہوئیں اور تکلم کرنے لگے اصول فقہ میں اور اس کے فروع میں عامہ کی اصطلاحات کے ساتھ تو دونوں گروہوں کا اصول مشتبہ ہوا اور بعض کی بعض پر اصطلاحیں مشتبہ ہوئیں یہاں تک کہ امر ان میں سے طائفہ پر مشتبہ ہو گیا یہاں تک کہ انہوں نے اجتہاد اور رائے کے ساتھ حکم دینے کے جواز کا گمان کیا اور پھر اس کے قواعد اور ضوابط وضع کر بیٹھے متشابہات کی تاویل کے لیے رائے اور اتفاق آراء کو اخذ کیا اور ان کے پاس اس چیز کی تائید ہوئی کچھ امور کے ذریعے:

پہلا: وہ آیات اور روایات جن کے ظواہر میں اختلاف کو روایت کیا ہے جو مطابق نہیں سوائے ان کی بعض کی تاویل کے ساتھ جو کہ پلٹتا ہے بعض کی طرف اور یہ اس اجتہاد کی ایک نوع ہے جس میں اصول اور ضوابط کو وضع کرنے کے محتاج ہیں۔

دوسرا: زیادہ واقعات ایسے نقل کیے ہیں جن کی نص ہی نہیں خصوصاً ان کے احکام کی معرفت کی طرف نیازمندی اور احتیاج کے ساتھ

تیسرا: بعض احکام میں اشتباہ کو روایت کیا ہے اور وہ جن میں ابہام ہے اور وہ ابہام ختم نہیں ہوتا سوائے ظن کے حصول کے اس میں ترجیح کے ساتھ اور وہ عین اجتہاد ہے۔

وہ آیات اور روایات جو اجتہاد کی اور رائے پر عمل کرنے کی ممانعت میں وارد ہوئی تھیں ان کی تاویل کی قیاس اور استحسان وغیرہ کے ساتھ جو اس اصول میں سے ہے جس کے ساتھ عامہ ساتھ مخصوص ہیں اور ان روایات اور آیات کی تاویل کی جو متشابہات کی تاویل کی نہی میں وارد ہوئی تھیں اور اصول دین کے ساتھ ظن کی پیروی کی ممانعت میں وارد ہوئی تھیں اور ان روایات اور آیات کی تاویل کی جو اتفاق آراء کے لینے کی مذمت میں وارد ہوئی تھیں خصوصاً وہ آراء جو معصومؑ کے قول سے خالی ہوں۔یہ اس لیے ہوا کہ ان کے لیے یہ ثابت نہیں ہوا کہ بتحقیق زمانہ امام معصوم علیہ السلام سے خالی نہیں ہوتا۔

اور یہ سب ان کے درمیان مسائل میں اختلافات کا سبب بنا اور انہوں نے اس کو رات دن اور زیادہ کیا اور پھر اس کا دائرہ کھینچا اور وسیع تر کیا یہاں تک کہ بات یہاں پہنچی کہ آپ نے دیکھا کہ انہوں نے ایک مسئلے میں بیس یا تیس یا اس سے بھی زیادہ اقوال کے ساتھ اختلاف کیا بلکہ اگر کہوں کہ: کوئی فرعی ایسا مسئلہ نہ رہا جس میں انہوں نے اختلاف نہ کیا ہو یا مسئلے کے بعض

متعلقات میں۔

یہ اس لیے ہے کہ بتحقیق آراء موافق نہیں ہوئے اور ظنون بہت کم ایک دوسرے کے مطابق ہوتے ہیں اور افہام ایک دوسرے کے مخالف ہوئے اور اجتہاد ایک دوسرے کے برعکس ہوئے اور اجتہاد تشکیک کو قبول کرتا ہے، سستی اور نا توانی اس کی طرف جاتی ہے اور جو قوم ان میں سے نہیں اس کے ساتھ شباہت ہوجاتی ہے اور وہ جو ان سے دور رہو داخل کرتا ہے اپنے آپ کو ان قوم والوں کے درمیان اور ان کی آراء کے گروہ میں مقلد ہمیشہ اندھے رہتے ہیں اور ان کے اقاویل کی موجوں میں غرق ہوجاتے ہیں

تنبیہ:

اے کاش میں جانتا کہ کس طرح ان کے ضمائر سے ان مشکلات کی گرہ کو کھولا جاتا یا جانتا کہ کس طرح ان کے اندر سے ان شبہات کا قلعہ قمع کیا جاتا، کیا انہوں نے حدیث تثلیث کو جو عامہ اور خاصہ میں مشہور، مستفیض اور متفق علیہ ہے، نہیں سنا بعض احکام میں ابہام کے اثبات کے لیے؟

بتحقیق امور تین ہیں: ایک وہ جس کی ہدایت روشن اور واضح ہے، دوسرا وہ جس کی گمراہی واضح ہے اور تیسرا وہ جو امر مشکل ہے جس کا حکم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف پلٹانا چاہیے کیوں کہ انہوں نے جائز قرار نہیں دیا بعض احکام کے ابہام میں حکما اور مصالح کو اس کے باوجود کہ وہ حکم ان میں سے تھا جن کے پہچانے جانے کا امکان ہے اور شاید ان میں سے اکثر وہ ہیں جو پہچانے نہیں جاسکتے کیونکہ بتحقیق اجتہاد شبہات میں پڑنے کے بعد ان سے بے پرواہ نہیں کرسکتا اگر ان پر شبہات زیادہ نہ ہوں بلکہ زیادہ ہوں گے اور زیادہ ہوں گے، کیا یہ گمان کرتے ہیں کہ اپنے اجتہاد کے ساتھ ان سے نجات پا جائیں گے؟

ہر گز نہیں، بلکہ شبہات احکام میں اور زیادہ ہوں گے۔ انہوں نے گمان کیا کہ بتحقیق وہ تثنی کے زعم و گمان سے ہدایت پائیں گے ہر گز نہیں بلکہ تثلیث باقی رہتی ہے اور نہیں بچ سکتے ان سے کیا خداوند متعال کے قول میں تدبر نہیں کیا کہ اللہ نے فرمایا:

''وہ لوگ جن کے دل میں انحراف ہے وہ فتنے جوئی یا اپنی دلخواہ تاویل کے لیے متشابہ آیات کی پیروی کرتے ہیں اور ان کی تاویل سوائے خدا اور راسخون فی العلم کے کوئی نہیں جانتا لیکن ان کے کان بہرے ہوئے ہیں کہ راسخون فی العلم سے مراد آئمہ علیہم السلام ہیں، نہیں، وہ ان معصوم احادیث سے جو روایات میں تعارض کے وقت ترجیح کی کیفیت کو بیان کرتی ہیں، غافل ہیں اور ان کے جاری نہ کرنے کے وقت تخییر کو ثابت کرتی ہیں، سے غافل ہیں اور بتحقیق شان یہ ہے کہ اوثق روایت کو لیا جاتا ہے اور اس کو جو قرآن کے ساتھ موافقت رکھتی ہو یا مخالفین کی آراء سے بعید اور دور رہو پھر وہی تخییر تسلیم مطلق کی بنا پر ہے، کیا ان تک یا آپ تک نہیں پہنچا کہ کون سی روایت کو آپ نے لینا ہے باب تسلیم سے یعنی اطاعت کی بنا پر نہ کہ اجتہاد کی بنا پر؟

یا ان پر مخفی رہا ہے کہ معصوم علیہ السلام کا قول ہے بتحقیق ان سے سنی ہوئی حدیث کو پہچانا جائے ان کے حضور میں اور جو ثقات

کے پاس محفوظ ہو یا ثبت ہوا امام معصوم کی غیبت میں ان کے دفاتر میں ان کے اور اس قول کے ساتھ ان کو موافق یا مخالف رائے کے ملانے کی دخالت نہیں کرتی۔

جی ہاں! کبھی حدیث طائفہ حقہ کی نقل پر ان کے ساتھ متفق ہوتی ہے یا اس کے مضمون پر عمل کیا گیا ہے اس حساب سے کہ وہ ان سے مشہور ہے یا ان کے درمیان مشہور ہے ایسی حدیث کو ''مجمع علیہ'' کہا جاتا ہے، جس طرح حدیث معصومؑ میں وارد ہوا ہے:

ابوعبداللہ امام صادق علیہ السلام کے کلام میں متعارض روایات کے درمیان ترجیح کی حدیث میں کہ ''وہ حدیث لو جو تمہارے اصحاب کے درمیان مجمع علیہ ہے بتحقیق مجمع علیہ میں کوئی شک اور ریب نہیں ہے''

اور یہ ہے قدماء شیعہ کے پاس صحیح اجماع کے معنی، جو کہ مشتمل ہے معصوم کے قول پر، نہ کہ وہ اجماع جو اس کا غیر بس اگر وہ متشابہ کو، اس میں تصرف کیے بغیر اپنے حال پر چھوڑ دیتے اور ساکت رہتے اس سے جس سے اللہ نے ان کو ساکت کیا ہے اور اس سے مبہم رہتے جس کو اللہ نے ابہام میں رکھا ہے اور احکام ثلاثہ کو اپنے حال پر چھوڑتے اور متشابہ میں احتیاط کرتے اور اس کا علم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف پلٹاتے اور تعارض میں تخییر کے قائل رہتے اور متناقض روایات کو وسعت دیتے، بیان کرتے جس طرح یہ تمام نصوص میں وارد ہوا ہے اہل خصوص سے تو ان کے اقوال ایک ہوتے اور ان کے کلمات اور مقالے متفق ہوتے اور یہ ایک دوسرے کے ساتھ متفق فقیہ ہوتے اور اپنے اماموں کی احادیث کو نقل کرنے والے ہوتے، دشمنوں اور مخالفوں کے مخالف ہوتے اور نصوص سے ناتواں رہتے اور جب بھی ان میں سے کوئی ظاہر ہوتا تو وہ اپنے مخالفوں کی مخالفت کو ادا نہ دیتا نہیں بلکہ جب بھی ان میں سے کوئی امت میں داخل ہوتا تو اپنے بھائی پر طعن کرتا اور ان میں سے ہر ایک قرآن اور حدیث کے ساتھ کلام کرتا اور آراء سے خالی ہوتا اور جس بات کی انہیں نصیحت کی جارہی ہے اگر یہ لوگ اس پر عمل کر لیتے تو ان کے حق میں کہیں بہتر ہوتا اور ان میں خوب ثابت قدمی پیدا کر دیتا۔

اے کاش! وہ ایسی چیز کے حامل نہ ہوتے جو ان کو اس راستے کو ترک کرواتی جس کی طرف آئمہ ہدیٰ نے ان کو ہدایت کی ہے اور مختلف راستے اخذ کرتے اور آراء اور ہوی کی پیروی کرتے جو ہر ایک ایک الگ راستے کی طرف بلائے ایک کو دوسرے سے جدا کرے پھر وہ جو اپنے مقلدوں کو اپنی تقلید کی طرف لے گئے ان کی آراء میں آئمہ معصومین علیہم السلام کی تقلید بغیر طریقہ مثلی پر، یہ نہیں ہے مگر ناقص اور جائز سنت کے، اللہ نے ایک آدمی کی مثال بیان کی جس میں ایک دوسرے سے جھگڑنے والے کئی شریک ہیں اور ایک اور آدمی کی جو سالم ایک ہی آدمی کا ہے، کیا دونوں مثال میں برابر ہیں؟ سب تعریف اللہ کے لیے ہے، بلکہ ان کے اکثر نہیں جانتے، ہم نے کلام کا حق ادا کیا ہے ان کلمات کی تحقیق میں اور آیات اور روایات کے ساتھ نقل کر کے اپنی کتاب سفینۃ النجاۃ میں اور اصول الاصلیہ میں اور دوسری مصنفات میں اور تمام حمد فقط اللہ کے لیے ہے۔

المقدمہ الثانیہ

اسانید کی معرفت کی توقیف میں

توقیف:

کبھی بعض رواۃ کے مشترک اسم سے نام لیے جاتے ہیں جو بعض لوگوں پر اشتباہ کا سبب ہوتے ہیں لیکن زیادہ مشق اور تمرین اکثر لوگوں پر حال کی حقیقت کو ظاہر کرتی ہے:

ان میں سے محمد ابن اسماعیل ہے کہ جس کو ذکر کیا گیا ہے کتاب الکافی شریف کی اس سند کی ابتدا میں جس کو روایت کیا ہے فضل ابن شاذان نیشا بوری سے اور وہ محمد ابن اسماعیل النیشابوری ہے یہ وہ ہیں جن سے ابو عمرو الکشی نے روایت کی ہے اور اسی طرح فضل ابن شاذان سے اور اسی کے نام سے سند کی ابتدا کی ہے اور وہ ابوالحسن المتکلم الفاضل المتقدم البارع المحدث فضل ابن شاذان کا شاگرد ہے، اس کے ساتھ مخصوص ہے اور اس کو "بندفر" کہا جاتا تھا اور اس کے محمد ابن اسماعیل بن بزیع ہونے کا وہم کیا گیا ہے یا محمد بن اسماعیل البرمکی صاحب صومعہ کا وہم کیا گیا ہے جو کہ جدی طور پر بعید ہے، ان میں سے عباس ہے جس سے محمد بن علی ابن محبوب نے روایت نقل کی ہے کہ یہ نام اکثر بغیر کسی قید کے، مطلق کسی فصل کے لیے واقع ہوا ہے اور ان میں سے حماد ہے جس سے حسین بن سعید نے روایت کی ہے بس بتحقیق یہ ابن عیسی ثقہ، جہنی ہیں کہ جس نے غالباً حریز سے روایت کی ہے اور یہ حریز ابن عبد اللہ السجستانی ہیں اور ان میں سے "العلاء" ہیں کہ جنہوں نے محمد ابن مسلم سے روایت کی ہے اور کبھی کہا جاتا ہے کہ "العلاء" نے محمد سے ابن مسلم کی قید کے بغیر اور مراد ابن رزین الثقہ ہیں اور وہ محمد ہیں کہ جس سے روایت نقل کی ہے وہ ابن مسلم ہیں۔ اور ان میں سے محمد بن یحییٰ ہیں، یہ جماعت کے درمیان مشترک ہیں۔ ان میں سے عطار القمی ہیں ابی جعفر کلینی کے شیخ، یہ وہ ہیں جس کا مطلق نام شیخ کلینی نے سند میں ذکر کیا، اس سے یہی مراد ہے اور ان میں سے "خزاز" ہیں جو غیاث ابن ابراہیم سے زیادہ روایت کرتے تھے اور ان سے برقی نے روایت کی ہے اور ان میں سے الخثعمی الکوفی ہیں جس سے ابن سماعہ اور ابن ابی عمیر نے روایت کی ہے اور ان دونوں نے امام صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے اور یہ تینوں ثقات ہیں اور ان کو طبقات میں جدا کیا گیا ہے۔

اور ان میں سے محمد بن قیس ہیں، جو کہ چار افراد میں مشترک ہے ان میں سے دو ثقہ ہیں جو کہ اسدی ابو نصر اور البجلی ابو عبد اللہ ہیں، جن دونوں نے امام باقر اور امام صادق علیہما السلام سے روایت کی ہے اور تیسرا ممدوح ہے بغیر توثیق کے اور وہ اسدی مولی بنی نصر ہے اور علماء نے اس کو ذکر نہیں کیا جس سے روایت کی ہے اور چوتھا ضعیف ہے اور وہ ابو احمد ہے جس نے فقط امام باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے اور امام صادق علیہ السلام سے روایت کرنے والا یقیناً غیر ضعیف ہے۔ اس کے ثقہ ہونے کا احتمال اس کے ممدوح

ہونے کے احتمال سے اقرب ہے اور وہ جس کے لیے کتاب امیر المومنین علیہ السلام کے قضایا ہے، جس کو روایت کیا ہے ابوجعفر علیہ السلام سے اور اس سے روایت کیا ہے عاصم بن حمید الحناط نے اور یوسف بن عقیل بجلی الثقہ ہے اس بنا پر جو ابوجعفر الطوسی نے اپنی فہرست اور رجال میں کہا ہے لیکن نجاشی نے کتاب کو اسدی الثقہ کی طرف نسبت دی ہے اور اس میں امر سہل ہے اور ان میں سے احمد بن محمد ہے اور یہ مشترک ہے جماعت کے درمیان، تیس تک اس کو بڑھایا ہے لیکن اکثر نے اطلاق کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

اور اسانید میں چار ثقات کے تکرار کے ساتھ: ابن الولید القمی، اور ابن عیسی الاشعری اور ابن خالد البرقی اور ابن ابی نصر البزنطی پہلے کو ذکر کیا ہے سند کی ابتدا میں اور دونوں وسط والوں کو سند کے وسط میں اور آخری کو سند کے آخر میں ذکر کیا ہے اور غالبا اشتباہ واقع ہوا ہے دونوں وسط والوں میں لیکن اس اعتبار سے کہ دونوں ثقہ ہیں تو ان دونوں کے مشخص کرنے کے لیے بحث کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے لیکن باقی اکثر و غالباً ذکر کرتے ہیں ایک قید کے ساتھ جو ان کو جدا کرتی ہے۔ اور نظر کرنا اس میں کہ ان سے کس نے روایت کی ہے اور کس سے انہوں نے روایت کی ہے اکثر تو ممارست اور تمرین ان کے حال کو ظاہر کرتی ہے۔

اور ان میں سے ہے ابن سنان اس کو کسی فصل ممیز کے بغیر ذکر کیا گیا ہے یہ جانتے ہوئے کہ یہ عبداللہ الثقہ یا محمد الضعیف ہے اور ممکن ہے کہ کچھ وجوہ کی بنا پر ان کا عبداللہ ہونا بیان کیا جائے، ایک یہ کہ امام صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے بغیر کسی واسطے کے اور بتحقیق محمد اس سے روایت کرتا ہے واسطے کے ساتھ، دوسری وجہ یہ کہ اس نے امام علیہ السلام سے روایت کی ہے عمر بن یزید یا ابی حمزہ یا حفص الاعور کے واسطے سے اور بتحقیق محمد نے روایت نہیں کی انؑ سے ان میں سے بعض کے واسطے سے اور تیسری یہ کہ ابن سنان سے روایت کی ہے النضر بن سوید نے یا عبداللہ بن المغیرۃ یا عبدالرحمن ابن ابی نجران یا احمد ابن محمد بن ابی نصر یا فضالہ یا عبد اللہ بن جبلہ نے جو کہ عبداللہ ہے نہ کہ محمد اور ابن سنان جس سے روایت کی ہے ایوب بن نوح یا موسیٰ بن القاسم یا احمد ابن محمد بن عیسیٰ یا علی بن الحکم نے جو کہ محمد ہے نہ کہ عبداللہ اور کبھی کبھی علماء رجال کا کلام مختلف ہوتا ہے ایک رجل کے ترجمے میں جس کے سبب سے اشتراک کا گمان ہوتا ہے جس طرح گمان کیا الحسن بن داؤد نے محمد بن الحسن الصفار میں اور علامہ حلی نے علی بن الحکم میں اور کبھی رجال مختلف ہوتے ہیں اور وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ ایک ہی ہے جس طرح یہ گمان کیا ہے علامہ نے اسحاق بن عمار میں جو کہ مشترک ہے دو افراد میں: ان میں سے ایک ہمارے اصحاب میں سے ہے جو کہ ابن عمار بن حیان الکوفی ابو یعقوب الصیرفی ہے اور دوسرا فطحی ہے جو کہ ابن عمار بن موسیٰ الساباطی ہے۔ جس طرح ان چیزوں میں غور و فکر کرنے والے پر ظاہر ہوتا ہے اور جو زیادہ بصیرت چاہتا ہے اس کے لیے غور و فکر کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔

توقیف:

ہمارے متاخر فقہاء نے حدیث کی تقسیم اور تنویع میں اصطلاح بیان کی ہے: صحیح، اور حسن اور موثق میں بس اگر جس حدیث کے روات کا تمام سند کا سلسلہ امامی توثیق کے ساتھ ممدوح ہو تو اس حدیث کو صحیح کہتے ہیں یا امامی ہوں اور توثیق کے ساتھ

ممدوح نہ ہوں، پھر کلی طور پر یا بعض باقی توثیق کے ساتھ تو اس حدیث کو حسن کہتے ہیں یا جس حدیث کے سب راوی یا بعض غیر امامی ہوں اور کامل توثیق کے ساتھ ہوں تو اس حدیث کو کہتے ہیں موثق اور مکتب تشیع میں پہلا شخص جس نے یہ اصطلاح شروع کی اور اس مسلک کے ساتھ منسلک ہوئے وہ علامہ حلی رحمہ اللہ ہیں اور یہ اصطلاح ہمارے قدماء علماء قدس اللہ ارواحہم کے درمیان معروف نہیں تھی جس طرح یہ ظاہر اس کے لیے جو ان کی کلام کو پڑھتا ہے، بلکہ ان کے درمیان فقط صحیح کی اصطلاح متعارف تھی ہر حدیث پر جو اس سے لی گئی ہو جس پر اعتماد ہو اور جو ملا ہوا ہو اس سے کہ اس سے اس کی وثاقت ہوتی ہو جیسے اس کا موجود ہونا اصول اربعہ ماۃ میں، زیادہ اصول میں جو ان کے درمیان مشہور اور متداول تھے جن کو وہ نقل کرتے تھے اپنے مشائخ اور استادوں سے اور ان کے طرق متصل تھے اصحاب عصمت علیہم السلام کے ساتھ اور جیسے اس کا مکرر آنا ایک اصل میں یا دو اصول میں یا اس سے بڑھ کر مختلف طرق اور مختلف معتبر اسانید کے ساتھ اور جیسے اس کا موجود ہونا ایک ایسے اصل میں جو مشہور رہا ہو اور وہ منسوب ہو ایک ایسی جماعت کے ساتھ جنہوں نے اپنی تصدیق کے ساتھ اس اصل کو جمع کیا ہو جیسے زرارہ اور محمد ابن مسلم اور فضیل بن یسار یا اس تصحیح پر جس کو ان سے کسی نے تصحیح کیا ہو جیسے صفوان بن یحییٰ اور یونس ابن عبدالرحمن اور محمد بن ابی نصر یا ان کی روایات پر عمل ہوا ہو جیسے عمار الساباطی یا اس جیسے اور جیسے ان کے کسی ایک کتاب میں مندرج کرنے سے جو کتاب آئمہ معصومین علیہم السلام میں سے کسی کی بارگاہ میں پیش کی گئی ہو اور اس امام علیہ السلام نے اس کے مولف کی ثنا کی ہو جیسے عبیداللہ الحلبی کی کتاب جو امام صادق علیہ السلام کی بارگاہ میں پیش کی گئی۔ یا یونس ابن عبدالرحمن اور فضل ابن شاذان کی دو کتابیں جو امام حسن الزکی العسکری علیہ السلام کی بارگاہ میں پیش کی گئیں اور جیسے کسی ایسی ایک کتاب سے روایت کو اخذ کرنا جو ان کے درمیان اور ان سے پہلے والوں کے درمیان وثوق کے ساتھ شائع ہو اور اس کتاب پر اعتماد کرتے ہوں پھر چاہے اس کا مولف امامی ہو جیسے کتاب ''الصلاۃ'' حریز بن عبداللہ السجستانی کی اور بنی سعد اور علی بن مہر یار کی کتابیں یا پھر چاہے وہ غیر امامی ہو جیسے حفص بن غیاث القاضی کی کتاب اور حسین بن عبداللہ السعدی کی کتاب اور علی بن الحسن الطاھری کی کتاب بنام ''القبلہ''۔

اور اسی طریقے کو جاری رکھا دو کتابوں ''الکافی'' اور ''الفقیہ'' کے مؤلفین نے لہٰذا جن احادیث پر صحیح ہونے کا اطلاق تھا اس متقدمین کے پاس متعارف طریقے پر اور جس پر اعتماد کرتے تھے بس دونوں نے حکم دیا جو تمام احادیث انہوں نے دونوں کتابوں میں وارد کیں ان کے صحیح ہونے کا اور اگر چہ ان میں سے بہت ساری احادیث صحیح نہیں ہیں متاخرین کی اصطلاح میں چنانچہ صاحب الکافی شریف نے کتاب کی ابتدا میں اس شخص کے جواب میں جس نے ان سے التماس کی تھی کتاب کی تصنیف کی، کہا: اور آپ نے کہا کہ بتحقیق آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے پاس ایک ایسی کتاب ہو جو کافی ہو جس میں علوم دین کے تمام فنون جمع ہوں اور جس کے ساتھ متعلم کی کفایت ہو اور رہدایت طلب کرنے والا جس کی طرف رجوع کرے اور اخذ کرے اس کتاب سے جس علم دین کا ارادہ کرے اور وہ آثار صحیحہ معصومینؑ سے مروی ہوں جن پر عمل ہوا ہے اور وہ سنن جن پر عمل قائم رہا ہے اور جن کے

ذریعے اللہ کا فرض اور اس کے نبی ﷺ کی سنت ادا ہو، یہاں تک کہ کہا: بتحقیق خدا نے آسان کی جو آپ نے چاہی تھی اس کی تالیف اور امید رکھتا ہوں ایسے ہو جیسا آپ نے ارادہ کیا تھا''۔

اور صاحب ''الفقیہ'' نے کتاب کی ابتدا میں کہا: ''بتحقیق میں نے ارادہ نہیں کیا کتاب میں اس کے وارد کرنے کا جو مصنفوں نے قصد کیا ہے تمام جو کچھ کرتے تھے (درج کردیتے تھے) بلکہ میں نے ارادہ کیا ہے ان کے وارد کرنے کا جن سے میں فتویٰ دیتا ہوں (یا دیا ہے) اور جس کے صحیح ہونے کا حکم دیتا ہوں اور جس کے اپنے اور اپنے خدا کے درمیان حجت ہونے کا عقیدہ رکھتا ہوں اور تمام وہ کتب مشہورہ سے استخراج کیا جن پر اعتماد ہے اور ان کی طرف رجوع کیا جاتا ہے''۔

صاحب ''التہذیب'' نے کتاب العدۃ میں کہا: بتحقیق جو روایات میں نے اپنی کتاب میں وارد کی ہیں بتحقیق ان کو اخذ کیا ہے ان اصول سے جن پر اعتماد ہے اور اسی منوال پر چلے ہیں بہت سارے علماء رجال اور انہوں نے بعض غیر امامی روات کی بعض احادیث کی صحت کا حکم دیا ہے جیسے علی بن رباح وغیرہ اس لیے کہ ان کے لیے قرائن مقتضیہ ان کے وثوق کے ساتھ اور ان پر اعتماد کے ساتھ پیش آئے ہیں اور اگر چہ وہ اس جماعت میں سے نہیں ہیں کہ جس کی ان سے صحیح کرنے کی تصحیح کا اجماع منعقد ہوا ہے بلکہ متاخرین کبھی قدماء کے طریقے پر چلتے تھے اور بعض ان احادیث کہ جن کی سند میں وہ ہوتے تھے جن کے فطحی یا ناووسی ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے ان کو صحیح سے توصیف کیا (صحیح کہا ہے) اُن کی طرف نظر کرتے ہوئے جنہوں نے ان کو مندرج کیا ہے ان میں جس حدیث کی تصحیح پر صحت کا اجماع رکھتے تھے بلکہ انہوں نے ان کے مراسیل کی توصیف کی ہے اور اس مندرج ہونے کی وجہ سے ان کی مقاطیع اور مرافیع اور ضعیف مسانید اور مجاہیل کو اس وجہ سے صحت کی نسبت دی ہے اور اسی مبنیٰ کو جاری رکھا ہے علامہ اور شہید نے اپنی کتب میں کچھ مقامات پر اس کے باوجود جدید اصطلاح میں وہ اصل ہیں اور کبھی کہا جاتا ہے کہ: قدماء کے طریق سے ان کے عدول کرنے کا سبب مدت کا طولانی ہونا تھا اور بعض معتمد اصول کا تلف ہوجانا اور وہ احادیث جو معتمد اصول سے لی گئیں، ان کا ان احادیث کے ساتھ جو غیر معتمد اصول سے لی گئیں مشتبہ ہونا اور ان احادیث کے ساتھ جو تکرار کے ساتھ کتب اصول میں تھی اشتباہ ہوا ان احادیث کے ساتھ جو تکرار کے ساتھ نہیں تھیں اور جن پر اعتماد رکھتے تھے ان میں قدماء کے اثر کو جاری رکھنے کے امکان کا نہ ہونا اور یہ سب اگر صحیح ہو تب بھی یہ اصطلاح کسی چیز سے بے پرواہ نہیں کرتی اس کے باوجود کہ احکام شریعہ کا دارومدار آج انہی اصول اربعہ پر ہے اور یہی ان کے صحیح ہونے پر گواہ ہے ان کے مصنفوں کی طرف سے اور انہوں نے جو ذکر کیا ہے اس میں کوئی مداخلت نہیں ہے بس اگر وہ ان کے لکھے ہوئے کتب پر ان کی صحت کی گواہی اور شہادت پر اعتماد نہیں رکھتے تو ان کو ان کی اور ان کے جیسوں کی جرح اور تعدیل کے قوانین میں بھی گواہی پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے اور ان دونوں امر میں کون سا فرق ہے؟ اور پھر ایک شخص کی حدیث کے صادق اور سچے ہونے میں اس کے عقیدے کے فاسد ہونے کی وجہ سے کیا مداخلت ہے جب وہ اپنے مذہب میں ثقہ ہو؟ اور کیا منافات ہے اس کے حدیث کو نقل کرنے میں اس کے فضیلت کے ساتھ اور ممدوح ہونے کے ساتھ؟ اور پھر یہ بھی ہے کہ

بہت سارے راوی اپنی شان کے ساتھ کہ وہ ہمارے استادوں کے استاد تھے اور ان مشہور لوگوں میں سے تھے جن سے بہت زیادتی کے ساتھ روایت نقل ہوئی ہے اور وہ کتب جرح اور تعدیل میں مذکور نہیں ہیں مدح کے ساتھ اور نہ ہی قدح کے ساتھ اور اس اصطلاح کے بنا پر لازم آتا ہے کہ ان کی نقل شدہ احادیث کو ضعیف قرار دیا جائے اور اس کے باوجود کہ اس اصطلاح والے بھی اس پر راضی نہیں ہیں کیونکہ وہ استاد اور بزرگ مشائخ ان کی زیادہ روایت اور بزرگوں کے ان پر اعتناء کرنے کی وجہ سے اس سے بلند قدر و مقام رکھتے ہیں کہ وہ توثیق اور مدح کے محتاج ہوں وہ یہ ہیں جیسے: احمد بن محمد بن الحسن بن الولید جو ہمارے استاد شیخ مفید کے استادوں میں سے ہیں اور شیخ مفید اور ان کے والد کے درمیان واسطہ ہیں اور ان سے بہت زیادہ روایات نقل ہوئی ہیں۔

اور جیسے: احمد بن محمد بن یحییٰ العطار جو شیخ الصدوق کے مشائخین میں سے ہیں اور انہوں نے ان سے بہت ساری روایتیں نقل کی ہیں اور وہ شیخ صدوق اور سعد ابن عبداللہ کے درمیان واسطہ ہیں اور جیسے: الحسین بن الحسن بن ابان ہیں جو محمد بن الحسن بن الولید کے مشائخ میں سے ہیں اور وہ حسین بن حسن ابن ابان کے اور الحسین بن سعید کے درمیان واسطہ ہیں۔

اور جیسے: ابی الحسین علی ابن ابی جید ہیں جو شیخ طوسی اور شیخ نجاشی کے استاد ہیں جو کہ شیخ کے اور محمد بن الحسن بن الولید کے درمیان واسطہ ہیں اور جیسے: ابراہیم بن ہاشم القمی ہیں یہ وہ ہیں جن سے صاحب الکافی نے بہت ساری روایتیں نقل کی ہیں ان کے بیٹے ''علی'' کے واسطے کے ساتھ اور یہ وہ پہلے ہیں جس نے قم میں کوفیوں کی حدیث نشر کی، اسی طرح دوسرے رجال تک اور پھر جرح اور تعدیل اور ان کی شرائط میں اختلاف اور تناقض اور بہت سارے اشتباہات ہیں جن کو رفع و دفع نہیں کیا جاسکتا تا کہ ان سے نفوس مطمئن ہوں جس طرح باخبر شخص پر یہ پوشیدہ نہیں ہے تو بس بہتر اور اولیٰ یہ ہے کہ قدماء کے طریقے پر توقف کیا جائے اور اس نئی بنی ہوئی اصطلاح پر اعتماد نہ کیا جائے اور ان مضائقوں سے خارج ہوا جائے۔

ہاں! جب قدماء کے طریقے پر دو معتمد روایتوں میں تعارض ہو تو ہم ان دونوں کے درمیان میں ترجیح کی طرف احتجاج کریں بس ہم پر واجب ہے کہ ہم رجوع کریں مشائخ سے نقل شدہ جرح و تعدیل میں راویوں کے حال کی طرف اور ہم حکم دیں اس میں جس طرح وارد شدہ روایات میں تراجیح میں اشارہ کیا گیا ہے آئمہ معصومین علیہم السلام کے اقوال کے ساتھ ''بس حکم یہ ہے کہ جس کا حکم دیا ہے اعدل اور اورع اور اصدق نے حدیث میں''۔

یہی واحد طریقہ ہے تراجیح کا جس پر نص قائم ہے اور یہی وہ عمدہ سبب ہے جو ہمارے لیے سبب بنا اس کتاب میں اسناد کے ذکر کا۔

توقیف:

ابی عمرو الکشی رحمہ اللہ سے نقل ہوا ہے: اس نے ابی جعفر اور ابو عبداللہ علیہما السلام کے اصحاب میں سے فقہاء کے نام کے ذکر کے وقت اپنی رجال کی کتاب میں کہا: جماعت جمع ہوئی ہے مولا ابو جعفر اور ابو عبداللہ علیہما السلام کے پہلے اصحاب کی تصدیق پر اور ان

کے لیے فقہ کے ساتھ خاضع ہوئے ہیں اور کہا ہے کہ: پہلے افقہ چھ ہیں: زرارہ اور معروف بن خربوذ اور برید اور ابوبصیر الاسدی اور فضیل بن یسار اور محمد بن مسلم الطائفی۔ انہوں نے کہا ہے کہ: افقہ چھ ہیں: زرارہ اور بعض نے ابوبصیر اسدی کی جگہ کہا ہے ابوبصیر المرادی اور وہ لیث بن البختری ہے اور اس نے اپنی سند کے ساتھ امام صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے اور اس نے کہا ہے: اوتاد ارض اور اعلام دین چار ہیں محمد بن مسلم اور برید بن معاویہ اور لیث بن البختری المرادی اور زرارہ ابن اعین اور امام صادق علیہ السلام کے اصحاب میں سے فقہاء کے نام لیتے ہوئے کہا ہے: گروہ نے اجماع کیا ہے ان کی جس نے تصحیح کی ہے ان کی تصحیح پر اور جو وہ کہتے ہیں ان کی تصدیق پر اور فقہ میں اقرار کرتے ہیں ان کا، ان چھ لوگوں کے سوا جن کا ہم نے ذکر کیا ہے اور وہ چھ یہ ہیں: جمیل ابن دراج اور عبداللہ بن مسکان اور عبداللہ بن بکیر اور حماد بن عیسیٰ اور حماد بن عثمان اور ابان بن عثمان۔ کہا ہے اور گمان کیا ہے ابواسحاق الفقیہ یعنی ثعلبہ ابن میمون نے کہ تحقیق ان میں سے جمیل بن دراج افقہ ہیں اور وہ ابوعبداللہ علیہ السلام سے حدیث کرنے والے ہیں اور ابی ابراہیم اور ابوالحسن الرضا علیہ السلام کے اصحاب میں سے فقہاء کا نام لیتے ہوئے کہا ہے کہ: اصحاب نے اجماع کیا ہے ان سے جو صحیح ہوا ہے اس کی تصحیح پر اور ان کی تصدیق پر اور ان کے لیے فقہ وعلم لینے کا اقرار کیا ہے اور وہ دوسرے چھ نفر ہیں جن کو ہم نے ذکر کیا ہے امام صادق علیہ السلام کے چھ اصحاب کے علاوہ ہیں ان میں سے یونس بن عبدالرحمان اور صفوان بن یحییٰ بیاع السابری اور محمد بن ابی عمیر اور عبداللہ ابن المغیرہ اور الحسن بن محبوب اور احمد ابن محمد بن ابی نصر ہیں اور بعض نے الحسن بن محبوب کی جگہ پر الحسن بن علی ابن فضال اور فضالہ بن ایوب کا کہا ہے اور بعض نے ابن فضال کی جگہ عثمان بن عیسیٰ کا کہا ہے اور ان میں سے افقہ ترین یونس بن عبد الرحمان اور صفوان ابن یحییٰ ہیں۔ ان کا کلام ختم ہوا۔

بتحقیق متاخرین کی جماعت نے ان کے قول سے سمجھا ہے کہ: گروہ نے یا ان اصحاب نے جنہوں نے ان سے تصحیح شدہ کی تصحیح کی ہے، اجماع کیا ہے ان سے نقل شدہ حدیث کی صحت پر اور اس کی نسبت دی ہے اہل بیت علیہم السلام کی طرف فقط ان کی تصحیح کرنے کی خاطر، ان کے راوی کی عدالت کے اعتبار کے بغیر یہاں تک کہ روایت کریں کسی مشہور فاسق سے یا وضع کے ساتھ اس سے فضیلت دیتے ہوئے کہ اگر انہوں نے حدیث کو مرسل قرار دیا ہو وہ جو نقل کرتے تھے وہ صحیح تھا اور اس کی اہل عصمت علیہم السلام کے ساتھ نسبت پر محکوم تھا اور تم جانتے ہو کہ بتحقیق یہ عبارت صریح نہیں ہے اس میں اور نہ ہی اس میں ظاہر ہے بس تحقیق ان کی طرف سے جو صحیح ہوا ہے وہ روایت ہے نہ کہ راوی بلکہ جیسے احتمال دیا جاتا ہے ان کی عدالت اور صدق پر اجماع سے اس کے کنائے ہونے کا برخلاف ان کے غیر کے جنہوں نے ان کی عدالت پر اجماع کو نقل نہیں کیا۔

توقیف:

جان لو کہ مشہور ثقات سے جو آئمہ معصومین علیہم السلام کے اصحاب میں سے ہیں کی حدیث کا چھپانا حدیث میں طعن شمار نہیں ہوتا کیونکہ یہ کبھی ہوتا ہے کسی قرینے پر اعتماد کرتے ہوئے اور کبھی تقیہ کی وجہ سے ہے اور کبھی بعض کی اخبار کا بعض سے قطع ہونے کی

وجہ سے ہے بس بتحقیق راوی صراحت کرتا ہے روایات کی ابتدا میں اس امام کے نام کی جس سے اس نے روایت کی ہے پھر کہتا ہے: میں نے فلاں کے بارے میں ان سے سوال کیا اور ان سے فلاں کے بارے میں سوال کیا یہاں تک کہ کامل کرتا ہے ان روایات کو جس امام سے نقل کیا ہے بس جب یقین حاصل ہوتو چھپانا متوہم ہوجاتا ہے اور حدیث پر اثر نہیں کرتا۔

اور اسی طرح ہے کہ روایت کسی ایک سے ایک مرتبہ واسطے کے ساتھ اور پھر دوسری بار واسطے کے بغیر روایت میں اضطراب کا سبب نہیں ہوتا جیسے گمان کیا گیا ہے چند بار سماعت کی وجہ سے لیکن حدیث کا روایت کرنا ایک مرتبہ ایک وجہ پر ہو اور دوسری مرتبہ ایک اور وجہ پر ہو جو پہلے کی مخالف ہو تو یہ حدیث میں اضطراب اور عدم اعتماد کا سبب بنتا ہے۔

اور اسی طرح عدم اعتماد کا سبب ہوتا ہے "قطع" اور قطع یعنی اسناد معصومؑ تک نہ پہنچ سکیں بلکہ ختم ہوں بعض واسطوں تک اور اس میں سے ہے ارسال اور ارسال یعنی وہ روایت جو معصومؑ سے روایت ہوئی ہو لیکن یہ نہ سمجھا جا سکے کہ واسطے کے بغیر ہے یا واسطوں کے ساتھ ہے لیکن وہ بھلائے گئے یا ترک کیے گئے یا ان کو مبہم رکھا گیا جیسے کہا جائے: "عن رجل" یا "عمن اخبرہ" یا "عن بعض اصحابہ"۔

توقیف:

اور کبھی معصوم علیہ السلام کا نام عبارت میں ان الفاظ کے ساتھ لاتے ہیں "العالم" "الفقیہ" "الشیخ" اور "عبد الصالح" اور "الرجل" اور "الماضی" اور اس کے دوسرے الفاظ تقیہ کی وجہ سے اور زمانے کی ان کے نام یا کنیت کو تصریح کے ساتھ لانے سے شدید ممانعت کی وجہ سے اور یہ سب پہچانا جاتا ہے راوی کے قرینے کے ساتھ اور رایسا اکثر ابو الحسن موسی ابن جعفر علیہما السلام کے زمانے میں تھا۔

اور کبھی امام کا نام اسم مشترک کی شکل میں لاتے تھے جیسے محمد بن علی یا مشترک کنیت کے ساتھ جیسے ابو جعفر اور ابو الحسن اور یہ بھی پہچانا جاتا ہے راوی کے قرینے کے ساتھ یا اس کے کلام کی مطابقت کے ساتھ اور جب بھی کہا جائے کہ "ابو الحسن الاول" یا "الماضی" تو اس سے مراد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ہیں یا ابو الحسن "الثانی" کہا جائے تو اس سے مراد امام رضا علیہ السلام ہیں اور ابو الحسن الثالث یا الاخیر کہا جائے تو اس سے مراد امام ھادی علیہ السلام ہیں اور جب کہا جائے کہ ابو جعفر الاول تو اس سے مراد امام باقر العلوم علیہ السلام ہیں اور ابو جعفر الثانی کہا جائے تو اس سے مراد امام جواد علیہ السلام ہیں اور ابو عبد اللہ مولا صادق علیہ السلام ہیں۔

توقیف:

میرے پاس تینوں مولفوں سے اصول اربعہ کی روایت کے متعدد طریق ہیں اور اسی طرح اس کے بغیر دوسری کتب اور اصول ہیں لیکن میں یہ کہنا کافی سمجھتا ہوں کہ بتحقیق میں نے اصول اربعہ کو روایت کیا ہے ایک مرتبہ اپنے استاد سے اور اس سے جس پر علوم شرعیہ میں میرا اعتماد استناد ہے السید ماجد بن ہاشم الصادق البحرانی تغمدہ اللہ بغفرانہ الشیخ الفاضل الکامل بہا الدین محمد العاملی طاب ثراہ سے اور کبھی شیخ مذکور سے استاد کے واسطے کے بغیر اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور ان کے استاد الحسین بن عبد الصمد الحارثی ہیں اور وہ ان کے شیخ الاجل السعید زین الدین بن علی بن احمد العاملی الشہید سے اور کبھی میں نے کتب اصول اربعہ اور

دوسرے حدیث کے کتابوں وغیرہ کو روایت کیا ہے الشیخ محمد بن الشیخ الحسن ابن الشیخ زین الدین الشہید سے انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے جد سے اور انہوں نے روایت کی ہے الشیخ الفاضل علی بن عبدالعالی العاملی المیسی سے، الشیخ شمس الدین محمد ابن المؤذن الجزینی سے، الشیخ ضیاء الدین علی سے، انہوں نے اپنے والد الاجل الشیخ شمس الدین محمد بن مکی الشہید سے انہوں نے الشیخ فخر الدین ابی طالب محمد سے، انہوں نے اپنے والد سے العلامہ جمال الملۃ والدین الحسن بن مطہر الحلی سے، انہوں نے اپنے استاد المحقق نجم الملۃ والدین ابی القاسم جعفر بن الحسن بن سعید سے، انہوں نے السید الجلیل ابی علی فخار بن معد الموسوی سے، انہوں نے الشیخ ابی الفضل شاذان ابن جبرائیل القمی سے، انہوں نے الشیخ الفقیہ عماد الدین ابی جعفر محمد ابن ابی القاسم الطبری سے، انہوں نے الشیخ ابی علی الحسن سے، انہوں نے اپنے والد شیخ الطائفہ ابی جعفر محمد ابن الحسن الطوسی سے اور اس کے لیے ثقۃ الاسلام محمد ابن یعقوب کلینی تک متعدد طرق ہیں:

ان میں سے: ابی عبداللہ محمد ابن محمد ابن النعمان المفید ہیں انہوں نے اپنے استاد ابی القاسم جعفر بن قولویہ طاب ثراہ سے اور اسی طرح اس کے لیے شیخ الصدوق محمد بن علی بن بابویہ القمی تک طرق ہیں:

ان میں سے: الشیخ المفید قدس اللہ اسرارہم جمیعا سے

المقدمہ الثالثۃ

اصطلاحات اور قواعد کی تمہید میں

تمہید:

ہمارے علماء ابی جعفر محمدون ثلاثہ پنی کتب میں اس روش پر چلے ہیں جس پر دوسرے نہیں چلے لیکن ثقۃ الاسلام ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی طاب ثراہ انہوں نے خود پر کتاب الکافی شریف میں تمام احادیث میں سوائے کم کے اپنے اور معصوم کے درمیان سلسلہ سند کو ذکر کرنا لازم قرار دیا اور کبھی صدر سند کو حذف کیا ہے اور شاید اس کو نقل کیا ہے بغیر واسطے کے مروی عنہ کے اصل سے یا اس کے حوالے سے جس کو اس نے قریب ذکر کیا ہے اس لیے سند کو ذکر نہیں کیا اور مذکور کے حکم میں قرار دیا ہے۔ لیکن رئیس المحدثین ابو جعفر محمد بن علی بن بابویہ القمی عطر اللہ مرقدہ نے کتاب من لا یحضرہ الفقیہ میں اکثر سند کو ترک کیا ہے اور اکثر میں فقط اس راوی پر کفایت کی ہے جس نے امام معصومؑ سے روایت کی ہے یا اس راوی کو بھی ذکر کیا ہے جس راوی نے امامؑ سے نقل کیا ہے پھر بتحقیق شیخ الصدوق نے کتاب کے آخر میں اس راوی کے طریق کے اتصال کو ذکر کیا ہے اس سے کوئی خلل نہیں ہوا سوائے کچھ کے

جس طرح اس کا خلل اپنے طریق کے ساتھ برید بن معاویہ العجلی تک اور یحییٰ بن سعید الاھوازی تک ہے لیکن شیخ الطائفہ ابوجعفر محمد بن الحسن الطوسی رحمہ اللہ نے اپنے دونوں کتب التہذیب والاستبصار کو شیخ کلینی کی روش پر لکھا ہے اور ذکر کیا ہے تمام سند کو حقیقت میں یا حکم میں اور کبھی بعض کے ذکر پر اقتصار کیا ہے اور آخر سند کو ذکر کیا ہے اور اوائل سند کو ترک کیا ہے اور ہر جگہ پر اسی روش کو اپنایا ہے میری مراد یہی ہے کہ بعض پر اقتصار کیا ہے اور ابتدا کی ہے کتاب میں اصل کے اس مولف کے ذکر کے ساتھ جس کے اصل (کتاب) سے روایت اخذ کی ہے یا اس کتاب کے مولف کو ذکر کیا ہے جس کی کتاب سے حدیث کو نقل کیا ہے اور ذکر کیا ہے دونوں کتابوں کے آخر میں بعض طرق کو اس اصول کے اصحاب تک یا ان کتابوں کے مؤلفین تک اور باقی کا حال وارد کیا ہے کتاب فہرست الشیعہ میں اور میں نے اس کتاب میں جو ان کتب میں سے نقل کیا ہے جو روش ہر ایک نے استعمال کی ہے وہی استعمال کی ہے اور اگر ان میں سے کسی نے ساری سند ذکر کی ہے تو میں نے بھی ذکر کی ہے اور اگر ان میں سے کسی نے بعض راویوں کے ذکر پر اقتصار کیا ہے تو میں نے بھی اقتصار کیا ہے۔ میں نے کوئی حدیث نقل نہیں کی جو ان میں سے بعض نے بعض سے نقل کی ہے مگر اعلی سے اور نقل نہیں کی حدیث متعدد کتب میں متکرر یا کتاب واحد میں متکرر ایک سند کے ساتھ مگر ایک مرتبہ مگر بہت کم اور میں نے سند کے اول میں ان کتب کے لیے علامتیں رقم کی ہیں سوائے استبصار کے میں نے اکتفاء کی ہے فقط التہذیب پر کیونکہ استبصار اور التہذیب دونوں کتب ایک ہی کے حکم میں ہیں اور جو ارادہ کرتا ہے کہ استبصار کی علامت کو رقم کرے تو وہ حاشیے میں لکھ سکتا ہے اور اسی طرح جو حدیث کو دونوں کتابوں سے نقل کرتا ہے صاحب الکافی سے تو ان کی علامت لکھے حاشیے میں جبکہ علامت اس شکل میں ثبت ہو مبہم نہ ہو۔ اگر ایک حدیث کی سند ایک کتاب میں یا ایک سے زیادہ کتب میں متعدد ہوں تو میں نے ذکر کیا ہے ان اسناد کو پہلے اس کتاب کی علامت کے ساتھ یا ان کتب کی علامت کے ساتھ پھر میں نے حدیث کو ذکر کیا ہے اگر راوی معصوم سے متحد ہو اور تمام معصوم سے اور اگر مختلف ہو تمام سند تو میں حدیث کو نقل کیا ہے الکافی شریف سے پہلے اس کی اسناد کے ساتھ پھر ذکر کیا ہے دوسری اسناد کو اشارہ کرتے ہوئے حدیث کی طرف بغیر تکرار کے اور اگر اختلاف مخصوص ہو سند کے بعض کے ساتھ تو میں نے ابتدا میں منفرد کی علامت کو رقم کیا ہے جس میں اختلاف ہے اور فقط شریک کی علامت کو ذکر کیا مشترک کی ابتدا میں۔ اگر اس مکان پر ہو جہاں شبہ نہ ہو تو فقط منفرد کو ذکر کیا ہے جیسے جو واقع ہوئی ہے لفظ ''عن'' کے بعد والا میں نے تکرار کیا ہے رجل کا تا کہ اشتباہ نہ ہو جیسے یہ ان کی اصطلاح ہے اس جیسے مقام میں اور بعض مقام پر میں نے علامت ''ش'' کو رقم کیا ہے جہاں ماسبق میں تمام شریک ہوں جس کی علامت تین ہیں یا دو مگر دو شریک کی علامت کو ذکر کیا ہے اور اسی طرح میں نے انجام دیا ہے حدیث کے متن میں جب الفاظ کا اختلاف ہو دونوں کتابوں میں یا زیادہ کتابوں میں زیادتی یا نقصان کی وجہ سے اور اگر الفاظ میں تھوڑی تبدیلی کے ساتھ اختلاف ہو اور اس سے معنی مختلف نہ ہو تو واضح لفظ کے ذکر کرنے پر اکتفاء کی ہے یا اس کو مقدم کیا ہے جو مصنف نے مقدم کیا ہے اور اگر معنی مختلف ہوتے ہوں یا معنی میں زیادہ اختلاف ہوتا ہو تو میں نے اسناد کو ذکر کیا ہے دوسری مرتبہ تفصیل کے ساتھ تعدد کے ساتھ اور

مجمل اتحاد کے ساتھ پھر میں نے حدیث ذکر کی ہے دوسری مرتبہ مفصل اگر معنی میں اختلاف ہوتو اور مجمل اشارے کے ساتھ اگر اختلاف نہ ہوتو، اور کبھی اشارہ کیا ہے نسخوں کے اختلاف کی طرف جب مقام بیان میں اس کی معنی کو بیان کرنے کی ضرورت ہوتو، اللہ مددگار ہے۔

تمہید:

اکثر طور پر الکافی شریف کی اسناد میں تکرار پایا ہے تو ذکر کیا یہ قول ''عدۃ من اصحابنا'' اور اگر اس جملے کے بعد کہا ہے کہ عن احمد بن محمد بن عیسیٰ تو اس گروہ سے مراد محمد بن یحییٰ العطار اور علی بن موسیٰ الکمیدانی اور داؤد بن کورۃ اور احمد بن ادریس اور علی ابن ابراہیم بن ہاشم ہیں اور اگر اس جملے کے بعد کہا ہے کہ عن سھل بن زیاد تو اس سے علی بن محمد بن علان اور محمد بن ابی عبداللہ اور محمد بن الحسن اور محمد بن عقیل الکلینی سمجھا ہے اور اگر اس جملے عدۃ من اصحابنا کے بعد کہا ہو عن احمد بن محمد بن خالد البرقی تو علی ابن ابراہیم اور علی بن محمد بن عبداللہ بن اذینہ اور احمد بن محمد امیہ اور علی بن الحسن کا قصد کیا ہے اور اسی طرح ہی علامہ الحلی نے اس سے نقل کیا ہے اپنے خلاصہ میں! میں نے تمام مواضع ثلاثہ پر جماعت کو تعبیر کیا ہے اپنے اس قول ''العدۃ'' کے ساتھ اور اکثر موارد پر اس نے اپنی اسانید میں یا التہذیب کی اسانید میں تکرار کیا ہے محمد بن اسماعیل عن الفضل بن شاذان کا اور میں نے ان دونوں کا نام لکھا ہے اپنے اس قول کے ساتھ کہ ''النیسابوریان'' اور اکثر ان دونوں کی اسانید کی ابتدا میں ابوعلی الاشعری عن محمد بن عبدالجبار کا تکرار کیا ہے اور کبھی ان کو تعبیر کیا جاتا ہے احمد بن ادریس عن محمد بن ابی الصھبان اور میں نے ان دونوں کا نام ''القمیان'' لکھا ہے اور اگر ان میں سے ایک دوسرے سے منفرد ہو تو میں نے پہلے کو ''القمی'' لکھا ہے اور دوسرے کو ''الصھبانی'' اور اگر چاروں عطف کے ساتھ جمع کیے گئے ہوں اور ان کا مروی عنہ صفوان بن یحییٰ ہو تو میں نے کہا ہے ''الاربعۃ عن الصفوان'' اور اکثر ان دونوں کی اسانید کی ابتدا میں الحسین بن محمد عن معلی بن محمد کا تکرار کیا ہے اور میں نے اکتفاء کی دونوں کے ذکر پر اپنے ''الاثنان'' کے قول کے ساتھ اور اکثر ان دونوں کی اسانید کی ابتدا میں ان تینوں کا تکرار رہا ہے۔ اس طرح: علی ابن ابراہیم عن ابیہ عن ابن ابی عمیر اور میں نے ان کی تعداد پر اکتفاء کیا ہے اپنے ''الثلاثۃ'' قول کے ساتھ اور اگر سند کی انتہا اور آخر عن حماد عن الحلبی ہو تو میں نے ان کے لیے لکھا ہے ''الخمسہ'' اور یہاں حماد ''حماد بن عثمان'' ہے اور حلبی ''عبیداللہ ابن محمد'' ہے اور اکثر ان دونوں کی اسانید کی ابتدا میں ان پانچوں کا یوں تکرار رہا ہے: علی ابن ابراہیم عن ابیہ ومحمد بن اسماعیل عن الفضل بن شاذان ان سب نے ابن ابی عمیر سے اور میں نے اکتفاء کی ہے۔ ان کی تعداد کی ''الخمسہ'' لکھ کر اور اکثر طور پر ان کی اسانید کے اتمام میں ان چاروں کا یوں تکرار رہا ہے علی ابن ابراہیم عن ابیہ عن النوفلی عن السکونی اور میں نے اکتفاء کی ان کی تعداد سے ''الاربعۃ'' لکھ کر اور کبھی ان دونوں کی اسانید کے اتمام میں ان پانچوں کا یوں تکرار رہا ہے: محمد بن یحییٰ عن احمد بن محمد عن علی بن الحکم عن العلاء عن محمد بن مسلم اور میں نے اکتفاء کی ہے ان سے اپنے اس قول کے ساتھ کہ ''محمد عن الاربعۃ'' اور کبھی ان دونوں کی سند میں ان چاروں طبقیوں کا تکرار یوں ہوا ہے: احمد بن الحسن عن عمرو بن سعید عن مصدق بن

صدقۃ عن عمار بن موسی اور میں نے اکتفاء کی ہے ان کے تعداد سے ''الفطحیہ'' لکھ کر اور کبھی التھذیب کی اسانید کی ابتدا میں ان تینوں مشائخ کا تکرار یوں ہوا ہے: محمد ابن محمد بن النعمان عن احمد بن محمد بن الحسن عن ابیہ محمد ابن الحسن بن الولید اور میں نے اکتفاء کی ہے ان کی تعداد سے المشائخ لکھ کر اور کبھی دونوں کتابوں میں خصوصا التھذیب میں تکرار ہوا ہے الحسین بن سعید عن ابن ابی عمیر عن حماد عن الحلبی کی روایت کا یا سھل بن زیاد عن محمد بن الحسن بن شمون عن عبداللہ بن عبدالرحمٰن الاصم عن مسمع بن عبدالملک کی روایت کا یا الصفار عن الحسن بن موسی الخشاب عن غیاث ابن کلوب عن اسحاق بن عمار کی روایت کا اور میں نے کہا ہے: الحسین یا سھل یا الصفار تینوں کے نام اور کبھی سند کے بیچ میں محمد بن اسماعیل عن محمد ابن الفضیل کا تکرار ہوا ہے میں نے اکتفاء کی ہے ان دونوں سے ''المحمدین'' لکھ کر اور کبھی سند کے اواخر میں ھارون بن مسلم عن مسعدۃ بن صدقۃ کا تکرار ہوا ہے اور میں نے اکتفاء کی ہے ان دونوں سے ''الاثنین'' لکھ کر اور کبھی القاسم بن یحییٰ عن جدہ الحسن بن راشد کا تکرار ہوا ہے اور میں نے اکتفاء کی ہے ان دونوں سے ''القاسم عن جدہ'' لکھ کر اور اسی طرح علی بن حسان عن عمہ عبدالرحمن بن کثیر الھاشمی کا تکرار ہوا ہے تو میں نے کہا ہے: ''علی عن عمہ'' اور اسی طرح ابن اسباط عن عمہ یعقوب بن سالم الاحمر کا تکرار ہوا ہے میں نے اکتفاء کی اپنے اس قول پر ''ابن اسباط عن عمہ'' اور اکثر طور پر سند میں رجال کے نام زیادہ الفاظ میں تکرار ہوئے ہیں جیسے: احمد بن محمد بن خالد البرقی وأحمد بن محمد بن أبی نصر البزنطی وعبدالرحمن بن الحجاج البجلی وعبدالرحمن بن أبی نجران التمیمی وعبدالرحمن بن أبی عبداللہ البصری وعبدالرحمن بن محمد العرزمی ومحمد بن عیسی العبیدی الیقطینی وابراہیم بن أبی محمود الخراسانی وعبداللہ بن یحیی الکاھلی وبرید بن معاویۃ العجلی وأحمد بن الحسن المیثمی وعلی بن محمد القاسانی وجعفر بن محمد الأشعری وسلیمان بن جعفر الجعفری وسلیمان بن داود المنقری والھیثم بن أبی مسروق النھدی وابراھیم بن عمر الیمانی ومحمد بن خالد الطیالسی واسماعیل بن الفضل الھاشمی والحسن بن الحسین اللؤلؤی والحسن بن علی الکوفی وھارون بن حمزۃ الغنوی وابراھیم بن زیاد الکرخی وعلی بن الحسن بن علی بن فضال التیملی ویقال لہ التیمی وربما یصحف بالمیثمی وعلی بن الحسن الطاطری والقاسم بن محمد الجوھری وشعیب بن یعقوب العقرقوفی وموسی بن أکیل النمیری وأیوب بن نوح النخعی وبکر بن محمد الأزدی وسلیمان بن حفص المروزی ومحمد بن سلیمان الدیلمی وأبی محمد ھارون بن موسی التلعکبری ومحمد بن مسعود العیاشی وأبی الصباح الکنانی وأبی حمزۃ الثمالی وأبی بکر الحضرمی وأبی عبداللہ أحمد بن محمد العاصمی اور ابی عبداللہ محمد بن احمد ابن الرازی الجاموارانی کا تکرار کیا ہے اور میں نے اکتفاء کیا ہے اس سے کلمات نسبت کے ساتھ جیسے اکتفاء کیا ہے ابی عبداللہ محمد بن محمد بن النعمان الملقب بالمفید ومحمد ابن الحسن الصفار والحسن بن موسی الخشاب والحسن بن محبوب السراد والحسن بن زیاد الصیقل الحسن بن علی الوشاء والحسین بن نعیم الصحاف وأبی عبیدۃ الحذاء وأبی أیوب الخراز وعبداللہ بن محمد الحجال وعبداللہ بن میمون القداح وعبیداللہ بن عبداللہ الدھقان وعبداللہ بن عبدالرحمن الأصم ومحمد بن الحسین بن أبی الخطاب الزیات وأبی أسامۃ زید الشحام وأبی العباس محمد بن جعفر الرزاز وأبی العباس الفضل بن عبدالملک البقباق وأبی جعفر محمد بن النعمان الأحول الملقب بمؤمن الطاق ویزید بن اسحاق شعر اور منصور ابن یونس بزرج اوصاف اور القاب کے ساتھ اور جیسے میں

نے اکتفاء کی ہے: علی بن محمد بندار واُحمد بن محمد بن عیسی والحسن بن محمد بن سماعۃ ومحمد بن الحسن بن شمون والحسن بن علی بن یوسف بن بقاح والحسن بن علی بن فضال وعلی بن الحسن بن رباط وعلی بن اُحمد بن اُشیم وجعفر بن محمد بن قولویہ ومحمد بن إسماعیل بن بزیع والحسن بن الحسن بن اُبان ومحمد علی بن محبوب والحسن بن علی بن یقطین والحسن بن علی بن اُبی حمزۃ ومحمد بن عبداللّٰہ بن ھلال ومحمد بن عبداللہ بن زرارۃ واُحمد بن محمد بن سعید بن عقدۃ وعلی بن محمد بن الزبیر ان کی نسبت کے ساتھ ان کے اجداد کی طرف اور ان کے ناموں کے حذف کے ساتھ اور اسی طرح میں نے اکتفاء کی ہے ان سے جن کے نام غیر مشہور اور غریب ہیں، ان کے نام سے اُن کے والد کے نام سے۔ جیسے مسمع بن عبدالملک ابی سیار الملقب بہ کردین: و درست بن اُبی منصور الواسطی و ذریح بن محمد بن یزید المحاربی اُبی الولید و یقال لہ ذریح بن یزید و ذبیان بن حکیم الاُودی وبضم المعجمۃ و إسکان الموحدۃ و بنان بن محمد عیسی

اخی احمد بن محمد بن عیسیٰ النون پر الموحدۃ کی تقدیم کے ساتھ اور اس کو کہا جاتا ہے: عبداللہ بن محمد، اور سماعہ بن مھران الحضرمی اور رفاعہ بن موسی النخاس الاسدی۔

اور اسی طرح میں نے اکتفاء کی ہے اس سے جس کے والد کا نام اس کی طرف نسبت کے اعتبار سے غریب اور غیر مشہور ہے اور اس کا نام حذف ہوا ہے جیسے علی ابن رہاب اور علی ابن اسباط اور غیاث بن کلوب اور اسماعیل بن مرار اور معاویہ بن عمار سے اور معاویہ بن وھب اسی طرح، اور اکثر عباد سے جن کے لیے تکرار کے ساتھ مشہور اسم ہیں اسی طرح کیا ہے۔ جس طرح وہ اس کو اکثر انجام دیتے ہیں جیسے: عبداللہ ابن المغیرہ اور ابن ابی یعفور اور ابن مسکان اور ابن بکیر اور الحسین بن علی ابن یقطین سے، جب ہو اس کے بھائی الحسن کے ساتھ باخیہ اور ان دونوں کے والد سے جب ان دونوں کے ساتھ ہو ا یہ یہ سب تب ہے جب ان کے غیر کا احتمال نہ ہو اور کبھی میں نے حذف کیے ہیں ان کے آباء کے نام ان پر قرائن کے دلالت کرنے کی وجہ سے، جس طرح میں نے کہا ہے کہ: علی ابن ابراہیم اور محمد بن یحییٰ میں جن کا تکرار ہوا ہے الکافی شریف کی سند کی ابتدا میں اور سھل بن زیاد اور احمد ابن محمد میں جو تکرار ہوئے ہیں سند کے بیچ میں اور کبھی واقع ہوئے ہیں سند کے اوائل میں ابتدا اور صدر کے حذف کے ساتھ اور جیسے میں نے انجام دیا ہے: احمد ابن محمد اور الحسین بن سعید اور سعد ابن عبداللہ میں جو تکرار ہوئے ہیں کتاب التھذیب کی اسانید کی ابتدا میں یا وسط میں اور موسی بن القاسم البجلی جو تکرار ہوا ہے کتاب الحج میں اسناد کی ابتدا میں اور النضر بن سوید اور فضالہ ابن ایوب جو کہ اکثر تکرار ہوئے ہیں الحسین کے بعد اور ابان بن عثمان اور عثمان بن عیسیٰ اور صفوان بن یحییٰ اور حماد ابن عثمان اور حسین ابن عثمان جو اکثر تکرار سند کے آخر سے پہلے یا اس کے آخر میں اور لکھا ہے حسین کو بغیر لام کے اور جیسے میں نے انجام دیا ہے عاصم بن حمید جس نے روایت کی ہے محمد ابن قیس سے، اور حمید بن زیاد میں جس نے روایت کی ہے ابن سماعہ سے اور علی ابن حمزہ میں جس نے روایت کی ہے ابی بصیر سے اور العلاء بن رزین میں اور محمد ابن مسلم میں جو ایک ساتھ تکرار ہوئے ہیں سند کے آخر میں اور میں نے حذف کیا ہے جد کا نام، اس جیسے مقام پر: محمد ابن احمد بن یحییٰ اور باپ کا نام اس جیسے مقام پر: علی ابن اسماعیل المیثمی جو تکرار ہوا ہے التھذیب

کی اسانید کی ابتدا میں ان میں سے جن میں اشتباہ نہ ہو اور کبھی التہذیب کی اسانید کے بیچ میں تکرار ہوا ہے ابوجعفر کا مخصوصا التہذیب کے دو کتابوں الزکاۃ اور الصیام میں اور اشتباہ ہوا ہے احمد بن محمد بن عیسی کے ہونے کا اور بعض رجال کی کتاب والوں نے قطع کیا ہے کہ یہ وہی ہے جب اس سے روایت کی ہے سعد نے، مگر میں نے اکثر ان کا نام یقین نہ ہونے کی وجہ سے (ابی جعفر) لینے میں صاحب التہذیب کی پیروی کی ہے۔

اور تحقیق میں نے ان چاروں اصول میں سے ہر ایک کے لیے علامت اور نشانی کو وضع کیا ہے بس الکافی شریف کی علامت ''ک'' ہے اور من لا یحضرہ الفقیہ کی علامت ''یہ'' ہے اور التہذیب کی علامت ''یب'' ہے اور استبصار کی علامت ''صا'' ہے اور جو عنوان حدیث کی شرح کے ساتھ تعلق رکھتا ہے وہ لفظ ''بیان'' ہے واللہ المستعان۔

تمہید:

بتحقیق میں نے ارادہ کیا ہے کہ اس کتاب کو کتب جو پہلے ہیں ان جیسی ترتیب دوں پھر میں نے وضع کیا ہے ہر کتاب کے ہر مقام کے لیے ابواب کو جس طرح وہ ہیں پھر میں نے وارد کیا ہے ہر حدیث کو اس کے باب میں اس کے لیے وہ ترتیب وضع کرتے ہوئے جو اس کا حق ہے، یہ کام مجھ پر جس طرح اس کا حق ہے مشکل ہوا اور جیسے میں نے ارادہ کیا اور میرے والد نے بھی مجھے وہی دیا ہے جیسا میں چاہتا تھا یہ سب بعض روایات کا اور عنوانات کا تناسب اور تقارب میں مشابہ ہونے کی وجہ سے ہے بعض دوسری روایات کے ساتھ اور یہ کچھ علتوں کی وجہ سے تقدم اور تاخر میں اور بعض کے بعض کے ساتھ عنوان میں قریب ہونے کے لیے ہے اور امر میں ان کی مشارکت رکھنے کی وجہ سے ہے اس کے باوجود کہ ان کے جمع ہونے میں موانع ہیں اور کتب اربعہ میں متناسب اور متقارب روایات مختلف اور بعید مکانات پر مختلف ہوئی ہیں اور یہ ان کا اختلاف جاتا ہے ان کے نقل کرنے کے اوقات میں نگاہ کرنے سے اور بعض مشتمل ہیں احکام متباین پر ان میں فرق کرنے کی مشکلات کے ساتھ اور اس کے علاوہ دوسرے اسباب ہیں۔

ان تمام چیزوں کے باوجود میں نے جو ارادہ کیا ہے اس کو مترتب کرنے کی اپنی تمام مقدور کوشش کی بس تحقیق جس کا کلی ادراک نہیں ہوتا اس کو کلی طور پر ترک نہیں کیا گیا۔ اور کبھی میں نے ایک حدیث جو دو حکموں پر مشتمل ہو دو بابوں میں اس کو جدا کیا ہے اور اسناد کا تکرار کیا ہے عنوان کی مناسبت کی رعایت کرتے ہوئے اور یہ کام ارباب حدیث اکثر طور پر انجام دیتے ہیں۔

اور کبھی میں نے کچھ روایات کا گروہ ایک حکم میں ایک باب میں وارد کیا ہے اور ان میں سے دوسری روایات کو دوسرے باب میں ذکر کیا ہے ان میں سے ہر ایک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جو ان کے ساتھ مربوط ہیں کہ مثلا یہ حدیث اس حکم کے ساتھ مربوط ہے۔

اور ہر وہ حدیث جو دو بابوں کے ساتھ یا زیادہ ابواب کے ساتھ یا دو کتابوں کے ساتھ یا زیادہ کتابوں کے ساتھ مناسبت رکھتی ہے اس کو وارد کیا ہے ان سے مقدم کر کے پھر اس کو جو اس کے ساتھ تاخر میں مناسب ہے وہاں ذکر کیا ہے اور کبھی اس امر کے

برعکس کیا ہے جب حدیث متاخر کے ساتھ مربوط ہو اور کبھی میں نے تکرار کیا ہے جو نزدیک بحمد اللہ آئے گا اور الکافی کے ابواب کے عنوانات کو محفوظ کیا ہے اور امکان کے طور پر اس کو ترتیب دی ہے اور میں نے ابتدا کی ہے اکثر طور پر ہر باب میں اس کے ذکر کے ساتھ جو اس باب میں ہے یہاں تک کہ میں نے کامل کیا ہے ہر باب میں جو اس میں ہے اس کو جو لایا ہوں التہذیب اور الفقیہ میں مگر جب کسی باب میں مختلف امور ہوں اور جب میں فارغ ہوا الکافی کے اس کام سے تو وارد کیا ہے یہی کام اس کے غیر میں پہلے پھر لایا ہوں اس کے دوسرے امر کو اور ہر حدیث محتاج ہے شرح کی اگر میں نے حدیث کی شرح دوسری حدیث میں پائی ہے اگر چہ کتب اربعہ کے غیر سے ملی ہو تو اس کے ساتھ شرح دی ہے اور اگر ان کتب سے اس حدیث کے ساتھ ملی ہے تو اس کو ذکر کیا ہے اور اگر اس کی شرح کے لیے تین مشائخ میں سے کسی نے اعتراض کیا ہے اگر چہ کم ہے یہ یا اہل علم میں سے ان کے کلام کے غیر کو پایا ہے یا اہل لغت کے پاس اس کا غیر دیکھا ہے تو ان سے نقل کیا ہے اور میں نے حدیث کو شرح دی ہے اپنے عقل کی مقدار سے اپنے قاصر فہم کے ساتھ اور اپنے علم کو مددگار پایا ہے بس اگر میں نے اس شرح میں حقیقت بیان کی ہے تو یہ خداوند عزوجل کی عنایت ہے اور اس پر ساری حمد خدا کی ہے اور اگر میں نے خطا کی ہے تو وہ مجھ سے ہی ہے اور خدا غفور رحیم ہے۔

لیکن ظاہر میں مختلف روایات کے درمیان تاویل کے ساتھ جمع بندی اور موافقت، جو کچھ مجھے کتاب الفقیہ میں ملا اگر چہ شاذ تھا اس سے میں نے نقل کیا ہے اور اسی طرح جو کچھ اس نے التہذیب اور الاستبصار میں ذکر کیا ہے اس سے جو ان کے قریب تھا اس کو ''التھذیبین'' کے لفظ کے ساتھ ذکر کیا ہے اور جو کچھ بعید تھا اس کو پیش نہیں کیا اور کبھی میں نے اس کے بعد کی طرف اشارہ کیا ہے اس کو ذکر لیے بغیر، پھر اگر میرے خاطر میں اس میں تاویل غیر بعید آئی تو اس کو ذکر کیا ہے اور اگر ترجیح ممکن تھی اسناد یا قرآن و سنت کے موافق یا تقیہ پر حمل کرتے ہوئے عامہ کے مخالف تھا تو اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس کو اپنے حال پر چھوڑ دیا ہے کہ ہو ان متعارض میں سے جن میں تخییر کا حکم ہے

تمہید:

جان لو کہ بتحقیق لفظ ''الواجب'' اور ''السنۃ'' اور ''الامر بالشئ'' جو اہل بیت علیہم السلام کے کلام میں آیا ہے وہ عام ہے فرض اور استحباب سے اور اسی طرح لفظ ''الکراھۃ'' اور ''النھی عن الشئ'' عام ہے تحریم اور تنزیہ سے شدت اور تاکید میں اور ان دونوں کے عدم میں ہر مراتب کے لیے اور احکام خمسہ کے ساتھ الفاظ خمسہ کی تخصیص کے لیے خاص اصطلاح ہے جو متاخرین نے بنائی ہے۔

اور اسی بنا پر حدیث میں کسی شئے کے انجام دینے پر وجوب کا اطلاق یا اس کا امر دینا کسی دوسرے برے کام کی نفی کے ترک کے ساتھ منافات نہیں رکھتا اور اسی طرح حدیث میں کسی فعل کے انجام دینے پر سنت کا اطلاق دوسرے کام میں اس کے ترک پر معصیت کے حکم کے ساتھ منافات نہیں رکھتا اور اسی طرح کسی شئے کے انجام دینے پر کراہت کا اطلاق یا روایت میں اس سے نہی ہونا دوسرے کام میں برائی کے انجام دینے کی نفی کے ساتھ منافات نہیں رکھتا۔

اور کبھی کسی چیز کا واجب ہونا یا اس کا حرام ہونا اس میں اصلی ہے اور اس کے باوجود اس کی مخالفت میں رخصت وارد ہوئی ہے اور یہ رخصت معذور اور پریشان و زمانے میں مضطر کے لیے ہے اور یہ قواعد ممکن ہے جمع ہوں ظاہری حساب سے اکثر ایک دوسرے کے مخالف روایات کے درمیان اور اس کو کتاب التھذیب اور الاستبصار میں مختلف مقامات پر لایا ہے گیا اور لیکن ہم اکثر اس تمہید پر اکتفاء کرتے ہیں اور ان کے مقامات پر اعادہ نہیں کریں گے۔

تمہید:

میں نے اس کتاب کو ترتیب دی ہے چودہ جزء اور ایک خاتمے پر اور ہر جزء علیحدہ ہے اس فہرست کی بنیاد پر:

کتاب العقل والعلم والتوحید، کتاب الحجۃ، کتاب الایمان والکفر، کتاب الطھارۃ والتزین، کتاب الصلاۃ والدعاء والقرآن، کتاب الزکاۃ والخمس والمبرات، کتاب الصیام والاعتکاف والمعاھدات، کتاب الحج والعمرۃ والزیارات، کتاب الحسبۃ والاحکام والشھادات، کتاب المعایش والمکاسب والمعاملات، کتاب المطاعم والمشارب والتجملات، کتاب النکاح والطلاق والولادات، کتاب الجنائز والفرائض والوصیات، کتاب الروضۃ الجمعیۃ للمتفرقات۔

خاتمہ:

اس میں ہم نے ذکر کیا ہے ان چیزوں کو جو الفقیہ اور التھذیبین نے ترک کیا ہے اسناد کی ابتدا میں اور جو ترک ہوا ہے اس کو وارد کر کے مافات کا جبران کیا ہے اور مبرات میں مندرج کیا ہے (القرض اور العتق اور المکاتبۃ اور الوقوف اور الھبات) کو اور حسبہ میں (الحدود اور الجھاد اور القصاص اور الدیات) کو مندرج کیا ہے اور المکاسب اور المعاملات میں (الصناعات اور التجارات اور الزارعات اور الاجارات اور الدیون اور الضمانات اور الرھون اور الامانات) کو مندرج کیا ہے اور تجملات میں (الملابس اور المراکب اور المساکن اور الدواجن) کو مندرج کیا ہے۔

اور ہر کتاب کو کچھ ابواب پر مشتمل قرار دیا ہے اور تمام ابواب پر ایک کتاب جدا کر کے لکھی ہے اور شریک کیا ہے معنی کو اس کے مخصوص عنوان کے ساتھ اور ان میں سے آخری باب کو عنوان دیا ہے نوادر کا اور اس میں متفرق احادیث ہیں جن کو ایک معنی میں جمع نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ ایک عنوان کے تحت داخل نہیں ہو سکتیں۔

اور ہر کتاب کی مناسبت سے میں نے اس کی ابتدا میں آیات قرآنی کو وارد کیا ہے پھر ابواب میں سے ہر جملے کی ابتدا میں اس کی مناسبت سے آیت ذکر کی ہے۔

اور ابواب کے مختلف جملوں میں بیانات لغوی کا تکرار کیا ہے واحد جملے کے بغیر یا جو اس جملے سے گذرا سابقہ جملے کے آخر میں زمانے کی دوری کی وجہ سے اور اس کے قریب ہونے کی وجہ سے کتاب میں اس کی حاجت ہوئی اور حق کے اوائل میں تکرار کیا ہے اور میں نے تکرار نہیں کیا ان معنوی بیانات کو جن کے بیان کرنے کی ضرورت تھی کلام میں بلکہ ان کو اس کے پہلے مقام کے

ساتھ ملا کر بیان کیا ہے اور کبھی میں نے بعض ان الفاظ کی تفسیر کو پیش کیا ہے جن میں تفسیر کی ضرورت دیکھی محصل کے پاس بھائیوں کی ایک جماعت کی التماس کی وجہ سے یہ اس لیے کیا تا کہ اس کا فائدہ عام ہو ان کے لیے جو عربی فنون میں زیادہ معرفت نہیں رکھتے اور جن کی نیت خالص ہے اور اس کا طالبوں کے لیے میدان وسیع ہو اور میں نے بعض اصولی احادیث کے عمق کو ظاہر نہیں کیا اور ان کے مرموزات کو حل نہیں کیا جس طرح ان کو کھولنے کی ضرورت تھی کیونکہ عام لوگ اس کو جس طرح ہے ویسے سمجھنے سے قاصر تھے کیونکہ کچھ علوم تحقیقیہ ایسے ہیں جن کے کتمان کا ہمیں امر دیا گیا ہے اور میں نے اپنی کوشش کی ہے کہ بیانات میں کلام نہ کروں مگر اہل ظواہر، شرائع اور روایات کی اصطلاحات کے ساتھ اہل سر اور جو مقاصد کو لوگوں کے افہام سے چھپاتے ہیں ان کی اصطلاحات کے بغیر و ما توفیقی الا باللہ، اللہ پر ہی توکل کیا ہے اور اس کی طرف ہی پلٹ کر جاتا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ و الصلاۃ و السلام علی رسول اللہ ثم علی أھل بیت رسول اللہ ثم علی رواۃ أحکام اللہ ثم علی من انتفع بمواعظ اللہ۔

کتاب العقل والعلم والتوحید

الآیات:

قال اللہ عزوجل: وَاِلٰـھُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحۡمٰنُ الرَّحِيۡمُ [1]

''اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے اُس رحمٰن رحیم کے سوا کوئی معبود نہیں۔''

اِنَّ فِىۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ وَالۡفُلۡكِ الَّتِىۡ تَجۡرِىۡ فِى الۡبَحۡرِ بِمَا يَنۡفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ مَّآءٍ فَاَحۡيَا بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا وَبَثَّ فِيۡهَا مِنۡ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصۡرِيۡفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الۡمُسَخَّرِ بَيۡنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ۔ [2]

''یقیناً آسمانوں اور زمین کی خلقت میں، رات اور دن کے آنے جانے میں، اُن کشتیوں میں جو انسانوں کے لیے مفید چیزیں لے کر سمندروں میں چلتی ہیں اور اُس پانی میں جسے اللہ نے آسمانوں سے برسایا، پھر اس پانی سے زمین کو مُردہ ہونے کے بعد (دوبارہ) زندگی بخشی اور اس میں ہر قسم کے جانداروں کو پھیلایا، اور ہواؤں کی گردش میں اور اُن بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان مسخر ہیں عقل سے کام لینے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔''

اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ۔ [3]

''یقیناً اس میں بھی صاحبانِ عقل کے لئے نشانیاں پائی جاتی ہیں۔''

قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِى الَّذِيۡنَ يَعۡلَمُوۡنَ وَالَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ۔ [4]

---

[1] سورۃ البقرۃ: ۱۶۳

[2] سورۃ البقرۃ: ۱۶۴

[3] سورۃ الرعد: ۴؛ سورۃ النحل: ۱۲؛ سورۃ الروم: ۲۴

[4] سورۃ الزمر: ۹

''کہہ دیجئے کہ کیا وہ لوگ جو جانتے ہیں ان کے برابر ہو جائیں گے جو نہیں جانتے ہیں۔اس بات سے نصیحت صرف صاحبانِ عقل حاصل کرتے ہیں''

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ [۱]

''اللہ خود گواہ ہے کہ اس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے ملائکہ اور صاحبانِ علم گواہ ہیں۔''

اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا۔ [۲]

''اللہ سے ڈرنے والے اس کے بندوں میں علماء ہیں''

وَیَرَى الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ۔ [۳]

''اور جنہیں علم دیا گیا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر جو کچھ نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے۔''

یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ۔ [۴]

''وہ لوگ جنہیں علم دیا گیا ہے اُن کے درجات کو اللہ بلند فرمائے گا۔''

[۱] سورۃ آل عمران:۱۸

[۲] سورۃ فاطر:۲۸

[۳] سورۃ سباء:۶

[۴] سورۃ المجادلۃ:۱۱

ابواب العقل و العلم

الآیات:

قال الله تبارك وتعالىٰ: (وَتِلْكَ ٱلْأَمْثَٰلُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَآ إِلَّا ٱلْعَٰلِمُونَ).

''اور یہ مثالیں ہم تمام عالمِ انسانیت کے لئے بیان کرر ہے ہیں لیکن انہیں صاحبانِ علم کے علاوہ کوئی نہیں سمجھ سکتا ہے''۔ [1]

۱۔ باب عقل اور جہل

1/1 الکافی،۱/۱/۰۱/۱ محمد عن أحمد عن السراد عن العلاء عن محمد عن أبي جعفر عليه السّلام قال: لَمَّا خَلَقَ اَللَّهُ اَلْعَقْلَ اِسْتَنْطَقَهُ ثُمَّ قَالَ لَهُ أَقْبِلْ فَأَقْبَلَ ثُمَّ قَالَ لَهُ أَدْبِرْ فَأَدْبَرَ ثُمَّ قَالَ وَ عِزَّتِي وَ جَلاَلِي مَا خَلَقْتُ خَلْقاً هُوَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْكَ وَ لاَ أَكْمَلْتُكَ إِلاَّ فِيمَنْ أُحِبُّ أَمَا إِنِّي إِيَّاكَ آمُرُ وَ إِيَّاكَ أَنْهَى وَ إِيَّاكَ أُعَاقِبُ وَ إِيَّاكَ أُثِيبُ.

(ترجمہ) محمد سے مروی ہے کہ امام محمد باقرؑ نے فرمایا: جب خدا نے عقل کو پیدا کیا تو اسے قوت گویائی دے کر فرمایا: آگے آ۔ وہ آگے آئی۔ پھر فرمایا: پیچھے ہٹ تو وہ پیچھے ہٹی۔

پھر فرمایا: مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم میں نے تجھ سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں پیدا کی۔ میں تجھ کو صرف اس شخص میں کامل کروں گا جس کو میں دوست رکھتا ہوں میں تیرے پختہ ہونے پر امرونہی کرتا ہوں اور ثواب دیتا ہوں۔ [2]

تحقیق اسناد:

یہ حدیث صحیح ہے [3]

2/2 الکافی،۱/۲۶/۲۶/۱ محمد بن الحسن عن سهل عن التميمي عن العلاء عن محمد عن أبي جعفر عليه السّلام قال: لَمَّا خَلَقَ اَللَّهُ اَلْعَقْلَ قَالَ لَهُ أَقْبِلْ فَأَقْبَلَ ثُمَّ قَالَ لَهُ أَدْبِرْ فَأَدْبَرَ فَقَالَ وَ

---

[1] سورۃ العنکبوت: ۴۳

[2] کلیات حدیث قدسی: ۲۰ ۶۳ ؛ امالی صدوق: ۴۱۸ مجلس: ۶۵ ؛ بحارالانوار: ۱/ ۹۶ ؛ مستدرک الوسائل: ۱۱/ ۲۰۲ ؛ المحاسن: ۱/ ۱۹۲ ؛ وسائل الشیعہ: ۱/ ۳۹ و ۴/ ۱۵ ؛ اثبات الھداۃ: ۱/ ۹۱ ؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۱۱۳

[3] مرآۃ العقول: ۱/ ۲۵

عِزَّتِي وَ جَلاَلِي مَا خَلَقْتُ خَلْقاً أَحْسَنَ مِنْكَ إِيَّاكَ آمُرُ وَ إِيَّاكَ أَنْهَى وَ إِيَّاكَ أُثِيبُ وَ إِيَّاكَ أُعَاقِبُ.

(ترجمہ) محمد سے مروی ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: خدا نے عقل کو پیدا کیا۔ پس اس سے فرمایا: آگے آ تو وہ آگے آئی۔ پھر فرمایا: پیچھے ہٹ تو وہ پیچھے ہٹی۔ پھر فرمایا: قسم ہے اپنے عزّت وجلال کی! میں نے کوئی مخلوق تجھ سے زیادہ اچھی پیدا نہیں کی، میں تجھ ہی کو امر و نہی کا حکم دیتا ہوں اور تجھ ہی سے ثواب دوں گا اور تجھ ہی سے عذاب دوں گا۔ [1]

بیان:

یہ حدیث ان میں سے ہے جس کو عامہ اور خاصہ نے مختلف اسانید اور متغیر الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے اور عقل ایسا جوہر ملکوتی نورانی ہے جس کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی عظمت کے نور سے خلق کیا ہے اور اس کے ذریعے آسمانوں اور زمینوں کو اور جو کچھ خیر میں سے ان دونوں میں اور ان دونوں کے درمیان ہے اس کو قوام دیا اور اس کی وجہ سے سب کو وجود کے نور کا جبہ پہنایا اور اس کے وسیلے سے کرم اور جود کے در کھولے اور اگر یہ نہ ہوتا تو سب عدم کی ظلمت کی گھاٹ میں اتر جاتے اور ہم پر نعمتوں کے در بند کیے جاتے اور وہ روحانیوں میں سے پہلی مخلوق ہے یمین عرش سے اور وہ عین ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور ہے اور اس کا وہ روح ہے جس سے ان کے معصوم اوصیاؑ کے انوار اور انبیاء و مرسلین سلام اللہ علیہم اجمعین کے ارواح نکلے، پھر اس کی شعاع سے ان کے اولین اور آخرین شیعوں کے ارواح خلق ہوئے۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پہلے جو اللہ نے خلق کیا وہ میرا نور تھا اور دوسری روایت میں ہے کہ میرا روح تھا اور حدیث قدسی میں ان کو مخاطب کر کے آیا ہے کہ: اگر آپؐ نہ ہوتے تو میں افلاک کو خلق نہ کرتا اور اس معنی میں بہت ساری روایات وارد ہوئی ہیں۔

مفضل کی حدیث میں امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ:

ہمیں انوار خلق کیا ہے اور ہمارے شیعوں کو اس نور کی شعاع سے خلق کیا گیا پس اس لیے ان کا نام شیعہ رکھا گیا چنانچہ جب قیامت کا دن ہوگا تو نچلے اوپر والوں سے ملحق ہو جائیں گے۔

''استنطقہ'' یعنی اس کو بات اور کلام کرنے والا قرار دیا اس مقام پر کلام ہوتا ہے تا کہ اس کے اہل کو خطاب کیا جائے یا اس سے طلب کیا جائے نطق یعنی اس کو کہا جائے تکلم یعنی بات کر جس طرح دوسری روایت میں وارد ہوا

[1] المحاسن: ۱/ ۹۲، وسائل الشیعہ: ۱/ ۹۳، بحارالانوار: ۱/ ۹۶

ہے جس کا ذکر اس بیان کے آخر میں آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ ''اقبل'' (آگے آ) اس حدیث میں اقبال (آگے آنا) اور ادبار (پیچھے جانا) سے دو مختلف معناؤں کا احتمال ہے جو اعتبار کے حساب سے متغایر ہیں عقل کی معنی پر بس بتحقیق جب ہم عقل کو حمل کرتے ہیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روح پر ان کے اس دنیا میں ظاہر ہونے کے بعد اور اس دنیا میں رہنے سے تو یہاں ان کے اقبال اور آگے آنے کے معنی یعنی ان کا کمالات کو کسب کرنا ہے اور ان کے اللہ سبحانہ کے ساتھ متصل ہونے کی طرف درجات کی ترقی ہے اور یہ وہ عقل ہے جس کو عقل المکتسب کہا جاتا ہے جس طرح اس کا بیان آئے گا اور ان کا ادبار پیچھے جانا یعنی ان کا خلق کی طرف رجوع کرنا ہے ان کی تکمیل کے لیے جو کمال اور تکمیل کو قبول کرتے ہیں اور اگر ہم اس کو حمل کریں پہلی مخلوق پر اس کے اس دنیا میں نازل ہونے سے پہلے تو وہاں اقبال کے معنی ان کا اقبال ہے دنیا کی طرف یعنی دنیا کی طرف رخ جاؤ اور زمین کی طرف ہبوط اور نزول کرو عالمین کے لیے رحمت بن کر اور اس معنی کو اقبال کی عبارت سے تعبیر کرنے سے مراد اس اعتبار سے ہے کہ بتحقیق خداوند سبحان ہر شئے پر محیط ہے بس اس کی طرف اقبال عین ادبار ہے اس سے اور اس کے برعکس اس لیے حدیث میں اس معنی کو تعبیر کیا اقبال کے ساتھ اس احتمال کی بنا پر اور جو حدیث آئے گی اس میں ادبار کے ساتھ تعبیر کیا۔

پس ''اقبل'' کے معنی اس پہلے معنی کی بنیاد پر ہیں جس کا بیان ذکر ہوا اور اسی طرح ''ادبر'' کی معنی ہیں اور دوسرے معنی کی بنا پر ''فاقبل'' یعنی اس عالم کی طرف نازل ہوتا کہ اپنے پروردگار کے اذن سے نفوس فلکیہ کو فیض پہنچا پھر طبائع ہو پھر صورتوں کو پھر مادوں کو پس ظاہر ہوا ان میں سے ہر حقیقت میں اور انجام دیا ان میں سے جو انجام دینا تھا تو کثرت اور متعدد ہوا اور اشخاص اور افراد بھی زیادہ ہوئے پھر اس کو کہا گیا ''ادبر'' اپنے پروردگار کی طرف پلٹ آ ''فادبر'' بس اپنے پروردگار کے داعی کو جواب دیا اور اس کے قدس کی جانب متوجہ ہوا یعنی ماء عذب (میٹھا پانی) اور پاک مٹی سے جسم مصور ہوا پھر حسین وجمیل نباتات ہوا، پھر صاحب عقل حیوانی، حیوان ہوا پھر عقل ہوا ملکے کے ذریعے پھر فائدہ مند عقل ہوا پھر بالفعل عقل ہوا پھر دنیا سے جدا ہو کر اپنے رفیق اعلیٰ کے ساتھ ملحق ہوا اور اسی طرح کیا ہر اس نے جس نے ان کی پیروی کی، ان ارواح میں سے جو ان کے نور سے نکلے تھے اور ان کی شعاع سے پھوٹے تھے اور سب ان کے ساتھ ملحق ہوں گے اور ان کے ساتھ محشور ہوں گے عالم اعلیٰ کی طرف عروج میں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے میں بس ان کا اقبال یعنی اس جسمانی عالم کی طرف متوجہ ہونا اور ان پر اس کا القاء کرنا ان کے نور کی شعاع سے اور ان کا اس عالم میں بزرگی اور علم کا ظاہر کرنا ہے اور ہر ایک کو ان کی استعداد اور صلاحیت کے مطابق شعور اور ادراک اور علم اور نطق و کلام کا فیض پہنچانا اور اس کے معدن سے جدا

ہوئے بغیر اور کسی فاصلے کے بغیر ان سے ہر چیز کو قبول کرنا اور ان کے مقام و مرتبے کو چھوڑ دینا بلکہ ان کے اللہ کی طرف سے تمام وجود پر فیض دینے والے وجود پر جود سے نکلتے ہوئی فضیلت اور کرامت کو حاصل کرنا ہے اور اس کے ادبار کا مطلب یہ ہے کہ جناب حق تعالی کی طرف رجوع کرنا، پلٹنا اور عبودی، ذاتی کی ہر شئے کے ذریعے، مادے کی زمین سے عقل کے آسمان کی طرف ان کی ذات کے لیے کمال کے ساتھ عالم قدس کی طرف عروج کرنا حتی کہ اللہ تعالی کے ساتھ متصل ہو جانا اور مقام امن اور راحت پر مستقر ہو جانا اور ایسے مقام محمود پر مبعوث ہونا جس پر اولین اور آخرین غبطہ کریں بس ان کا تمام مراتب میں اقبال ایجابی تکوینی ہے جس میں عصیان کا احتمال ہی نہیں ہے اور ایک امر دفعی ہے کہ جو زمانے کے تحت نہیں آتا وجود سابق کی طرف وجود لاحق کے وقت بطلان اور نقصان ان کے نزدیک نہیں آتا اور ان کا اواخر میں ادبار تکلیفی تشریعی ہے اور وہ سارا خلق تدریجی ہے جو ایسے زمان کے ساتھ مقید ہے جو باطل کرتا ہے لاحق کے حادث ہونے کے وقت سابق کو شخصی اور جسمی طور پر نہ حقیقت اور روح میں اور اس میں سے ہر مرتبہ آخر سے عین اس جیسا ہے حقیقت میں اور اس کا غیر شخصی ہے عالم غیب میں۔ عقل کے نور کی مثال ایسے ہے جیسے سورج کا نور عالم شہادہ (دیکھے جانے والے ظاہری عالم) میں، بس جس طرح ظاہری دیکھنے والی آنکھ سورج کے نور کے ساتھ درک کرتی ہے اس عالم میں محسوسات کو بس اگر وہ آنکھ نہ ہو تو کسی چیز کو نہیں دیکھے گی اسی طرح سے بصیرت کی آنکھ جو درک کرتی ہے عقل کے نور کے ساتھ معقولات کو دوسرے عالم میں اور اگر بصیرت والی آنکھ نہ ہو تو کسی چیز کو نہیں دیکھے گی اور جیسے بتحقیق وہ شخص جو نابینا ہو ظاہری آنکھ سے تو سورج کے نور کے ذریعے کسی چیز کو نہیں دیکھتا اسی طرح عقل و بصیرت کی آنکھ کا نابینا بھی عقل کے نور کے ذریعے کچھ نہیں دیکھتا پھر بتحقیق یہ شعاع دینے والے انوار پھوٹتے ہیں عقل اور نور محمدی کے ضیاء اور انوار سے جو ایک سبب ہیں انسان کے لیے جن کے ذریعے وہ مہیا کرتا ہے علوم نظریہ کے ادراک کو اور چھپی ہوئی صنعتوں کے تدبر کو اور یہ چیزیں انسان کو خارج کرتی ہیں قوت سے فعل کی طرف ہر چیز میں اور انسان کو یہی چیزیں دوسرے حیوانوں سے جدا کرتی ہیں اور ان میں سے ہی انسان کو ایسی چیزیں کسب کرنے کے لیے ملتی ہیں جن کے ذریعے ان کے نفع اور نقصان کو کسب کرتا ہے اور نافع اور فائدہ مند چیزوں کو مقدم رکھتا ہے اور پرہیز کرتا ہے ان سے جو نقصان دہ ہیں اور اپنے نفع میں فانی اشیاء کو چھوڑ کر باقی رہنے والی اشیاء کو اختیار کرتا ہے اور برعکس نقصان دہ چیزوں میں اور وہ پہلا ثمر ہے اور انتہا کی بلندی تک پہنچانے والا ہے اور اس کی ملائکہ تائید کرتے ہیں اور اس کو الہام کرتے ہیں اور ہدایت کرتے ہیں۔

ان دونوں عقلوں کی طرف ایک شعر میں جو امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ منسوب ہے اشارہ کیا گیا ہے بتحقیق انہوں نے

فرمایا:

رَأَيْتُ الْعَقْلَ عَقْلَيْنِ
فَمَطْبُوعٌ وَمَسْمُوعٌ
وَلا يَنْفَعُ مَسْمُوعٌ
إذا لَمْ يَكُ مَطْبُوعٌ
كَما لا تَنْفَعُ الشَّمْسُ
وَضَوْءُ الْعَيْنِ مَمْنُوعٌ

''میں نے عقل کو دو قسموں کا دیکھا ہے ایک عقل مطبوع اور فطری ہے اور دوسرا وہ جو سنا گیا ہے اور سنا گیا عقل کبھی کبھی فائدہ نہیں دیتا جب تک فطری عقل نہ ہو جس طرح سورج کا نور کوئی فائدہ نہیں دیتا اس کو جو آنکھیں نہیں رکھتا۔''

ان میں سے ہر ایک کے لیے درجات اور مراتب ہیں: کامل اور اکمل ہے اور ناقص اور انقص ہے ''ایاک آمر'' (تیرے ساتھ امر کروں گا) یا وہ اپنی حقیقت پر ہے یا تیرے ذریعے یا تیری وجہ سے یا تیرے لیے کے معنی میں ہے کیونکہ عقل خود مکلف ہے یا تکلیف کا ملاک ہے اور ''ایاک اعاقب'' (تیرے ساتھ عقاب کروں گا) یعنی تیرے تعلقات جسمانی میں ڈوب جانے کے وقت اور تیرے شہوات دنیاوی میں غرق ہونے کے وقت والا جوہر عقلی اپنی ذات کے اعتبار سے دنیا و آخرت میں سعید ہے جس کے لیے کوئی گناہ اور معصیت نہیں ہے اور بتحقیق اس سے کچھ طلب ہوگا تو بدن کے ساتھ اس کی جو صحبت ہے اس کی وجہ سے ہوگا اور اس کا وہم اور خیال کے ساتھ مخلوط ہونے کی وجہ سے ہوگا اور اراذل مقام پر جانے کی وجہ سے ہوگا۔

یہ تھی میرے پاس اس حدیث کی شرح جو بتحقیق میں نے ائمہ معصومین علیہم السلام کے انوار کے مشکاۃ سے اقتباس کیا ہے اور ان کی نور کی شعاعوں کے فیض سے اقتباس کیا ہے بس بتحقیق ان کے ہدیے اور عطا کو کوئی بھی حمل نہیں کرتا سوائے جوان کے بار اور وزن کو اٹھا سکے۔

اور ان شاء اللہ عنقریب آئے گا ان کے کلمات میں وہ جو اس کی تاکید کرتا ہے اور اس کو ثابت کرتا ہے اور محاسن برقی میں حدیث کے آخر میں زیادہ بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ: بس محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کیے گئے ننانوے جزء پھر دوسرے بندوں میں تقسیم ہوا ایک جزء گویا ارادہ کیا ہے ایک جزء سے شعاع کے ایسے جزء کا جو عقل کل سے نکلنے سے اس سے کوئی چیز ناقص نہ ہو اور بتحقیق یہ کہا گیا ہے نسبت کے لیے مثال کے طور پر اور الشیخ الصدوق ابو

جعفر محمد بن علی بن موسیٰ بن بابو یہ رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب الخصال میں مرسل روایت کی ہے کہ علی علیہ السلام سے انہوں نے فرمایا: کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ خَلَقَ الْعَقْلَ مِنْ نُورٍ مَخْزُونٍ مَكْنُونٍ فِي سَابِقِ عِلْمِهِ الَّتِي لَمْ يَطَّلِعْ عَلَيْهِ نَبِيٌّ مُرْسَلٌ وَ لاَ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ فَجَعَلَ الْعِلْمَ نَفْسَهُ وَ الْفَهْمَ رُوحَهُ وَ الزُّهْدَ رَأْسَهُ وَ الْحَيَاءَ عَيْنَيْهِ وَ الْحِكْمَةَ لِسَانَهُ وَ الرَّأْفَةَ هَمَّهُ وَ الرَّحْمَةَ قَلْبَهُ ثُمَّ حَشَاهُ وَ قَوَّاهُ بِعَشَرَةِ أَشْيَاءَ بِالْيَقِينِ وَ الْإِيمَانِ وَ الصِّدْقِ وَ السَّكِينَةِ وَ الْإِخْلاَصِ وَ الرِّفْقِ وَ الْعَطِيَّةِ وَ الْقُنُوعِ وَ التَّسْلِيمِ وَ الشُّكْرِ ثُمَّ قَالَ عَزَّ وَ جَلَّ أَدْبِرْ فَأَدْبَرَ ثُمَّ قَالَ لَهُ أَقْبِلْ فَأَقْبَلَ ثُمَّ قَالَ لَهُ تَكَلَّمْ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَيْسَ لَهُ ضِدٌّ وَ لاَ نِدٌّ وَ لاَ شَبِيهٌ وَ لاَ كُفْوٌ وَ لاَ عَدِيلٌ وَ لاَ مِثْلٌ الَّذِي كُلُّ شَيْءٍ لِعَظَمَتِهِ خَاضِعٌ ذَلِيلٌ فَقَالَ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى وَ عِزَّتِي وَ جَلاَلِي مَا خَلَقْتُ خَلْقاً أَحْسَنَ مِنْكَ وَ لاَ أَطْوَعَ لِي مِنْكَ وَ لاَ أَرْفَعَ مِنْكَ وَ لاَ أَشْرَفَ مِنْكَ وَ لاَ أَعَزَّ مِنْكَ بِكَ أُوَاخِذُ وَ بِكَ أُعْطِي وَ بِكَ أُوَحَّدُ وَ بِكَ أُعْبَدُ وَ بِكَ أُدْعَى وَ بِكَ أُرْتَجَى وَ بِكَ أُبْتَغَى وَ بِكَ أُخَافُ وَ بِكَ أُحْذَرُ وَ بِكَ الثَّوَابُ وَ بِكَ الْعِقَابُ فَخَرَّ الْعَقْلُ عِنْدَ ذَلِكَ سَاجِداً فَكَانَ فِي سُجُودِهِ أَلْفَ عَامٍ فَقَالَ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى ارْفَعْ رَأْسَكَ وَ سَلْ تُعْطَ وَ اشْفَعْ تُشَفَّعْ فَرَفَعَ الْعَقْلُ رَأْسَهُ فَقَالَ إِلَهِي أَسْأَلُكَ أَنْ تُشَفِّعَنِي فِيمَنْ خَلَقْتَنِي فِيهِ فَقَالَ اللّٰهُ جَلَّ جَلاَلُهُ لِمَلاَئِكَتِهِ أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ شَفَّعْتُهُ فِيمَنْ خَلَقْتُهُ فِيهِ.

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تحقیق خداوند متعال نے عقل کو اپنے اس نور سے جو اس کے پہلے علم کے خزانہ میں پوشیدہ تھا اور اس سے کوئی بھی مرسل پیغمبر اور مقرب فرشتہ آگاہ نہیں تھا، خلق کیا اور علم کو عقل کا نفس قرار دیا اور فہم کو اس کا روح قرار دیا اور زہد کو اس کا سر قرار دیا اور حیا کو اس کی دو آنکھیں اور حکمت کو اس کی زبان اور مہربانی کو اس کی ہمت اور رحمت کو اس کا دل قرار دیا پھر اس کے اندر کو دس چیزوں سے بھرا اور اسے طاقتور کیا، یقین اور ایمان اور صدق اور سکون و اطمینان اور اخلاص اور رفق اور رعطا کرنا اور قناعت اور تسلیم اور شکر پھر خداوند عز وجل نے کہا: پیچھے جاو وہ پیچھے گیا پھر اسے کہا: آگے آو وہ آگے آیا پھر اس کو کہا: بات کرتو اس نے کہا: ساری حمد ہے اس خدا کی جس کی نہ کوئی ضد ہے اور نہ ثانی نہ شبیہہ ہے نہ کفو ہے نہ اس کی مثال ہے وہ ایسا خدا ہے کہ جس کی عظمت کے سامنے ہر چیز خاضع اور ذلیل

ہے پھر رب تبارک وتعالی نے کہا: مجھے میرے عزت اور جلال کی قسم! میں نے کوئی مخلوق تجھ سے حسین خلق نہیں کی اور تجھ سے مطیع تر خلق نہیں کی اور والاتر اور شریف تر اور عزیز تر تجھ سے خلق نہیں کی، تیرے وسیلے سے میں مواخذہ کروں گا اور عطا کروں گا، تیرے سبب میں واحد قرار پاؤں گا، تیرے سبب عبادت کیا جاؤں گا، تیرے وسیلے سے میں پکارا جاؤں گا، تیرے ذریعے مجھ میں امید رکھی جائے گی اور تیرے سبب چاہا جاؤں گا، تیرے سبب مجھ سے ڈریں گے، تیرے وسیلے سے مجھ سے بچیں گے تیرے وسیلے سے ثواب ہے اور تیرے ذریعے عقاب ہے۔ بعدازاں اس وقت عقل سجدے میں گر پڑا اور پھر وہ ہزار سال سجدوں میں رہا۔ پھر رب تبارک وتعالی نے فرمایا: اپنا سر اٹھا! اور مانگ تاکہ تجھے عطا کیا جائے! اور شفاعت کر کہ تیری شفاعت قبول کی جائے! پھر عقل نے سر اٹھایا اور کہا: اے میرے معبود! تجھ سے، جن میں مجھے تو نے خلق کیا ہے (عقل مندوں کی)، ان کی شفاعت کا سوال کرتا ہوں تو خداوند متعال نے ملائکہ کو کہا: میں بتحقیق تمہیں گواہ قرار دیتا ہوں کہ میں اس کی شفاعت کروں گا جس میں اسے خلق کیا ہے۔ [1]

اور اس حدیث کے بعض الفاظ کا بیان بعض روایات کے بیان کے ضمن میں آئے گا ان شاء اللہ

اس مقام پر ایسے اسرار اور راز ہیں جن کو عام لوگ نہیں سمجھ سکتے اس لیے ہم ان کو اپنے مقام پر ترک کرتے ہیں۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف علی المشہور ہے [2] لیکن میرے نزدیک حدیث موثق ہے کیونکہ سہل بن زیاد الآدمی کی روایات پر علماء کی ایک جماعت نے اعتماد کیا ہے۔ اور اسے ثقہ قرار دیا ہے جیسا کہ مقدمہ میں بھی بیان ہو چکا ہے کہ سہل مشائخ اجازہ میں سے ہے۔ (واللہ علم)

3/3 الكافی،۱/۲۱/۰۲/۱ العدة عن أحمد عن علی بن حديد عن سماعة قال: كُنْتُ عِنْدَ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ وَ عِنْدَهُ جَمَاعَةٌ مِنْ مَوَالِيهِ فَجَرَى ذِكْرُ اَلْعَقْلِ وَ اَلْجَهْلِ فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ اِعْرِفُوا اَلْعَقْلَ وَ جُنْدَهُ وَ اَلْجَهْلَ وَ جُنْدَهُ تَهْتَدُوا قَالَ سَمَاعَةُ فَقُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاكَ لاَ نَعْرِفُ إِلاَّ مَا عَرَّفْتَنَا فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ إِنَّ اَللَّهَ عَزَّ وَ جَلَّ خَلَقَ اَلْعَقْلَ وَ هُوَ أَوَّلُ خَلْقٍ مِنَ اَلرُّوحَانِيِّينَ عَنْ يَمِينِ اَلْعَرْشِ مِنْ نُورِهِ فَقَالَ لَهُ أَدْبِرْ فَأَدْبَرَ ثُمَّ قَالَ لَهُ أَقْبِلْ فَأَقْبَلَ فَقَالَ اَللَّهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى خَلَقْتُكَ خَلْقاً عَظِيماً وَ كَرَّمْتُكَ عَلَى جَمِيعِ خَلْقِي قَالَ ثُمَّ

[1] الخصال: ۲/ ۴۲۷؛ معانی الاخبار: ۱/ ۳۱۲؛ امالی طوسی: ۵۴۱؛ روضۃ الواعظین: ۱/ ۳؛ مشکاۃ الانوار: ۳۵۰؛ ارشاد القلوب: ۱/ ۱۹۷؛ نوادر الاخبار: ۵؛ بحار الانوار: ۱/ ۱۰۷؛ مستدرک الوسائل: ۱۱/ ۲۰۳

[2] مرآۃ العقول: ۱/ ۸۴

خَلَقَ ٱلْجَهْلَ مِنَ ٱلْبَحْرِ ٱلْأُجَاجِ ظُلْمَانِيّاً فَقَالَ لَهُ أَدْبِرْ فَأَدْبَرَ ثُمَّ قَالَ لَهُ أَقْبِلْ فَلَمْ يُقْبِلْ
فَقَالَ لَهُ إِسْتَكْبَرْتَ فَلَعَنَهُ ثُمَّ جَعَلَ لِلْعَقْلِ خَمْسَةً وَ سَبْعِينَ جُنْداً فَلَمَّا رَأَى ٱلْجَهْلُ مَا
أَكْرَمَ ٱللَّهُ بِهِ ٱلْعَقْلَ وَمَا أَعْطَاهُ أَضْمَرَ لَهُ ٱلْعَدَاوَةَ فَقَالَ ٱلْجَهْلُ يَا رَبِّ هَذَا خَلْقٌ مِثْلِي خَلَقْتَهُ وَ
كَرَّمْتَهُ وَ قَوَّيْتَهُ وَ أَنَا ضِدُّهُ وَلَا قُوَّةَ لِي بِهِ فَأَعْطِنِي مِنَ ٱلْجُنْدِ مِثْلَ مَا أَعْطَيْتَهُ فَقَالَ نَعَمْ فَإِنْ
عَصَيْتَ بَعْدَ ذَلِكَ أَخْرَجْتُكَ وَ جُنْدَكَ مِنْ رَحْمَتِي قَالَ قَدْ رَضِيتُ فَأَعْطَاهُ خَمْسَةً وَ سَبْعِينَ
جُنْداً فَكَانَ مِمَّا أَعْطَى ٱلْعَقْلَ مِنَ ٱلْخَمْسَةِ وَ ٱلسَّبْعِينَ ٱلْجُنْدَ ٱلْخَيْرُ وَ هُوَ وَزِيرُ ٱلْعَقْلِ وَ جَعَلَ
ضِدَّهُ ٱلشَّرَّ وَ هُوَ وَزِيرُ ٱلْجَهْلِ وَ ٱلْإِيمَانُ وَ ضِدَّهُ ٱلْكُفْرَ وَ ٱلتَّصْدِيقُ وَ ضِدَّهُ ٱلْجُحُودَ وَ ٱلرَّجَاءُ وَ
ضِدَّهُ ٱلْقُنُوطَ وَ ٱلْعَدْلُ وَ ضِدَّهُ ٱلْجَوْرَ وَ ٱلرِّضَا وَ ضِدَّهُ ٱلسُّخْطَ وَ ٱلشُّكْرُ وَ ضِدَّهُ ٱلْكُفْرَانَ وَ
ٱلطَّمَعُ وَ ضِدَّهُ ٱلْيَأْسَ وَ ٱلتَّوَكُّلُ وَ ضِدَّهُ ٱلْحِرْصَ وَ ٱلرَّأْفَةُ وَ ضِدَّهَا ٱلْقَسْوَةَ وَ ٱلرَّحْمَةُ وَ ضِدَّهَا
ٱلْغَضَبَ وَ ٱلْعِلْمُ وَ ضِدَّهُ ٱلْجَهْلَ وَ ٱلْفَهْمُ وَ ضِدَّهُ ٱلْحُمْقَ وَ ٱلْعِفَّةُ وَ ضِدَّهَا ٱلتَّهَتُّكَ وَ ٱلزُّهْدُ وَ
ضِدَّهُ ٱلرَّغْبَةَ وَ ٱلرِّفْقُ وَ ضِدَّهُ ٱلْخُرْقَ وَ ٱلرَّهْبَةُ وَ ضِدَّهُ ٱلْجُرْأَةَ وَ ٱلتَّوَاضُعُ وَ ضِدَّهُ ٱلْكِبْرَ وَ ٱلتُّؤَدَةُ
وَ ضِدَّهَا ٱلتَّسَرُّعَ وَ ٱلْحِلْمُ وَ ضِدَّهَا ٱلسَّفَهَ وَ ٱلصَّمْتُ وَ ضِدَّهُ ٱلْهَذَرَ وَ ٱلِاسْتِسْلَامُ وَ ضِدَّهُ
ٱلِاسْتِكْبَارَ وَ ٱلتَّسْلِيمُ وَ ضِدَّهُ ٱلشَّكَّ وَ ٱلصَّبْرُ وَ ضِدَّهُ ٱلْجَزَعَ وَ ٱلصَّفْحُ وَ ضِدَّهُ ٱلِانْتِقَامَ وَ
ٱلْغِنَى وَ ضِدَّهُ ٱلْفَقْرَ وَ ٱلتَّذَكُّرُ وَ ضِدَّهُ ٱلسَّهْوَ وَ ٱلْحِفْظُ وَ ضِدَّهُ ٱلنِّسْيَانَ وَ ٱلتَّعَطُّفُ وَ ضِدَّهُ
ٱلْقَطِيعَةَ وَ ٱلْقُنُوعُ وَ ضِدَّهُ ٱلْحِرْصَ وَ ٱلْمُؤَاسَاةُ وَ ضِدَّهَا ٱلْمَنْعَ وَ ٱلْمَوَدَّةُ وَ ضِدَّهَا ٱلْعَدَاوَةَ وَ
ٱلْوَفَاءُ وَ ضِدَّهُ ٱلْغَدْرَ وَ ٱلطَّاعَةُ وَ ضِدَّهَا ٱلْمَعْصِيَةَ وَ ٱلْخُضُوعُ وَ ضِدَّهُ ٱلتَّطَاوُلَ وَ ٱلسَّلَامَةُ وَ
ضِدَّهَا ٱلْبَلَاءَ وَ ٱلْحُبُّ وَ ضِدَّهُ ٱلْبُغْضَ وَ ٱلصِّدْقُ وَ ضِدَّهُ ٱلْكَذِبَ وَ ٱلْحَقُّ وَ ضِدَّهُ ٱلْبَاطِلَ وَ
ٱلْأَمَانَةُ وَ ضِدَّهَا ٱلْخِيَانَةَ وَ ٱلْإِخْلَاصُ وَ ضِدَّهُ ٱلشَّوْبَ وَ ٱلشَّهَامَةُ وَ ضِدَّهَا ٱلْبَلَادَةَ وَ ٱلْفَهْمُ وَ
ضِدَّهُ ٱلْغَبَاوَةَ وَ ٱلْمَعْرِفَةُ وَ ضِدَّهَا ٱلْإِنْكَارَ وَ ٱلْمُدَارَاةُ وَ ضِدَّهَا ٱلْمُكَاشَفَةَ وَ سَلَامَةُ ٱلْغَيْبِ وَ
ضِدَّهَا ٱلْمُمَاكَرَةَ وَ ٱلْكِتْمَانُ وَ ضِدَّهُ ٱلْإِفْشَاءَ وَ ٱلصَّلَاةُ وَ ضِدَّهَا ٱلْإِضَاعَةَ وَ ٱلصَّوْمُ وَ ضِدَّهُ
ٱلْإِفْطَارَ وَ ٱلْجِهَادُ وَ ضِدَّهُ ٱلنُّكُولَ وَ ٱلْحَجُّ وَ ضِدَّهُ نَبْذَ ٱلْمِيثَاقِ وَ صَوْنُ ٱلْحَدِيثِ وَ ضِدَّهُ
ٱلنَّمِيمَةَ وَ بِرُّ ٱلْوَالِدَيْنِ وَ ضِدَّهُ ٱلْعُقُوقَ وَ ٱلْحَقِيقَةُ وَ ضِدَّهَا ٱلرِّيَاءَ وَ ٱلْمَعْرُوفُ وَ ضِدَّهُ ٱلْمُنْكَرَ وَ
ٱلسَّتْرُ وَ ضِدَّهُ ٱلتَّبَرُّجَ وَ ٱلتَّقِيَّةُ وَ ضِدَّهَا ٱلْإِذَاعَةَ وَ ٱلْإِنْصَافُ وَ ضِدَّهُ ٱلْحَمِيَّةَ وَ ٱلتَّهْيِئَةُ وَ

ضِدَّهَا اَلْبَغْيَ وَ اَلنَّظَافَةُ وَ ضِدَّهَا اَلْقَذَرَ وَ اَلْحَيَاءُ وَ ضِدَّهَا اَلْخَلَعَ وَ اَلْقَصْدُ وَ ضِدَّهُ اَلْعُدْوَانَ وَ اَلرَّاحَةُ وَ ضِدَّهَا اَلتَّعَبَ وَ اَلسُّهُولَةُ وَ ضِدَّهَا اَلصُّعُوبَةَ وَ اَلْبَرَكَةُ وَ ضِدَّهَا اَلْمَحْقَ وَ اَلْعَافِيَةُ وَ ضِدَّهَا اَلْبَلاَءَ وَ اَلْقَوَامُ وَ ضِدَّهُ اَلْمُكَاثَرَةَ وَ اَلْحِكْمَةُ وَ ضِدَّهَا اَلْهَوَاءَ وَ اَلْوَقَارُ وَ ضِدَّهُ اَلْخِفَّةَ وَ اَلسَّعَادَةُ وَ ضِدَّهَا اَلشَّقَاوَةَ وَ اَلتَّوْبَةُ وَ ضِدَّهَا اَلْإِصْرَارَ وَ اَلاِسْتِغْفَارُ وَ ضِدَّهُ اَلاِغْتِرَارَ وَ اَلْمُحَافَظَةُ وَ ضِدَّهَا اَلتَّهَاوُنَ وَ اَلدُّعَاءُ وَ ضِدَّهُ اَلاِسْتِنْكَافَ وَ اَلنَّشَاطُ وَ ضِدَّهُ اَلْكَسَلَ وَ اَلْفَرَحُ وَ ضِدَّهُ اَلْحَزَنَ وَ اَلْأُلْفَةُ وَ ضِدَّهَا اَلْفُرْقَةَ وَ اَلسَّخَاءُ وَ ضِدَّهُ اَلْبُخْلَ فَلاَ تَجْتَمِعُ هَذِهِ اَلْخِصَالُ كُلُّهَا مِنْ أَجْنَادِ اَلْعَقْلِ إِلاَّ فِي نَبِيٍّ أَوْ وَصِيِّ نَبِيٍّ أَوْ مُؤْمِنٍ قَدِ اِمْتَحَنَ اَللَّهُ قَلْبَهُ لِلْإِيمَانِ وَ أَمَّا سَائِرُ ذَلِكَ مِنْ مَوَالِينَا فَإِنَّ أَحَدَهُمْ لاَ يَخْلُو مِنْ أَنْ يَكُونَ فِيهِ بَعْضُ هَذِهِ اَلْجُنُودِ حَتَّى يَسْتَكْمِلَ وَ يَنْقَى مِنْ جُنُودِ اَلْجَهْلِ فَعِنْدَ ذَلِكَ يَكُونُ فِي اَلدَّرَجَةِ اَلْعُلْيَا مَعَ اَلْأَنْبِيَاءِ وَ اَلْأَوْصِيَاءِ وَ إِنَّمَا يُدْرَكُ ذَلِكَ بِمَعْرِفَةِ اَلْعَقْلِ وَ جُنُودِهِ وَ بِمُجَانَبَةِ اَلْجَهْلِ وَ جُنُودِهِ وَفَّقَنَا اَللَّهُ وَ إِيَّاكُمْ لِطَاعَتِهِ وَ مَرْضَاتِهِ.

ترجمہ

سماعہ سے مروی ہے کہ میں امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپؑ کی خدمت میں آپؑ کے دوستوں کی ایک جماعت موجود تھی اور عقل و جہل کا ذکر ہو رہا تھا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: عقل اور اس کے لشکر کو اور جہل اور اس کے لشکر کو پہچانو ہدایت پا جاؤ گے۔ سماعہ نے عرض کیا: میری جان آپ پر فدا ہو! ہم تو اتنا ہی جانتے ہیں جتنا آپؑ نے بتایا ہے۔ امامؑ نے فرمایا: خدائے عزوجل نے عقل کو پیدا کیا اور وہ روحانیین میں سب سے پہلی مخلوق ہے جس کو اپنے نور سے یمین عرش سے پیدا کیا، اس سے کہا پیچھے ہٹ تو وہ پیچھے ہٹ گئی۔ پھر کہا: آگے آ تو وہ آگے آئی۔ خدا نے فرمایا: میں نے تجھ کو خلقت عظیم کے ساتھ پیدا کیا اور اپنی تمام مخلوق پر فضیلت دی: پھر جہل کو پیدا کیا کھاری دریا سے جو ظلماتی تھا۔ اس سے کہا پیچھے ہٹ تو وہ پیچھے ہٹ گیا۔ پھر کہا: آگے آ تو وہ آگے نہ آیا۔ خدا نے فرمایا: تو نے تکبر کیا اور اس پر لعنت کی۔ پھر خدا نے عقل کو پچھتر خوبیوں کا لشکر عطا کیا۔ جب جہل نے عقل کا یہ عزت و اکرام دیکھا تو عقل کی عداوت اس کے دل میں سما گئی۔ جہل نے کہا: اے معبود! تو نے میری طرح عقل کو بھی پیدا کیا اور تو نے اس کو تو صاحب کرامت وقت بنا دیا، میں اس کی ضد ہوں میرے لیے کوئی قوت نہیں؟ پس جیسا لشکر اسے دیا ہے اپنی رحمت سے مجھے بھی دے۔ خدا نے فرمایا: اچھا اگر تو نے اس لشکر کی نافرمانی کی تو میں تجھے اور تیرے لشکر کو اپنی رحمت سے دور کر دوں گا۔ اس نے کہا: میں راضی ہوں۔ پس خدا نے اسے بھی

پچھتر فوجی دیئے جن میں سے عقل کو پچھتر لشکر خیر کے دیئے اور جو وزیر عقل ہے اس کی ضد شر ہے، جو وزیر جہل وایمان ہے جس کی ضد کُفر ہے، تصدیق جس کی ضد انکار ہے، اُمید جس کی ضد مایوسی ہے، عدل جس کی ضد ظلم ہے، رضا جس کی ضد غصہ ہے، شکر جس کی ضد کفران (نعمت) ہے، طمع (امور خیر میں زیادتی کی خواہش) جس کی ضد یاس ہے، توکل جس کی جد حرص ہے، مہربانی یا نرم دلی جس کی ضد سخت دلی ہے، رحمت جس کی ضد غضب ہے، علم جس کی ضد جہل ہے، فہم جس کی ضد حماقت ہے، تفقہ جس کی ضد تہتک ہے، زہد جس کی ضد رغبت ہے، خوش خوئی جس کی ضد بد خوئی ہے، ڈرنا جس کی ضد جرأت ہے، فروتنی جس کی ضد بڑائی ہے، فکر وسخن میں آہستگی جس کی ضد جلد بازی ہے، حلم کی ضد دشنام دہی ہے، خاموشی کی ضد ہرزہ گوئی ہے، قبولیت کی ضد سرکشی ہے، تسلیم کی ضد شک ہے، صبر کی ضد بے قراری ہے، درگزر کی ضد انتقام ہے، استغنا کی ضد فقر ہے، تذکر کی ضد سہو ہے، حفظ کی ضد نسیان ہے، مہربانی کی ضد قطع تعلق ہے، قناعت کی ضد حرص ہے، محتاجوں سے ہمدردی کی ضد سنگ دلی کو روکنا ہے، محبت کی ضد عداوت ہے، وفا کی ضد غدر ہے، اطاعت کی ضد معصیت ہے، گریہ وزاری کی ضد سرکشی ہے، سلامتی کی ضد بلا ہے، محبت کی ضد بغض ہے، سچ کی ضد جھوٹ ہے، حق کی ضد باطل ہے، امانت کی ضد خیانت ہے، بے غرض کہنے کی ضد غرض آلود بات کرنا ہے، چیزوں کا جلد تصور کرنے کی ضد کند ذہن بننا ہے، فہم کی ضد غباوت ہے، معرفت کی ضد انکار ہے، کسی کی بدی سے چشم پوشی کی ضد اس کا ظاہر کر دینا ہے، غیب کے سلامت ہونے کی ضد مماکرت ہے، اپنے راز کو چھپانے کی ضد اُسے ظاہر کرنا ہے، نماز کو ادا کرنے کی ضد غفلت سے اُس کو ضائع کرنا ہے، روزہ رکھنے کی ضد افطار ہے، جہاد کی ضد حق سے روگردانی ہے، حج کی ضد پیمان الٰہی کو پس پشت ڈالنا ہے، لوگوں کی باتوں پر نگاہ رکھنے کی ضد چغل خوری ہے، ماں باپ کے ساتھ احسان کرنے کی ضد ان کی نافرمانی ہے، حقیقت کی ضد ریا ہے، معروف کی ضد منکر ہے، ستر کی ضد اظہار ہے، تقیہ کی ضد بے باکی سے اظہار حق کرنا ہے، انصاف کی ضد لوگوں کے درمیان تفاوت قائم کرنا ہے، شہامت کی ضد کند ذہنی ہے، پاکیزگی کی ضد نجاست ہے، شرم کی ضد بے شرمی ہے، میانہ روی کی ضد حد سے گزرنا ہے، راحت کی ضد مصیبت ہے، سہولت کی ضد صعوبت ہے، برکت کی ضد نحوست ہے، عافیت کی ضد بلا ہے، اعتدال کی ضد برتری طلب کرنا ہے، حکمت کی ضد خواہش نفس کی اتباع ہے، وقار کی ضد سبکی ہے، سعادت کی ضد شقاوت ہے، توبہ کی ضد اصرار ہے، استغفار کی ضد غرور ہے، محافظت کی ضد سُستی ہے، دعا کی ضد غفلت ہے، نشاط کی ضد کاہلی ہے، خوشی کی ضد حزن ہے، الفت کی ضد فرقت ہے اور سخاوت کی ضد بخل ہے پس اجناد عقل کی یہ تمام قسمیں جمع نہیں ہوتیں مگر نبی یا وصی نبی میں اور اس مومن میں جس کے ایمان قلبی کا امتحان خدا نے لے لیا ہو۔ رہے باقی ہمارے

موالی تو ان میں سے کوئی ایسا نہیں جس میں جنود عقل سے کوئی چیز نہ پائی جاتی ہو مگر جنود جہل سے بھی اس میں کچھ ہوگا۔ لہٰذا وہ بلند درجہ میں انبیاء اور اوصیاء کے ساتھ ہوگا اور وہ یہ درجہ پائے گا عقل اور اس کے لشکر کی معرفت اور جہل سے دور کر دینے کی بناء پر۔ خدا ہم کو اور تم کو اپنی اطاعت اور مرضی کی توفیق دے۔ [1]

بیان:

''من موالیہ'' موالیان یعنی ان کے محب اور پیروی کرنے والے

''من الروحانیین'' ضمہ کے ساتھ روح کی طرف نسبت کے ساتھ اور الف اور نون زائدہ ہیں نسبت کے لیے

''عن یمین العرش'' یہاں پر عرش سے مراد تمام مخلوقات ہیں جس طرح حدیث میں وارد ہوا ہے اور جس کا ذکر آئے گا اور یمین سے مراد اس کا قوی ترین اور شریف ترین طرف پہلو ہے اور وہ روحانیات کا عالم ہے جس طرح بتحقیق یسار (بائیں طرف) ضعیف ترین اور چھوٹی ہے اور وہ جسمانیات کا عالم ہے

''من نورہ'' سے مراد اس کی ذات کا وہ نور جو اس کی عین ذات ہے

''ادبر'' یعنی دنیا کی طرف رخ کرو اور زمین کی طرف نیچے اترو عالمین کے لیے رحمت بن کر۔

یہاں پر ادبار کا بعینہٖ معنی وہی دوسری معنی کی بنا پر پہلی حدیث میں اقبال کا معنی ہے چنانچہ دونوں حدیثوں میں تقدیم اور تاخیر میں کوئی منافات نہیں ہے۔

''اقبل'' یعنی میری طرف توجہ کرو اور مقامات اور حالات کے کسب کرنے کے ساتھ کمال کی بلندیوں کی طرف ترقی کرو ''خلقاً عظیماً'' یعنی ہر شئے کا اس کے ذریعے قائم ہونا اس کو اللہ کے قوام دینے کے بعد ''وکرمتک علی جمیع خلقی'' (اور میں نے تجھے اکرام وعزت دی ہے میری تمام مخلوق پر) اس مراد یہ ہے کہ وہ تمام اشیاء پر وجود کے نور کے فیض کا سبب اور وسیلہ ہے ''ثم خلق الجھل'' اس سے مراد یعنی وہ عرض میں مخلوق کا ظلمانی، نفسانی جوہر ہے اور عقل کی پیروی میں اس کی صنعت کا غیر، عقل کی صنعت کے غیر سے ہے زمین میں جو بھی شر اور قبائح ہیں اس کے ذریعے سے قائم ہیں اور وہ بعینہٖ خود ابلیس اور اس کا وہ روح ہے جس کے ذریعے سے اس حیات کا قوام ہے جس سے شیاطین کے ارواح پھوٹتے ہیں، پھر اس کی ظلمت سے کافروں اور مشرکوں کے ارواح خلق کیے گئے ''من البحر الاجاج'' (دھویں اور خاک کا بحر اور دریا) یعنی اس جسمانی اور سیاہ ظلماتی مادے سے جو شر اور آفات کا منبع ہے اس دنیا میں اور یہ اشارہ ہے اس کی علت قابلیہ کی طرف۔

خداوند متعال کا قول ہے کہ: **وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ** اس کا عرش پانی پر ہے یعنی عالم جسمانی کی بنیاد اور اس

[1] الخصال: ۲/ ۵۸۸، المحاسن: ۱/ ۱۹۶، علل الشرائع: ۱/ ۱۱۳ باب ۹۶، بحار الانوار: ۱/ ۱۰۹

کا قوام اس مادے سے جو ہر خیر اور شر کو قبول کرتا ہے اس پانی کی طرح جو آسانی کے ساتھ مختلف شکلوں میں ہونا قبول کرتا ہے اس میں سے ہیں ٹھنڈا صاف پانی اور اس سے ہے کھارا کڑوا خاک وگرد والا پانی۔ابوجعفر باقر علیہ السلام نے فرمایا: بتحقیق خداوند متعال نے مخلوق کو خلق کرنے سے پہلے کہا ٹھنڈا صاف پانی ہوجا تا کہ تجھ سے میں اپنی جنت کو اور میری اطاعت کرنے والوں کو خلق کروں۔

اور کہا: کھارا خاک آلود ہوجا تا کہ تجھ سے اپنی جہنم کو اور گنہگاروں کو خلق کروں پھر ان دونوں کو حکم دیا کہ مل جاؤ مخلوط ہوجاؤ اس لیے کافر سے مومن اور مومن سے کافر پیدا ہوتے ہیں اور اسی تشبیہ اور جزء ہونے کی تائید اور تشدید کرتی ہے وہ چیز جو کہی گئی ہے کہ: بتحقیق اس کے مادے کی نسبت اس کے ان مقبولات کی طرف ہے کہ جو وہ صورتیں ہیں جو ان کو ڈھانپتی ہیں اور ان سے دور رہوتی ہیں اور وہ عرض ہیں جیسے دریا کی موجیں ہوتی ہیں۔

''فقال لہ ادبر'' (پھر اس کو کہا کہ پیٹھ کرو) اس سے مراد یہ ہے کہ خداوند نے اس کو تکوین کا حکم دیا کہ وہ اترے ملکوت اور نور کے عالم سے مادے اور ظلمات کے عالم کی طرف نظام کی مصلحت کے لیے اور مخلوقات کی آزمائش کے لیے جبکہ اس عالم کا نظام اور اس کی عمارت بنائی ہی نفوس شریرہ اور قلوب قاسیہ کے ساتھ گئی ہے اور سعید اور ہدایت یافتہ لوگوں کی تکمیل اور کمال بھی اشقیاء کے وجود کے ساتھ ہے اور بعض اسماء کے مظاہر کو متحقق ہونے کے لیے وہ آثار پائے جاتے ہیں جیسے عدل اور منتقم اور جبار اور تواب غفور العفو بتحقیق یہ اسماء الٰہیہ ہیں اور ربانی صفات ہیں جن کے آثار ظاہر نہیں ہوتے مگر جب عبد پر ذنب اور گناہ جاری ہوں اس لیے بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ: اگر تم گناہ نہ کرتے تو خدا تمہارے ساتھ ہوجاتا اور ایک قوم کے ساتھ آتا جو گناہ کرتے ہیں اور استغفار کرتے ہیں اور خدا انہیں معاف کرتا ہے۔

''فادبر'' یعنی اس ٹیڑھے اور کج عالم جو کہ رحمت اور اس نور سے جو عقل کے ساتھ اترا تھا دور ہے، کی طرف توجہ کرو اور جو ظاہر ہوا نفوس فلکیہ کے حقائق اور طبیعتوں اور صورتوں میں پھر ایک ایسا جسم ہوا کہ جو بنایا گیا تھا کھارے گرد آلود پانی سے اور ایک پست اور نچلی زمین سے پھر وہ نبات ہوا پھر صاحب جہل ہیولانی حیوان ہوا پھر جہل میں اس نے ملکہ کسب کیا پھر وہ جہل مستفاد ہوا پھر وہ ان مراحل سے نکل کر بالفعل جہل ہوا اور اس جگہ اس کا ادبار انتہا تک پہنچا اور اسی سبب وہ خداوند سبحان سے دوری کی انتہا پر پہنچا۔اور پھر اس کی جن ارواح خبیثہ نے جو اس سے پھوٹے تھے، پیروی کی ان کو خود جیسا بنا دیا اور وہ بھی اس کے ساتھ ملحق ہوئے اور جحیم کے مرتبوں میں اس کے ساتھ محشور ہوں گے اور اسفل سافلین کے درجے پر گر گئے اور اس کا تمام مرتبوں میں ادبار اور پیچھے ہٹنا عقل کے اقبال اور ادبار اور پیچھے ہٹنے کا پیروکار ہے اور بتحقیق یہ اقبال آگے ہونا اور ادبار پیچھے ہونا عرض میں ہے

نہ کہ ذات میں بس پھر نتیجے میں ہر وہ چیز جو عقل کے نور کو قبول نہیں کرتی یا تھوڑا سا قبول کرتی ہے تو وہ جہل کی ظلمت میں رہ جاتی ہے اتنی مقدار میں جتنا اس کے نور کو قبول نہیں کیا اور یہ مادے کی بری اور خبیث صلاحیت کی وجہ سے ہے۔

''ثم قال لہ اقبل'' (پھر اس کو کہا آگے جا) اس سے مراد یہ ایک امر تشریعی اور تکلیفی ہے ''فلم یقبل'' (پھر اس نے قبول نہیں کیا) کیونکہ وہ ادبار کے ذریعے سے کمال کے ان مراتب تک، جو تصور ہو سکتے ہیں اس کے حق میں، پہنچا تھا اور اس لیے اس نے تکبر کیا اس کے ظلمانی وجود نے تاکید پیدا کی اور انانیت اور بری صفتوں میں راسخ ہو گیا اور حق تعالی کی طرف آگے آنا اور اقبال ان کے لیے آسان ہے جو نیک اور سعید نفس ہیں ان کے جسمانی وجود کے ضعیف ہونے کی خاطر اور وجودی عالم کی تبدیلی کو قبول کرنے میں ضعیف ہونے کی خاطر اور فناء کے فانی ہونے کے بعد اخروی بلندیوں کی طرف جانے کی خاطر بقاء پر بقاء تک پہنچنے کی خاطر اور اس وجود کے ساتھ غیر تعلق ہونے کی خاطر اور اس زمانے اور وجود کی قیدوں میں قید اور بند نہ ہونے کی خاطر اور اپنی تمام توجہات کو جو اس عالم کی طرف ہیں ترک کرنے کی خاطر سواء خیر کی طرف توجہ کرنے کے اور اس عالم کی صفات نہیں ہیں مگر اشقیاء میں بلکہ وہ تو ان کے ضدوں کے ساتھ متصف ہیں۔

''فلعنہ'' (پھر اس پر لعنت کی) یعنی اسے اپنی رحمت سے دور کر دیا اور اسے اپنے کرامت کے گھر سے دھکیل دیا۔

''خمسۃ وسبعین جندا'' (پچھتر لشکر)

جو کہ ذکر ہوئے اوپر حدیث میں جن کو ہم نے دیکھا تفصیل کے وقت ''ثمانیۃ وسبعون'' اٹھہتر 78 اور شاید تین زیادہ ہیں کہ جو طمع، عافیت، اور فہم ہیں پہلے دو کے جو ذکر ہوئے، کے اتحاد کے لیے امید اور سلامت کے ساتھ اور ذکر کیا فہم کو دو مرتبہ دونوں متقاربوں کے مقابلے میں شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ: بتحقیق ان دونوں میں سے ہر ایک اپنے صاحب کا غیر ہے دقت نظر کے وقت اس لیے ان کو علیحدہ ذکر کیا۔

اور جب ان میں دقیق چھپا ہوا فرق ہو اور ان کی معنی ایک دوسرے کے قریب ہو تو جیسے اس کا ذکر آئے گا تو عدد میں شمار نہیں ہوں گے

''اضمر لہ العداوۃ'' اس کی عداوت اور دشمنی کو چھپایا

ہمارے علوم حقیقیہ کے استاد صدر المحققین محمد ابن ابراہیم الشیرازی قدس اللہ سرہ نے کہا: بتحقیق عداوت کے ذریعے اس کا اعلان اور اس کو ظاہر نہیں کیا کیونکہ اس کے محقق کرنے پر اس کے پاس قدرت نہیں تھی اور وہ بتحقیق جب ظاہر ہوئے اس کے لیے عقل کے فضائل اور نیکیاں تب ہوا اور علوم اور کمالات کے وسیلے سے جو اس سے

مسلوب تھے اللہ نے اس کو عزت دی اور اس کے لیے امکان نہیں تھا ان کو اپنی ذات کے لیے حاصل کرنے کا تا کہ حق سے منہ پھیرے پہلے ایجاب کے ذریعے اور پھر کسب کرنے کے ذریعے اور اسی طرح وہ ان کے انکار کرنے پر قادر نہیں تھا اس کے ظاہر ہونے کی وجہ سے اور اس کے آثار کے ظاہر ہونے کی وجہ سے پھر اس پر حسد اور دشمنی غالب آ گئی پھر اس نے ایک مرتبہ اپنی ذات کے لیے صفات مشتبہ کو کسب کرنا شروع کیا اور حق و باطل سے مخلوط علوم کو کسب کیا اور باطل اقوال کو کسب کیا جو جاہلوں کے پاس کمالات سمجھے جاتے ہیں اور دوسری مرتبہ اس نے عقلاء کے ساتھ مقابلہ کیا اور حکماء کی ضد میں آیا ان صفات کے ساتھ جو صفتیں حکماء کے تضاد میں تھیں تو نتیجے میں خدا کے لشکر اور حزب میں اور شیطان کے حزب میں دوری آ گئی قیامت تک جس طرح خداوند متعال کا قول ہے:

وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ

''تمہارے اور ہمارے درمیان ہمیشہ عداوت اور بغض ظاہر ہوا جب تک تم اللہ کی وحدانیت پر ایمان لاؤ۔ (الممتحنۃ: ۴)''

یہ خلاصہ ہے اس کا جو مرحوم قدس سرہ نے بیان کیا ہے۔

اور علل میں: اظھر لہ العداوۃ مثلی ہے یعنی بس تحقیق میں تیری مخلوق ہوں جیسے وہ تیری مخلوق ہے۔

مثل ما اعطیتہ یعنی جیسے تو نے اس کو قوت اور کثرت عطا کی ہے تا کہ متحقق ہو میرے لیے ان سب میں سے اس کے ساتھ معارضہ اور مجادلہ اور یہی خدا کا قول ہے کہ: اور ہم نے ہر شئے سے خلق کیا ہے دو زوج کو (مذکر اور مؤنث کو) شاید تم غور کرو ''من رحمتی'' یعنی میری اس عام اور وسیع رحمت سے جو ہر شئے پر احاطہ رکھتی ہے نہ کہ ایسی خاص رحمت جو اہل سعادت خالص لوگوں کے لیے ہے جہل اور اس کے لشکر کو اس رحمت سے ہمیشہ کیلئے خارج کرنے کے لیے یہاں رحمت وہ خیر ہے جس سے مراد اس کی حقیقی معنی ہے نہ کہ اضافی اور وہ ظاہر ہے اور بتحقیق قرار دیا عقل کا وزیر تا کہ عقل کے دوسرے لشکروں کو اس کے تحت میں داخل کرے جیسے بادشاہ دوسرے لشکروں کو وزیر کے حکم کے تحت داخل کرتا ہے اور اسی طرح ہے کلام شر میں۔

''والایمان'' یعنی ایمان ایسا یقینی عقیدہ ہے جو ثابت ہے اللہ سبحانہ پر اور ملائکہ پر اور کتابوں پر اور رسولوں پر اور قیامت پر، اور اس کا کمال ہے اس کی اقتضاء کی بنیاد پر اس پر عمل کرے ''والتصدیق'' یعنی وہ چیز جس کے ذریعے اس کی حقیقت ظاہر ہو اور اہل حق کے لیے ہے جب اس کو پہچانا جائے۔

''والرجاء'' یہ مقصور پڑھا جائے گا اور کبھی کبھی مد کے ساتھ پڑھا جاتا ہے رجاء اور طمع کے درمیان اسی طرح فرق

ہے جیسے نا امیدی اور یاس میں ہے رجاء اور امید اور نا امیدی اخروی امور کے ساتھ مخصوص ہیں اور ایمان اور تصدیق اور رحمت امور دنیوی سے مخصوص ہیں جس طرح خداوند کا قول اس کی طرف اشارہ ہے۔

لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا

''اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہوں بتحقیق خداوند تمام گناہوں کو بخش دے گا۔(الزمر: ۵۳)''

اور خداوند کا قول یعقوب علیہ السلام کے قول کی حکایت میں ہے کہ:

فَتَحَسَّسُوا مِنْ يُّوسُفَ وَأَخِيهِ وَلَا تَايْـَٔسُوا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ

''یوسف اور اس کے بھائی کو ڈھونڈو اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہوں۔(یوسفؑ:۸۷)''

یا رجاء اور امید رکھنا مخصوص ہے اس چیز سے جو مستحق ہے اور طمع مخصوص ہے اس کے ساتھ جو مستحق نہیں ہے اور اسی طرح آخری دونوں ہیں یا مخصوص ہے ان میں سے ایک ثواب ہے عطا کرنے کے ساتھ اور دوسرا عقاب کے ترک کرنے کے ساتھ مخصوص ہے ان دونوں کے مقابلے میں ہے وہ جو ان کے ساتھ تقابل کرے ''والعدل'' یعنی ہر کام کو میانہ روی کے ساتھ انجام دینا لازم ہے جیسے اخلاق اور اعمال اور انسانوں کے درمیان معاملات کو کسی افراط اور تفریط سے بغیر انجام دینا ''والرضا'' یعنی خداوند متعال کی قضا پر راضی رہنا اور راضی ہونے کی علامت ہے اپنے آپ سے یا دوسرے سے شکایت کو ترک کرنا ''والشکر'' یعنی زبان کے ساتھ اللہ کی نعمتوں اور جنتوں پر اس کی حمد کرنا یہ عقیدہ رکھتے ہوئے کہ بتحقیق یہ خداوند سبحان کی طرف سے ہے اور ان نعمتوں کو اللہ کی اطاعت میں خرچ کرنا ''والتوکل'' یعنی اپنے تمام امور کو خداوند کے حوالے کرے اور اسباب پر تکیہ نہ کرے اور ان میں اجمالی طور پر کوشش کرنے کے ساتھ یہ توکل منافات نہیں رکھتا ''وضدہ الحرص'' توکل کا ضد حرص ہے یعنی کسی چیز کے حاصل کرنے میں کوشش کا خرچ کرنا یہ عقیدہ رکھتے ہوئے کہ محنت کے سواء وہ حاصل نہیں ہوگا دو معناؤں کے ساتھ اس کے شامل ہونے کے لیے کبھی یہ قناعت کو بھی قبول کرتا ہے جس طرح اس کا بیان آئے گا اور جیسے یہاں توکل ہے اور کہا گیا ہے کہ: بلکہ وہ توکل کا ضد ہے تو وہ بتحقیق ضاد اور اس کی حرکت کے ساتھ ہوتا ہے اور کسی چیز کے ہم وغم کے معنی اور اس کے حزن کی معنی میں آتا ہے

''والرأفۃ'' کہا گیا ہے کہ: یہ معنوی دل کی حالت ہے اور رحمت جسمانی دل کی حالت ہے۔

''وضدہ الجھل'' (اور اس کا ضد جہل ہے)

جہل یعنی: عالم کے شان سے علم کا نہ ہونا وہ علم جس سے عالم کی فضیلت ہو اس کا نہ ہونا بس وہ جہل کا ایسا غیر ہے جو عقل کے مقابلے میں ہے جس کی تفسیر گذر چکی ہے۔ ''وضدہ الحمق'' اور اس کی ضد حماقت ہے حمق یعنی شعور و فہم کا

نہ ہونا اور شاید اس میں اور غفلت میں فرق ایسے ہے جیسے جہل مرکب اور بسیط کے درمیان ہے ''والعفۃ'' عفت یعنی: قوۃ شھو یہ کا ہر شے میں افراط اور تفریط کے حساب سے اعتدال میں رکھنا ''وضدھا التھتک'' اور عفت کا ضد تھتک (ہتک حرمت) ہے تھتک یعنی: قوۃ شھو یہ کا افراط میں ہونا اور اس کو ان چیزوں میں استعمال کرنا جن کی ضرورت نہیں ہے۔

''والزھد'' یعنی دنیا سے کنارہ کش ہونا۔

''والرفق'' مہربانی یعنی: لطف و نرم لہجہ و مہربانی کرنا۔

''وضدہ الخرق'' (خرق خ کے ضمے اور ر کی حرکت کے ساتھ) رفق و مہربانی کا ضد ہے حماقت اور نادانی ہے یعنی: غصہ اور ناراضگی ہے اور اس کا اصل جہل اور حماقت ہے اور جو شخص عمل اور تصرف میں اچھا نہ ہو تو اس کو کہا جاتا ہے اخرق ''والرھبۃ'' (خوف) یعنی خداوند سبحان سے ڈرنا۔

''وضدھا'' اور رھبت کا ضد جرأت یعنی اللہ تعالٰی کے حرام شدہ چیزوں پر جرأت کرنا ''وضدہ الکبر'' اور اس کا ضد ہے کبر اور تکبر یعنی جس چیز کی اس میں صلاحیت نہ ہو اس میں دخالت کرے اور اس کو مخفی رکھے بس اگر اس آثار اس پر مترتب ہوں تو وہ متکبر او راستکبار ہے۔

''والتودۃ'' یعنی کاموں کو غور او رفکر کے ساتھ انجام دینا۔

''وضدہ السفہ'' اور اس کا ضد ہے نادانی ہے جو کہ بداخلاقی اور خفت ہے۔

''ولصمت'' یہ چپ رہنا ہے اس چیز سے جس کی ضرورت نہیں ہے۔

''وضدہ الھذر'' اور اس کی ضد ھذر ہے یعنی ہذیان اور وہ ایسا کلام ہے جس میں کوئی فائدہ نہ ہو۔

''والاستسلام'' یعنی جو کچھ حق ہے اس کی اطاعت کرنا۔

''والتسلیم'' یعنی حق کے لیے یقین پیدا کرنا بغیر کسی تزلزل، شک اور اضطراب کے اور کبھی کبھار اصول کافی شریف وغیرہ کے بعض نسخوں میں پایا جاتا ہے (تسلیم کا ضد تجبر ہے۔)

اور عفو کا ضد الحقد اور کینہ

اور رقت کا ضد قسوت اور برائی ہے

اور یقین کا ضد شک ہے

''والصبر'' یعنی اطاعتیں کرنے پر صبر کرنا اور گناہ سے بچنے پر صبر کرنا اور مکروفریب پر صبر کرنا۔

''والصفح'' وہ درگزر کرنا اور تجاوز کرنا ہے۔

''والغناء''یعنی حق تعالیٰ کے ذریعے غنی اور بے پرواہ ہونا یا خود اپنی ذات سے بے پرواہ ہونا یا ایک دوسرے سے بے پرواہ رہنا

''وضدہ الفقر''یعنی خلق ومخلوق سے بے نیاز رہنا یا خود اپنے ذات سے فقر یا ایک دوسرے سے بے نیاز ہونا۔

''والتذکر''یعنی قوت علمی کی طاقت کا حاضر کرنا حافظے سے پھر دوسری مرتبہ جس کو درک کیا ہے پہلے اس کو حاضر کرے اور پھر اس کو قوت مدرکہ میں مخزون کرے۔اور بعض نسخوں میں ''التفکر'' آیا ہے جس سے مراد اللہ کی مخلوقات اور صنعتوں میں فکر کرنا اور نفس کے آفات میں اور اخروی امور میں فکر کرنا اور اسی طرح ''ضدہ السھو'' اور التفکر کا ضد السھو ہے اگر چہ یہ السھو تذکر کا بھی ضد قرار دیا جاسکتا ہے اس سے مراد قوت مدرکہ سے آنے والی صورتوں کا زائل ہو جانا نہ کہ حافظہ سے بس ممکن ہے ان کا حاضر کرنا دوسری مرتبہ تفتیش اور تلاش کے وقت اور مدد کے وقت اور اس کی طرف رجوع کرنے کے وقت اور اگر چہ السھو تفکر کا ضد ہوسکتا ہے اس کی معنی ان چیزوں سے غفلت برتنا ہے جن میں فکر کرنا ضروری ہے۔

''والحفظ''یعنی اس چیز کا حفظ کرنا جس کے یاد اور حفظ کرنے کی ضرورت ہے اور یہ حفظ یعنی صورت علمی کا حافظے میں مخزون کرنا۔

و''ضدہ النسیان''یعنی حفظ شدہ چیز کا زائل ہو جانا حافظے سے

''والتعطف''یعنی مائل ہونا،شفقت کرنا،رحمت

و''القنوع''یعنی دنیا کے امور میں اس کی قلت اور تھوڑے ہونے پر قناعت کرنا اور اس کی مقدار پر کفایت کرنا۔

''والمواساۃ''یعنی معاش میں مشارکت کرنا اور رزق میں سہم اور حصہ لینا اپنے اخوان کے ساتھ جو دین میں اس کے ساتھ ہیں۔

و''المودۃ''یہ الود سے ہے حب کی معنی میں الود اور الحب میں گویا یہ فرق ہے کہ بتحقیق حب ذات میں چھپی ہوتی ہے اور کبھی اس کا اثر ظاہر نہیں ہوتا مودت کے خلاف یہ یعنی محبت کا اظہار کرنا اور اس کے آثار کا ظاہر کرنا جیسے مہربانی اور عطوفت وغیرہ بس حب عام ہے اسی طرح دونوں ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔

''والوفا''یعنی حقوق کا کامل کرنا اور ان کو پورا کرنا

''والخضوع''یعنی اس کے لیے خضوع کرنا جھکنا جو سزاوار ہو

اور وہ تذلل ہے کبھی کبھار تذلل میں اور خشوع میں فرق ہوتا ہے یعنی خضوع کرنا آواز اور دیکھنے میں اور خشوع بدن میں یا ان میں ایک دل کے ساتھ ہے اور دوسرا جوارح کے ساتھ اور اس کا ضد التطاول ہے یعنی بلندی اور

حقیر کرنا و ''السلامۃ وضدھا البلاء'' سلامت اور اس کا ضد بلاء ہے اور عافیت اس کا ضد بلاء ہے کبھی کبھار ان دونوں میں فرق ہے کہ بلاء سلامتی کا ضد ہے امتحان اور اختبار کی معنی میں اور خیر اور شر کے ساتھ ہے اور بلاء، عافیت کا ضد ہے ابتلا اور مصیبت کی معنی میں اور کبھی کبھار ان دونوں میں سے ایک کے متعلق مخصوص ہے جس چیز سے اس کا سبب عبد اور بندہ ہے، جیسے فسوق، اور ردشدہ عادتیں اور دوسرے کے متعلق مخصوص ہے خداوند کی طرف سے جیسے مریضی اور بیماریاں یا ان میں سے ایک مخصوص ہے روح ہے ساتھ اور دوسرا مخصوص ہے جسد ہے ساتھ یا ان دونوں میں سے ایک مخصوص نفس ہے ساتھ اور دوسرا اس کے ساتھ جو اس سے خارج ہوتے ہیں جیسے اہل اور مال اور ولد اور پہلا بہتر ہے۔

لیکن سلامت کی تفسیر یہ ہے کہ لوگ اس سے سالم ہوں اور عافیت کی تفسیر یہ ہے کہ لوگوں سے اس کا سالم ہونا ہے اور بلاء جو سلامت کے مقابلے میں ہے، کی تفسیر یہ ہے کہ اس کے وسیلے سے لوگ مبتلا ہوں اور عافیت کے مقابلے میں اس کا مبتلا ہونا ہے لوگوں کے وسیلے سے بس وہ بعید اور دور ہے جدی طور پر اور اگرچہ یہ دونوں معانی ان دونوں کی اکثر معانوں میں لازم ہیں اور بتحقیق یہ دونوں ایک ساتھ ہیں معافات اور بلاؤں سے بچنے کے معنی میں پھر ہم نے ان دونوں کی تفسیر کی یا ان میں سے ایک کی تفسیر کی ہے امراض نفسانی سے خالی ہونے کی اور آراء فاسدہ سے اور اعمال قبیحہ سے خالی ہونے کی بس یہ دونوں عقل کے لشکر سے ہیں اور ان کا ضد جہل کے لشکر سے ہے بس بتحقیق عاقل ان سے ان کی معرفت رکھنے کے ذریعے بچتا ہے اور جاہل ان کو اختیار کرتا ہے یا اس میں پائی جاتی ہیں اس حساب سے کہ وہ اس کا شعور نہیں رکھتا اور جب کہ ہم نے ان دونوں یا ایک کی تفسیر بیان کی ہے کہ خالی ہیں امراض سے یا بیماریوں سے بس اس کا بیان محتاج ہے ایک واضح کلام کا اس کے باوجود حدیث میں وارد ہوا ہے کہ بتحقیق بلاء اور امتحان انبیاء کے حوالے ہے پھر اولیاء پھر ان کے جیسے لوگوں کے حوالے ہے بس کیسے وہ جہل کے لشکر سے ہو سکتا ہے جو انبیاء اور اولیاء کے ساتھ مخصوص ہو؟

بس ہم خدا کی توفیق کے ساتھ کہیں گے کہ:

بتحقیق اس پر خداوند کا یہ قول دلالت کرتا ہے:

وَمَآ أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا۟ عَن كَثِيرٍ

''اور تمہیں جو مصیبت پہنچی وہ تمہارے ہاتھوں کے کمائے ہوئے اعمال کی وجہ سے ہے اور بہت کچھ تو وہ معاف فرما دیتا ہے۔ (الشوریٰ: ۳۰)۔''

اس بنا پر تمام مصائب امراض اور بیماریاں وغیرہ سب کا سبب عبد کی برائیاں اور اس کے گناہ ہیں جو اس کے جہل

سے نشاٹ لیتی ہیں اور وہ بندہ اپنے جہل کی مقدار سے اور عقل کے کم ہونے سے اپنے گناہوں کا سبب بنتا ہے پھر وہ گناہ اس کے ابتلا اور بلاؤں کا سبب بنتے ہیں لیکن انبیاء اور اولیاء ان کی بیماریاں یا مصائب ان کے بدنوں کے ساتھ مخصوص ہیں اور مخصوص ہیں ان کی دنیوی حیات کے ساتھ فقط نہ کہ ان کے ارواح کے ساتھ اور ان کی روحانی زندگی کے ساتھ تعلق نہیں رکھتی اور ان کے بدن غفلت میں اور خداوند سے حجاب اور دوری میں آجاتے ہیں جو بشریت کے لیے لازم ہیں بس وہ بتحقیق ان کے بدنوں میں مبتلا ہوتے ہیں ان کی غفلت کے حساب سے اور بشریت کے تقاضے کے حساب سے جو اس دنیا میں ہیں اور یہ دنیا ان کے لیے قید کی مانند ہے جب تک اس سے آزاد ہو کر جناب قدس کی بارگاہ میں خالص اور مخلص بن جائیں اور یہ ان کی عصمت کے ساتھ منافات نہیں رکھتا کیونکہ ان کی عصمت بتحقیق ان کو بچاتی ہے گناہوں اور معاصی سے نہ کہ ان کو ان مباحات سے بچائے جو ان کے ان مراتب سے بلند ہے ان کے مصیبتوں میں مبتلا کے لیے تا کہ پلٹے ان کی طرف اور یہ دلالت کرے اس پر جس کی نسبت ان کی طرف دی گئی ہے قرآن میں ان چیزوں میں سے جو ضروری نہیں ہے اگر چہ معصیت ہی نہ ہو اور روضہ کافی شریف میں اپنی اسناد کے ساتھ ابو بصیر سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس نے کہا میں نے مولا کو عرض کیا:

فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ

''تو جب تم قرآن پڑھو تو اللہ کی پناہ مانگو شیطان مردود سے بیشک اس کا کوئی قابو ان پر نہیں جو ایمان لائے اور اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔(النحل:۹۸)۔''

تو انہوں نے اس آیت کے بارے میں فرمایا: اے ابا محمد: خدا کی قسم شیطان کا تسلط مومن پر اس کے بدن پر ہے اس کے دین پر وہ مسلط نہیں ہوتا اور وہ مسلط ہوا حضرت ایوب علیہ السلام پر تو اس کی ظاہری خلقت کی زیبائی کم کی اور اس کے دین پر مسلط نہیں ہوا اور شیطان مسلط ہو تو اس کے بدن پر مسلط ہوتا ہے نہ کہ ان کے دین پر میں نے کہا: اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ:

إِنَّمَا سُلْطَانُهُ عَلَى الَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَهُ وَالَّذِينَ هُمْ بِهِ مُشْرِكُونَ؟

''اس کا قابو تو انہیں پر ہے جو اس سے دوستی کرتے ہیں اور اسے شریک ٹھہراتے ہیں۔(النحل:۱۰۰)۔''

تو فرمایا: وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں تو شیطان ان کے بدن اور دین دونوں پر مسلط ہوتا ہے اور کبھی کہا جاتا ہے کہ عافیت اور بلاء سے مراد وہ ہے جو آخرت اور اس ابدی دنیا کے حساب سے ہے بس اس پر نقض

وارد نہیں ہوتا یا کہا جائے کہ ان دونوں سے مراد فقط وہ چیز ہے جو عقل کے اعتبار سے ہے اور کہا گیا ہے کہ: بتحقیق عاقل اپنے شکر اور عفو واستغفار کے ساتھ خود پر نعمت کو دوام دیتا ہے اور اس کے حساب سے بھی معاف کیا جاتا ہے اور جاہل اپنے کفران نعمت کے اور اس شدت کے ساتھ مواخذہ کے ساتھ برائیوں میں مبتلا ہوتا ہے اور نعمتوں کو زائل کر دیتا ہے اور وہ جو ہم نے بہتر اور کامل ذکر کیا ہے۔"والاخلاص" یعنی ایسی چیز جس میں اطاعت کی جاتی ہے اللہ اور آخرت کے لیے نہ کہ حوا و حوس کے لیئے یا شھوت کے لیے یا عادت اور ریاء وغیرہ کے لیے۔

"وضدہ الشوب" اخلاص کا ضد شوب اور کسی چیز کا کسی اور چیز سے مخلوط ہونا ہے۔

"والشھامۃ" یعنی دل کی طاقت اور صبر اور ہوشیاری اور منور ہونا۔

"والمعرفۃ" کبھی کبھار اس میں اور علم میں یہ فرق ہوتا ہے کہ بتحقیق معرفت تمام جزئیات کا جاننا ہے اور علم کلیات کا درک کرنا ہے یا معرفت بسیط چیزوں کا درک کرنا ہے اور علم مرکب چیزوں کا جاننا ہے یا معرفت تصوری ادراک ہے اور علم تصدیقی ادراک ہے یا معرفت کسی چیز کا دوسرے مرحلے میں درک کرنا ہے اس معنی میں کہ اس چیز کو پہلے درک کر چکا ہے اور گویا وہاں یہی مراد ہے کیونکہ انکار کرنا کسی چیز کے ضد ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا مگر اس معنی کے مثل کے لیے والمداراۃ یعنی عیبوں پر پردہ اور جفا کا ترک کرنا اور مصیبتوں پر صبر کرنا:

وضدها المكاشفة

اس کا ضد مکاشفہ ہے مکاشفہ یعنی دشمنی کا ظاہر کرنا اور بغض کو ظاہر کرنا۔

وسلامۃ الغیب یعنی اس کا سالم ہونا جو غائب ہو یعنی اس کے ساتھ جو غائب ہے مکر نہ کرنا اور کہا گیا ہے کہ بلکہ غیب سے مراد ہے دل کا ارادہ نہ کہ جو غائب ہے دکھتا نہیں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ باطن کو صاف رکھے برائیوں سے مکر اور حیلے اور فریب جھوٹ اور منافقت وغیرہ سے اور اس کے پہلے معنی اہل بیت علیہم السلام کے محاوروں کی شبیہ ہے۔

والکتمان چھپانا یعنی بھائیوں کے عیب کو چھپانا اور ان کے اسرار پر پردہ رکھنا۔

کہا گیا ہے کہ: اگر بھائی کی طرف جھوٹ کی نسبت کو اضطرار ہو تو اس کو ایسا محسوس ہو گویا خود اس کے حق میں ہے کیونکہ تمام مومن ایک نفس کی طرح ہیں۔

والصلاۃ اور اس کا ضد ہے ضائع کرنا

اس اضاعہ کے کچھ مراتب ہیں۔

اس کا اعلیٰ ترین مرتبہ یہ ہے کہ اس کو کلی طور پر ترک کیا جائے اور اس کا ادنیٰ مرتبہ یہ ہے کہ کسی شئے کے آداب اور

سنن کو ترک کیا جائے جیسے اس کے وقت کی پابندی اور اس کا استقبال کرنا اور جماعت وغیرہ کے ساتھ پڑھنا ضدہ الافطار، روزے کا ضد افطار ہے اور افطار کے بھی مختلف مراتب ہیں اس کا اعلیٰ مرتبہ کھانا پینا ہے اور ادنی مرتبہ غیبت اور جھوٹ اور فحش اور دشمنی ہے۔ والجھاد، جہاد شامل ہے اصغر ہے جو ظاہری دشمنوں سے کے ساتھ ہوتا ہے اور اکبر ہے وہ جو نفس کے ساتھ ہوتا ہے جو کہ خطرناک دشمن ہے۔

''وضدہ النکول'' جہاد کا ضد نکول ہے یعنی منع کرنا اور قدم اٹھانے کو ترک کرنا اور نکول اور ممانعت کے بھی مراتب ہیں اعلیٰ مرتبہ کلی طور پر جہاد کا ترک کرنا اور ادنی مرتبہ اخلاص کا ترک کرنا ہے ''وضدہ نبذ المیثاق'' اور حج کا ضد میثاق کا توڑنا ہے یعنی وفا اور عہد کا ترک کرنا بس تحقیق خداوند متعال کے لیے بندوں کی گردنوں پر عہد ہے کہ اس کے بیت الحرام کا حج کریں اور یاد کریں اس میثاق اور عہد کو جو انہوں نے خداوند سبحان سے کیا تھا حجر اسود کے بارے میں اپنی ربوبیت کا اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبوت کا اور مولا علی علیہ السلام کی وصایت کا بس تحقیق یہ حجر اسود پہلا ہے وہ جس نے اقرار میں جلدی کی اس لیے اللہ نے اس کو اختیار کیا تا کہ اس میں لوگوں کا میثاق قرار دے بس قیامت کے دن گواہی دے ہر اس شخص کے لیے جس نے اس میثاق اور عہد کو پورا کیا ہے جس طرح اہل بیت علیہم السلام کی روایات میں آیا ہے اور اس طرح آیا ہے کتاب حج میں انشاء اللہ تعالیٰ ''وضدہ النمیمہ'' یعنی حدیث کو نقل کرنا ہے ایک قوم سے دوسری قوم تک فساد اور شر کی بنا پر اور یہ نمیمہ افشاء سے کچھ خاص تر ہے کیونکہ افشاء کبھی کبھی حدیث کے بغیر بھی ہوتا ہے جس طرح حدیث کی حفاظت اخص تر ہے چھپانے سے ''وضدہ العقوق'' والدین کے ساتھ نیکی کرنے کی ضد ہے عقوق وہ ان کے ساتھ برائی کرنا اور ان کے حقوق کو ضائع کرنا ہے ''والحقیقۃ'' کہا گیا ہے کہ: حقیقت سے مراد توحید میں خلوص اور اخلاص رکھنا میں کہتا ہوں: حقیقت کا اخلاص سے خالی ہونا اور اس کا ریاء کے مقابلے میں ہونا یہ ثابت کرتا ہے کہ حقیقت دونوں اعم ہے اور گویا اس کے ساتھ اطاعت کرنے کا ارادہ کیا حق کے مقصد کے لیے جس کے لیے اصل ثابت ہے اللہ کی رضایت حاصل کرنے کے لیے اور ثواب حاصل کرنے کے لیے اور عقاب وغیرہ سے بچنے کے لیے بغیر اس کے کہ باطل محض نہ ہو اور خالص وہم نہ ہو ریاء کی طرح، حقیقت اخلاص سے عام ہے اور پلٹتی ہے سر اور علانیت کی طرف اس معنی میں کہ ان افعال اور اقوال میں ظاہر نہیں ہوتی جو اس کے لیے نہیں ہیں بس تحقیق حقیقت وہ چیز ہے جس کے ذریعے کچھ ثابت اور واضح ہوتا ہے رسول اکرم نے حارثہ کی حدیث میں فرمایا جب اس نے ایمان کا دعویٰ کیا تحقیق ہر شئے کی حقیقت ہے تو تیرے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟

''والمعروف'' یہ معروف اسم جامع ہے ہر اس چیز کے لیے جو اللہ کی اطاعت اور اس کی طرف قرب اور لوگوں پر

احسان کرنے سے پہچانی جائے اور ہر وہ چیز جس کی طرف شریعت نے بلایا ہے جیسے نیکی کے کام اور برائیوں کا ترک کرنا یہ صفات غالبہ میں سے ہیں یعنی لوگوں کے درمیان میں معروف امر جب اس کو دیکھیں تو اس کا انکار نہ کریں۔

''والستر'' وہ سین کی فتح کے ساتھ یعنی پردے میں چھپانا اس سے مراد یہ ہے کہ جو چیز جس کا ظاہر کرنا قبیح ہے اس کو چھپانا اور جس کو شرعی طور پر اور عرف میں برا سمجھا جاتا ہے۔

وضدہ التبرج، ستر کا ضد تبرج ہے یعنی ظاہر کرنا بغیر کسی توجہ کے

''والتقیہ'' یعنی نفس کو ملامتوں سے یا بری عاقبت سے بچانا یہ تقیہ دین میں اور ہر شئے میں ہوتا ہے۔

''وضدھا الاذاعۃ'' اس کا ضد کا اذاعہ یعنی راز کا فاش کرنا ہے خداوند متعال نے قوم کی سرزنش کرتے ہوئے کہا ہے: جب ان کے پاس امن اور خوف کا امر آیا تو انہوں نے اس کا راز فاش کیا ''والانصاف'' یعنی مساوات اور عدل نصف (انصاف) سے ہے۔''وضدہ الحمیۃ'' اس کی ضد حمیت ہے یعنی عدل اور حق سے تجاوز کرنا نفسانی غیرت اور کسی چیز کے تعصب کی وجہ سے حمیت اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ حمایت سے ہے ''والتھیئۃ'' یہاں اس سے مراد امور میں ثابت رہنے کی معنی میں ہے اور جس امر کے لیے مامور ہے اس پر استقامت کرنا اور کبھی کبھار گروہ کے لیے موافقت اور مصلحت کی معنی میں آتا ہے۔

اور بعض نسخوں میں "ھا" سے پہلے "نون" کے ساتھ آیا ہے التھینۃ اور یہ صحیح ہو تو یہ اسم ہے انتہا سے یعنی منکر سے نہی کرنے کی معنی میں ''وضدہ الخلع'' یہ اصل میں نزع ہٹانے کی معنی میں ہے اور جو حیا نہ کرے گویا وہ اپنے نفس سے شریعت کو ہٹاتا اور دور کرتا ہے اور عقل کو نزع کرتا ہے کہا جاتا ہے: کیونکہ بتحقیق لگام کو ہٹانے والا یا شہوتوں میں آرام لینے والا اس جانور کی طرح ہے جو شہوت رکھتا ہے بغیر کسی لگام کے ''والقصد'' یعنی تمام امور میں حد میں رہنا اور امور کو انجام دینے والے کو جنت کی طرف لے جانا ''وضدہ العدوان'' یعنی حد سے تجاوز کرنا اور استقامت اور پائیداری سے منہ پھیرنا پھر وہ افراط کی صورت میں ہو یا تفریط کی صورت میں ہو اور جو جہنم میں جانے کا سبب بنتا ہے۔

''والراحۃ'' کہا جاتا ہے کہ: یعنی اس کے ذریعے جو اس کا سبب ہے اس کو اختیار کرنا دونوں جہانوں کے حساب سے ہمارے استاد صدر المحققین طاب ثراہ نے کہا:

بتحقیق راحت عقل کے لشکروں میں سے ہے عاقل کے دنیا کے امور کے ساتھ کم مشغول ہونے کی وجہ سے حق تعالٰی کے ذکر کے ساتھ مانوس ہونے کی وجہ سے اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے نتیجے میں اس پر اللہ

کی خوشنودی جاری ہوتی ہے تواس کووہ اللہ کے احکام پر صابر کرتی ہے اوراس کی نعمتوں پر شاکر بنا دیتی ہے توپھر وہ مخلوق میں سے کسی کے ساتھ حسد نہیں کرتا اور نہ ہی ظلم کا ارادہ کرتا ہے نہ برائی کرتا ہے نہ فریب اور شرکوان کے حق میں اپنے دل میں چھپاتا ہے پھراس کا نفس وسوسوں سے ساکن ہوجاتا ہےاوراس کا قلب مخلوق سے آزاد ہو جاتا ہےاس کے لیے ان کا انکاراورایجاب اوریقین برابر ہوجاتا ہےاس لیے کہ اس کے پاس دنیا کی حقارت واضح ہوجاتی ہے جاہل ہمیشہ خودکو بے جا تھکاتا رہتا ہے اور مشقت دیتا ہے کبھی اپنی روشدہ عادتوں اور نفسانی بیماریوں کی وجہ سے، جیسے کینہ اور حسداور دشمنی وغیرہ ان چیزوں میں سے جوجہنم کی آگ سے پھوٹتے ہیں جن کے ذریعے سے دل دنیاوآخرت میں جل کرراکھ ہوجاتا ہےاور کبھی شہوات نفسانی کے سبب اور شہوتوں کوحاصل کرنے کی وجہ سے کہ جوسبب بنتے ہیں وہ بدن کومسلسل ان تک پہنچنے کے لیے تھکاتا ہے بہت دور دور کی چیزوں تک سفر کرتا ہےاور عمیق دریاؤں سے گذرتا ہےاور خطرناک راستے طے کرتا ہے۔اور کبھی ریاست اور منصب کی حب میں اوراپنے جیسے لوگوں پر بلندی حاصل کرنے کے لیے خطروں کا مرتکب ہوتا ہے جیسے سلاطین کا قرب حاصل کرنا اور دشمنوں کے ساتھ مقابلہ کرنا اور جنگ کے لیے تیار ہوجانا اسی طرح دوسرے باطل کام جووہ نفس کی پیروی میں کرتا ہے بدن کوتھکانے کے لیے جوقلب اورارواح کوعذاب دیتے ہیں اوران تمام چیزوں کی منشاء جہل ہےاوراس خسیس دنیا کی پستی ہےاوران گھٹیا مقصدوں کی وجہ سے ہے''والسھولۃ''یعنی مہربان ہونا اور آسانی پیدا کرنا حدیث نبوی میں ہے کہ:مومن آسان اور خوش اخلاق ہیں۔

''والبرکۃ''یعنی دائم اور ثابت ہونا اس کی ضد محق یعنی ناقص اور باطل کرنا ہے

''والقوام''یعنی وہ قناعت جس کے ذریعے کوئی شخص قائم ہواوراس کے ذریعے عبادت میں تقویٰ اختیار کرے اور جواقتصاد حاصل کرے اس میں کفایت کرے۔خداوند نے کہا ہے کہ:اوروہ لوگ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ حد سے بڑھتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اوران دونوں کے درمیان اعتدال سے رہتے ہیں''وضدہ المکاثرۃ'' اس کی ضد مکاثرہ ہے یعنی اسباب کے جمع کرنے میں حرص اور لالچ کرنا زیادہ مال اور اولاد اور عورتوں میں اور جانوروں وغیرہ میں زیادتی کرنا ان چیزوں میں سے جوزائل ہوتی ہیں اوران کی حسرت باقی رہ جاتی ہے جیسا کہ وارد ہوا ہے کہ:بتحقیق دنیا ایک گھر ہےان کے لیے جو بے گھر ہیں اور یہاں وہ جمع کرتے ہیں جن کوعقل نہیں۔

''والحکمۃ''یعنی قول اور عمل میں حقیقی یقینیات کوحاصل کرنا

اوراس کی ضد ھوی وھوس ہے ھوی یعنی فاسدرائے اور نفس اوراس کی باطل شہوات کی پیروی کرنا جیسے خداوند نے کہا:وہ اپنی نفسانی خواہش میں نطق نہیں کرتا''والوقار''وہ سکون اور ثابت قدمی اور بردباری ہے۔

"والسعادة وضدها الشقاوة"

السعادۃ: یعنی مائل ہونا نفس کا ان چیزوں کی طرف جن کی شہوت رکھتا ہے ان کے شعور اور عقل کے ساتھ اور شقاوت یعنی ان چیزوں کو کھونا ان کے شعور کے ساتھ ان دونوں میں سے سعادت اور شقاوت تقسیم ہوتے ہیں دنیاوی اور اخروی کی طرف اور دنیاوی سعادت بھی عقل کے لشکروں میں سے ہے جب اس کی وجہ سے آخرت میں خلل نہ ہو اور لیکن اخروی اور دنیاوی شقاوت دونوں جہل کے لشکروں میں سے ہیں جس طرح ہم نے اسے بیان کیا ہے الراحت اور التعب کے بیان میں "والتوبۃ" یعنی گناہوں سے اطاعت کی طرف رجوع کرنا۔

"وضدھا الاصرار" اس کا ضد اصرار ہے یعنی گناہوں پر اصرار کرنا اور ان کو ادامہ دینا

"والاستغفار" یعنی اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور معافی کا طلب کرنا اپنے گناہوں سے

"وضدہ الاغترار" یعنی گناہوں سے غفلت ھوی وھوس کے غالب ہونے کی وجہ سے

"والمحافظۃ" یعنی نیکی کے کاموں پر قائم رہنا اور ان کو ادامہ دینا

"وضدھا التھاون" اور اس کا ضد اہانت کرنا ہے یعنی کسی کو حقیر اور ذلیل کرنا

"والنشاط" یعنی آسانی اور سہولت کے ساتھ عبادت کے لیے قائم رہنا

"وضدہ الکسل" یعنی کاموں میں سستی اور کاہلی کرنا

"والفرح" یعنی خوشحالی اور بتحقیق یہ خوشحالی اور فرحت عقل کے لشکروں میں سے ہے کیونکہ یہ خود محبوب کے اور اس کے صفات اور آثار کو درک کرنے اور سمجھنے کے اسباب میں سے ہے۔

بس جب محبوب اشرف اور اعلیٰ ہو تو اس کا درک کرنا اور سمجھنا اور اس کے صفات اور آثار کو درک کرنا لذیذ ترین اور خوشحال کرنے والا ہے اور عاقل شخص کا محبوب خداوند ہے جو تمام چیزوں سے اعلیٰ اور ارفع ہے اور اس کا اور اس کے صفات کا سمجھنا اور درک کرنا خوشی لاتا ہے اور ایسی خوشی حقیقی ہے کیونکہ اس میں حق دکھتا ہے اور عاقل جانتا ہے کہ یہ خوشحالی اس حق سے ہے اور اس کا مقصد اور مرکز اسی سے ہے اور اسی کی طرف ہے کیونکہ عاقل اس وقت اشیاء کو دیکھتا ہے اللہ کے نور کے ساتھ اور جاہل کا مطلوب وہ فانی لذتیں ہیں جو تھکانے والی حاجتیں ہیں اور رنج دینے والی ضرورتیں ہیں اور بتحقیق کھانا پینا دشمن پر ناراضگی وغیرہ یہ دفاع ہیں جن سے رنج و غم کو دور کیا جاتا ہے اور سکون حاصل ہوتا ہے نیز ان سے اور بھوک اور پیاس کے شعلوں کو بجھاتے ہیں یا شہوت کو دور کرتے ہیں یا غیظ وغضب کو شفا دیتے ہیں اور ان چیزوں کے بعد جو خوشی حاصل ہوتی ہے اس کو سرور اور فرح کہتے ہیں یہ باب الغلط اور اشتباہ میں سے ہے کیونکہ یہ حقیقی فرح نہیں دیتے بلکہ اس کے سبب غرور حاصل ہوتا ہے جس طرح

خداوند متعال نے کہا کہ: بتحقیق دنیا کی حیات لعب ہے یا کہا کہ: دنیا کی حیات نہیں ہے مگر غرور کے بلکہ جب بھی کسی چیز کی طرف مائل ہوں تو دوسری چیز کے حاصل کرنے کا اہتمام کرتے ہیں اور اس پر راضی نہیں ہوتے اسی طرح انسان ہمیشہ اسی کوشش میں غم وحزن کے عالم میں رہتا ہے اس کو حاصل کرو پھر دوسرے کو وہ اشیاء ایسے ہوتی ہیں جیسے سراب جس کو دور سے پیاسا سوچتا ہے کہ پانی ہے لیکن جب اس کے قریب پہنچتا ہے تو وہ پانی نہیں ہوتا ''وضدہ الحزن''، بتحقیق حزن جہل کے لشکروں میں سے ہے کیونکہ حزن کسی مافات (جو کھو چکی ہو) چیز پر ہوتا ہے اور عاقل اس اعتبار کے کہ وہ عاقل ہے کبھی کھوئی چیز پر غم نہیں کرتا ہے۔

خداوند متعال نے فرمایا کہ: تا کہ تم اس پر غم نہ کھاؤ جو تم سے جاتی رہے۔

اور فرمایا: بتحقیق اللہ کے اولیاء پر نہ خوف ہے اور نہ ہی حزن

''والالفۃ'' یعنی موافق کے ساتھ یا مخالف کے ساتھ

ہمارے استاد قدس سرہ نے کہا: الفت کے عقل کے صفات میں سے ہونے کی وجہ یہ ہے کہ الفت ایسا جوہر ہے جو ذات کو اجسام اور جسمانیات سے بلند کرتی ہے اور اس کا عالم، عالم وحدت اور جمعیت ہے اور اس سے ہے ہر خیر اور رحمت اور جہل ان نفسوں کی صفت ہے جو ان اجسام سے جڑے ہیں جن کا وجود افتراق اور جدائی اور تقسیم ہونے کو قبول کرتا ہے اور اس کی وحدت عین کثرت ہے اور اس کا وصل اور جڑنا عین فصل اور جدائی ہے اور ہر ایک وہ جو نفوس جزئیہ میں سے ہے اس کی اپنی ذات کے عقل کے اعتبار سے بالفعل کامل ہونے سے پہلے اپنے نفس کو پسند کرتا ہے بلکہ وہ اپنے غیر سے دشمنی رکھتا ہے اور اس کے غیر کو خدا نے جو فضیلت دی ہے اس کے حسد کرتا ہے اور بتحقیق جس کو وہ پسند کرتا ہے تو اس لیے پسند کرتا ہے کہ اس کے ذریعے سے شہوات تک پہنچے اور جب ان کے درمیان سے مقصد پورا ہو تو پھر ان کے درمیان جدائی اور دشمنی ہو جاتی ہے جیسے خداوند متعال نے فرمایا:

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ

''اس دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے سوائے پرہیز گاروں کے۔ (الزخرف:۶۷)''

''وضدھا الفرقۃ'' الفت کا ضد فرقت اور جدائی ہے بعض نسخوں میں عصبیت یعنی تعصب آیا ہے۔

''والسخاء'' اس کے مراتب ہیں جن میں اعلی مرتبہ اللہ کی راہ میں خون دینا ہے پھر ایثار ہے یعنی قربان ہونا حاجت کے ساتھ اس کے مقابلے میں ضرورت کے وقت جان بچانا ہے اور یہ کنجوسی کی انتہا ہے۔

''امتحن اللہ قلبہ'' اللہ نے اس کے قلب کا امتحان لیا یعنی اس کے قلب و دل کو کھولا اور وسعت دی صاف کر کے ایمان کے نور کے ساتھ اور وہ علم تحقیقی لدنی ہے جس کی طرف ہم نے کتاب کی ابتدا میں اشارہ کیا ہے۔

''بمعرفۃ العقل وجنودہ'' عقل اور اس کے لشکروں کی معرفت کے ذریعے کیونکہ جب عقل اور اس کے لشکروں کا پہچانا جائے تو جہل اور اس کے لشکروں کی معرفت ہوتی ہے کیونکہ اشیاء اپنے ضدوں سے پہچانی جاتی ہیں۔

''مجانبۃ الجہل وجنودہ'' جہل اور اس کے لشکروں کا ساتھ ہونا۔

کیونکہ جب جہل اور اس کے لشکروں کو پہچانا جائے اور ان کو برطرف کیا جائے تو عقل اور اس کا لشکر حاصل ہوتا ہے کیونکہ تخلیہ سبب ہوتا ہے تحلیے کا اول اشارہ ہے علم کی طرف اور ثانی اشارہ عمل کی طرف ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے [1] لیکن میرے نزدیک حدیث موثق ہے کیونکہ علی بن حدید کو علماء رجال کی ایک جماعت نے ثقہ قرار دیا ہے نیز یہ کہ وہ کامل الزیارات اور تفسیر قمی دونوں کا راوی ہے۔ واللہ علم۔ [2]

4/4 الکافی،۱/۲۳/۲/۱ العاصمی عن علی بن الحسن عن ابن أسباط عن الحسن بن الجهم عن أَبِي اَلْحَسَنِ اَلرِّضَا عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: ذُكِرَ عِنْدَهُ أَصْحَابُنَا وَ ذُكِرَ اَلْعَقْلُ قَالَ فَقَالَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ لاَ يُعْبَأُ بِأَهْلِ اَلدِّينِ مِمَّنْ لاَ عَقْلَ لَهُ قُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاكَ إِنَّ مِمَّنْ يَصِفُ هَذَا اَلْأَمْرَ قَوْماً لاَ بَأْسَ بِهِمْ عِنْدَنَا وَ لَيْسَتْ لَهُمْ تِلْكَ اَلْعُقُولُ فَقَالَ لَيْسَ هَؤُلاَءِ مِمَّنْ خَاطَبَ اَللَّهُ إِنَّ اَللَّهَ خَلَقَ اَلْعَقْلَ فَقَالَ لَهُ أَقْبِلْ فَأَقْبَلَ وَ قَالَ لَهُ أَدْبِرْ فَأَدْبَرَ فَقَالَ وَ عِزَّتِي وَ جَلاَلِي مَا خَلَقْتُ شَيْئاً أَحْسَنَ مِنْكَ أَوْ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْكَ بِكَ آخُذُ وَ بِكَ أُعْطِي.

(ترجمہ) الحسن بن الجہم نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام علی بن موسیٰ الرضاؑ کے پاس آپ کے اصحاب موجود تھے تو وہاں عقل کے بارے میں بات شروع ہوگئی تو آپؑ نے فرمایا: جو اہل دین افراد ہیں وہ اس شخص پر اعتبار نہیں کرتے جو بے عقل ہے۔

راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے آپؑ کی خدمت میں اقدس میں عرض کیا: میں آپؑ پر فدا ہوں! ہمارے اردگرد ایسے افراد موجود ہیں جن میں ہم کوئی حرج نہیں جانتے لیکن ان کے پاس عقل نہیں ہے۔

آپؑ نے فرمایا: یہ ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جن کو خدا نے خطاب کیا ہے۔ خدا نے جب عقل کو خلق فرمایا تو اس سے فرمایا کہ آگے آ، تو وہ آگے آئی اور پھر کہا واپس چلی جا تو وہ واپس چلی گئی۔ پس خدا نے فرمایا: مجھے قسم ہے اپنی عزت وجلالت کی! میں نے تجھ سے زیادہ اچھی اور محبوب کوئی اور مخلوق خلق نہیں کی پس میں تیری وجہ سے

[1] مرآۃ العقول: ۱/۷۶

[2] کامل الزیارات: ۲۷/باب ۸، ح ۱؛ تفسیر القمی: ۲/۴۵۱

مواخذہ کروں گا اور تیری وجہ سے اجر وثواب عطا کروں گا۔ ①

بیان:

''لایعبا باھل الدین'' یعنی ان کے ساتھ اہتمام نہ کرو اور ان کی طرف توجہ نہ کرو

''یصف ھذا الامر''

یعنی کہتے ہیں حق کے اماموں کی امامت کے ساتھ ''تلک العقول'' یعنی عقول کاملہ وہ عقل جو کامل ہیں

''ممن خاطب اللہ'' ان میں سے جن کو معرفت کی تکلیف دی گئی ہے یعنی جن پر معرفت واجب ہے جب کہ ان کے لیے نہیں ہے قوت عقلیہ اور چمکتا ہوا نور ان کے لیے ممکن ہے کہ ان دونوں کے ذریعے عرفان کے درجے پر پہنچیں اور تکلیف کبھی اس قوت اور نور کی مقدار کی جتنی ہوتی ہے یہ وہی ہیں جن کے بارے میں وارد ہوا ہے کہ بتحقیق یہ ان سے منصرف ہوتا ہے ان کی موت کے بعد اور ان کے نفس معدوم ہوتے ہیں ان کے اجساد کے فاسد ہونے کے وقت اور کسی چیز کا شعور نہیں رکھتے یہاں تک کہ اٹھائے جائیں کیونکہ بتحقیق انہوں نے نہیں کیا ایمان کو محض اور کفر کو محض نہیں کیا۔

جیسا کہ اس کو روایت کیا ہے ہمارے شیخ مفید نے شرح اعتقادات الصدوق طاب ثراہ میں،

تحقیق اسناد:

حدیث موثق ہے ②

5/5 الکافی،۱/۳/۱۱/۱ القمیان عن رَفَعَهُ إِلَى أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: قُلْتُ لَهُ مَا الْعَقْلُ قَالَ مَا عُبِدَ بِهِ الرَّحْمٰنُ وَ اُكْتُسِبَ بِهِ الْجِنَانُ قَالَ قُلْتُ فَالَّذِي كَانَ فِي مُعَاوِيَةَ فَقَالَ تِلْكَ النَّكْرَاءُ تِلْكَ الشَّيْطَنَةُ وَهِيَ شَبِيهَةٌ بِالْعَقْلِ وَلَيْسَتْ بِالْعَقْلِ.

(ترجمہ) محمد بن عبدالجبار نے مرفوع روایت کی ہے کہ میں نے حضرت امام ابوعبداللہ جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا: عقل کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جس سے خدائے رحمٰن کی عبادت ہو اور جنت کو حاصل کیا جائے وہ عقل ہے۔

میں نے عرض کیا: پھر معاویہ معاملہ کیا تھا؟

آپؑ نے فرمایا: اس میں چالاکی وشیطنت تھی جو عقل کے ساتھ شباہت رکھتی ہے حقیقت میں وہ عقل

① المحاسن:۱/ ۱۹۴، بحار الانوار:۱/ ۹۲، تفسیر نور الثقلین:۵/ ۳۶۴، تفسیر کنز الدقائق:۱۳/ ۳۶۴، کلیات احادیث قدسی:۱/ ۲۹۳

② مرآۃ العقول:۱/ ۹۴

نہیں ہوتی۔ [1]

بیان:

"ماعبد به الرحمان"

جس کے ذریعے سے رحمن کی عبادت کی جائے۔

یہ عقل کی تفسیر ہے دوسری معنی میں ان معناؤں میں سے جن کو ہم نے ذکر کیا ہے پہلی حدیث کی شرح میں اور وہ عقل مکتسب ہے یعنی کسب کرنے والا عقل پھر عبادت کو قرار دیا ہے یعنی وہ عبادت جو معرفت کے ساتھ ہو وہ معرفت جس پر عبادت مترتب ہے یہ اشارہ ہے اس کی قوت نظریہ کے کمال کی طرف اور اکتساب الجنان جنتوں کو کسب کرنا اشارہ ہے اس کی قوت عملیہ کے کمال پر "تلک النکراء" یعنی ہوشیاری حد سے گزری ہوئی ہوشیاری افراط میں اس مقام پر کہ ایسی ہوشیاری کرنے والے کو مکر اور حیلے تک پہنچا دے اور اپنی ذاتی مستقل رائے کا شکار کر دے اور دنیا میں فضولیات کی طلب میں پھنسا دے اس کو "جربزہ اور دھاء کہا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ: کتنی شدید ہوشیاری ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے۔ [2]

6/6 الکافی،۱/۱۳۳/۱۴۲/۸ سهل عن داود بن مهران عن علی المیثمی عن رجل عن جویریة بن مسهر قال: إِشْتَدَدْتُ خَلْفَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ فَقَالَ لِي يَا جُوَيْرِيَةُ إِنَّهُ لَمْ يَهْلِكْ هَؤُلاَءِ الْحَمْقَى إِلاَّ بِخَفْقِ النِّعَالِ خَلْفَهُمْ مَا جَاءَ بِكَ قُلْتُ جِئْتُ أَسْأَلُكَ عَنْ ثَلاَثٍ عَنِ الشَّرَفِ وَ عَنِ الْمُرُوَّةِ وَ عَنِ الْعَقْلِ قَالَ أَمَّا الشَّرَفُ فَمَنْ شَرَّفَهُ السُّلْطَانُ شَرُفَ وَ أَمَّا الْمُرُوَّةُ فَإِصْلاَحُ الْمَعِيشَةِ وَ أَمَّا الْعَقْلُ فَمَنِ اتَّقَى اللَّهَ عَقَلَ.

(ترجمہ) جویریہ بن مسہر کہتے ہیں کہ میں امیر المومنینؑ کے پیچھے تھا تو امامؑ نے مجھ سے فرمایا: اے جویریہ! بے شک یہ احمق ہلاک نہ ہوں گے مگر اپنے جوتوں کی آواز اپنے پیچھے سے سنیں گے ابھی (کہو) کس لیے آئے ہو۔ میں نے عرض کیا: اس لیے آیا ہوں تا کہ تین چیزوں کے متعلق آپؑ سے پوچھوں: شرافت کے متعلق، مروت کے متعلق اور

[1] معانی الاخبار:۱/۲۳۹، المحاسن:۱/۱۹۵، وسائل الشیعہ:۹۵/۲۰۵، تفسیر نور الثقلین:۵/۸۲۳، تفسیر کنز الدقائق:۱/۴۰۸، الفصول المہمہ:۱/۱۲۳، بحار الانوار:۱/۱۱۶

[2] مرآۃ العقول:۱/۳۳

عقل کے متعلق۔ آپؑ نے فرمایا: شریف پس جس کو سلطان شرافت بخشے شریف ہوگا اور پھر مروت (ومردانگی یہی) سروسامان دنیا معیشت وزندگی کا ہے اور پھر عقل پس جو کوئی خدا سے ڈرے عاقل وخردمند ہے۔ [1]

بیان:

''اشتددت'' یعنی دشمنی کرنا

''والخفق'' یعنی نعل کی آواز اور ''الحمقی'' سے ارادہ کیا ہے ان لوگوں کو جو جاہل ہیں اور عالم کہلاتے ہیں جن کو جاہل عالم سمجھتے ہیں اور ان کی ہلاکت آخرت والی ہلاکت ہے اہل علم سے علم کا راستے روکنے کی وجہ سے اور ان کو حق کی راہ سے دور کرنے کی خاطر گویا امام علیہ السلام کا فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ جو یہ کو اہل علم کی پہلے معرفت کے واجب ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہیں پھر ان سے اخذ کرنے اور علم حاصل کرنے کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور اس کے پیچھے چلنے کا حکم دے رہے ہیں تا کہ ہدایت سے گمراہ نہ ہو جائے پھر اس کو اپنے عرفان اور قدر کی طرف خبردار کرتے ہیں اور ان کے ساتھ ملنے اور وصل ہونے کے امکان اور ممکن ہونے پر شکر کرنے کا اشارہ کرتے ہیں اور ان سے حاصل اور اخذ کرنے کو آسان فرماتے ہیں اور شرف سے ارادہ کیا ہے لوگوں کے پاس شریف رہنے کا اور بتحقیق یہ بادشاہوں کے پاس تشریف سے ہوتا ہے اور یہ علم کا پہنچانا اور تمام کرنا لوگوں کے پاس شرافت کے بغیر نہیں ہوتا ''والمروۃ'' یعنی انسان کا معروف تربیت کرنا اور یہ نہیں ہوتی سواء معیشت کے بہترین ہونے کے معیشت کے بغیر اس طرح ممکن نہیں ہے اور تقویٰ کے ساتھ عقل کی تفسیر پہلے بیان ہو چکی ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے [2]

7/7 الکافی،۱/۱/۰۱/۲ علی بن محمد عن سهل عن عمرو بن عثمان عن الفقیه،۴/۶۱۳/۶۰۹۵ المفضل بن صالح عن سعد بن طریف عن الأصبغ بن نباتة عن علی علیه السّلام قال: هَبَطَ جَبْرَئِیلُ عَلَی آدَمَ عَلَیْهِ اَلسَّلاَمُ فَقَالَ یَا آدَمُ إِنِّی أُمِرْتُ أَنْ أُخَیِّرَكَ وَاحِدَةً مِنْ ثَلاَثٍ فَاخْتَرْهَا وَ دَعِ اِثْنَتَیْنِ فَقَالَ لَهُ آدَمُ یَا جَبْرَئِیلُ وَ مَا اَلثَّلاَثُ فَقَالَ اَلْعَقْلُ وَ اَلْحَیَاءُ وَ اَلدِّینُ فَقَالَ آدَمُ إِنِّی قَدِ اِخْتَرْتُ اَلْعَقْلَ فَقَالَ جَبْرَئِیلُ لِلْحَیَاءِ وَ اَلدِّینِ اِنْصَرِفَا وَ دَعَاهُ- فَقَالاَ یَا جَبْرَئِیلُ إِنَّا أُمِرْنَا أَنْ نَکُونَ مَعَ اَلْعَقْلِ حَیْثُ کَانَ قَالَ فَشَأْنَکُمَا وَ عَرَجَ.

[1] مجموعہ ورام: ۲/ ۱۵۲، بحارالانوار: ۴۱/ ۵۸

[2] مراۃ العقول: ۲۶/ ۲۰۲

(ترجمہ) اصبغ بن نباتہ سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا: جب جبرئیلؑ زمین پر آئے تو آدمؑ سے کہا۔ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں تمھیں تین چیزوں میں سے ایک کے لینے اور دو کے چھوڑنے کا اختیار دوں تو ایک کو لو اور دو کو چھوڑ دو۔ آدمؑ نے پوچھا وہ تین کیا ہیں؟ جبرئیلؑ نے کہا: عقل، حیاء اور دین ہیں۔ آدمؑ نے کہا: میں نے عقل کو لے لیا تو جبرئیلؑ نے حیاء و دین سے کہا: تم واپس جاؤ اور عقل کو چھوڑ۔ اُنھوں نے کہا: اے جبرئیلؑ! ہمارے لیے حکم یہ ہے کہ ہم عقل کے ساتھ ہیں جہاں کہیں بھی وہ رہے۔ جبرئیلؑ نے کہا: ٹھیک ہے اور آسمان پر چلے گئے۔ [۱]

بیان:

علی ابن محمد یعنی کہ ابوالحسن علی بن محمد بن ابراہیم بن ابان الرازی الکلینی ہیں جو ثقہ عین معروف ہیں۔

''فشانکما'' یعنی بتحقیق اس چیز میں امر تمھاری طرف ہے اور حدیث سے غرض حیاء اور دین کے لیے عقل کو لازم قرار دینا ہے اور ان دونوں کو لازم ہے کہ عقل کی پیروی کریں۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے [۲] لیکن میرے نزدیک حدیث موثق ہے (واللہ اعلم)

8/8 الکافی، ۱/۴/۱۱/۱ محمد عن ابن عیسی عن ابن فضال عن الحسن بن الجهم قَالَ سَمِعْتُ اَلرِّضَا عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ: صَدِيقُ كُلِّ اِمْرِءٍ عَقْلُهُ وَ عَدُوُّهُ جَهْلُهُ.

(ترجمہ) حسن بن الجہم سے روایت ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: ہر شخص کا دوست اس کی عقل ہے اور اس کا دشمن اس کی جہالت ہے۔ [۳]

بیان:

کیونکہ صدیق اور ایک دوست اپنے دوست کے لیے خیر چاہتا ہے اور خیر سے ملاتا ہے اور دشمن اپنے دشمن کے لیے شر چاہتا ہے اور اس سے ملاتا ہے اور عقل اور جہل بھی اس طرح ہیں بلکہ عقل و جہل دونوں اس میں اصل و ریشہ ہیں۔

---

[۱] الفقیہ: ۴/ ۴۱۶، الخصال: ۱/ ۱۰۲، کنز الفوائد: ۱/ ۵۶، روضۃ الواعظین: ۱/ ۳، مشکوۃ الانوار: ۲۳۸، اعلام الدین: ۱۷، تفسیر کنز الدقائق: ۱۳/ ۳۵۵، تفسیر نور الثقلین: ۵/ ۸۲۳، وسائل الشیعہ: ۱۵/ ۲۰۴، المحاسن: ۱/ ۱۹۱، امالی صدوق: ۶۷۲، مجلس: ۹۶، بحار الانوار: ۱/ ۸۶، جامع احادیث شیعہ: ۱۳/ ۴۶۴

[۲] مراۃ العقول: ۱/ ۳۲

[۳] عیون اخبار الرضا: ۲/ ۲۴، باب: ۳۱، علل الشرائع: ۱/ ۱۰۱، باب ۸۸، المحاسن: ۱/ ۱۹۴، تحف العقول: ۴/ ۴۴۳، بحار الانوار: ۱/ ۸۷ و ۷۵/ ۶، وسائل الشیعہ: ۱۵/ ۲۰۵

تحقیق اسناد:

حدیث موثق ہے اور یہ صحیح سے کم نہیں ہے۔[1]

9/9 الکافی،۱/۵/۱۱/۱ عنه عن أحمد عن ابن فضال عن الحسن بن الجهم قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي اَلْحَسَنِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ إِنَّ عِنْدَنَا قَوْماً لَهُمْ مَحَبَّةٌ وَ لَيْسَتْ لَهُمْ تِلْكَ اَلْعَزِيمَةُ يَقُولُونَ بِهَذَا اَلْقَوْلِ فَقَالَ لَيْسَ أُولَئِكَ مِمَّنْ عَاتَبَ اَللَّهُ إِنَّمَا قَالَ اَللَّهُ (فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي اَلْأَبْصَارِ).

ترجمہ: حسن بن الجہم سے روایت ہے کہ میں نے امام رضاعلیہ السلام سے عرض کیا: ہمارے پاس ایک ایسی جماعت ہے کہ ان کو آپ کی محبت تو ہے لیکن وہ بات نہیں جو دوستی کے لائق ہے کیوں کہ وہ جس طرح ہم اقرار کرتے ہیں اس طرح نہیں کرتے؟

آپؑ نے فرمایا: یہ لوگ ان میں سے نہیں جن کی ادب آموزی خدا نے کی ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے: "اے بصیرت والو! عبرت حاصل کرو۔ (الحشر:۲)۔"[2]

بیان:

آئمہ معصومین علیہم السلام کے لیے محبت ہے

"ولیست لھم تلک العزیمۃ"

یعنی شیعوں کے درمیان محبت راسخ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس محبت کے ساتھ اپنی ناموس اور اولاد اور مال کو قربان کریں۔

"واولی الابصار" صاحبان بصارت۔ یعنی جن کی عقل کی آنکھیں کھلی ہوں۔

تحقیق اسناد:

حدیث موثق ہے اور یہ صحیح سے کم نہیں ہے[3]

10/10 الکافی،۱/۶/۱۱/۱ القمی عن محمد بن حسان عن أبي محمد الرازی عن سيف بن عميرة عن إسحاق بن عمار قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ: مَنْ كَانَ عَاقِلاً كَانَ لَهُ دِينٌ وَ مَنْ كَانَ

---

[1] مرآۃ العقول: ۱/ ۳۳

[2] معجم الاحادیث المعتبرۃ محسنی: ۱/ ۴۹؛ شرح الزیارۃ الجامعۃ الکبیرۃ: ۴/ ۱۹۴؛ تفسیر الاثری الجامع: ۴/ ۳۵۳

[3] مرآۃ العقول: ۱/ ۳۳

لَهُ دِينٌ دَخَلَ اَلْجَنَّةَ.

(ترجمہ) اسحاق بن عمار سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو صاحب عقل ہے دین اسی کے لیے ہے اور جس کے لیے دین ہے وہ داخل جنت ہوگا۔ [1]

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔ [2]

11/11 الكافي،١/٧/١١/١ العدة عن البرقي عن ابن يقطين عن محمد بن سنان عن أبي الجارود عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: إِنَّمَا يُدَاقُّ اَللَّهُ اَلْعِبَادَ فِي اَلْحِسَابِ يَوْمَ اَلْقِيَامَةِ عَلَى قَدْرِ مَا آتَاهُمْ مِنَ اَلْعُقُولِ فِي اَلدُّنْيَا.

(ترجمہ) ابوالجارود سے روایت ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: خداوند عالم روز قیامت اپنے بندوں سے محاسبہ اسی لحاظ سے کرے گا جتنی عقل ان کو دنیا میں دی ہے۔ [3]

بیان:

''یداق اللہ'' یعنی حساب کتاب میں دقت یعنی: حساب و کتاب میں دقت کے ساتھ کام کرے یعنی ان امور میں دقت کرنا جن میں عقول متفاوت ہیں کمال اور نقص کے اعتبار سے اور تکالیف واقع ہوتی ہیں عقلوں کے مراتب کے حساب سے بس جتنا عقل قوی ہوگا تکلیف بھی اتنی شدید ہوگی اور قیامت کے دن جو دقت عقل مندوں کے حساب میں ہوگی وہ عقل کے ضعیف لوگوں کے حساب میں نہیں ہوگی۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔ [4] لیکن میرے نزدیک حدیث موثق ہے کیونکہ محمد بن سنان اور ابوالجارود دونوں کی توثیق وارد ہوئی ہے اور یہ دونوں تفسیر قمی اور کامل الزیارات کے راوی ہیں۔ (واللہ اعلم)

12/12 الكافي،١/٨/١١/١ علی بن محمد بن عبد الله عن إبراهيم بن إسحاق الأحمر عن الديلمي عن

---

[1] ثواب الاعمال: ۱۴؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۱۲۲؛ اثبات الہداۃ: ۱/ ۶۲؛ بحارالانوار: ۱/ ۹۱؛ تفسیر نورالثقلین: ۵/ ۳۸۲؛ تفسیر کنز الدقائق: ۱۳/ ۳۵۵

[2] مرآۃ العقول: ۱/ ۳۴

[3] عیون اخبار الرضا: ۲/ ۲۴باب: ۳۱؛ علل الشرائع: ۱/ ۱۰۱باب ۸۸؛ المحاسن: ۱/ ۱۹۵؛ وسائل الشیعہ: ۱/ ۴۰؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۱۰۶؛ بحارالانوار: ۱/ ۱۰۶ و ۷/ ۲۶۷؛ تفسیر نورالثقلین: ۵/ ۵۳۷؛ تفسیر کنز الدقائق: ۱۳/ ۱۹۹؛ مستدرک الوسائل: ۱۱/ ۲۰۸

[4] مرآۃ العقول: ۱/ ۳۴

أبيه قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ فُلاَنٌ مِنْ عِبَادَتِهِ وَ دِينِهِ وَ فَضْلِهِ فَقَالَ كَيْفَ عَقْلُهُ قُلْتُ لاَ أَدْرِي فَقَالَ إِنَّ الثَّوَابَ عَلَى قَدْرِ الْعَقْلِ إِنَّ رَجُلاً مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانَ يَعْبُدُ اللَّهَ فِي جَزِيرَةٍ مِنْ جَزَائِرِ الْبَحْرِ خَضْرَاءَ نَضِرَةٍ كَثِيرَةِ الشَّجَرِ ظَاهِرَةِ الْمَاءِ وَ إِنَّ مَلَكاً مِنَ الْمَلاَئِكَةِ مَرَّ بِهِ فَقَالَ يَا رَبِّ أَرِنِي ثَوَابَ عَبْدِكَ هَذَا فَأَرَاهُ اللَّهُ تَعَالَى ذَلِكَ فَاسْتَقَلَّهُ الْمَلَكُ فَأَوْحَى اللَّهُ تَعَالَى إِلَيْهِ أَنِ اصْحَبْهُ فَأَتَاهُ الْمَلَكُ فِي صُورَةِ إِنْسِيٍّ فَقَالَ لَهُ مَنْ أَنْتَ قَالَ أَنَا رَجُلٌ عَابِدٌ بَلَغَنِي مَكَانُكَ وَ عِبَادَتُكَ فِي هَذَا الْمَكَانِ فَأَتَيْتُكَ لِأَعْبُدَ اللَّهَ مَعَكَ فَكَانَ مَعَهُ يَوْمَهُ ذَلِكَ فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ لَهُ الْمَلَكُ إِنَّ مَكَانَكَ لَنَزِهٌ وَ مَا يَصْلُحُ إِلاَّ لِلْعِبَادَةِ فَقَالَ لَهُ الْعَابِدُ إِنَّ لِمَكَانِنَا هَذَا عَيْباً فَقَالَ لَهُ وَ مَا هُوَ قَالَ لَيْسَ لِرَبِّنَا بَهِيمَةٌ فَلَوْ كَانَ لَهُ حِمَارٌ رَعَيْنَاهُ فِي هَذَا الْمَوْضِعِ فَإِنَّ هَذَا الْحَشِيشَ يَضِيعُ فَقَالَ لَهُ ذَلِكَ الْمَلَكُ وَ مَا لِرَبِّكَ حِمَارٌ فَقَالَ لَوْ كَانَ لَهُ حِمَارٌ مَا كَانَ يَضِيعُ مِثْلُ هَذَا الْحَشِيشِ فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَى الْمَلَكِ إِنَّمَا أُثِيبُهُ عَلَى قَدْرِ عَقْلِهِ.

(ترجمہ) الدیلمی نے اپنے والد سے روایت کی ہے، اُس کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: فلاں شخص اپنی عبادت اور دین وفضل میں ایسا ایسا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس کی عقل کیسی ہے؟

میں نے عرض کیا: میں یہ نہیں جانتا۔

آپؑ نے فرمایا: ثواب بقدرِ عقل ملتا ہے۔ بنی اسرائیل میں ایک عابد اللہ کی عبادت ایسے جزیرہ میں کر رہا تھا جو نہایت سرسبز وشاداب تھا؛ بہ کثرت درخت تھے اور صاف وشفاف پانی تھا۔ ایک فرشتہ ادھر سے گزرا اور کہنے لگا: یا ربّ! مجھے اس بندے کا ثواب دکھا دے۔ خدا نے دکھا دیا۔ فرشتہ کو بلحاظ عبادت کم معلوم ہوا۔ خدا نے وحی کی کہ تو اس کی صحبت میں جا کر رہ۔ فرشتہ بشری صورت میں اس کے پاس گیا۔ اس نے پوچھا تو کون ہے اس نے کہا میں ایک مرد عابد ہوں مجھے تیرے مکان اور تیری عبادت کا پتا چلا ہے اور دل چاہا کہ تیرے ساتھ اللہ کی عبادت کروں۔ پس وہ اس کے ساتھ دن بھر رہا۔ صبح کو فرشتہ نے کہا: یہ بڑی فرحت کی جگہ ہے اور عبادت کے لیے بہت موزوں ہے۔ عابد نے کہا: ہاں، اچھی ہے مگر ایک بات خرابی کی ہے۔ اس نے کہا وہ کیا ہے؟ کہا: ہمارے رب کے پاس کوئی چوپایہ نہیں۔ اگر گدھا ہوتا تو ہم چراتے اور یہاں کی گھاس بے کار نہ جاتی۔ خدا نے فرشتہ کو وحی کی کہ ہم اس کو ثواب بقدر اس کی عقل کے دیں گے۔ [1]

---

[1] بحار الانوار: ۱۴/ ۵۰۶؛ قصص الانبیاء جزائری: ۱/ ۲۷۴؛ تفسیر نور الثقلین: ۳/ ۱۴۸؛ تفسیر کنز الدقائق: ۷/ ۳۷۷

بیان:

یہ علی بن محمد بن عبداللہ یعنی وہ ابن اذینہ ہے جو کلینی کے مشائخ اور اساتذہ میں سے ہے اور ابن عمران البرقی کا احتمال دیا گیا ہے۔

''فلان من عبادتہ''

فلان روایت میں حذف کرنے کے ساتھ ہے یعنی کذا و کذا جس طرح ابن بابویہ کی امالی میں آیا ہے

''ظاھرۃ الماء''

ظا کے ساتھ یعنی اس کا پانی زمین پر اور راس کا مہمل ہونا گویا تصحیف ہے

''فاستقلہ الملک''

اس کو دیکھا ہے قیاس میں قلت کے ساتھ عمل اور کوشش کی کثرت میں ''بلغنی مکانک'' یعنی تیری منزل اور مکان۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔ [1] لیکن میرے نزدیک حدیث معتبر ہے کیونکہ دیلمی کامل الزیارات کا راوی ہے جبکہ اس کا باپ تفسیر قمی کا راوی ہے البتہ ان دونوں پر غلو کا الزام ہے لیکن یہ صرف الزام ہی ہے۔ اگر یہ غالی ہوتے تو شیخ صدوق کبھی ان کی روایت نقل نہ کرتے۔ (واللہ اعلم)

13/13 الکافی،۱/۹/۲۱/۱ الأربعة عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: إِذَا بَلَغَكُمْ عَنْ رَجُلٍ حُسْنُ حَالٍ فَانْظُرُوا فِي حُسْنِ عَقْلِهِ فَإِنَّمَا يُجَازَى بِعَقْلِهِ.

(ترجمہ) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم کو کسی شخص کے متعلق عبادت کا حال معلوم ہو تو یہ دیکھو کہ اس کی عقل کیسی ہے کیوں کہ بدلہ عقل کے مطابق دیا جائے گا۔ [2]

بیان:

''حسن حال'' حال کا بہتر ہونا، اطاعت یا اکرام سے

''فانظروا فی حسن عقلہ'' دیکھو اس کے عقل کے بہتر اور حسین ہونے کو

یعنی حکم نہ دو ان کے فقط اعمال انجام دینے اور ظاہری حالتوں پر اس کی عاقبت کے اچھے ہونے کا اور اس کے

---

[1] مراۃ العقول:۱/۳۵

[2] المحاسن:۱/۱۹۴؛ کنز الفوائد:۱/۱۹۸؛ مشکاۃ الانوار:۲۴۸؛ وسائل الشیعہ:۱/۴۰؛ بحار الانوار:۱/۹۳و۱۰۶؛ مستدرک الوسائل:۱۱/۲۰۹

عقیدے کے صحیح ہونے کا اور آفتوں اور امتحانوں سے اس کے دل کے سالم ہونے کا اس چیز پر جو تم پہلے نہیں دیکھتے ہو اس کے عقل کے حسن میں اور اس کے جوہر اور ذات کے کمال حسن میں بس تحقیق نتیجے اور ثمرات اصول اور مبادی کے تابع ہیں اور اجر میں اور جزاء میں فضیلت کے مراتب عقل کے درجات کے حساب سے ہوتے ہیں شرف اور بزرگواری میں۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف علی المشہور ہے۔ [1] لیکن میرے نزدیک یہ حدیث موثق ہے کیوں کہ النوفلی اور السکونی دونوں کی روایات پر علماء کی ایک جماعت نے اعتماد کیا ہے اور الکافی کی اس مشہور سند کو موثق قرار دیا ہے۔ اس کی تفصیل میں نے اپنی کتاب ''توضیح مسائل المومنین بزبان چہاردہ معصومینؑ'' میں درج کردی ہے۔ نیز مقدمہ میں بھی اس کی توثیق درج کی گئی ہے۔ رُجوع فرمایا جائے۔ واللہ اعلم۔

14/14 الکافی،۱/۲۱/۰۱/۱ محمد عن أحمد عن السراد عن عبد الله بن سنان قَالَ: ذَكَرْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ رَجُلاً مُبْتَلًى بِالْوُضُوءِ وَ اَلصَّلاَةِ وَ قُلْتُ هُوَ رَجُلٌ عَاقِلٌ فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَ أَيُّ عَقْلٍ لَهُ وَ هُوَ يُطِيعُ اَلشَّيْطَانَ فَقُلْتُ لَهُ وَ كَيْفَ يُطِيعُ اَلشَّيْطَانَ؟ فَقَالَ سَلْهُ هَذَا اَلَّذِي يَأْتِيهِ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ هُوَ فَإِنَّهُ يَقُولُ لَكَ مِنْ عَمَلِ اَلشَّيْطَانِ.

ترجمہ: عبداللہ بن سنان بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے ایک شخص کا ذکر کیا جو وضو اور نماز میں مبتلائے وسواس تھا۔ اور میں نے کہا: وہ مرد عاقل ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اس کے پاس عقل کہاں جو شیطان کی پیروی کرتا ہے۔

میں نے کہا: یہ کیسے؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے پوچھو یہ وسواس جو تیرے دل میں پیدا ہوتے ہیں یہ کہاں سے آتے ہیں تو وہ کہے گا یہ عمل شیطان ہے۔ [2]

بیان:

''مبتلی بالوضوء والصلاۃ'' وضو اور نماز میں مبتلا شخص۔

یعنی: نیت میں اور نماز اور وضو کے افعال میں یا شرائط میں وسوسے کرنے والا شخص اور وسوسوں کا سبب: یا عقل

---

[1] (مرآۃ العقول: ۱/۳۶)

[2] وسائل الشیعہ: ۱/ ۶۳، الفصول المہمہ: ۱/ ۱۲۲

میں فساد کی وجہ سے ہے یا شریعت سے جاہل ہونے کی وجہ سے ہے کیونکہ اللہ کے اوامر کو انجام دینا بھی ان کے غیر میں سے ان افعال میں سے ہیں جو نیت اور قصد کے ساتھ شامل ہیں جیسے کوئی عالم داخل ہو تو اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے ہیں بس اگر کوئی کہے کہ اس فاضل کے لیے اس کی فضیلت کی وجہ سے اٹھو اور اس کے چہرے کے سامنے روبرو ہو جاؤ تو یہ سفاہت شمار ہوگی کیونکہ تحقیق یہ معانی اجمال کے طور پر بلند مرتبہ ہیں بلکہ یہ اسی حرکت کے لیے ہی ہیں یعنی عالم اور فاضل کے آنے پر اٹھ کھڑا ہونا اور یہ معنی کافی ہے نیت اور قصد میں، ان کے کہنے کی ضرورت نہیں نیت کے ساتھ انجام دینا عقلمندی ہے اور اس میں کسی فکر کی ضرورت بھی نہیں یا فاضل کی فضیلت کو ذہن میں لانے یا خارج میں ذکر کی ضرورت نہیں ہے اور اجمال کے طور پر ذہن میں کسی شئے کے حاضر کرنے اور اور تفصیلی طور پر حاضر کرنے میں فرق ہے اور نیت پہلے قسم کو کہتے ہیں نہ کہ دوسرے کو پھر وسوسے نیت کے بغیر، قبیح ہیں ”یقول لک من عمل الشیطان“ وہ کہے گا یہ شیطان کا عمل ہے۔

یہ اس کا قول ہے زبان سے بغیر اس کے کہ اس پر قلب کے حساب سے ایمان لایا ہو اور اگر اس کی بصیرت کی بنا پر پہچانے کہ یہ وسوسے شیطان کے عمل کی وجہ سے آتے ہیں تو یہ مرد عاقل ہے نہ وسوسے والا مشکوک، تحقیق وسوسے کو کہتے ہیں تقلید اور اضطرار کے حساب سے نہ کہ شرعی اور عقل سے اس کی مثال جس کی خدا نے حکایت کی ہے کفار سے قرآن مجید میں اور اگر ان سے پوچھا جائے کس نے آسمانوں اور زمین کو خلق کیا تو وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے خلق کیا۔

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔ [1]

15/15 الکافی،۱/۱۱/۲۱/۱ العدۃ عن البرقی عن بَعْضِ أَصْحَابِهِ رَفَعَهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: مَا قَسَمَ اَللَّهُ لِلْعِبَادِ شَيْئاً أَفْضَلَ مِنَ اَلْعَقْلِ فَنَوْمُ اَلْعَاقِلِ أَفْضَلُ مِنْ سَهَرِ اَلْجَاهِلِ وَ إِقَامَةُ اَلْعَاقِلِ أَفْضَلُ مِنْ شُخُوصِ اَلْجَاهِلِ وَ لاَ بَعَثَ اَللَّهُ نَبِيّاً وَ لاَ رَسُولاً حَتَّى يَسْتَكْمِلَ اَلْعَقْلَ وَ يَكُونَ عَقْلُهُ أَفْضَلَ مِنْ جَمِيعِ عُقُولِ أُمَّتِهِ وَ مَا يُضْمِرُ اَلنَّبِيُّ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فِي نَفْسِهِ أَفْضَلُ مِنِ اِجْتِهَادِ اَلْمُجْتَهِدِينَ وَ مَا أَدَّى اَلْعَبْدُ فَرَائِضَ اَللَّهِ حَتَّى عَقَلَ عَنْهُ وَ لاَ بَلَغَ جَمِيعُ اَلْعَابِدِينَ فِي فَضْلِ عِبَادَتِهِمْ مَا بَلَغَ اَلْعَاقِلُ وَ اَلْعُقَلاَءُ هُمْ أُولُو اَلْأَلْبَابِ اَلَّذِينَ قَالَ

---

[1] مرآۃ العقول: ۱/۳۶

اَللّٰہُ تَعَالٰی: وَمَا يَتَذَكَّرُ إِلَّا أُولُوا الْأَلْبَابِ).

(ترجمہ) حضرت رسول خدا ﷺ نے فرمایا: خدا نے اپنے بندوں پر عقل سے افضل کوئی چیز تقسیم نہیں کی۔ عاقل کا سونا جاہل کے جاگنے سے افضل ہے، عاقل کا اپنے گھر میں رہنا جاہل کے سفر حج وغیرہ سے بہتر ہے۔ خدا نے جس رسول کو مبعوث کیا اس کی عقل کو کامل قرار دیا ہے اور اس کی عقل تمام امت کے عقلاء سے زیادہ افضل اور اکمل ہوتی ہے۔ اور تمام عبادت کرنے والے اپنی عبادت میں نبی کی عبادت کے برابر نہیں ہو سکتے اور کوئی عاقل اپنی عقل میں رسول کے برابر نہیں ہوسکتا۔ جن کے بارے میں خدا نے فرمایا: ''نصیحت حاصل نہیں کرتے مگر صاحبان عقل۔ (البقرۃ:٢٦٩)۔''[1]

بیان:

''من شخوص الجاہل''

''یعنی اس کا خارج ہونا اپنے شہر سے خیر اور ثواب کے حاصل کرنے کی نیت سے''

جیسے جہاد اور حج اور علم کا حاصل کرنا وغیرہ۔

اور بتحقیق عاقل کی نیند اور اپنے گھر رہنا افضل ہے جاہل کے شہر سے خارج ہونے سے کیونکہ عاقل سوتا ہے اس لیے کہ وہ سکون کرے حرکات کی تھکاوٹ سے اور یہ سکون سبب ہوگا اس کی اطاعت اور عبادت کی طاقت کے لیے اور اسی طرح اس کا قائم ہونا جب اس کو دیکھا جائے کہ وہ کھڑا ہوا اپنے دین میں جو فائدہ مند اور اجر میں عظیم ہو بتحقیق اس نیت کے ساتھ اعمال کی فضیلت اور اس کا روح یہ ہے کہ ان کے وسیلے تقرب حاصل کرتا ہے اللہ سبحانہ کا اور یہ متصور ہوتا ہے معرفت اور یقین کے بعد اور جاہل معرفت اور یقین سے خالی ہوتا ہے

''وما یضمر النبی فی نفسہ''

اور وہ چیزیں جو نبی اپنی ذہن میں رکھتا ہے

اور وہ علوم لدنی تحقیقی نوری ہیں جو نبی خداوند سے حاصل کرتا ہے بغیر کسی بشر کے پڑھانے کے واسطے سے جس طرح خداوند متعال نے ہمارے نبی اکرم کے لیے فرمایا:

اور اس نے آپ کو پڑھایا وہ جو آپ نہیں جانتے تھے اور اللہ کا فضل آپ پر عظیم ہے ''من اجتھاد المجتھدین'' یعنی عابدوں کی کوشش اور سعی کے ساتھ عبادت کا اجر یعنی فقط اس ہبہ شدہ معرفت کا ثواب بغیر کسی دوسری عبادت کے ثواب کے اضافے کے ساتھ اور بغیر کسی ان معارف کے جو کسب کی ہوں کہ جو افضل ہیں عبادتوں کے ثواب سے

[1] المحاسن: ١/ ١٩٣؛ تفسیر البرھان: ١/ ٥٣٩ و ٣/ ١٩٧؛ تفسیر کنز الدقائق: ١١/ ٨٦؛ تفسیر نور الثقلین: ٣/ ٣٨٠

اوران کسب شدہ معارف سے جو انتہائی کوششوں کے ساتھ کسب کیے گئے ہوں علوم نظریہ میں سے ''وما أدی العبد فرائض اللہ'' اور بندے کا اللہ کے فرائض کو انجام دینا یعنی تمام فرائض اور جیسے ان کو ادا کرنے کا حق ہے ادا کرنا ''حتی عقل عنہ'' یعنی اللہ تعالیٰ سے علم کا حاصل کرنا اور اشیاء کے حقائق کو سمجھنا خدا کی طرف سے کسی بشر کے واسطے کے بغیر اور کسی شخص کی تقلید کے بغیر جیسے انبیاء کے لیے ہے اور انبیاء کی پیروی کی برکت کے ساتھ علماء کے لیے۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے۔ [1]

16/16 الکافی ۱/۱۲/۱۳/۱ أَبُو عَبْدِ ٱللَّهِ ٱلْأَشْعَرِيُّ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِنَا رَفَعَهُ عَنْ هِشَامِ بْنِ ٱلْحَكَمِ قَالَ قَالَ لِي أَبُو ٱلْحَسَنِ مُوسَى بْنُ جَعْفَرٍ عَلَيْهِمَا ٱلسَّلاَمُ: يَا هِشَامُ إِنَّ ٱللَّهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى بَشَّرَ أَهْلَ ٱلْعَقْلِ وَ ٱلْفَهْمِ فِي كِتَابِهِ فَقَالَ ﴿فَبَشِّرْ عِبَادِ ٱلَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ ٱلْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ أُولٰئِكَ ٱلَّذِينَ هَدَاهُمُ ٱللَّهُ وَ أُولٰئِكَ هُمْ أُولُوا ٱلْأَلْبَابِ﴾ يَا هِشَامُ إِنَّ ٱللَّهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى أَكْمَلَ لِلنَّاسِ ٱلْحُجَجَ بِٱلْعُقُولِ وَ نَصَرَ ٱلنَّبِيِّينَ بِٱلْبَيَانِ وَ دَلَّهُمْ عَلَى رُبُوبِيَّتِهِ بِٱلْأَدِلَّةِ فَقَالَ ﴿وَ إِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَاحِدٌ لاَ إِلٰهَ إِلاَّ هُوَ ٱلرَّحْمٰنُ ٱلرَّحِيمُ. إِنَّ فِي خَلْقِ ٱلسَّمَاوَاتِ وَ ٱلْأَرْضِ وَ ٱخْتِلاَفِ ٱللَّيْلِ وَ ٱلنَّهَارِ وَ ٱلْفُلْكِ ٱلَّتِي تَجْرِي فِي ٱلْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ ٱلنَّاسَ وَ مَا أَنْزَلَ ٱللَّهُ مِنَ ٱلسَّمَاءِ مِنْ مَاءٍ فَأَحْيَا بِهِ ٱلْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ بَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَ تَصْرِيفِ ٱلرِّيَاحِ وَ ٱلسَّحَابِ ٱلْمُسَخَّرِ بَيْنَ ٱلسَّمَاءِ وَ ٱلْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ﴾ يَا هِشَامُ قَدْ جَعَلَ ٱللَّهُ ذٰلِكَ دَلِيلاً عَلَى مَعْرِفَتِهِ بِأَنَّ لَهُمْ مُدَبِّراً فَقَالَ ﴿وَ سَخَّرَ لَكُمُ ٱللَّيْلَ وَ ٱلنَّهَارَ وَ ٱلشَّمْسَ وَ ٱلْقَمَرَ وَ ٱلنُّجُومُ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِهِ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ﴾ وَ قَالَ ﴿هُوَ ٱلَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلاً ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُونُوا شُيُوخاً وَ مِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَ لِتَبْلُغُوا أَجَلاً مُسَمًّى وَ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ﴾ وَ قَالَ إِنَّ فِي ﴿ٱخْتِلاَفِ ٱللَّيْلِ وَ ٱلنَّهَارِ وَ مَا أَنْزَلَ ٱللَّهُ مِنَ ٱلسَّمَاءِ مِنْ رِزْقٍ فَأَحْيَا بِهِ ٱلْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا﴾ ﴿وَ تَصْرِيفِ ٱلرِّيَاحِ وَ ٱلسَّحَابِ ٱلْمُسَخَّرِ بَيْنَ ٱلسَّمَاءِ وَ ٱلْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ﴾ وَ قَالَ: ﴿يُحْيِ ٱلْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ ٱلْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ﴾ وَ قَالَ: ﴿وَ جَنَّاتٌ مِنْ

[1] مرآۃ العقول: ۱/ ۳۷

أَعْنَابٍ وَزَرْعٌ وَنَخِيلٌ صِنْوَانٌ وَغَيْرُ صِنْوَانٍ يُسْقَىٰ بِمَاءٍ وَاحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الْأُكُلِ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ) وَقَالَ: (وَمِنْ آيَاتِهِ يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفاً وَطَمَعاً وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيُحْيِي بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ)۔ وَقَالَ (قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئاً وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ)۔ وَقَالَ (هَلْ لَكُمْ مِنْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِنْ شُرَكَاءَ فِي مَا رَزَقْنَاكُمْ فَأَنْتُمْ فِيهِ سَوَاءٌ تَخَافُونَهُمْ كَخِيفَتِكُمْ أَنْفُسَكُمْ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ) يَا هِشَامُ ثُمَّ وَعَظَ أَهْلَ الْعَقْلِ وَرَغَّبَهُمْ فِي الْآخِرَةِ فَقَالَ (وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَلَلدَّارُ الْآخِرَةُ خَيْرٌ لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ) يَا هِشَامُ ثُمَّ خَوَّفَ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ عِقَابَهُ فَقَالَ تَعَالَىٰ (ثُمَّ دَمَّرْنَا الْآخَرِينَ. وَإِنَّكُمْ لَتَمُرُّونَ عَلَيْهِمْ مُصْبِحِينَ. وَبِاللَّيْلِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ). وَقَالَ (إِنَّا مُنْزِلُونَ عَلَىٰ أَهْلِ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزاً مِنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ. وَلَقَدْ تَرَكْنَا مِنْهَا آيَةً بَيِّنَةً لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ) يَا هِشَامُ إِنَّ الْعَقْلَ مَعَ الْعِلْمِ فَقَالَ (وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ) يَا هِشَامُ ثُمَّ ذَمَّ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ فَقَالَ (وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئاً وَلَا يَهْتَدُونَ) ' وَقَالَ (وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً صُمٌّ بُكْمٌ) عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ) وَقَالَ: (وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ)... (أَفَأَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوا لَا يَعْقِلُونَ) وَقَالَ: (أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلاً) وَقَالَ (لَا يُقَاتِلُونَكُمْ جَمِيعاً إِلَّا فِي قُرًى مُحَصَّنَةٍ أَوْ مِنْ وَرَاءِ جُدُرٍ بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعاً وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ) وَقَالَ: (وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ) يَا هِشَامُ ثُمَّ ذَمَّ اللَّهُ الْكَثْرَةَ فَقَالَ (وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ) وَقَالَ: (وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ) وَقَالَ: (وَلَئِنْ

سَأَلْتَهُمْ مَنْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُولُنَّ اللهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ) يَا هِشَامُ ثُمَّ مَدَحَ الْقِلَّةَ فَقَالَ: (وَقَلِيلٌ مِنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ) وَ قَالَ (وَقَلِيلٌ مَا هُمْ) وَ قَالَ (وَقَالَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ أَتَقْتُلُونَ رَجُلاً أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللهُ) وَ قَالَ: (وَمَنْ آمَنَ وَمَا آمَنَ مَعَهُ إِلاَّ قَلِيلٌ) وَ قَالَ: (وَلٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ) وَقَالَ (وَأَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ) وَقَالَ: وَأَكْثَرُهُمْ لَا يَشْعُرُونَ يَا هِشَامُ ثُمَّ ذَكَرَ أُولِي الْأَلْبَابِ بِأَحْسَنِ الذِّكْرِ وَحَلاَّهُمْ بِأَحْسَنِ الْحِلْيَةِ فَقَالَ (يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْراً كَثِيراً وَمَا يَذَّكَّرُ إِلاَّ أُولُوا الْأَلْبَابِ) وَقَالَ: (وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلاَّ أُولُوا الْأَلْبَابِ) وَقَالَ (إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ) وَقَالَ (أَفَمَنْ يَعْلَمُ أَنَّمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ أَعْمَىٰ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ) وَ قَالَ (أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِداً وَ قَائِماً يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُوا رَحْمَةَ رَبِّهِ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ) وَ قَالَ (كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُوا الْأَلْبَابِ) وَقَالَ (وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَىٰ وَأَوْرَثْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ هُدًى وَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ) وَ قَالَ (وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ) يَا هِشَامُ إِنَّ اللهَ تَعَالَىٰ يَقُولُ فِي كِتَابِهِ: (إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ) يَعْنِي عَقْلٌ وَقَالَ (وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ) قَالَ الْفَهْمَ وَالْعَقْلَ يَا هِشَامُ إِنَّ لُقْمَانَ قَالَ لِابْنِهِ تَوَاضَعْ لِلْحَقِّ تَكُنْ أَعْقَلَ النَّاسِ وَإِنَّ الْكَيِّسَ لَدَى الْحَقِّ يَسِيرٌ يَا بُنَيَّ إِنَّ الدُّنْيَا بَحْرٌ عَمِيقٌ قَدْ غَرِقَ فِيهَا عَالَمٌ كَثِيرٌ فَلْتَكُنْ سَفِينَتُكَ فِيهَا تَقْوَى اللهِ وَ حَشْوُهَا الْإِيمَانَ وَ شِرَاعُهَا التَّوَكُّلَ وَ قَيِّمُهَا الْعَقْلَ وَ دَلِيلُهَا الْعِلْمَ وَ سُكَّانُهَا الصَّبْرَ يَا هِشَامُ إِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ دَلِيلاً وَ دَلِيلُ الْعَقْلِ التَّفَكُّرُ وَ دَلِيلُ التَّفَكُّرِ الصَّمْتُ وَلِكُلِّ شَيْءٍ مَطِيَّةٌ وَ مَطِيَّةُ الْعَقْلِ التَّوَاضُعُ وَ كَفَىٰ بِكَ جَهْلاً أَنْ تَرْكَبَ مَا نُهِيتَ عَنْهُ يَا هِشَامُ مَا بَعَثَ اللهُ أَنْبِيَاءَهُ وَرُسُلَهُ إِلَىٰ عِبَادِهِ إِلاَّ لِيَعْقِلُوا عَنِ اللهِ فَأَحْسَنُهُمْ اسْتِجَابَةً أَحْسَنُهُمْ مَعْرِفَةً وَ أَعْلَمُهُمْ بِأَمْرِ اللهِ أَحْسَنُهُمْ عَقْلاً وَ أَكْمَلُهُمْ عَقْلاً أَرْفَعُهُمْ دَرَجَةً فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ يَا هِشَامُ إِنَّ لِلّٰهِ عَلَى

اَلنَّاسِ حُجَّتَيْنِ حُجَّةً ظَاهِرَةً وَ حُجَّةً بَاطِنَةً فَأَمَّا الظَّاهِرَةُ فَالرُّسُلُ وَ الْأَنْبِيَاءُ وَ الْأَئِمَّةُ عَلَيْهِمُ السَّلاَمُ وَ أَمَّا الْبَاطِنَةُ فَالْعُقُولُ يَا هِشَامُ إِنَّ الْعَاقِلَ الَّذِي لاَ يَشْغَلُ الْحَلاَلُ شُكْرَهُ وَ لاَ يَغْلِبُ الْحَرَامُ صَبْرَهُ يَا هِشَامُ مَنْ سَلَّطَ ثَلاَثاً عَلَى ثَلاَثٍ فَكَأَنَّمَا أَعَانَ عَلَى هَدْمِ عَقْلِهِ مَنْ أَظْلَمَ نُورَ تَفَكُّرِهِ بِطُولِ أَمَلِهِ وَ مَحَا طَرَائِفَ حِكْمَتِهِ بِفُضُولِ كَلاَمِهِ وَ أَطْفَأَ نُورَ عِبْرَتِهِ بِشَهَوَاتِ نَفْسِهِ فَكَأَنَّمَا أَعَانَ هَوَاهُ عَلَى هَدْمِ عَقْلِهِ وَ مَنْ هَدَمَ عَقْلَهُ أَفْسَدَ عَلَيْهِ دِينَهُ وَ دُنْيَاهُ يَا هِشَامُ كَيْفَ يَزْكُو عِنْدَ اللَّهِ عَمَلُكَ وَ أَنْتَ قَدْ شَغَلْتَ قَلْبَكَ عَنْ أَمْرِ رَبِّكَ وَ أَطَعْتَ هَوَاكَ عَلَى غَلَبَةِ عَقْلِكَ يَا هِشَامُ الصَّبْرُ عَلَى الْوَحْدَةِ عَلاَمَةُ قُوَّةِ الْعَقْلِ فَمَنْ عَقَلَ عَنِ اللَّهِ اعْتَزَلَ أَهْلَ الدُّنْيَا وَ الرَّاغِبِينَ فِيهَا وَ رَغِبَ فِيمَا عِنْدَ اللَّهِ وَ كَانَ اللَّهُ أُنْسَهُ فِي الْوَحْشَةِ وَ صَاحِبَهُ فِي الْوَحْدَةِ وَ غِنَاهُ فِي الْعَيْلَةِ وَ مُعِزَّهُ مِنْ غَيْرِ عَشِيرَةٍ يَا هِشَامُ نَصْبُ الْحَقِّ لِطَاعَةِ اللَّهِ وَ لاَ نَجَاةَ إِلاَّ بِالطَّاعَةِ وَ الطَّاعَةُ بِالْعِلْمِ وَ الْعِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ وَ التَّعَلُّمُ بِالْعَقْلِ يُعْتَقَدُ وَ لاَ عِلْمَ إِلاَّ مِنْ عَالِمٍ رَبَّانِيٍّ وَ مَعْرِفَةُ الْعِلْمِ بِالْعَقْلِ يَا هِشَامُ قَلِيلُ الْعَمَلِ مِنَ الْعَالِمِ مَقْبُولٌ مُضَاعَفٌ وَ كَثِيرُ الْعَمَلِ مِنْ أَهْلِ الْهَوَى وَ الْجَهْلِ مَرْدُودٌ يَا هِشَامُ إِنَّ الْعَاقِلَ رَضِيَ بِالدُّونِ مِنَ الدُّنْيَا مَعَ الْحِكْمَةِ وَ لَمْ يَرْضَ بِالدُّونِ مِنَ الْحِكْمَةِ مَعَ الدُّنْيَا فَلِذَلِكَ (رَبِحَتْ تِجَارَتُهُمْ) يَا هِشَامُ إِنَّ الْعُقَلاَءَ تَرَكُوا فُضُولَ الدُّنْيَا فَكَيْفَ الذُّنُوبَ وَ تَرْكُ الدُّنْيَا مِنَ الْفَضْلِ وَ تَرْكُ الذُّنُوبِ مِنَ الْفَرْضِ يَا هِشَامُ إِنَّ الْعَاقِلَ نَظَرَ إِلَى الدُّنْيَا وَ إِلَى أَهْلِهَا فَعَلِمَ أَنَّهَا لاَ تُنَالُ إِلاَّ بِالْمَشَقَّةِ وَ نَظَرَ إِلَى الْآخِرَةِ فَعَلِمَ أَنَّهَا لاَ تُنَالُ إِلاَّ بِالْمَشَقَّةِ فَطَلَبَ بِالْمَشَقَّةِ أَبْقَاهُمَا يَا هِشَامُ إِنَّ الْعُقَلاَءَ زَهِدُوا فِي الدُّنْيَا وَ رَغِبُوا فِي الْآخِرَةِ لِأَنَّهُمْ عَلِمُوا أَنَّ الدُّنْيَا طَالِبَةٌ مَطْلُوبَةٌ وَ الْآخِرَةَ طَالِبَةٌ وَ مَطْلُوبَةٌ فَمَنْ طَلَبَ الْآخِرَةَ طَلَبَتْهُ الدُّنْيَا حَتَّى يَسْتَوْفِيَ مِنْهَا رِزْقَهُ وَ مَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا طَلَبَتْهُ الْآخِرَةُ فَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ فَيُفْسِدُ عَلَيْهِ دُنْيَاهُ وَ آخِرَتَهُ يَا هِشَامُ مَنْ أَرَادَ الْغِنَى بِلاَ مَالٍ وَ رَاحَةَ الْقَلْبِ مِنَ الْحَسَدِ وَ السَّلاَمَةَ فِي الدِّينِ فَلْيَتَضَرَّعْ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ فِي مَسْأَلَتِهِ بِأَنْ يُكَمِّلَ عَقْلَهُ فَمَنْ عَقَلَ قَنِعَ بِمَا يَكْفِيهِ وَ مَنْ قَنِعَ بِمَا يَكْفِيهِ اسْتَغْنَى وَ مَنْ لَمْ يَقْنَعْ بِمَا يَكْفِيهِ لَمْ يُدْرِكِ الْغِنَى أَبَداً يَا هِشَامُ إِنَّ اللَّهَ حَكَى عَنْ قَوْمٍ صَالِحِينَ أَنَّهُمْ قَالُوا (رَبَّنَا لاَ تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ) - حِينَ عَلِمُوا أَنَّ

اَلْقُلُوبَ تَزِيغُ وَ تَعُودُ إِلَى عَمَاهَا وَ رَدَاهَا إِنَّهُ لَمْ يَخَفِ اَللَّهَ مَنْ لَمْ يَعْقِلْ عَنِ اَللَّهِ وَ مَنْ لَمْ يَعْقِلْ عَنِ اَللَّهِ لَمْ يَعْقِدْ قَلْبَهُ عَلَى مَعْرِفَةٍ ثَابِتَةٍ يُبْصِرُهَا وَ يَجِدُ حَقِيقَتَهَا فِي قَلْبِهِ وَ لاَ يَكُونُ أَحَدٌ كَذَلِكَ إِلاَّ مَنْ كَانَ قَوْلُهُ لِفِعْلِهِ مُصَدِّقاً وَ سِرُّهُ لِعَلاَنِيَتِهِ مُوَافِقاً لِأَنَّ اَللَّهَ تَبَارَكَ اِسْمُهُ لَمْ يَدُلَّ عَلَى اَلْبَاطِنِ اَلْخَفِيِّ مِنَ اَلْعَقْلِ إِلاَّ بِظَاهِرٍ مِنْهُ وَ نَاطِقٍ عَنْهُ يَا هِشَامُ كَانَ أَمِيرُ اَلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ مَا عُبِدَ اَللَّهُ بِشَيْءٍ أَفْضَلَ مِنَ اَلْعَقْلِ وَ مَا تَمَّ عَقْلُ اِمْرِءٍ حَتَّى يَكُونَ فِيهِ خِصَالٌ شَتَّى اَلْكُفْرُ وَ اَلشَّرُّ مِنْهُ مَأْمُونَانِ وَ اَلرُّشْدُ وَ اَلْخَيْرُ مِنْهُ مَأْمُولاَنِ وَ فَضْلُ مَالِهِ مَبْذُولٌ وَ فَضْلُ قَوْلِهِ مَكْفُوفٌ وَ نَصِيبُهُ مِنَ اَلدُّنْيَا اَلْقُوتُ لاَ يَشْبَعُ مِنَ اَلْعِلْمِ دَهْرَهُ اَلذُّلُّ أَحَبُّ إِلَيْهِ مَعَ اَللَّهِ مِنَ اَلْعِزِّ مَعَ غَيْرِهِ وَ اَلتَّوَاضُعُ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنَ اَلشَّرَفِ يَسْتَكْثِرُ قَلِيلَ اَلْمَعْرُوفِ مِنْ غَيْرِهِ وَ يَسْتَقِلُّ كَثِيرَ اَلْمَعْرُوفِ مِنْ نَفْسِهِ وَ يَرَى اَلنَّاسَ كُلَّهُمْ خَيْراً مِنْهُ وَ أَنَّهُ شَرُّهُمْ فِي نَفْسِهِ وَ هُوَ تَمَامُ اَلْأَمْرِ يَا هِشَامُ إِنَّ اَلْعَاقِلَ لاَ يَكْذِبُ وَ إِنْ كَانَ فِيهِ هَوَاهُ يَا هِشَامُ لاَ دِينَ لِمَنْ لاَ مُرُوَّةَ لَهُ وَ لاَ مُرُوَّةَ لِمَنْ لاَ عَقْلَ لَهُ وَ إِنَّ أَعْظَمَ اَلنَّاسِ قَدْراً اَلَّذِي لاَ يَرَى اَلدُّنْيَا لِنَفْسِهِ خَطَراً أَمَا إِنَّ أَبْدَانَكُمْ لَيْسَ لَهَا ثَمَنٌ إِلاَّ اَلْجَنَّةُ فَلاَ تَبِيعُوهَا بِغَيْرِهَا يَا هِشَامُ إِنَّ أَمِيرَ اَلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ كَانَ يَقُولُ إِنَّ مِنْ عَلاَمَةِ اَلْعَاقِلِ أَنْ يَكُونَ فِيهِ ثَلاَثُ خِصَالٍ يُجِيبُ إِذَا سُئِلَ وَ يَنْطِقُ إِذَا عَجَزَ اَلْقَوْمُ عَنِ اَلْكَلاَمِ وَ يُشِيرُ بِالرَّأْيِ اَلَّذِي يَكُونُ فِيهِ صَلاَحُ أَهْلِهِ فَمَنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ مِنْ هَذِهِ اَلْخِصَالِ اَلثَّلاَثِ شَيْءٌ فَهُوَ أَحْمَقُ إِنَّ أَمِيرَ اَلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ لاَ يَجْلِسُ فِي صَدْرِ اَلْمَجْلِسِ إِلاَّ رَجُلٌ فِيهِ هَذِهِ اَلْخِصَالُ اَلثَّلاَثُ أَوْ وَاحِدَةٌ مِنْهُنَّ فَمَنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ شَيْءٌ مِنْهُنَّ فَجَلَسَ فَهُوَ أَحْمَقُ وَ قَالَ اَلْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ إِذَا طَلَبْتُمُ اَلْحَوَائِجَ فَاطْلُبُوهَا مِنْ أَهْلِهَا قِيلَ يَا اِبْنَ رَسُولِ اَللَّهِ وَ مَنْ أَهْلُهَا قَالَ اَلَّذِينَ قَصَّ اَللَّهُ فِي كِتَابِهِ وَ ذَكَرَهُمْ فَقَالَ: (إِنَّمٰا يَتَذَكَّرُ أُولُوا اَلْأَلْبٰابِ) قَالَ هُمْ أُولُو اَلْعُقُولِ وَ قَالَ عَلِيُّ بْنُ اَلْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا اَلسَّلاَمُ مُجَالَسَةُ اَلصَّالِحِينَ دَاعِيَةٌ إِلَى اَلصَّلاَحِ وَ آدَابُ اَلْعُلَمَاءِ زِيَادَةٌ فِي اَلْعَقْلِ وَ طَاعَةُ وُلاَةِ اَلْعَدْلِ تَمَامُ اَلْعِزِّ وَ اِسْتِثْمَارُ اَلْمَالِ تَمَامُ اَلْمُرُوَّةِ وَ إِرْشَادُ اَلْمُسْتَشِيرِ قَضَاءٌ لِحَقِّ اَلنِّعْمَةِ وَ كَفُّ اَلْأَذَى مِنْ كَمَالِ اَلْعَقْلِ وَ فِيهِ رَاحَةُ اَلْبَدَنِ عَاجِلاً وَ آجِلاً يَا هِشَامُ إِنَّ اَلْعَاقِلَ لاَ يُحَدِّثُ مَنْ يَخَافُ تَكْذِيبَهُ وَ لاَ يَسْأَلُ مَنْ يَخَافُ مَنْعَهُ وَ

لاَ یَعِدُ مَا لاَ یَقْدِرُ عَلَیْهِ وَ لاَ یَرْجُو مَا یُعَنَّفُ بِرَجَائِهِ وَ لاَ یُقْدِمُ عَلَی مَا یَخَافُ فَوْتَهُ بِالْعَجْزِ عَنْهُ.

ترجمہ

ہشام بن الحکم سے مروی ہے کہ ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے مجھ سے بیان فرمایا: اے ہشام! خدا اہل عقل و فہم کے لیے اپنی کتاب میں فرماتا ہے: ''اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! بشارت دے دو میرے ان بندوں کو جو کان لگا کر میرا کلام سنتے ہیں اور اچھی بات پر عمل کرتے ہیں یہ ہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی ہے اور وہ عقلمند ہیں۔ (الزمر:۱۸)۔''

اے ہشام! خدا نے عقول کے ذریعہ سے اپنی حجت کو انسانوں پر تمام کیا اور بیان سے انبیاء کی نصرت اور دلائل سے اپنی ربوبیت کی طرف ان کی رہنمائی فرمائی اور فرمایا۔ ''بے شک آسمانوں اور زمین کی خلقت میں اور رات دن کے آنے جانے میں اور ان کشتیوں میں جو دریا میں چلتی ہیں اور لوگوں کو نفع پہنچاتی ہیں اور آسمان سے جو پانی نازل ہوتا ہے اور اس سے زمین زندہ کی جاتی ہے اور ہر قسم کے چوپائے جو اس پر چلتے پھرتے ہیں اور ہواؤں کا چلنا اور آسمان و زمین کے درمیان بادل کا مسخر ہونا یہ سب ان لوگوں کے لیے خدا کی نشانیاں ہیں جو عقل رکھتے ہیں۔ (البقرہ:۱۶۴:۱۶۳)۔''

اے ہشام! خدا نے ان کو اپنی معرفت کی دلیل قرار دیا ہے ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کوئی مدبر ہے۔ وہ فرماتا ہے تمھارے لیے رات اور دن اور سورج اور چاند کو مسخر کر دیا اور ستارے اس کے حکم سے مسخر ہیں ان میں عقل مندوں کے لیے خدا کی معرفت کی نشانیاں ہیں۔ (النحل:۱۲)۔''

یہ بھی فرماتا ہے کہ ''خدا وہ ہے جس نے تمھیں مٹی سے پیدا کیا۔ پھر نطفہ سے پھر علقہ سے پھر تمھیں بچہ بنا کر نکالتا ہے پھر تمھیں شباب کی منزل تک پہنچاتا ہے پھر تم بوڑھے ہو جاتے ہو اور بعض اس سے پہلے مر جاتے ہیں۔ اور تمھیں اس لیے زندہ رکھتا ہے کہ تم اپنی مقررہ مدت کو پہنچ جاؤ اور شاید تمہیں اس سے عقل آ جائے۔ (المومن:۶۷)۔''

اور پھر فرمایا: ''رات اور دن کی آمد و رفت اور خدا جو رزق آسمانوں سے نازل کرتا ہے جس کے ذریعے خدا نے مردہ زمینوں کو زندہ کیا اور ہواؤں کے چلنے میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں'' (جاثیہ:۵) اس کے بعد خدا نے ایک اور آیت میں فرمایا ''یہ جان لو کہ اللہ ہی زمین کو مردہ ہو جانے کے۔ بعد زندہ کرتا ہے، ہم نے تمہارے لیے نشانیوں کو واضح طور پر بیان کیا ہے کہ تاکہ تم عقل و دانش سے کام لو۔ (الحدید:۱۷)۔''

خدا فرماتا ہے: ''اور انگوروں کے باغات اور کھیتیاں اور کھجوریں ہیں جن میں بعض دو شاخ کی ہیں اور بعض ایک

شاخ کی ہے اور سب ایک ہی پانی سے سیراب ہوتے ہیں اور ہم بعض کو بعض پر کھانے پر ترجیح دیتے ہیں اور اس میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔(الرعد:۴)۔"

پھر خدا فرماتا ہے:"اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ آسمانی بجلیوں کو خوف وامید کا مرکز بنا کر دکھلاتا ہے اور آسمانوں سے پانی برساتا ہے پھر اس کے ذریعے مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے۔ بے شک اس میں عقل مندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔(الروم:۲۴)"

اور فرماتا ہے:"آؤ میں تمھیں بتاؤں کہ خدا نے تم پر کیا حرام کیا ہے کسی چیز کو خدا کا شریک نہ بناؤ۔ والدین سے احسان کرو اور مفلسی کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ ہم تمھیں بھی رزق دینے والے ہیں اور ان کو بھی۔ او ربدکاریوں کے قریب نہ جاؤ۔ ظاہر ہوں یا چھپی ہوئی اور بے خطا کسی کی جان نہ لو۔ ہاں حق پر قتل کرو تو ٹھیک ہے میری تم کو یہی ہدایت ہے تا کہ تم عقل مند بنو۔(انعام:۱۵۱)" اور فرمایا:"آیا تمہارے شریک ہیں تمہارے تمام غلام اور کنیزیں اس چیز میں جو ہم نے تم کو رزق دیا ہے تو کیا تم اس مال کے تصرف میں سب برابر ہو کہ تم ڈرتے ہو کیا تمھیں ان سے ایسا ہی خوف ہے جیسا تمھیں اپنے لوگوں کا حق وحصہ دینے میں خوف ہوتا ہے پھر بندوں کو خدا کا شریک کیوں بناتے ہو ہم عقلمندوں کے لیے اپنی آیات یونہی تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ (روم:۲۸)۔"

یعنی جب تم اقرار کرتے ہو اس بات کا کہ تم اس امر پر راضی نہیں ہوتے کہ تمہارے کنیز اور غلام بغیر تمہارے حکم کے تمہارے اس مال میں تصرف کریں جو ہم نے تم کو دیا ہے تو خدا کیوں کر اس بات پر راضی ہوگا کہ اس کے بندے پیروی ظن کر کے اس کے کارخانہ قدرت میں تصرف کریں جس میں اس نے کسی کا شریک نہیں بنایا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اے ہشام! خدا نے اپنی حجت پوری کرنے کے لیے عقلوں اور پیغمبروں کی ہدایت پر اکتفا نہیں کی بلکہ اس کے بعد عقلوں کو نصیحت کی اور آخرت کی طرف رغبت دلائی۔ اس طرح کہ فرمایا:"نہیں ہے زندگانی دنیا مگر لہو ولعب، البتہ دار آخرت بہتر ہے ان لوگوں کے لیے جو عذاب آخرت سے ڈرتے ہیں اور عقل سے کام لیتے ہیں۔(الانعام:۳۲)۔"

پھر بندے کے بعد اس نے ان لوگوں کو ڈرایا جو سمجھ بوجھ سے کام نہیں لیتے۔ پھر فرمایا"ہم نے دوسروں کو ہلاک کر دیا۔ اے اہل مکہ تم گزرتے ہو سفر میں اس طرف سے جہاں قوم لوط کو ہلاک کیا تھا۔ صبح وشام یہ منظر دیکھتے ہو۔ تو کیا تم سمجھ سے کام نہ لو گے"۔(صافات:۱۳۶-۱۳۸) پھر فرمایا:"اور ہم نازل کرنے والے ہیں۔"اس گاؤں کے باشندوں پر آسمان سے عذاب، کیونکہ وہ فاسق ہیں اور ہم نے اس عذاب سے روشن دلیلیں چھوڑی

ہیں ان لوگوں کیلئے جو عقل والے ہیں۔(عنکبوت:۳۵۔۳۴)۔''

اے ہشام! عقل علم کے ساتھ ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے''یہ مثالیں ہم نے ان لوگوں کے لیے بیان کی ہیں جو ذی عقل ہیں کیوں کہ ان کو نہیں سمجھتے مگر عقل والے۔(عنکبوت:۴۳)۔''

اے ہشام! پھر خدا نے مذمت کی ہے ان لوگوں کی جو عقل نہیں رکھتے۔ خدا فرماتا ہے:''جب ان سے کہا گیا جو کچھ اللہ نے نازل کیا ہے اس کی پیروی کرو۔ تو انھوں نے کہا کہ ہم تو پیروی کریں گے اس کی جس پر ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا ہے اگر چہ ان کے آباؤ اجداد نے کچھ بھی نہیں سمجھا اور نہ ہدایت پائی۔(البقرۃ:۱۷۰)''اور فرمایا: کافروں کی مثال ان لوگوں جیسی ہے جو پکارتے ہیں ان جانوروں کو جو آواز کے سوا کچھ نہیں سنتے۔ وہ بہرے گونگے اور اندھے ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے (البقرۃ: ۱۷۱)''اور فرماتا ہے:''بعض ایسے ہیں کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تمہاری بات سنتے ہیں مگر (راہ پر نہیں آتے) پس تو کیا تم بہروں کو سناتے ہو چاہے وہ عقل نہ رکھتے ہوں۔(سورۃ یونس: ۴۲)۔''اور فرماتا ہے:''تو کیا تم اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ گمان کرتے ہو کہ اکثر لوگ جو تمھاری بات سنتے اور سمجھتے ہیں تو ایسا نہیں ہے، وہ جانوروں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ سبیل سے گمراہ ہیں اے ہشام! پھر فرماتا ہے:''یہودی تم سے جنگ نہیں کرتے مگر ایسے قریوں میں جو خندقوں سے محفوظ ہیں یا دیواروں کے پیچھے ہیں کیوں کہ وہ اپنوں سے بھی بہت ڈرتے ہیں تم ان کو باہم دوست جانتے ہو حالانکہ ان کے اندر اختلاف ہے اور وہ عقل نہیں رکھتے۔(الحشر: ۱۴)۔''اور فرماتا ہے:''تم اپنے نفسوں کو بھولے جاتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو۔ کیا تم عقل نہیں رکھتے۔(البقرۃ: ۴۴)۔''

اے ہشام! خدا نے کثرت کی مذمت کی ہے فرماتا ہے:''اگر تم اس اکثریت کا اتباع کرو جو روئے زمین پر ہے تو وہ تم کو خدا کے راستہ سے گمراہ کر دے گی۔(الانعام: ۱۱۶)۔''پھر فرماتا ہے:''اگر تم ان سے سوال کرو کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا۔ تو وہ کہیں گے اللہ نے۔ کہہ دو حمد ہے اللہ کے لیے اور اکثر ان میں سے نہیں جانتے۔(لقمان: ۲۵)۔''اور خدا نے فرمایا:''اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمان سے کس نے پانی برسایا جس سے مرنے کے بعد زمین کو زندہ کیا گیا تو وہ کہیں گے اللہ نے۔ کہو حمد ہے اللہ کے لیے۔ لیکن ان کی اکثریت عقل سے کام نہیں لیتی۔(العنکبوت: ۶۳)۔''

پھر فرمایا: اے ہشام! خدا نے قلت کی مدحت و تعریف فرمائی ہے اور فرماتا ہے:''میرے شکر گزار بندے کم ہیں۔(سباء: ۱۳)''پھر فرماتا ہے:''اور ایمان و عمل صالح رکھنے والے کم ہیں۔(ص: ۲۴)۔''پھر فرماتا ہے: ایک بندۂ مومن جو آل فرعون میں سے تھا اس نے کہا کیا تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ

ہے (غافر: ۲۸)" اور فرماتا ہے: "جو ایمان لا چکے ہیں اگرچہ ان کے ساتھ ایمان لانے والے بہت ہی کم تھے۔ (ھود: ۴۰)" اور فرماتا ہے: "لیکن ان کے اکثر عقل نہیں جانتے۔ (الانعام: ۳۷)۔" اور فرماتا ہے: "اور ان کے اکثر عقل نہیں رکھتے۔ (المائدۃ: ۱۰۳)۔" اور فرماتا ہے: "لیکن ان کے اکثر شکر نہیں کرتے۔"

اے ہشام! پھر خدا نے صاحبان عقل کا ذکر بہترین صورت میں کیا ہے اور بہترین زیور فضل و کمال سے ان کو آراستہ کیا ہے اور فرمایا ہے: "خدا جسے چاہتا ہے حکمت دیتا ہے اور جسے حکمت دی گئی ہے اسے خیر کثیر دی گئی اور نہیں ذکر کرتے مگر اولوالالباب۔ (البقرۃ: ۲۶۹)۔" اور پھر فرماتا ہے: "اور علم میں راسخ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے ہیں، یہ سب کچھ ہمارے رب کی طرف سے ہے اور نصیحت تو صرف عقلمند ہی قبول کرتے ہیں۔ (آل عمران: ۷)" "آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے رات دن کے بار بار آنے جانے میں صاحبان عقل کے لیے خدا کی نشانیاں ہیں۔ (آل عمران: ۱۹۰)۔" اور فرماتا ہے: "جو شخص یہ جانتا ہے کہ جو کچھ اے رسول ﷺ! تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے وہ حق ہے وہ اس اندھے کی طرح نہیں جو کچھ نہیں سمجھتا تذکرہ کرنے والے تو صاحبان عقل ہی ہیں۔ (الرعد: ۱۹)۔" اور فرماتا ہے: "جو رات کی تاریکی میں سجود و قیام کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرنے والے ہیں اور وہ آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کی امید کرتا ہے کہہ دو اے رسول جو لوگ جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے۔ کیا وہ برابر ہیں۔ بے شک صاحبان عقل ہی تذکرہ کرتے ہیں اور فرمایا۔ اے رسول ﷺ! جو کتاب ہم نے تم پر نازل کی ہے وہ مبارک ہے اور غرض نزول یہ ہے کہ لوگ اس کی آیات میں غور و تدبر کریں اور اس کا صاحبان عقل ہی اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔ (ص: ۲۹)۔" اور فرماتا ہے: "ہم نے موسیٰ کو ہدایت بھری کتاب دی اور وارث بنایا بنی اسرائیل کی اس کتاب کا جو ہدایت و نصیحت ہے عقلمندوں کے لیے۔ (غافر: ۵۳)۔" اور فرماتا ہے: "ذکر کرو کیوں کہ ذکر کرنا مومنین کے لیے مفید ہے۔ (الذاریات: ۵۵)۔"

اے ہشام! خدا اپنی کتاب میں فرماتا ہے: "نصیحت اس کے لیے سودمند ہے جو دل رکھتا ہے (ق: ۳۷)۔" یعنی عقل رکھتا ہے۔ اور فرماتا ہے: ہم نے لقمان کو حکمت دی (لقمان: ۱۲)۔" امام نے فرمایا: اس سے مراد عقل اور دانش مندی ہے۔

اے ہشام! لقمان نے اپنے بیٹے سے فرمایا: کتاب خدا کے احکام کے سامنے عاجزی اختیار کرو تا کہ تو لوگوں میں سب سے زیادہ عقل مند ہو، بے شک عقلمند لوگ خدائے حکیم کے نزدیک کم ہیں۔ کیوں کہ اکثر لوگوں نے کتاب اللہ کو چھوڑ کر اپنی خواہشوں کی پیروی کر لی ہے۔ اے فرزند! دنیا ایک گہرے سمندر کی مانند ہے جس

میں بہت سے لوگ ڈوب گئے پس چاہیے کہ اس گہرے سمندر میں تیری کشتی تقویٰ ہو اور کشتی کا لنگر خدا کی طرف توجہ ہو اور اس کا بادبان خدا کی طرف توکل ہو اور اس کی کارفرما عقل ہو اور اس کی دلیل علم ہو اور اس کے پتوار ڈبر ہوں۔

اے ہشام: ہر چیز کی کوئی دلیل ہوتی ہے عقل کی دلیل تفکر و تدبر ہے اور تفکر کی دلیل خاموشی ہے۔اور ہر چیز کا ایک مددگار ہوتا ہے اور عقل کی مددگار عاجزی و انکساری ہے۔جاہل کے لیے یہ ہی کافی ہے کہ جس چیز سے اس کا روکا جاتا ہے وہ اُسی کا ارتکاب کرتا ہے۔

اے ہشام: خدا نے اپنے نبیوں اور رسولوں کو بندوں کی طرف فقط اس لیے بھیجا ہے تاکہ وہ اللہ کے بارے ان کو تعلیم دیں اور وہ اللہ کے بارے میں تدبر تفکر سے کام لیں اور وہ ان کو بہترین استجابت اور معرفت عطا کریں اور اللہ کے حکم کو بہترین قبول کرنے والا بنائیں اور ان کی عقلوں کو کامل کریں اور اس کو اکمل و جمیل بنائیں اور دنیا اور آخرت میں ان کے درجات بلند کریں۔

اے ہشام: خدا کے لیے لوگوں پر دو حجتیں ہیں ایک ظاہری حجت ہے جو انبیاء و مرسلین اور آئمہ ہدیٰ علیہم السلام ہیں اور دوسری حجت جو باطنی ہے وہ ان کی اپنی عقل ہے۔

اے ہشام: حلال روزی کی کمی عاقل کے شکر کو کم نہیں کرتی اور نہ رزق حرام اس کے صبر پر غالب آتا ہے۔(یعنی یہ نہیں ہوتا ہے کہ رزق حرام کی ظاہری چمک دمک کو دیکھ کر وہ بے صبرا ہو جائے اور اس کو اپنائے)

اے ہشام: جس نے تین چیزوں کو تین چیزوں پر مسلط کر دیا اس نے اپنی عقل کو خود خراب کر لیا۔

۞۱ جس نے اپنے علم و حکمت کے نور کو بے ہودہ خواہشات سے تاریک کر لیا۔

۞۲ جس نے اپنے حکومت کے نودرات کو فضول گوئی کے ذریعے اپنے سے دور کر دیا۔

۞۳ اور عبرت و بصیرت کے نور کو نفس کی خواہشات کی پیروی سے خاموش کر دیا۔

گویا اس نے اپنی عقل کو برباد اور ختم کرنے میں اپنی مدد آپ کی ہے۔جس نے اپنی عقل کو خراب کیا اس نے اپنے دین و دنیا کو برباد کر دیا۔

اے ہشام: تیرا عمل و کردار کیسے پاک و صاف رہ سکتا ہے جبکہ تو نے اپنے دل کو اطاعت خدا سے الگ کر لیا ہے اور عقل تباہ کرنے میں اپنی خواہش نفسانیہ کی اتباع کی ہے۔

اے ہشام: تنہائی میں صبر کرنا عقل کے کامل ہونے کی نشانی ہے جس نے خدا سے اپنا تعلق جوڑ لیا وہ دنیا والوں سے الگ ہو جائے گا۔وہ خدا کی طرف رجوع کرے گا۔خدا وحشت و تنہائی میں اس کا مددگار ہوگا۔

وحدت وتنہائی میں اس کا ساتھی ہوگا۔ مفلسی وغربت میں اس کو غنی و بے نیاز کردے گا۔ اور قوم وقبیلہ کے بغیر بھی اس کو معزز وعزت دار بنادے گا۔

اے ہشام: حق اطاعت خدا میں قائم رہتا ہے اور نجات اطاعت کے ساتھ لازم وملزوم ہے اور اطاعت علم کے ذریعے ہوتی ہے اور علم سیکھنے سے آتا ہے اور علم کا حاصل کرنا عقل اور تصدیق کے ذریعے اور علم فقط وہی ہے جو عالم ربانی سے حاصل ہو اور علم کی معرفت عقل سے ہے (کہ آیا یہ عالم ربانی ہے یا نہیں)

اے ہشام: اہل علم کا عمل اگر کم بھی ہو تب بھی خدا کی بارگاہ میں قبول ہوتا ہے اور اس کا اجر بے بہا ہوتا ہے اور جاہل وخواہشات نفس کی اطاعت کرنے والوں کا عمل خواہ زیادہ ہی کیوں نہ ہو وہ ہرگز قابل قبول نہیں۔ وہ مردود ہے اس کا کوئی اجر وثواب نہیں ہے۔

اے ہشام: عاقل حکمت کو حاصل کرنے کے بعد قلیل مال دُنیا پر بھی راضی ہوجاتا ہے۔ اور عاقل دنیا کی کثرت کے باوجود بھی حکمت کی کمی پر راضی نہیں ہوتا اور یہ اس کی سودمند تجارت ہے۔

اے ہشام: عقل کامل رکھنے والوں نے دنیا کے فضل وزیادتی کو ترک کردیا ہے تو پھر وہ گناہوں کو کیوں کر ترک نہیں کریں گے؟ کیونکہ دنیا کی زیادتی کو ترک کرنا اگرچہ فضیلت ہے گناہوں کو ترک کرنا واجب ہے۔

اے ہشام: دانش مند دُنیا سے کنارہ کش اور آخرت کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ دنیا ایسی چیز ہے جس کو طلب کیا جائے تو دُنیا بھی طالب ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنا رزق اس سے پورا کرے اور جس نے دنیا کو طلب کیا آخرت اس کو طلب کرتی ہے جب اس کو موت آتی ہے تو اس نے دنیا وآخرت دونوں کو خراب کرلیا ہوتا ہے۔

اے ہشام: عقل مند دُنیا اور اہل دنیا کی طرف دیکھتا ہے تو اس کو معلوم ہوجاتا ہے یہ محنت ومشقت سے حاصل ہوگی اور پھر وہ آخرت اور اس کے اہل کی طرف دیکھتا ہے تو پھر اسے معلوم ہوجاتا ہے یہ بھی محنت ومشقت سے حاصل ہوگی تو پھر وہ ان دونوں میں سے اس کو اختیار کرتا ہے جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے یعنی آخرت کو۔

اے ہشام: جو شخص چاہتا ہے کہ اس آرزوں سے نجات ملے اس کا دل حسد سے پاک ہوجائے۔ اور دین کے امور میں اس کو سلامتی نصیب ہو تو اسے چاہیے کہ وہ خدا اسے دعا کرے کہ وہ اس کی عقل کو کامل کردے۔ اور جس کی عقل کامل ہو وہ اتنی چیز پر قناعت کرتا ہے جو اس کے لیے کافی ہو اور جو تھوڑی چیز پر قناعت کرے گا وہ بے نیاز ہوجائے گا اور جو اتنی چیز پر قناعت نہیں کرتا اس کو کبھی غنا حاصل نہیں ہوسکتی۔

اے ہشام: خدا نے اپنی کتاب میں صالحین کی قوم کی حکایت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ صالحین یہ کہتے ہیں۔

اے ہمارے خدا نے تو نے ہمیں ہدایت عطا کی ہے اب اس کے بعد ہمارے دلوں کو کجی میں مبتلا نہ کرنا اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کرنا یقیناً تو بہت بڑا عطا کرنے والا ہے۔

انہوں نے یہ جان لیا ہے کہ جب دل ٹیڑے ہو جاتے ہیں تو ہلاکت اور بے صبری کی طرف لوٹتے ہیں اور یہ بھی وہ جان لیتے ہیں کہ جو خدا سے نہیں ڈرتا وہ دانش مندی بھی حاصل نہیں کرتا اور جو خدا سے عقل حاصل نہیں کرتا اس کا دل معرفت پر ثابت قدم نہیں رہتا اور جو اس سے مدد حاصل کرتا ہے وہ یقیناً حقیقت کو پالیتا ہے اور یہ فقط وہ ہو گا جس کا قول اس کے فعل کی تصدیق کرتا ہو اور اس کا باطن اس کے ظاہر کی تصدیق کرتا ہو اور اس کا ظاہر اس کے باطن کے مطابق ہوتا ہے کیونکہ خدائے بزرگ نے اپنے باطن عقل پر رہنمائی نہیں فرمائی مگر اس کے ظاہر کے ذریعے اور اس کا ظاہر اس کے باطن کا ترجمان ہوتا ہے۔

اے ہشام: امیر المومنین علی علیہ السلام فرمایا کرتے تھے۔ خدا کی عبادت کرنے والوں میں سے عقل سب سے زیادہ افضل ہے۔ انسان کی عقل اس وقت تک کامل نہیں ہوتی جب تک اس میں یہ خصوصیات نہ پائی جائیں۔

۱. وہ کفر اور شرک سے امن میں ہو۔
۲. اس سے نیکی اور خیر کی امید ہو۔
۳. ضرورت سے زیادہ مال راہِ خدا میں خرچ کرے۔
۴. دنیا میں اس کا حصہ قوت لا یموت ہو یعنی فقط اتنا ہو کہ جس سے وہ مرے نہ۔
۵. علم کے حاصل کرنے سے کبھی سیر نہ ہو۔
۶. راہِ خدا میں آنے والی ذلت اس کے لیے محبوب ہو۔ اس عزت کی نسبت جو اس کے غیر سے حاصل ہو۔
۷. عاجزی اور انکساری خدا کی بارگاہ میں اس کو زیادہ محبوب ہو اس عزت کی نسبت جو اس کو غیر سے ملے۔
۸. غیر پر کیے ہوئے احسان کو کم سمجھے۔
۹. اور جو غیر نے اس پر احسان کیا ہے اس کو بہت زیادہ قرار دے تمام لوگوں کو اپنے سے بہتر قرار دے اور خود کو ان سے کم تر سمجھے۔

اے ہشام: عقل مند خواہش نفس کے باوجود بھی جھوٹ نہیں بولتا۔

اے ہشام: جس کے پاس مروت (لحاظ) نہیں اس کا کوئی دین نہیں ہے۔ اور اس کے پاس عقل نہیں اس کے پاس مروت بھی نہیں ہے۔ تمام لوگوں میں قدر و منزلت کے لحاظ سے افضل وہ ہے جو دنیا کو اپنے لیے خاص چیز نہ قرار دے۔ یاد رکھو تمہاری جانوں کی قیمت جنت کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے پس اُس کو جنت کے علاوہ کسی اور چیز

کے بدلے فروخت مت کرنا۔

اے ہشام: امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ فرمایا کرتے تھے۔ عقلمند کی تین نشانیاں ہیں۔

① جب اس سے سوال کیا جائے گا تو وہ جواب دے گا۔

② اور جب لوگ بولنے سے عاجز ہو جائیں گے تو وہ اس وقت بولے گا۔

③ وہ ایسا مشورہ دے گا جس سے اس کے اہل کی اصلاح ہو جس میں یہ تین وصف نہ پائے جائیں وہ احمق و نادان ہے۔

امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ اپنا سردار اس کو قرار دو جس میں یہ تین اوصاف پائے جائیں یا ان میں سے کم از کم ایک ضرور ہو۔ جس میں ان تین میں سے ایک وصف بھی نہیں ہے وہ احمق ہے اس کو اپنا سردار مت قرار دو۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: اپنی حاجات ان سے طلب کرو جو اس کے اہل ہو۔ آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ اے فرزند رسولؐ خدا اس کا اہل کون ہے؟

آپ نے فرمایا یہ وہ ہیں جن کا خدا نے قرآن میں تذکرہ فرمایا ہے اور ان کا ذکر کرتے ہوئے خدا فرماتا ہے۔

آپ نے فرمایا: یہ وہی صاحبانِ عقل ہیں جو اس بات کے اہل ہیں کہ جن سے تم اپنی حاجات بیان کرو۔

حضرت امام علی بن حسین زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: نیک و صالح افراد کی محفل میں بیٹھنا اصلاح اور آداب کی درستگی کا سبب ہے۔

اور علماء سے ادب حاصل کرنا کمالِ عقل کی وجہ سے ہے اور حکمرانوں کی اطاعت کرنے میں عزت ہے۔ اپنے مال کو اپنے اہل و عیال کے کھانے پینے پر خرچ کرنا مروت ہے اور مشورہ طلب کرنے والے کو اچھا مشورہ دینا یہ نعمت کا حق ادا کرنا۔ اور لوگ کو اذیت دینے سے اپنے ہاتھ کو روکنا عقل کے کامل ہونے کی نشانی ہے اور بدن کے لیے راحت بھی ہے خواہ جلدی ہو یا یہ راحت دیر سے حاصل ہو۔

اے ہشام: عقل منداس شخص کے سامنے کلام نہیں کرتا جس کے بارے میں اسے خوف (اندازہ) ہو کہ وہ اس کی تکذیب کرے گا۔

اس کے آگے دست سوال دراز نہیں کرتا جس کے بارے میں اسے ڈر ہو کہ یہ انکار کر دے گا۔ جو چیز اس کے اختیار میں نہ ہو اس کا وعدہ نہیں کرتا اور اس چیز کی امید نہیں رکھتا جس پر اس کی سرزنش ہو۔

اور اس چیز کی طرف قدم نہیں اٹھاتا جس کے بارے میں اپنی ناتوانی کی وجہ سے فوت ہونے کا خوف ہو۔[1]

[1] تحف العقول: ۳۸۳، بحار الانوار: ۷۵/ ۲۹۶

بیان:

''ابوعبداللہ الاشعری''

یہ حسین بن محمد ہے اور یہ بعض نسخوں میں نہیں آیا بلکہ سند کی ابتدا کی گئی ہے ہمارے بعض علماء اور اصحاب کے ذریعے

''فیتبعون احسنہ''

جیسے سنتے ہیں کہ بتحقیق عالم کا خدا ایک ہے جو لاشریک ہے اور وہ عالم اور قادر حکیم ہے دوسری کمال کی صفات وغیرہ پھر سنتے ہیں اس کے مخالف پھر اول کی اتباع اور پیروی کرتے ہیں ثانی کے بغیر کیونکہ پہلا اور اول احسن ہے صاحبان عقل سلیم وبصیرت کے پاس جیسے سنتے ہیں عالم کے اللہ نے اپنے بندوں کی طرف بھیجا ہے رسولوں کو تا کہ وہ انسانوں کو حق کی طرف ہدایت کریں اور سیدھے راستے کی طرف لے جائیں

پھر سنتے ہیں کہ بتحقیق وہ لے جاتے ہیں متباین اور ایک دوسرے کے ساتھ ضد میں جو عقول ہیں ان کی طرف بس پھر پیروی کرتے ہیں پہلے کی دوسرے کے بغیر جیسے سنتے ہیں کہ بتحقیق رسول ﷺ نے وصیت کی معصوم کی اپنی اہل بیت علیہم السلام سے کہ اس نے اس معصوم کو امت پر اپنا خلیفہ قرار دیا ہے اپنی رحلت کے بعد پھر سنتے ہیں کہ بتحقیق نبی نے یہ کام نہیں کیا اور امت کو ترک کیا گمراہی اور حیرت میں بس پھر پیروی کرتے ہیں پہلے کی اور دوسرے کو چھوڑ دیتے ہیں، اس طرح کی دوسری مثالیں۔

''واکمل للناس الحجج'' اور کامل ہوئی ہیں لوگوں کے لیے حجتیں یعنی برہان یعنی لوگوں کی ہدایت اور ارشاد کے لیے برہان اور دلائل کا بیان کرنا۔

''ودلھم'' ان کو تمام دلائل اور آیات اور شواھد کے ساتھ رہنمائی کرنا

''وجعل اللہ ذالک'' یعنی وہ تسخیر جس کا ذکر آئے گا

''ثم لتبلغوا'' یعنی ایک بعد دیگرا ایسے کہ ان تک پہنچے

''اشدکم'' یعنی آپ کی قوت کے کمال اور آپ کے عقل کے ظروف وبرتن

''من رزق'' یہاں ماء پانی کی جگہ رزق کو ذکر کیا ہے کیونکہ پانی رزق کے حصول کا وسیلہ ہے

''صنوان'' یعنی وہ کھجوریں جن کی اصل و بنیاد ایک ہے

اور عباس کی حدیث میں ''عم الرجل صنوابیہ'' ہے

''وغیر صنوان'' یعنی جن کے اصل اور بنیادیں مختلف ہوں

''خوفا''یعنی خوف کاارادہ یا ڈرانے کاارادہ بجلی یا بارش سے

وطمعاًطمع کاارادہ یا فائدہ مند بارش کی طمع کرنا

''الاتشرکوا'' جب شرک کاترک کرنا واجب ہوا اور والدین کے ساتھ احسان کرنا ہو تو شرک حرام ہے اور والدین کے ساتھ برائی کرنا حرام ہے کیونکہ تحقیق شئے کا ایجاب اس کے ضد سے نہیں ہے بس صحیح ہے اس کا تفصیل کے ساتھ واقع ہونا اس چیز کے لیے جو حرام ہے

''من املاق نحن''یعنی فقر کے خوف سے جیسے اللہ تعالی کے قول میں خوف کے ذکر کی صراحت کی گئی ہے

اپنی اولاد کو قتل نہ کرو فقر اور بے روزگاری کے خوف سے

''و ماظھر منھا''جو چیز اس سے ظاہر ہو علانی

''و مابطن''یعنی جو چیز باطن میں ہو راز کے طور پر

''لعلکم تعقلون''اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ تحقیق غرض اصلی اور ذاتی مقصد واجبات کے انجام دینے اور محرمات کے ترک کرنے میں یہ ہے کہ عاقل کو عقل حاصل ہو اور اس کو یہ حاصل ہو کہ عاقل عاقل ہے اور تحقیق قوت عملی کی تکمیل کے لیے ہے جس طرح وہ قوت نظری کی قوت کی تکمیل کے لیے ہے اور تحقیق ان میں سے ایک دوسرے سے بے پرواہ نہیں ہوتا

''مما ملکت ایمانکم''یعنی آپ کے وہ بندے جو آپ کی ملکیت میں ہیں جو پرواز کرتے ہیں یعنی قابل ہیں اس کے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ تک منتقل ہوں اور وہ تمہاری انسانیت میں مثال ہیں یہاں تک کہ تمہارے لیے نہیں ہے ان کے ارواح اور آدمیت میں تصرف

''من شرکاء فیما رزقناکم''یعنی اموال سے یعنی تحقیق وہ جو ظاہر میں آپ کے لیے ہے حقیقت میں آپ کے لیے نہیں ہے بلکہ وہ اللہ کے لیے ہے اور اس کے رزق میں سے ہے اور جو کچھ اللہ کے لیے ہے وہ حقیقت میں اس کا ہے بس جب جائز نہیں ہے کسی تمہارے جیسے کا تمہارے مال میں نام کا شریک ہونا تو مخلوقات میں سے اس کے مال میں کسی کا حقیقت میں شریک ہونا کیسے جائز ہے

وقولہ''فانتم فیہ سواء''

کیا تم اور تمہارا مال جو تمہاری ملکیت ہے برابر ہو؟

ایسا بلکل نہیں ہے بس نتیجے میں اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے اس کی ملکیت میں بلکہ ہر شئے اللہ کی ملکیت ہے تو پھر اس کو اللہ کیسے کہو گے جس کی اصل میں کوئی ملکیت ہی نہیں ہے اور کوئی خردل کے دانے جتنی شئے اس کی نہیں ہے۔

''ثم دمرنا الآخرین'' یعنی ان کو ہلاک کیا یہ اشارہ ہے قوم لوط کے قصے کی طرف
''لتمرون علیھم'' شام تک ان کے گھروں پر ہلاکت آئی اور بتحقیق سدوم قوم لوط کا ایک گاؤں ہے
''مصبحین'' یعنی صبح ہوگئی ان کو
''رجزا'' یعنی عذاب میں
''آیۃ بینۃ'' روشن آیت یعنی کہا گیا ہے کہ یہ مشہور حکایت اور قصہ ہے یا خراب شدہ گاؤں کے آثار اور روایت میں ہے کہ بتحقیق وہ ان کے نبی کا گھر ہے
''الفینا'' یعنی ہم نے پایا
اور آیت میں بصیرت کے انجام دینے کے واجب ہونے پر دلالت ہے اور اگر چہ اس کی معرفت میں جس کی تقلید کی جاتی ہے
''لا یعقلون شیئا'' یعنی معقولات میں سے اللہ اور ملائکہ اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت کے دن کے علم سے اور اگر چہ انہوں نے بہت سارے امور دنیا کو سمجھا
''ولا یھتدون'' ہدایت نہیں پائی کسب کرنے کے راستے کی طرف
''ومثل الذین کفروا'' ان لوگوں کی طرح جو کافر ہو گئے یعنی ان کے بلانے کی طرح یعنی ان کے بتوں کی طرف بلانے اور ان کی عبادت کی طرف دعوت دینے کی طرح ان کی کم عقلی اور ان کی اپنے آباء کی پیروی کرنے میں
''النعق'' جب چرواہا آواز دے کر جانوروں کو ہکالتا ہے
''صم بکم عمی'' یعنی ان کی عقلی آنکھیں اور زبانیں اور کان نہیں ہیں
کہو تمام حمد کی قسمیں اللہ کے لیے ہیں جو اس کی طرف پلٹتی ہیں کیونکہ بتحقیق منعم حقیقی خود ذات اللہ ہے
''بل اکثرھم لا یعقلون'' بلکہ ان میں سے اکثر جو کہتے ہیں وہ نہیں سمجھتے بلکہ وہ کہتے ہیں تقلید کرتے ہوئے یا نہیں سمجھتے کہ بتحقیق تمام حمد اللہ کے لیے ہیں اور یہ اس لیے کہ اس کا سمجھنا موقوف ہے توحید افعالی کے علم پر اور بتحقیق وجود میں کوئی موثر نہیں ہے سواء اللہ کے یہ علم عمیق شریف ہے جس سے محروم ہیں اکثر اور وارد ہوا ہے الحمد للہ ملاء المیزان۔
''امن ھو قانت'' یعنی کھڑے ہوتے ہیں اطاعت کے واجب ہونے کے سبب
''انما یتذکر'' یہ علماء اور جہال کے درمیان عظیم تفاوت ہے
''تواضع للحق''

حق سبحانہ وتعالی کے لیے لوگوں کے ساتھ تواضع کے ساتھ پیش آنا نہ کہ کسی دوسرے مقصد کی خاطر بس بتحقیق اگر تواضع خدا کے لیے ہو تو اللہ اس کو بلند کرے گا جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے یا ہم کہتے ہیں کہ حق تعالی کے لیے تواضع اس کے اقرار کے مقام پر ہے اور اس کی پیروی اور اطاعت کے مقام پر ہے جیسا کہ یہ عقل کا تقاضا ہے۔

اور ہمارے استاد طاب ثراہ نے کہا ہے: کہ بندہ کسی بھی چیز کو اپنے لیے نہ دیکھے وجود کے اعتبار سے اور نہ قوت اور نہ طاقت کو اپنا سمجھے ہر چیز خدا کی ہی سمجھے اور جانے اور قوت وطاقت اسی کی ہی ہے

حدیث نبوی میں ہے کہ من تواضع للہ رفعہ اللہ جو بھی اللہ کے لیے تواضع کرے گا اللہ اسے بلند کرے گا

بس جب بندہ موت ارادی کے ذریعے طبیعی موت سے پہلے اپنی ذات سے فانی ہو جائے تو باقی باللہ ہو جائے گا۔

اس نے کہا: اس قول کہ لوگوں میں سے عقل مندترین ہو جاؤ سے مراد یہی ہے

بس بتحقیق لوگوں میں سے عقلمندترین انسان انبیاء اور اولیاء پھر ان کے جیسے علماء جو ان کی پیروی کرتے ہیں، ہیں۔

''وان الکیس لدی الحق یسیر''

ہمارے استاد قدس اللہ سرہ نے کہا ہے کہ: یعنی انسان کا ہوشیار ہونا یعنی حق تعالی کے پاس عقلمند ہونا ہے اور بتحقیق اس انسان کی خدا کی پاس قدرو قیمت ہے جو خدا کے لیے تواضع کرے اور اس کی طرف اپنے آپ کو محتاج سمجھے اور ہر علم اور کمال انسان کو خدا کی طرف محتاج کرتا ہے اور متواضع کرتا ہے اور جو علم محتاج نہ کرے وہ وبال بن جاتا ہے جو جہل کی طرف لے جاتا ہے اور اس میں نقص پیدا کرتا ہے اسی لیے کہا گیا ہے کہ عابدوں کی تمام کوششیں یہ ہوتی ہیں کہ وہ اللہ کی طرف محتاج بنیں اور اس کے لیے تواضع کریں استاد کا کلام ختم ہوا اور عقل سے ارادہ کیا ہے اس عقل کا جس کو عقل جزئی کہتے ہیں اور وہ جزئیات کا سمجھنا ہے۔

اور میں کہتا ہوں: ''کیس'' کے ''یا'' کے مشدد ہونے کا احتمال ہے اور حق مذکور معنی میں ہے یا باطل کے مقابلے کی معنی میں ہے اور ''یسیر'' قلیل کی معنی میں ہے اور اس کی معنی یہ ہے کہ کیس اور ہوشیار ہو اللہ کے پاس یا معارف اور اخروی حقوق کو سمجھنے کے وقت اور علوم الہی کلی کے وقت، کیس اور ہوشیار ہو بس بتحقیق اکثر ہوشیاری اور عقلمندی یہ ہے کہ لوگوں میں اپنے آپ کے پاس ہوشیار ہو یا اس کی ہوشیاری امور جزئی جو زائل ہونے والے ہیں، یا دنیاوی باطل اشیاء ہیں، کے بارے میں کم ہو اور کبھی حدیث کی تفسیر ہوتی ہے دوسری معناؤں میں جن کی کوئی اہمیت نہیں ہے الکیس اور ہوشیار شخص کے پاس حق کے پاس اور حق کی دونوں موضوعوں میں ایک معنی میں تفسیر

ہونا سزاوار ہے۔

"بحرعمیق"

وجہ شباہت اس کا تغیر اور تبدیل ہونا، اور ہلاک ہونا ہے اور اس میں کائنات موجوں کی طرح ہے اس کائنات میں کوئی صورت نہیں ہے سواء اس کے کہ اس کے فاسد ہونے کے سواء کوئی چارہ نہیں ہے اور اسی طرح لوگ اس میں سے عبور کرتے ہیں آخرت کے جہان کی طرف اپنی نیک اخلاق کی نجات دینے والی کشتیوں کے ساتھ اور وہ تقوی ہے جو ایمان سے بھری ہوئی ہے

"وشراع السفینۃ"

"ش" کے کسرے کے ساتھ ایسا کپڑا ہے جو کشتیوں کے اوپر باندھا جاتا ہے جس میں ہوا آکر ان کو چلاتی ہے

"والتوکل" یعنی اللہ پر اعتماد رکھنا تمام امور میں نہ کہ فقط اسباب پر اعتماد کرنا اور توکل یعنی کشتی کا قائم رکھنے والا ملاح جو اسکو چلاتا ہے جس کی نسبت کشتی کی طرف ایسے ہے جیسے نفس کی نسبت بدن کی طرف ہے

سکانھا "س" کے پیش کے ساتھ، کشتی کا پچھلا حصہ ہے کیونکہ کشتی اس کے ذریعے سکون میں رہتی ہے

"لکل شئ دلیلا"

ہر شئ کے لیے دلیل ہے جو اس کو پہنچاتی ہے اس کے مطلوب تک بس بتحقیق عقل اس کو پہنچاتا ہے اس کے مطلوب اور مقصد تک فکر کرنے کے ساتھ اور تفکر تمام ہوتا ہے چپ کے ساتھ یا دلیل علامت اور نشانی کی معنی میں ہے بس بتحقیق انسان کے عاقل ہونے کی علامت اور نشانی اس کا اللہ کی مخلوق میں دائم التفکر ہونا ہے اور تفکر کی نشانی چپ رہنا ہے۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ تفکر کے وقت آپ چپ ہوتے ہیں؟

"مطیہ" یعنی بار اٹھانے والا، جس پر حرکت میں سوار ہوں

بس بتحقیق مطیہ وہ ناقہ ہے جس کی کمر اور پشت پر سوار ہوتے ہیں

"ومطیۃ العقل التواضع" یعنی عقل کا تواضع کرنا اور تذلل اللہ کے اوامر اور نواہی کے لیے اور نفس سے فانی اور بے پرواہ ہونا۔

ہمارے استاد نے اللہ سے اپنی مغفرتوں میں غرق کرے کہا ہے کہ: تحقیقا عقل کا مادہ نفس ہے اور ہر مادہ کمال کی جگہ پر پہنچنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور بتحقیق عقل مادے کو صلاحیت دیتا ہے کہ اس لیے کہ عقل خود اپنے نفس میں خالی ہوتا ہے فعلیت سے اور اس وجود سے جو اس کی جنس سے ہے اور مگر اس کے قابل نہیں ہوتا، اسی لیے نفس صفت تواضع اور فقر کے ساتھ نہ ہو تو عقل کو سواری نہیں دے سکے گا جو کہ کمال کی صورت ہیں جس کے ذریعے سے

اشیاءانسان کے لیے معقول ہوتی ہیں

"ان تر کب ما نہیت عنه"
کیونکہ محسوسات میں نفس کا مشغول ہونا اس کے قیدی ہونے کا سبب بنتا ہے اور تصور کرتا ہے محسوسات کی حسی صورتوں کواور یہ حجاب ہے ان کے لیے معقولات سے اور معقولات سے حجاب عین جہل ہے۔

"لیعقلوا عن الله"۔
یعنی کسب کرے علوم دینی کوخداوند سبحان سے انبیاءاور رسولوں کی پیروی کرنے کے راستے سے جو کہ صاحبان عقل کامل ہیں جو کہ ہدایت کرتے ہیں حق کی طرف اور عقول جزیئہ ناقصہ متباینہ کے حوالے نہیں کرتے تا کہ گمراہ ہوں اور مختلف ہوجائیں

"فاحسنهم استجابة"
دعوت کے قبول کرنے کے لیے اور رسالت کے لیے متواضع ہونا

"احسنهم معرفة بالله"
اس کی آیات اور کلمات کی معرفت

"واعلمهم بامر الله"
امر یعنی خدا کے احکام اور شریعت اور افعال

"احسنهم عقلا"
کیونکہ عقل کا حسن و جمال علم اور عمل اور عمل کے قبول ہونے کے ذریعے ہے اور یہ ہوتا ہے سنت پر عمل کرنے سے اور سنت پر عمل سنت کے علم کے ساتھ ہوگا اور یہی ہے امر اللہ کا علم پہلے معنی میں

یا ہم کہتے ہیں کہ:
بتحقیق عقل کا حسن حکمت کی تعلیم کے ساتھ ہوتا ہے اور یہ خدا کے افعال کا علم ہے اور یہ دوسرے معنی امر اللہ کی۔

"بطول امله" بتحقیق دنیا میں عمل کا طولانی کرنا امور الہیہ نورانیہ میں تفکر کرنے سے روکتا ہے کیونکہ نفس حمل ہوتا ہے تفکر پر امور میں اور نفس کے ظلمانی اسباب کے حصول میں بس جو اپنے تفکر کو تبدیل کرے انوار اخروی میں اور باقیات صالحات میں، ظلمات دنیوی میں جو طولانی امیدوں سے پھوٹتے ہیں تفکر کے ساتھ اور فانی چیزوں کی چاہت سے تو اس کے تفکر کے نور کو ظلمانی کرتے ہیں طولانی امیدوں کے ساتھ۔

"بفضول کلامه" کیونکہ کلام میں مٹھاس اور لذت اور شکر ہے جو نفس کو مشغول کرتا ہے باطل میں، نفس کے ھم

وغم کو عیب دار چیزوں میں مصروف کر دیتا ہے اور دلوں کو اشاروں اور نکات کی طرف تحریک کرتا ہے تو نتیجے میں اس کی وجہ سے قلب سے حکمت کے آثار مٹتے ہیں

"بشهوات نفسه" کیونکہ بتحقیق کسی چیز کی حب اندھا اور بہرا کرتی اپنے غیر کے ادراک سے بس شہوات کی حب قلب کو اندھا کرتی ہے تو عبرت حاصل کرنے کا نور چلا جاتا ہے۔

"کیف یز کو" کس طرح پاک اور طاہر ہوگا اور کس طرح نمو کرے گا۔

و انت قد شغلت"اور آپ مشغول ہو جاؤ گے تین مذکورہ امور کے ساتھ جو گذر گئے

"فمن عقل عن الله" پہنچتا ہے عقل اس حد تک کہ جو اللہ سے علم حاصل کرتا ہے کسی بشر کے سکھانے کے بغیر ہر امر میں۔

"اعتزل اهل الدنیا "جب باقی نہ رہے اس کے لیے دنیا و اہل دنیا میں رغبت اور بتحقیق وہ راغب ہوگا ان چیزوں میں جن میں خدا کے پاس خیر حقیقی اور انوار الہیہ اور عقلی جلوے روحانی خوشیاں اور روحی سکون ہیں

"کان الله انسه" اللہ اس کا مونس ہے

جب وحشت کا سبب ہو تو الفت فاقد نکل جائے گی اور ذات فضیلت سے خالی ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ حقیقت میں الفت کا منبع ہے اور ہر خیر اور فضیلت کا منبع ہے۔

''فی العیله ''یعنی فاقے میں

"نصب الحق" حق کے ساتھ دین حق ہے یعنی دین قائم ہوا رسولوں کے ارسال سے اور کتب کے نازل کرنے سے تاکہ اللہ کی اطاعت ہو اوامر اور نواہی میں

"والطاعة بالعلم" یعنی علم اطاعت کی کیفیت کے ساتھ

"والتعلم بالعقل یعتقد" یعنی یقین کرنا اور اس کا محصول متعارف ہو

"ولا علم "یعنی اطاعت کی کیفیت کے ساتھ

"الا من عالم ربانی" یعنی عالم ربانی سے سیکھنا بغیر کسی اجتہاد اور رائے کے اور ہم نے بیان کیا ہے اس کو کتاب کے مقدمے میں

"معرفة العلم بالعقل" یعنی اس کی علم صحیح کے اعتبار سے معرفت اور بعض نسخوں میں عالم آیا ہے، اور ظاہر یہی ہے

"قلیل العمل من العالم مقبول"

کیونکہ اثر کرتا ہے اس کے قلب کے صاف ہونے میں اور اس سے حجاب کے ہٹنے میں وہ چیز جو اثر نہیں کرتی اہل ہوی اور جہل کے قلوب میں علوم اور افکار کی تمرین کی وجہ سے جو اس کی قلب کو جلا دیتے ہیں اور قلب کو صیقل کرتے ہیں گرد وغبار سے تا کہ اس پر نور منور ہو عمل کے قلیل ہونے کی وجہ سے اہل ہوی وجہل کے دل کی قساوت کے سبب اور ان کے حجاب کے عمیق ہونے کے سبب اور ان کے نفوس کے جرم کرنے والے کے سبب اور اس کے بعد صاف کرنے کے اثر کو قبول کرنے کے سبب اس میں اثر نہیں کرتا عمل کا زیادہ کرنا

"رضی بالدون من الدنیا" دنیا سے راضی ہوگا اتنی پر جو اس کے لیے کفایت کرے

"مع الدنیا" دنیا کے ساتھ

اور اگر چہ وہ وافی ہو اور اس کی لذت کامل ہو

"ربحت تجارتھم" اگر تبدیل کریں کسی امر فانی کو کسی شریف اور باقی امر کے ساتھ اور امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ: اگر دنیا سونے کی ہو اور آخرت پختہ مٹی کی ہو تب بھی عاقل اس پکی مٹی کو اختیار کرے گا جو باقی ہے اس سونے سے جو فانی ہے۔

کیسا ہو جب کہ امر اس کے مخالف ہے۔

"ترکوا فضول الدنیا" دنیا کے فضول کو ترک کیا

اور اگر چہ مباح ہو کیونکہ دنیا کے فضول کرامت کے زیادہ ہونے کو روکتے ہیں اور خداوند متعال کے قرب سے روکتے ہیں

پھر کیسا حال ہوگا ان گناہوں کا جو ورثے میں چلے آتے ہیں اور مستحق ہیں دشمنی اور عاقبت کے

"ان الدنیا طالبۃ"

دنیا کا طالب ہونا یعنی مقدر شدہ رزق کا پہچانا اس شخص تک جو اس میں رہتا ہے تا کہ وہ ہو اس میں اجل مقرر تک اور مطلوب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بیٹے یہ کوشش کریں کہ ان کے حالات بہتر ہوں اور آخرت کا طالب ہونا یعنی اجل تک پہنچنا اور موت میں کا حلول اس شخص کے لیے جو دنیا میں ہے تا کہ وہ ہوں دنیا میں مخفی نہ رہے کہ بتحقیق دنیا طالب ہے مذکورہ معنی کے ساتھ کیونکہ رزق اس میں مقدر ہے جو انسان تک پہنچے گا پھر وہ اس کی طلب کرے یا نہ کرے کیونکہ قرآن نے کہا کہ کوئی بھی حرکت کرنے والا زمین میں ایسا نہیں ہے مگر اس کا رزق خدا پر ہے

"اور بتحقیق آخرت بھی اسی طرح طالب ہے کیونکہ اجل مقدر ہے لکھے ہوئے رزق کی طرح قرآن مجید میں ہے

کہ اے رسول ان کو کہہ دو کہ آپ کو فرار کرنا کوئی فائدہ نہیں دے گا اور اگر چہ تم فرار کرو موت سے یا قتل سے اور یہ بھاگنا یہ تمہیں کوئی فائدہ نہیں دے گا مگر قلیل"

"لا تزغ قلوبنا" زیغ یعنی طریق اور راستے سے ہٹ جانا"

و "رداها" الروی یعنی ہلاک ہونا

"لم یخف الله من لم یعقل عن الله" یعنی جو شخص علم حاصل نہ کرے اللہ سے جیسے انبیاء اور اوصیاء حاصل کرتے ہیں اور ہر وہ شخص جو ان کے انوار سے اقتباس کرے

کیونکہ ان کے غیر یا مقلد محض عام اشخاص کی طرح ہیں یا گمان میں جدل کرنے والے ہیں جیسے علم کلام والے ان دونوں میں سے ہر ایک نہیں پہچانتا کہ بتحقیق اس تک قیامت کے دن وہ کچھ پہنچے گا جو اس کے اخلاق کے نتائج ہیں اور اس کے اعمال کی پیروی ہے جو فائدہ نہیں دے گی جو پیروی اس کو ملی اشیاء اور اسباب کے درمیان رابطہ رکھنے سے اور بس اللہ سے نہیں ڈرتا جس طرح ڈرنے کا حق ہے۔

بتحقیق اللہ سے ڈرتے ہیں اس کے علماء بندے

اہل یقین اور برہان اور اہل کشف و اہل ظاہر معرفت رکھتے ہیں کہ بتحقیق آخرت دنیا سے نشات لیتی ہے علم قطعی کو قبول کرنے سے بغیر کسی بے ہودہ بات کے شک و تردد کے یہ وہ ہیں جن کے قلب ایسی ثابت معرفت کا عقیدہ رکھتے ہیں جو زوال پذیر نہیں ہے

"ولا یکون احد کذالك" یعنی عالم ربانی عاقل خدا کی طرف سے

"الا من کان قوله لفعله مصدقا" یعنی دلالت نہیں کرتا اس کا قول اس کے مخالف پر جو وہ انجام دیتے ہیں

"الا بظاهر منه" جیسے انجام دینا اور کہنا جیسے قول

"افضل من العقل" یعنی افضل ہے وہ چیز جس کے ذریعے بندے کو اللہ کا قرب حاصل ہو یہ عقل کی تکمیل ہے علوم حقیقی اخروی کے اور معارف دینی باقی جو خداوند سے اخذ کیے گئے ہیں کے کسب کرنے کے ذریعے اطاعتیں اور بدنی اور مالی اور نفسی عبادتیں اس کے بغیر ہیں

جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وارد ہوا ہے کہ یا علی جب لوگ مختلف نیکیوں کے ساتھ اپنے خالق کے قریب ہوں تو آپ اس وقت عقل کے ذریعے خدا کا قرب حاصل کرو۔

"وما تم عقل امرء"۔

احتمال ہے امیر المومنین علیہ السلام کے کلام میں سے ہو اور ابوالحسن علیہ السلام کے کلام سے ہو دونوں کا منبع ایک ہے بعض، بعض کی ذریت ہیں۔

"الکفر و الشر منہ مامونان "دونوں ایک دوسرے کے لازم ملزوم ہیں یا کفر اعتقاد میں ہوتا ہے اور شر قول اور فعل میں ہوتا ہے اور یہ سب نکلتے ہیں جہل سے جو عقل کے منافی ہے

"والرشد و الخیر منہ مامولان "اسی طرح یہ ہدایت دینے والے صالح اور ہادی ہیں مخلوق کے لیے اور یہ سب عقل سے نکلتے ہیں۔

"و فضل مالہ مبذول "یعنی حق کے ساتھ ہر شئے سے بے پرواہ ہونا

"و فضل قولہ مکفوف"یعنی اس کا حکمت کے لطائف کے ساتھ منافات رکھنا

"نصیبہ من الدنیا القوت" کیونکہ دنیا فانی ہے نابود گر جس میں کوئی خیر نہیں ہے

"لا یشبع من العلم دھرہ "جب کہ اس کی انتہا نہیں اور اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ بتحقیق علم روح کی غذاء ہے جس سے روح قوت لیتا ہے اور اس سے روح کی حیات کامل ہوتی ہے۔

"الذل احب الیہ مع اللہ من العز مع غیرہ "یہ جانتے ہوئے کہ بتحقیق عزت ساری ذات اللہ کے لیے ہے اور عرض میں خدا کے غیر کے لیے ہے

بس عزیز وہ ہے جس کو اللہ عزت دے بس جو اللہ کے ساتھ ہو اپنے نفس کو فانی کر کے تو وہ عزیز ہوگا اللہ کی عزت کے ساتھ اور جو اللہ کے غیر کے ساتھ ہو تو وہ ذلیل ہوگا

"والتواضع احب الیہ من الشرف" کیونکہ تواضع کی نسبت ہوتی ہے عبودیت کی طرف اور وہ داخل ہوتا ہے اس نسبت کی تصحیح میں اور اس کے ساتھ محقق ہوتا ہے۔

"یستکثر قلیل المعروف من غیرہ "اللہ کے اخلاق کے ساتھ متصف اور متخلق ہونے کے ساتھ بندوں کی نیکیوں کو دو برابر کرنے میں

"ویستقل کثیر المعروف من نفسہ"

اس کے نفس کی کرامت کی وجہ سے اور اس کے جودو کرم کے معنیٰ کے ساتھ ملنے کے لیے

"و یری الناس کلھم خیرا منہ "اس کے اللہ کے بندوں پر حسن ظن کی وجہ سے اور ان کے رازوں کو سینے میں رکھنے کی وجہ سے

"دون ما خفی من بواطنھم "وہ دیکھتا ہے ان کو بہترین حال میں

"و انہ شر هم فی نفسه" اس کا اپنے نفس کے عیوب کے دقائق کو جاننے کی وجہ سے
"و هو تمام الامر" یعنی لوگوں کی نیکیاں دیکھے اور اپنے آپ کو شر دیکھے یہ تمام الامر ہے کیونکہ یہ سبب ہے اللہ کی طرف تضرع وزاری کرنے کا اور اس کی طرف اس مجازی فانی وجود سے نکل کر جانے کا جو کہ کلی طور پر گناہ اور شر ہے جیسے کہا گیا ہے کہ تیرا وجود ایسا گناہ ہے کہ کوئی اور گناہ اس کے ساتھ مقایسہ نہیں ہوسکتا۔
اور احتمال ہے کہ اس میں ضمیر کے ہونے کا جو لوٹتی ہے اس مادہ کو ان کی طرف جو "حتی یکون" کے قول میں ہے تو بس اس کے معنی یہ ہوں گے کہ بتحقیق تمام الامر کا ملاک یہ ہے کہ انسان کامل اور تام ہو عقل میں تمام مذکورہ خصال کے ہونے کی وجہ سے ہے۔
اسی طرح ہمارے استاد رحمہ اللہ نے یہی کہا ہے جس کو ہم نے اس فقرے کی شرح میں لکھا ہے اور ان کے کلام سے استفادہ کیا ہے۔
"لا دین لمن لا مروۃ له و لا مروۃ لمن لا عقل له" کیونکہ بتحقیق جس کو عقل نہیں ہے وہ جو اسکو انجام دینا چاہیئے اور اس کے لیے ضروری ہے ان کو نہیں جانتا اور جو ضروری نہیں انجام دیتا ہے اور کبھی ترک کرتا ہے لائق چیزوں کو اور کو اس طرح ہو تو وہ مروت والا اور اہل دین نہیں ہے۔
"خطرا" یعنی قدر و قیمت اور منزلت
"أما" حرف تنبیہ ہے
"أبدانکم لیس لها ثمن الا الجنة" تمہارے بدنوں کی کوئی قیمت نہیں ہے سواء جنت کے یعنی بدن کا کام یہ ہے کہ وہ ایسی چیزوں کو کسب کرے جو اس کو کمال تک پہنچاتی ہیں
ہمارے استاد رحمہ اللہ نے کہا:
کیونکہ بتحقیق بدن دن بہ دن نقص کی طرف جاتے ہیں نفس کی عالم آخرت کی طرف توجہ کرنے کی وجہ سے بس اگر نفس نیک اور سعید ہو تو اس کی اس دنیا میں کوشش بھی یہی ہے کہ کمال کسب کرے اور حیات بدنی سے منقطع ہو خدا کے لیے اور جنت کی نعمتوں کے لیے ایسے کہ ہدایت کے راستے پر چلے اور اس پر استقامت کرے بس گویا اس نے جنت کو خرید لیا اللہ کے ساتھ بدن کا بھاری سودہ کر کے اور خدا نے بھی اس کو اسی لیے خلق کیا تھا۔
اور اگر نفس شقی ہو تو اس کی تمام کوشش اور اس کی عاقبت شیطان سے جا کر ملتی ملاتی ہے اور جہنم کے عذاب تک لے جاتی ہے اس کے گمراہی کے راستے پر ہونے کی وجہ سے بس گویا اس نے اپنے بدن کو بیچا ہے فانی شہوتوں کے اور حیوانی لذات کے بدلے جو انسان کو پہنچاتی ہیں بھڑکتی آگ کے شعلوں تک جو دردناک ہیں اور یہ ایسا

دن ہے جو دنیا والوں کی نظروں سے چھپا ہوا ہے اور عنقریب قیامت کے دن شیطان کے ساتھ معاملہ ظاہر ہوگا،
آیت: جہنم ظاہر ہوگی ہر دیکھنے والے کے لیے۔
اور وہاں باطل کام کرنے والے خسارہ پائیں گے۔

سید داماد رحمہ اللہ نے کہا: جنت کو بدن کی قیمت قرار دیا گیا ہے یہ اشارہ ہے اس طرف کہ بتحقیق نفس مجردہ اور ارواح قدسیہ کی قیمت خداوند سبحان ہے اور اس میں فناء مطلق ہے اور اس کے کریم چہرے کے نور کے مشاہدے میں فنا ہونا ہے اور بدن کا مخاطب کی ضمیر کی طرف اضافہ، دلالت ہے اس پر کہ بتحقیق نفس ناطقہ وہی حقیقت میں انسان ہے جو ایک دوسرا جوہر ہے جو بدن کے پیچھے ہے

"یجیب" یعنی اپنے وقت پر جواب دے گا اور اس پر قادر ہے اور اپنے مقام و محل پر کلام کرے گا اور اس سے عاجز نہیں ہے اور تمام امور کی مصلحت کو جانتا ہے اور اس میں اشارہ ہے کہ بتحقیق عاقل کلام نہیں کرتا سواء اس کے کہ اس کو کلام کرنے کی ضرورت محسوس ہو کیونکہ ضروری کلام کرنے کے مقام منحصر ہیں ان تین چیزوں میں جب وہ وہ کسی غیر کی مصلحت کے لیے اور صدر مجلس سے مراد یا اس کی معروف معنی ہے یا وہ مکان جس کی طرف لوگ اپنی حاجات کی وجہ سے رجوع کرتے ہیں اور اس مقام کا حق یہ ہے کہ اس کی تعظیم کریں اور اس کی عزت کریں

"هم اولوا العقول" وہ صاحبان عقل ہیں۔

دینی حاجات طلب کرنا جو کہ ظاہر ہیں اور دنیاوی حاجات میں دین میں ناقص انسان کے پاس خضوع کرنا ہوتا ہے اور پھر اس کے نا امن ہونے کی وجہ سے اس کی حماقت سے کبھی وہ اس کو منع کرتا ہے یا وہ اس کو نقصان دیتا ہے نفع سے بڑھ کر

حضرت سید الساجدین علی ابن الحسین علیہ السلام نے فرمایا: صالحین کے ساتھ بیٹھنا صلاح کی طرف دعوت کرتا ہے۔
امام علیہ السلام کے کلام میں لوگوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی رغبت دی گئی ہے اور ان کے ساتھ شفقت اور انس پیدا کرنے کی رغبت ہے اور ہر صاحب فضیلت سے اس کی فضیلت کا فائدہ لینے کی ترغیب ہے اور ان سے پرہیز کی رغبت ہے جو نفاق کا منبع ہیں اور وسوسے لاتے ہیں اور کمال محمدی اور مقام محمودیہ سے محروم ہیں

جو بہت سارے فضائل اور نیک کاموں اور شرعی سنتوں کے اور جمعہ اور جماعت کے آداب اور مکارم اخلاق کے در کے بند کرنے کا اور ترک کرنے کا سبب بنتے ہیں اور کمالات نفسانی سے خالی کرتے ہیں جو ملتے ہیں کامل سیاست سے اور علوم کے حاصل کرنے سے روکتے ہیں اور مبہمات کی وضاحت سے خالی ہیں اور مشکلات اور شبہات کے حل کرنے سے عاری ہیں اور علماء کی صحبت کے تبرک سے عاری ہیں اور مبتدیوں اور شاگردوں کی

استادوں اور اکابر کی خدمتوں سے مانع ہیں اور بزرگی کی سعادت اور تادیب تک پہنچنے سے اور انتہاء کی اصلاح اور کامل ہونے سے خالی ہیں۔

اسی طرح ہمارے استاد قدس سرہ نے سکھایا ہے

اور علماء کے آداب سے مراد ان سے ادب سیکھنا اور ان کے ساتھ ادب کی رعایت کرنا ہے

"واستثمار المال تمام المروۃ"

اور یہ اس لیے ہے کہ اس کے ذریعے انسانیت تک پہنچا جائے

"وکف الاذی"

چاہے وہ اس کی اپنی اذیت ہو یا اسکے غیر کی اذیت ہو اس کے سارے اخلاق کے برابر ہونے کو تنزہ شامل ہوتا اور اس اخلاق کے رکھنے والا قوت بصیرت کے ساتھ علمی راستوں کے اکٹھے کرنے اور قدرت کے کمال کے ساتھ عمل کی وجہ سے، بشر کی بہترین قسموں میں سے ہے اور اس لیے اسکو عقل کے کمال میں شمار کیا جاتا ہے۔

"وفیہ راحۃ البدن" اس میں اس کے اور اس کے غیر کے بدن کی راحت اور سکون ہے

"ولا یعد ما لا یقدر علیہ" "یعد" یا ظاہراً معنی یہ ہیں کہ وعدے سے نہ پھرے اور اگر "یعد" کے دال کو شد کے ساتھ پڑھا جائے تو اس کی معنی یہ ہے کہ کسی امر کو امور میں سے آسان نہیں کرتا یہاں تک کہ جانتا ہے کہ وہ اس کے تمام کرنے اور اس کو آخر تک پہنچانے پر قادر ہے

"ولا یرجو ما یعنف برجاۂ"

التعنیف: ظلم اور جور اور توبیخ کی معنی میں ہے اور لئیم ہونا یعنی عاقل امید نہیں کرتا اس چیز کی جو اس کے حق سے زیادہ اور اوپر ہو اور جس چیز کی صلاحیت نہیں رکھتا اس کی صلاحیت کی کوشش کرتا ہے اور اپنے وقت سے پہلے کسی چیز کو انجام نہیں دیتا اس کا خیال رکھتے ہوئے کہ وہ اس سے نکل نہ جائے اور اس کا وقت گذر نہ جائے اس سے عاجز ہونے کی وجہ سے بلکہ عاقل اپنے امور خدا کے حوالے کرتا ہے

اور اس حدیث کی شرح کتاب الکافی شریف کے غیر میں ہے جس کو ہم ذکر کریں گے کتاب روضہ میں ان شاء اللہ۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے۔[1]

---

[1] مرآۃ العقول: ۱/ ۶۴

17/17 الکافی،۱/۲۰/۱۳/۱ علی بن محمد عن سهل رَفَعَهُ قَالَ قَالَ أَمِيرُ ٱلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ: ٱلْعَقْلُ غِطَاءٌ سَتِيرٌ وَ ٱلْفَضْلُ جَمَالٌ ظَاهِرٌ فَاسْتُرْ خَلَلَ خُلُقِكَ بِفَضْلِكَ وَ قَاتِلْ هَوَاكَ بِعَقْلِكَ تَسْلَمْ لَكَ ٱلْمَوَدَّةُ وَ تَظْهَرْ لَكَ ٱلْمَحَبَّةُ.

(ترجمہ) امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: عقل ایک پردہ میں پوشیدہ ہے اور بخشش مال بہ خوبی نمایاں ہے پس اپنے خلق کی خرابی کو بخشش سے چھپالے اور اپنی بداخواہشوں کو اپنی عقل سے قتل کر تیرے لیے باطنی محبت قائم رہے گی اور لوگوں کی ظاہر دوستی نمایاں ہوگی۔ [1]

بیان:

"**العقل**" یعنی النظری۔ نظر ہے

"**ستیر**" یعنی باطنی عیوب کا ساتر چھپانے والا اور پردہ ہے اور امکانی گناہوں کا غافر بخشنے والا ہے اور حواس سے چھپا ہوا ہے۔

"**والفضل**" یعنی عقل نظری سے زیادہ ہے حسن خلق اور کرم اور لطف اور موودت اور دوسرے حمیدہ اخلاق اور وہ علوم جن کے ساتھ عملی قوت کے کمالات مربوط ہیں

"**جمال ظاهر**" اس کے آثار کے ظاہر ہونے کی وجہ سے

"**فاستر خلل خلقك**" الخاء کے ضمے (پیش) کے ساتھ یعنی چھپاؤ اپنے اخلاق کے خلل کو

"**بفضلك**" یعنی اپنے ان فضائل اور کمالات کے ساتھ یعنی اس کے اخلاق رذیلہ میں سے ہے کہ وہ چیز جس کا زائل اور ختم کرنا اس کی جبلت اور خلقت کے ساتھ ملنے کی وجہ سے ممکن نہ ہو۔

خوف اور جبن کی صفت سے ملا ہوا مثلاً جو شجاعت تک نہیں پہنچتا جنگوں میں آگے ہونے میں خصوصاً جب اس کے نفس میں عمر کا کچھ حصہ شجاعت بڑھنے کی تاکید کرتی ہے تو اس کی، اس کے علاج میں کوشش کی انتہا یہ ہے کہ خوف کو ظاہر کرنے میں ممانعت کرے اس کو انجام دینے کی مہلت نہ دے اس لیے یہ امر چھپانے کا ہے

"**و قاتل هواك**" ھواک یعنی اپنے جہل اور حق کے انکار کرنے کو قتل کرو

"**بعقلك**" یعنی اپنے علم اور حکمت کے ساتھ اور جو آپ کی شان کے مطابق ادراک ہے کسی چیز کے درک کرنے کا اس ادراک کے ساتھ اور جحود اور کفر کا ترک کرنا اس چیز کے لیے جس کو بعد میں درک نہیں کیا اور اپنے عناد اور دشمنی کو دفع کرنا اور ضد اور تکبر کو دفع کرنا اور یہ سب مقدور ہے اس کے لیے جس کے لیے نیک عنایت سبقت

[1] وسائل الشیعہ: ۱۵/ ۲۹۰، جامع احادیث الشیعہ: ۱۳/ ۲۸۴

کرے قتل کرنے سے یہی مراد ہے

"تسلم لك" "یعنی ستر اور پردے کے ساتھ"

"المودة" یعنی لوگوں کی مودت اور محبت آپ کے لیے

"و تظهر لك" یعنی قتل کرنے کے اور مقابلے اور مقاتلے کے ساتھ تیرے لیے ظاہر ہوگا

"الحجة"

یعنی تیری حجت لوگوں پر اور تیری فضیلت ان پر جس میں وہ تیری حق میں اطاعت کریں اور تیری پیروی کریں اور تو صلاح اور ہدایت اور ارشاد کی سعادت تک پہنچے۔

اسی طرح نہج البلاغہ میں ہے کہ: حلم چھپانے والا ساتر حجاب ہے اور عقل کاٹنے والی تلوار ہے بس چھپاؤ اپنی خلقت کے خلل کو اپنے حلم اور بردباری سے اور اپنے عقل کے ذریعے سے اپنی حواوحوس کو قتل کرو۔

اور یہ واضح ترین مطلب ہے۔

اور بعض نسخوں میں "الحجة" کی جگہ "المحبة" آیا ہے یعنی لوگوں کے لیے تیری محبت

اور عقل سے مراد یہ احتمال ہے کہ جو شامل ہے عقل نظری اور عملی کو، دونوں ہیں

اور "الفضل" سے مراد لوگ جس کو نیکیوں میں شمار کرتے ہوں اور اگر چہ اخروی کمال نہ ہو جیسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول علم کی حدیث میں جو آئے گی، ہے کہ: ان تین کے سوا فضل ہے۔

اور ساری حدیث کی شرح کو اس پر قیاس کرو۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔[1] لیکن میرے نزدیک حدیث مرفوع ہے اور سہل بن زیاد کی ثقاہت ثابت ہے (واللہ اعلم)

18/18 الکافی،۱/۲۳/۱۵/۱ محمد عن أحمد عن ابن فضال الکافی، جماعة من أصحابنا عن ابن عيسى عن ابن فضال عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِنَا عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: مَا كَلَّمَ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ اَلْعِبَادَ بِكُنْهِ عَقْلِهِ قَطُّ وَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ إِنَّا مَعَاشِرَ اَلْأَنْبِيَاءِ أُمِرْنَا أَنْ نُكَلِّمَ اَلنَّاسَ عَلَى قَدْرِ عُقُولِهِمْ.

(ترجمہ) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: نہیں کلام کیا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بندوں سے مگر ان کی عقل کے مطابق اور رسول

[1] مرآۃ العقول: ۱/ ۶۵

اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم گروہ انبیاء کو حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے بقدر ان کی عقلوں کے کلام کریں۔ [1]

بیان:

''عباد'' سے مراد سارے لوگ ہیں امیر المومنین علیہ السلام کے سواء جو کہ اس گروہ اور عموم میں داخل نہیں ہیں کیونکہ امیر المومنین علیہ السلام رسول اکرم ﷺ کے نفس کے مقام پر ہیں اور ان کے راز اور نجوا کے مالک اور صاحب ہیں۔

اور اس حدیث میں علوم اور حقائق کو ان کے جواہل نہیں ہیں تک پہنچانے سے منع پر دلالت ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے۔ [2] لیکن میرے نزدیک ارسال قادح نہیں ہے اور حدیث صحیح جیسی ہے اور توثیق کا یہ قرینہ مقدمہ میں بیان ہو چکا ہے (واللہ اعلم)

19/19 الکافی،١/١٦/٢٣/١ علی بن محمد عن سہل عن النوفلی عن السکونی عن جعفر عَنْ أَبِيهِ عَلَيْهِمَا اَلسَّلاَمُ قَالَ قَالَ أَمِيرُ اَلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ: إِنَّ قُلُوبَ اَلْجُهَّالِ تَسْتَفِزُّهَا اَلْأَطْمَاعُ وَتَرْتَهِنُهَا اَلْمُنَى وَتَسْتَعْلِقُهَا اَلْخَدَائِعُ.

(ترجمہ) امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ امیر المومنینؑ نے فرمایا: جاہلوں کے دل ان شکاری جانوروں کی طرح ہیں کہ لالچ اُن کو اپنی جگہ سے نکالتی ہے اور وہ شیطانی فریب کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔ [3]

بیان:

"تستفزها" یعنی اس کو اپنے مقام سے خارج کرنا اور خفیف اور رہا کرنا بس بتحقیق آپ نے دیکھا ہوگا ان میں سے ایک کو جو اکثر اوقات اپنے مکان سے نکل جاتا ہے اس فاسد طمع اور لالچ کی وجہ سے جس کا کوئی اصل نہیں ہے اور جس میں کوئی فائدہ ہی نہیں ہے۔

"ترتهنها" یعنی اس کا متعہد اور مقید ہوا

"والمنى" ''المنية'' کا جمع ہے آرزو اور تمنا کے معنی میں اور ایسا ارادہ جس کا حاصل کرنا متوقع نہ ہو نفس اور شیطان کے کلام سے، بس بتحقیق آپ نے دیکھا ہوگا ان کو اکثر اوقات وہ خوش رہتے ہیں باطل شہوتوں اور جھوٹی امیدوں کے ساتھ اور ان کے قلوب ان کی طرف مطمئن ہوتے ہیں۔

---

[1] تحف العقول: ٣٧؛ امالی صدوق: ٨١٨؛ مجلس: ٦٥؛ بحار الانوار: ١/ ٨٥ و١٦/ ٢٨٠ و٣٧/ ١٤٠

[2] مرآة العقول: ١/ ٧٦

[3] تحف العقول: ٢١٩؛ بحار الانوار: ٧٥/ ٥٨؛ میزان الحکمت: ١/ ٣٦٥

''وتستعلقها''

یعنی ان کو مسخر کرنا اور اپنی پیروی میں لانا اس لیے شیطان ان کو وعدے دیتا ہے اور امیدیں دلاتا ہے

آیت: شیطان ان کو وعدے نہیں دیتا مگر غرور کے (الاسراء: ۶۴)

اور بعض نسخوں میں ''ع'' کے ساتھ تستعلقھا ہے یعنی ان کو شکار کی طرح میں رسیوں میں بند کرتا ہے

اور بعض نسخوں میں دو قاف کے ساتھ ہے القلق سے انزعاج کی معنی میں سرگردان ہونے کی معنی میں

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف المشہور ہے [1] لیکن میرے نزدیک حدیث موثق ہے۔ (واللہ اعلم)

20/20 الکافی،۱/۱۷/۲۳/۱ علی عن أبیه عن الأشعری عن الدهقان عن درست عن إبراهیم بن عبد الحمید قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ : أَكْمَلُ اَلنَّاسِ عَقْلاً أَحْسَنُهُمْ خُلُقاً.

(ترجمہ) ابراہیم بن عبدالحمید سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جس کا خلق اچھا ہے وہی لوگوں میں کامل العقل ہے۔ [2]

بیان:

کیونکہ اچھا اخلاق اور حسن خلق عقل کے کمال کی پیروی کرتا ہے اور جس طرح عقل دو قسم کے ہیں: مطبوع ومکتسب۔ بس اسی طرح اچھے اخلاق کا مطبوع تابع اور پیروکار ہے اس کے مطبوع کا اور اس کا مکتسب تابع ہے اس کے مکتسب کا۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔ [3]

21/21 الکافی،۱/۱۸/۲۳/۱ علی عن أبیه عن أَبِي هَاشِمٍ اَلْجَعْفَرِيِّ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ اَلرِّضَا عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ فَتَذَاكَرْنَا اَلْعَقْلَ وَ اَلْأَدَبَ فَقَالَ يَا أَبَا هَاشِمٍ اَلْعَقْلُ حِبَاءٌ مِنَ اَللَّهِ وَ اَلْأَدَبُ كُلْفَةٌ فَمَنْ تَكَلَّفَ اَلْأَدَبَ قَدَرَ عَلَيْهِ وَ مَنْ تَكَلَّفَ اَلْعَقْلَ لَمْ يَزْدَدْ بِذَلِكَ إِلاَّ جَهْلاً.

(ترجمہ) ابو ہاشم جعفری سے مروی ہے کہ ہم امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے پس عقل اور عقلمندی کا تذکرہ

[1] مرآۃ العقول: ۱/ ۷۷

[2] وسائل الشیعہ: ۱۲/ ۱۵۰؛ بحار المعارف: ۱/ ۲۹۰

[3] مرآۃ العقول: ۱/ ۷۷

ہونے لگا تو امامؑ نے فرمایا: اے ابو ہاشم! عقل بخشش الٰہی ہے جو کسی کو کم ملی ہے اور کسی کو زیادہ اور خردمندی اختیاری ہے پس جو بڑھانا چاہے گا بڑھا لے گا اور جو دعوتِ عقل وفہم کرے گا اور علم کو اپنے سے بلند پایہ انسان سے حاصل نہ کرے وہ جہالت کو بڑھائے گا۔ [1]

بیان:

لفظ (عن ابیہ) بعض نسخوں میں موجود نہیں ہے شاید یہ نسخہ لکھنے والوں سے ساقط ہو گیا ہے جبکہ سند کی ابتدا میں علی نہیں ہے روایت ہوئی ہے جعفری سے بغیر کسی واسطے کے، ایسے کہا گیا ہے

"الحباء" "ح" کے کسرے (زیر) کے ساتھ العطاء کی معنی میں ہے۔

یعنی: بتحقیق عقل طبیعی طور پر خدا کی طرف سے ہبہ اور ہدیہ ہے عقل کو کسب کرنے میں حاصل نہیں کیا جا سکتا عقل مطبوع ظاہر ہے۔

اور عقل مکتسب یعنی بتحقیق ہر انسان کے لیے عقل کو کسب کرنے کی صلاحیت نہیں ہے بلکہ یہ مخصوص ہے ہر شخص کی جبلت میں اور اکتساب اور حاصل کرنے کی قابلیت خدا کا ہبہ اور ہدیہ ہے

"**والادب کلفة**" یعنی: محاوروں اور معاشرتی اور مکاتبے کے مقام پر سیرت عادلہ اور خوبصورت طریقہ اور ان کی معرفت کے ساتھ متعلق چیزیں اور ان چیزوں پر انسان کا ملکہ حاصل کرنے جن کا وہ مکلف ہے اور ان کے لیے مشقت اور محنت کرنا اور ان کا حاصل کرنا اس کے لیے کسب کے ساتھ ممکن ہو اور اگرچہ وہ اس کی جبلت میں نہ ہو۔

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔ [2]

22/22 الکافی،۱/۲۴/۱۹/۱ علی عن أبیه عن یحیی بن المبارك عن ابن جبلة عن إِسْحَاقَ بْنِ عَمَّارٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: قُلْتُ لَهُ جُعِلْتُ فِدَاكَ إِنَّ لِي جَاراً كَثِيرَ اَلصَّلاَةِ كَثِيرَ اَلصَّدَقَةِ كَثِيرَ اَلْحَجِّ لاَ بَأْسَ بِهِ قَالَ فَقَالَ يَا إِسْحَاقُ كَيْفَ عَقْلُهُ قَالَ قُلْتُ لَهُ جُعِلْتُ فِدَاكَ لَيْسَ لَهُ عَقْلٌ قَالَ فَقَالَ لاَ يَرْتَفِعُ بِذَلِكَ مِنْهُ.

(ترجمہ) اسحاق بن عمار سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ میرا ایک پڑوسی ہے جو بہت

[1] تحف العقول: ۴۴۸؛ بحار الانوار: ۷۵/ ۳۴۲

[2] مرآۃ العقول: ۱/ ۷۷

نمازیں پڑھتا ہے، بہت صدقہ دیتا ہے اور بہت حج کرتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اے اسحاق !اس کی عقل کیسی ہے؟ میں نے عرض کیا: اسے عقل نہیں۔ فرمایا: تو وہ ان عبادات سے فائدہ نہیں پائے گا۔ [1]

بیان:

"لا باس به" یعنی: اس سے اہل دین کے لیے دشمنی ظاہر نہیں ہوتی اور مومنین پر شدت ظاہر نہیں ہوتی یا اس سے معصیت پر اطلاع نہیں ہے۔

"لا یرتفع بذالك" یعنی اس وجہ سے کہ اس کے لیے عقل نہیں ہے

اور بعض نسخوں میں لاینتفع ہے یعنی کوئی فائدہ نہیں

اور دو ضمیریں مستتر، چھپی ہوئی اور بارز، ظاہر دونوں اپنی معنی دیتی ہیں مرجع کے حساب سے لا یرتفع یعنی اس عامل کا عمل رفیع و بلند نہیں ہوگا لاینتفع یعنی عامل کو اس کا عمل کوئی فائدہ نہیں دے گا

تحقیق:

حدیث صحیح ہے۔ [2]

23/23 الکافی،۱/۲۰/۲۲/۱ الحسین بن محمد عن السیاری عَنْ أَبِي يَعْقُوبَ اَلْبَغْدَادِيِّ قَالَ: قَالَ اِبْنُ اَلسِّكِّيتِ لِأَبِي اَلْحَسَنِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ لِمَاذَا بَعَثَ اَللَّهُ مُوسَى بْنَ عِمْرَانَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ بِالْعَصَا وَيَدِهِ اَلْبَيْضَاءِ وَآلَةِ اَلسِّحْرِ وَبَعَثَ عِيسَى بِآلَةِ اَلطِّبِّ وَبَعَثَ مُحَمَّداً صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَعَلَى جَمِيعِ اَلْأَنْبِيَاءِ بِالْكَلاَمِ وَ اَلْخُطَبِ فَقَالَ أَبُو اَلْحَسَنِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ إِنَّ اَللَّهَ لَمَّا بَعَثَ مُوسَى عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ كَانَ اَلْغَالِبُ عَلَى أَهْلِ عَصْرِهِ اَلسِّحْرَ فَأَتَاهُمْ مِنْ عِنْدِ اَللَّهِ بِمَا لَمْ يَكُنْ فِي وُسْعِهِمْ مِثْلُهُ وَ مَا أَبْطَلَ بِهِ سِحْرَهُمْ وَ أَثْبَتَ بِهِ اَلْحُجَّةَ عَلَيْهِمْ وَ إِنَّ اَللَّهَ بَعَثَ عِيسَى عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ فِي وَقْتٍ قَدْ ظَهَرَتْ فِيهِ اَلزَّمَانَاتُ وَ اِحْتَاجَ اَلنَّاسُ إِلَى اَلطِّبِّ فَأَتَاهُمْ مِنْ عِنْدِ اَللَّهِ بِمَا لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُمْ مِثْلُهُ وَ بِمَا أَحْيَا لَهُمُ اَلْمَوْتَى وَ أَبْرَأَ اَلْأَكْمَهَ وَ اَلْأَبْرَصَ بِإِذْنِ اَللَّهِ وَ أَثْبَتَ بِهِ اَلْحُجَّةَ عَلَيْهِمْ وَ إِنَّ اَللَّهَ بَعَثَ مُحَمَّداً صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فِي وَقْتٍ كَانَ اَلْغَالِبُ عَلَى أَهْلِ عَصْرِهِ اَلْخُطَبَ وَ اَلْكَلاَمَ وَ أَظُنُّهُ قَالَ اَلشِّعْرَ فَأَتَاهُمْ مِنْ عِنْدِ اَللَّهِ مِنْ مَوَاعِظِهِ وَ حِكَمِهِ مَا

[1] تحف العقول:۳۸۸؛ بحارالانوار:۲۷/۷۲ ۳۴۲

[2] مراۃ العقول:۱/۷۷۔

أَبْطَلَ بِهِ قَوْلَهُمْ وَ أَثْبَتَ بِهِ الْحُجَّةَ عَلَيْهِمْ قَالَ فَقَالَ ابْنُ السِّكِّيتِ تَاللَّهِ مَا رَأَيْتُ مِثْلَكَ قَطُّ فَمَا الْحُجَّةُ عَلَى الْخَلْقِ الْيَوْمَ قَالَ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْعَقْلُ يُعْرَفُ بِهِ الصَّادِقُ عَلَى اللَّهِ فَيُصَدِّقُهُ وَ الْكَاذِبُ عَلَى اللَّهِ فَيُكَذِّبُهُ قَالَ فَقَالَ ابْنُ السِّكِّيتِ هَذَا وَ اللَّهِ هُوَ الْجَوَابُ.

(ترجمہ) ابو یعقوب بغدادی سے روایت ہے کہ ابن سکیت نے امام علی نقیؑ سے سوال کیا کہ خدا نے موسیٰؑ کو عصا اور ید بیضاء اور دیگر چیزیں دے کر کیوں بھیجا جو جادو جیسی تھیں اور عیسیٰؑ کو آلات طب جیسی چیزوں کے ساتھ بھیجا اور محمد مصطفیٰ ﷺ کو، خدا کا درود ہو ان پر اور تمام انبیاء پر کلام و خطاب کے ساتھ کیوں بھیجا؟

امامؑ نے فرمایا: جس زمانہ میں خدا نے موسیٰؑ کو معبوث کیا اس زمانہ میں لوگوں میں سحر کا بڑا غلبہ تھا۔ پس موسیٰؑ نے ان کو خدا کی طرف سے ایسی چیز دکھلائی کہ اسکی مثل لانا ان کی طاقت سے باہر تھا پس ان معجزات سے ان کے سحر زائل ہو گئے اور خدا کی حجت ان پر ثابت ہو گئی اور عیسیٰؑ کے زمانہ میں طب کا بڑا زور تھا پس خدا نے ان کو وہ چیز دی جو لوگوں کے پاس نہ تھی لہٰذا انھوں نے مُردوں کو زندہ کیا اور مبروصوں اور مجذوموں کو اچھا کیا۔ باذنِ خدا اور اس طرح خدا کی حجت ان پر تمام ہوئی۔ لیکن جس دور میں خدا نے حضرت رسول خدا ﷺ کو مبعوث فرمایا اس دور میں کلام اور خطاب کا دور دورہ تھا اور راوی بیان کرتا ہے میرا گمان ہے شاید آپ نے شعر کہا تھا خدا نے آپ کو وہ مواعظ اور اپنا کلام عطا فرمایا جس نے لوگوں کے کلام کو باطل کر دیا اور اسی طرح خدا کی حجت ان پر تمام ہوئی۔

ابن سکیت نے یہ سن کر کہا: میں نے آپ جیسا عالم کبھی نہیں دیکھا۔ پھر اس نے عرض کیا آج اس مخلوق پر حجت خدا کون ہے؟

آپؑ نے فرمایا عقل سے اس کی معرفت حاصل کرو جو خدا کی طرف سے سچا ہے عقل اس کی تصدیق کرتی ہے اور جو خدا پر جھوٹ بولتا ہے عقل اس کی تکذیب کرتی ہے۔

ابن سکیت نے عرض کیا: خدا کی قسم! اس کا جواب یہی ہے جو آپ نے فرمایا ہے۔[1]

بیان:

''بابی الحسن''

کہا گیا ہے یعنی امام ہادی علیہ السلام ہیں اور کتاب احتجاج میں صراحت کے ساتھ الرضا علیہ السلام کی قید کے ساتھ لکھا ہے

---

[1] عیون الاخبار الرضاؑ: ۲/ ۷۹؛ باب ۲۷؛ علل الشرائع: ۱/ ۱۲۱؛ باب ۹۹، الاحتجاج: ۲/ ۴۳۲؛ اثبات الھداۃ: ۱/ ۱۲۱؛ بحار الانوار: ۱۱/ ۷۰ و ۱۷/ ۲۱۰؛ تفسیر البرھان: ۱/ ۶۵ و ۲/ ۳۷۹؛ تفسیر نور الثقلین: ۱/ ۴۳؛ تفسیر کنز الدقائق: ۱/ ۲۶۶؛ قصص الانبیاء راوندی: ۱/ ۱۰

اوراسی طرح کتاب العیون میں لکھا ہے

"والسحر"

جس کا ماخذ لطیف اور باریک ہے اور اس کا سبب چھپا ہوا ہے اور حقیقت کے بغیر ایک خیال ہے

سحر اور طب سے مراد وہ چیز ہے جو مناسب ہے ان کے آلے اور ہتھیار کے ساتھ اور اگر مناسب نہ ہو تو وہ سحر اور طب نہیں کہلائیں گے بلکہ سحر اور طب باطل ہو جائیں گے اور معنی یہ کہ بتحقیق اہل بیت علیہم السلام اپنے زمانے والوں پر غالب تھے کیونکہ وہ قوی ترین اور اتم واکمل تھے اپنے مقصد کو ثابت کرنے میں ایسے کہ وہ انتہا تک ہر چیز کو جانتے تھے جو چیز ان تک پہنچتی تھی تو اس کا علم اور یقین ان کو حاصل ہوتا تھا۔

"الزمانات"

یعنی: وہ آفتیں جو بعض اعضاء پر وارد ہوتی ہیں اور ان کو حرکت کرنے سے روک دیتی ہیں جیسے فالج اور لقوہ کبھی ایسا مرض ہے جو لمبی مدت تک لگ جائے

"الیوم"

یعنی یہ زمانہ جس میں غالب نہیں ہے مخلوق پر فصاحت کی عادت یہاں تک کہ قرآن کی حجیت کو جانیں۔

"العقل"

اس میں تنبیہ اور خبردار کرنا ہے صلاحیتوں کی ترقی کے لیے اور اس امت میں طبیعت باریک اور لطیف ہے یہاں تک کہ وہ مستغنی ہیں اپنے عقول کہ وجہ سے محسوس معجزوں کو دیکھنے سے ان کو معجزے دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ بتحقیق معجزے کے ساتھ دین پر ایمان لانا اللئام اور کا کام ہے اور یہ عوامی روش ہے اور بصیرت رکھنے والے قانع نہیں ہوتے، یقین کے نور کے ساتھ شرح صدر ہونے کے سواء۔

آیت: بس جو سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھولا ہے وہ اپنے پروردگار سے نور پر ہے (الزمر: ۲۲)

"تعرف به الصادق علی اللہ"

اللہ کی کتاب پر اپنے علم کے ساتھ اور اس کی رعایت کرنے کے ساتھ اور اس کے سنت کے ساتھ متمسک ہونے کے اور اس کی حفاظت کرنے کے ساتھ۔

"والکاذب علی اللہ"

اللہ کی کتاب سے اپنے جہل کے ساتھ اور اس کو ترک کرنے سے اور سنت کی مخالفت کرنے سے اور اس کی رعایت نہ کرنے کے ساتھ۔

کتاب احتجاج میں مرقوم ہے: امام رضاعلیہ السلام نے اپنے کلام میں اس بات کو واضح کیا ہے کہ بتحقیق جہان اور دنیا مکلف ہونے کے وقت خالی نہیں ہوتی اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے صادق سے جو مکلف شخص کو جو اس پر مشتبہ ہو شریعت کے امور میں سے اس کی ہدایت کرتا ہے اور وہ اللہ کے صدق اور سچائی پر دلالت کرتا ہے اور مکلف شخص کو عقل کے ساتھ اللہ کی معرفت کے ساتھ جوڑتا ہے اور اگر وہ شخص نہ ہو تو سچ اور جھوٹ پہچانا نہ جائے وہی اللہ کی حجت ہے اللہ کی مخلوق پر۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔ [1]

24/24 الکافی،۱/۲۵/۲۲/۱ علی بن محمد عن سهل عن محمد بن سلیمان عن علی بن إبراهیم عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: حُجَّةُ اَللّٰهِ عَلَى اَلْعِبَادِ اَلنَّبِيُّ وَ اَلْحُجَّةُ فِيمَا بَيْنَ اَلْعِبَادِ وَ بَيْنَ اَللّٰهِ اَلْعَقْلُ.

(ترجمہ) عبداللہ بن سنان سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: نبی خدا کے بندوں پر اس کی حجت ہے اور اللہ اور بندوں کے درمیان عقل حجت ہے۔ [2]

بیان:

حجت یعنی وہ چیز جس کے ذریعے لوگوں کا سعادت کے ساتھ جڑنے والی چیز کو ترک کرنے پر عذر اور بہانہ منقطع ہو اور اس کے ساتھ جڑنا لوگوں کی نجات ہے اور وہ نبی ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی وحدانیت کی تصدیق کے بعد اور اللہ کی معرفت کو ترک کرنے میں جو عذر اور بہانے کو منقطع کرے اور جس کے ذریعے تصدیق ہو وہ عقل ہے۔

بس حجت پہلے مرتبے میں ان کو ملاتی ہے ایک دوسری چیز سے جو غیر اللہ ہے یعنی ان کی سعادت سے بس عقل حجت ہے یعنی ان کو اس سعادت کے ترک کرنے سے روکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت تک پہنچاتا ہے اور یہاں اللہ تعالیٰ کی الہیت کا عقیدہ رکھتے ہیں پھر حجت زیادہ بڑھاتی ہے ان کو اللہ کی طرف اور حجت دوسری مرتبہ ایسے ہوتی ہے کہ ان کو اللہ سے ملاتی ہے اور وہ اللہ پر عقیدہ نہیں رکھتے تب حجت کے ساتھ عقیدہ رکھتے ہیں اس لیے عقل ان کو الہیت کے عقیدے کو ترک کرنے سے روکتی ہے ان کے عقلوں کے مرتبوں کے مختلف ہونے کے حساب سے جو کہ اللہ اور ان کے درمیان حجت ہے

[1] مراۃ العقول: ۱/۷۹

[2] اثبات الہداۃ: ۱/ ۶۲؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۱۲۱؛ جامع احادیث الشیعہ: ۱/ ۱۲۵

ہمارے استاد رحمہ اللہ نے کہا جس کا ماحصل یہ ہے کہ: بتحقیق لوگ دو قسم کے ہیں یا اہل بصیرت ہیں یا اہل حجاب ہیں اور اللہ کے لیے ان پر حجت بھی دو قسم کی ہے یا حجت ظاہرہ ہے یا حجت باطنہ ہے

اور اہل حجاب کے لیے جو بصیرت نہیں رکھتی حجت ظاہرہ کافی ہے کیونکہ ان کے لیے باطن نہیں ہے کیونکہ وہ دل کے اندھے ہیں اور وہ اپنے باطن کے ساتھ کسی چیز کو نہیں دیکھتے ان کے دل تو ہیں لیکن ان کے ساتھ تفقہ نہیں کرتے بس ان پر اللہ کی طرف سے حجت نبی ہوتا ہے اپنے معجزے کے ساتھ اور یہ حجت ظاہرہ ہے

اور بصیرت رکھنے والوں کے لیے ظاہری حجت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ان کی باطنی حجت ان کا عقل مکتسب ہے جو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل کیا ہے،

میں کہتا ہوں:

یہ تحقیق اچھی ہے مگر یہ چیز حدیث سے لینا بعید ہے اہل بصیرت کے لیے دو حجتیں ہیں دونوں حجتیں ان کے لیے ان کے نفسوں پر ہیں جس طرح وہ دونوں ان پر اللہ کے لیے حجتیں ہیں

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔[1] لیکن میرے نزدیک حدیث کا مجہول ہونا راجح ہے کیونکہ دیلمی کی توثیق وارد ہے اور علی بن ابراہیم ہاشمی مجہول ہے۔ (واللہ اعلم)

25/25 الكافی،١/٢١/٢٥/١ الاثنان عن الوشاء عن المثنى الحناط عن قتيبة الأعشى عَنِ اِبْنِ أَبِي يَعْفُورٍ عَنْ مَوْلًى لِبَنِي شَيْبَانَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: إِذَا قَامَ قَائِمُنَا وَضَعَ اَللَّهُ يَدَهُ عَلَى رُؤُوسِ اَلْعِبَادِ فَجَمَعَ بِهَا عُقُولَهُمْ وَ كَمَلَتْ بِهِ أَحْلاَمُهُمْ.

(ترجمہ) بنی شیبان کے غلام سے روایت ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جب ہمارا قائم خروج کرے گا تو خدا اپنی رحمت کا ہاتھ لوگوں کے سر پر رکھے گا جس سے ان کی عقلیں درست اور افہام کامل ہوں گے۔[2]

بیان:

"قام"

یعنی امر کے ساتھ ظاہر ہوگا اور قیام کرے گا

"قائمنا"

---

[1] مرآۃ العقول:١/ ٨٠

[2] کمال الدین وتمام النعمۃ:٢/ ٦٧٥؛ باب ٦٨؛ بحار الانوار:٥٢/ ٣٢٨؛ اثبات الھداۃ:٥/ ٩١ و ١١٢؛ موسوعہ احادیث اہلبیتؑ:٧/ ٣١

ہمارا قائم یعنی: مھدی موعود صاحب الزمان عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف

"وضع الله يده"
یعنی یہ کنایہ ہے اللہ کی رحمت کے نازل ہونے کا اور اس کی نعمت کے کامل ہونے کا اور ید اور ہاتھ کی عبارت یعنی واسطہ ہے اس کے جود و کرم اور فیض کا اور اس سے مراد قائم علیہ السلام یا وہ عقل ہے جس کو پہلے اللہ نے خلق کیا اپنے عرش کے یمین سے یا وہ فرشتہ ہے جو اس کے قدس کے ملائکہ سے ہے اور نور ہے اس کی عظمت کے انوار میں سے

"رؤس العباد"
ان کے نفس ناطقہ اور ھیولانی عقل ان کو رأس اور سر کہا ہے اس لیے کہ وہ ان کے باطنی اور ظاہری اجزاء سے بلند ہے

"فجمع بها"
اس ہاتھ کے واسطے سے تعلیم اور الہام اور تمام نور کے فیض کے ساتھ

"عقولهم"
یعنی: ان کو ان کی ذوات کا علم دیا جائے گا اور ان کو ان کے نفس کی معرفت دی جائے گی اور ان کو علم اور حال کے اعتبار سے کامل کیا جائے گا اور وہ اپنے اصلی معدن کی طرف پلٹیں گے اور تفرقے اور کثرت کے مقام سے جمعیت اور وحدت کی طرف پلٹیں گے اور جڑ کر اور وصل ہو کر فصل اور جدائی سے دور رہوں گے اور فرع سے اصل کی طرف واپس آئیں گے

"والحلم" حاء کے کسرے کے ساتھ
عقل اور حلم (احلام) دونوں جملے معنی میں ایک دوسرے کے ساتھ قریب ہیں
یہاں پر ان میں باریک راز ہیں جن کو عوامی فکر و فہم متحمل نہ ہو سکے گی اور عام لوگوں کے لیے ان کو ظاہر کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف المشہور ہے۔[1] لیکن میرے نزدیک کہ حدیث کی سند صحیح ہے سوائے اس کے کہ معلی بن محمد کو نجاشی نے مضطرب الحدیث قرار دیا ہے جبکہ تحقیق میں یہ ثقہ جلیل ثابت ہیں۔(واللہ اعلم)

26/26 الكافی،۱/۲۳/۲۵/۱ العدة عن أحمد مُرْسَلاً قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ: دِعَامَةُ

[1] مرآة العقول: ۱/ ۸۰

اَلْإِنْسَانِ اَلْعَقْلُ وَ اَلْعَقْلُ مِنْهُ اَلْفِطْنَةُ وَ اَلْفَهْمُ وَ اَلْحِفْظُ وَ اَلْعِلْمُ وَ بِالْعَقْلِ يَكْمُلُ وَ هُوَ دَلِيلُهُ وَ مُبْصِرُهُ وَ مِفْتَاحُ أَمْرِهِ فَإِذَا كَانَ تَأْيِيدُ عَقْلِهِ مِنَ اَلنُّورِ كَانَ عَالِماً حَافِظاً ذَاكِراً فَطِناً فَهِماً فَعَلِمَ بِذَلِكَ كَيْفَ وَ لِمَ وَ حَيْثُ وَ عَرَفَ مَنْ نَصَحَهُ وَ مَنْ غَشَّهُ فَإِذَا عَرَفَ ذَلِكَ عَرَفَ مَجْرَاهُ وَ مَوْصُولَهُ وَ مَفْصُولَهُ وَ أَخْلَصَ اَلْوَحْدَانِيَّةَ لِلَّهِ وَ اَلْإِقْرَارَ بِالطَّاعَةِ فَإِذَا فَعَلَ ذَلِكَ كَانَ مُسْتَدْرِكاً لِمَا فَاتَ وَ وَارِداً عَلَى مَا هُوَ آتٍ يَعْرِفُ مَا هُوَ فِيهِ وَ لِأَيِّ شَيْءٍ هُوَ هَاهُنَا وَ مِنْ أَيْنَ يَأْتِيهِ وَ إِلَى مَا هُوَ صَائِرٌ وَ ذَلِكَ كُلُّهُ مِنْ تَأْيِيدِ اَلْعَقْلِ.

(ترجمہ) حضرت امام ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: عقل انسانیت کا ستون ہے اور اسی عقل سے فطانت، فہم، حافظہ اور علم ہیں۔ عقل کے ذریعے انسانیت کامل ہوتی ہے اور انسان کی رہنما عقل ہے اور اس کی دیکھنے والی ہے اور اس کے تمام امور کی چابی عقل ہے اور جب اس کو نور کی تائید حاصل ہو جائے تو پھر وہ انسان عالم ہو جاتا ہے، حافظہ یاد رکھنے والا ہو جاتا ہے، فہم فطین ہو جاتا ہے، پھر وہ اس کے ذریعے جان جاتا ہے کہ وہ کیا ہے، وہ کیوں ہے، وہ کہاں سے ہے، اور وہ اس کے ذریعے جانتا ہے کہ کون ہے جو اس کو نصیحت کر رہا ہے اور کون ہے جو اس کو دھوکا دے رہا ہے۔ پھر جب وہ ان چیزوں کو جان لیتا ہے تو پھر وہ اس کا راستہ بھی جان لیتا ہے کہ جس سے ملنا ہے اور کس سے کٹ کرنا ہے اور وہ وحدنیت کو خالص خدا کے لیے قرار دیتا ہے اور اس کا اقرار کرتا ہے اور اس کی اطاعت کرتا ہے اور جب وہ اس مقام کو حاصل کر لیتا ہے تو جو گزر چکا ہے اس کو درک کر لیتا ہے جو آنے والا ہے اس کو سمجھ لیتا ہے۔ پھر وہ یہ بھی جان لیتا ہے کہ وہ یہاں کیوں ہے وہ یہاں کیا ہے اور کہاں سے آیا ہے اور اس نے کدھر جانا ہے یہ سب کچھ عقل کی تائید سے حاصل ہوتا ہے۔ [1]

بیان:

"الدعامة"

یعنی: عمود اور ستون وہ چیز جس پر اعتماد اور ٹیک ہو اور وہ اصل اور بنیاد جس سے فروع اور احوال نشات کرتے ہیں

"و مبصرہ"

وہ جس کو صاحب بصیرت بنایا جائے

"من النور"

[1] مشکوٰۃ الانوار: ۲ / ۵۲؛ عوالم العلوم: ۲۰ / ۷۷۱؛ مستدرک الوسائل: ۱۱ / ۲۱۰؛ موسوعہ احادیث اہلبیتؑ: ۸ / ۵۲۸

یعنی بصیرت علمی کا نور یا وہ پہلی مخلوق جس کو اللہ نے اپنے نور سے خلق کیا ہے اور یہ تائید ہے اس پر نور کے اشراق اور چمکنے کے کمال کی

"کیف"
یعنی: اس کی وہ صفت جو اس میں ثابت اور مستقر ہے

و "لم" (لام پر زیر کے ساتھ)
یعنی: اس کے وجود کا سبب

"وحیث"
یعنی: اس کی جہت اور طرف اور سمت یا اس کا مرتبہ اور مقام

"مجراہ"
یعنی: اس کا مسلک اور طریق اور راستہ یا سیدھا اور مستقیم ہے یا ٹیڑھا اور معوج ہے اور یا مطلوب کی طرف ہے یا اس کی طرف جو مطلوب کی طرف ہدایت اور رہنمائی کرتا ہے

و "موصولہ ومفصولہ"
یعنی: وہ چیز جس کی طرف وصل ہوا اور جس سے جدائی ہو

"مستدرکا لمافات"
یعنی: یعنی جنب اللہ میں کوتاہی کرنے کا جبران توبہ اور تلافی کے ساتھ

"علی ما ھو آت"
یعنی: موت اور مبعوث ہونا اٹھایا جانا اور ان دونوں کے بعد جو ہوگا

"یعرف ما ھو فیہ"
یعنی: اس نشأت کی حقیقت

"ولأی شئی"
یعنی: وہ علت اور سبب جس کے ذریعے اس ادنی جہاں میں ہبوط کیا نازل ہوا

"ومن أین یاتیہ"
یعنی: جس مرتبے اور جہان سے یہاں اس جہان میں آج جہاں ہے آیا

"والی ما ھو صائر"

یعنی: کسی مقام اور راستے کی طرف کہ عنقریب اس جہان سے وہاں پلٹ جائے گا یہ اشارہ ہے مبداء اور معاد اور ان کے درمیان جو کچھ ہے، کے احوال اور علم کی طرف

اور اس کی طرف نظر اور نگاہ حقیقی ہے اور اس پر اعتبار بھی حقیقت ہے۔

جیسے امیر المومنین علیہ السلام کی روایت کے مطابق کہ انہوں نے فرمایا:

خدا رحمت کرے اس بندے پر جو اپنے نفس کا حساب کرتا ہے اور اپنی قبر کی صلاحیت پیدا کرتا ہے اور جانتا ہے کہ کہاں سے ہے اور کس جگہ پر ہے اور کہاں جائے گا۔

الرمس: یعنی قبر

تحقیق:

حدیث مرسل ہے۔[1] لیکن ارسال قادح نہیں ہے کیونکہ احمد بن محمد قمی ہے۔ (واللہ اعلم)

27/27　الکافی، ۱/۲۴/۲۵/۱ علی بن محمد عن سهل عن إسماعيل بن مهران عَنْ بَعْضِ رِجَالِهِ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: اَلْعَقْلُ دَلِيلُ اَلْمُؤْمِنِ.

(ترجمہ) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: عقل مومن کی رہنما اور دلیل ہے۔[2]

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔[3] لیکن میرے نزدیک حدیث مرسل ہے (واللہ اعلم)

28/28　الکافی، ۱/۲۵/۲۵/۱ الاثنان عن الوشاء عن حماد بن عثمان عن السری بن خالد عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: يَا عَلِيُّ لاَ فَقْرَ أَشَدُّ مِنَ اَلْجَهْلِ وَ لاَ مَالَ أَعْوَدُ مِنَ اَلْعَقْلِ.

(ترجمہ) السری بن خالد نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جہالت سے بڑھ کر محتاجی نہیں اور عقل سے زیادہ مفید تر کوئی چیز نہیں۔[4]

---

[1] مرآۃ العقول: ۱/ ۸۳

[2] وسائل الشیعہ: ۱۵/ ۲۰۷؛ کنز الفوائد: ۱/ ۱۹۹؛ اثبات الھداۃ: ۱/ ۴۳

[3] مرآۃ العقول: ۱/ ۸۴

[4] التوحید: ۳۷۵؛ بحار الانوار: ۷۴/ ۶۱ و ۴۰۱؛ کشف الغمہ: ۱/ ۸۴ ۳؛ من لا یحضرہ الفقیہ: ۴/ ۳۵۲؛ وسائل الشیعہ: ۱۵/ ۲۰۷؛ شہاب الاخبار: ۱/ ۳۴۰

بیان:

"أعود"

زیادہ فائدہ مند۔عائدہ سے ہے اُعود

اور یہ منفعت اور فائدہ ہے

اور اس کی دلیل یہ ہے کہ بتحقیق، شخص نیکیوں اور منافع تک پہنچتا ہے عقل کے ذریعے اور ان فوائد تک پہنچتا ہے عقل کے ذریعے جو حاصل نہیں ہوتے مال کے ساتھ

اور جہل کے ساتھ وہ چیزیں کھودیتا ہے جو فقر اور غربت کے ساتھ نہیں کھوئی جاتیں ہیں اور عقل کے ساتھ مال تک پہنچنا بھی ممکن ہے اور مال کے ساتھ عقل تک پہنچنا ممکن نہیں ہے

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف علی المشہور ہے۔[1] لیکن میرے نزدیک حدیث صحیح ہے کیونکہ معلی بن محمد نجاشی کے علاوہ عندالتحقیق ثقہ ثابت۔ (واللہ اعلم)

29/29 الکافی،۱/۲۶/۲۷/۱ العدة عن أحمد عن النهدی عَنِ اَلْحُسَيْنِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَمَّارٍ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ اَلرَّجُلُ آتِيهِ وَ أُكَلِّمُهُ بِبَعْضِ كَلاَمِي فَيَعْرِفُهُ كُلَّهُ وَ مِنْهُمْ مَنْ آتِيهِ فَأُكَلِّمُهُ بِالْكَلاَمِ فَيَسْتَوْفِي كَلاَمِي كُلَّهُ ثُمَّ يَرُدُّهُ عَلَيَّ كَمَا كَلَّمْتُهُ وَ مِنْهُمْ مَنْ آتِيهِ فَأُكَلِّمُهُ فَيَقُولُ أَعِدْ عَلَيَّ فَقَالَ يَا إِسْحَاقُ وَ مَا تَدْرِي لِمَ هَذَا قُلْتُ لاَ قَالَ اَلَّذِي تُكَلِّمُهُ بِبَعْضِ كَلاَمِكَ فَيَعْرِفُهُ كُلَّهُ فَذَاكَ مَنْ عُجِنَتْ نُطْفَتُهُ بِعَقْلِهِ وَ أَمَّا اَلَّذِي تُكَلِّمُهُ فَيَسْتَوْفِي كَلاَمَكَ ثُمَّ يُجِيبُكَ عَلَى كَلاَمِكَ فَذَاكَ اَلَّذِي رُكِّبَ عَقْلُهُ فِيهِ فِي بَطْنِ أُمِّهِ وَ أَمَّا اَلَّذِي تُكَلِّمُهُ بِالْكَلاَمِ فَيَقُولُ أَعِدْ عَلَيَّ فَذَاكَ اَلَّذِي رُكِّبَ عَقْلُهُ فِيهِ بَعْدَ مَا كَبِرَ فَهُوَ يَقُولُ لَكَ أَعِدْ عَلَيَّ.

(ترجمہ) اسحاق بن عمار سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: یہ کیا بات ہے کہ میں ایک شخص کے پاس آتا ہوں اور اس سے تھوڑا سا کلام کرتا ہوں تو وہ میرے کل کلام کا مطلب سمجھ جاتا ہے اور بیان کردیتا ہے جو کچھ میں نے اس سے بیان کیا اور دوسرا وہ ہے کہ جب میں اس سے پوری بات بیان کردیتا ہوں تب سمجھتا ہے اور تیسرا وہ ہے کہ جب میں اس سے بیان کرتا ہوں تو وہ اعادہ چاہتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جو بعض کلام سے پوری بات سمجھ جاتا ہے تو وہ وہ ہے جس کے نطفہ میں عقل خمیر ہے اور دوسرا وہ

[1] مرآۃ العقول:۱/۸۴

ہے جس کو عقل ملی ہے بطن مادر میں اور تیسرا وہ ہے جس کو بڑا ہونے پر عقل ملی ہے۔ [1]

بیان:

"ثم یردہ علی کما کلمتہ"

یعنی: وہ جواب دیتا تھا پلٹ کر کہتا تھا جیسے اس نے سنا اور ریا دکیا ان الفاظ اور معانی کو

"عجنت نطفتہ بعقلہ"

یعنی: مخلوط ہے اس کے بدن کا مادہ عقل کے نور کے ساتھ جب وہ نطفہ تھا برابر اعتدال کے ساتھ

"رکب عقلہ فیہ"

یعنی: عقل نے اس میں تاثیر کی

"فی بطن امہ"

ماں کے پیٹ میں اس کے بدن کے مادے کے وسیلے سے لطافت اور کثافت اعتدال اور اس خارج ہونے میں

"بعدما کبر"

اس کے بدن کے مادے کی کثافت کی وجہ سے اور اس کے اس اعتدال سے دور ہونے کی وجہ سے جو عقل کے اثر کو قرب میں قبول کرنے سے مانع ہوا۔

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے [2] لیکن میرے نزدیک حدیث حسن یا صحیح ہے کیونکہ تحقیق سے ثابت ہے کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ (واللہ اعلم)

30/30 الکافی،۱/۲۶/۲۸/۱ العدۃ عن أحمد عَنْ بَعْضِ مَنْ رَفَعَهُ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: إِذَا رَأَيْتُمُ اَلرَّجُلَ كَثِيرَ اَلصَّلاَةِ كَثِيرَ اَلصِّيَامِ فَلاَ تُبَاهُوا بِهِ حَتَّى تَنْظُرُوا كَيْفَ عَقْلُهُ.

(ترجمہ) امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم کسی کو زیادہ نماز پڑھتا اور زیادہ روزے رکھتا دیکھو تو اس پر فخر نہ کرو جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ اس کی عقل کیسی ہے۔ [3]

---

[1] علل الشرائع:۱/۱۰۲، بحارالانوار:۱/۹۷

[2] مراۃ العقول:۱/۸۵

[3] کنز الفوائد:۱/۱۹۹

بیان:

المباہات یعنی مفاخرہ

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے [1] لیکن قمی نے اپنے بعض اصحاب کی طرف مرفوع روایت کی ہے اس لیے مرسل مرفوع ہوگی اور یہ معتبر نہیں ہے (واللہ اعلم)

31/31 الکافی،۱/۲۶/۲۹/۱ بعض أصحابنا رفعه عن مفضل بن عمر عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: يَا مُفَضَّلُ لاَ يُفْلِحُ مَنْ لاَ يَعْقِلُ وَ لاَ يَعْقِلُ مَنْ لاَ يَعْلَمُ وَ سَوْفَ يَنْجُبُ مَنْ يَفْهَمُ وَ يَظْفَرُ مَنْ يَحْلُمُ وَ اَلْعِلْمُ جُنَّةٌ وَ اَلصِّدْقُ عِزٌّ وَ اَلْجَهْلُ ذُلٌّ وَ اَلْفَهْمُ مَجْدٌ وَ اَلْجُودُ نُجْحٌ وَ حُسْنُ اَلْخُلُقِ مَجْلَبَةٌ لِلْمَوَدَّةِ وَ اَلْعَالِمُ بِزَمَانِهِ لاَ تَهْجُمُ عَلَيْهِ اَللَّوَابِسُ وَ اَلْحَزْمُ مَسَاءَةُ اَلظَّنِّ وَ بَيْنَ اَلْمَرْءِ وَ اَلْحِكْمَةِ نِعْمَةُ اَلْعَالِمِ وَ اَلْجَاهِلُ شَقِيٌّ بَيْنَهُمَا وَ اَللَّهُ وَلِيُّ مَنْ عَرَفَهُ وَ عَدُوُّ مَنْ تَكَلَّفَهُ وَ اَلْعَاقِلُ غَفُورٌ وَ اَلْجَاهِلُ خَتُورٌ وَ إِنْ شِئْتَ أَنْ تُكْرَمَ فَلِنْ وَ إِنْ شِئْتَ أَنْ تُهَانَ فَاخْشُنْ وَ مَنْ كَرُمَ أَصْلُهُ لاَنَ قَلْبُهُ وَ مَنْ خَشُنَ عُنْصُرُهُ غَلُظَ كَبِدُهُ وَ مَنْ فَرَّطَ تَوَرَّطَ وَ مَنْ خَافَ اَلْعَاقِبَةَ تَثَبَّتَ عَنِ اَلتَّوَغُّلِ فِيمَا لاَ يَعْلَمُ وَ مَنْ هَجَمَ عَلَى أَمْرٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ جَدَعَ أَنْفَ نَفْسِهِ وَ مَنْ لَمْ يَعْلَمْ لَمْ يَفْهَمْ وَ مَنْ لَمْ يَفْهَمْ لَمْ يَسْلَمْ وَ مَنْ لَمْ يَسْلَمْ لَمْ يُكْرَمْ وَ مَنْ لَمْ يُكْرَمْ يُهْضَمْ وَ مَنْ يُهْضَمْ كَانَ أَلْوَمَ وَ مَنْ كَانَ كَذَلِكَ كَانَ أَحْرَى أَنْ يَنْدَمَ.

(ترجمہ) مفضل بن عمر نے حضرت امام ابوعبداللہ علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جس کے پاس عقل نہیں ہے وہ کامیاب نہیں ہوگا اور جس کے پاس علم نہیں اس کے پاس عقل بھی نہیں ہے۔ جو فہم رکھتا ہے وہ عنقریب شرافت حاصل کرے گا اور جو حلیم و بردبار ہے وہ کامیاب ہے علم ڈھال ہے اور سچ عزت ہے۔ جہل ذلت و رسوائی ہے۔ فہم بزرگی ہے اور سخاوت مال کے ذریعے باعث نجات ہے اور اچھا اخلاق محبت کو کھینچتا ہے۔

زمانے کا عالم وہ ہوگا جس پر شیطانی وسواس غالب نہ آئیں اور پختہ کاری یہ ہے کہ برے خیالات اس پر غالب نہ آئیں۔ انسان اور حکمت کے درمیان عالم نعمت ہے اور ان دونوں کے درمیان جہالت بدبختی ہے جو اللہ کی معرفت رکھتا ہے اللہ اس کا ولی ہے اور جو اس کی معرفت حاصل نہیں کرتا ہے اس کا دشمن ہے عاقل بخشنے والا اور

[1] مراۃ العقول:۱/۸۵

جاہل دھوکہ باز ہوتا ہے۔ اگر تو چاہتا ہے کہ لوگوں کے ہاں مکرم اور عزت دار ہو جائے تو اپنے اندر نرمی پیدا کرو اور اگر تو چاہتا ہے کہ لوگ تجھے حقیر قرار دیں تو اپنے اندر سختی پیدا کرو۔ جس کی نسل میں کرم ہوگا۔ وہ نرم مزاج ہوگا اور جو بد ذات ہوگا اس کا دل سخت ہوگا اور جو تفریط کرتا ہے وہ ہلاک ہو جاتا ہے اور جو آخرت کا خوف رکھتا ہے وہ اس میں مشغول نہیں ہوگا جس کے بارے میں جانتا نہ ہو اور جو بغیر علم کے کسی معاملہ کے داخل ہو جاتا ہے وہ رسوا ہو جاتا ہے۔ جو جانتا نہیں وہ سمجھتا نہیں ہے اور جو سمجھتا نہیں وہ محفوظ نہیں رہتا اور جو سالم و محفوظ نہیں رہتا ہے وہ مکرم و عزت دار نہیں رہتا اور جو عزت و اکرام نہیں رکھتا وہ ظالم و غاصب ہوتا ہے اور جو ایسا ہو اس کی دنیا میں ملامت ہوتی ہے اور جس کی دنیا میں ملامت ہو وہ آخرت میں پشیمان ہوتا ہے۔ [1]

بیان:

"الفلاح"
یعنی: مطلوب تک پہنچنے میں کامیابی نجات اور بقا
اور عقل منفی سے مراد عقل مکتسب ہے

"والنجابة"
یعنی لذتوں میں کرامت

"والحلم"
یعنی: صبر

و "الجنة" جیم کے ضمے کے ساتھ
یعنی: ڈھال، جس سے حفاظت کی جائے

"والمجد"
یعنی کرم

"والنجح" نون پر پیش کے ساتھ
یعنی: حوائج اور مطلوب چیزوں میں کامیابی

"والجبلة" میم پر کسرے کے ساتھ اسم آلہ ہے اور اس کے مصدر ہونے کا بھی احتمال ہے

العالم بزمانه"

[1] وسائل الشیعہ: ۲۷/ ۱۵۵

یعنی: اپنے زمانے کے اور ہم عصر لوگوں کے اطوار اور عادات اور رسموں سے واقف

"لا تهجم عليه اللوابس"

یعنی: غلطیوں اور شبہات میں نہ پھنسے بلکہ ان میں احتیاط اور تدبیر کے ساتھ چلے

"والحزم مساءة الظن"

حزم یعنی: امر کے احکام کا ثقہ سے اخذ کرنا

اور المساءۃ، مصدر میمی ہے

اور مساءۃ الظن سے مراد ایسی عقلی تجویز ہے جس کے ذریعے احتیاط سے چلے نہ کہ فساد کرنے کا معتقد ہو یا غلط لہجے میں بات کرے کیونکہ یہ مذموم ہیں بلکہ انسان کو مخلوق پر حسن ظن کرنا چاہیئے

"بین المرء والحکمۃ نعمۃ العالم" نعمۃ نون کے فتح کے ساتھ

یعنی: وہ واسطہ جو کسی شخص کو حکمت تک پہنچائے یعنی وہ واسطہ جس کے علم کے ساتھ جب شخص اس کو دیکھے تو وہ حکمت کو حاصل کرنے کی طرف متوجہ ہو۔

اور نعمۃ کا العالم کی طرف اضافہ اضافہ بیانیہ ہے یعنی وہ عالم جو نعمت ہے پروردگار کی طرف سے جو لوگوں کو حکمت تک پہنچاتا ہے اس کی تعلیم کے ساتھ۔

"والجاهل شقي بينهما"

یعنی: جاہل کے لیے شقاوت ہے جو حاصل ہوتی ہے شخص اور حکمت کے درمیان سے یا متعلم اور عالم کے درمیان سے اور یہ اس لیے ہے کہ وہ اپنے آپ کو تھکاتا ہے حسد کر کے یا کسی چیز کے فوت ہونے کی حسرت کے ساتھ یا پھر اس چیز کی تحصیل میں کوشش کرتا ہے جس کے سمجھنے کی اس میں قابلیت نہیں ہے۔

ہمارے استاد صدر المحققین طاب ثراہ نے کہا:

شاید اس سے مراد یہ ہو کہ بتحقیق حکیم مرد عقل کی دولت سے اور اس کے بلوغ کی وجہ سے حکمت کے مراتب کو جانتا ہے اور علم کی نعمت اور علماء کی نعمتوں سے متنعم ہوتا ہے وہ علوم کی غذا کی نعمتوں کو جاری رکھتا ہے اور معارف کے پھل سے نعمت حاصل کرتا ہے بتحقیق خداوند عزوجل کی معرفت ایک باغ ہے جس میں چشمے جاری ہیں اور پھل دار درخت آباد ہیں بلکہ وہ ایسا باغ ہے جس کا فاصلہ زمین و آسمان کے جتنا ہے اور جاہل شخص اپنے امر کی ابتدا سے اپنی عمر کی انتہا تک ایک وسیع شقاوت میں اور طولانی امیدوں میں اور تنگ سینے اور بے روزگاری اور قیامت کے دن تک دل کی ظلمت میں گرفتار رہتا ہے اس نتیجے میں دردناک عذاب کا شکار ہو جاتا ہے

"ولی من عرفه"

الولی: یعنی القریب، محب، اور وہ معرفت جو قرب اور محبت تک پہنچائے

"وعدو من تکلفه"

یعنی: عرفان اور بناوٹی عرفان کا مکلف جو ذاتی طور پر بہت خبیث اور بہت دور رہے حق سے جو جاہل محض ہے اور جبکہ نفاق کفر سے بہت برا ہے

"والعاقل غفور"

عاقل رحمت اور مغفرت کے منبع سے قریب ہونے کی خاطر مغفور ہے

"والجاهل ختور"

یعنی: جاہل غدار ہے بہت زیادہ فریب کار دھوکے باز ہے مکر اور دھوکے بازوں کے معدن کے ساتھ رہنے اور ان کے قریب ہونے کی وجہ سے

بعض نسخوں میں ختور کی جگہ خشور آیا ہے جو کہ رقت کا ضد ہے۔

"من خشن عنصره"

عنصر یعنی: اس کا اصل اور نسب اور طینت

"غلظ کبده"

کیونکہ تمام بدن اپنے ارواح کے پیرو کار ہیں اور ارواح معدن ہیں سونے اور چاندی کے معدن کی طرح

اور کبد سے مراد بدنی طاقت ہے کیونکہ کبد قوت کا منبع ہیں اور بتحقیق قلب کی جگہ کبد کو ذکر کیا اس لیے کہ جاہل کے پاس قلب نہیں ہوتا اور بتحقیق قلب اطلاق کرتا ہے معرفت اور ایمان کے مقام پر

جیسے خداوند کا فرمان ہے کہ: آیت:

بتحقیق اس میں تذکر ہے اس شخص کے لیے جس کے پاس دل وقلب ہے (یعنی عقل ہے) (ق:۳۷)

"ومن فرط تورط"

یعنی: جو شخص خیر اور نجات کے طلب کرنے میں کوتاہی کرے گا وہ ہلاکت اور شر کی وادیوں میں پھنس جائے گا۔

"والتوغل"

کسی چیز میں داخل کرنا یا ہونا

"والجدع"

جیم کے ساتھ یا نقطے کے بغیر

یعنی: ناک کا کٹنا، یہ کنایہ ہے رسوائی اور ذلالت سے

"و من لم یعلم لم یفهم "

یعنی: جو شخص کسی چیز کا علم نہ رکھتا ہو تو وہ حق کو باطل سے جدا نہیں کر سکے گا اور اپنے آپ کو باطل چیزوں میں مرتکب ہونے سے نہیں بچا پائے گا۔

'' والهضم '' ھا کے کسرے کے ساتھ یعنی ظلم

اور بعض نسخوں میں الهضم کی جگہ " تهضم " آیا ہے باب تفعل سے

اور حدیث کے آخری حصے کا ماحصل یہ ہے کہ: جو شخص اہل علم و معرفت نہ ہوگا تو وہ لئیم اور اہل عیب ہوگا اس لئے وہ لوگوں میں واضح تر پشیمان اور نادم ہوگا۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف المشہور ہے۔[1] لیکن مفضل ثقہ ثابت ہے لہٰذا حدیث مرفوع ہوگی اور آقا کلینی کے بعض اصحاب واضح ہوں تو یہ مضر نہیں ہوگا۔(واللہ اعلم)

32/32 الکافی،۱/۳۰/۲۷/۱ محمد رَفَعَهُ قَالَ قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ: مَنِ اسْتَحْكَمَتْ لِي فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْ خِصَالِ الْخَيْرِ احْتَمَلْتُهُ عَلَيْهَا وَ اغْتَفَرْتُ فَقْدَ مَا سِوَاهَا وَ لاَ أَغْتَفِرُ فَقْدَ عَقْلٍ وَ لاَ دِينٍ لِأَنَّ مُفَارَقَةَ الدِّينِ مُفَارَقَةُ الْأَمْنِ فَلاَ يَتَهَنَّأُ بِحَيَاةٍ مَعَ مَخَافَةٍ وَ فَقْدُ الْعَقْلِ فَقْدُ الْحَيَاةِ وَ لاَ يُقَاسُ إِلاَّ بِالْأَمْوَاتِ.

(ترجمہ) امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: جس شخص میں نیک خصلتوں میں سے ایک خصلت بھی پاؤں گا تو اس کو اپنے شیعوں میں شمار کرلوں گا اس ایک خصلت کی وجہ سے اور معاف کردوں گا۔ لیکن بے عقلی اور بے دینی کو کبھی معاف نہیں کروں گا کیونکہ دین سے مفارقت خوف ہے اور اس خوف کے ساتھ زندگی خوش گوار نہیں رہتی اور عقل کا نہ ہونا زندگی کا نہ ہونا ہے جس کا قیاس مردوں پر کرنا چاہیے۔[2]

بیان:

"استحکمت لی"

[1] مراۃ العقول ۱/۹۱

[2] بحار الانوار ۷۵/۵۹؛ تحف العقول: ۲۱۹

یعنی: اپنی ذات میں ایسا ان کے لیے ثابت ہو کہ اخلاق کے اعتبار سے اس کا ہو جائے اور اس میں ملکہ پیدا ہو جائے

"خصلة"

کوئی بھی ایک خصلت پیدا کرے

"من خصال الخیر"

عقل کے لشکر میں سے خصلتیں پیدا کرے جن پچھتر خصلتوں کا ذکر گزرا ان میں سے جیسے فہم اور سخا اور حسن خلق

"احتملته علیها"

اس دنیا میں ان خصلتوں پر رحمت کی اور قبول کیا اور اس کی شفاعت کی اور آخرت میں جہنم کا عذاب نہیں ہونے دوں گا۔

"واغتفرت فقد ما سواها"

"ماسواھا" یعنی مگر عقل اور دین فاقد ہوا

تحقیق ان میں سے اگر کوئی چیز فاقد ہو جائے تو وہ بخشا نہیں جائے گا اور اگر چہ اس کے ساتھ متحقق ہوں ہزار نیکیاں کیونکہ ان میں سے ایک اس امن کے مقام پر ہے جس کے بغیر حیات مہیا نہیں اور ان میں دوسری حیات کی منزلت پر جس کو اگر کھو یا جائے تو وہ اموات میں شمار ہو گا اور یہ اس لیے ہے کہ جس کے لیے دین نہ ہو تو وہ اللہ کی طرف سے ہمیشہ نقمت کے نازل ہونے کے خوف میں ہو گا کیونکہ اس کو یقین اور معرفت نہیں ہو گی تو بے فیض خوف کا شکار ہو گا اور جس کے پاس عقل نہ ہو تو وہ ہمیشہ ان چیزوں میں پھنسے گا جو منفعت سے زیادہ ضرر کے قریب ہیں تو بس اس کی حیات، حیات نہ ہونے جیسی ہے اور مقایسہ نہیں ہو گا سوا اموات کے ساتھ۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے۔ [1] لیکن میرے نزدیک مرفوع ہے اور قوی کی وجہ سے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (واللہ علم)

33/33 الکافی، ۱/۳۱/۲۷/۱ علی عن موسی بن إبراهیم المحاربی عن الحسن بن موسی عن موسی بن عبد الله عن میمون بن علی عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ قَالَ أَمِيرُ اَلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ : إِعْجَابُ اَلْمَرْءِ بِنَفْسِهِ دَلِيلٌ عَلَى ضَعْفِ عَقْلِهِ.

(ترجمہ) امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: انسان کا اپنے نفس پر مغرور رہنا اس کے کم عقل

[1] مرآۃ العقول: ۱/ ۹۲

ہونے کی دلیل ہے۔ (۱)

بیان:

"اعجاب المرء بنفسه"

یعنی وہ اپنے آپ میں جو کمال، علم کے یا عمل یا مال وغیرہ کے اعتبار سے دیکھے گا اس میں خود کو عظیم سمجھے گا خدا کو بھولنے کے ساتھ اور اس کا منشأ بصیرت کا کم ہونا ہے اور اس کا اپنے نفس کے حال سے کم علم ہونا ہے اور عاقبت کا مبہم ہونا اور اس کا اضطرار اور ذلت اس کے پروردگار کے سامنے ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے۔ (۲)

34/34 الکافی، ۱/۲۸/۳۳/۱ علی بن محمد عن البرقی عن أَبِيهِ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِنَا عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: لَيْسَ بَيْنَ الْإِيمَانِ وَ الْكُفْرِ إِلاَّ قِلَّةُ الْعَقْلِ قِيلَ وَ كَيْفَ ذَاكَ يَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ قَالَ إِنَّ الْعَبْدَ يَرْفَعُ رَغْبَتَهُ إِلَى مَخْلُوقٍ فَلَوْ أَخْلَصَ نِيَّتَهُ لِلَّهِ لَأَتَاهُ الَّذِي يُرِيدُ فِي أَسْرَعَ مِنْ ذَلِكَ.

(ترجمہ) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: کفر اور ایمان کے درمیان فرق کم عقلی ہے۔

لوگوں نے پوچھا: یہ کیسے ہے یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟

آپؑ نے فرمایا: کبھی بندہ اپنی حاجت کو دوسرے بندے کی طرف لے جاتا ہے پس اگر اس امر میں اس کی نیت خالص ہوتی ہے اور اللہ کی طرف اس کی رجوع باقی رہتی ہے تو اللہ جلد اس کی حاجت کو بر لاتا ہے۔ (۳)

بیان:

"الا قلة العقل"

یعنی: بتحقیق ایمان اور کفر دونوں عقل کے نور سے اور جہل کی ظلمت اور تاریکی سے ہیں

"ان العبد"

یہ مولا علیہ السلام کی ضرب المثل ہے سائل کے سمجھانے کی خاطر اور اس کے معنی یہ ہے کہ بتحقیق عقل کا کم ہونا انسان کو

---

(۱) بحار الانوار: ۱/ ۱۶۱؛ وسائل الشیعہ: ۱/ ۱۰۰؛ کنز الفوائد: ۱/ ۲۰۰

(۲) مرآۃ العقول: ۱/ ۹۳

(۳) المحاسن: ۱/ ۲۵۴، وسائل الشیعہ: ۱/ ۶۱، بحار الانوار: ۶۹/ ۲۹۹؛ جامع احادیث الشیعہ: ۱/ ۳۷۴

اپنی حاجت روائی کے لیے مخلوق کے پاس پیش کرتا ہے اور وہ خداوند سے منہ پھیرتا ہے اور یہ ایسا شرک ہے جو کفر کی اقسام میں سے ہے اور اس میں ایک قسم کی تنبیہ ہے کہ جب بھی کسی بندے سے کوئی معصیت اور کمی یا کفر ہو یہ عقل کی کمی کی وجہ سے ہے بس اگر انسان اپنی نیت کو خدا کے لیے خالص کرے یعنی وہ یقین کرے اور ایمان لائے کہ وجود میں کوئی بھی موثر نہیں اور کوئی بھی جود و کرم نہیں کرتا سوائے خداوند متعال کے تو وہ کبھی بھی مخلوق سے حاجت طلب نہیں کرے گا بلکہ وہ اپنی حاجت خدا سے مانگے گا جو سریع ترین وقت میں پوری ہو جائے گی۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے۔[1]

35/35 الکافی،۱/۲۸/۳۴/۱ العدۃ عن سھل عن الدھقان عن أحمد بن عمر الحلبی عَنْ یَحْیَی بْنِ عِمْرَانَ عَنْ أَبِی عَبْدِ اَللَّهِ عَلَیْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ کَانَ أَمِیرُ اَلْمُؤْمِنِینَ عَلَیْهِ اَلسَّلاَمُ یَقُولُ: بِالْعَقْلِ اُسْتُخْرِجَ غَوْرُ اَلْحِکْمَةِ وَ بِالْحِکْمَةِ اُسْتُخْرِجَ غَوْرُ اَلْعَقْلِ وَ بِحُسْنِ اَلسِّیَاسَةِ یَکُونُ اَلْأَدَبُ اَلصَّالِحُ قَالَ وَ کَانَ یَقُولُ اَلتَّفَکُّرُ حَیَاةُ قَلْبِ اَلْبَصِیرِ کَمَا یَمْشِی اَلْمَاشِی فِی اَلظُّلُمَاتِ بِالنُّورِ بِحُسْنِ اَلتَّخَلُّصِ وَ قِلَّةِ اَلتَّرَبُّصِ.

(ترجمہ) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: عقل سے حکمت حاصل ہوتی ہے اور حکمت سے عقل اور اچھی سیاست سے انسان نیک اور صالح ادب کا مالک بنتا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ تفکر عقل مند کے قلب کی حیات ہے جیسے ایک راہ چلنے والا تاریکی میں نور کی مدد سے چلتا ہے ایک اچھے اخلاق کے ساتھ اور بغیر رکاوٹ کے۔[2]

بیان:

"بالعقل"
یعنی: عقل نظری اور عملی کو ایک ساتھ استعمال کرنا
"استخرج غور الحکمة"
یعنی: معارف حکمیہ اور علوم الٰہیہ کے راز
"و بالحکمة استخرج غور العقل"

[1] مراۃ العقول: ۱/ ۹۵
[2] منیۃ المرید: ۱۴۸

یعنی: خارج کیاجا تا ہے نفس کو بالقوۃ سے بالفعل کے مرحلے کی طرف اور رباب عقل اور معقول میں اور رتا دیب اور آداب صالحہ میں اور نیک اخلاق والے صفات پیدا کرنے میں نقص سے کمال کی طرف، حقائق عقلیہ کے ادراک اور معارف حکمیہ کے ساتھ تب جا کر عقل بالفعل کامل ہوتا ہے اور غور العقل سے بھی یہی مراد ہے یعنی اس کی انتہا اور اس کا بلند کمال

اور مطلب یہی ہے کہ عقل کا ہر مرتبہ حکمت کے مرتبے تک پہنچنے کی صلاحیت چاہتا ہے جب نفس کو یہ مرحلہ حاصل ہوا تو اس کو عقل کے دوسرے بلند مرحلے کے فیض کی صلاحیت دے گا اور اسی طرح اس کے درجے بڑھتے جائیں گے یہاں تک کہ بلندی کی انتہا تک پہنچے اور ان میں سے ہر درجہ دوسرے غور اور بلندی کی طرف پہنچا تا ہے۔

"بحسن السیٰاسۃ"

یعنی: عقل عملی کے استعمال اور اخلاق کی تہذیب کے ساتھ پھر سیاست کرنے والا خارج سے ہی کیوں نہ ہو جیسے بادشاہ یا داخل سے ہو جیسے نفس کی اچھی تدبیر

"التفکر حیاۃ قلب البصیر"

یہ اشارہ ہے حکمت کے اور عالم ملکوت میں سیر کے خارج کرنے کی کیفیت کی طرف

"بحسن التخلص"

اچھے تخلص کے ساتھ یعنی: نابودی سے نجات پانا

"و قلۃ التربص"

یعنی: مطلوب تک پہنچنے میں سرعت اور جلدی

باب: علم کا حاصل کرنا فرض ہے اور اس کا شوق دلانا

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔ [1] لیکن عبید اللہ الدھقان تضعیف کے باوجود توثیق کا حامل ہے کیونکہ اس سے ثقہ روایت کرتے ہیں (واللہ اعلم)

---

[1] مرآۃ العقول: ۱/۹۵

۲۔باب فرض طلب العلم و الحث علیه

علم کی طلب کا فرض ہونا اور اس پر ترغیب

1/36 الکافی،۱/۱/۳۰/۱ علی عن أبيه عن الحسن بن أبي الحسين الفارسی عن عبد الرحمن بن زيد عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي عَبْدِ ٱللَّهِ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ قَالَ قَالَ رَسُولُ ٱللَّهِ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: طَلَبُ ٱلْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ أَلاَ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ بُغَاةَ ٱلْعِلْمِ.

ترجمہ: عبدالرحمن بن زید نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے جان لو کہ اللہ تعالیٰ علم حاصل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔[1]

بیان:

وہ علم جس کا طلب اور حاصل کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے: وہ علم ہے جس کے ذریعے انسان کی آخرت کامل ہو اور انسان محتاج ہے اس علم کا اپنے نفس کی معرفت حاصل کرنے میں اور اپنے رب کی معرفت حاصل کرنے میں اور انبیاء اور رسولوں اور حجتوں اور آیات اور قیامت کے دن کی معرفت حاصل کرنے میں اور اس عمل کی معرفت حاصل کرنے میں جو اس کو صلاحیت دے اور جو اس کو اللہ کے قریب کرے اور اس عمل کے معرفت حاصل کرنے میں جو اس کو شقی اور خدا سے دور کرے گا۔

اور اس علم کے مراتب مختلف ہوتے ہیں لوگوں کی صلاحیتوں کے مختلف ہونے کے اعتبار سے اور ایک شخص کے حالات مختلف ہونے کے اعتبار سے جو وہ دن بدن کمال حاصل کر کے مختلف بناتا ہے بس جب بھی انسان علم کا مرتبہ حاصل کرے گا تو اس پر دوسرے بڑے مرتبے کا علم حاصل کرنا واجب ہو گا وہاں تک جہاں اس کی کوئی انتہا نہیں جتنی اس کے پاس طاقت اور حوصلہ ہے۔

اس لیے مخلوق کے اعلم ہونے کے لیے کہا گیا ہے کہ: آیت: ''کہو! اے میرے پروردگار میرا علم زیادہ کر۔ (طٰہٰ: ۱۱۴)''

اور علم کے حاصل کرنے کے وقت کے لیے کہا گیا کہ ''من المهد الی اللحد'' (ماں کی گود سے قبر تک)

و ''بغاة العلم''

---

[1] بحارالانوار: ۱/ ۱۷۶؛ وسائل الشیعہ: ۲۷/ ۲۶؛ ھدایۃ الامۃ: ۱/ ۵؛ الفصول المھمہ: ۱/ ۴۶۱؛ بصائر الدرجات: ۱/ ۲؛ المحاسن: ۱/ ۲۵

یعنی: علم کے طلب کرنے والے، بغاۃ جمع ہے ''باغ'' کی جیسے ''ھداۃ'' جمع ہے ''ھاد'' اور علم کا طلب کرنے والا عرف عام میں وہ ہے جو ہمیشہ اس کے لیے مشغول ہو اس اعتبار سے کہ اس مشغول ہونے کے ساتھ مشہور ہو اور علم حاصل کرنا اس کے احوال میں شمار ہو جیسا کہ ظاہر یہی ہے

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے۔[1] لیکن حدیث مشہور مقبول ہے اور اس کا ضعف بلاضرر ہے (واللہ اعلم)

2/37 الکافی، ۱/۲/۳۰/۱ مُحَمَّدٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَلْحُسَيْنِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اَللَّهِ عَنْ عِيسَى بْنِ عَبْدِ اَللَّهِ اَلْعُمَرِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: طَلَبُ اَلْعِلْمِ فَرِيضَةٌ.

ترجمہ: عیسیٰ بن عبداللہ العمری سے روایت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: علم کا حاصل کرنا فرض ہے۔[2]

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے۔[3] لیکن حدیث کی شہرت اس کے جہل پر غالب ہے (واللہ اعلم)

3/38 الکافی، ۱/۵/۳۰/۱ العدۃ عن البرقی عن یعقوب بن یزید عن أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِنَا رَفَعَهُ قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: طَلَبُ اَلْعِلْمِ فَرِيضَةٌ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علم کا طلب کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے آگاہ ہو کہ اللہ طالبان علم کو دوست رکھتا ہے۔[4]

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے۔[5] لیکن اس کا مضمون مشہور ہے (واللہ اعلم)۔

4/39 الکافی، ۱/۵/۳۰/۱ علی عن العبیدی عن یونس عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِهِ قَالَ: سُئِلَ أَبُو اَلْحَسَنِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ هَلْ يَسَعُ اَلنَّاسَ تَرْكُ اَلْمَسْأَلَةِ عَمَّا يَحْتَاجُونَ إِلَيْهِ فَقَالَ لاَ.

---

[1] مرآۃ العقول: ۱/۹۸
[2] منیۃ المرید: ۹۹؛ وسائل الشیعہ: ۲۷/۲۵
[3] مرآۃ العقول: ۱/۹۹
[4] وسائل الشیعہ: ۲۷/۲۶؛ المحاسن: ۱/۲۲۵
[5] مرآۃ العقول: ۱/۱۰۰

(ترجمہ) یونس بن عبدالرحمٰن نے اپنے بعض ساتھیوں سے روایت کی ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے کسی نے پوچھا: کیا یہ درست ہے کہ انسان کو جس چیز کو معلوم کرنے کی ضرورت ہو اس کے متعلق سوال ترک کردے؟ آپؑ نے فرمایا: یہ جائز نہیں ہے۔[1]

بیان:

"عما یحتاجون الیه" یعنی: ان کے دین کے امور میں

بس جواب دینا مسئول کے ذمے میں ہے اگر وہ عالم ہو اور اگر عالم نہ ہو تو عالم کا ذمہ ہے

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے۔[2]

5/40 الکافی،۱/۳۰/۲/۱ علی بن محمد و غیرہ عن سهل و محمد عن ابن عیسی جمیعاً عن السراد عن هشام بن سالم عن أبي حمزة عن أبي إسحاق السبیعي عَمَّنْ حَدَّثَهُ قَالَ سَمِعْتُ أَمِيرَ اَلْمُؤْمِنِينَ يَقُولُ: أَيُّهَا اَلنَّاسُ اِعْلَمُوا أَنَّ كَمَالَ اَلدِّينِ طَلَبُ اَلْعِلْمِ وَ اَلْعَمَلُ بِهِ أَلاَ وَ إِنَّ طَلَبَ اَلْعِلْمِ أَوْجَبُ عَلَيْكُمْ مِنْ طَلَبِ اَلْمَالِ إِنَّ اَلْمَالَ مَقْسُومٌ مَضْمُونٌ لَكُمْ قَدْ قَسَمَهُ عَادِلٌ بَيْنَكُمْ وَ ضَمِنَهُ وَ سَيَفِي لَكُمْ وَ اَلْعِلْمُ مَخْزُونٌ عِنْدَ أَهْلِهِ وَ قَدْ أُمِرْتُمْ بِطَلَبِهِ مِنْ أَهْلِهِ فَاطْلُبُوهُ.

(ترجمہ) ابو اسحاق سبیعی سے روایت ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: اے لوگو! سمجھ لو کہ کمالِ دین، طلب علم اور اس پر عمل کرنے میں ہے۔ آگاہ ہو کہ علم کا طلب کرنا تمہارے لیے مال کے طلب کرنے سے زیادہ واجب ہے کیونکہ مال تمہارے لیے تقسیم شدہ ہے اور خدا اس کا ضامن ہے (یعنی رزق کا) وہ تم تک ضرور پہنچے گا اور علم محفوظ ہے اس کے اہل کے پاس اور اس کے اہل سے اس کی طلب کا تم کو حکم دیا گیا ہے۔[3]

بیان:

"مقسوم" یہ اشارہ ہے خدا کے قول کی طرف کہ فرمایا: آیت: "ہم نے تقسیم کیا ہے ان کے درمیان ان کی معیشت کو دنیا کی زندگی میں۔ (الزخرف:۳۲)۔"

[1] الفصول المہمہ:۱/۳۶۲؛ المحاسن:۱/۲۲۵؛ وسائل الشیعہ:۲۷/۶۸؛ ھدایۃ الامۃ:۱/۵؛ بحارالانوار:۱/۱۷۶

[2] مرآۃ العقول:۱/۹۹

[3] وسائل الشیعہ:۲۷/۲۴؛ منیۃ المرید:۱۰۹؛ اعلام الدین:۹۳؛ مشکوۃ الانوار:۱۳۸

''مضمون لکم'' یہ اشارہ ہے خدا کے قول کی طرف کہ فرمایا: زمین میں کوئی حرکت کرنے والا نہیں ہے مگر اس کا رزق اللہ پر ہے۔(ہود:٦)۔''

''عند اھلہ'' وہ اہل بیت کے علماء ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی ہیں اور وہ اللہ کے خلفاء ہیں اس کی زمین میں اور اللہ کی حجتیں ہیں اس کی مخلوق پر اس کے بعد وہ ہیں جو ان سے اخذ کرتے ہیں اور ان کے کلام کے محکمات سے فائدہ لیتے ہیں بغیر کسی تصرف اور تبدیلی کے

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے۔[1]

6/41 الکافی،۱/۳۱/۶/۱ علی بن محمد بن عبد الله عن البرقی عن عثمان عن علی بن أبی حمزة قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ: تَفَقَّهُوا فِي اَلدِّينِ فَإِنَّهُ مَنْ لَمْ يَتَفَقَّهْ مِنْكُمْ فِي اَلدِّينِ فَهُوَ أَعْرَابِيٌّ إِنَّ اَللَّهَ يَقُولُ فِي كِتَابِهِ: (لِيَتَفَقَّهُوا فِي اَلدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ).

ترجمہ: علی بن ابوحمزہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ آپؑ نے فرمایا: دین میں فقیہ بنو (یعنی احکام دین سمجھو) پس جو تم میں ایسا نہ کرے گا وہ بدو عرب کی مانند ہوگا۔ خدا قرآن میں فرماتا ہے: ''علم دین لوگ حاصل کریں اور ڈرائیں اپنی قوم کو جب وہ ان کی طرف رجوع کریں تا کہ وہ عذر کریں (التوبہ:۱۲۲)۔''[2]

بیان:

''تفقھوا فی الدین'' یعنی: علم دین میں اپنے نفسوں میں بصیرت حاصل کریں اور الفقہ قرآن اور حدیث میں اسی معنی میں ہی استعمال ہوا ہے اور الفقیہ وہ شخص ہے جو بصیرت رکھتا ہے اور علم دین سے مراد علم اخروی آخرت کا وہ کمال والا علم ہے جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا تھا کہ جس میں نفسوں کی آفتوں اور امتحانوں کی اور اعمال کے فاسد ہونے کی اور دنیا کی حقارت کے سمجھنے کی اور آخرت کی نعمتوں کی اور قلب کو خدا کا خوف دینے کی معرفت ہے جس طرح اس پر خداوند کا قول دلیل کرتا ہے کہ: آیت: ''تا کہ ڈرائیں اپنی قوم کو'' (التوبہ: ۱۲۲) اور تمام حلال اور حرام کی مہم چیزوں اور شریعت کے وہ احکام جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لائے تھے، کی معرفت ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کے اہل بیت علیہم السلام نے ان تمام محکمات کو پہنچایا کہ جن سے استنباط کیا

[1] مرآۃ العقول:۱/۹۹

[2] تفسیر کنز الدقائق:۵/۵۲۰؛ منیۃ المرید:۳۷۵؛ بحار الانوار:۱/۲۱۵؛ المحاسن:۱/۲۲۹؛ تفسیر نور الثقلین:۲/۲۸۲

جائے نہ کہ متشابہات سے استنباط کیا جائے اور اسی متشابہات کے ساتھ مسائل اور تفریعات زیادہ ہوئے جس اس پر آج قوم نے اصطلاحیں بنائی ہیں۔

اُعرابی همزے کے فتح کے ساتھ جو کہ منسوب ہے اعراب کے ساتھ جو کہ ان وادیوں میں رہتے تھے جو شہروں سے دور تھیں وہ شہروں میں دنیاوی حاجت یا کام کے سواء داخل نہیں ہوتے تھے تو اس سبب وہ جاہل رہتے تھے اور دین اور شریعت کی روشوں کو نہیں جانتے تھے خداوند متعال نے فرمایا: آیت: ''اعراب کفر اور نفاق میں شدید تھے جو کہ اللہ کی نازل کردہ حدود کو نہیں جانتے۔(التوبہ:۹۷)۔''

یعنی عوام یا عام شخص جو دین کے امر سے جاہل ہے

''المهاجر'' اور اس کے مقابلے میں مہاجر آتا ہے

اور مہاجر وہ شخص ہے جو اپنے وطن کو ترک کرتا ہے دین میں بصیرت اور رفقہ اور یقین حاصل کرنے کی وجہ سے

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف علی المشہور ہے۔[۱] لیکن میں میرے نزدیک حدیث صحیح یا معتبر ہے کیوں کہ علی بن ابوحمزہ سے ہمارے مشائخ نے اُس وقت روایات لیں جبکہ وہ واقفی نہ تھا اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس پر آئمہ علیہم السلام کی طرف سے لعنت بعد میں وارد ہوئی ہے ورنہ ہمارے مشائخ کی طرف اس بات کی نسبت دینا ممکن ہی نہیں ہے کہ اُنہوں نے ایک ایسے شخص سے روایات لے لیں جس پر آئمہ علیہم السلام کی طرف سے لعنت وارد ہو چکی ہو۔ واللہ اعلم

7/42 الكافي،۱/۷/۳۱/۱ الحسين بن محمد عن جعفر بن محمد عن القاسم بن الربيع عن مُفَضَّلِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ: عَلَيْكُمْ بِالتَّفَقُّهِ فِي دِينِ اَللَّهِ وَ لاَ تَكُونُوا أَعْرَاباً فَإِنَّهُ مَنْ لَمْ يَتَفَقَّهْ فِي دِينِ اَللَّهِ لَمْ يَنْظُرِ اَللَّهُ إِلَيْهِ يَوْمَ اَلْقِيَامَةِ وَ لَمْ يُزَكِّ لَهُ عَمَلاً.

(ترجمہ) مفضل بن عمر نے بیان کیا کہ ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: تمہارے لیے علمِ دین حاصل کرنا لازم ہے اور تم بدوعرب نہ بنو کیونکہ جو علم دین حاصل نہیں کرتے ان پر اللہ روز قیامت نظر (رحمت) نہ کرے گا اور اس کے اعمال کو اس قابل قرار نہیں دے گا کہ وہ قبول ہوں۔[۲]

بیان:

''لم ينظر الله اليه'' یعنی: اللہ اس کو لطف اور عنایت کی آنکھ اور نگاہ سے نہیں دیکھے گا کیونکہ اس کا دل

---

[۱] مرآۃ العقول:۱/۱۰۰

[۲] تفسیر کنز الدقائق:۵/۵۲۰؛ منیۃ المرید:۵۷؛ تفسیر نور الثقلین:۲/۲۵۴

تاریک ہے تو ایسا مقام خدا کی نگاہ کی صلاحیت نہیں رکھتا

''والنظر'' یہ کنایہ ہے رحمت اور محبت اور راختیار سے جس طرح اس کا ترک کرنا کنایہ ہے غضب اور کراہت سے

''لم یزك له عملا'' کیونکہ بصیرت کے بغیر عمل کرنے والا ایسے شخص کی طرح ہے جو بھٹک کر کسی راستے پر چل رہا ہو جس کا نتیجہ صرف زیادہ سفر اور دور ہونا ہے

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔[1] لیکن میرے نزدیک حدیث حسن ہے کیونکہ جعفر بن محمد بن مالک تفسیر قمی اور کامل الزیارات کا راوی ہے اور اس کی ایک کتاب بھی ہے اور ہم توثیق کو نجاشی کی تضعیف پر راجح سمجھتے ہیں اور قاسم بن ربیع بھی تفسیر قمی اور کامل الزیارات کا راوی ہے اور مفضل کے بارے میں گزر چکا ہے کہ وہ ثقہ ثابت ہے۔(واللہ اعلم)

8/43 الکافی،١/٨/١٣/١ النیسابوریان عَنِ اِبْنِ أَبِي عُمَيْرٍ عَنْ جَمِيلِ بْنِ دَرَّاجٍ عَنْ أَبَانِ بْنِ تَغْلِبَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: لَوَدِدْتُ أَنَّ أَصْحَابِي ضُرِبَتْ رُئُوسُهُمْ بِالسِّيَاطِ حَتَّى يَتَفَقَّهُوا.

(ترجمہ) ابان بن تغلب سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ میرے اصحاب کے سروں پر کوڑے مارے جائیں تا کہ وہ علم دین حاصل کریں۔[2]

بیان:

''السیاط'' یعنی تازیانے

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے لیکن صحیح کی قوت رکھتی ہے کیونکہ محمد بن اسمٰعیل مشائخ اجازہ میں سے ہیں اور ان کی جہالت کا کوئی نقصان نہیں ہے[3] اور میرے نزدیک بھی حدیث صحیح ہے۔(واللہ اعلم)

9/44 الکافی،١/٩/٣١/١ علی بن محمد عن سهل عن محمد بن عیسی عَمَّنْ رَوَاهُ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: قَالَ لَهُ رَجُلٌ جُعِلْتُ فِدَاكَ رَجُلٌ عَرَفَ هَذَا اَلْأَمْرَ لَزِمَ بَيْتَهُ وَلَمْ يَتَعَرَّفْ إِلَى أَحَدٍ مِنْ إِخْوَانِهِ قَالَ فَقَالَ كَيْفَ يَتَفَقَّهُ هَذَا فِي دِينِهِ.

---

[1] مرآۃ العقول:١/١٠١

[2] منیۃ المرید:١١٢و٣٧٥؛الفصول المہمہ:١/٦٨٥؛تفسیر کنز الدقائق:٥/٥٧٥؛مجمع البحرین:٣/٢٥٦

[3] مرآۃ العقول:١/١٠١

(ترجمہ) محمد بن عیسیٰ ایک راوی کے ذریعے سے روایت کی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کسی نے کہا: میں آپؑ پر فدا ہوں! ایک شخص ہے جس نے اس امر کو پہچان لیا ہے اور خانہ نشین ہو گیا ہے اور اپنے بھائیوں میں سے کسی سے نہیں ملتا؟ فرمایا اس کو علم کیسے حاصل ہوگا درحالانکہ علم کا دروازہ اس نے اپنے اوپر بند کرلیا۔ [1]

بیان:

ھذا الامر سے تشیع مراد ہے اور اہل بیت علیہم السلام کی معرفت مراد ہے اور حدیث میں دلالت ہے اس بات کی کہ عامی جاہل کا دین سے ناواقف ہونا یعنی ہر خیر سے خالی ہونا ہے بلکہ دین سے ہٹنا اور منہ پھیرنا حرام ہے فریضے کو فوت کرنے کی وجہ سے جو کہ تعلیم اور تفقہ ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔ [2] لیکن میرے نزدیک حدیث مرسل ہے (واللہ اعلم)

10/45 الکافی،۱/۳/۳۲/۱ الاثنان عن الوشاء عَنْ حَمَّادِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ أَبِي عَبْدِ ٱللَّهِ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ قَالَ: إِذَا أَرَادَ ٱللَّهُ بِعَبْدٍ خَيْراً فَقَّهَهُ فِي ٱلدِّينِ.

(ترجمہ) حماد بن عثمان نے روایت کی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب خدا کسی بندہ سے نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے علم دین عطا کرتا ہے۔ [3]

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف علی المشہور ہے۔ [4] لیکن میرے نزدیک حدیث صحیح ہے۔(واللہ اعلم)

11/46 الکافی،۱/۶/۳۳/۱ القمی عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ إِدْرِيسَ بْنِ ٱلْحَسَنِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ ٱلْكِنْدِيِّ عَنْ بَشِيرٍ ٱلدَّهَّانِ قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ ٱللَّهِ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ: لاَ خَيْرَ فِيمَنْ لاَ يَتَفَقَّهُ مِنْ أَصْحَابِنَا يَا بَشِيرُ إِنَّ ٱلرَّجُلَ مِنْهُمْ إِذَا لَمْ يَسْتَغْنِ بِفِقْهِهِ إِحْتَاجَ إِلَيْهِمْ فَإِذَا إِحْتَاجَ إِلَيْهِمْ أَدْخَلُوهُ فِي بَابِ ضَلاَلَتِهِمْ وَهُوَ لاَ يَعْلَمُ.

---

[1] بحارالانوار:۱/۲۰۱؛منیۃ المرید:۵۷۳؛الفصول المہمہ:۱/۶۸۲؛تفسیر کنز الدقائق:۵/۵۷۲؛وسائل الشیعہ:۱۵/۵۴۳؛تفسیر نورالثقلین:۲/۲۸۵

[2] مرأۃ العقول:۱/۱۰۲

[3] منیۃ المرید:۵۷۳؛امالی مفید:۱۵۷؛عیون الحکم والمواعظ:۱۳۲؛تنبیہ الخواطر:۲/۵۱؛نہج الفصاحۃ:۱۸۰؛اعلام الدین:۸۹؛منیۃ المرید:۱۱۲؛بحارالانوار:۱/۲۱۷؛مستدرک الوسائل:۱۱/۱۹۹؛مشکوۃ الانوار:۱۳۲

[4] مرأۃ العقول:۱/۱۰۲

(ترجمہ) بشیر الدھان (کسان) سے مروی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہمارے اصحاب میں اس کیلئے کوئی نیکی اور خیر نہیں ہے جو علم دین حاصل نہیں کرتا۔ اے بشیر! جو شخص علم دین حاصل نہیں کرتا وہ دوسروں کی طرف محتاج ہوتا ہے اور جب محتاج ہوتا ہے تو وہ اس کو گمراہی کے دروازے میں داخل کر دیتے ہیں جبکہ اسے پتہ ہی نہیں چلتا۔ [1]

بیان:

تمام جمع کی ضمیروں کا مرجع عامی ہیں، پہلی ضمیر کے سوا جس کا مرجع اصحاب ہیں۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔ [2]

12/47 الکافی،۱/۳۳۳/۲۲۲/۸ العدة عن البرقی عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِنَا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْهَيْثَمِ عَنْ زَيْدٍ أَبِي الْحَسَنِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ يَقُولُ: مَنْ كَانَتْ لَهُ حَقِيقَةٌ ثَابِتَةٌ لَمْ يَقُمْ عَلَى شُبْهَةٍ هَامِدَةٍ حَتَّى يَعْلَمَ مُنْتَهَى الْغَايَةِ وَ يَطْلُبَ الْحَادِثَ مِنَ النَّاطِقِ عَنِ الْوَارِثِ وَ بِأَيِّ شَيْءٍ جَهِلْتُمْ مَا أَنْكَرْتُمْ وَ بِأَيِّ شَيْءٍ عَرَفْتُمْ مَا أَبْصَرْتُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ.

(ترجمہ) زید ابوالحسن کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، اُنہوں نے فرمایا: جو کوئی حقیقت ثابت سے اپنی جگہ پر ایمان پر قائم ہوگا اور کسی چھپے ہوئے شبہ پر توقف کرے گا اور شبہ کی بات کے سامنے بھی اس کے ایمان میں لغزش نہ ہوگی یہاں تک کہ اس کی حد کو جان لے گا اور حقیقت کو پالے گا اور سامنے آنے والے حکم کو زبان سے کہنے والے حق کے ساتھ وارث علم گزشتوں کا ہوگا طلب کرے اور جس چیز کو نہ جانتا ہو اس چیز سے انکار کرے یعنی تم آئمہ دین کی راہنمائی سے گمراہی کے راستے سے انکار کرنے والے ہوں اور ریا مراد لوگوں کی سرزنش کیوں کہ چاپلوسی کے اثر اور سہل انگاری میں آئمہ حق کی طرف رجوع نہیں کرتے اور یہ نہ جان لے کہ اس علم کے علاوہ تم نہیں جانتے ہو اور کس چیز سے جانتے ہو اس چیز کو کہ جس کے جاننے سے تم بینا ہو جاؤ گے اگر مومن ہو۔ [3]

بیان:

''الھمود'' یعنی وہ شخص جو دین میں راسخ بنے اور یقین کی طلب میں ان تھک محنت کرے کسی دینی شبہ میں

---

[1] الفصول المھمہ: ۱/ ۶۸۵؛ وسائل الشیعہ: ۲۱/ ۲۷۷؛ منیۃ المرید: ۳۷۵؛ بحار الانوار: ۱/ ۲۲۰

[2] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۰۷

[3] میزان الحکمۃ: ۳/ ۱۸۷۱

رکے رہنے پر صبر نہ کرے بلکہ اس سے خارج ہونے کی محبت کرے یہاں تک کہ ہر چیز کی انتہا تک جائے اور ان کو جانے اور یہ جدید علم کے سیکھنے سے ہوگا جو اس کے دل سے تمام شبہات کو ختم کردے اور جدید علم وہ ہے جو نازل شدہ کتابوں اور علوم الٰہی کے وارث نبیوں اور مصطفیٰ لوگوں نے سکھایا ہے

کیا تم کو جس نے جاہل رکھا وہ تمہارا شبہات میں رہنا نہ تھا؟

اور تمہارا جہل سے راضی ہونا اور اہل علم سے علم کو طلب کرنے کو ترک کرنا نہ تھا؟

اور کیا تم نے جو جانا ہے اہل بصیرت اور اہل ایمان ہو اہل علم سے اخذ کرنے کی وجہ سے ہے؟

کس چیز نے تمہیں محفوظ کیا ہے؟

اور اس حدیث میں بہت شدید تاکید اور ترغیب ہے دین میں تفقہ کرنے پر اور یقین کو بڑھانے پر اور یہ بھی احتمال ہے کہ حدیث میں امام علیہ السلام کی معرفت کے واجب ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

اور ''الحادث'' سے مراد وہ امام ہے جو ایک ناطق امام کا وارث ہے اور اس کے بعد تشریف لایا ہے

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے۔ [1]

13/48 الکافی، ۱/۲/۲۳/۱ النیسابوریان عَنْ حَمَّادِ بْنِ عِيسَى عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ عَبْدِ اَللَّهِ عَنْ رَجُلٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ قَالَ: اَلْكَمَالُ كُلُّ اَلْكَمَالِ اَلتَّفَقُّهُ فِي اَلدِّينِ وَ اَلصَّبْرُ عَلَى اَلنَّائِبَةِ وَ تَقْدِيرُ اَلْمَعِيشَةِ.

(ترجمہ) امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: کمال نام ہے علم دین حاصل کرنے کا، مصیبت پر صبر کرنے کا اور خرچ میں میانہ روی اختیار کرنے کا۔ [2]

بیان:

''النائبة'' یعنی: تکلیف اور مصیبت

''تقدیر المعیشة'' یعنی معیشت کا معتدل اور قوی کرنا اس اعتبار سے کہ اس میں نہ اسراف ہو اور نہ انفاق اور خدا کی راہ میں دینے کی تنگی نہ ہو۔

جیسے خداوند متعال نے فرمایا: آیت:

---

[1] مرآۃ العقول: ۲۶/ ۲۰۵

[2] تحف العقول : ۲۹۲؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۲۸۵؛ بحار الانوار: ۷۵/ ۱۷۲؛ منیۃ المرید: ۳۷۶؛ جامع احادیث الشیعہ: ۲۲/ ۲۳۶؛ دعائم الاسلام: ۲/ ۲۵۵؛ مستدرک الوسائل: ۱۵/ ۲۶۳

''وہ لوگ جو جب انفاق کرتے ہیں خدا کی راہ میں دیتے ہیں اسراف نہیں کرتے اور انفاق کرنے میں تنگی نہیں کرتے ان کے درمیان اعتدال کرتے ہیں'' (الفرقان:٦٧)

اور اس روایت کے بعض الفاظ ''وحسن تقدیر المعیشۃ'' ہیں جیسے کتاب ''المعایش'' میں آئے گا۔

مجھے اپنی قسم! بتحقیق مشقت رکھنے والی تکلیفیں منحصر ہیں ان تین میں

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے۔[1]

14/49 الکافی،١/٣٣/٧/١ علی بن محمد عن سهل عن النوفلی عن السکونی عَنْ أَبِي عَبْدِ ٱللَّهِ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ عَنْ آبَائِهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ ٱللَّهِ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: لاَ خَيْرَ فِي ٱلْعَيْشِ إِلاَّ لِرَجُلَيْنِ عَالِمٍ مُطَاعٍ أَوْ مُسْتَمِعٍ وَاعٍ.

(ترجمہ) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آباؤاجداد کے ذریعے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: فقط دو افراد کی زندگی باعث خیر وبرکت ہے اور اس میں خیر ہے: وہ عالم جو اپنے علم پر عمل کرکے اطاعت گزار ہو اور وہ شخص جو علم کی بات سنتا ہے اور اس کی پیروی کرتا ہے۔[2]

بیان:

''العیش'' یعنی زندگی گزارنے میں

''الواعی'' یعنی حافظ اور جامع، حفاظت کرنے والا

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف علی المشہور ہے۔[3] لیکن میرے نزدیک حدیث موثق ہے۔ واللہ اعلم۔

---

[1] مراۃ العقول: ١/١٠٦

[2] بحار الانوار: ١/٦٧ و ١٩٥؛ روضۃ الواعظین: ١/٦؛ الخصال: ١/٤٠؛ عوالی اللئالی: ٣/٤٧؛ معدن الجواہر: ٢٥؛ کنز الفوائد: ١/٥٥؛ اعلام الدین: ١٦٩

[3] مراۃ العقول: ١/١٠٧

٣۔ باب صفة العلم

علم کی صفت

1/50 الکافی، ١/٣٢/١/١ محمد بن الحسن و علی بن محمد عن سهل عن محمد بن عیسی عن الدهقان عن درست عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الْحَمِيدِ عَنْ أَبِي الْحَسَنِ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: دَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ الْمَسْجِدَ فَإِذَا جَمَاعَةٌ قَدْ أَطَافُوا بِرَجُلٍ فَقَالَ مَا هَذَا فَقِيلَ عَلاَّمَةٌ فَقَالَ وَ مَا الْعَلاَّمَةُ فَقَالُوا لَهُ أَعْلَمُ النَّاسِ بِأَنْسَابِ الْعَرَبِ وَ وَقَائِعِهَا وَ أَيَّامِ الْجَاهِلِيَّةِ وَ الْأَشْعَارِ الْعَرَبِيَّةِ قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ ذَاكَ عِلْمٌ لاَ يَضُرُّ مَنْ جَهِلَهُ وَ لاَ يَنْفَعُ مَنْ عَلِمَهُ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ إِنَّمَا الْعِلْمُ ثَلاَثَةٌ آيَةٌ مُحْكَمَةٌ أَوْ فَرِيضَةٌ عَادِلَةٌ أَوْ سُنَّةٌ قَائِمَةٌ وَ مَا خَلاَهُنَّ فَهُوَ فَضْلٌ.

(ترجمہ) ابراہیم بن عبدالحمید سے روایت ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تھے تو لوگوں کو ایک شخص کے گرد جمع پایا۔ فرمایا: یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ علامہ ہے۔ فرمایا: کیسا علامہ؟ انھوں نے کہا: یہ انساب عرب کا سب سے بہتر جاننے والا ہے اور ان کے وقائع کا عالم ہے اور ایام جاہلیت کے اشعار عربیہ سے واقف ہے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ ایسا علم ہے کہ جس کے نہ جاننے سے کوئی نقصان نہیں اور جاننے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ پھر حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علم تین ہیں آیات محکمات کے متعلق، فریضہ عادلہ کے متعلق، اور سنتِ قائمہ کے متعلق اور جو اس کے علاوہ ہے وہ فضل الٰہی ہے۔ [1]

بیان:

''علامہ'' یعنی: زیادہ علم رکھنے والا اور اس میں ''ة'' مبالغہ کے لیے ہے۔

''لا یضر من جھله'' ان کو خبردار کیا کہ بتحقیق علم حقیقت میں وہ نہیں ہے بلکہ علم حقیقت میں وہ ہے جس کا جہل یا جس سے جاہل ہونا قیامت میں ضرر دے اور اس کا حاصل اور طلب کرنا قیامت میں منفعت بخش ہے اور علم وہ چیز نہیں جس کو عوام سراہیں اور جوان کو فناپذیر چیزوں کا شکار کر دے پھر ان کے لیے واضح بیان کیا کہ فائدہ مند علم اور جس کی تشویق کی گئی ہے شریعت میں اور وہ تین چیزوں میں محصور ہے۔

[1] وسائل الشیعه: ١٧/ ٣٢٧؛ منیة المرید: ١١٣ و ٣٦٩؛ جامع احادیث الشیعه: ٢٢/ ٥٠٨؛ الفصول المهمه: ١/ ٦٧٩؛ هدیة الامة: ١/ ٥؛ عوالی اللئالی: ٣/ ٧٩؛ بحار الانوار: ١/ ٢١١؛ امالی صدوق: ٢٦٧؛ معانی الاخبار: ١٤١؛ مشکوٰة الانوار: ١٣٧

اور جیسے محکم آیت اشارہ ہے اصول عقائد کی طرف بس بتحقیق جس کے برہان اور دلیلیں محکم آیتیں ہیں قرآن اور جہان سے اور قرآن میں کافی جگہوں پر ہے کہ (آیت:) اس میں آیات ہیں، یا آیت ہے جو ذکر کرتی ہیں مبدأ اور معاد کے دلائل کو اور فریضہ عادلہ اشارہ ہے علوم اخلاق کی طرف جس کی صفتیں عقل کے لشکروں میں سے ہیں اور اس کے دوسرے طرف والی صفتیں جہل کے لشکروں میں سے ہیں بس بتحقیق پہلی صفات جو عقل کے لشکر ہیں ان کو اپنانا ہے اور دوسری جہل کے لشکر کی چیزوں کو خود سے دور کرنا واجب ہے

اور اس کی عدالت اشارہ ہے افراط اور تفریط کے درمیان میں رہنے کی طرف اور سنت قائمہ اشارہ ہے شریعت کے احکام اور حلال اور حرام کے مسائل کی طرف اور علوم دینی کا ان تینوں میں منحصر ہونا واضح ہے اور ان تینوں فریضہ عادلہ اور سنت قائمہ اور عدالت اور اخلاق کو اس کتاب میں جمع کیا ہے اور یہ انسان کی تینوں نشاتوں کے ساتھ مطابقت رکھتے ہیں پہلی اس کے عقل کے ساتھ اور دوسری اس کے نفس کے ساتھ اور تیسری اس کے بدن کے ساتھ مطابقت رکھتی ہیں بلکہ تینوں وجودی جہان جو کہ عالم عقل اور خیال اور حس ہیں یہ بھی اس کے مطابق ہیں بس یہ زائد فضل ہے جس کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی اس میں فضیلت ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔[1] لیکن میرے نزدیک حدیث موثق ہے کیونکہ سہل ثقہ ہے اور عبیداللہ دھقان سے قمیوں نے روایت کیا ہے جو توثیق کا قرینہ ہے اگرچہ اس کی تضعیف کی گئی ہے (واللہ اعلم)

2/51 الکافی،۱/۱۱/۵۰/۱ علی عَنْ أَبِيهِ عَنِ اَلْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ اَلْمِنْقَرِيِّ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ: وَجَدْتُ عِلْمَ اَلنَّاسِ كُلَّهُ فِي أَرْبَعٍ أَوَّلُهَا أَنْ تَعْرِفَ رَبَّكَ وَ اَلثَّانِي أَنْ تَعْرِفَ مَا صَنَعَ بِكَ وَ اَلثَّالِثُ أَنْ تَعْرِفَ مَا أَرَادَ مِنْكَ وَ اَلرَّابِعُ أَنْ تَعْرِفَ مَا يُخْرِجُكَ مِنْ دِينِكَ.

(ترجمہ) سفیان بن عیینہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کو فرماتے سنا: میں نے تمام لوگوں کے علوم کو چار صورتوں میں پایا: اول وہ ہیں جو علم سے اپنے رب کی معرفت حاصل کرتے ہیں، دوسرے جو یہ معرفت حاصل کریں کہ خالق نے ان پر کون کون سے احسانات کیے ہیں، تیسرے جو یہ معرفت حاصل کریں کہ خدا ان سے کیا چاہتا ہے اور چوتھے وہ جو یہ معرفت حاصل کریں کہ وہ کون سی چیزیں ہیں جن کی وجہ سے وہ دین سے

[1] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۰۳

خارج ہو جائیں گے۔ [1]

بیان:

علم چار چیزوں میں منحصر ہے یا فقط علم ہے یا اس پر عمل ہے پہلا مبدأ اور معاد کے حالات کے ساتھ مربوط ہے اور دوسرا جس میں فضائل کو طلب کرنا اور رذائل اور برائیوں کو سمجھ کر دور کرنا ہے

یہی چار اقسام بنتی ہیں

''ان تعرف ربك'' اشارہ ہے علم کی پہلی قسم کی طرف جس میں اللہ کی ذات کی اور وحدانیت کی معرفت ہے اور اس کے عالی صفات اور اسماء حسنیٰ کی اور اس کے آثار اور افعال اور اس کی قضا اور قدر اور عدل اور حکمت کی معرفت ہے

''ما صنع بك'' یہ اشارہ ہے اپنے نفس کے مقام اور حالات کی معرفت کی طرف اور جہاں یہ پلٹے گا اور جہاں سے آیا ہے، اور دنیا میں آخرت کے حاصل کرنے کی کیفیت کی معرفت کی طرف اور موت اور پھر اٹھائے جانے اور صراط، حساب، میزان، ثواب، عقاب، جنت اور جہنم کی معرفت کی طرف۔

''ما اراد منك'' یہ اشارہ ہے نفسانی فضائل کی معرفت کی طرف تا کہ ان کو کسب کرنا ممکن ہو وہ نیک اخلاق اور پسندیدہ ملکے ہیں جو کہ عقل کے لشکروں میں سے ہیں جیسے علم، کرامت، عفت، صبر، شکر، توکل، خوشنودی وہ جو ان کے قائم مقام ہیں اور اوامر کا علم بھی اس میں مندرج ہے

''ما یخرجك من دینك'' یہ اشارہ ہے نفسانی رذائل اور بری صفتوں کی معرفت کی طرف تا کہ ان سے پرہیز کرنا ممکن ہو اور وہ برے اخلاق ہیں اور مذموم ملکے ہیں جو کہ جہل کے لشکروں میں سے ہیں جیسے فضائل کو ترک کرنا، ان کی ضدوں کو لینا اور اس میں نواہی کا علم مندرج ہے اور وہ معاملات جن کی نہی کی گئی ہے وہ بھی اس سے مربوط ہیں۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔ [2]

3/52 الکافی،۱/۴۹/۷/۱ الاثنان عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُمْهُورٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي نَجْرَانَ عَمَّنْ ذَكَرَهُ عَنْ أَبِي

---

[1] الخصال: ۱/ ۲۳۹، مشکوۃ الانوار: ۲۵۹، کشف الغمہ: ۲/ ۱۷۷، الارشاد: ۲/ ۲۰۳، معانی الاخبار: ۳۹۴، الصراط المستقیم: ۲/ ۴۷، کنز الفوائد: ۱/ ۲۱۹، معدن الجواہر: ۴۳، اعلام الدین: ۸۸، المحاسن: ۱/ ۲۳۳، کشف الغمہ: ۲/ ۲۵۵، بحار الانوار: ۱/ ۲۱۲، امالی طوسی: ۶۵۱، نزھۃ الناظر: ۱۲۱، عدۃ الداعی: ۸۱، اعلام الدین: ۲۱۲، تنبیہ الخواطر: ۲/ ۷۳

[2] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۷۰

عَبۡدِ اللّٰہِ عَلَیۡہِ اَلسَّلَامُ قَالَ: مَنۡ حَفِظَ مِنۡ أَحَادِیثِنَا أَرۡبَعِینَ حَدِیثاً بَعَثَهُ اَللّٰہُ یَوۡمَ اَلۡقِیَامَةِ عَالِماً فَقِیهاً.

(ترجمہ) عبدالرحمٰن بن ابونجران سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جس نے ہماری چالیس احادیث حفظ کرلیں تو اللہ اس کو روز قیامت عالم اور فقیہ محشور کرے گا۔ [1]

بیان:

یہ حدیث مشہور مستفیض ہے عامہ اور خاصہ کے درمیان بلکہ بعض نے اس کے تواتر کے بارے میں کہا ہے اور ہمارے اصحاب نے بھی اس کو بہت زیادہ طرق کے ساتھ لفظی اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے۔

ان میں سے شیخ صدوق ہیں جنہوں نے اپنی سند کے ساتھ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ مولا علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو میری امت میں سے (یا میری امت کے لیے) چالیس ایسی حدیثیں یاد کرے جن کی طرف دین کے امر میں محتاج ہے تو خداوند اس کو قیامت کے دن فقیہ عالم مبعوث کرے گا۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ: میں قیامت کے دن اس کا شفیع بنوں گا، شفاعت کروں گا۔

اور ''علی امتی'' گویا اس کا معنی یہ ہے کہ میری امت کے لیے اور علی، لام کی معنی میں استعمال ہوا ہے یا ان پر شفقت کرنے کی معنی میں آیا ہے

اور ایک اور روایت میں ''علی'' کی جگہ ''من'' آیا ہے۔

اور حدیث کا حفظ اور یاد کرنا یعنی اس کی معناؤں اور روایت اور اس کی پیچیدگی کو سمجھنا پھر چاہے دل میں ہو یا اس کو نقل کرے لوگوں کے لیے فقط حدیث کے الفاظ کو یاد کرنے والا اس کی معنی کو سمجھے بغیر ماجور اور مرحوم ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول کے مطابق کہ فرمایا: خدا رحمت کرے اس شخص پر جو میری بات سنے اور اس کو یاد کرے اور اس کو ایسے بیان کرے جیسے سنا ہے اکثر یہ ہوا ہے کہ فقہ کے حامل خود فقیہ نہیں ہوتے اور ربسا اوقات یہ ہوا کہ فقہ اور علم کے حامل علم لے جاتے ہیں اس شخص کی طرف جو ان سے فقیہ اور عالم ہے۔

مگر ایسے شخص کو جو فقط حدیث کے الفاظ کو یاد کرتا ہے اس حدیث میں داخل کرنا بعید ہے کیونکہ وہ فقیہ اور عالم نہیں ہے تو بس کیسے وہ فقیہ اور عالم مبعوث ہوگا۔

اور اہل بیت علیہم السلام کی احادیث کے لیے شرف اور اختصاص زیادہ ہے ان کے غیر کی احادیث سے جن کو عامہ

[1] ھدایۃ الامۃ: ۱/ ۶؛ وسائل الشیعہ: ۲۷/ ۹۷؛ الاختصاص: ۲؛ بحار الانوار: ۲/ ۱۵۳

نے نقل کیا ہے اور خصوصاً عامہ کی روایات پر کوئی اعتماد نہیں کیا جاسکتا ان کے زیادہ جھوٹ بولنے کی وجہ سے اور ان کے فاسد اغراض کی وجہ سے۔

اسی لیے فرمایا کہ من احادیثنا یعنی ہماری احادیث میں سے

اور کوئی چارہ نہیں ان اشخاص کو اس بات سے جدا کرنے کا جو فقط معنی اور مضمون کو یاد کرتے ہیں لفظ کے بغیر جو اس کے امور دینیہ میں سے ہیں اور امور دینیہ جس کو ہم نے ابھی ذکر کیا کہ وہ تین علوم ہیں

اور چالیس کے عدد کو معین اور مشخص کرنے کی وجہ شاید یہ ہے کہ اس مقدار میں علم کسب کرنا قلب اور دل میں اکثر طور پر علمی ملکہ پیدا کرتا ہے اور ایسا بصیرت کا نور پیدا کرتا ہے جس کے ذریعے وہ دوسری معلومات کو حاصل کرنے پر بھی قادر ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں وہ فقہاء اور علماء کے زمرے میں مبعوث ہوتا ہے اور تمام علوم کا مجموعہ یہ تین علوم ہیں اور باقی مسائل سب ان کی طرف پلٹتے ہیں۔

جس طرح اس پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جو شیخ صدوق رحمہ اللہ نے اپنی کتاب فعال روایت کی ہے جو اسی معنی میں ہے، علی بن احمد بن موسی الدقاق اور حسین ابن ابراہیم بن ہشام المکتب اور محمد بن احمد السنانی رضی اللہ عنہم سے انہوں نے کہا: ہمیں حدیث بتائی موسی ابن عمران النخعی نے اس نے اپنے چچا الحسین بن یزید سے، اسماعیل بن الفضل الھاشمی اور اسماعیل بن ابی زیاد سے ان سب نے جعفر علیہ السلام بن محمد علیہ السلام سے، اس نے اپنے والد محمد علیہ السلام بن علی علیہ السلام سے اس نے اپنے والد علی علیہ السلام بن الحسین علیہ السلام سے اس نے اپنے والد حسین بن علی علیہم السلام سے انہوں نے فرمایا: بتحقیق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہما السلام کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: اے علی علیہ السلام میری امت سے جو شخص چالیس احادیث حفظ کرے تو ان کے ذریعے اللہ سے اس کی رضایت اور آخرت کا گھر طلب کرے تو خداوند اس کو قیامت کے دن انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کے ساتھ محشور کرے گا۔ تو علی علیہ السلام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ کون سی احادیث ہیں؟۔

تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ پر ایمان لاؤ کہ وہ وحدہ لاشریک ہے اور اس کی عبادت کرو اور اس کے غیر کی عبادت نہ کرو اور نماز کو قائم کرو وضوء کے ساتھ ان کے اوقات میں اور ان کو موخر نہ کرو بتحقیق ان کو بغیر کسی سبب موخر کرنے میں پروردگار کا غضب ہے۔

اور زکوۃ کو ادا کرو اور ماہ رمضان المبارک کے روزے رکھو۔ اور جب تمہارے کے پاس مال ہو اور استطاعت ہو تو بیت اللہ کا حج کرو اور والدین کو عاق نہ کرو تنہا نہ چھوڑو اور ظلم کے ساتھ یتیم کا مال نہ کھاؤ اور ربا نہ کھاؤ اور شراب نہ پیئو اور نہ ہی وہ چیزیں پیئو جو نشہ آور ہیں، اور زنا نہ کرو، لواطی نہ کرو چغل خوری اور بے جا باتیں نہ کرو اور

اللہ کی جھوٹی قسم نہ کھاؤ، اور چوری نہ کرو اور کسی کے خلاف جھوٹی گواہی نہ دو، اور حق کو قبول کرو پھر بھلے وہ چھوٹا کہے یا بڑا کہے ظالم کی پشت پناہی نہ کرو پھر بھلے وہ قریبی رشتے دار اور دوست ہی کیوں نہ ہو اور اپنی خواہش اور حوس وحواس کے ساتھ کام نہ کرو اور عفیفہ اور شوہر دار عورت پر تہمت نہ لگاؤ اور ریا نہ کرو تحقیق ریاء کرنا خداوند کے ساتھ شرک کرنا ہے اور چھوٹی قدوالے کو عیب تراشی کرتے ہوئے نہ کہوائے چھوٹے قدوالے اور لمبے قدوالے کو نہ کہوائے لمبے قدوالے، اللہ کی مخلوق کا مذاق نہ کرو اور راور بلاء اور مصیبتوں پر صبر کرو اور اللہ نے جونعمتیں دیں ہیں ان کا شکرادا کرو اور جو گناہ کیا ہے اس کے اللہ کے عقاب سے نہ بھاگو اور خدا کی رحمت سے ناامید نہ بنو اور اپنے گناہوں کی اللہ سے معافی مانگو اور توبہ کرو تحقیق اپنے گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسے ہے جیسے اس نے گناہ ہی نہیں کیا اور استغفار کے ساتھ گناہوں پر اصرار نہ کرو ورنہ ایسے شخص کی مانند ہو جاؤ گے جو خدا اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ مذاق کرتا ہے اور یہ جانو کہ جو چیز تمہیں حق تک پہنچائے وہ خطا سے بچائے گی اور جو چیز تمہیں خطا تک پہنچائے وہ حق وحقیقت سے دور کرے گی اور خدا کی ناراضگی کو مخلوق کی خوشنودی کے بدلے طلب نہ کرو۔ دنیا کو آخرت پر موثر نہ کرو اور آخرت کو دنیا پر موثر کرو کیونکہ دنیا فانی ہے اور آخرت باقی ہے اور جس چیز پر قادر ہو اس میں اپنے بھائیوں کے ساتھ بخیل نہ بنو اور جو باطن میں رکھو وہی ظاہر رکھو ایسا نہ کرو کہ تمہارا ظاہر نیک اور باطن قبیح ہو اور اگر ایسا کرو گے تو منافقوں میں سے ہو جاؤ گے اور نہ جھوٹ بولو اور نہ جھوٹوں کے ساتھ مخلوط ہو جاؤ اور جب حق سنو تو غصہ نہ کرو اپنے آپ اور اپنے اہل وعیال اور ہمسایوں کے ساتھ ادب کے ساتھ پیش آؤ اور ادب سکھاؤ جتنی طاقت ہے۔ اور جتنا سیکھا اور جانا ہے اس پر عمل کرو اور خدا کی مخلوق کے ساتھ حق کے ساتھ معاملہ کرو اپنے قریب اور بعید لوگوں کے ساتھ آسان بنو اور آسانی پیدا کرو جبار اور عنید نہ بنو اور تسبیح اور تقدیس اور دعا وتحلیل زیادہ کرو اور موت کو یاد کرو اور موت کے بعد قیامت اور جنت اور جہنم کو یاد کرو۔ اور قرآن کی زیادہ قرائت کرو اور اس پر عمل کرو اور مومنین اور مومنات کے ساتھ نیکیوں اور کرامت کرنے میں غنی بنو اور اچھے کام کرنے سے ملال محسوس نہ کرو دیکھو جو اپنے لیے پسند نہیں کرتے ہو اس کو دوسرے مومنین کے لیے بھی پسند نہ کرو اور کسی ایک پر ثقیل نہ بنو اور اگر کسی کو کوئی نعمت دی ہے تو اس پر منت نہ کرو احسان کو نہ جتلاؤ۔ اس کے بعد اگر دنیا تجھ پر قید بن جائے تو خدا اس کو تیرے لیے جنت بنائے گا۔ بس یہ ہیں چالیس احادیث جو ان پر ثابت قدم رہے اور ان کو مجھ سے میری امت میں سے یاد کرے تو وہ اللہ کی رحمت کے ساتھ جنت میں داخل ہوگا اور وہ انبیاء اور صدیقین کے بعد اللہ کے پاس افضل ترین اور محبوب ترین انسان ہوگا اور قیامت کے دن خدا اس کو انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کے ساتھ محشور فرمائے گا۔ اور اس بنا پر اس حدیث میں جو آیا ہے

کہ ''حفظ'' یعنی یاد کرے اس کا مطلب ہے کہ اس پر عمل کرے جیسا کہ حدیث کے سیاق سے ظاہر ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔[1] لیکن میرے نزدیک حدیث مرسل مگر مشہور مستفیض ہے (واللہ اعلم)

4/53 الکافی،۱/۴۸/۴/۱ علی بن محمد عن سهل عن الأشعری عن القداح عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ عَنْ آبَائِهِ عَلَيْهِمُ اَلسَّلاَمُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اَللَّهِ مَا اَلْعِلْمُ قَالَ اَلْإِنْصَاتُ قَالَ ثُمَّ مَهْ قَالَ اَلاِسْتِمَاعُ قَالَ ثُمَّ مَهْ قَالَ اَلْحِفْظُ قَالَ ثُمَّ مَهْ قَالَ اَلْعَمَلُ بِهِ قَالَ ثُمَّ مَهْ يَا رَسُولَ اَللَّهِ قَالَ نَشْرُهُ.

(ترجمہ) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آباؤ اجداد کے ذریعے نقل کیا ہے کہ ایک شخص حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ علم کیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: خاموشی۔

پھر عرض کیا: اس کے بعد کیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: بات کو غور سے سننا۔

پھر عرض کیا: اس کے بعد کیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: اس کو یاد رکھنا ہے۔

عرض کیا: اس کے بعد کیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: اس پر عمل کرنا۔

عرض کیا: اس کے بعد کیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: اس کو نشر کرنا۔[2]

بیان:

علم کی تعریف ان امور کے ساتھ ہے جو کسی شئے کی تعریف کے باب سے ہیں جیسے کسی شئے کی تعریف ہوتی ہے ان کی علامات اور اسباب اور غایات کے حساب سے بس علم کے حاصل کرنے کی علامت یہ ہے کہ ان صفات میں سے کسی ایک کے ساتھ متصف ہو اور سبب یہ ہے کہ کسی معلم سے سن کر حاصل کرے پھر وہ معلم خارجی ہو یا

---

[1] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۶۵

[2] مشکوٰۃ الانوار: ۱۳۳؛ منیۃ المرید: ۱۴۷؛ رسائل الشہید الاول: ۱۰۱؛ دار السلام نوری: ۳/ ۲۲۷؛ مسند الامام الباقرؑ: ۱/ ۱۸۳

داخل ہو، حسی کان سے سنے یا عقلی کان سے جیسے انبیاء اور اولیاء کے لیے ہے اور علم کے باقی رہنے کا سبب اس کا یاد کرنا ہے اور اس پر عمل کرنا ہے اور اس کی غایت یہ ہے کہ اس کو دنیا میں پھیلایا جائے اور اس پر عمل کرایا جائے اور اس کو نشر کیا جائے اور اس کا ذاتی مقصد اور غایت اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف علی المشہور ہے [1] لیکن میرے نزدیک حدیث موثق ہے۔واللہ اعلم

۴_باب فضل العلماء

علماء کی فضیلت

1/54 الکافی،۱/۲/۳۲/۱ محمد عن ابن عیسی عن البرقی عن عَنْ أَبِي اَلْبَخْتَرِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: إِنَّ اَلْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ اَلْأَنْبِيَاءِ وَ ذَاكَ أَنَّ اَلْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُورِثُوا دِرْهَماً وَ لاَ دِينَاراً وَ إِنَّمَا أَوْرَثُوا أَحَادِيثَ مِنْ أَحَادِيثِهِمْ فَمَنْ أَخَذَ بِشَيْءٍ مِنْهَا فَقَدْ أَخَذَ حَظّاً وَافِراً فَانْظُرُوا عِلْمَكُمْ هَذَا عَمَّنْ تَأْخُذُونَهُ فَإِنَّ فِينَا أَهْلَ اَلْبَيْتِ فِي كُلِّ خَلَفٍ عُدُولاً يَنْفُونَ عَنْهُ تَحْرِيفَ اَلْغَالِينَ وَ اِنْتِحَالَ اَلْمُبْطِلِينَ وَ تَأْوِيلَ اَلْجَاهِلِينَ.

(ترجمہ) ابوالبختری نے حضرت امام ابوعبداللہ صادق علیہ السلام نے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: علماء انبیاء کے وارث ہیں۔وہ انبیاء کے درہم و دینار کے وارث نہیں بلکہ ان کی احادیث کے وارث ہوتے ہیں۔پس جس نے ان کی احادیث میں سے کچھ حاصل کرلیا تو اس نے وافر حصہ حاصل کرلیا۔پس تم لوگ یہ دیکھو کہ تم اپنا علم کس سے حاصل کررہے ہو اور احادیث کن سے لے رہے ہو۔پس ہم اہل بیت میں سے ہمیشہ ایک عادل موجود ہوتا ہے جو غالیوں کی تحریف اور باطل پرستوں کے تغیرات اور جاہلوں کی تاویلات کو رد کرتا ہے۔ [2]

بیان:

"ورثۃ الانبیاء" یعنی: ان کا ورثہ ہے روح کی غذا سے کیوں کہ بتحقیق علماء انبیاء کی ایسی روحانی اولادیں ہیں جو ان

---

[1] مراۃ العقول:۱۵۹

[2] وسائل الشیعہ:۲۷/۸/۲۷؛منیۃ المرید:۲۷۳؛الفصول المہمہ:۱/۶۲۴؛الاختصاص:۴؛بصائر الدرجات:۱/۱۰؛تفسیر البرہان:۱/۱۱؛بحار الانوار:۲/۹۲؛ مستدرک الوسائل:۱۷/۲۷۹؛الدعوات راوندی:۹۳

کے ساتھ منسوب ہیں روحانی غذا کی جہت سے ان علیہم السلام سے علم حاصل کرنے کے ساتھ جیسے وہ اشخاص جو اپنی نسل سے ان کا ورثہ لیتے ہیں جسم کی غذا کا کیونکہ یہ ان کی وہ جسمانی اولاد ہیں جو ان کے اجساد کے ساتھ منسوب ہیں جسمانی طور پر غذا کے اعتبار سے جسمانی میراث سے روحانی میراث بہت فائدہ مند اور کثیر ہے کیونکہ تھوڑا سا علم بہتر ہے اس چیز سے جس پر سورج طلوع کرتا ہے۔

''**فانظروا**'' یعنی: جب ثابت ہوا کہ بتحقیق علم انبیاء کی میراث ہے تو یہ ضروری ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اہل بیت النبوۃ علیہم السلام ہی سے اخذ کیا جائے جو کہ انبیاء کے اسرار اور رازوں کے خزانے ہیں اور اہل بیت علیہم السلام میں ہی انبیاء کے شجرے کی اصل بنیاد ہے نہ کہ ان کے غیر میں بس بتحقیق حق سے تجاوز کرنے والے کلمات کو اپنے مقام اور جگہ سے ہٹا کر تحریف کرتے ہیں اپنی خواہش کے حساب سے اور وہ باطل دعویٰ کرتے ہیں اپنے لیے علم کا اور حق کو چھپاتے ہیں باطل کے ساتھ اپنے فاسد مقاصد کی وجہ سے اور جاہل متشابہات کی تاویل کرتے ہیں ان کی مقصود معنی سے ہٹ کر اپنے قلوب کے ٹیڑھے اور کج ہونے کی خاطر بس اسی سبب تعلم اور تعلیم کی راہ مشتبہ ہوتی ہے علم کے طلب کرنے والے پر اور مشتبہ ہو جاتا ہے علم کو طلب کرنے والا اہل بیت نبی علیہم السلام میں اور ان میں جو ان کے بعد ہیں امۃ وسطی سے اور اہل بیت علیہم السلام کے لیے استقامت اور ثابت قدمی ہے غلو اور تقصیر اور کج فہمی اور تحریف کے بغیر یعنی امام معصوم اور ان کے خاص شیعہ جو ان کے رازوں کے امین ہیں اور ان کے علم کے حفظ کرنے والے ہیں اور ان کی احادیث کو محفوظ اور مضبوط کرنے والے ہیں۔

بس بتحقیق زمین کبھی ان سے خالی نہ ہوگی اور کبھی بھی علم سے ان کو دور نہیں کرے گی، غالیوں کی تحریف اور باطل لوگوں کے اشتباہ اور جاہلوں کی تاویل سے۔

پس تم اپنے علم کو ان سے اخذ کرو نہ کہ ان کے غیر سے تاکہ انبیاء کے وارث ہو جاؤ اور یہ حدیث، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پر ناظر ہے جو روایت ہوئی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''اس علم کے بار کو ہر زمانے میں پاک دل اٹھائیں گے، اور عادل اشخاص غالیوں کی تحریف سے، اور باطل تبدیلی سے اور جاہلوں کی تاویل سے منع کرنے والے ہیں۔''

"**والخلف**"

''خا'' اور ''لام'' کی زبر اور ''فا'' کے سکون کے ساتھ یعنی: ہر وہ شخص جو اپنے سے پہلے گزشتہ شخص کے بعد آئے۔ ''خا'' اور ''فا'' کی زبر کے ساتھ خیر کی معنی میں ہے اور ''لام'' کے سکون کے ساتھ شر کی معنی میں ہے کہا جاتا ہے کہ: خلف صدق (''خا'' اور ''فا'' کی زبر کے ساتھ) اور خلف شر ''لام'' کے سکون کے ساتھ۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔[1] لیکن حدیث کا مضمون مشہور سے کم نہیں ہے (واللہ اعلم)

2/55 الکافی،۱/۳۳/۵/۱ محمد عن ابن عیسی عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَابِرٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: اَلْعُلَمَاءُ أُمَنَاءُ وَ اَلْأَتْقِيَاءُ حُصُونٌ وَ اَلْأَوْصِيَاءُ سَادَةٌ.

(ترجمہ) اسماعیل بن جابر نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: علماء دین کے مینارے ہیں اور متقی دین کے مضبوط قلعے ہیں اور اوصیاء امت کے سردار ہیں۔[2]

تحقیق اسناد:

حدیث محمد بن سنان کی وجہ سے ضعیف علی المشہور ہے لیکن میرے (یعنی علامہ مجلسی کے) نزدیک معتبر ہے[3] اور میرے نزدیک بھی معتبر بلکہ حسن ہے۔ واللہ اعلم۔

3/56 کافی،۱/۳۳/۵/۱ وفی روایۃ أخری: اَلْعُلَمَاءُ منار وَ اَلْأَتْقِيَاءُ حُصُونٌ وَ اَلْأَوْصِيَاءُ سَادَةٌ.

(ترجمہ) نیز ایک اور روایت میں ارشاد فرمایا: علماء دین کے مینارے اور متقی افراد دین کے مضبوط قلعے اور اوصیاء اُمت کے سردار ہیں۔[4]

بیان:

''امناء ''یعنی: امین، یعنی اللہ کے امین ہیں اس کی زمین میں کیونکہ وہ اللہ کی کتاب کے حامل ہیں اور اللہ کے اسرار کی حفاظت کرنے والے ہیں اور اس کی حکمت کے خزانے ہیں۔

''حصون ''یعنی: وہ شریعت کا قلعہ ہیں کیونکہ وہ تقویٰ کے ساتھ فاسدوں کے فساد کو دفع کرتے ہیں پس بتحقیق اہل تقویٰ کی پرہیز گاری اطاعتوں کے انجام دینے پر اور منکرات کو ترک کرنے پر انسانوں کے دلوں میں بہت اثر کرتی ہے پس وہ شریعت کی ہتک وحرمت کی اور اس کے حدود کو توڑنے کی جرأت نہیں کرتے کیونکہ بتحقیق ان کی برکت سے اور ان کی تقویٰ کے ذریعے سے ان کے غیر سے عذاب دور ہوتا ہے۔

''سادۃ ''یعنی: رئیس ہیں کیونکہ وہ عظمت پیدا کرتے ہیں اور ان کے اوامر اور نواہی میں اطاعت ہوتی ہے اور کسی بھی شخص کے لیے ان کی اطاعت سے خارج ہونے کی اجازت نہیں اور اسی طرح وہ اجل اور اعظم العلماء

[1] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۰۵
[2] موسوعہ احادیث اہلبیتؑ: ۷/ ۲۶۴
[3] مرآۃ العقول: ۱۰۷
[4] موسوعہ احادیث اہلبیتؑ: ۷/ ۲۶۴

ہیں لوگوں کے رئیس ہیں کیونکہ وہ انسانیت کے مرتبہ پر ہیں اور حقیقی آدمیت رکھتے ہیں جو کہ عقل ہے اور اچھا رویہ ہے اور تیز اور بہترین کلام ہے اور یہ علماء ان کے عظیم ہیں اور اکمل ہیں اور افضل ہیں اور ایک افضل دوسرے افضل شخص سے افضل اور اجل ہونے کی وجہ سے افضل تر ہوتا ہے اور اوصیاء بدرجہ اولی تمام مخلوق کے سردار اور رئیس ہیں سوا انبیاء اور مرسلین کے۔

''منار'' کیونکہ ان کی وجہ سے اللہ کے دین کے معالم پہچانے جاتے ہیں اور اللہ کی اطاعت کے راستے کھلتے ہیں اور اللہ کی رضایت اور خوشنودی ملتی ہے اور ''منار'' جمع ہے ''منارۃ'' کی اور یہ نور کی جگہ ہے اور علم الطریق ہے۔

تحقیق اسناد:

شیخ کلینی نے اس کی سند درج نہیں کی ہے یا پھر اس کی سند پہلے والی ہی ہے (واللہ اعلم)

4/57 الکافی،۱/۸/۳۳/۱ الثلاثة و محمد عن أحمد عَنِ اِبْنِ أَبِي عُمَيْرٍ عَنْ سَيْفِ بْنِ عَمِيرَةَ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: عَالِمٌ يُنْتَفَعُ بِعِلْمِهِ أَفْضَلُ مِنْ سَبْعِينَ أَلْفَ عَابِدٍ.

(ترجمہ) ابوحمزہ سے روایت ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جو عالم اپنے علم سے فائدہ حاصل کرتا ہے وہ ستر (۷۰) ہزار عابدوں سے بہتر ہے۔[1]

بیان:

اور یہ اس لیے ہے کہ بتحقیق علم کے ذریعے عقلی حیات کی نشاط اور نفسانی فضائل حاصل ہوتے ہیں اور برے اخلاق سے دوری حاصل ہوتی ہے اور علم کے ذریعے سے چیزوں کی حقیقت کو دیکھا جاتا ہے اور علم کے ذریعے شریعت اور اوامر اور نواہی کو پہچانا جاتا ہے اور یہی علم ہر سعادت اور خیر کی بنیاد اور ریشہ ہے اور ہر شقاوت اور شر کو دفع کرتا ہے اور علم ہر کوشش اور حرکت کا مقصد ہے اور ہر عمل اور اطاعت کی انتہا ہے اور اسی علم کے ذریعے ہر حیوانی بشر ملک مقرب بنتا ہے اور تاریک اور ظلمانی جوہر عقلی نور ہوتا ہے اور اندھا بصیر ہوتا ہے اور گمراہ ہدایت پاتا ہے اور ہادی بنتا ہے اور نچلا بلند ہوتا ہے اور سجین کا قیدی علیین میں مقام پالیتا ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔[2]

---

[1] منیۃ المرید:۱۱۱؛ بحارالانوار:۲/۱۹ و ۵۷/۱۷۳؛ کنز الفوائد:۲/۱۰۹؛ وسائل الشیعہ:۱۶/۳۴۷؛ ھدایۃ الامۃ:۵/۴۰۴؛ اعلام الدین:۸۳؛ تحف العقول:۲۹۴؛ الدعوات راوندی:۶۲؛ بصائر الدرجات:۱/۸؛ کشف الغمہ:۲/۱۳۲

[2] مرآۃ العقول:۱/۱۰۸

5/58 الکافی،۱/۹/۳۳/۱ اَلْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ سَعْدَانَ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ عَمَّارٍ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ رَجُلٌ رَاوِيَةٌ لِحَدِيثِكُمْ يَبُثُّ ذَلِكَ فِي اَلنَّاسِ وَ يُشَدِّدُهُ فِي قُلُوبِهِمْ وَ قُلُوبِ شِيعَتِكُمْ وَ لَعَلَّ عَابِداً مِنْ شِيعَتِكُمْ لَيْسَتْ لَهُ هَذِهِ اَلرِّوَايَةُ أَيُّهُمَا أَفْضَلُ قَالَ اَلرَّاوِيَةُ لِحَدِيثِنَا يَشُدُّ بِهِ قُلُوبَ شِيعَتِنَا أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ.

(ترجمہ) معاویہ بن عمار نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت ابوعبداللہ امام صادق علیہ السلام کی خدمت اقدس میں عرض کیا: ایک شخص ہے جو آپ کی احادیث کو روایت کرتا ہے اور لوگوں میں مشہور کرتا ہے اور اس اِسے اُن کے اور آپ کے شیعوں کے دلوں میں خوب مضبوط کرتا ہے اور دوسرا آپ کے شیعوں میں ایک عابد ہے جو یہ روایت نہیں کرتا تو ان دونوں میں سے افضل کون ہے؟ آپؑ نے فرمایا: جو شخص ہماری احادیث کو روایت کرتا ہے اور اس سے ہمارے شیعوں کے دلوں کو مضبوط کرتا ہے تو وہ ہزار عبادت گزاروں سے افضل ہے۔[1]

بیان:

''راویۃ'' یعنی: زیادہ روایت کرنے والا، اس میں تاء مبالغہ کے لیے ہے جیسے علامۃ اور نسابۃ میں ''تاء'' مبالغہ کے لیے ہے۔

''و بث الحدیث'' جو حدیث کو ظاہر کرے اور نشر کرے۔

و''الشد'' یعنی: قوت یعنی، حدیث کے نشر کرنے کے ذریعے لوگوں کے دلوں کو قوی کرے اور اس کے ساتھ ان کے ایمان اور محبت کو زیادہ کرے اور بعض نسخوں میں ''سین'' کے ساتھ آیا ہے ثابت قدم رہنے اور رکھنے کی معنی میں ہے۔

اور بتحقیق عالم کو فضیلت دی گئی ہے ستر (۷۰) ہزار عابدوں پر اور راوی کو ہزار عابد پر کیونکہ راوی ہمیشہ ایسا نہیں کہ وہ عالم ہو اکثر دیکھا گیا کہ فقہ کو حمل کرنے والا فقیہ نہیں ہوتا۔

اور بتحقیق عالم افضل ہے عابد سے کیونکہ وہ وسیلہ ہے علم کے حاصل کرنے کے لیے اور معرفت اور یقین کا فائدہ دیتا ہے غیروں کو بھی اور اپنے آپ کو بھی، عابد اس کے خلاف ہے کیونکہ عابد کا خیر اس سے تجاوز نہیں کرتا اور اگر تجاوز کرے تو وہ عمل کا وسیلہ بنے گا نہ کہ علم کا اور دونوں وسیلوں میں فرق ہے جیسے ان دونوں کی اصل میں فرق ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث سعدان بن مسلم کی وجہ سے مجہول علی المشہور ہے اور اسے حسن بھی شمار کیا جائے گا کیوں کہ الشیخ (الطوسی) نے اس کی ایک

[1] منیۃ المرید: ۱۱۲و ۳۷۳؛ وسائل الشیعہ: ۷۷/۲۷؛ بصائر الدرجات: ۷/۱؛ بحار الانوار: ۱۴۵/۲

''اصل'' بھی شمار کی ہے نیز یہ کہ اس کی روایات بھی کثیر تعداد میں ہیں۔[1] اور میرے نزدیک سعدان بن مسلم تحقیق سے ثقہ ثابت ہے۔اس لیے حدیث کا حسن یا صحیح ہونا بعید نہیں ہے۔واللہ اعلم

6/59 الفقیہ،۴/۳۹۸/۵۸۵۳ اَلْمُعَلَّى بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اَللَّهِ عَنْ عَمْرِو بْنِ زِيَادٍ عَنْ مُدْرِكِ بْنِ عَبْدِ اَلرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ اَلصَّادِقِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: إِذَا كَانَ يَوْمُ اَلْقِيَامَةِ جَمَعَ اَللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ اَلنَّاسَ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ وَ وُضِعَتِ اَلْمَوَازِينُ فَتُوزَنُ دِمَاءُ اَلشُّهَدَاءِ مَعَ مِدَادِ اَلْعُلَمَاءِ فَيَرْجَحُ مِدَادُ اَلْعُلَمَاءِ عَلَى دِمَاءِ اَلشُّهَدَاءِ.

(ترجمہ) مدرک بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالی تمام انسانوں کو زمین کے ایک بلند حصہ میں جمع کرے گا اور ترازو کر کے شہدا کے خون کو علماء کی روشائی کے ساتھ تولے گا تو علماء کی روشائی کا پلہ شہدا کے خون کے پلہ پر جھکا ہوا ہوگا۔[2]

بیان:

بتحقیق ہم نے اس موازنہ کی کیفیت کو بیان کیا اور ''الموازین'' کی معنی بھی ہمارے ''میزان القیامۃ'' نامی رسالے میں بیان ہوئے ہیں۔اور علماء کے قلم کی سیاہی کے وزن کا شہداء کے خون پر بھاری ہونا اس لیے ہے کہ بتحقیق علماء وسیلہ ہیں اس کفر اور گمراہی سے دین کو بچانے اور محفوظ رکھنے کا جو جہنم میں ہمیشہ رہنے کا سبب بنتے ہیں اور ابرار کے ساتھ نعمتوں سے محروم ہونے کا اور شہداء کا خون وسیلہ ہے بدنوں اور مال کے بچانے کا، قتل اور غصب ہونے سے کہاں وہ اور کہاں یہ؟

تحقیق اسناد:

حدیث قوی ہے[3]

7/60 الفقیہ،۴/۴۲۰/۵۹۱۹ قَالَ أَمِيرُ اَلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ)قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: (اَللَّهُمَّ اِرْحَمْ خُلَفَائِي) قِيلَ يَا رَسُولَ اَللَّهِ وَ مَنْ خُلَفَاؤُكَ قَالَ (اَلَّذِينَ يَأْتُونَ مِنْ بَعْدِي يَرْوُونَ حَدِيثِي وَ سُنَّتِي).

[1] مراۃ العقول:۱/۱۰۸

[2] امالی صدوق: ۱۶۸؛ مشکوۃ الانوار: ۱۳۷؛ السرائر: ۳/ ۶۲۲؛ بحار الانوار: ۲/ ۱۴ و ۷/ ۲۲۶؛ عوالی اللئالی: ۴/ ۶۱؛ روضۃ الواعظین: ۱/ ۹؛ تفسیر کنز الدقائق: ۸/ ۵۸؛ تفسیر نور الثقلین: ۳/ ۹۸؛ تفسیر الصافی: ۵/ ۱۴۸؛ ارشاد القلوب: ۱/ ۱۶۵

[3] روضۃ المتقین: ۱۳/ ۱۰۷

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پروردگار میرے خلفاء پر رحم فرما۔
آپؐ سے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کے خلفاء کون ہیں؟
آپؐ نے فرمایا: وہ لوگ جو میرے بعد آئیں گے اور میری حدیث اور میری سُنّت کی روایت کریں گے۔ [1]

تحقیق اسناد:

مصنف نے اس حدیث کو کئی معتبر طرق سے اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے۔ [2]

۵۔ باب فقد العلماء

علماء کا مفقود ہونا

1/61 الكافی،۱/۱/۳۸/۱ العدة عن البرقی عن عثمان عن الخراز الكافی، محمد عن أحمد عن السراد عن الخراز عن سليمان بن خالد عن الفقيه،۱/۱۸۶ رقم ۵۵۹ أَبِي عَبْدِ ٱللَّٰهِ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ قَالَ: مَا مِنْ أَحَدٍ يَمُوتُ مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ أَحَبَّ إِلَى إِبْلِيسَ مِنْ مَوْتِ فَقِيهٍ.

ترجمہ: سلیمان بن خالد نے حضرت ابوعبداللہ امام صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے، آپ علیہ السلام نے فرمایا: ابلیس کے نزدیک مومنین میں فقیہ کی موت سے زیادہ محبوب کسی کی بھی موت نہیں۔ [3]

بیان:

یہ اس لیے ہے کہ فقیہ کی یہ شان اور منزلت ہے کہ وہ حق کی تعلیم اور علم دیتا ہے اور اللہ کی راہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور اطاعت کا شوق دلاتا ہے اور معصیت سے روکتا ہے۔ اور ابلیس کا کام یہ ہے کہ وہ انسانی نفسوں میں شک اور وسوسے ڈالتا ہے اور باطل آراء، حق کی شکل میں پیش کرتا ہے اور گمراہ کرتا ہے اور معصیت کا شوق دلاتا ہے بس اس

[1] جامع الاخبار:۱۸۱؛ عوالی اللئالی:۴/۵۹؛ وسائل الشیعہ:۲۷/۹۱؛ بحار الانوار:۲/۱۴۵؛ ھدایۃ الامۃ:۸/۳۷۸؛ معانی الاخبار:۱/۳۷۴؛ عیون اخبار الرضاؑ:۲/۳۷؛ مستدرک الوسائل:۱۷/۲۸۷؛ صحیفۃ الامام الرضاؑ:۵۶

[2] روضۃ المتقین:۱۳/۲۷۵

[3] بحار الانوار:۱/۲۲۰ و۲۰/۲۲۱ و۲۴/۸۲؛ منیۃ المرید:۱۱۳ و۳۷۹؛ تفسیر البرہان:۱/۵۴۸؛ مشکاۃ الانوار:۱۴۱؛ تفسیر کنز الدقائق:۲/۴۴۴؛ تفسیر العیاشی:۱/۱۵۱؛ سفینۃ البحار:۱/۳۷۰؛ تفسیر نور الثقلین:۱/۲۸۷؛ تفسیر الصافی:۱/۲۹۸؛ عوالم العلوم:۲۰/۸۱۴

ابلیس کے کام میں جو اس کا ضد اور مخالف ہو تو وہ حتماً اس کی موت اور اس کے فاقد ہونے کو پسند کرے گا اور دوسرے مومنین کی موت اس کے پاس اس طرح پسندیدہ نہیں ہے اور فقیہ میں من المومنین کا لفظ نہیں ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔[1]

2/62 الکافی،۱/۱/۳۸/۱ الثلاثة عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِهِ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: إِذَا مَاتَ اَلْمُؤْمِنُ اَلْفَقِيهُ ثُلِمَ فِي اَلْإِسْلاَمِ ثُلْمَةٌ لاَ يَسُدُّهَا شَيْءٌ .

(ترجمہ) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب کوئی مومن فقیہ مرجاتا ہے تو اسلام میں ایسا رخنہ پڑتا ہے جسے کوئی چیز پُر نہیں کرسکتی۔[2]

بیان:

الثلمۃ: دیوار میں دراڑ کو کہتے ہیں اور اسلام کو ایک شہر کی طرف شباہت دی گئی ہے اور علماء کو اس کے قلعے کی طرف۔

تحقیق اسناد:

حدیث حسن ہے۔[3] اور میرے نزدیک حدیث صحیح ہے۔ واللہ اعلم

3/63 الکافی،۱/۳/۳۸/۱ محمد عن أحمد عن السراد عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي حَمْزَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا اَلْحَسَنِ مُوسَى بْنَ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ: إِذَا مَاتَ اَلْمُؤْمِنُ بَكَتْ عَلَيْهِ اَلْمَلاَئِكَةُ وَبِقَاعُ اَلْأَرْضِ اَلَّتِي كَانَ يَعْبُدُ اَللَّهَ عَلَيْهَا وَأَبْوَابُ اَلسَّمَاءِ اَلَّتِي كَانَ يُصْعَدُ فِيهَا بِأَعْمَالِهِ وَثُلِمَ فِي اَلْإِسْلاَمِ ثُلْمَةٌ لاَ يَسُدُّهَا شَيْءٌ لِأَنَّ اَلْمُؤْمِنِينَ اَلْفُقَهَاءَ حُصُونُ اَلْإِسْلاَمِ كَحِصْنِ سُورِ اَلْمَدِينَةِ لَهَا .

(ترجمہ) علی بن ابوحمزہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے سنا ہے، آپؑ نے فرمایا: جب کوئی مومن فقیہ مرجاتا ہے تو اس پر آسمان کے ملائکہ روتے ہیں اور زمین کا وہ ٹکڑا جس پر وہ خدا کی عبادت کرتا تھا وہ روتا ہے، آسمان کے وہ دروازے جن کے ذریعے اس کے اعمال بلند ہوتے تھے وہ روتے ہیں اور اسلام میں ایک ایسا رخنہ پیدا ہوجاتا ہے کہ جس کو کوئی چیز پُر نہیں کرسکتی کیونکہ مومن فقہاء اسلام کے قلعے

[1] مرآۃ العقول: ۱/۱۲۶، لوامع صاحبقرانی: ۲/۴۹۷

[2] منیۃ المرید: ۱۱۳ و ۳۶۷، بحارالانوار: ۱/۲۲۰

[3] مرآۃ العقول: ۱/۱۲۴

ہیں اور اس کے مضبوط حصار ہیں جیسے شہر کی دیوار شہر کے لیے حصار ہوتی ہے۔[1]

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف علی المشہور ہے اور اسے موثق میں شمار کیا جائے گا۔[2] اور دوسری سند جو قُرب الاسناد میں ہے وہ سند صحیح ہے۔ (واللہ اعلم)

4/64 الکافی،١/١٣/٢٥٤/٣ سهل و علی عن أبيه جميعا عن السراد عن ابن رئاب قال سمعت أبا الحسن عليه السّلام يقول: الحديث بدون لفظة الفقهاء.

(ترجمہ) لفظ فقہا کے علاوہ باقی حدیث وہی ہے۔[3]

تحقیق اسناد:

حدیث حسن کالصحیح ہے۔[4] لیکن میرے نزدیک حدیث صحیح ہے۔ (واللہ اعلم)

5/65 فقیه،١/١٣٩/٢٨١ قَالَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ: إِذَا مَاتَ اَلْمُؤْمِنُ بَكَتْ عَلَيْهِ بِقَاعُ اَلْأَرْضِ اَلَّتِي كَانَ يَعْبُدُ اَللَّهَ عَزَّ وَ جَلَّ فِيهَا وَ اَلْبَابُ اَلَّذِي كَانَ يَصْعَدُ مِنْهُ عَمَلُهُ وَمَوْضِعُ سُجُودِهِ.

(ترجمہ) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب کوئی مومن مرتا ہے تو زمین کا وہ حصہ روتا ہے جس پر وہ اللہ کی عبادت کیا کرتا تھا اور وہ دروازہ روتا ہے جس سے اس کے عمل آسمان کی طرف بلند ہو کر جاتے تھے اور وہ جگہ روتی ہے جہاں وہ سجدہ کرتا تھا۔[5]

بیان:

مومن پر ملائکہ اور زمین اور آسمان کے رونے کا سبب یہ ہے کہ اس جہان کے بلندترین مقصد میں سے ایمان حقیقی ہے جو علم اور عبادت سے نکلتا ہے اور عالم مومن کے جہان میں وجود کی وجہ سے ہے بس جب جہان سے عالم مومن چلا جاتا ہے یا عالم مومنین کا کوئی فرد کم ہوتا ہے تو نہ چاہتے ہوئے جہان کا حال برا ہوتا ہے اور خصوصاً ان کے دوسرے مومنین بھائیوں کا حال بھی برا ہوتا ہے اور جو ان کے ساتھ مربوط ہیں ملائکہ وغیرہ جو اس کی خدمات

---

[1] منیۃ المرید: ١١٣و٢٧٠٣؛ علل الشرائع: ٢/ ٤٦٢؛ بحار الانوار: ٧٩/ ١٧٧؛ قُرب الاسناد: ٣٠٣؛ وسائل الشیعہ: ٣/ ٢٨٣

[2] مرآۃ العقول: ١/ ١٢٥

[3] علل الشرائع: ٢/ ٤٦٢؛ منیۃ المرید: ١١٣؛ وسائل الشیعہ: ٣/ ٢٨٣؛ بحار الانوار: ٧٩/ ١٧٧

[4] مرآۃ العقول: ١٣/ ٢٤٨

[5] وسائل الشیعہ: ٥/ ١٨٧؛ تفسیر نور الثقلین: ٣/ ٦٢٩؛ تفسیر کنز الدقائق: ١٢/ ١٣١

اور حفاظت کرنے سے خوش ہوتے ہیں اور زمین کے مقامات اور علاقے اس کی حرکات اور سکنات کی برکت سے مانوس ہوتے ہیں اور آسمانوں کے در جو کھلتے ہیں اس کے اعمال اور نیکیوں کے بلند ہونے کی وجہ سے سب اس کے فاقد ہونے سے غمگین ہوتے ہیں۔

تحقیق اسناد:

شیخ صدوق نے اس حدیث کی سند درج نہیں کی ہے البتہ اس موضوع کی دیگر صحیح احادیث موجود ہیں جو بعد میں آئیں گی۔(واللہ اعلم)۔

6/66 الکافی،۱/۳۸/۵/۱ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سَهْلٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَسْبَاطٍ عَنْ عَمِّهِ يَعْقُوبَ بْنِ سَالِمٍ عَنْ دَاوُدَ بْنِ فَرْقَدٍ قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ إِنَّ أَبِي كَانَ يَقُولُ: إِنَّ اَللَّهَ عَزَّ وَ جَلَّ لاَ يَقْبِضُ اَلْعِلْمَ بَعْدَ مَا يُهْبِطُهُ وَ لَكِنْ يَمُوتُ اَلْعَالِمُ فَيَذْهَبُ بِمَا يَعْلَمُ فَتَلِيهِمُ اَلْجُفَاةُ فَيَضِلُّونَ وَ يُضِلُّونَ وَ لاَ خَيْرَ فِي شَيْءٍ لَيْسَ لَهُ أَصْلٌ.

ترجمہ: داؤد بن فرقد سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: میرے پدر بزرگوار کا ارشاد گرامی ہے اللہ تعالیٰ نے علم کو نازل کرنے کے بعد نہیں روکا لیکن جب کوئی عالم دین مرجاتا ہے تو وہ اپنے ساتھ اپنا علم بھی لے جاتا ہے اور اس کی جگہ جاہل، باطل پرست لے لیتے ہیں جو خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں اور وہ ایسی باتیں کہتے ہیں جن کی کوئی اصل نہیں ہوتی۔[1]

بیان:

بتحقیق جتنا بھی علم نیچے اترا ہے اترنے کے بعد اٹھایا نہیں گیا کیونکہ علم جب عالم کے ذہن اور نفس میں حاصل ہوا تو وہ اس کی ذات کی صورت بن گیا بس وہ زوال کو قبول نہیں کرے گا۔

"فتلیھم"

یہ مادہ ولایت سے ہے "واؤ" کے کسرے کے ساتھ اور اس کے معنی امارت، امیری اور بادشاہت ہے اور بعض نسخوں میں "فتلیھم" کی جگہ "فتاممھم" ہے اور یہ امامت سے نکلا ہے۔

"والجفاۃ"

یعنی غلیظ نفسوں والے اور وہ قاسی اور قسی القلب جو علم کے حاصل کرنے کی قابلیت نہ رکھتا ہو۔

"جفا" سے "جافی" کا جمع ہے یعنی معاشرے کی غلاظت اور معاملے میں حماقت اور رفاقت کا ترک حکومت اور سیاست تب قوی ہوتی ہے جب اسکی بنیاد علم پر ہو، اور کبھی بھی اس حکومت میں بہتری اور خیر نہیں آتی جس میں علم

[1] مجمع البحرین: ۱/ ۸۹؛ موسوعہ احادیث اہلبیتؑ: ۷/ ۲۷۷

نہ ہو۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف علی المشہور ہے۔[1] لیکن میرے نزدیک حدیث موثق ہے۔واللہ اعلم۔

7/67 الکافی،۱/۳۸/۶/۱ العدة عن أحمد عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَمَّنْ ذَكَرَهُ عَنْ جَابِرٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ كَانَ عَلِيُّ بْنُ اَلْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا اَلسَّلاَمُ يَقُولُ: إِنَّهُ يُسَخِّي نَفْسِي فِي سُرْعَةِ اَلْمَوْتِ وَ اَلْقَتْلِ فِينَا قَوْلُ اَللَّهِ [تَعَالَى]: (أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَأْتِي اَلْأَرْضَ نَنْقُصُهٰا مِنْ أَطْرٰافِهٰا وَ هُوَ ذَهَابُ اَلْعُلَمَاءِ)

ترجمہ: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے والد علی بن حسین زین العابدینؑ فرمایا کرتے تھے: میرے نفس کو اچانک موت اور قتل ہونا پسند ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ہمارے ہی حق میں فرمایا ہے: ''کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ جب ہم زمین کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو اس کے اطراف کو ہم کم کر دیتے ہیں۔ (سورہ الرعد: ۴۱)''۔

آپؑ نے فرمایا: اس کے اطراف کو کم کرنے سے مراد علماء کی اموات ہے۔[2]

بیان:

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ میرا نفس موت کے لیے یا ہم اہل بیت علیہم السلام کو قتل کے لیے سخی قرار دیا گیا اور میرا نفس کریم ہوا اس حیات سے اللہ کی ملاقات کے اشتیاق میں کیونکہ زمین اور اس کے اطراف میں نقصان سے مراد علماء کا جانا ہے اور ان کی منزل اور مقصد خدا تعالیٰ ہے اور اس کی ملاقات ہے اور آیت اس چیز پر دلالت کرتی ہے کہ ان کے نفوس اور ارواح کے قبض کرنے کا متولی خود خدا ہے۔

اور بتحقیق نہایات ارض کو علماء کے معنی میں لیا گیا ہے کیونکہ زمین کی حرکات کا مقصد اور اس پر مترتب کمالات کی انتہا، اس سے معادن کا حاصل ہونا ہے پھر نباتات کا اگنا اور حیوانات کا انسانیت کے درجے تک یا اس سے اوپر کے درجے تک پہنچنا ہے بتحقیق ایسا علم اور علماء کے وجود سے ہوتا ہے بس زمین اور زمینی اشیاء ان کے ذریعے سے علم کے آسمان کی انتہا تک پہنچتے ہیں اور عقل نہایات کے مقام پر ہے۔

[1] مرآة العقول: ۱/ ۱۲۶

[2] بحار الانوار: ۴۶/ ۱۰۷ و ۶۷/ ۳۳۷؛ تفسیر کنز الدقائق: ۶/ ۸۷۴؛ تفسیر نور الثقلین: ۲/ ۵۲۰؛ تفسیر البرہان: ۳/ ۲۷۱؛ مجمع البحرین: ۴/ ۱۸۶؛ عوالم العلوم: ۱۸/ ۱۳۵؛ تفسیر الصافی: ۳/ ۷۶

اور بتحقیق علماء اہل زمین اور اہل آسمان کے درمیان واسطے ہیں گویا وہ زمین کے اطراف اور آسمان کے اطراف ہیں اور ''الغریبین'' میں کہا گیا ہے کہ زمین کے اطراف، شریف لوگ اور علماء ہیں ''اطراف''، جمع ہے ''طرف'' کی اور اس کو طرف ''را'' کے سکون کے ساتھ بھی پڑھا جاتا ہے، بس اسی بنا پر اس کی تاویل کی ضرورت نہیں ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے۔[1]

8/68 الفقیه،۱/۱۸۶/۵۶۰: سُئِلَ یعنی الصادق علیه السّلام: عَنْ قَوْلِ اَللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ: (أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَأْتِي اَلْأَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا) فَقَالَ (فَقْدُ اَلْعُلَمَاءِ).

ترجمہ: امام جعفر صادق علیہ السلام سے خدا کے قول: ''کیا ان لوگوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم زمین کو اس کے تمام اطراف سے گھٹاتے چلے آئے ہیں (رعد: ۴۱)'' کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: اس سے مراد علماء کا مفقود ہونا۔[2]

تحقیق اسناد:

شیخ صدوق نے اس حدیث کی سند درج نہیں کی ہے اور ہم اس کو کسی اور سند سے نہیں جانتے ہیں۔ واللہ اعلم

۶۔ باب اصناف الناس

لوگوں کے اصناف

1/69 الکافی،۱/۳۳/۱/۱ علی بن محمد عن سهل و محمد عن ابن عیسی جمیعاً عن السراد عَنْ الشحام عَنْ هِشَامِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ اَلسَّبِيعِيِّ عَمَّنْ حَدَّثَهُ مِمَّنْ يُوثَقُ بِهِ قَالَ سَمِعْتُ أَمِيرَ اَلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ: إِنَّ اَلنَّاسَ آلُوا بَعْدَ رَسُولِ اَللّٰهِ صَلَّى اَللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ إِلَى ثَلاَثَةٍ آلُوا إِلَى عَالِمٍ عَلَى هُدًى مِنَ اَللّٰهِ قَدْ أَغْنَاهُ اَللّٰهُ بِمَا عَلِمَ عَنْ عِلْمِ غَيْرِهِ وَ جَاهِلٍ مُدَّعٍ لِلْعِلْمِ لاَ عِلْمَ لَهُ مُعْجَبٍ بِمَا عِنْدَهُ قَدْ فَتَنَتْهُ اَلدُّنْيَا وَ فَتَنَ غَيْرَهُ وَ مُتَعَلِّمٍ مِنْ عَالِمٍ عَلَى سَبِيلِ هُدًى مِنَ اَللّٰهِ وَ نَجَاةٍ ثُمَّ هَلَكَ مَنِ اِدَّعَى وَ (خٰابَ مَنِ اِفْتَرىٰ).

---

[1] مرآۃ العقول: ۱/۱۲۷

[2] تفسیر البرہان: ۳/۲۷۲؛ تفسیر کنز الدقائق: ۶/۸۷۴؛ تفسیر نور الثقلین: ۲/۵۲۰

(ترجمہ) ابو اسحاق سبیعی سے روایت ہے کہ امیر المومنین نے فرمایا: لوگوں نے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین قسم کے لوگوں کو اپنا والی بنایا: ایک وہ عالم جو اللہ کی طرف سے ہدایت یافتہ ہے اور اللہ نے اس کو دوسروں کے علم سے بے نیاز کر رکھا ہے دوسرے جاہل مدعی علم جس کے پاس علم نہیں مگر جو کچھ اس کے پاس ہے اس پر مغرور اور تکبر کرنے والا ہے اور وہ لوگوں کو دھوکا دینے والا ہے اور تیسرا وہ ہے جو ایسے عالم سے علم حاصل کرتا ہے جو اللہ کی طرف سے ہدایت یافتہ اور صاحب نجات ہے۔ پس جس نے علم کا جھوٹا دعویٰ کیا وہ ہلاک ہو گیا اور جس نے افترا پردازی کی وہ نقصان میں رہا۔ [1]

بیان:

''آلوا''یعنی: پلٹتے ہیں اور ہو جاتے ہیں کی معنی میں ہے

''علی ھدی''یعنی ہدایت پر ثابت قدم رہنا

''من اللہ''یعنی اللہ سے ہدایت اور علم اخذ کرنا، الہام اور القاء کے طور پر آئمہ معصومین علیہم السلام کی طرح اور ان کی طرح جو اہل بیت علیہم السلام کی راہ پر چلتے ہیں

''معجب بما عندہ''یعنی: اقوال کے ظواہر سے اور احادیث کی شکل وصورت سے یا کلام کے مجادلے سے یا فلسفی مغالطوں سے یا صوفی خیالوں سے یا ان شاعری والی خطابات سے جن کے ذریعے عوام کے نفسوں کو جلب کیا جاتا ہے جیسے آئمہ معصومین علیہم السلام کے دشمن اور ان کے ساتھ حسد کرنے والے کرتے تھے اور وہ لوگ جو ان دشمنوں اور حاسدوں کی سیرت پر چلتے ہیں پھر چاہے کسی بھی مذہب کے تعلق رکھتے ہوں۔

''قد فتنتہ''یعنی: گمراہ ہونا اور مال اور منصب اور ریاست کی محبت کے امتحان میں واقع ہونا۔

''و فتن غیرہ''یعنی: غیر کو گمراہ کرنا اور اس کو ہلاکتوں میں ڈال دینا اور اگر چہ اس کا باطن علم سے خالی ہو اس کو علم کے ساتھ مشہور کرنے پر تشویق کرنا۔

''علی سبیل ھدی''یعنی: اس راہ پر چلنا اور رہنا جو ہدایت کی طرف ہے اور اگر چہ بالفعل اس پر نہ ہو جیسے اگر چہ کہا جائے کہ آئمہ معصومین علیہم السلام کے شیعہ ان کے انوار سے مستفید ہوتے ہیں اور پھر کہاں ہے وہ جاہل جو متعلم نہیں ہے۔

ہم نے کہا کہ:

ایسے ہیں وہ لوگ جن کے پاس ملکوت کی طرف ترقی کرنے کی قوت ہے اور وہ جو لوگ صحبت اور خدمت کو درک

[1] وسائل الشیعہ: ۲۷/ ۱۸؛ الفصول المہمہ: ۳/ ۴۰۹

کرتے ہیں اور روحی اور آیات کو دیکھتے ہیں نہ کہ وہ لوگ جو اہل دنیا اور ضرر رہیں وہ تو اس راہ سے معزول ہیں۔

''هلك من ادعی ''یعنی دوسری قسم، کیونکہ اخروی حیات خود عالم کے لیے بالفعل ہوتی ہے اور متعلم اور سیکھنے والے کے لیے بالقوہ ہوتی ہے لیکن جاہل جو دعویٰ کرتا ہے اس کی صلاحیت ختم اور باطل ہوتی ہے اور وہ ہلاکت میں رسوا ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے [1] لیکن میرے نزدیک حدیث موثق اور صحیح ہے (واللہ اعلم)

2/70 الکافی،۱/۲/۳۴/۱ الاثنان عن الوشاء عَنْ أَحْمَدَ بْنِ عَائِذٍ عَنْ أَبِي خَدِيجَةَ سَالِمِ بْنِ مُكْرَمٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: اَلنَّاسُ ثَلاَثَةٌ عَالِمٌ وَ مُتَعَلِّمٌ وَ غُثَاءٌ.

ترجمہ: ابوخدیجہ بن سالم مکرم سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: لوگ تین قسم کے ہیں: عالم، طالب علم اور بیکار۔ [2]

بیان:

''الغثاء'' غین کے ضمہ کے ساتھ وہ چیز جس کو جھاگ کی طرح سیلاب بہا کر لے جائے۔

اس سے ارادہ کیا ہے اوباش اور اراذل لوگوں کا اور عالم سے مراد وہ عالم ہے جو علم لدنی جانتا ہو اور وہ متعلم اور طالب علم جو ان کے علم سے اخذ کرتا ہو جیسے اس طرح کا کلام بہت مرتبہ گزرا ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف علی المشہور ہے [3] لیکن میرے نزدیک حدیث حسن ہے کیونکہ معلی بن محمد پر گفتگو ہم پہلے کر آئے ہیں اور سالم بن مکرم ابوخدیجہ کو اکثریت نے ثقہ قرار دیا ہے اور اس سلسلہ میں شیخ کا اسے ضعیف قرار دینا سہو ہے نیز یہ کہ اس کی اسناد بھی کثیر ہیں۔ (واللہ اعلم)

3/71 الکافی،۱/۳/۳۴/۱ محمد عن عبد الله بن محمد عن علی بن الحکم عن العلاء عن محمد عن الثمالی قَالَ قَالَ لِي أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ: اُغْدُ عَالِماً أَوْ مُتَعَلِّماً أَوْ أَحِبَّ أَهْلَ اَلْعِلْمِ وَ لاَ تَكُنْ رَابِعاً فَتَهْلِكَ بِبُغْضِهِمْ.

ترجمہ: ثمالی سے مروی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: تین میں سے ایک بنو: عالم بنو یا طالب علم بنو یا اہل

[1] مرآۃ العقول:۱/۱۱۰

[2] اعلام الوریٰ:۲۸۳؛ مجمع البحرین:۱/۳۱۲؛ بصائر الدرجات:۱/۹؛ بحار الانوار:۱/۱۸۶؛ روضۃ الواعظین:۱/۶؛ الخصال:۱/۱۲۳؛ اعلام الدین:۱۳۲

[3] مرآۃ العقول:۱/۱۱۰

علم کے دوست بنو لیکن چوتھی قسم نہ بننا ورنہ تم ان کے بغض میں ہلاک ہو جاؤ گے۔ [1]

بیان:

''اغد''یعنی: ہو جاؤ یا بنو اور اس کا اصل ''الغدو'' سے ہے ''غین'' کے ضمے کے ساتھ صبح کے وقت سیر کرنے کی معنی میں ہے۔

''الرواح'' اس میں دلالت ہے اس پر بتحقیق آئمہ معصومین علیہم السلام کے غیر سے سیکھ کر علم لدنی کا عالم بنا جائز ہے اور بتحقیق علم سے مراد یہ نہیں کہ اقوال اور اسفار کو یاد کرے۔

''ببغضهم''یعنی حسد کے ساتھ ان کی دشمنی اور چشم پوشی کرنا۔

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے [2] لیکن میرے نزدیک حدیث حسن ہے نیز یہ کہ اس کی اور بھی اسناد موجود ہیں جن میں سے الخصال اور المحاسن کی اسناد بھی صحیح ہے (واللہ اعلم)

4/72 الکافی،۱/۳۴/۴/۱ علی عن العبیدی عن یونس عن جمیل عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ: يَغْدُو اَلنَّاسُ عَلَى ثَلاَثَةِ أَصْنَافٍ عَالِمٍ وَ مُتَعَلِّمٍ وَ غُثَاءٍ فَنَحْنُ اَلْعُلَمَاءُ وَ شِيعَتُنَا اَلْمُتَعَلِّمُونَ وَسَائِرُ اَلنَّاسِ غُثَاءٌ.

(ترجمہ) جمیل سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: لوگ تین قسم کے ہوتے ہیں: عالم، طالب علم اور بیکار۔ پس ہم عالم ہیں، ہمارے شیعہ طالب علم اور دوسرے تمام لوگ بیکار ہیں۔ [3]

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح علی الاظہر ہے [4]

[1] المحاسن:۱/۲۲۷؛ بحار الانوار:۱/۱۹۴

[2] مرآۃ العقول:۱/۱۱۱

[3] وسائل الشیعہ:۲۷/۶۸؛ بصائر الدرجات:۱/۸؛ اعلام الوریٰ:۱/۵۵۳؛ اعلام الدین:۱۳۲؛ الفصول المہمہ:۱/۳۶۳؛ مستدرک الوسائل:۱۷/۲۷۳؛ روضۃ الواعظین:۱/۶؛ مجمع البحرین:۱/۳۱۲

[4] مرآۃ العقول:۱/۱۱۱

۷۔باب ثواب العالم والمتعلم

ثواب عالم ومتعلم

1/73 الکافی،۱/۱/۳۴/۱ محمد بن الحسن و علی بن محمد عن سهل و محمد عن أحمد جميعا عن الأشعري عن القداح و علی عن أبيه عن حماد بن عيسى عن القداح عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: مَنْ سَلَكَ طَرِيقاً يَطْلُبُ فِيهِ عِلْماً سَلَكَ اَللَّهُ بِهِ طَرِيقاً إِلَى اَلْجَنَّةِ وَ إِنَّ اَلْمَلاَئِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا لِطَالِبِ اَلْعِلْمِ رِضًا بِهِ وَ إِنَّهُ يَسْتَغْفِرُ لِطَالِبِ اَلْعِلْمِ مَنْ فِي اَلسَّمَاءِ وَ مَنْ فِي اَلْأَرْضِ حَتَّى اَلْحُوتِ فِي اَلْبَحْرِ وَ فَضْلُ اَلْعَالِمِ عَلَى اَلْعَابِدِ كَفَضْلِ اَلْقَمَرِ عَلَى سَائِرِ اَلنُّجُومِ لَيْلَةَ اَلْبَدْرِ وَ إِنَّ اَلْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ اَلْأَنْبِيَاءِ إِنَّ اَلْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَاراً وَ لاَ دِرْهَماً وَلَكِنْ وَرَّثُوا اَلْعِلْمَ فَمَنْ أَخَذَ مِنْهُ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ.

(ترجمہ) حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جوشخص ایسے راستے پر چلتا ہے جس پر چل کر وہ علم دین حاصل کرے تو خدا اس کو جنت کے راستہ پر چلاتا ہے اور ملائکہ اپنے پَر اس طالب علم کے لیے بچھاتے ہیں کیونکہ وہ اس سے راضی وخوش ہوتے ہیں اور طالب علم کے لیے آسمانوں میں رہنے والے اور زمین پر رہنے والے یہاں تک کہ دریاؤں کی مچھلیاں دُعاواستغفار کرتے ہیں اور عالم کو عابد پر ایسے ہی فضیلت حاصل ہے جیسے چودہویں کے چاند کوستاروں پر ہے اور یقیناً علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ یقیناً انبیاء علماء کو درہم ودینار کے وارث نہیں قرار دیتے بلکہ وہ ان کو اپنے علم کا وارث قرار دیتے ہیں پس جس نے اس سے کچھ حاصل کرلیا اس نے بہت وافر حاصل کرلیا۔ [1]

بیان:

علم کے ذریعے سے جنت کے راستے کی طرف جایا جاتا ہے کیونکہ علم، خود اہل جنت کی نعمت ہے اور اپنے صاحب کے لیے وہاں شراب اور پھل اور سایہ بنتا ہے۔

بصائر الدرجات میں اپنی اسناد کے ساتھ نصر بن قابوس سے روایت ہے کہ میں نے حضرت لسان اللہ الناطق مولا

[1] عوالی اللئالی: ۴/ ۴۷؛ ثواب الاعمال: ۱/ ۱۷۱؛ بحار الانوار: ۱/ ۱۶۴؛ امالی صدوق: ۶۰؛ روضۃ الواعظین: ۱/ ۸؛ بصائر الدرجات: ۱/ ۳؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۶۶۴؛ غرر الاخبار: ۴۲

جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں پوچھا: ''(وہاں) ہمیشہ رہنے والے سائے ہیں اور ہمیشہ جاری رہنے والے پانی ہیں اور بہت زیادہ پھل ہیں جو کبھی قطع اور ختم نہیں ہوتے اور وہاں ان تک پہنچنے میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔(الواقعہ:۳۳۔۳۰)۔''

تو انہوں نے فرمایا: اے نصر! خدا کی قسم! یہ آیات اس طرح نہیں ہیں جس طرح لوگ سمجھتے ہیں بلکہ یہ عالم ہے اور وہ چیز (علم) جو ان سے خارج ہوتی، ملتی ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ:

اگر بادشاہوں کو ہماری علم کو لذت کا پتہ چل جاتا تو وہ ہمارے ساتھ تلواروں کے ساتھ جنگ کرتے۔

آیت: ''اور آخرت کے لیے بہت بڑے درجات اور فضیلتیں ہیں۔(الاسراء:۲۱)۔''

اور اس معنی میں آخری حدیث آئے گی ان شاء اللہ۔

''**والملائکہ**'' یعنی: وہ قدسی جوہر جو آنکھوں سے غائب ہیں۔

''**واجنحتہا**'' یعنی: وہ ان کی علمی اور عملی طاقت ہے جس کے ذریعے وہ بلند ہوتے اور نازل ہوتے ہیں اور طالب علم معقولات میں اپنے فکر و تفکر کے ساتھ اور ایک معقول سے دوسرے معقول کی طرف منتقل ہونے کے ساتھ اللہ اور اس کی صفات کی معرفت تک پہنچتا ہے گویا اس کے پاس بھی ملائکہ کے پر ہوتے ہیں عقل کے ذریعے یا بتحقیق جب وہ معقولات کو درک کرتا ہے اور ان کے ذریعے علم پر محیط ہوتا ہے گویا اس طرح ہے جیسا کہ ملائکہ ملکوت سے نازل ہو کر اس کے پاس آئے ہیں اور اس کے لیے خاضع ہوئے ہیں اور خلاصہ یہ کہ یہاں ''اجنحتہا'' کو کنایہ قرار دیا گیا ہے ملائکہ کے خضوع کا۔

''**والاستغفار**'' یعنی گناہوں سے حجاب کا طلب کرنا اور طالب علم اپنے اس جہل کے گناہ سے پردہ طلب کرتا ہے جو معاصی اور گناہوں کے لشکروں کا رئیس ہے تو طالب علم کی اس طلب میں جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہیں شریک ہوتے ہیں کیونکہ اس کا عقل اور فہم اور ادراک قائم نہیں رہتا اس کے بدن کے سواء اور اس کا بدن قائم نہیں رہتا غذا کے سواء اور غذا قائم نہیں ہوتی زمین اور آسمان اور ہوا کے سواء بس پورا جہان ایک شخص کی طرح ہو کر اور بعض، دوسرے بعض کے ساتھ متعلق ہو کر سب اس کے لیے استغفار کرتے ہیں۔

اور بتحقیق عابد کے نور کو نجوم اور ستاروں کے نور کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ ان کا نور ان سے تجاوز نہیں کرتا جب کہ اس کے نور کے ذریعے کوئی چیز دیکھی نہیں جاتی، چودھویں کے چاند کے خلاف کہ اس کے نور کے ذریعے

دیکھا جا سکتا ہے اور عالم کے نور کو چاند کے نور کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اس سے ارادہ کیا گیا ہے اس کا کہ عالم کا علم، علم لدنی نہیں ہوتا کیونکہ چاند کا نور سورج کے نور سے بنتا ہے جو سورج کے نور کی طرح ہیں وہ علم لدنی رکھتے ہیں جیسے انبیاء اولیاء اور وہ دوسرے بندوں پر ایسے فضیلت رکھتے ہیں جیسے سورج ان ستاروں پر فضیلت رکھتا ہے جو اس سے نور لیتے ہیں اور سورج کا یا علم لدنی کے عالم کا نور بغیر کسی جنس اور نوع کے واسطے سے خدا کے نور سے ہے۔

تحقیق اسناد:

اس کی دو سندیں ہیں جن میں سے پہلی مجہول اور دوسری حسن یا موثق ہے اور یہ صحیح سے کم نہیں ہے [1] اور یہ حدیث دیگر صحیح اسناد سے بھی مروی ہے۔ (واللہ اعلم)

2/74 کافی، ۱/۲/۳۵/۱ محمد عن أحمد عن السراد عن جميل بن صالح عن محمد عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: إِنَّ اَلَّذِي يُعَلِّمُ اَلْعِلْمَ مِنْكُمْ لَهُ أَجْرٌ مِثْلُ أَجْرِ اَلْمُتَعَلِّمِ وَ لَهُ اَلْفَضْلُ عَلَيْهِ فَتَعَلَّمُوا اَلْعِلْمَ مِنْ حَمَلَةِ اَلْعِلْمِ وَ عَلِّمُوهُ إِخْوَانَكُمْ كَمَا عَلَّمَكُمُوهُ اَلْعُلَمَاءُ.

(ترجمہ) محمد نے حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے، آپ علیہ السلام نے فرمایا: جو تم میں سے دوسروں کو علم کی تعلیم دیتا ہے اس کا اجر بھی طالب علم کے برابر ہے بلکہ اس پر فضیلت رکھتا ہے۔ پس تم حاملان علم سے علم حاصل کرو اور پھر اس کی دوسروں کو ویسے ہی تعلیم دو جیسے علماء نے تمہیں تعلیم دی ہے۔ [2]

بیان:

''منکم'' یعنی: آپ شیعوں میں سے اور ''اخوانکم'' یعنی آپ شیعوں کے بھائی۔

''مثلا اجر المتعلم'' ان میں سے ایک تعلیم میں سابق ہے اور دوسرا لاحق ہے یا دونوں تعلیم میں برابر اور کافی ہیں۔

''و له الفضل علیه'' کیونکہ معطی اور فیض دینے والا ''من حملۃ العلم'' کے قول میں اشارہ ہے اس طرف کہ علم کے اہل ہوتے ہیں اور متعلم اور سیکھنے والے کے پاس کوئی چارہ نہیں سوا اس کے کہ ان اہل علم سے سیکھے نہ کہ ان کے غیر سے اور اس موضوع میں حدیث گذر گئی ہے اور اس کے بیان کرنے کے لیے ایک باب آئے گا ان

---

[1] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۱۳

[2] الفصول المہمہ: ۱/ ۴۶۵؛ منیۃ المرید: ۱۱۱؛ بصائر الدرجات: ۱/ ۴؛ السرائر: ۳/ ۵۹۵؛ بحار الانوار: ۱/ ۷۴

شاء اللہ تعالیٰ۔

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے [1]

3/75 الکافی،۱/۳/۳۵/۱ علی عن البرقی عن علی بن الحکم عن علی عَنْ أَبِي بَصِيرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ: مَنْ عَلَّمَ خَيْراً فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهِ قُلْتُ فَإِنْ عَلَّمَهُ غَيْرَهُ يَجْرِي ذَلِكَ لَهُ قَالَ إِنْ عَلَّمَهُ اَلنَّاسَ كُلَّهُمْ جَرَى لَهُ قُلْتُ فَإِنْ مَاتَ قَالَ وَإِنْ مَاتَ.

(ترجمہ) ابوبصیر سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابوعبداللہ امام صادق علیہ السلام سے سنا ہے، آپ نے فرمایا: جو نیکی وخیر کی تعلیم دے گا اس کا اجر اس کی مثل ہے جو اس پر عمل کرے گا۔ میں نے عرض کیا اور اگر وہ دوسرے کو اس کی تعلیم دے دے تو اس کا ثواب جاری رہے گا؟ آپؑ نے فرمایا: اگر وہ تمام لوگوں کو اس کی تعلیم دے دے تو جو اس پر عمل کرے گا اس تعلیم دینے والے کے لیے اجر ان کی مثل ہوگا۔

میں نے عرض کیا خواہ وہ مرجائے تب بھی جاری رہے گا؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، اگر وہ مرجائے تب بھی اس کو اس کا اجر ملتا رہے گا۔ [2]

بیان:

"فان علمه غیرہ" یعنی وہ علم پڑھائے ایک تیسرے متعلم شاگرد کو کیا جاری ہوگا پہلے کے لیے تیسرے کا عمل جو اس نے اس پر عمل کیا ہے یا جاری ہوگا پہلے کے لیے دوسرے کی تعلیم کا اجر جس طرح اس کے لیے جاری ہوتا ہے اس کے عمل کا اجر؟

تو مولا نے فرمایا: اگر تمام انسانوں کو سکھائے اور پڑھائے واسطوں کے ساتھ اور دونوں فعل جاری ہونے اور جریان میں سے ہیں "راء" کے ساتھ نہ کہ اجزاء سے "زاء" کے ساتھ

"وان مات" یعنی وہ معلم۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف علی المشہور ہے اور اسے موثق بھی شمار کیا جائے گا [3]

[1] مراۃ العقول: ۱/ ۱۱۵

[2] وسائل الشیعہ: ۱۶/ ۲۷؛ منیۃ المرید: ۱۱۱؛ بصائر الدرجات: ۱/ ۵؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۵۹۹؛ بحار الانوار: ۲/ ۱۷؛ ھدایۃ الامۃ: ۵/ ۵۷۹

[3] مراۃ العقول: ۱/ ۱۱۵

4/76 الکافی،۱/۱۳۵/۴/۱ بهذا الإسناد عن محمد بن عبد الحمید عن العلاء عن الحذاء عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: مَنْ عَلَّمَ بَابَ هُدًى فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهِ وَ لاَ يُنْقَصُ أُولَئِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئاً وَ مَنْ عَلَّمَ بَابَ ضَلاَلٍ كَانَ عَلَيْهِ مِثْلُ أَوْزَارِ مَنْ عَمِلَ بِهِ وَ لاَ يُنْقَصُ أُولَئِكَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْئاً.

(ترجمہ) امام ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص ہدایت کے باب کی تعلیم دے گا اس کے لیے عمل کرنے والے کے برابر اجر و ثواب ہو گا اور عمل کرنے والوں کے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہیں ہو گی اور جو کسی گمراہی وضلالت کے باب کی تعلیم دے گا اس کے لیے اس پر عمل کرنے والوں کے برابر کا گناہ ہو گا اور عمل کرنے والوں کے گناہوں سے کوئی چیز کم نہیں کی جائے گی۔[1]

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے[2] نیز یہ کہ اس کی المحاسن والی سند بھی صحیح ہے (واللہ اعلم)

5/77 الکافی،۱/۳۵/۵/۱ الحسین بن محمد عن عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ رَفَعَهُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَلْحُسَيْنِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: لَوْ يَعْلَمُ اَلنَّاسُ مَا فِي طَلَبِ اَلْعِلْمِ لَطَلَبُوهُ وَ لَوْ بِسَفْكِ اَلْمُهَجِ وَ خَوْضِ اَللُّجَجِ إِنَّ اَللَّهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى أَوْحَى إِلَى دَانِيَالَ أَنَّ أَمْقَتَ عَبِيدِي إِلَيَّ اَلْجَاهِلُ اَلْمُسْتَخِفُّ بِحَقِّ أَهْلِ اَلْعِلْمِ اَلتَّارِكُ لِلاِقْتِدَاءِ بِهِمْ وَ أَنَّ أَحَبَّ عَبِيدِي إِلَيَّ اَلتَّقِيُّ اَلطَّالِبُ لِلثَّوَابِ اَلْجَزِيلِ اَللاَّزِمُ لِلْعُلَمَاءِ اَلتَّابِعُ لِلْحُلَمَاءِ اَلْقَابِلُ عَنِ اَلْحُكَمَاءِ.

(ترجمہ) ابو حمزہ نے حضرت امام علی بن حسین زین العابدین علیہ السلام سے نقل کیا ہے، آپؑ نے فرمایا: اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ طلب علم میں کتنا اجر و ثواب ہے اور اس کے فوائد کیا ہیں تو وہ اس کو ضرور حاصل کرتے خواہ جان خطرے میں ڈال کر خواہ مصائب سے دو چار ہو کر حاصل کرنا پڑتا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت دانیال علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ یہ میرے بندوں میں سے میرا سب سے بڑا دشمن وہ جاہل ہے جو عالم کے حق و احترام کو حقیر جانے اور اس کی اطاعت و پیروی نہ کرے اور میرے بندوں میں مجھے وہ بندہ سب سے زیادہ محبوب ہے جو علماء کے

[1] وسائل الشیعہ: ۱۶/ ۲۷۳؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۲۷۳ و ۲/ ۲۳۰؛ بحار الانوار: ۲/ ۱۹ و ۵/ ۷۷ / ۷۷؛ تحف العقول: ۲۹۷؛ منیۃ المرید: ۱۱۱؛ المحاسن: ۱/ ۲۷

[2] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۱۲

ساتھ رہ کر ثواب عظیم حاصل کرتا اور حکماء کی باتوں کو قبول کرتا ہے، صاحبان حلم و بردبار کی اتباع کرتا ہے۔ [1]

بیان:

''السفك''یعنی (پانی کا) بہانا یا گرانا یہ لفظ اکثر طور پر خون کے بہانے کے لیے مخصوص ہے۔

''**والمهج**'' یہ مھجۃ کی جمع ہے جو کہ دل کا خون ہے۔

''**والخوض**'' پانی میں داخل ہونا، یا غوطہ لگانا۔

''**و اللجج**'' یہ لجۃ کی جمع ہے یعنی بہت پانی اور موجیں۔

و''**المقت**''یعنی: بغض

''**و الحليم**''یعنی: عاقل، حلم میں سے عقل کی معنی میں۔

''**والحكيم**''یعنی علوم نظری کا عالم اور علم پر عامل کا عمل کرنے والا اور جاہل سے تقویٰ کرنے والا کیونکہ تقویٰ اس عقل کے کمال کے آثار میں سے ہے جو جہل کے مقابلے میں ہے اور ثواب جزیل کے طالب سے مراد علم پر عمل کر کے اس تک پہنچنے والا ہے۔

''**و ملازمة العلماء**''یعنی: علماء کے ساتھ زیادہ بیٹھنا اور ان کی صحبت میں رہنا۔

''**و متابعة العقلاء**''یعنی: عقلاء کی راہ پر چلنا اور حکماء سے روایت کرنا پھر پچھلے واسطے کے ساتھ ہو۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرفوع ہے [2]

6/78 الكافی،۱/۲۴۷/۸/۳۳۲ محمد بن سالم بن أبي سلمة عن أحمد بن الريان عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَمِيلِ بْنِ دَرَّاجٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: لَوْ يَعْلَمُ اَلنَّاسُ مَا فِي فَضْلِ مَعْرِفَةِ اَللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ مَا مَدُّوا أَعْيُنَهُمْ إِلَى مَا مَتَّعَ اَللَّهُ بِهِ اَلْأَعْدَاءَ مِنْ زَهْرَةِ اَلْحَيَاةِ اَلدُّنْيَا وَ نَعِيمِهَا وَ كَانَتْ دُنْيَاهُمْ أَقَلَّ عِنْدَهُمْ مِمَّا يَطَئُونَهُ بِأَرْجُلِهِمْ وَ لَنُعِّمُوا بِمَعْرِفَةِ اَللَّهِ جَلَّ وَ عَزَّ وَ تَلَذَّذُوا بِهَا تَلَذُّذَ مَنْ لَمْ يَزَلْ فِي رَوْضَاتِ اَلْجِنَانِ مَعَ أَوْلِيَاءِ اَللَّهِ إِنَّ مَعْرِفَةَ اَللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ آنِسٌ مِنْ كُلِّ وَحْشَةٍ وَ صَاحِبٌ مِنْ كُلِّ وَحْدَةٍ وَ نُورٌ مِنْ كُلِّ ظُلْمَةٍ وَ قُوَّةٌ مِنْ كُلِّ ضَعْفٍ وَ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ سُقْمٍ ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ وَ قَدْ كَانَ قَبْلَكُمْ قَوْمٌ يُقْتَلُونَ وَ يُحْرَقُونَ وَ يُنْشَرُونَ

[1] الجواہر السنیۃ:۹۶؛ بحارالانوار:۱/۱۸۵و۱۴/۷۸؛ منیۃ المرید:۱۱۰

[2] مرآۃ العقول:۱/۱۱۷

بِالْمَنَاشِيرِ وَ تَضِيقُ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِرُحْبِهَا فَمَا يَرُدُّهُمْ عَمَّا هُمْ عَلَيْهِ شَيْءٌ مِمَّا هُمْ فِيهِ مِنْ غَيْرِ تِرَةٍ وَتَرُوا مَنْ فَعَلَ ذَلِكَ بِهِمْ وَ لاَ أَذًى بَلْ)مَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلاَّ أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ(فَاسْأَلُوا رَبَّكُمْ دَرَجَاتِهِمْ وَاصْبِرُوا عَلَى نَوَائِبِ دَهْرِكُمْ تُدْرِكُوا سَعْيَهُمْ.

(ترجمہ) جمیل بن دراج سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اگر لوگ اللہ کو پہچاننے کی فضیلت جان لیتے تو وہ اپنی آنکھیں اس طرف نہیں پھیلائیں گے کہ اللہ کے دشمنوں کے ساتھ دنیا کی زندگی کے پھولوں اور اس کی نعمتوں سے کیا سلوک ہوتا ہے اور ان کی دنیا ان کے سامنے اس سے کم معلوم ہوتی ہے جس پر وہ اپنے قدموں سے چل رہے ہیں اور وہ اللہ (عزوجل) کی پہچان سے لطف اندوز ہوں گے اور اس کے لذت سے لطف اندوز ہوں گے جو جنت کے باغوں میں اولیاء اللہ کے ساتھ رہنے سے باز نہیں آئے گا۔ اللہ (عزوجل) کی پہچان ہر خوفناک حالت میں راحت اور ہر تنہائی میں رفاقت اور ہر تاریکی میں روشنی اور ہر کمزوری میں طاقت اور ہر بیماری میں شفا ہے۔ پھر آپؑ نے فرمایا: اور ان سے پہلے ایک قوم تھی جو مارے گئے، جلائے گئے اور آرے سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے گئے اور زمین ان کے لیے تنگ ہوگئی پس ایسی مشکلات میں سے کوئی چیز انہیں اس سے واپس نہیں لاسکتی جس پر وہ تھے اور تم دیکھو گے کہ جس نے ان کے ساتھ ایسا سلوک کیا اور ان کو تکلیف دی وہ اس کے سوا اور کوئی وجہ نہیں تھی کہ وہ اللہ (عزوجل) پر ایمان لائے جو غالب اور قابل تعریف ہے۔ لہٰذا اپنے رب سے ان کے درجات مانگو اور ان کی تلاش کو سمجھنے کے لیے اپنے وقت کی تباہی پر صبر کرو۔ [1]

بیان:

''الزھرۃ'' یعنی: بھجت، خوشی اور زیبائی اور حسن۔

''والرح'' یعنی: وسعت دینا۔

''والترہ'' یعنی: کینہ۔

''بما نقموا منھم'' یعنی: جس سے انکار کرتے ہیں۔

تحقیق اسناد:

حدیث سالم کی وجہ سے مجہول یا ضعیف ہے [2]

7/79 الکافی،۱/۶/۳۵/۱ علی عن أبیه عن القاسم بن محمد عن المنقری عَنْ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ

[1] جامع السعادات:۱/ ۱۱۲؛ تفسیر کنز الدقائق:۱۴۰/ ۲۱۸؛ تفسیر نور الثقلین:۵/ ۵۴۷

[2] مرآۃ العقول:۲۶/ ۲۱۷

قَالَ لِي أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ : مَنْ تَعَلَّمَ اَلْعِلْمَ وَ عَمِلَ بِهِ وَ عَلَّمَ لِلَّهِ دُعِيَ فِي مَلَكُوتِ اَلسَّمَاوَاتِ عَظِيماً فَقِيلَ تَعَلَّمَ لِلَّهِ وَ عَمِلَ لِلَّهِ وَ عَلَّمَ لِلَّهِ .

حفص بن غیاث سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے جس نے علم دین کو سیکھایا، اس پر عمل کیا اور دوسروں کو اس کی فی سبیل اللہ تعلیم دی تو ملکوت سموات میں وہ بڑی عزت کے ساتھ پکارا گیا اور اس کے لیے کہا گیا کہ اس نے خوشنودی خدا کے لیے عمل کیا اور خوشنودی خدا کے لیے دوسروں کو سکھایا۔ [1]

بیان:

علم "لام" کی شد کے ساتھ اللہ کے ساتھ متعلق اس کے افعال ثلاثہ۔

و "دعی" یعنی: کہا گیا ہے۔

و "ملکوت کل شیء" اس کے باطن میں وہ متصرف ہو اس کے امر کا مالک ہو اللہ کے اذن سے اور اس حسی اور دیکھے جانے والے عالم اور جہان میں ہر موجود کے لیے ملکوت روحانی غیبی ہے اس ملکوت کی اس کی طرف نسبت ایسے ہے جیسے روح کی نسبت بدن کے ساتھ ہے اور ملکوت اعلی افضل اور اشرف ہے ملکوت اسفل سے بس جس کو آسمانی ملکوت میں عظیم کہا جائے تو وہ زمینی ملکوت میں اعظم اور اشرف ہے مقام میں بس عملی علم کا حال یہ ہو تو جو مقصود بالذات علم ہے اس کا حال کیا ہوگا۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے [2] لیکن میرے نزدیک حدیث کا موثق ہونا بھی بعید نہیں ہے کیونکہ قاسم بن محمد اصفہانی الجوہری کامل الزیارات کا راوی ہے جو توثیق ہے اگرچہ اس کی تضعیف وارد ہوئی ہے اور ظاہر ہے کہ ہم کامل الزیارات کی توثیق کو ترجیح دینے کے قائل ہیں (واللہ اعلم)

۸۔ باب صفة العلماءِ

علماء کی صفت

1/80 الکافی، ۱/۱/۳۶/۱ محمد عن ابن عیسی عن السراد عن ابن وهب قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ: اُطْلُبُوا اَلْعِلْمَ وَ تَزَيَّنُوا مَعَهُ بِالْحِلْمِ وَ اَلْوَقَارِ وَ تَوَاضَعُوا لِمَنْ تُعَلِّمُونَهُ اَلْعِلْمَ

[1] الفصول المھمہ: ۱/ ۴۶۸؛ امالی طوسی: ۴۷؛ عوالم العلوم: ۲۰/ ۸۳۲؛ بحار الانوار: ۲/ ۲۷؛ مشکاۃ الانوار: ۱۳۲؛ تفسیر القمی: ۲/ ۱۸۶

[2] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۱۷

وَ تَوَاضَعُوا لِمَنْ طَلَبْتُمْ مِنْهُ الْعِلْمَ وَلَا تَكُونُوا عُلَمَاءَ جَبَّارِينَ فَيَذْهَبَ بَاطِلُكُمْ بِحَقِّكُمْ.

ابن وھب سے روایت کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوسنا، آپ نے فرمایا: علم دین کو حاصل کرو اور حلم و وقار سے اس کو زینت دو اور عاجزی وانکساری کرو ان کے سامنے جن سے علم طلب کرتے ہو اور جبر پسند عالم نہ بنو ورنہ تمھاری باطل پرستی حق سے تم کو ہٹادے گی۔ [1]

بیان:

''الجبار''یعنی: تکبر کرنے والا اور بتانا یہ چاہا ہے کہ بندے کے لیے تکبر کرنا باطل ہے اور حاصل شدہ علم کو مٹا دیتا ہے اور زائل کر دیتا ہے، یہ تب ہوگا جب وہ اللہ کے امر کا عالم ہو اور خود خدا کا عالم نہ ہو جب بندہ عالم باللہ ہو تو اس کا متکبر ہونا منافات رکھتا ہے۔

خداوند متعال نے فرمایا:

کبریائی میری ردا ہے اور اور عظمت میرا کمربند ہے بس جو مجھ سے تنازع کرے گا میں اس کی کمر توڑ دوں گا بس جو اللہ کو اس کی عظمت اور کبریائت کے ساتھ پہچانے تو وہ اللہ کے بندوں کے لیے متواضع ہوگا۔ بس مخلوق پر تکبر کرنا جہل کی دلیل ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے [2]

2/81 الکافی، ۱/۲/۳۶/۱ علی عن العبیدی عن یونس عن حماد بن عثمان عن الحارث بن المغیرۃ النصری عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: فِي قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ: (إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ) قَالَ يَعْنِي بِالْعُلَمَاءِ مَنْ صَدَّقَ فِعْلُهُ قَوْلَهُ وَ مَنْ لَمْ يُصَدِّقْ فِعْلُهُ قَوْلَهُ فَلَيْسَ بِعَالِمٍ.

حارث بن مغیرہ نصری نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے خدا کے قول: ''فقط اللہ سے اس کے علماء بندے ڈرتے ہیں۔ (فاطر: ۲۸)۔'' کے بارے میں سوال کیا کہ یہ کون سے علماء ہیں؟

آپ نے فرمایا: اس سے مراد وہ علماء ہیں جن کے قول کی ان کا فعل تصدیق کرے اور جس کے قول کی اس کا فعل تصدیق نہ کرے اور وہ عالم نہیں ہے۔ [3]

---

[1] الفصول المھمہ: ۱/ ۶۸۳؛ امالی طوسی: ۵۷؛ عوالم العلوم: ۲۰/ ۸۳۲؛ بحارالانوار: ۲/ ۴۷؛ مشکاۃ الانوار: ۱۳۲؛ تفسیر القمی: ۲/ ۱۸۶

[2] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۱۸

[3] الفصول المھمہ: ۱/ ۶۰۲؛ بحارالانوار: ۲/ ۵۹؛ عدۃ الداعی: ۷۹؛ مشکاۃ الانوار: ۱۳۲؛ تفسیر البرہان: ۴/ ۵۴۴؛ منیۃ المرید: ۱۸۱

بیان:

یہ اس لیے ہے وہ علم کو ترک کرتا ہے عمل پر جو اس بات کی دلیل ہے کہ بتحقیق وہ اپنے علم پر یقین نہیں رکھتا اور علم اس کے پاس فقط عارضی طور پر جو اس سے سلب ہو جائے گا۔

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے [۱]

3/82 الکافی،۱/۱۸۰/۱۶۶/۸ علی عن أبیه و العدة عن سهل عن یعقوب بن یزید عن عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ قُتَيْبَةَ عَنْ حَفْصِ بْنِ عُمَرَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَ جَلَّ يَقُولُ: إِنِّي لَسْتُ كُلَّ كَلاَمِ اَلْحَكِيمِ أَتَقَبَّلُ إِنَّمَا أَتَقَبَّلُ هَوَاهُ وَ هَمَّهُ فَإِنْ كَانَ هَوَاهُ وَ هَمُّهُ فِي رِضَايَ جَعَلْتُ هَمَّهُ تَقْدِيساً وَ تَسْبِيحاً.

اسماعیل بن محمد سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: خدا فرماتا ہے میں اس طرح نہیں ہوں کہ ہر بات کو جو حکیم آدمی اور سمجھ دار مجھ سے کہتا ہے کہ میں قبول کرتا ہوں (یعنی اس کے دل کی طرف نگاہ کرتا ہوں اور اس کے ذہن کے درمیان میں یہ نہیں ہے) پس اگر اس کی نیت وارادہ قلبی میری رضا وخوشنودی میں ہوگا تو یہی اس کا ارادہ اور اس کی تقدیس وتسبیح اس کے لیے حساب میں لے آتا ہوں۔ [۲]

بیان:

"**هواه اور همه**" ان میں جو "ہو" کی ضمیر ظاہر ہے وہ پلٹتی ہے متکلم کی طرف اس حکمت کے ساتھ جو "کلام الحکمۃ" سے لی گئی ہے یعنی: بتحقیق وہ قبول کرتا ہے متکلم کے کلام کو حکمت کے ساتھ جیسے اس کا ھم اور غم اور حوس تکلم سے اور کچھ نہیں ہے۔

"رضای" فضیلت کا ظاہر کرنا نہیں اور رقبیلے میں بلند مقام لینا نہیں اور وہ چیزیں جو اس قبیل سے ہوں۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے [۳]

4/83 الکافی،۱/۳۶/۳/۱ العدة عن البرقی عن عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مِهْرَانَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ اَلْقَمَّاطِ عَنِ

---

[۱] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۱۸

[۲] وسائل الشیعہ: ۱۵/ ۲۷۹ ح ۲؛ الجواہر السنیہ: ۲۵۳

[۳] مرآۃ العقول: ۲۶/ ۳۴۰؛ البضاعۃ المزجاۃ: ۲/ ۵۰۳

اَلْحَلَبِیِّ عَنْ أَبِی عَبْدِ اَللَّهِ عَلَیْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ قَالَ أَمِیرُ اَلْمُؤْمِنِینَ عَلَیْهِ اَلسَّلاَمُ: أَلاَ أُخْبِرُکُمْ بِالْفَقِیهِ حَقِّ اَلْفَقِیهِ مَنْ لَمْ یُقَنِّطِ اَلنَّاسَ مِنْ رَحْمَةِ اَللَّهِ وَ لَمْ یُؤْمِنْهُمْ مِنْ عَذَابِ اَللَّهِ وَ لَمْ یُرَخِّصْ لَهُمْ فِی مَعَاصِی اَللَّهِ وَ لَمْ یَتْرُکِ اَلْقُرْآنَ رَغْبَةً عَنْهُ إِلَی غَیْرِهِ أَلاَ لاَ خَیْرَ فِی عِلْمٍ لَیْسَ فِیهِ تَفَهُّمٌ أَلاَ لاَ خَیْرَ فِی قِرَائَةٍ لَیْسَ فِیهَا تَدَبُّرٌ أَلاَ لاَ خَیْرَ فِی عِبَادَةٍ لَیْسَ فِیهَا تَفَکُّرٌ.

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: آگاہ ہو جاؤ میں تم کو خبر دوں کہ فقیہ حقیقی کون ہے۔ فقیہ حقیقی وہ ہے جو لوگوں کو رحمت خدا سے نا اُمید نہ کرے اور عذاب خدا سے نہ ڈرا کرے اور لوگوں کو خدا کی معصیت کی اجازت نہ دے اور لوگوں کی قرآن سے رغبت کم نہ کرے۔ آگاہ ہو جاؤ اس علم میں کوئی خیر و خوبی نہیں جس میں فہم نہ ہو اور جس قرأت میں تدبر نہ ہو اس تلاوت میں کوئی خیر و خوبی نہیں ہے اور اس عبادت میں کوئی خیر و خوبی نہیں جس میں غور و فکر نہ۔ [1]

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے

5/84 الکافی،۱/۳/۳۶/۱ وَ فِی رِوَایَةٍ أُخْرَی أَلاَ لاَ خَیْرَ فِی عِلْمٍ لَیْسَ فِیهِ تَفَهُّمٌ أَلاَ لاَ خَیْرَ فِی قِرَائَةٍ لَیْسَ فِیهَا تَدَبُّرٌ أَلاَ لاَ خَیْرَ فِی عِبَادَةٍ لاَ فِقْهَ فِیهَا أَلاَ لاَ خَیْرَ فِی نُسُکٍ لاَ وَرَعَ فِیهِ.

ایک اور روایت میں ہے: آگاہ ہو جاؤ جس علم میں فہم نہ ہو اس میں کوئی خیر و خوبی نہیں ہے، جس تلاوت میں کوئی تدبر نہ ہو اس میں کوئی خیر و خوبی نہیں ہے، جس عبادت کا علم نہ ہو اس میں کوئی خیر و خوبی نہیں ہے اور جس عبادت میں پرہیز گاری نہ ہو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ [2]

بیان:

''حق الفقیہ'' یہ یا بدل ہے فقیہ سے یا مبتدا ہے یا تقدیر منصوب ہے اعنی کی تقدیر کے ساتھ۔

یعنی: بتحقیق حقیقی فقیہ (یا حقیقت میں فقیہ) وہ ہے جو عالم ہو تمام وعدو وعید کا عارف ہو تمام او امر او رنواہی کا عارف ہو بعض کو بعض کے ساتھ ملاحظہ کرتے ہوئے اور بتحقیق فقیہ پہچانتا ہو ان تمام سلبیہ علامات کو کیونکہ اکثر طور پر جمہور کے پاس جس کو ہر زمانے میں اس نام سے بلایا جائے وہ اضداد او رسلب کو جانتا ہو جیسے گویا امام علیہ السلام نے

[1] منیۃ المرید: ۱۶۲؛ معانی الاخبار: ۲۲۶؛ بحار الانوار: ۲/ ۴۸ و ۸۹/ ۲۱۰؛ وسائل الشیعہ: ۶/ ۱۷۳؛ تنبیہ الخواطر: ۱/ ۳۰۰؛ اعلام الدین: ۲۵۳؛ تحف العقول: ۲۰۴

[2] سابقہ حوالہ جات

پیش کیا علماء سوء اور جھوٹے فقیہ کو اور باطل کیا تمام باطل مذہبوں کو اور اکثر اصول اور فروع میں باطل چیزوں کو بدرجہ اولی معتزلہ کے مذہب کو باطل کیا جو قائل ہیں ایجاب الوعید اور گناہ کبیرہ کرنے والے کے جہنم میں ہمیشہ رہنے کے اور باطل کیا خوارج کے مذہب کو جو شریعت کی تکالیف میں بہت تنگ نظر ہیں اور مذہب مرجئہ کو اور ان کو جو ان کے قائم مقام ہیں اور پھر حنبلیوں اور اشاعرہ کے مذہب کو باطل کیا اور ان کو جو ان دونوں کی شبیہ ہیں جیسے اکثر صوفی اور پھر مذہب متفلسفہ کو جو قرآن اور اہل قرآن سے منہ پھیر گئے اور جا کر قدیم فلسفیوں کی کتابوں سے علم اور عرفان کو کسب کیا اور مذہب حنفی (ابوحنیفہ) کو جو قیاس پر عمل کرتے ہیں اور قرآن کو ترک کر دیا اور ایسے علم پر عمل کرتے ہیں جس میں کوئی تفہیم سمجھنا اور سمجھانا نہیں ہے جیسے ظن اور تقلید فقط اقوال کو اور روایات کو سمجھنے کے بغیر یاد کرنا ہے بس یہ حقیقت میں علم نہیں ہے اور عبادت اور تجرد دونوں متقارب ان ہیں۔

''الورع'' یعنی: حرام چیزوں سے اجتناب۔

تحقیق اسناد:

یا تو حدیث مرسل ہے یا اس کی سند وہی سابقہ ہے (واللہ اعلم)

6/85 الکافی،۱/۸/۲۰/۱ بهذا الإسناد عن القماط وَ صَالِحِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبَانِ بْنِ تَغْلِبَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ: أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ مَسْأَلَةٍ فَأَجَابَ فِيهَا قَالَ فَقَالَ اَلرَّجُلُ إِنَّ اَلْفُقَهَاءَ لاَ يَقُولُونَ هَذَا فَقَالَ يَا وَيْحَكَ وَ هَلْ رَأَيْتَ فَقِيهاً قَطُّ إِنَّ اَلْفَقِيهَ حَقَّ اَلْفَقِيهِ اَلزَّاهِدُ فِي اَلدُّنْيَا اَلرَّاغِبُ فِي اَلْآخِرَةِ اَلْمُتَمَسِّكُ بِسُنَّةِ اَلنَّبِيِّ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ.

ابان بن تغلب سے روایت ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام سے کسی نے ایک سوال کیا تو آپ نے اس کا جواب دیا۔ اس نے کہا: فقہا تو ایسا نہیں کہتے؟

آپ نے فرمایا: وائے ہو تجھ پر! تو نے کبھی فقیہ کو دیکھا ہے؟ اصل فقیہ وہ ہے جو تارک الدنیا ہو، آخرت کی طرف راغب ہو اور سنت نبی سے تمسک رکھنے والا ہے۔ [1]

بیان:

''ویحک'' یہ رحمت کا کلمہ ہے اور تحقیق یہ تینوں صفتیں قرار دی ہیں علامت اور نشانی، حقیقی فقیہ کے لیے کیونکہ ان میں سے پہلی علامت دلیل ہے اس کی اللہ کی معرفت پر اور قیامت کے دن پر اور آخری دلیل ہے اس کی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کی معرفت پر دلیل ہے اور یہ ہے فقیہ کی تمام اور کامل معنی۔

[1] المحاسن: ۱/ ۲۲۳؛ بحار الانوار: ۲/ ۵۱

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے [1] اور المحاسن کی سند حسن ہے (واللہ علم)

7/86 الکافی،۱/۴/۳۶/۱ محمد عن ابن عیسی و النیسابوریان جمیعاً عن صفوان عَنْ أَبِي ٱلْحَسَنِ ٱلرِّضَا عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ قَالَ: إِنَّ مِنْ عَلاَمَاتِ ٱلْفِقْهِ ٱلْحِلْمَ وَ ٱلصَّمْتَ.

حضرت امام رضاعلیہ السلام نے فرمایا: عالم دین کی علامات میں سے حلم اور خاموشی ہے۔ [2]

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے [3]

8/87 لکافی،۱/۵/۶۳/۱ أحمد بن عبد الله عن البرقی عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِهِ رَفَعَهُ قَالَ قَالَ أَمِيرُ ٱلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ: لاَ يَكُونُ ٱلسَّفَهُ وَ ٱلْغِرَّةُ فِي قَلْبِ ٱلْعَالِمِ.

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: عالم کے دل میں نادانی اور فریب نہیں آتا یعنی عالم شیطانی فریب میں نہیں آتا۔ [4]

بیان:

''السفه''یعنی: خفت اور ہلکا پن اور طیش اور کم عقلی حلم کی ضد ہے اور الغرۃ ''غین'' اور ''راء'' کے ساتھ شئے کے لوازمات سے غفلت کو کہتے ہیں۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرفوع ہے۔ [5]

9/88 الکافی،۱/۶/۳۷/۱ بِهَذَا ٱلْإِسْنَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِنَانٍ رَفَعَهُ قَالَ: قَالَ عِيسَى ٱبْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ يَا مَعْشَرَ ٱلْحَوَارِيِّينَ لِي إِلَيْكُمْ حَاجَةٌ إِقْضُوهَا لِي قَالُوا قُضِيَتْ حَاجَتُكَ يَا رُوحَ ٱللَّهِ فَقَامَ فَغَسَلَ أَقْدَامَهُمْ فَقَالُوا كُنَّا نَحْنُ أَحَقَّ بِهَذَا يَا رُوحَ ٱللَّهِ فَقَالَ إِنَّ

---

[1] مرآۃ العقول:۱/۲۳۰

[2] وسائل الشیعه:۱۲/۱۸۶؛ تفسیر کنز الدقائق:۵/۵۷۶؛ تفسیر نور الثقلین:۱/۲۸۸و۲/۲۸۵؛ بحار الانوار:۷۵/۳۳۸؛ تحف العقول:۳۴۵؛ الخصال:۱/۱۵۸

[3] مرآۃ العقول:۱/۱۲۰

[4] وسائل الشیعه:۱۲/۳۰؛ مجمع البحرین:۳/۴۲۲

[5] مرآۃ العقول:۱/۱۲۰

أَحَقُّ اَلنَّاسِ بِالْخِدْمَةِ اَلْعَالِمُ إِنَّمَا تَوَاضَعْتُ هٰكَذَا لِكَيْمَا تَتَوَاضَعُوا بَعْدِي فِي اَلنَّاسِ كَتَوَاضُعِي لَكُمْ ثُمَّ قَالَ عِيسَى عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ بِالتَّوَاضُعِ تُعْمَرُ اَلْحِكْمَةُ لاَ بِالتَّكَبُّرِ وَ كَذٰلِكَ فِي اَلسَّهْلِ يَنْبُتُ اَلزَّرْعُ لاَ فِي اَلْجَبَلِ.

محمد بن سنان سے مرفوع روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے میرے حواریوں! میری آپ سے ایک حاجت ہے کیا تم میری حاجت کو پورا کرو گے انہوں نے عرض کیا اے روح خدا ہم آپ کی ہر حاجت کو پورا کرنے کو تیار ہیں۔ پس آپ اٹھے اور آپ نے ان کے پاؤں کو دھونا شروع کر دیا تو حواریوں نے عرض کیا: یا روح اللہ یہ ہمارا زیادہ حق ہے کہ ہم آپ کے قدموں کو دھوئیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: عالم کا حق ہے کہ وہ لوگوں کی خدمت کرے اور میں یہ آپ کے ساتھ اس طرح کی تواضع وانکساری کر رہا ہوں تا کہ تم بھی میرے بعد لوگوں کے ساتھ اسی طرح کا سلوک کرنا جیسا میں تمہارے ساتھ سلوک کر رہا ہوں۔

پھر حضرت روح اللہ نے فرمایا: تواضع وانکساری کرو اس سے حکمت حاصل ہوتی ہے تا کہ تکبر وغرور سے۔ جیسا کہ نرم زمین سے پودے اُگتے ہیں پتھر یلے پہاڑوں پر نہیں۔ [1]

بیان:

''الحواریون'' یعنی: انبیاء کے ساتھ وہ خالص اور مخلص لوگ جو ہر عیب سے پاک ہیں اور ''تقضیت'' مجہول صیغے کے ساتھ لائے ہیں ادب کی رعایت کرنے کے لیے اور بعض نسخوں میں ''قبل'' کی جگہ ''غسل'' آیا ہے۔ اور امام علیہ السلام نے اس کو تواضع کی انتہا کے لیے بیان کیا ہے جیسے اس نے ان کے قدموں کے دھونے کا ارادہ کیا یا چومنے کا، اور پھر اس کو ایک مطلوب قرار دیا اور اس کو حاجت کا نام دیا اور پھر اس کے انجام دینے میں اذن طلب کیا۔ اور اس فعل کے دو مطالب اور مقصد کو ذکر کیا ایک متعدی اور ایک لازم اور فقط ایک کی مثال دی جیسا کہ یہ انبیاء علیہم السلام کی عادت تھی اور اس میں راز یہ ہے کہ بتحقیق تواضع کا اختیار کرنا شرف اور رفعت پر پہنچنے کا سبب ہے اس لیے روایت وارد ہوئی ہے کہ: جو شخص اللہ کے لیے تواضع کرے اللہ اس کو رفیع اور بلند کرے گا خصوصاً وہ شخص جو اس کے لیے صلاحیت رکھتا ہو۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف علی المشہور ہے [2] لیکن میرے نزدیک حدیث مرفوع ومعتبر ہے۔ (واللہ اعلم)

---

[1] منیۃ المرید: ۱۸۳؛ بحار الانوار: ۲/ ۶۲ و ۱۴/ ۲۷۸؛ انوار المبین: ۳۱۳؛ وسائل الشیعہ: ۱۵/ ۲۷۶؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۴۷۵

[2] مراۃ العقول: ۱/ ۱۲۲

10/89 الكافی،۱/۳۶/۷/۱ علی عن أبيه عن علی بن معبد عمن ذكره عن ابن وهب عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ كَانَ أَمِيرُ اَلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ: يَا طَالِبَ اَلْعِلْمِ إِنَّ لِلْعَالِمِ ثَلاَثَ عَلاَمَاتٍ اَلْعِلْمَ وَ اَلْحِلْمَ وَ اَلصَّمْتَ وَ لِلْمُتَكَلِّفِ ثَلاَثَ عَلاَمَاتٍ يُنَازِعُ مَنْ فَوْقَهُ بِالْمَعْصِيَةِ وَيَظْلِمُ مَنْ دُونَهُ بِالْغَلَبَةِ وَيُظَاهِرُ اَلظَّلَمَةَ.

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں: عالم دین کی تین علامتیں ہیں: علم، حلم اور خاموشی اور وہ جاہل جو عالم بننے کا دعویٰ دار ہے اس کی بھی تین علامتیں ہیں: معصیت میں اپنے مافوق کے ساتھ جھگڑا کرتا ہے، اپنے سے کم پر غلبہ چاہتا ہے اور ظالموں کی مدد کرتا ہے۔ [1]

بیان:

"المظاهرة" یعنی: معاونت اور مدد۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے۔ [2]

11/90 الكافی،۱/۴۹/۵/۱ علی رَفَعَهُ إِلَى أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: طَلَبَةُ اَلْعِلْمِ ثَلاَثَةٌ فَاعْرِفْهُمْ بِأَعْيَانِهِمْ وَ صِفَاتِهِمْ صِنْفٌ يَطْلُبُهُ لِلْجَهْلِ وَ اَلْمِرَاءِ وَ صِنْفٌ يَطْلُبُهُ لِلاِسْتِطَالَةِ وَ اَلْخَتْلِ وَ صِنْفٌ يَطْلُبُهُ لِلْفِقْهِ وَ اَلْعَقْلِ فَصَاحِبُ اَلْجَهْلِ وَ اَلْمِرَاءِ مُوذٍ مُمَارٍ مُتَعَرِّضٌ لِلْمَقَالِ فِي أَنْدِيَةِ اَلرِّجَالِ بِتَذَاكُرِ اَلْعِلْمِ وَ صِفَةِ اَلْحِلْمِ قَدْ تَسَرْبَلَ بِالْخُشُوعِ وَ تَخَلَّى مِنَ اَلْوَرَعِ فَدَقَّ اَللَّهُ مِنْ هَذَا خَيْشُومَهُ وَ قَطَعَ مِنْهُ حَيْزُومَهُ وَ صَاحِبُ اَلاِسْتِطَالَةِ وَ اَلْخَتْلِ ذُو خِبٍّ وَ مَلَقٍ يَسْتَطِيلُ عَلَى مِثْلِهِ مِنْ أَشْبَاهِهِ وَ يَتَوَاضَعُ لِلْأَغْنِيَاءِ مِنْ دُونِهِ فَهُوَ لِحَلْوَائِهِمْ هَاضِمٌ وَ لِدِينِهِ حَاطِمٌ فَأَعْمَى اَللَّهُ عَلَى هَذَا خُبْرَهُ وَ قَطَعَ مِنْ آثَارِ اَلْعُلَمَاءِ أَثَرَهُ وَ صَاحِبُ اَلْفِقْهِ وَ اَلْعَقْلِ ذُو كَآبَةٍ وَ حَزَنٍ وَ سَهَرٍ قَدْ تَحَنَّكَ فِي بُرْنُسِهِ وَ قَامَ اَللَّيْلَ فِي حِنْدِسِهِ يَعْمَلُ وَ يَخْشَى وَجِلاً دَاعِياً مُشْفِقاً مُقْبِلاً عَلَى شَأْنِهِ عَارِفاً بِأَهْلِ زَمَانِهِ مُسْتَوْحِشاً مِنْ أَوْثَقِ إِخْوَانِهِ فَشَدَّ اَللَّهُ مِنْ هَذَا أَرْكَانَهُ وَ أَعْطَاهُ يَوْمَ اَلْقِيَامَةِ أَمَانَهُ.

---

[1] مفیۃ المرید: ۸۳؛ بحار الانوار: ۲/۵۹

[2] مرآۃ العقول: ۱/۱۲۲

وحدثني به محمد بن محمود ابو عبدالله القزويني عن عدة أصحابنا منهم جعفر بن أحمد (محمد) الصيقل بقزوين عن أحمد بن عيسى العلوي عن عباد بن صهيب البصيري عن أبي عبدالله۔

علی نے مرفوع روایت کی ہے کہ ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: طالبان حق تین قسم کے ہیں کہ میں ان کے ایمان وصفات کو جانتا ہوں: ایک گروہ وہ ہے جو علم کو طلب کرتا ہے لوگوں سے جاہلانہ بحث کے لیے، دوسرا گروہ علم حاصل کرتا ہے تکبر وفریب کے لیے اور تیسرا گروہ اس کو حاصل کرتا ہے فقہ اور عقل کے لیے۔ پس جاہل اور جھگڑا کرنے والا لوگوں کو ستانے والا اور ان سے لڑنے والا ہوتا ہے، لوگوں کے جلسوں میں صاحبان علم وحلم کو وصف اس لیے بیان کرتا ہے کہ وہ اس کی لچر باتوں پر اعتراض نہ کریں، وہ خضوع وخشوع کے لباس میں نظر آتا ہے۔ حالانکہ پرہیز گاری سے خالی ہوتا ہے۔ خدا اس کو ذلیل کرتا ہے اور زبان قطع کرتا ہے اور صاحبان تکبر وفریب کی دو حالتیں ہیں یا وہ صاحبان علم کے سامنے ہرزہ سرائیاں کرتے ہیں اور پرشور وشر شیخیاں مارتے ہیں یا امراء کی چاپلوسی کر کے ان کے دستر خوان سے لطف اُٹھاتے ہیں اور اپنے دین کو برباد کرتے ہیں۔ پس خدا نے ان کی باتوں پر پردہ ڈال دیا ہے اور اہل علم کے نزدیک ان کی باتوں کو بے اثر بنا دیا ہے جو صاحبان علم دین وعقل ہیں وہ بظاہر رنج واندوہ میں ہیں، راتوں کو بیدار رہنے والے ہیں، خوشنودی خدا کے لیے ٹاٹ کا لباس پہنتے ہیں او رتاریکی شب میں عبادت کرتے ہیں او راس خیال سے کہ عبادت قبول نہ ہو، خائف وترساں رہتے ہیں اور اپنے بھائیوں تک پر اعتماد نہیں کرتے ان کی بے وفائی دیکھ کر۔ پس خدا نے اس پرہیز گاری کو دیکھ کر ان کے ارکان کو مستحکم بنا دیا اور روز قیامت ان کو عذاب سے امان دے گا۔ [1]

بیان:

یہاں جہل سے ارادہ کیا ہے نفاق اور غضب اور شتم وغیرہ کا جو کہ صادر ہوتے ہیں اہل جاہلیت سے اور حدیث میں ''ولکن استجھلہ الحمیۃ'' کے معنی کو جہل پر حمل کیا ہے۔

و''المراء'' بے جا مجادلہ او راعتراض اپنے غیر پر بغیر کسی دینی مقصد کے۔

''والاستطالۃ'' یعنی: بلندی او رعلو ورفعت۔

و''الختل'' ''خا'' اور ''تا'' کے ساتھ

[1] منیۃ المرید: ۱۳۸؛ مشکاۃ الانوار: ۱۴۰؛ عوالم العلوم: ۲۰ / ۸۰۷؛ امالی صدوق: ۶۲۹؛ روضۃ الواعظین: ۱ / ۹؛ الخصال: ۱ / ۹۴؛ اعلام الدین: ۸۹؛ بحار الانوار: ۲ / ۴۶

فریب اور دھوکہ۔اور گویا یہاں ''الفقہ'' سے ارادہ کیا ہے معرفت کا اور ''العقل'' سے پسندیدہ اور نیک اخلاق رکھنے کا۔

''موذمار'' اس کے باطن کی خباثت کی وجہ سے اور اس کے کلام کرنے کی قدرت کی خاطر۔

''متعرض للمقال'' کیونکہ اس کا مقصد فوقیت اور غالب ہونے کا ظاہر کرنا ہے۔

و''الاندیة'' نادی کی جمع ہے یعنی ندا دینے والا اور وہ قوم کی صدارت کرنے والا ہے جب تک مجمعہ ہے وہ نادی ہے ندا دینے والا ہے اور جب مجمعہ ختم ہو تو وہ نادی نہیں ہے۔

''التسربل'' ''تفعلل'' کے وزن پر یعنی: قمیص ہے یعنی: ظاہر کرتا ہے اپنے خشوع کو خاشعین کے ساتھ شباہت رکھتے ہوئے اور ورع لازم کے لباس کے ساتھ آراستہ ہوتے ہوئے۔

''فدق الله'' بددعا کی ہے

''الخیشوم'' ناک کی بلندی اور چوٹی

''الحیزوم'' یعنی سینے کا بیچ والا حصہ

''الخب'' یعنی فریب

''الملق'' یعنی: محبت اور شدید لطف

''رجل ملق'' یعنی وہ بات کرنے والا مرد جس کے دل میں اور اور زبان پر اور بات ہو۔

''فهو لحلوائهم هاضم ولدینه حاطم'' یعنی: اپنے طعام کو کھانے والا اور دین بیچ دیتا ہے ان کو ان کے مال کے لینے کی وجہ سے بس حتماً ایسا شخص دین کا حاطم اور نابود کرنے والا ہے اور ان کے ایمان اور یقین کو مہدوم کرتا ہے یا یہ کہ ان کو وہ ایسا فتویٰ دیتا ہے جو ان کی خواہشات پر ہو پھر اس کے لیے بددعا کی ہے اس طرح کے اس کی نہ کوئی خبر ہو نہ کوئی اس کا اثر ہو

''عمی علیه الخبر'' یعنی چھپاتا ہے ان سے

اور بتحقیق ان دونوں کو بددعا کی ہے تاکہ علماء حقہ ان کے ضرر سے محفوظ رہیں جو کہ کافروں کے ضرر سے زیادہ ہے۔

''ذو کآبة'' یعنی جس کا حال برا ہو اور آخرت کے امور کی انکساری کی وجہ سے اس کا قلب خوف سے بھرا ہوا ہو اور وہ خدا سے خشی اور خوف زدہ ہو اور زمانے کے قسی القلب لوگ دیکھنے اور مصیبتوں کی وجہ سے خائف ہو اور اپنے ہم عصروں کی جفا اور اپنے بھائیوں کے نفاق اور جہل کے زیادہ ہونے اور رفاضل لوگوں کے حال کے برے

ہونے کی وجہ سے ڈرتا ہو۔

و"التحن "یعنی: عمامے کا تحت الحنک۔

و"البرنس "با اور نون کے ضمے کے ساتھ، لمبی ٹوپی جس کو صدر اسلام میں پہنتے تھے اور کہا گیا ہے کہ ہر وہ لباس جو سر پر رکھا جاتا ہے یا جبہ وغیرہ۔

و"الحندس "یعنی: وہ رات جس میں بہت شدید اندھیرا ہو۔

"یعمل و یخشی "دوسری آخری دو قسموں کے خلاف اس اعتبار سے کہ نہ عمل کرتے ہیں اور نہ ایمان لائے ہیں۔

و"جلا، داعیا، مشفقا "یعنی: قیامت کے عذاب سے ڈرنے والا، اللہ کی بارگاہ مغفرت کی طلب کر کے گڑگڑانے والا، عاقبت کے برے ہونے سے ڈرنے والا۔

"مقبلا علی شانہ "اپنے نفس کی اصلاح کی خاطر اور اپنے باطن کی تہذیب کی خاطر دو آخری لوگوں کے بر خلاف جو لوگوں کی طرف رخ کرتے ہیں تا کہ ان کے نفس کے امر کو مہمل کریں اور چھوڑ دیں اور ان کے باطن کی اصلاح کو ترک کریں اور رذائل اور برے اخلاق اور گناہوں سے بھر دیں اور ان کو ہلاک کرنے والی بیماریاں لگا دیں۔

"عارفا بأهل زمانه "یعنی: ان کے نفسوں کے حالات کو پہچاننے والا اور ان کے باطن کے مقاصد کو پہچاننے والا ان کے افعال اور اقوال کو دیکھنے کی وجہ سے اور حدیث میں ہے کہ مومن کی فراست سے بچیں بتحقیق وہ اللہ کے نور کے ساتھ دیکھتا ہے۔

"فشد اللہ "یہ اس کے لیے دعا ہے علم اور یقین اور دین کے احکام اور ایمان کے ارکان اور اس کو قیامت کے دن امن اور امان دینے کی۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرفوع ہے اور اس کی دوسری سند مجہول ہے[1] لیکن اس حدیث کی دوسری دو اسناد شیخ صدوق نے ذکر کی ہیں جو دونوں ضعیف ہیں البتہ امالی کی سند میں عکرمہ اور ابن عباس کے علاوہ ابان بن تغلب تک تمام راوی ثقہ ہیں لہذا بعید نہیں ہے کہ حدیث کو معتبر کہا جا سکے۔ (واللہ اعلم)

12/91 الکافی،۱/۴۹/۶/۱ علی عن أبیه عن محمد بن یحیی عَنْ طَلْحَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ

[1] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۶۲

عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ: إِنَّ رُوَاةَ اَلْكِتَابِ كَثِيرٌ وَ إِنَّ رُعَاتَهُ قَلِيلٌ وَ كَمْ مِنْ مُسْتَنْصِحٍ لِلْحَدِيثِ مُسْتَغِشٌّ لِلْكِتَابِ فَالْعُلَمَاءُ يَحْزُنُهُمْ تَرْكُ اَلرِّعَايَةِ وَ اَلْجُهَّالُ يَحْزُنُهُمْ حِفْظُ اَلرِّوَايَةِ فَرَاعٍ يَرْعَى حَيَاتَهُ وَ رَاعٍ يَرْعَى هَلَكَتَهُ فَعِنْدَ ذَلِكَ اِخْتَلَفَ اَلرَّاعِيَانِ وَ تَغَايَرَ اَلْفَرِيقَانِ.

طلحہ بن زید نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابوعبداللہ امام صادق علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: کتاب کی روایت کرنے والے بہت زیادہ ہیں (یعنی تلاوت کرنے والے) لیکن قرآن کی رعایت کرنے والے بہت کم ہیں۔ کافی لوگ ایسے ہیں جو حدیث کے خیر خواہ اور اس کو پسند کرتے ہیں لیکن قرآن کے خائن اور ناپسند کرنے والے ہیں۔علماء اس لیے پریشان ہیں کہ قرآن کی رعایت نہیں کی جارہی اور جاہل پریشان ہیں اس کی روایۃ نہیں کی جا رہی۔علماء حیات وزندگی کے درپے ہیں جبکہ جہال ہلاکت کے درپے ہیں۔جب ان میں اختلاف ہوجائے تو یہ دونوں فریق جداجدا ہوجاتے ہیں۔[1]

بیان:

حدیث ''اللّٰہ ثم قائلہ اعلم'' کی مراد یہ ہے کہ بتحقیق قرآن مجید کے الفاظ کی تصحیح کے ساتھ حافظ اور قرآن کی قرائت کی تجوید اور اس کے حروف کی لحن اور غلط کی حفاظت کرنے والے بہت زیادہ ہیں اور اس کی تفہیم سمجھنے اور سمجھانے کی رعایت کرنے والے اور اس کے معانی میں تدبر کرنے والے اور اس کے حقائق کو ظاہر کرنے والے اور جو اس سے اس کے اہل نے ارادہ کیا اس کو بتانے والے پھر اس کے استعمال کا طریقہ بتانے والے جتنی ضرورت ہے اس حساب سے بہت کم ہیں اور اسی طرح حدیث کے سمجھنے اور سمجھانے والے اور اس کے معانی کے فہم کی رعایت کرنے والے اور اس میں تدبر کرنے والے اور ضرورت کے حساب سے اس پر عمل کرنے والے بھی کم ہیں جو حدیث کو قرآن میں ڈوبے ہوئے ہونے کے استعمال کو ترک کرتے ہیں اپنے فہم کے کم اور اس کے ادراک میں تقصیر کرنے کی وجہ سے بس علماء ان کو قرآن کی رعایت کو ترک کرنے سے ڈراتے ہیں اور اس کے نہ سمجھنے کے غم کو محسوس کرواتے ہیں اور اس پر عمل نہ کرنے سے ہوشیار کرتے ہیں اور جاہل لوگ روایت کو حفظ کرنے کو مہم سمجھتے ہیں اور ان پر تسلط پیدا کرنے کو ترک کرتے ہیں اس لیے کہ وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ یہی کمال اور کامیابی ہے اور علماء سے مراد پہلے درجے پر اہل بیت علیہم السلام ہیں اور پھر دوسرے درجے پر وہ ہیں جو اہل بیت علیہم السلام کی پیروی کرتے ہیں جو ان سے سیکھتے ہیں اور اس مراد یہ ہے کہ بتحقیق اہل بیت علیہم السلام ان کو قرآن کی

[1] موسوعہ احادیث اہل البیتؑ: ۳/ ۲۳۰

رعایت کے ترک کرنے سے ڈراتے ہیں اور قرآن کی رعایت کو ترک کرنے والوں سے روکتے ہیں جو فقط قرآن کے حروف کے حافظ ہیں بس اگر وہ رعایت کرتے تو ہدایت پا جاتے اور حق کا اقرار کرتے اور جاہل وہ ہیں جو قرآن سے کسی چیز کا فائدہ نہیں لیتے۔

اس معنی کی تائید کرتی ہے وہ جو اس کتاب کے روضہ میں آئے گی حضرت ابو جعفر باقر العلوم علیہ السلام کے رسالے میں جو اپنے صحابی سعد الخیر کو لکھا کہ: وہ حروف کو قائم حفظ رکھتے ہیں اور ان کی حدود کو بدلا دیتے ہیں بس وہ روایت کرتے ہیں اور اس کی رعایت نہیں کرتے جاہل لوگ روایت کو فقط حفظ کرتے ہیں اور علماء ان کو رعایت کے ترک کرنے سے روکتے ہیں یہاں امام علیہ السلام کے قول میں "یعجبھم" "یحزنھم" کے بدلے میں آیا ہے یہاں وہی دلالت ہے جو ہم نے کہی ہے۔

اور احتمال ہے یہاں جہال سے مراد وہ لوگ ہوں جو حروف کے حافظ ہیں وہ حقیقت میں جاہل ہیں یہاں ان کا ارادہ جائز نہیں ہے کیونکہ ان کو حزن پشیمان نہیں کرتا مگر کہا جائے کہ روایت کو حفظ کرتے ہیں بغیر رعایت کے اور ان کا حزن عاقبت کے لیے ہے۔

"فراع یرعی حیاته" یعنی: وہ شخص جو اللہ کی رضا اور یوم آخرت چاہتا ہے پھر وہ عالم ہو یا جاہل ہو۔

"وراع یرعی هلکته" یعنی: وہ شخص جو اس سے دنیا اور فخر کرنا چاہتا ہے۔

"فعند ذالك" یعنی: ان کے قلوب اور ضمیروں میں نظر کرنے کی وقت اور ان کی نیتوں اور اسرار کو جاننے کے وقت وہ دونوں مختلف اور متغیر ہوتی ہیں ظاہر کے حساب سے متحد ہونے کے بعد اور بتحقیق یہ ظاہر ہوگا اس وقت جب تمام لوگ اس کو قیامت کے دن دیکھیں گے اور جس دن اسرار اور راز ظاہر ہونگے۔ جس دن وہ متفرق ہوں گے بعض جنت میں اور بعض جہنم میں۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے [1] لیکن میرے نزدیک کہ حدیث موثق ہے کیوں کہ طلحہ بن زید عامی وبتری ہونے کے باوجود ثقہ اور اُس کی کتاب تحقیقاً معتبر ثابت ہے (واللہ اعلم)

13/92 الکافی،۱/۲/۴۸/۱ العدة عن أحمد عن نوح بن شعیب النیسابوری عن الدهقان عن درست عَنْ عُرْوَةَ اِبْنِ أَخِي شُعَيْبٍ اَلْعَقَرْقُوفِيِّ عَنْ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِي بَصِيرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ

[1] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۶۵

عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ كَانَ أَمِيرُ اَلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ: يَا طَالِبَ اَلْعِلْمِ إِنَّ اَلْعِلْمَ ذُو فَضَائِلَ كَثِيرَةٍ فَرَأْسُهُ اَلتَّوَاضُعُ وَ عَيْنُهُ اَلْبَرَاءَةُ مِنَ اَلْحَسَدِ وَ أُذُنُهُ اَلْفَهْمُ وَ لِسَانُهُ اَلصِّدْقُ وَ حِفْظُهُ اَلْفَحْصُ وَ قَلْبُهُ حُسْنُ اَلنِّيَّةِ وَ عَقْلُهُ مَعْرِفَةُ اَلْأَشْيَاءِ وَ اَلْأُمُورِ وَ يَدُهُ اَلرَّحْمَةُ وَ رِجْلُهُ زِيَارَةُ اَلْعُلَمَاءِ وَ هِمَّتُهُ اَلسَّلاَمَةُ وَ حِكْمَتُهُ اَلْوَرَعُ وَ مُسْتَقَرُّهُ اَلنَّجَاةُ وَ قَائِدُهُ اَلْعَافِيَةُ وَ مَرْكَبُهُ اَلْوَفَاءُ وَ سِلاَحُهُ لِينُ اَلْكَلِمَةِ وَ سَيْفُهُ اَلرِّضَا وَ قَوْسُهُ اَلْمُدَارَاةُ وَ جَيْشُهُ مُحَاوَرَةُ اَلْعُلَمَاءِ وَ مَالُهُ اَلْأَدَبُ وَ ذَخِيرَتُهُ اِجْتِنَابُ اَلذُّنُوبِ وَ زَادُهُ اَلْمَعْرُوفُ وَ مَاؤُهُ اَلْمُوَادَعَةُ وَ دَلِيلُهُ اَلْهُدَى وَ رَفِيقُهُ مَحَبَّةُ اَلْأَخْيَارِ .

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: طالب علم کے لیے کثیر فضیلتیں ہیں: اس کا سر تواضع ہے، آنکھ حسد سے دور رہنا ہے، اس کا کان مسائل دین کو سمجھنا ہے، اس کی زبان سچ ہے، حفاظت علم تلاش حق ہے، اس کا دل اچھی نیت ہے، اس کی عقل اشیاء امور کی معرفت ہے، اس کا ہاتھ رحم ہے، اس کا پاؤں زیارت علماء ہے، اس کی ہمت سلامتی نفس ہے، اس کی حکمت پرہیز گاری ہے، اس کی جائے قرار نجات ہے، اس کا رہنما عافیت ہے، اس کی سواری وفا ہے، اس کے ہتھیار نرم گفتگو ہے، اس کی تلوار رضائے خدا ہے، اس کی کمان ہمدردی ہے، اس کی مجلس صحبت علماء ہے، اس کا مال ادب ہے، اس کا ذخیرہ گناہوں سے اجتناب ہے، اس کا زادراہ نیکی ہے، اور اس کی آبرو جھگڑے کا ترک کرنا ہے، اس کی راہبر ہدایت ہے اور اس کا رفیق نیکیوں کی طرف رغبت ہے۔ [1]

بیان:

علم کی تشبیہ، کامل اور فاضل روحانی شخص کے ساتھ دی ہے جس کے اعضاء ہیں جو قوی اور ثابت اور قائد اور مرکب اور اسلحہ وغیرہ ہیں یہ سب روحانی اور معنوی ہیں بس ان الفاظ کے ساتھ استعارہ کیا گیا ہے اس کے فضائل کی طرف تشبیہ دیتے ہوئے اور ہر وہ جو اس کے ساتھ مناسب ہے اور شباہت رکھتا ہے اس کو راُس اور سر قرار دیا ہے۔

''للتواضع '' کیونکہ اصل اور ابتدا علم کے حاصل کرنے میں تواضع اور انکساری اور تکبر کا ترک کرنا ہے۔

''للبراءۃ من الحسد'' کیونکہ حسد پردہ بن جاتا ہے حاسد کی آنکھوں پر تو نتیجے میں وہ اہل علم کے علم کو نہیں دیکھتا تاکہ ان سے فائدہ حاصل کرے۔

[1] منیۃ المرید: ۴۸؛ تحف العقول: ۱۹۹؛ بحار الانوار: ۱/ ۱۷۵

و"الاذن" یعنی: فہم کے لیے کیونکہ سمجھنا اس کا مقصد ہے۔

بس اسی بنا پر جس شخص میں یہ فضائل اور حسنات اور نیکیاں جمع ہوں وہ حقیقت میں عالم ہے اور جو ان فضائل کے ضد کے ساتھ متصف ہو وہ حقیقت میں جاہل ہے اور ان دونوں منزلوں کے درمیان مراتب اور منازل ہیں جو نیکی اس پر غالب آئے اس کے ساتھ منسوب ہوگا۔

"الموادعه" یعنی: المصالحۃ۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔[1]

14/93 الکافی، ۱/۳/۴۸/۱ محمد عن ابن عیسی عن البزنطی عَنْ حَمَّادِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: نِعْمَ وَزِيرُ اَلْإِيمَانِ اَلْعِلْمُ وَ نِعْمَ وَزِيرُ اَلْعِلْمِ اَلْحِلْمُ وَنِعْمَ وَزِيرُ اَلْحِلْمِ اَلرِّفْقُ وَنِعْمَ وَزِيرُ اَلرِّفْقِ اَلصَّبْرُ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایمان کا اچھا وزیر علم ہے اور علم کا اچھا وزیر حلم ہے اور حلم کا اچھا وزیر لوگوں سے اچھا برتاؤ ہے اور رفق و نرم برتاؤ کا وزیر صبر ہے۔[2]

بیان:

وزیر سے مددگار ہونے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے یا اس کو شباہت دی گئی ہے ایمان کے ساتھ اور اس کے اخوات کو سلطان اور بادشاہ کے ساتھ۔

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔[3]

---

[1] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۵۸

[2] الجعفریات: ۸۸؛ النوادر راوندی: ۲۱؛ عوالی اللئالی: ۴/ ۷۵؛ دعائم الاسلام: ۱/ ۸۲؛ قرب الاسناد: ۶۷؛ بحار الانوار: ۲/ ۴۵ و ۴۲/ ۷۷/ ۵۳؛ المجازات النبویہ: ۱۹۷

[3] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۵۸

۹۔ باب حق العالم

عالم کا حق

1/94 الکافی، ۱/۱/۳۷/۱ علی بن محمد بن عبد الله عن أحمد عن محمد بن خالد عن الجعفری عَمَّنْ ذَكَرَهُ عَنْ أَبِي عَبْدِاللّٰهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ كَانَ أَمِيرُ اَلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ: إِنَّ مِنْ حَقِّ اَلْعَالِمِ أَنْ لاَ تُكْثِرَ عَلَيْهِ اَلسُّؤَالَ وَ لاَ تَأْخُذَ بِثَوْبِهِ وَ إِذَا دَخَلْتَ عَلَيْهِ وَ عِنْدَهُ قَوْمٌ فَسَلِّمْ عَلَيْهِمْ جَمِيعاً وَ خُصَّهُ بِالتَّحِيَّةِ دُونَهُمْ وَ اجْلِسْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ لاَ تَجْلِسْ خَلْفَهُ وَ لاَ تَغْمِزْ بِعَيْنِكَ وَ لاَ تُشِرْ بِيَدِكَ وَ لاَ تُكْثِرْ مِنَ اَلْقَوْلِ قَالَ فُلاَنٌ وَ قَالَ فُلاَنٌ خِلاَفاً لِقَوْلِهِ وَ لاَ تَضْجَرْ بِطُولِ صُحْبَتِهِ فَإِنَّمَا مَثَلُ اَلْعَالِمِ مَثَلُ اَلنَّخْلَةِ تَنْتَظِرُهَا حَتَّى يَسْقُطَ عَلَيْكَ مِنْهَا شَيْءٌ وَ اَلْعَالِمُ أَعْظَمُ أَجْراً مِنَ اَلصَّائِمِ اَلْقَائِمِ اَلْغَازِي فِي سَبِيلِ اَللّٰهِ إن شاء الله۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: عالم کا حق یہ ہے کہ اس سے بہت زیادہ سوال نہ کرو اور اس کا دامن نہ پکڑو اور جب اس کے پاس جاؤ اور کچھ لوگ اس کے پاس بیٹھے ہوں تو سب کو سلام کرو اور خصوصیت سے عالم کو سلام کرو، اس کے سامنے بیٹھو پیچھے نہ بیٹھو، اپنی آنکھ سے اشارہ نہ کرو اور ہاتھ سے بھی اشارہ نہ کرو اور اس کے سامنے زیادہ نہ بولو۔ اس کے ساتھ اختلاف کرتے ہوئے زیادہ اقوال اس کے سامنے ذکر نہ کرو کہ فلاں نے آپ کے خلاف یہ کہا ہے اور طول صحبت سے اس کو پریشان نہ کرو۔ عالم کی مثال درخت کی سی ہے کہ تم انتظار کرتے رہو کہ اس سے کوئی شئے تمہارے اوپر گرے۔ عالم کا اجر روزہ دار، راتوں کو جاگنے والے عابد اور راہ خدا میں جہاد کرنے والے سے زیادہ ہے ان شاء اللہ۔ [1]

بیان:

اس کے سامنے بیٹھنے سے مراد شاید یہ ہو کہ ایسے بیٹھے کہ اس کے خطاب اور بات کرنے کے وقت توجہ کو نہ ہٹائے

''**والغمز بالعین**'' یعنی: آنکھ کے ساتھ اشارہ کرنا۔

اور مفعول کو حذف کیا ہے شاید یہ عموم کے لیے ہے چاہے اس کی طرف اشارہ کرے یا اس کے غیر کی طرف، اس کے حضور میں کیونکہ بتحقیق ایسا کرنا تعظیم کے ساتھ منافات رکھتا ہے۔

[1] منیۃ المرید: ۲۳۴؛ وسائل الشیعہ: ۱۲/ ۲۱۴؛ المحاسن: ۱/ ۲۳۳؛ مستدرک الوسائل: ۹/ ۵۱؛ بحار الانوار: ۲/ ۴۳؛ مشکاۃ الانوار: ۱۳۳؛ السرائر: ۳/ ۶۴۶؛ ھدایۃ الامۃ: ۵/ ۷۳؛ عدۃ الداعی: ۸۰؛ اعلام الدین: ۹۱

و"العالم اعظم اجرا" کیونکہ اس کا فائدہ اور علم دوسروں تک پہنچتا ہے اس سے تجاوز کر کے صائم اور قائم کی نسبت سے اور اس تجاوز کو شامل کیا ہے قیاس کے طور پر مجاہد کی طرف۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے۔[1]

۱۰۔باب مجالسة العلماءِ وَ صُحبتهم

علماء کے پاس بیٹھنا اور اُن کی صحبت

1/95 الکافی،۱/۳۹/۱/۱ علی عن العبیدی عن یونس رَفَعَهُ قَالَ: قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ يَا بُنَيَّ اِخْتَرِ اَلْمَجَالِسَ عَلَى عَيْنِكَ فَإِنْ رَأَيْتَ قَوْماً يَذْكُرُونَ اَللَّهَ جَلَّ وَ عَزَّ فَاجْلِسْ مَعَهُمْ فَإِنْ تَكُنْ عَالِماً نَفَعَكَ عِلْمُكَ وَإِنْ تَكُنْ جَاهِلاً عَلَّمُوكَ وَلَعَلَّ اَللَّهَ أَنْ يُظِلَّهُمْ بِرَحْمَتِهِ فَيَعُمَّكَ مَعَهُمْ وَ إِذَا رَأَيْتَ قَوْماً لاَ يَذْكُرُونَ اَللَّهَ فَلاَ تَجْلِسْ مَعَهُمْ فَإِنْ تَكُنْ عَالِماً لَمْ يَنْفَعْكَ عِلْمُكَ وَإِنْ كُنْتَ جَاهِلاً يَزِيدُوكَ جَهْلاً وَلَعَلَّ اَللَّهَ أَنْ يُظِلَّهُمْ بِعُقُوبَةٍ فَيَعُمَّكَ مَعَهُمْ.

یونس سے مرفوع روایت ہے کہ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: اے فرزند! مجالس علماء کو اپنی نظر میں رکھ۔ اگر تو ایسے لوگوں کو پائے جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے پاس بیٹھ، اگر تو عالم ہے تو تجھ کو تیرا علم نفع دے گا اور اگر تو جاہل ہے تو وہ تجھے تعلیم دیں گے اور شاید اللہ ان پر اپنی رحمت نازل کرے اور اگر وہ لوگ اللہ کا ذکر نہیں کرتے تو ان کے پاس مت بیٹھ، اگر تو عالم ہے تو تیرا علم نفع نہ دے گا اور اگر تو جاہل ہے تو وہ تجھ میں اور جہالت پیدا کر دیں گے اور شاید کہ اللہ ان پر اپنا عذاب نازل کرے جو تجھے بھی گھیر لے۔[2]

بیان:

"علی عینیك" یعنی: تیری بصیرت پر اور اس کی معرفت پر۔

---

[1] مرآۃ العقول:۱/۱۲۴

[2] منیۃ المرید:۱۱۹؛ وسائل الشیعہ:۷/۲۳۱؛ بحار الانوار:۱/۲۰۱ و ۹/۲۰۴ و ۲۰۷/۶۵ ۴۰۶؛ مکارم الاخلاق:۱۱۳؛ مشکاۃ الانوار:۵۴؛ علل الشرائع:۲/۳۹۴؛ دعائم الاسلام:۱/۸۳

''یذ کرون الله ''یعنی: اللہ کا ذکر کرتے ہیں ایک دوسرے کے ساتھ علم کے ذکر کرنے کے ساتھ اور اللہ کے محامد اور الٰہی معارف کا ذکر کرتے ہیں۔

''نفعك علمك ''زیادہ تمرین اور مشق کرنے کے ساتھ اور اس میں راسخ ہونے کے ساتھ علم فائدہ دیتا ہے۔

''یظلهم برحمته ''قبول کرے گا ان پر اور قریب ہوگا ان کے اور ان پر اپنی رحمت کا سایہ کرے گا اور ان کے گناہوں کو اپنے غفران کے ساتھ چھپائے گا۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرفوع ہے۔[1]

2/96 الکافی،۱/۲/۳۹/۱ علی عن أبیه و محمد عن ابن عیسی جمیعاً عن السراد عن درست عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اَلْحَمِيدِ عَنْ أَبِي اَلْحَسَنِ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: مُحَادَثَةُ اَلْعَالِمِ عَلَى اَلْمَزَابِلِ خَيْرٌ مِنْ مُحَادَثَةِ اَلْجَاهِلِ عَلَى اَلزَّرَابِيِّ.

ابراہیم بن عبدالحمید سے روایت ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: علما کے ساتھ کوڑے کے ڈھیر پر بیٹھ کر علمی بحث کرنا جاہل کے ساتھ مسند پر بیٹھ کر گفتگو کرنے سے افضل ہے۔[2]

بیان:

''الزرابی ''کہا گیا ہے کہ یہ عریض بہترین چٹائی ہے۔

اور کہا گیا ہے کہ وہ چٹائی جو رقیق مخمل کے ساتھ ہو

اور کہا گیا ہے کہ چھوٹے تکیے مراد ہیں،

الزرابی جمع ہے زربیہ کی۔

''والنمرقة ''چھوٹا تکیہ۔

تحقیق اسناد

حدیث ضعیف ہے[3] لیکن میرے نزدیک حدیث موثق ہے کیوں کہ درست بن ابو منصور سے ہمارے مشائخ نے اُس وقت روایات لیں جبکہ وہ واقفی نہیں ہوا تھا۔ (واللہ اعلم)

---

[1] مراۃ العقول: ۱/ ۱۲۷

[2] الاختصاص: ۳۳۵؛ بحار الانوار: ۱/ ۲۰۵؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۴۷۹؛ مجمع البحرین: ۲/ ۷۸؛ موسوعہ احادیث اہل البیتؑ: ۷/ ۲۷۳

[3] مراۃ العقول: ۱/ ۱۲۸

3/97 الکافی،۱/۳۹/۱/۳ العدة عن البرقی عن شریف بن سابق عَنِ اَلْفَضْلِ بْنِ أَبِي قُرَّةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: قَالَتِ اَلْحَوَارِيُّونَ لِعِيسَى يَا رُوحَ اَللَّهِ مَنْ نُجَالِسُ قَالَ مَنْ يُذَكِّرُكُمُ اَللَّهَ رُؤْيَتُهُ وَ يَزِيدُ فِي عِلْمِكُمْ مَنْطِقُهُ وَ يُرَغِّبُكُمْ فِي اَلْآخِرَةِ عَمَلُهُ.

ترجمہ: حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا: اے روح اللہ! ہم کن لوگوں کی محفل میں بیٹھیں؟ انہوں نے فرمایا: جن کی صورت سے ذکر خدا یاد آئے، جن کی گفتگو سے تمہارا علم زیادہ ہو اور جن کے عمل سے آخرت کی طرف رغبت ہو۔ [1]

بیان:

وہ ذکر شدہ صفات اس عالم کی ہیں جو عمل کرتا ہے۔

تحقیق اسناد

حدیث ضعیف ہے۔ [2]

4/98 الکافی،۱/۳۹/۱/۴ النیسابوریان عن اِبْنِ أَبِي عُمَيْرٍ عَنْ مَنْصُورِ بْنِ حَازِمٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: مُجَالَسَةُ أَهْلِ اَلدِّينِ شَرَفُ اَلدُّنْيَا وَ اَلْآخِرَةِ .

ترجمہ: حضرتِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اہل دین کی مجلس میں بیٹھنا دنیا وآخرت کا شرف ہے۔ [3]

بیان:

اہل دین سے مراد وہ علماء ہیں جو دین کے ارکان کو جانتے ہیں اور اس کے احکام پر عمل کرتے ہیں۔

تحقیق اسناد

حدیث مجہول کالصحیح ہے [4] لیکن میرے نزدیک حدیث حسن ہے۔ (واللہ اعلم)

---

[1] بحارالانوار:۱/ ۲۰۳و۱۴۳/ ۳۳۱؛ الفصول المہمہ:۱/ ۴۷۷؛ عوالی اللئالی:۴/ ۷۸؛ تحف العقول:۴۴؛ ھدایۃ الامۃ:۸/ ۱۳۸؛ عدۃ الداعی:۱۲۱

[2] ایضاً

[3] ثواب الاعمال:۱۳۲؛ روضۃ الواعظین:۱/ ۵؛ الفصول المہمہ:۱/ ۴۷۶؛ بحارالانوار:۱/ ۹۹و۷۵/ ۲۹۶؛ تحف العقول:۳۸۳؛ امالی صدوق:۲۰؛ مشکوۃ الانوار:۱۰۸؛ الخصال:۱/ ۵؛ نزھۃ الناظر:۲۵؛ اعلام الدین:۳۸۹؛ مکاتیب الائمہ:۴/ ۴۹۷

[4] مرآۃ العقول:۱/ ۱۲۸

5/99 الفقیہ، ۴/۴۰۹/۵۸۸۸ قَالَ نَبِيُّ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ: بَادِرُوا إِلَى رِيَاضِ اَلْجَنَّةِ قَالُوا يَا رَسُولَ اَللَّهِ وَمَا رِيَاضُ اَلْجَنَّةِ قَالَ حَلَقُ اَلذِّكْرِ.

اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ نے فرمایا: تم لوگ جنت کے باغ کی طرف جانے میں جلدی کرو۔ لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! جنت کا باغ کیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: وہ حلقہ جس میں ذکر الٰہی ہوتا ہے۔ [1]

بیان:

ذکر کے حلقے سے مراد علم کی مجلس اور بیٹھک جس طرح باب کی پہلی حدیث میں اور دوسری روایات میں بیان ہوا ہے۔

تحقیق اسناد

شیخ صدوق نے الفقیہ میں حدیث کی سند ذکر نہیں کی لیکن امالی اور معانی الاخبار میں اس کی اسناد ذکر کی ہیں جو ہمارے نزدیک معتبر ہیں جبکہ مجلسی اوّل نے کہا ہے کہ مصنف نے قوی سند سے حدیث کو روایت کیا ہے۔ [2]

6/100 الکافی، ۱/۳۹/۵/۱ علی عن أبیه عَنِ اَلْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ اَلْأَصْبَهَانِيِّ عَنِ اَلْمِنْقَرِيِّ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ مِسْعَرِ بْنِ كِدَامٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ: لَمَجْلِسٌ أَجْلِسُهُ إِلَى مَنْ أَثِقُ بِهِ أَوْثَقُ فِي نَفْسِي مِنْ عَمَلِ سَنَةٍ.

مسعر بن کدام نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت امام ابوجعفر محمد باقر علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: جس بندے پر مجھے اعتماد ہو اس کی مجلس میں بیٹھنا ایک سال کی عبادت سے زیادہ مجھے پسند ہے۔ [3]

بیان:

مسعر، ''میم'' کے کسرے کے ساتھ اور کبھی فتح کے ساتھ بھی آتا ہے۔

اور ''عین'' کی فتح کے ساتھ دو سفیانی شیخ ہیں جو سفیان الثوری اور ابن عینیہ ہیں۔

و ''کدام''

---

[1] وسائل الشیعہ: ۷/ ۲۳۰؛ امالی صدوق: ۳۹۳؛ معانی الاخبار: ۳۲۱؛ مکارم الاخلاق: ۳۱۱؛ بحار الانوار: ۱/ ۲۰۲ و ۲۰۵ و ۹/ ۱۵۵؛ منیۃ المرید: ۱۰۶؛ عدۃ الداعی: ۲۵۳؛ اعلام الدین: ۲۷۵؛ مستدرک الوسائل: ۵/ ۳۰۱؛ ھدایۃ الامۃ: ۳/ ۱۳۱؛ ارشاد القلوب: ۱/ ۶۰؛ تنبیہ الخواطر: ۲/ ۲۳۶

[2] روضۃ المتقین: ۱۳/ ۱۹۶

[3] منیۃ المرید: ۱۱۱؛ الفصول المھمہ: ۱/ ۴۷۷؛ ھدایۃ الامۃ: ۵/ ۱۹۲

''کاف'' کے کسرے کے ساتھ۔
اور المجلس یا مصدر ہے یا اسم مکان ہے فی کی تقدیر کے ساتھ
اور ''الی'' مع کے معنی میں ہے یا قرب کے معنی میں ہے یا اس کے غیر کے معنی میں
اور بعض نسخوں میں ''المجلس'' ہے معرفہ آیا ہے بغیر کسی تاکید کے
اور باب کے آخر میں کتاب الحجۃ سے وہ حدیث آئے گی آئمہ معصومین علیہم السلام کی اطاعت کے واجب ہونے کے بارے میں ہے جو اس باب کے ساتھ مناسب ہے۔

تحقیق اسناد

حدیث ضعیف ہے۔ [1]

۱۱۔ باب سوال العلماء وتذاکر العلم

علماء سے پوچھنا اور علم کا تذکرہ کرنا

1/101 الکافی،۱/۱/۴۰/۱ الثلاثة عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِنَا عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: سَأَلْتُهُ عَنْ مَجْدُورٍ أَصَابَتْهُ جَنَابَةٌ فَغَسَّلُوهُ فَمَاتَ قَالَ قَتَلُوهُ أَلاَّ سَأَلُوا فَإِنَّ دَوَاءَ اَلْعِيِّ اَلسُّؤَالُ.

ابن ابی عمیر نے اپنے ایک صحابی سے روایت کی ہے، اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا: اے فرزند رسولؐ! ایک شخص ہے جو چیچک کی بیماری میں مبتلا ہے اور جنب ہو گیا ہے پس لوگوں نے اسے غسل جنابت کروایا تو وہ مریض مر گیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: انہوں نے اس کو قتل کیا ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: تم علماء سے سوال کیوں نہیں کرتے؟ جان لو! نادانی و جہالت ایک درد ہے کہ جس کی دوا سوال کرنا ہے۔ [2]

بیان:

''المجدور'' جس کو جدر ہو

[1] مرآۃ العقول: ۱/۱۲۹

[2] وسائل الشیعہ: ۳۰/۳۴۶؛ السرائر: ۳/۴۱۲

''جیم'' کے ضمے کے ساتھ

مشہور بیماری ہے جس میں بدن میں آبلہ ظاہر ہوتے ہیں۔

اور بتحقیق اس کو قتل کیا کیونکہ اس کا غرض تیمم تھا بس جو اس کو دھوئے یا دھونے کا فتویٰ دے تو وہ خود ضامن ہے۔

اور الا مشدد کا ماضی پر داخل کرنا فعل کے ترک کرنے پر توبیخ اور ملامت کے معنی دیتا ہے اور العی کسرے اور رشد کے ساتھ یعنی جہل اور ہدایت نہ ملنا ہے اور اس سے عاجز ہونا ہے العی ایک نفسانی بیماری ہے جو بدن کے خراب ہونے کے بعد نفس میں باقی رہتی ہے اور اس کا علاج علوم ظاہری میں اور الہی اسرار میں خدا کی بارگاہ میں تضرع کے ساتھ سوال کرنے سے ہے اور کتاب الطھارۃ میں العی کی شفا ہے جو آئے گا۔

اور العی کی آفت جس کو بعض علماء نے نقل کیا ہے اور اس کی شرح کی ہے ہم نے نہیں پایا نسخوں میں کسی چیز کو۔

تحقیق اسناد

حدیث حسن ہے۔ ①

2/102 الکافی،۱/۲/۴۰/۱ محمد عن ابن عیسی عن حماد عن حریز عن زرارۃ و محمد و العجلی قَالُوا: قَالَ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ لِحُمْرَانَ بْنِ أَعْيَنَ فِي شَيْءٍ سَأَلَهُ إِنَّمَا يَهْلِكُ اَلنَّاسُ لِأَنَّهُمْ لاَ يَسْأَلُونَ.

امام جعفر صادق علیہ السلام نے حمران بن عین سے فرمایا: اے حمران! لوگ اس لیے ہلاک ہوتے ہیں کہ وہ سوال نہیں کرتے۔ ②

بیان:

ہلاکت سے آخرت کی ہلاکت کی طرف اشارہ کیا ہے بس بتحقیق جہل آخرت میں ہلاک کرتا ہے اور خصوصا جب اس کا صاحب اس کا شعور نہ رکھتا ہو۔

تحقیق اسناد

حدیث صحیح ہے۔ ③

3/103 الکافی،۱/۳/۴۰/۱ علی بن محمد عن سهل عن الأشعری عن القداح عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ

---

① مرآۃ العقول: ۱/ ۱۲۹

② منیۃ المرید: ۷۵؛ ہدایۃ الامۃ: ۱/ ۶؛ بحار الانوار: ۱/ ۱۹۸

③ مرآۃ العقول: ۱/ ۱۳۰

اَلسَّلاَمُ قَالَ قَالَ: إِنَّ هَذَا اَلْعِلْمَ عَلَيْهِ قُفْلٌ وَ مِفْتَاحُهُ اَلْمَسْأَلَةُ.

قداح سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: علم دین پر تالا لگا ہوا ہے جس کی کنجی سوال کرنا ہے۔[1]

تحقیق اسناد

حدیث ضعیف علی المشہور ہے[2] لیکن میرے نزدیک حدیث موثق ہے۔(واللہ اعلم)

4/104 الکافی، ۱/۳/۴۰/۱ الأربعة عن أبي عبد الله عليه السلام: مثله.

(یہ حدیث گزشتہ حدیث کے جیسی ہے)

بیان:

یہ علم یعنی وہ علم جس کی طرف انسان محتاج ہیں اور اس کو طلب اور حاصل کرنے میں مکلف ہیں۔

تحقیق اسناد

حدیث ضعیف علی المشہور ہے[3] لیکن میرے نزدیک حدیث موثق ہے۔(واللہ اعلم)

5/105 الکافی، ۱/۴/۴۰/۱ علی عن العبیدی عن یونس عن مؤمن الطاق عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: لاَ يَسَعُ اَلنَّاسَ حَتَّى يَسْأَلُوا وَ يَتَفَقَّهُوا وَ يَعْرِفُوا إِمَامَهُمْ وَ يَسَعُهُمْ أَنْ يَأْخُذُوا بِمَا يَقُولُ وَ إِنْ كَانَ تَقِيَّةً.

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: علمی وسعت سوال کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ جب تک لوگ سوال نہیں کریں گے علم دین کیسے حاصل کریں گے پس لوگ علم دین حاصل کریں، اپنے امام کی معرفت حاصل کریں اور جو کچھ امام عطا کریں اس کو حاصل کریں خواہ وہ تقیہ کی بنا پر ہی کیوں نہ ہو تو وہ وسعت علمی پیدا کر سکیں گے۔[4]

بیان:

یعنی: انسانوں کے لئے کافی ہے کہ وہ اپنے امام علیہ السلام کا قول اخذ کریں اور اگر چہ ان کے امام کے اقوال تقیہ کے ہوں اور ان کے لیے کافی نہیں ہے کہ وہ ان کو اخذ کریں جن میں تقیہ نہیں کیا اور اپنے امام سے وہ نہیں

---

[1] منیۃ المرید: ۲۵۹؛ بحارالانوار: ۱/ ۱۹۸

[2] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۳۰

[3] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۳۰

[4] وسائل الشیعہ: ۲۷/ ۱۱۰؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۱۱۶ و ۴۲۳؛ بحارالانوار: ۱/ ۲۲۱؛ منیۃ المرید: ۳۷۶؛ ھدایۃ الامۃ: ۱/ ۲۹

جانتے ہیں اور اگر صریح حق کے ساتھ موافقت رکھتا ہو تو اس میں تقیہ نہیں ہے جس طرح کہا گیا ہے۔

تحقیق اسناد

حدیث صحیح ہے۔[1]

6/106 الکافی،۱/۴۰/۱،۵/۱ علی عن العبیدی عَمَّنْ ذَكَرَهُ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: أُفٍّ لِرَجُلٍ لاَ يُفَرِّغُ نَفْسَهُ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ لِأَمْرِ دِينِهِ فَيَتَعَاهَدَهُ وَ يَسْأَلَ عَنْ دِينِهِ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اُف ہے اس شخص پر جو (کم از کم) جمعہ کے دن اپنے آپ کو دین کے امور کے لیے فارغ نہ کرے تا کہ اس میں علم دین حاصل کرے اور اپنے دین کے امور کے بارے میں دوسروں سے سوال کرے۔[2]

تحقیق اسناد

حدیث مرسل ہے[3] اور اس حدیث کا مضمون دوسری سند سے المحاسن میں مرقوم ہے جس کی سند موثق ہے۔(واللہ اعلم)

7/107 لکافی،۱/۴۰/۱،۵/۱ وَ فِي رِوَايَةٍ أُخْرَى لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

ایک روایت میں (أُفٍّ لِرَجُلٍ کے بجائے) "أُخرىٰ لِكُلِّ مُسْلِمٍ" ہے۔

بیان:

"اف"

پریشانی اور ضجر کا کلمہ ہے۔

اور الجمعہ سے مراد یوم الموعود ہے یا ہفتے کا دن ہے ہو ما کی تقدیر کے ساتھ۔

پہلا قریب ترین ہے معنی کے کیونکہ اس دن لوگوں کو جمع کیا جاتا ہے اور تقدیر میں لفظ یوم کو رکھنے سے مستغنی ہونے کی خاطر یعنی لوگوں کو جمع کیا جاتا ہے دین کے احکام سیکھنے کے لیے اور دنیا کی مشغولیت کو ترک کر کے اور معاشی کاموں کو چھوڑا جاتا ہے علم حاصل کرنے کے لیے یا اس دن تحصیل کا کام کرنے کے لیے یا خود دین سیکھنے کے لیے یہ دن تجدید عہد کا دن ہے اور جو رہ گیا اس کو حاصل کرنے کا دن ہے اور اس کو حفظ کرنے کا دن ہے۔

---

[1] مرآۃ العقول:۱/۱۳۰

[2] المحاسن:۱/۲۲۵؛ السرائر:۳/۶۴۵؛ بحار الانوار:۱/۱۷۶؛ مجمع البحرین:۵/۱۵

[3] مرآۃ العقول:۱/۱۳۱

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے۔[1]

8/108 الکافی،۱/۳۰/۶/۱ الثلاثة عَنْ عَبْدِ اَللَّهِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: إِنَّ اَللَّهَ عَزَّ وَ جَلَّ يَقُولُ تَذَاكُرُ اَلْعِلْمِ بَيْنَ عِبَادِي مِمَّا تَحْيَا عَلَيْهِ اَلْقُلُوبُ اَلْمَيْتَةُ إِذَا هُمُ اِنْتَهَوْا فِيهِ إِلَى أَمْرِي.

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندوں کا آپس میں علمی مذاکرہ و مباحثہ کرنے سے مُردہ دل زندہ ہوتے ہیں بشرطیکہ ان کے مذاکرہ کا انجام میرے کسی امر پر ہوں۔[2]

بیان:

بعض نسخوں میں العالم کی جگہ "العلم" آیا ہے اور معنی یہ ہے کہ: بندوں کے درمیان، علم کا ایک دوسرے کے ساتھ تذکرہ کرنا مردہ دلوں کے زندہ ہونے کا سبب ہے اس شرط کے ساتھ کہ وہ علم نبوت کے چراغ سے لیا گیا ہو نہ کہ ان کے آراء اور اپنے عقول کا علم۔

تحقیق اسناد:

حدیث حسن ہے[3] لیکن میرے نزدیک حدیث صحیح ہے۔(واللہ اعلم)

9/109 الکافی،۱/۳۱/۷/۱ محمد عن ابن عیسی عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ أَبِي اَلْجَارُودِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ: رَحِمَ اَللَّهُ عَبْداً أَحْيَا اَلْعِلْمَ قَالَ قُلْتُ وَ مَا إِحْيَاؤُهُ قَالَ أَنْ يُذَاكِرَ بِهِ أَهْلَ اَلدِّينِ وَ أَهْلَ اَلْوَرَعِ.

ابوالجارود سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابوجعفر محمد باقر علیہ السلام سے سنا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: خدا رحم فرمائے اس شخص پر جو علم کو زندہ کرے۔

میں نے عرض کیا: علم کی زندگی سے کیا مراد ہے؟

آپ نے فرمایا: اہل دین و ورع کا تذکرہ کرنا یہ علم کی زندگی ہے۔[4]

---

[1] ایضاً

[2] منیۃ المرید:۲۹ ؛ الفصول المھمہ:۱/۴۷۳ ؛ الجواہر السنیہ:۲۶۰ ؛ بحار الانوار:۱/۲۰۳

[3] مرآۃ العقول:۱/۱۳۱

[4] بحار الانوار:۱/۲۰۲ ؛ منیۃ المرید:۲۹ ؛ الفصول المھمہ:۱/۴۷۳

بیان:

بتحقیق اہل علم کے تذکرے کرنے کی قید لگائی تاکہ ہو جائیں اہل دین اور تقویٰ سے حتی کہ ان کے علم کا تذکرہ کرنا علم کو زندہ کرے کیونکہ علم حیات دیتا ہے اور وہ دین کا علم اور دل کی طہارت کا علم ہے اور اس کے لیے تقویٰ اس کے حاصل ہونے یا حاصل کرنے کی شرط ہے جیسے خدا نے فرمایا: ''اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور وہ تمہیں تعلیم دے گا۔(البقرہ: ۲۸۲)۔''

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے [1] لیکن میرے نزدیک حدیث موثق یا معتبر ہے کیوں کہ ابی الجارود یعنی زیاد بن المنذر ثقہ ہے اور تفسیر قمی میں اس کی روایات ہیں البتہ یہ زیدی ہے اور محمد بن سنان کا ضعف اختلافی ہے جو ہمارے نزدیک معتبر اور ثقہ ہے۔(واللہ اعلم)

10/110 الکافی،۱/۸/۴۱/۱ محمد عن أحمد عن الحجال عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِهِ رَفَعَهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: تَذَاكَرُوا وَ تَلاَقَوْا وَ تَحَدَّثُوا فَإِنَّ اَلْحَدِيثَ جِلاَءٌ لِلْقُلُوبِ إِنَّ اَلْقُلُوبَ لَتَرِينُ كَمَا يَرِينُ اَلسَّيْفُ جِلاَؤُهَا اَلْحَدِيثُ.

حضرت رسول خدا ﷺ نے فرمایا: ایک دوسرے سے ملاقات کرو تو علم دین کا تذکرہ کرو اور ایک دوسرے سے ہماری احادیث کو بیان کرو کیونکہ ہماری حدیث دلوں کو جلا دیتی ہے اور اس میں چمک پیدا کرتی ہے۔یقیناً دلوں میں ایسے ہی چمک پیدا ہوتی ہے جیسے تلواروں میں چمک پیدا ہوتی ہے اور ان کی چمک ہماری حدیث ہے۔[2]

بیان:

ارادہ کیا ہے تذاکر او تحدث سے دینی علوم کے تذکرے کا۔

و "الرین" طبع اور دنس عیب اور نقص۔اور آئے گی دوسری حدیث اس معنی میں دوسری حدیث تذاکر الاخوان کے باب میں کتاب ''الایمان والکفر'' میں آئے گی ان شاء اللہ۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرفوع ہے

---

[1] مراۃ العقول: ۱/ ۱۳۲

[2] وسائل الشیعہ: ۲۷/ ۸۷؛ مجمع البحرین: ۱/ ۹۰؛ تفسیر کنز الدقائق: ۱۴/ ۱۸۲؛ منیۃ المرید: ۲۷۳؛ بحار الانوار: ۲/ ۱۵۲ و ۲۰۲؛ عوالی اللئالی: ۴/ ۷۸؛ تفسیر نور الثقلین: ۵/ ۵۳۱؛ ھدایۃ الامۃ: ۱/ ۳۰

11/111 الکافی،۱/۴۱/۹/۱ العدۃ عن البرقی عن أبیه عن فضالة عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبَانٍ عَنْ مَنْصُورٍ الصَّيْقَلِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلاَمُ يَقُولُ: تَذَاكُرُ الْعِلْمِ دِرَاسَةٌ وَالدِّرَاسَةُ صَلاَةٌ حَسَنَةٌ.

منصور صیقل بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوجعفر محمد باقر علیہ السلام سے سنا ہے، آپؑ نے فرمایا: علم دین کا تذکرہ و مذاکرہ درس ہے اور اس درس کا ثواب قبول شدہ نماز کے برابر ہے۔

بیان:

''الدراسة'' یعنی پڑھنا تعہد اور تفہیم اور سمجھنے کے ساتھ۔

ابن اثیر نے کہا: حدیث میں ہے کہ قرآن کا درس لو اور پڑھو یعنی اس کی قرائت کرو اور اس کے ساتھ تعہد کرو تا کہ اس کو بھول نہ جاؤ۔

اور تحقیق صلاۃ حسنہ اس لیے ہوگا کیونکہ یہ شامل ہوتا ہے خدا کے ذکر پر جو صلاۃ کی روح ہے اور اس کا مقصد ہے۔

جس طرح خدا نے فرمایا: ''نماز کو قائم کرو میرے ذکر کے لیے۔ (طٰہٰ: ۱۴)۔''

اور الصلواۃ کبھی ''صاد'' کے کسرے کے ساتھ اور ''لام'' کے سکون کے ساتھ پڑھا جاتا ہے اور تفسیر ہوتا ہے صلہ سے۔

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے۔[1]

۱۲۔ باب بذل العلم
علم کا پھیلانا

1/112 الکافی،۱/۴۱/۱/۱ محمد عن ابن عیسی عن ابن بزیع عَنْ مَنْصُورِ بْنِ حَازِمٍ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: قَرَأْتُ فِي كِتَابِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ

حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: میں نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی کتاب میں پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جاہلوں سے علم حاصل کرنے کا عہد اس وقت تک نہیں لیا جب تک علماء سے علم پھیلانے کا عہد نہیں لیا کیونکہ علم

[1] مرآۃ العقول: ۱/۱۲۹

جہل سے پہلے ہے۔ [۱]

بیان:

عالم کے عہد کو مقدم کیا ہے جاہل کے عہد پر علم کے جہل پر مقدم ہونے کے لیے کیونکہ علم کا مقدم ہونا لازمی ہے عالم کے مقدم ہونے سے اور عالم کے مقدم ہونے سے عہد کا مقدم ہونا اور بتحقیق علم جہل سے پہلے ہے اس کے باوجود کہ جاہل اپنے جہل کے بعد اس کو کسب کرتا ہے اور علم کا جہل پر مقدم ہونا کچھ اسباب کی وجہ سے ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ: بتحقیق خداوند متعال ہر شئے سے پہلے ہے اور علم اس کی عین ذات ہے پس علم کی طبیعت میں جہل پر مقدم ہونا ہے۔

اور دوسرا سبب یہ ہے کہ: علماء، ملائکہ اور آدم اور لوح وقلم کی طرح ہیں یہ مقدم ہیں جہال پر جو آدم کی اولاد سے ہیں۔

اور تیسرا سبب یہ ہے کہ: بتحقیق علم خلقت کا مقصد ہے جس طرح خداوند متعال نے فرمایا: ''میں نے خلق نہیں کیا جن وانس کو مگر اپنی عبادت اور معرفت کے لیے''۔ (الذاریات: ۵۶)

اور عبادت کا ثمر معرفت ہے اور مقصد مقدم ہے مقصد کے صاحب پر کیونکہ مقصد سبب ہے اس کے لیے۔

چوتھا یہ ہے کہ: بتحقیق جہل، عدم علم ہے اور عدم ہونا پہچانا جاتا ہے اس کے ملکے اور آثار سے پس علم مقدم ہے جہل پر حقیقت اور ماہیت میں۔

پانچواں: علم اشرف اور افضل ہے پس اس کے شرف اور رتبے کی وجہ سے وہ مقدم ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف کالموثق ہے [۲] اور میرے نزدیک حدیث موثق ہے۔ (واللہ اعلم)

2/113 الکافی، ۱/۲/۳۱/۱ العدة عن البرقی عن أبیه عن ابن المغیرة وَ مُحَمَّدِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ : فِي هَذِهِ اَلْآيَةِ: (وَ لاٰ تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنّٰاسِ) قَالَ لِيَكُنِ اَلنَّاسُ عِنْدَكَ فِي اَلْعِلْمِ سَوَاءً.

طلحہ بن زید سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت ''مت روگردانی کرو لوگوں سے۔ (لقمان: ۱۸)'' کے متعلق فرمایا: اس سے مراد ہے کہ لوگ تمھارے نزدیک علم میں برابر ہو جائیں۔ [۳]

---

[۱] منیۃ المرید: ۱۸۵؛ بحارالانوار: ۲/ ۲۶۷

[۲] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۳۳

[۳] بحارالانوار: ۲/ ۶۲؛ منیۃ المرید: ۱۸۵؛ تفسیر البرہان: ۴/ ۳۷۴

بیان:

"تصعیر الخد" تکبر کی طرف مائل ہونا۔

آیت کی معنی یہ ہے کہ: لوگوں سے تکبر کرتے ہوئے منہ نہ پھیرو۔

اور حدیث کے معنی یہ ہیں کہ: بتحقیق عالم جب متوجہ ہوتا ہے اپنے بعض شاگردوں کی طرف اور دوسرے بعض سے منہ پھیرتا ہے یا بعض کی تعلیم کو روکتا ہے یا ان کو نصیحت کرتا ہے بس گویا وہ اپنے چہرے کو اس سے پھیرتا ہے یا تکبر کرتا ہے۔

اور اس تاویل کی تائید کرتا ہے لقمان حکیم کا وہ خطاب جو اس نے اپنے بیٹے اور اصحاب سے کیا

کچھ نہ بن سواء طالب علم ہونے کے

بس گویا اس نے نصیحت کی کہ ہدایت اور ارشاد کی راہ میں سب برابر بنو۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف کالموثق ہے [1] اور میرے نزدیک حدیث موثق ہے۔

3/114 الکافی،۱/۳/۴۱/۱ بهذا الإسناد عن أبيه عَنْ أَحْمَدَ بْنِ اَلنَّضْرِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شِمْرٍ عَنْ جَابِرٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: زَكَاةُ اَلْعِلْمِ أَنْ تُعَلِّمَهُ عِبَادَ اَللَّهِ.

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: علم کی زکوۃ یہ ہے کہ اللہ کے بندوں کو تعلیم دو۔ [2]

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے [3] لیکن میرے نزدیک حدیث حسن یا معتبر ہے کیوں کہ عمرو بن شمر تفسیر القمی اور کامل الزیارات کا راوی ہے جو کہ علما کے نزدیک وثاقت کی دلیل ہے کیوں کہ دونوں بزرگوں نے اپنی کتاب میں درج روایات کے راویوں کی توثیق کی ہوئی ہے اور اسی طرح شیخ مفید نے بھی اس کی توثیق کی ہے البتہ نجاشی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے لہٰذا اس کی تضعیف اختلافی ہے اور اس کی کثیر روایات موجود ہیں لہٰذا میرے نزدیک یہ ثقہ ہے۔ اسی طرح جابر الجعفی بھی کثیر الروایہ ہے اور میرے نزدیک ثقہ اور معتبر ہے۔ (واللہ اعلم)

---

[1] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۳۴

[2] مستدرک الوسائل: ۷/ ۲۴۶؛ منیۃ المرید: ۱۸۵؛ مشکاۃ الانوار: ۱۳۹؛ جامع احادیث الشیعہ: ۸/ ۳۱۳

[3] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۳۵

4/115 الکافی،۱/۴/۴۲/۱ علی عن العبیدی عن یونس عَمَّنْ ذَكَرَهُ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: قَامَ عِيسَى اِبْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ خَطِيباً فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ فَقَالَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ لاَ تُحَدِّثُوا اَلْجُهَّالَ بِالْحِكْمَةِ فَتَظْلِمُوهَا وَ لاَ تَمْنَعُوهَا أَهْلَهَا فَتَظْلِمُوهُمْ.

حضرت امام ابو عبداللہ الصادق علیہ السلام نے فرمایا: حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام بنی اسرائیل کے درمیان کھڑے ہوئے اور ان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے بنی اسرائیل! حکمت کی باتیں جہال سے مت کرو ورنہ وہ آپ پر ظلم کریں گے اور جو حکمت کے اہل ہیں ان سے حکمت کی باتوں کو مت چھپاؤ ورنہ تم نے ان پر ظلم کیا ہے۔ [1]

بیان:

جہال سے مراد وہ ہیں جن کے پاس عقل نہیں جس سے وہ رحمان کی عبادت کریں اور جنت کو کسب کریں اور اہل الحکمۃ سے مراد وہ ہیں جو ان کے مقابلے میں ہیں۔

اور اسی معنی میں یہ شعر کہا گیا:

فمن منع الجهال علماً أمناعه　　　ومن منع المستوجبين فقد ظلم

شعر کے معنی:

جو شخص علم کو جاہلوں کے اختیار میں دے اس نے علم کو ضائع کیا اور جو شخص علم کو ان سے منع کرے جو اس کی اہلیت رکھتے ہیں تو اس نے ان کے حق میں ظلم کیا ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے [2] اور اس حدیث کی دو اسناد شیخ صدوق نے ذکر کیں ہیں جن میں سے ایک حسن ہے (واللہ اعلم)

5/116 الکافی،۱/۵۳۵/۳۳۵/۸ العدة عن سهل عن الدهقان عن عبد الله بن القاسم عن التميمي عَنْ أَبَانِ بْنِ تَغْلِبَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: كَانَ اَلْمَسِيحُ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ إِنَّ اَلتَّارِكَ شِفَاءَ اَلْمَجْرُوحِ مِنْ جُرْحِهِ شَرِيكٌ لِجَارِحِهِ لاَ مَحَالَةَ وَ ذَلِكَ أَنَّ اَلْجَارِحَ أَرَادَ فَسَادَ اَلْمَجْرُوحِ وَ اَلتَّارِكَ لِإِشْفَائِهِ لَمْ يَشَأْ صَلاَحَهُ فَإِذَا لَمْ يَشَأْ صَلاَحَهُ فَقَدْ شَاءَ فَسَادَهُ اِضْطِرَاراً فَكَذَلِكَ لاَ تُحَدِّثُوا بِالْحِكْمَةِ غَيْرَ أَهْلِهَا فَتَجْهَلُوا وَ لاَ تَمْنَعُوهَا أَهْلَهَا فَتَأْثَمُوا وَ لْيَكُنْ أَحَدُكُمْ بِمَنْزِلَةِ اَلطَّبِيبِ اَلْمُدَاوِي إِنْ رَأَى مَوْضِعاً لِدَوَائِهِ وَ إِلاَّ أَمْسَكَ.

[1] منیۃ المرید: ۱۸۳؛ بحار الانوار: ۲ / بحار الانوار: ۲ / ۶۶؛ سفینۃ البحار: ۲ / ۳۰۰؛ امالی صدوق: ۴۲۱ و ۵۰۳؛ الاربعون حدیثاً: ۵۷

[2] مراۃ العقول: ۱ / ۱۳۵

ابان بن تغلب سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے تھے کہ کوئی شخص کسی زخمی آدمی کے زخم کے لیے علاج نہ کرے تو اس طرح کا شخص لامحالہ طور پر اس شخص کے ساتھ شریک ہوگا جس نے اسے زخمی کیا ہے اور یہ اسی طرح ہوگا کہ جارح نے مجروح کی بربادی کا ارادہ کیا ہے اور وہ شخص کہ جس نے اس کے علاج کرنے سے ہاتھ کھینچا اس نے بھی اس کا شفا پانا نہیں چاہا ہے اور اس کے نتیجہ میں ناچار تباہ حال ہونا اس کا چاہا ہے اور اسی طرح تم بھی حکمت کو اس کے غیر اہل کے لیے بیان نہ کرو کہ نادانی کردے اور اس کے اہل سے دریغ نہ کرو کہ گناہ کے مرتکب ہو جاؤ بلکہ جو کوئی بھی تم سے طبیب کی طرح علاج کرنے والا ہو کہ اگر دوا کے لیے مناسب دیکھو تو (اس سے دریغ نہ کرو) وگرنہ خودداری کرو۔ [1]

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے [2] لیکن میرے نزدیک حدیث کا مجہول ہونا زیادہ قریب ہے (واللہ اعلم)

6/117 التھذیب،۱۱/۵۳۸/۲۲۵/۶ابن محبوب عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَلسِّنْدِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا اَلْحَسَنِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ عَنْ رَجُلٍ يَأْتِيهِ مَنْ يَسْأَلُهُ عَنِ اَلْمَسْأَلَةِ فَيَتَخَوَّفُ إِنْ هُوَ أَفْتَى بِهَا أَنْ يُشَنَّعَ عَلَيْهِ فَيَسْكُتُ عَنْهُ أَوْ يُفْتِيهِ بِالْحَقِّ أَوْ يُفْتِيهِ بِمَا لاَ يَتَخَوَّفُ عَلَى نَفْسِهِ قَالَ (اَلسُّكُوتُ عَنْهُ أَعْظَمُ أَجْراً وَ أَفْضَلُ).

علی بن سندی نے اپنے باپ سے روایت کی ہے، اُن کا بیان ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا کہ ایک (اہل علم) شخص سے اگر کوئی شخص مسئلہ پوچھتا ہے مگر اس مسئول کو خطرہ ہے کہ اگر صحیح جواب دے گا تو اس پر مخالفین کی طرف سے طعن و تشنیع کی جائے گی تو زیادہ تر خاموش رہے یا حق کا اظہار کرے؟ یا اس بات کے مطابق (مخالفین کے مطابق) فتویٰ دے جس کے متعلق اسے کوئی خوف نہیں ہے؟ فرمایا: ایسی صورتِ حال میں خاموش رہنا افضل ہے اور زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہے۔ [3]

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔ [4]

---

[1] وسائل الشیعہ: ۱۶/ ۱۲۸

[2] مراۃ العقول: ۲۶/ ۵۰۸؛ ایضاً؛ الموجاۃ: ۴/ ۲۰۳

[3] وسائل الشیعہ: ۲۷/ ۲۲۷

[4] ملاذ الاخیار: ۱۰/ ۲۷

1/118 التھذیب،۶/۲۲۵/۱/۵۳۹ عنہ عن العباس بن معروف عن ابن المغیرۃ عَنْ مُعَاذٍ اَلْهَرَّاءِ وَ كَانَ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يُسَمِّيهِ اَلنَّحْوِيَّ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ إِنِّي أَجْلِسُ فِي اَلْمَسْجِدِ فَيَأْتِينِي اَلرَّجُلُ فَإِذَا عَرَفْتُ أَنَّهُ يُخَالِفُكُمْ أَخْبَرْتُهُ بِقَوْلِ غَيْرِكُمْ وَ إِذَا كَانَ مِمَّنْ لاَ أَدْرِي أَخْبَرْتُهُ بِقَوْلِكُمْ وَ قَوْلِ غَيْرِكُمْ فَيَخْتَارُ لِنَفْسِهِ وَ إِذَا كَانَ مِمَّنْ يَقُولُ بِقَوْلِكُمْ أَخْبَرْتُهُ بِقَوْلِكُمْ فَقَالَ رَحِمَكَ اَللَّهُ هَكَذَا فَاصْنَعْ.

معاذ الہراء جسے امام جعفر صادق علیہ السلام النحوی کہتے تھے، سے روایت ہے کہ میں نے امامؑ کی خدمت میں عرض کیا: جب میں اپنی مجلس میں بیٹھتا ہوں تو ایک شخص میرے پاس مسائل دریافت کرنے کے لیے آتا ہے جب میں محسوس کر لیتا ہوں کہ یہ آپ لوگوں کا مخالف ہے تو میں اس کو آپؑ کے اغیار کا مسئلہ بتا دیتا ہوں اور جب محسوس کرتا ہوں کہ یہ شخص آپؑ لوگوں کے قول پر اعتقاد رکھتا ہے تو آپؑ لوگوں کا مسئلہ بتا دیتا ہوں اور اگر کوئی شخص ایسا آتا ہے کہ میں محسوس نہیں کر پاتا کہ یہ آپ لوگوں کا مخالف ہے یا موافق تو اس کو اس مسئلہ میں آپ لوگوں کا قول اور آپ کے اغیار کا قول بتاتا ہوں کہ وہ ان دونوں میں جو قول چاہے اختیار کرے۔ (تو کیا یہ درست ہے)؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تم پر رحم کرے ایسا ہی کیا کرو۔ [1]

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔ [2]

۱۳۔ باب النھی عن القول بغیر علم

بغیر علم بات کہنے کی ممانعت

1/119 الکافی،۱/۴۲/۱/۱ محمد عن ابن عیسی و أخیہ بنان عن علی بن الحکم عَنْ سَيْفِ بْنِ عَمِيرَةَ عَنْ مُفَضَّلِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ قَالَ لِي أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ: أَنْهَاكَ عَنْ خَصْلَتَيْنِ فِيهِمَا هَلاَكُ اَلرِّجَالِ أَنْهَاكَ أَنْ تَدِينَ اَللَّهَ بِالْبَاطِلِ وَ تُفْتِيَ اَلنَّاسَ بِمَا لاَ تَعْلَمُ.

مفضل بن یزید سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: میں تم کو دو ایسی خصلتوں سے منع کرتا

[1] بحار الانوار: ۲/ ۲۴۳؛ علل الشرائع: ۲/ ۵۳۱

[2] ملاذ الاخیار: ۱۰/ ۲۸؛ الاصول والتاریخ محمودی: ۴۲۳؛ عوائد الایام نراقی: ۶۴۳؛ شرح تجرید الاصول نراقی: ۳/ ۹۹

ہوں جن سے لوگ ہلاک ہو گئے: احکام دین کی ترویج باطل سے نہ کرو اور جو نہیں جانتے اس کے متعلق لوگوں کو فتویٰ نہ دو۔ [1]

بیان:

''تدین اللہ بالباطل ''یعنی باطل چیزوں کو دین سمجھو اپنے اور خدا کی درمیان ان کے ساتھ اللہ کی عبادت کرو۔

اور باطل وہ جو تم نہیں جانتے ہو دونوں شامل ہیں اس چیز میں جو خداوند سے اخذ نہیں کیا جاتا یا اہل علم انبیاء سے اور ان کے اوصیاء علیہم السلام سے اخذ نہیں کیا جاتا تو پھر وہ چاہے حاصل کیا جائے دلائل کلامیہ سے یا پھر قیاس اور اجتہاد وغیرہ سے جیسے تشابہات اور ظنیات کے ذریعے استدلال کر کے جبکہ علم ہے ہی وہ جو اہل علم سے لیا جائے جس طرح آئے گا علوم وہ ہیں جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے لیے جائیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے اور وہ الٰہی اسرار ہیں اور جو بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اوصیاء سے لیا جائے وہی شریعت ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے [2] نیز اس حدیث کی ایک سند المحاسن میں ہے جو حسن ہے اور اسی طرح یہ سند بھی میرے نزدیک معتبر ہے (واللہ اعلم)

2/120 الکافی،۱/۲/۴۲/۱ علی عن العبیدی عن یونس عن البجلی قَالَ: قَالَ لِي أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ إِيَّاكَ وَ خَصْلَتَيْنِ فَفِيهِمَا هَلَكَ مَنْ هَلَكَ إِيَّاكَ أَنْ تُفْتِيَ اَلنَّاسَ بِرَأْيِكَ أَوْ تَدِينَ بِمَا لاَ تَعْلَمُ .

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اپنے آپ کو دو عادتوں سے بچاؤ کہ ان کی وجہ سے لوگ ہلاک ہو گئے: اپنی رائے سے فتویٰ نہ دو اور جو بات نہیں جانتے اس میں پیروی ظن نہ کرو۔ [3]

بیان:

الرأی، قیاس اور ہمارے آج کے متاخر فقہاء کے درمیان رائج اجتہاد دونوں کو شامل ہے۔

---

[1] وسائل الشیعہ: ۲۷/ ۲۰؛ المحاسن: ۱/ ۲۰۴؛ تفسیر کنز الدقائق: ۵/ ۷۷؛ بحار الانوار: ۲/ ۱۱۴؛ الخصال: ۱/ ۵۲؛ منیۃ المرید: ۲۸۳؛ روضۃ الواعظین: ۱/ ۲؛ مکاتیب الائمہ: ۳/ ۲۴۴؛ تفسیر نور الثقلین: ۲/ ۳۶

[2] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۳۶

[3] الخصال: ۱/ ۵۲؛ وسائل الشیعہ: ۲۷/ ۲۱؛ هدایۃ الامۃ: ۱/ ۲۴و۸/ ۳۶۷؛ بحار الانوار: ۲/ ۱۱۴؛ تفسیر کنز الدقائق: ۵/ ۷۷؛ تفسیر نور الثقلین: ۲/ ۲۶

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے [1] نیز اس کی ایک اور سند الخصال میں بھی ہے وہ صحیح یا حسن ہے (واللہ اعلم)

3/121 الکافی،۱/۴۲/۳/۱ الکافی،۱/۲/۴۰۹/۷ محمد عن التهذيب،۱/۲۳/۲۲۳/۶ ابن عیسی عن السراد عن ابن رئاب عن الحذاء عن أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ قَالَ: مَنْ أَفْتَى ٱلنَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَ لاَ هُدىً مِنَ ٱللَّهِ لَعَنَتْهُ مَلاَئِكَةُ ٱلرَّحْمَةِ وَ مَلاَئِكَةُ ٱلْعَذَابِ وَ لَحِقَهُ وِزْرُ مَنْ يَعْمَلُ بِفُتْيَاهُ

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جو لوگوں کو بغیر علم کے فتویٰ دیتا ہے اس پر ملائکہ رحمت اور ملائکہ عذاب لعنت کرتے ہیں اور جس نے اس کے فتویٰ پر عمل کیا ہے اس کا گناہ بھی اسی کے سر آتا ہے۔ [2]

بیان:

علم سے مراد وہ چیز جو انوار الہیہ اور الہامات ظاہری سکھائے جیسا وہ آئمہ معصومین علیہم السلام کے لیے ہے۔

و''بالهدی'' ہدایت وہ چیز ہے جو اہل بیت علیہم السلام سے سنی جائے جو کہ ہمارے لیے ہے

و''بملائکة الرحمة'' جو ہدایت کرنے والے ہیں نیک نفسوں کو ان کے اعلیٰ مقامات کی طرف جنت کے درجات میں۔

و''بملائکة العذاب'' جو شریر لوگوں کے نفسوں کو اپنے مقامات پر لے جاتے ہیں درکات جحیم اور جہنم میں۔

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔ [3]

4/122 الکافی،۱/۴۲/۴/۱ العدة عن البرقی عن الوشاء عن أبان عن زياد بن أبی رجاء عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ قَالَ: مَا عَلِمْتُمْ فَقُولُوا وَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا فَقُولُوا ٱللَّهُ أَعْلَمُ إِنَّ ٱلرَّجُلَ لَيَنْتَزِعُ ٱلْآيَةَ مِنَ ٱلْقُرْآنِ يَخِرُّ فِيهَا أَبْعَدَ مَا بَيْنَ ٱلسَّمَاءِ وَ ٱلْأَرْضِ .

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جو نہیں جانتے اس کے متعلق فتویٰ نہ دو اور کہو اللہ دانا تر ہے۔ ایک آدمی جو متشابہات

---

[1] مرآة العقول: ۱/۱۳۶

[2] المحاسن: ۱/۲۰۵؛ بحار الانوار: ۲/۱۱۸؛ وسائل الشیعہ: ۲۷/۲۰ و ۲۲۰؛ تہذیب الاحکام: ۶/۲۲۳؛ الفصول المھمہ: ۱/۵۱۷ و ۲/۳۹۷؛ کنز الفوائد: ۲/۱۰۹؛ منیۃ المرید: ۲۸۳؛ ھدایۃ الامہ: ۱/۳۶۱؛ اعلام الدین: ۸۳؛ دعائم الاسلام: ۱/۹۷؛ مستدرک الوسائل: ۱۷/۳۵۲

[3] مرآة العقول: ۱/۱۳۷ و ۲۴/۲۶۹؛ ملاذ الاخیار: ۱۰/۲۳؛ ارشاد الطالب: ۱/۲۳۶؛ ریاض المسائل: ۲/۳۸۵؛ دراسات فی ولایۃ: ۲/۹۷؛ الاصول الاصیلۃ: ۱۱۳؛ الانوار اللوامع: ۱۴/۱۵؛ تفصیل الشریعہ (القضاء والشہادات): ۱۵

قرآن کی وہ تفسیر بیان کرتا ہے جو حقیقت سے اتنی دور ہوتی ہے جیسے زمین آسمان سے تو اس کا ٹھکانہ جہنم میں ہوگا۔ [1]

بیان:

''ما علمتم'' جو جانتے ہو یعنی الٰہی نور کے ساتھ جو تمہارے قلوب میں ہے یا اہل بیت علیہم السلام سے سن کر جانتے ہو۔

''وما لم تعلموا'' یعنی دو وجہوں میں سے ایک۔

''وانتزع الآیۃ من القرآن'' یعنی: قرآن مجید سے آیت کا نکالنا اپنے مقصود پر استدلال کرنے کے لیے۔

و''الخرور'' یعنی: ساقط ہونا۔

''فیہا'' یعنی: اس کی تفسیر میں مضاف کے اور نسخے کے حذف کرنے کی بنا پر۔

و''یحرفہا'' گویا یہ تصحیف ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث موثق ہے۔ [2]

5/123 الکافی،۱/۴۲/۵/۱ النیسابوریان عن حماد بن عیسی عن ربعی عن محمد عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: لِلْعَالِمِ إِذَا سُئِلَ عَنْ شَيْءٍ وَ هُوَ لاَ يَعْلَمُهُ أَنْ يَقُولَ اَللَّهُ أَعْلَمُ وَ لَيْسَ لِغَيْرِ اَلْعَالِمِ أَنْ يَقُولَ ذَلِكَ.

محمد سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: عالم کو چاہیے کہ جب اس سے کوئی ایسا مسئلہ پوچھا جائے جسے وہ نہیں جانتا تو کہے اللہ بہتر جانتا ہے اور غیر عالم یہ کہنے کا بھی حقدار نہیں ہے۔ [3]

بیان:

اور یہ اس لیے ہے کہ صیغۂ تفضیل مفضل علیہ کو فضیلت میں شریک کرنے کے لیے ہوتا ہے اور جاہل کے لیے اس طرح نہیں ہے اور عالم جب اس کو علم کی جنس سے نصیب ہو تو اس کے لیے یہ قول صحیح ہے و الا اس کا حکم بھی جاہل والا حکم ہے اس سے پوچھی گئی چیز میں۔

---

[1] وسائل الشیعہ: ۲۷/ ۲۲ و ۲۰۳؛ تفسیر البرہان: ۱/ ۳۹؛ منیۃ المرید: ۲۱۵؛ بحار الانوار: ۲/ ۱۱۹ و ۸۹/ ۱۱۰؛ المحاسن: ۱/ ۲۰۶؛ تفسیر العیاشی: ۱/ ۱۷

[2] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۳۷

[3] المحاسن: ۱/ ۲۰۶؛ تحف العقول: ۲۹۷؛ بحار الانوار: ۲/ ۱۱۹ و ۷۵/ ۱۷۷

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول کالصحیح ہے [۱] لیکن میرے نزدیک حدیث صحیح یا حسن ہے (واللہ اعلم)

6/124 الكافی،۱/۴۲/۶/۱ علی عن البرقی عن حماد عن حریز عن محمد عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: إِذَا سُئِلَ اَلرَّجُلُ مِنْكُمْ عَمَّا لاَ يَعْلَمُ فَلْيَقُلْ لاَ أَدْرِي وَ لاَ يَقُلْ اَللَّهُ أَعْلَمُ فَيُوقِعَ فِي قَلْبِ صَاحِبِهِ شَكّاً وَإِذَا قَالَ اَلْمَسْئُولُ لاَ أَدْرِي فَلاَ يَتَّهِمُهُ اَلسَّائِلُ.

محمد سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب تم میں سے کسی سے سوال کیا جائے جس کا جواب معلوم نہ ہو تو اسے کہنا چاہیے کہ میں نہیں جانتا لیکن یہ نہ کہے کہ اللہ بہتر جانتا ہے ورنہ سائل کے دل میں شک پڑے گا اور جب مسئول کہے گا کہ میں نہیں جانتا تو سائل کو اس کے بارے میں یہ شک نہیں ہوگا۔ [۲]

بیان:

یعنی: اس کے علم کے موجود نہ ہونے میں بس وہ علم کا متہم ہوگا اور کہا گیا کہ: لاادری بھی آدھا علم ہے اور گویا یہ اشارہ ہے اس کی طرف کہ ہر مسئلے کے متعلق دو علم ہیں ایک اس مسئلے کا علم اور ایک وہ علم جس کو وہ جانتا ہے یا نہیں جانتا بس نہیں جانتا اور ''لاادری'' دو علموں میں سے ایک ہے اور علم تین قسم کا وارد ہوا ہے ایک کتاب ناطق اور دوسرا سنت قائمہ اور تیسرا ''لاادری''۔

اسی بنیاد پر یہ علم کی تیسری قسم ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔ [۳]

7/125 الكافی،۱/۴۳/۸/۱ الثلاثة عن یونس عن أبی یعقوب بن إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اَللَّهِ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ: قَالَ إِنَّ اَللَّهَ خَصَّ عِبَادَهُ بِآيَتَيْنِ مِنْ كِتَابِهِ أَنْ لاَ يَقُولُوا حَتَّى يَعْلَمُوا وَ لاَ يَرُدُّوا مَا لَمْ يَعْلَمُوا وَ قَالَ عَزَّ وَ جَلَّ (أَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِيثَاقُ اَلْكِتَابِ أَنْ لاَ يَقُولُوا عَلَى اَللَّهِ إِلاَّ اَلْحَقَّ) وَ قَالَ (بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ).

ابو یعقوب اسحاق بن عبداللہ سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: خدا نے اپنے بندوں کو رغبت

---

[۱] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۳۸

[۲] المحاسن: ۱/ ۲۰۶؛ بحار الانوار: ۲/ ۱۱۹؛ موسوعہ احادیث اہل البیتؑ: ۷/ ۲۵۷

[۳] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۳۸؛ نظم مفید محسنی: ۵؛ النور الساطع: ۲/ ۵۶۶

دلائی ہے اپنی کتاب میں دو باتوں کی طرف، ایک بے جانے کچھ نہ کہو۔'' اور دوسرے جو معلوم نہیں اس کی روایت نہ کرو اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''کیا میں نے ان سے یہ عہد نہیں لیا کہ خدا کے بارے میں حق بات کے سوا کچھ نہ کہو۔ (الاعراف:۱۶۹)۔'' اور فرماتا ہے: ''بلکہ انہوں نے تکذیب کی اس چیز کو جو ان کا احاطہ علم سے باہر تھی اور جس کی تاویل ان کو نہیں آتی تھی۔ (یونس:۳۹)۔''[1]

بیان:

"خص عبادہ"

کہا گیا ہے کہ: اس کے بندے یعنی وہ جو اہل کتاب اور اہل کلام ہیں گویا اس کے سوا نہیں ہیں عبودیت کے مضاف الیہ دو آیتوں کے مضمون میں اور اس میں آیات دو سے زیادہ ہیں۔

جیسے خداوند متعال نے فرمایا: کون ہے اس سے ظالم تر جو خدا پر جھوٹا بہتان باندھے اور اس کی آیات کو جھٹلائے۔ (الانعام:۲۱)۔''

فرمایا: جو شخص اللہ کے نازل شدہ چیزوں سے قضاوت نہ کریں وہ کافر ہیں۔ (المائدہ:۴۴)۔''

فرمایا: وہ فاسق ہیں۔ (المائدہ:۴۷)۔''

فرمایا: وہ ظالم ہیں۔ (المائدہ:۴۵)۔'' وغیرہ

''**ولا یردوا مالم یعلموا**'' یعنی: جھوٹ نہیں بولتے اور نہیں جھٹلاتے بلکہ علم کو اس کے قائل کے حوالے کر دیتے ہیں بس بتحقیق کسی چیز کی تصدیق محتاج ہے اس کے تصور کو اثبات کے لحاظ بس اس لیے وہ اس کی طرف مفتر ہے نفی کے لحاظ سے یہ ہے ظاہر کرنے کا مقصد اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

تحقیق اسناد:

حدیث حسن علی الظاہر ہے۔[2]

8/126 الکافی،۱/۴۳/۷/۱ الاثنان عن ابن أسباط عن جعفر بن سماعة عن غیر واحد عن أبان عن زرارة قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ مَا حَقُّ ٱللَّهِ عَلَى ٱلْعِبَادِ قَالَ أَنْ يَقُولُوا مَا يَعْلَمُونَ وَيَقِفُوا عِنْدَ مَا لاَ يَعْلَمُونَ.

[1] تفسیر کنز الدقائق:۵/۲۲۵؛ تفسیر نور الثقلین:۲/۳۰۵؛ تفسیر البرہان:۲/۲۰۴ و ۳/۳۱؛ منیۃ المرید:۲۱۵؛ بحار الانوار:۲/۸۶ و ۱۱۳؛ امالی صدوق: ۴۲۰؛ بصائر الدرجات:۱/۵۳۷؛ روضۃ الواعظین:۲/۳۶۸؛ تفسیر العیاشی:۲/۳۶

[2] مرآۃ العقول:۱/۱۳۹

ترجمہ: زرارہ سے روایت ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ لوگوں پر اللہ کا کیا حق ہے؟
آپؑ نے فرمایا: جس کے بارے میں لوگ جانتے ہیں اس کے بارے میں بات کریں اور جس کے بارے میں نہیں جانتے اس سے رک جائیں۔[1]

بیان:

"ما حق الله علی العباد" یعنی: اس چیز میں جس کا ان کو علم ہو اور ان سے میثاق لیا گیا ہے و الا خداوند کے ان پر حقوق زیادہ ہیں۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے[2] لیکن میرے نزدیک حدیث مرسل ہے (واللہ اعلم)۔

9/127 الکافی،۱/۱۲/۵۰/۱ الثلاثة عَنْ هِشَامِ بْنِ سَالِمٍ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ مَا حَقُّ اَللَّهِ عَلَى خَلْقِهِ فَقَالَ أَنْ يَقُولُوا مَا يَعْلَمُونَ وَ يَكُفُّوا عَمَّا لاَ يَعْلَمُونَ فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ فَقَدْ أَدَّوْا إِلَى اَللَّهِ حَقَّهُ.

ترجمہ: ہشام بن سالم بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: خدا کا اپنی مخلوق پر کیا حق ہے؟
آپؑ نے فرمایا: جو کچھ وہ جانتے ہیں فقط وہ بیان کریں اور جو نہیں جانتے اس کے بیان سے اپنی زبان کو روک کر رکھیں۔ پس اگر انہوں نے ایسا کیا تو انہوں نے خدا کے حق کو ادا کر دیا۔[3]

تحقیق اسناد:

حدیث حسن ہے[4] یا پھر صحیح ہے[5] نیز اس کی دوسری سند المحاسن میں ذکر ہوئی ہے جو موثق ہے۔ (واللہ اعلم)

10/128 الکافی،۱/۹/۵۰/۱ محمد عن ابن عیسی عن علی بن النعمان عن ابن مسکان عن داود بن فرقد

---

[1] وسائل الشیعہ: ۲۷/ ۲۳ و ۲۳ ۱؛ امالی صدوق: ۴۲۰؛ منیۃ المرید: ۲۱۵ و ۲۸۲؛ بحارالانوار: ۲/ ۱۳؛ ھدایۃ الامۃ: ۸/ ۶۷ ۳؛ التوحید: ۴۵۹؛ روضۃ الواعظین: ۲/ ۴۶۸؛ تفسیر کنز الدقائق: ۵/ ۷۷؛ تفسیر نور الثقلین: ۲/ ۲۷

[2] مراۃ العقول: ۱/ ۱۳۹

[3] وسائل الشیعہ: ۲۷/ ۲۴ و ۱۵۵؛ الفصول المھمہ: ۱/ ۵۱۸؛ ھدایۃ الامۃ: ۱/ ۲۴؛ بحارالانوار: ۲/ ۱۱۸؛ المحاسن: ۱/ ۲۰۴

[4] مراۃ العقول: ۱/ ۱۷۰؛ شرح بحارالانوار: ۱/ ۷۱

[5] الانوار اللوامع: ۱۴۰/ ۱۵؛ ارشاد العقول: ۳/ ۳۹۸؛ الرأی السدید: ۲۸

عن أبي سعيد الزهري عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: اَلْوُقُوفُ عِنْدَ اَلشُّبْهَةِ خَيْرٌ مِنَ اَلاِقْتِحَامِ فِي اَلْهَلَكَةِ وَ تَرْكُكَ حَدِيثاً لَمْ تُرْوَهُ خَيْرٌ مِنْ رِوَايَتِكَ حَدِيثاً لَمْ تُحْصِهِ.

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: شبہ کے وقت رک جانا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے سے بہتر ہے اور ایسی روایت جو کاملہ یاد نہ ہو اس کو بیان نہ کرنا ادھوری بیان کرنے سے بہتر ہے۔ [1]

بیان:

''الاقتحام في الشيء ''یعنی اپنے نفس کو اس میں چھوڑ دینا بغیر کسی روئیے کے۔

''الاحصاء ''یعنی: شمار کرنا اور حفظ کرنا اور کسی چیز پر احاطہ پیدا کرنا۔

اور جب امر مشکوک ہو حدیث کے ترک کرنے اور جس کو حفظ نہیں کیا اور اس کا یقین نہیں ہے، کے درمیان اور جو حدیث روایت کی ہے کے درمیان تو بہتر یہ ہے کہ اس کو روایت نہ کرو،

کیونکہ حدیث کے روایت کرنے میں منفعت ہے اور جو حدیث نہیں ہے حدیث سمجھ کر اس کے روایت کرنے میں مفسدہ اور فساد ہے اور فساد کا دفع کرنا بہتر اور اہم ہے منفعت کے جلب کرنے سے

اور نہج البلاغہ میں امیر المومنین علیہ السلام کی اپنے بیٹے امام حسن علیہ السلام کو وصیت ہے کہ:

وہ بات جو نہیں پہچانتے ہو اس کے کہنے سے اور جو کام نہیں کر سکتے ہو اس کے ذمے لینے سے پرہیز کرو اور وہ راستہ جس میں ڈرتے ہو کہ گمراہ ہو جاؤ گے، قدم نہ رکھو کیونکہ وہ کام جو گمراہی کا سبب ہیں ان میں رک جانا بہتر ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے [2] لیکن میرے نزدیک حدیث مجہول ہے (واللہ اعلم)

11/129 الكافي،١/٥٠/١٠/١ محمد عن أحمد عن ابن فضال عن ابن بكير عن حمزة الطيار: أَنَّهُ عَرَضَ عَلَى أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ بَعْضَ خُطَبِ أَبِيهِ حَتَّى إِذَا بَلَغَ مَوْضِعاً مِنْهَا قَالَ لَهُ كُفَّ وَ اُسْكُتْ ثُمَّ قَالَ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ لاَ يَسَعُكُمْ فِيمَا يَنْزِلُ بِكُمْ مِمَّا لاَ تَعْلَمُونَ إِلاَّ اَلْكَفُّ عَنْهُ وَ اَلتَّثَبُّتُ وَ اَلرَّدُّ إِلَى أَئِمَّةِ اَلْهُدَى حَتَّى يَحْمِلُوكُمْ فِيهِ عَلَى اَلْقَصْدِ وَ يَجْلُوا عَنْكُمْ فِيهِ اَلْعَمَى وَ يُعَرِّفُوكُمْ فِيهِ اَلْحَقَّ قَالَ اَللَّهُ تَعَالَى (فَسْئَلُوا أَهْلَ اَلذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لاٰ تَعْلَمُونَ).

[1] تفسیر البرھان:١/٦٨؛ مستدرک الوسائل:١٧/٣٢٥؛ نزھۃ الناظر:١٠٠؛ المحاسن:١/٢١٥؛ رسالۃ فی الحمر:٣٠؛ اعلام الدین:٣٠١؛ وسائل الشیعہ: ٢٧/١٥٤و١٧١؛ بحار الانوار:٢/٢٥٩؛ تفسیر العیاشی:١/٨؛ الفصول المھمہ:١/٥١٩؛ عوالم العلوم:١٩/٢٠٢

[2] مرآۃ العقول:١/١٦٨

حمزہ طیار نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت اقدس میں آپؑ کے والدؑ کے بعض خطبوں کو پیش کیا اور جب وہ ایک مقام پر پہنچا تو آپؑ نے فرمایا: رک جاؤ اور ٹھہر جاؤ اور خاموش ہو جاؤ۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا: وہ امور جو تمہارے سامنے آتے ہیں اور تم ان کے بارے میں نہیں جانتے تو ان میں داخل ہونے سے بہتر ہے کہ رک جاؤ اور عمل نہ کر۔ خاموش ہو جاؤ اور ان کے بارے میں کوئی بات مت کرو۔ اس وقت تمہارا وظیفہ وفریضہ ہے کہ اپنے آئمہ ہدیٰ کی طرف رجوع کرو تا کہ وہ بیان کریں کہ اس سے کیا مراد لیا گیا ہے، اس کا حکم کیا ہے، اس کا مقصد کیا ہے اور جو ان میں باطل ہے ان کو رد کریں اور جو حق ہے ان کو تمہارے لیے بیان کریں چنانچہ خدا نے فرمایا: ''اہل ذکر سے سوال کرو اگر تم نہیں جانتے۔ (النحل: ۴۳)۔''[1]

بیان:

''یحکمو کم'' کہا جاتا ہے کہ: میں نے قضاوت کی، میں نے باب افعال اور تفعیل کے صیغے میں'' میں نے تکرار کیا کے معنی میں

یہ الازھری نے کہا اور بعض نسخوں میں ''تحملو کم'' آیا ہے اور جس طرح قرآن میں محکم اور متشابہ ہیں اور متشابہ کی تاویل نہیں جانتا سوا خدا اور وہ جو علم میں راسخ ہیں اسی طرح اہل بیت علیہم السلام کی احادیث میں بھی محکم اور متشابہ ہیں اور انکی تاویل بھی نہیں جانتا کوئی سوا اس کے اہل کے دوسرے انسانوں کا حق نہیں کہ وہ متشابہات میں اپنی آراء دیں اور اسی لیے امام علیہ السلام نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے اور رک جانے کا اور ''التثبت'' کا یعنی توقف کا حکم دیا ہے اور ان کو ان کے اہل کی طرف پلٹانے کا حکم دیا ہے۔

و''القصد'' وہ معتدل امور جو نہ افراط میں ہوں نہ تفریط میں۔

و''الجلاء'' یعنی کشف وظاہر۔

و''اھل الذکر'' خود اہل بیت علیہم السلام ہیں۔

و''الذکر'' قرآن جس احادیث میں آئے گا۔

تحقیق اسناد:

حدیث حسن یا موثق ہے۔[2]

---

[1] وسائل الشیعہ: ۲۷/۲۵و۸۴و۱۵۵؛ تفسیر کنز الدقائق: ۷/۲۱۱؛ تفسیر البرہان: ۳/۴۲۵؛ تفسیر نور الثقلین: ۳/۵۵؛ الفصول المہمہ: ۱/۵۱۹

[2] مرآۃ العقول: ۱/۱۶۹

12/130 الکافی،۱/۹/۴۳/۱ علی عن العبیدی عن یونس عن داود بن فرقد عمن حدثه عن ابن شبرمة

قَالَ: مَا ذَكَرْتُ حَدِيثاً سَمِعْتُهُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ إِلاَّ كَادَ أَنْ يَتَصَدَّعَ قَلْبِي قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي عَنْ رَسُولِ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ قَالَ اِبْنُ شُبْرُمَةَ وَ أُقْسِمُ بِاللَّهِ مَا كَذَبَ أَبُوهُ عَلَى جَدِّهِ وَ لاَ جَدُّهُ عَلَى رَسُولِ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ مَنْ عَمِلَ بِالْمَقَايِيسِ فَقَدْ هَلَكَ وَ أَهْلَكَ وَ مَنْ أَفْتَى اَلنَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَ هُوَ لاَ يَعْلَمُ اَلنَّاسِخَ مِنَ اَلْمَنْسُوخِ وَ اَلْمُحْكَمَ مِنَ اَلْمُتَشَابِهِ فَقَدْ هَلَكَ وَ أَهْلَكَ.

ترجمہ: ابن شبرمہ سے مروی ہے کہ میں جب اس حدیث کو یاد کرتا ہوں جس کو میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا تو میرا قلب کانپ جاتا ہے، آپؑ نے فرمایا: میرے پدر بزرگوارؑ نے میرے جدؑ سے اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل فرمایا ہے۔ ابن شبرمہ نے کہا: میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ نہ ان کے باپ نے اپنے جد پر جھوٹ بولا اور نہ ان کے جد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ بولا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے قیاس پر عمل کیا وہ خود بھی ہلاک ہوا اور دوسرے کو بھی ہلاک کیا اور جس نے ایسی حالت میں فتویٰ دیا کہ نہ ناسخ کو منسوخ سے تمیز کرتا ہے نہ محکم کی متشابہ سے تو وہ خود بھی ہلاک ہوا اور دوسروں کو بھی ہلاک کیا۔ [1]

بیان:

''ابن شبرمہ'' عبداللہ بن شبرمہ الضبی الکوفی ہے جو شبرمہ 'شین' کی فتح کے ساتھ اور کبھی کسرے اور ضمے کے ساتھ بھی آتا ہے جو کہ ابوجعفر منصور کے لیے کوفے میں قاضی تھا۔

و''الانصداع'' یعنی: الانشقاق، شق ہونا۔

و''التصدع'' یعنی تفرق، جدا ہونا

و''المقیاس'' وہ چیز ہے جس کے ذریعے کسی چیز کی مقدار معلوم ہو اور یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ وہ چیز جس کو معیار قرار دیا جائے اس فرع کو اصول سے ملانے کا جو ایک معنی مشترک سے ہو یعنی جزئی میں حکم کے ثابت کرنے کے لیے معیار ہو ایک دوسری جزئی میں معنی کے مشترک ہونے کی وجہ سے،

اور وہ اصل ہے عامہ کے بہت سارے اصول میں سے جس کے ذریعے علوم میں عمل کرتے ہیں۔

[1] امالی صدوق: ۴۲۱؛ بحار الانوار: ۲/ ۱۱۸ و ۱۲۱ و ۳/ ۴۹؛ عوالی اللئالی: ۴/ ۷۵؛ منیۃ المرید: ۲/ ۸۳؛ روضۃ الواعظین: ۱/ ۱۰؛ تفسیر کنز الدقائق: ۳/ ۴۳؛ تفسیر نور الثقلین: ۱/ ۳۱۶؛ المحاسن: ۱/ ۲۰۶؛ ھدایۃ الامۃ: ۱/ ۲۴

و''المحکم ''یعنی جس سے معنی مقصود کے غیر کا احتمال نہ ہو۔

''المتشابه'' وہ چیز میں غیر کا احتمال ہوتا ہو اور وہ چیز جن کو جدا نہ کیا جا سکے۔

بس کبھی متشابہ کے ساتھ فتویٰ دیتے ہیں اور اس کے تشابہ کو نہیں جانتے جیسے ہم نے دیکھا ہے بہت سارے اہل اجتہاد سے۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔[1]

13/131 الکافی،۱/۱/۳۰۹/۷ التھذیب،۱/۲۲/۲۳۳/۶ الثلاثة عن البجلی قَالَ: كَانَ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَاعِداً فِي حَلْقَةِ رَبِيعَةِ اَلرَّأْيِ فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَسَأَلَ رَبِيعَةَ اَلرَّأْيِ عَنْ مَسْأَلَةٍ فَأَجَابَهُ فَلَمَّا سَكَتَ قَالَ لَهُ اَلْأَعْرَابِيُّ أَ هُوَ فِي عُنُقِكَ فَسَكَتَ عَنْهُ رَبِيعَةُ وَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ شَيْئاً فَأَعَادَ عَلَيْهِ اَلْمَسْأَلَةَ فَأَجَابَهُ بِمِثْلِ ذَلِكَ فَقَالَ لَهُ اَلْأَعْرَابِيُّ أَ هُوَ فِي عُنُقِكَ فَسَكَتَ رَبِيعَةُ فَقَالَ لَهُ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ هُوَ فِي عُنُقِهِ قَالَ أَوْ لَمْ يَقُلْ وَكُلُّ مُفْتٍ ضَامِنٌ

البجلی سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ربیعۃ الرائے کے حلقہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اس اثنا میں ایک اعرابی آیا اور ربیعۃ الرائے سے مسئلہ پوچھا اور اس نے جواب دیا۔ جب ربیعہ خاموش ہوا تو اعرابی نے کہا: کیا یہ تیری گردن پر ہے؟ اس پر ربیعہ خاموش ہو گیا۔ اعرابی نے ایک اور مسئلہ پوچھا اور ربیعہ نے جواب دیا۔ اس نے کہا: کیا یہ تمہاری گردن پر ہے؟ اس پر ربیعہ پھر خاموش ہو گیا اور کوئی جواب نہ دیا۔ اس پر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام بولے اور فرمایا: ہاں یہ اس کی گردن پر ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ آپ علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا کہ ہر مفتی ضامن ہے۔[2]

تحقیق اسناد:

حدیث حسن ہے[3] یا پھر صحیح ہے۔[4]

14/132 التھذیب،۱/۸۲۳/۲۹۵/۶ سعد عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَلْحُسَيْنِ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بَشِيرٍ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ عَاصِمٍ

[1] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۴۰

[2] وسائل الشیعہ: ۲۷/ ۲۲۰

[3] مرآۃ العقول: ۲۴/ ۲۶۹؛ ملاذ الاخیار: ۱۰/ ۲۳؛ الدرر النجفیہ: ۳۳۴

[4] العروۃ الوثقیٰ: ۶/ ۴۵۳؛ مستمسک الشیعہ: ۱۷/ ۸۸؛ نظم مفید: ۵؛ سند العروۃ: (الاجتہاد والتقلید) ۱۰۸

قَالَ حَدَّثَنِي مَوْلًى لِسَلْمَانَ عَنْ عَبِيدَةَ اَلسَّلْمَانِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيّاً عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ: يَا أَيُّهَا اَلنَّاسُ اِتَّقُوا اَللَّهَ وَ لاَ تُفْتُوا اَلنَّاسَ بِمَا لاَ تَعْلَمُونَ فَإِنَّ رَسُولَ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ قَدْ قَالَ قَوْلاً آلَ مِنْهُ إِلَى غَيْرِهِ وَ قَدْ قَالَ قَوْلاً مَنْ وَضَعَهُ غَيْرَ مَوْضِعِهِ كَذَبَ عَلَيْهِ فَقَامَ عَبِيدَةُ وَ عَلْقَمَةُ وَ اَلْأَسْوَدُ وَ أُنَاسٌ مِنْهُمْ فَقَالُوا يَا أَمِيرَ اَلْمُؤْمِنِينَ فَمَا نَصْنَعُ بِمَا قَدْ خُبِّرْنَا بِهِ فِي اَلْمُصْحَفِ قَالَ (يُسْأَلُ عَنْ ذَلِكَ عُلَمَاءُ آلِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِمُ اَلسَّلاَمُ).

عبیدہ سلمانی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور جو نہیں جانتے اس کے متعلق فتویٰ نہ دو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی بات کہی اور تم نے اُس بات کو اس کے مقام کے علاوہ رکھا تو تم نے نبیؐ پر جھوٹ باندھا۔ (عبیدہ سلمانی کہتا ہے) عبیدہ، علقمہ، اسود اور کئی لوگ ان کے ساتھ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے: اے امیر المومنین علیہ السلام! ہم اس چیز کے متعلق کیا کریں جو ہمیں مصحف (قرآن) میں بتائی گئیں؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: اس کے متعلق علمائے آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھو۔ ①

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے۔ ②

15/133 الفقیہ، ۴/۷۵/۵۱۴۹ خَطَبَ أَمِيرُ اَلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ اَلنَّاسَ فَقَالَ: إِنَّ اَللَّهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى حَدَّ حُدُوداً فَلاَ تَعْتَدُوهَا وَ فَرَضَ فَرَائِضَ فَلاَ تَنْقُصُوهَا وَ سَكَتَ عَنْ أَشْيَاءَ لَمْ يَسْكُتْ عَنْهَا نِسْيَاناً لَهَا فَلاَ تُكَلِّفُوهَا رَحْمَةً مِنَ اَللَّهِ لَكُمْ فَاقْبَلُوهَا ثُمَّ قَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ حَلاَلٌ بَيِّنٌ وَ حَرَامٌ بَيِّنٌ وَ شُبُهَاتٌ بَيْنَ ذَلِكَ فَمَنْ تَرَكَ مَا اِشْتَبَهَ عَلَيْهِ مِنَ اَلْإِثْمِ فَهُوَ لِمَا اِسْتَبَانَ لَهُ أَتْرَكُ وَ اَلْمَعَاصِي حِمَى اَللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ فَمَنْ يَرْتَعْ حَوْلَهَا يُوشِكْ أَنْ يَدْخُلَهَا.

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے ایک مرتبہ لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حدود کی بھی حد مقرر کر دی ہے پس اس سے آگے نہ بڑھو اور فرائض بھی فرض کر دیئے ہیں پس اس میں کمی نہ کرو اور بہت سی چیزوں کے متعلق خاموشی اختیار کی ہے اس لیے نہیں کہ وہ بھول گیا تو تم لوگ اس میں تکلف نہ کرو یہ تم لوگوں پر اللہ کی مہربانی

① وسائل الشیعہ: ۲۷/۲۶ و ۳۳۱۸۶؛ جامع احادیث الشیعہ: ۱/۹۲

② ملاذ الاخیار: ۱۰/۱۹۸

ہے اسے قبول کرو۔ پھر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: حلال بھی بیان ہو چکا اور حرام بھی بیان ہو چکا اب ان دونوں کے درمیان شبہات رہ گئے تو اب جس کو گناہ کا شبہ ہو اس کو ترک کرتا ہے لیکن جب اس پر واضح ہو جائے گا تو وہ زیادہ ترک کرے گا اور گناہوں کی اللہ تعالیٰ نے حد بندی کر دی ہے مگر جو اس کے پاس جائے گا تو ممکن ہے کہ اس میں داخل ہو جائے۔ [1]

بیان:

یعنی: وہ تکالیف جو آپ تک نہیں پہنچیں اور آپ ان کے ذمے دار اور مکلف نہیں ہیں اور شریعت میں ثابت نہیں ہیں تو بس آپ پر کچھ بھی نہیں ہے تو ان میں اپنے آپ کو مکلف نہ ٹھہراؤ اللہ کی رحمت آپ کے لیے ہے اور اس کے مسائل میں چپ رہو جن سے اللہ چپ رہا ہے۔

تحقیق اسناد:

شیخ صدوق نے حدیث کی سند درج نہیں کی ہے لیکن اس مضمون کی کثیر روایات موجود ہیں جو الکافی وغیرہ میں درج ہیں (واللہ اعلم)

۱۴۔ باب من عمل بغیر علم

بغیر علم عمل کرنے والا

1/134 الکافی،۱/۱/۴۳/۱ العدة عن البرقی عن أبیه عن الفقیه،۴۰۱/۴ رقم ۵۸۶۴ محمد بن سنان عن طلحة بن زید قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ: اَلْعَامِلُ عَلَى غَيْرِ بَصِيرَةٍ كَالسَّائِرِ عَلَى غَيْرِ اَلطَّرِيقِ لاَ يَزِيدُهُ سُرْعَةُ اَلسَّيْرِ.

الفقیه: مِنَ اَلطَّرِيقِ ش إِلاَّ بُعْداً.

طلحہ بن زید سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: بغیر عقل وفہم کے عمل کرنے والا غلط راستے پر چلنے والے کی مانند ہے کہ جتنا تیز چلے گا اتنا ہی منزل سے دور رہے گا۔ [2]

---

[1] عوالی اللئالی: ۳/ ۵۴۸؛ وسائل الشیعہ: ۲۷/ ۱۶۱ و ۱۷۵؛ فقہ القرآن: ۲/ ۳۶۶؛ جامع احادیث الشیعہ: ۳/ ۵۱۲

[2] کنز الفوائد: ۲/ ۱۰۹؛ بحار الانوار: ۷۵/ ۲۴۴؛ مشکاۃ الانوار: ۱۳۴؛ امالی صدوق: ۴۲۱؛ السرائر: ۳/ ۶۲۳؛ تحف العقول: ۳۶۲؛ عدۃ الداعی: ۷۴؛ عوالی اللئالی: ۴/ ۷۳؛ عوالم العلوم: ۲۰/ ۶۸۷؛ روضۃ الواعظین: ۱/ ۱۰؛ اعلام الدین: ۸۳؛ المحاسن: ۱/ ۱۹۸؛ فقہ الرضا: ۳۸۱؛ وسائل الشیعہ: ۲۷/ ۲۴

بیان:

"علی غیر بصیرۃ"

یعنی: دینی معرفت کے بغیر اور جو انجام دے اس کی معرفت کے بغیر اور ہم نے معرفت کے کافی طریقے بیان کیے ہیں۔

اور بعض نسخوں میں "کثرۃ السیر" کی جگہ "سرعۃ السیر" آیا ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف علی المشہور ہے [1] لیکن میرے نزدیک حدیث موثق ہے جبکہ مجلسی اول کے نزدیک یہ اور الفقیہ دونوں کی اسناد قوی ہیں [2] اور میرے نزدیک الفقیہ کی سند موثق ہے (واللہ اعلم)

2/135 الکافی،۱/۴۴/۳/۱ محمد عن أحمد عن ابن فضال عمّن رواہ عن أبي عبد اللّٰہ علیہ السلام قال قَالَ رَسُولُ اَللّٰهِ صَلَّى اَللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: مَنْ عَمِلَ عَلَى غَيْرِ عِلْمٍ كَانَ مَا يُفْسِدُ أَكْثَرَ مِمَّا يُصْلِحُ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے بغیر علم کے عمل کیا تو وہ اصلاح سے زیادہ فساد پیدا کرتا ہے۔ [3]

بیان:

یہ حدیث معنی اور راز میں، پہلے والی حدیث کی طرح ہے، بتحقیق دل کی اصلاح اور اس کا جسمانی عبادتوں کے ساتھ، پاک کرنا اور بدنی اعمال کے ساتھ، نفس کی صفائی اور تہذیب مقصود بالذات نہیں کیونکہ بتحقیق وہ ملکوں کو اعدام کرنے کی طرح ہے اور عدم مطلوب نہیں سواء عرض میں بتحقیق مطلوب یہ ہے کہ ظاہر کریں ہر انسان کے لیے اللہ اور ملائکہ اور کتب اور رسولوں اور قیامت کے دن کے علم کے حقیقی معارف کو ان کے فہم اور عقل کے مطابق ان کے مراتب کے متفاوت ہونے کے اعتبار سے اور یہ معارف ظاہر نہیں ہوتے سواء اس کے کہ یہ اصلاح اور تطہیر صاحب شریعت سے اخذ کی جائے صحیح عقیدے کے ساتھ اگر چہ خود صاحب شریعت سے سنے بس جو اپنی راہ میں فقط عمل کرنے پر اکتفا کرے اور فقط ریاضت اور کوشش کرے بغیر کسی بصیرت اور معرفت کے تو اس طرح کا کام اس کے وبال بن جائے گا پھر نفس متحرک ہوگا وہم پر اور اس پر نفسانی وسوسے جاری ہوں

[1] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۴۰

[2] روضۃ المتقین: ۱۳/ ۱۴۸

[3] السرائر: ۳/ ۶۴۴؛ المحاسن: ۱/ ۱۹۸؛ نہج الفصاحۃ: ۶۷۷؛ مشکوۃ الانوار: ۳۴۳؛ ہدیۃ الامۃ: ۱/ ۲۴؛ تحف العقول: ۴۷؛ بحار الانوار: ۱/ ۲۰۸ و ۷۴/ ۱۵۰؛ وسائل الشیعہ: ۲۷/ ۲۵؛ تنبیہ الخواطر: ۲/ ۲۳۲؛ عوالی اللئالی: ۴/ ۶۷؛ کشف الغمہ: ۲/ ۳۶۸؛ نزہۃ الناظر: ۱۴۳؛ اعلام الدین: ۳۰۹؛ الدرۃ الباہرۃ: ۳۹؛ عوالم العلوم: ۲۳/ ۲۹۱

گےاور اس کا دل اس طرح پریشان ہو جائے گا کہ اس کے لیے علوم حقہ اور صحیح افکار کی ریاضت مقدم نہیں ہوگی اور وہ صاحب شریعت اور ان کے خلفاء (علیہم السلام) سے عبادت کی کیفیت کو نہیں پا سکے گا۔ نتیجے میں اس کا دل سیاہ ہو جائے گا فاسد خیالوں اور باطل تصورات اور جھوٹے وہموں کے ساتھ اور پھر اللہ کی ذات اور صفات میں خیال کرے گا کفر والے فاسد عقیدوں کے ساتھ اور اس میں گمان کرے گا کہ وہ صحیح اور حق ہیں نعوذ باللہ من ذالک اور کبھی ان کے ذریعے غیر کی اقتدا کرے گا تو اس شر کو دوسروں تک پہنچے گا اور وہ ان جاہلوں سے میں سے ہو جائے گا جو کمر توڑ دیتے ہیں پھر وہ اپنے نفس کے تکبر و عجب (عین کے ضمے کے ساتھ) کو خالی نہیں کر سکے گا اور اپنے علم پر فخر کرے گا اور عبادت کے ذریعے غرور کرے گا اور دوسرے لوگوں کو حقارت کی نظر کے ساتھ دیکھے گا۔ اور اس کا باطن نفسانی بیماریوں سے بھر جائے گا درحالانکہ وہ ان سے غافل ہوگا اور اس کے علاج اور ختم کرنے کو نہیں سمجھے گا اور کبھی رذائل اور برائیوں کو فضائل اور عیبوں کو کمال سمجھے گا پھر ہو گا ان میں سے جن کی خبر خدا نے دی ہے۔

آیت: ”کہو کیا تمہیں ان کے بارے میں خبر دیں جن کے اعمال خسارے میں ہیں؟
وہ، وہ لوگ ہیں جن کی کوشش دنیا کی حیات میں گمراہ ہے اور وہ گمان کرتے ہیں کہ نیکیاں انجام دے رہے ہیں۔(الکھف: ۱۰۴، ۱۰۳)۔“

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے[1] لیکن یہ ارسال قادح نہیں ہوگا کیونکہ ابن فضال موجود ہے (واللہ اعلم)

3/136 الکافی،۱/۲/۴۴/۱ عنه عن ابن عیسی عن محمد بن سنان عن ابن مسکان عن الصیقل قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ: لاَ يَقْبَلُ اَللَّهُ عَمَلاً إِلاَّ بِمَعْرِفَةٍ وَ لاَ مَعْرِفَةَ إِلاَّ بِعَمَلٍ فَمَنْ عَرَفَ دَلَّتْهُ اَلْمَعْرِفَةُ عَلَى اَلْعَمَلِ وَ مَنْ لَمْ يَعْمَلْ فَلاَ مَعْرِفَةَ لَهُ أَلاَ إِنَّ اَلْإِيمَانَ بَعْضُهُ مِنْ بَعْضٍ .

الصیقل سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: اللہ نہیں قبول کرتا کسی عمل کو بغیر معرفت کے اور معرفت مفید نہیں بغیر عمل کے پس جس کو معرفت ہے تو وہ رہنمائی کرتی ہے عمل کی طرف اور جو عمل نہیں کرتا اس کے لیے معرفت ہی نہیں۔ آگاہ ہو کہ ایمان کا تعلق ایک دوسرے سے ہے۔[2]

---

[1] مراۃ العقول:۱/۱۴۱

[2] مشکاۃ الانوار:۱۳۳؛ بحار الانوار:۱/۲۰۶؛ امالی صدوق:۳۲۲؛ المحاسن:۱/۱۹۸

بیان:

"ولا معرفة"

یہاں لا نفی جنس کے لیے ہے نہ کہ عطف کے لیے جس طرح گمان کیا ہے کہ عطف کے لیے ہے۔

اور یہ تحقیق ہوئی ہے کہ ہر معرفت نفس کو ثمر دیتی ہے صفائی اور خاص حالت کا اور نفس کی ہر حالت اپنے صاحب کو عمل اور اطاعت کی طرف لے جاتی ہے اور اس طرح ہر بار معرفت اور اطاعت کے ساتھ اس کا ایمان کامل ہونے کی طرف ہوتا ہے یہاں تک کہ کمال کی انتہا تک پہنچتا ہے اور اس کی تھکاوٹ اور مشقت دور ہو جاتی ہے اور وہ امن اور راحت کے مقام میں ثابت قدم ہو جاتا ہے اور عین الیقین تک پہنچتا ہے۔

اور ہم نے کتاب کے مقدمے میں اس کے لیے ایک مثال دی تھی بس جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا تو وہ کس طرح اللہ کی عبادت کرے گا؟ یا کس طرح اس کے تقرب اور قریب ہونے کی نیت کرے یا کیسے اس کے خضوع کرے گا؟ یا کس طرح اس کی ملاقات کا مشتاق ہوگا؟

جبکہ یہ سب عبادت کا روح اور اس کے قائم رکھنے والے ہیں اور جس شخص کے پاس شرعی عبادت اور ریاضت نہ ہو کس طرح وہ اپنے نفس کو صاف کرے گا اور اپنے دل کو ترقی تک پہنچائے گا اور باطن کو طاہر کرے گا جبکہ یہ سب علم کے نور کے اس پر فیض ہونے کی شرطیں ہیں بس ایمان جس سے نفس کی معرفت کا ارادہ کیا جائے تو اس کی معنی یہ ہے کہ ہر مرتبہ دوسرے مرتبے سے اعلی ہے جو حاصل ہوتا ہے کمال میں عمل کے ذریعے اور اگر ارادہ کیا جائے تمام علم اور عمل کا تو اس کی معنی یہ ہے کہ بتحقیق کل، جزء میں سے ہے جو دوسرے سے حاصل ہوگا جیسے ہم نے اس کو بیان کیا ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف علی المشہور ہے[1] لیکن میرے نزدیک حدیث حسن ہے۔(واللہ اعلم)

۱۵ _ باب استعمال العلم

علم کا استعمال

1/137 الکافی، ۱/۱/۴۴/۱ محمد عن ابن عیسی عن حماد بن عیسی عن ابن أذینة عَنْ أَبَانِ بْنِ أَبِي عَيَّاشٍ عَنْ سُلَيْمِ بْنِ قَيْسٍ اَلْهِلاَلِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَمِيرَ اَلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يُحَدِّثُ عَنِ

[1] مرآۃ العقول: ۱/۱۴۱

اَلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ أَنَّهُ قَالَ فِي كَلَامٍ لَهُ: اَلْعُلَمَاءُ رَجُلَانِ رَجُلٌ عَالِمٌ آخِذٌ بِعِلْمِهِ فَهٰذَا نَاجٍ وَ عَالِمٌ تَارِكٌ لِعِلْمِهِ فَهٰذَا هَالِكٌ وَ إِنَّ أَهْلَ النَّارِ لَيَتَأَذَّوْنَ مِنْ رِيحِ الْعَالِمِ التَّارِكِ لِعِلْمِهِ وَ إِنَّ أَشَدَّ أَهْلِ النَّارِ نَدَامَةً وَ حَسْرَةً رَجُلٌ دَعَا عَبْداً إِلَى اللّٰهِ فَاسْتَجَابَ لَهُ وَ قَبِلَ مِنْهُ فَأَطَاعَ اللّٰهَ فَأَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ وَ أَدْخَلَ الدَّاعِيَ النَّارَ بِتَرْكِهِ عِلْمَهُ وَ اِتِّبَاعِهِ الْهَوَى وَ طُولِ الْأَمَلِ أَمَّا اِتِّبَاعُ الْهَوَى فَيَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ وَ طُولُ الْأَمَلِ يُنْسِي الْآخِرَةَ .

سلیم بن قیس الہلالی سے روایت ہے کہ میں نے امیر المومنین علیہ السلام سے سنا، آپؑ فرما رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عالم دو قسم کے ہیں: ایک وہ جس نے اپنے علم سے فائدہ حاصل کیا پس وہ نجات پانے والا ہے، دوسرا وہ جو اپنے علم کا تارک ہے یہ جہنمی ہے، ایسے عالم کی بد بُو سے اہل دوزخ کو اذیت پہنچے گی اور اہل دوزخ کو شدید ترین ندامت وحسرت اس شخص کی ہوگی۔ جس نے کسی بندہ کو اللہ کی طرف بلایا اور اس نے دعوت کو قبول کیا اور اللہ کی اطاعت کی پس خدا اس کو تو جنّت میں داخل کرے گا اور داعی کو ترک علم اور رہوا وہوس کی پیروی اور امیدوں کی درازی کے سبب داخلِ نار کرے گا۔ خواہشات بد کی پیروی انسان کو امرِ حق سے روک دیتی ہے اور اُمیدوں کی درازی آخرت کو بھلا دیتی ہے۔ [1]

بیان:

یہ تقسیم ان علماء کے لیے ہے جن کا علم کم ہے اس چیز پر جو عمل کے ساتھ مربوط ہیں جیسے شریعت کا عالم اور اخلاق کا عالم ان کے بغیر جن کا علم مقصود لذاتہ ہے جیسے مبدأ اور معاد کا عالم بس بتحقیق وہ غالب ہوگا نجات پانے سے اور جب اس سے واقع ہو گناہ تو اپنے رب کو یاد کرے اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرے۔

اور بتحقیق عالم کا عذاب شدید ہے کیونکہ اس کا نفس قوی ہے اور جو برائیاں اس سے صادر ہوتی ہیں وہ ان کی اتم معرفت رکھتا ہے تو پھر نتیجے میں گناہ کی وجہ سے شدید اذیت میں ہوگا اور اس کی حسرت دائمی ہوگی جیسے اس کا ثواب عمل کے ساتھ اکثر اور اعظم ہے۔

''فیصد عن الحق'' یعنی: قلب کو معارف کے سمجھنے سے حجاب میں رکھنا کیونکہ وہ علم ومعرفت کا ضد ہے۔

جیسے کہا گیا ہے کہ: تیرا کسی چیز کو پسند کرنا تجھے اندھا اور بہرا کر دیتا ہے۔

''ینسی الآخرۃ'' یہ اس لیے ہے کہ وہ عمل پر اقدام نہیں کرتا بس نتیجے میں ذکر سے دور ہو جاتا ہے۔

---

[1] منیۃ المرید: ۱۴۲؛ مشکاۃ الانوار: ۱۳۱؛ بحار الانوار: ۳۴ و ۱۰۶؛ عوالی اللئالی: ۴/۷۶؛ الخصال: ۱/۵۱؛ اعلام الدین: ۸۹؛ مستدرک الوسائل: ۱۲/۲۰۴؛ کتاب سلیم بن قیس: ۲/۷۱۸؛ تفسیر نور الثقلین: ۴/۴۵۲

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف علی المشہور ہے لیکن علامہ مجلسی کے نزدیک معتبر ہے [1] اور میرے نزدیک بھی معتبر ہے۔ (واللہ عالم)

2/138 الکافی،۱/۲/۴۴/۱ محمد عن أحمد عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَابِرٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: اَلْعِلْمُ مَقْرُونٌ إِلَى اَلْعَمَلِ فَمَنْ عَلِمَ عَمِلَ وَمَنْ عَمِلَ عَلِمَ وَاَلْعِلْمُ يَهْتِفُ بِالْعَمَلِ فَإِنْ أَجَابَهُ وَإِلاَّ اِرْتَحَلَ عَنْهُ.

اسماعیل بن جابر سے روایت ہے کہ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: علم عمل سے ملا ہوا ہے پس جو جانتا ہے وہ عمل کرتا ہے اور جو عمل کرتا ہے وہ جانتا ہے۔ علم عمل کو آواز دیتا ہے اگر عمل اس کی آواز پر جواب دے دے تو درست ورنہ علم بھی چلا جاتا ہے۔ [2]

بیان:

یہ اس لیے ہے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کی استدعا کرتا ہے اور علم عمل کے ساتھ قوی ہوتا ہے جیسا کہ آپ نے پہچانا۔

''الھتف'' یعنی: آواز اور بلانا۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف علی المشہور ہے [3] لیکن میرے نزدیک حدیث معتبر بلکہ حسن ہے (واللہ اعلم)

3/139 الکافی،۱/۳/۴۴/۱ العدۃ عن البرقی عن القاسانی عَمَّنْ ذَكَرَهُ عَنْ عَبْدِ اَللَّهِ بْنِ اَلْقَاسِمِ اَلْجَعْفَرِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: إِنَّ اَلْعَالِمَ إِذَا لَمْ يَعْمَلْ بِعِلْمِهِ زَلَّتْ مَوْعِظَتُهُ عَنِ اَلْقُلُوبِ كَمَا يَزِلُّ اَلْمَطَرُ عَنِ اَلصَّفَا .

عبداللہ بن قاسم الجعفری سے روایت ہے کہ صادق آل محمد علیہ السلام نے فرمایا: عالم جب اپنے علم کے مطابق عمل نہیں کرتا تو اس کے وعظ کا اثر لوگوں کے دلوں سے ایسے زائل ہو جاتا ہے جیسے بارش کا صاف پانی چٹان سے۔ [4]

---

[1] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۴۱

[2] منیۃ المرید: ۸۱؛ بحار الانوار: ۲/ ۴۰؛ عدۃ الداعی: ۷۸؛ مشکوۃ الانوار: ۱۳۹؛ نہج البلاغہ: ۵۳۹؛ عوالی اللئالی: ۴/ ۶۶؛ عیون الحکم: ۵۸؛ عوالم العلوم: ۲۰/ ۷۸۳

[3] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۴۲

[4] بحار الانوار: ۲/ ۲۹؛ منیۃ المرید: ۱۳۶ و ۱۸۱؛ تنبیہ الخواطر: ۱/ ۸۲

بیان:

''صفا'' الف مقصورہ کے ساتھ، ''الصفاۃ'' کی جمع ہے اور یہ وہ سخت پتھر ہے جس پر بارش ہونے سے کچھ نہ اگے اور اس پر کوئی اثر نہ ہو اور قلوب بھی ایسے ہوں گے جن پر علم اور موعظہ کوئی اثر نہیں کرے گا علم کی بارش کے وہاں نہ رکنے کی وجہ سے کہا گیا ہے: اثر کے نہ ہونے میں راز یہ ہے کہ وعظ کرنے والا وہ ہے جو خود متصف نہیں اس چیز کا جس کی وعظ و نصیحت کرتا ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف علی المشہور ہے۔[1]

4/140 الکافی،۱/۴/۴۴/۱ علی عن أبیہ عن القاسم بن محمد عن المنقری عَنْ عَلِيِّ بْنِ هَاشِمِ بْنِ ٱلْبَرِيدِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى عَلِيِّ بْنِ ٱلْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا ٱلسَّلاَمُ فَسَأَلَهُ عَنْ مَسَائِلَ فَأَجَابَ ثُمَّ عَادَ لِيَسْأَلَ عَنْ مِثْلِهَا فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ ٱلْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا ٱلسَّلاَمُ مَكْتُوبٌ فِي ٱلْإِنْجِيلِ لاَ تَطْلُبُوا عِلْمَ مَا لاَ تَعْلَمُونَ وَلَمَّا تَعْمَلُوا بِمَا عَلِمْتُمْ فَإِنَّ ٱلْعِلْمَ إِذَا لَمْ يُعْمَلْ بِهِ لَمْ يَزْدَدْ صَاحِبُهُ إِلاَّ كُفْراً وَلَمْ يَزْدَدْ مِنَ ٱللَّهِ إِلاَّ بُعْداً۔

علی بن ہاشم بن البرید نے اپنے باپ سے روایت کی ہے، اُس کا بیان ہے کہ ایک شخص حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور چند مسائل دریافت کیے۔ آپؑ نے ان کا جواب دے دیا وہ پھر ویسے ہی سوال کرنے کے لیے آ گیا تو آپؑ نے فرمایا: انجیل میں ہے کہ جو علم نہیں جانتے اس کو حاصل کرو اور جب جان لو تو اس پر عمل کرو کیونکہ جب علم کے موافق عمل نہیں ہوتا تو صاحب علم کا کفر زیادہ ہوتا ہے اور خدا سے اس کی دوری بڑھ جاتی ہے۔[2]

بیان:

''ولما تعلموا'' میں واؤ حالیہ ہے یعنی: وہ چیز جو مجہول ہے اس کے بارے میں نہ پوچھو جبکہ حال یہ ہے کہ تم عمل نہیں کرتے ہو اس کا جو تمہیں معلوم ہے اور تحقیق یہ کفر اور دوری کو زیادہ کرے گا کیونکہ وہ علم جو عمل کے ساتھ تعلق رکھتا ہے وہ حجاب ہے حق سے اور حجاب ہے دوسرے علم میں مشغول ہونے سے اور قدس کی طرف جانے سے راستہ روک دیتا ہے اور آخرت کے بھول جانے کا سبب ہے بس اس کی ضرورت اس کو عمل کرنے کی طرف بلاتی ہے اگر

---

[1] مرآۃ العقول:۱/ ۱۴۳

[2] منیۃ المرید:۶۰ ،۱۳۶؛ الجواہر السنیۃ:۲۲۲؛ بحارالانوار:۲/ ۲۸ و ۱۴/ ۳۱۹؛ تفسیر القمی:۲/ ۲۵۹؛ تفسیر البرہان:۴/ ۷۶۷

اس پر عمل نہیں کرے گا تو اس پر وبال بن جائے گا اور نتیجے میں اس سے خراب آثار اور وہ عادتیں ظاہر ہوں گی جو نفس کو مریض کر دیتی ہیں اور دل کو مردہ کرتی ہیں۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔[1]

5/141 الکافی،۱/۱/۴۱۹/۲ محمد عن أحمد عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِنَانٍ عَنِ ٱلْمُفَضَّلِ ٱلْجُعْفِيِّ قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ ٱللَّهِ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ: إِنَّ ٱلْحَسْرَةَ وَ ٱلنَّدَامَةَ وَ ٱلْوَيْلَ كُلَّهُ لِمَنْ لَمْ يَنْتَفِعْ بِمَا أَبْصَرَهُ وَ لَمْ يَدْرِ مَا ٱلْأَمْرُ ٱلَّذِي هُوَ عَلَيْهِ مُقِيمٌ أَ نَفْعٌ لَهُ أَمْ ضَرٌّ قُلْتُ لَهُ فَبِمَ يُعْرَفُ ٱلنَّاجِي مِنْ هَؤُلاَءِ جُعِلْتُ فِدَاكَ قَالَ مَنْ كَانَ فِعْلُهُ لِقَوْلِهِ مُوَافِقاً فَأُثْبِتَ لَهُ ٱلشَّهَادَةُ بِالنَّجَاةِ وَ مَنْ لَمْ يَكُنْ فِعْلُهُ لِقَوْلِهِ مُوَافِقاً فَإِنَّمَا ذَلِكَ مُسْتَوْدَعٌ۔

مُفضل جعفی نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: تمام حسرت وندامت وویل اس شخص کے لیے ہے جو دیکھتا ہے لیکن اس سے فائدہ حاصل نہیں کرتا۔ اور جس عقیدہ پر قائم ہے وہ اس کے بارے میں نہیں جانتا ہے کہ یہ اس کے لیے فائدہ مند ہے یا نقصان دہ ہے۔

میں نے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان ہو جاؤں کس طرح سے معلوم ہو گا یہ ان میں سے ہے کہ جن کو اللہ نے نجات عطاء کرنی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جس شخص کا قول اس کے فعل کے موافق ہے تو اس کے لیے گواہی ثابت ہے کہ یہ نجات حاصل کرنے والوں میں سے ہے اور جس کا قول اس کے فعل کے موافق نہیں تو وہ ان میں سے ہے کہ جن کو ایمان عریۃ دیا گیا ہے۔[2]

بیان:

''فاثبت'' یا ماضی مجہول یا معلوم یا مستقبل یا امر کے صیغے کے ساتھ

اور بعض نسخوں میں اس کے لیے شہادت ہے اور شہادت اور گواہی سے ارادہ کیا گیا ہے نجات کا جس طرح صراحت کے ساتھ آئے گا۔ باب المستودع المعار میں کتاب الایمان والکفر میں

[1] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۴۳

[2] بحار الانوار: ۲/ ۳۰ و ۶۶/ ۲۱۸؛ المحاسن: ۱/ ۲۵۲؛ روضۃ الواعظین: ۲/ ۴۱۹؛ منیۃ المرید: ۱۴۷؛ وسائل الشیعہ: ۱۶/ ۱۵۰؛ امالی صدوق: ۵۸؛ مشکاۃ الانوار: ۸۳؛ الدعوات راوندی: ۲۲۱

''فانما ذالك مستودع'' یعنی: اس کا ایمان اس کی دل میں ثابت نہیں ہوگا بلکہ ایک چھوٹے سے شبھہ کے ساتھ زائل ہو جائے گا بس وہ اللہ کی مشیت میں ہے چاہے کسی کے لیے کامل کرے یا کسی سے سلب کر دے گویا کہ اس کی طرف اشارہ کیا ہے فمستقر و مستودع۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف علی المشہور ہے[1] لیکن میرے نزدیک حدیث حسن یا معتبر ہے کیوں کہ مفضل الجعفی کو ایک جماعت نے ثقہ قرار دیا ہے جب کہ نجاشی کے نزدیک یہ فاسد المذہب اور مضطرب الروایہ ہے لہٰذا اس کا ضعف اختلافی ہے جب کہ یہ کثیر الروایہ ہے اور محمد بن سنان پر پہلے گفتگو کی جا چکی ہے۔ (واللہ اعلم)

6/142 الکافی،١/٦/٣٥/١ العدة عن البرقی عَنْ أَبِيهِ رَفَعَهُ قَالَ قَالَ أَمِيرُ اَلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ فِي كَلاَمٍ لَهُ خَطَبَ بِهِ عَلَى اَلْمِنْبَرِ: أَيُّهَا اَلنَّاسُ إِذَا عَلِمْتُمْ فَاعْمَلُوا بِمَا عَلِمْتُمْ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ إِنَّ اَلْعَالِمَ اَلْعَامِلَ بِغَيْرِهِ كَالْجَاهِلِ اَلْحَائِرِ اَلَّذِي لاَ يَسْتَفِيقُ عَنْ جَهْلِهِ بَلْ قَدْ رَأَيْتُ أَنَّ اَلْحُجَّةَ عَلَيْهِ أَعْظَمُ وَ اَلْحَسْرَةَ أَدْوَمُ عَلَى هَذَا اَلْعَالِمِ اَلْمُنْسَلِخِ مِنْ عِلْمِهِ مِنْهَا عَلَى هَذَا اَلْجَاهِلِ اَلْمُتَحَيِّرِ فِي جَهْلِهِ وَ كِلاَهُمَا حَائِرٌ بَائِرٌ لاَ تَرْتَابُوا فَتَشُكُّوا وَ لاَ تَشُكُّوا فَتَكْفُرُوا وَ لاَ تُرَخِّصُوا لِأَنْفُسِكُمْ فَتُدْهِنُوا وَ لاَ تُدْهِنُوا فِي اَلْحَقِّ فَتَخْسَرُوا وَ إِنَّ مِنَ اَلْحَقِّ أَنْ تَفَقَّهُوا وَ مِنَ اَلْفِقْهِ أَنْ لاَ تَغْتَرُّوا وَ إِنَّ أَنْصَحَكُمْ لِنَفْسِهِ أَطْوَعُكُمْ لِرَبِّهِ وَ أَغَشَّكُمْ لِنَفْسِهِ أَعْصَاكُمْ لِرَبِّهِ وَ مَنْ يُطِعِ اَللَّهَ يَأْمَنْ وَ يَسْتَبْشِرْ وَ مَنْ يَعْصِ اَللَّهَ يَخِبْ وَ يَنْدَمْ.

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے ایک خطبے میں لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! جب تم علم حاصل کرلو تو اس پر عمل کرو تا کہ تم ہدایت پا سکو۔ تحقیق وہ عالم جو اپنے علم پر عمل نہیں کرتا وہ اس جاہل کی مانند ہے جو اپنی جہالت میں سرگرداں ہے اور اس کو جہالت سے افاقہ نہیں ہو رہا۔ بلکہ میں نے دیکھا ہے کہ ایسے عالم پر حجت زیادہ تمام ہوتی ہے اور یہ عالم جو اپنے علم پر عمل نہیں کر رہا قیامت کے دن اس کو حسرت و ندامت اس جاہل سے زیادہ ہوگی جو اپنے جہل سے افاقہ حاصل نہیں کر سکا۔ یہ دونوں سرگردان اور سوئے ہوئے ہیں بلکہ یہ عالم اس سے زیادہ نیند میں ہے۔ اپنے دلوں میں تردد کو پیدا نہ ہونے دو ورنہ تم شک میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ شک نہ کرو ورنہ کفر کرو گے اور اپنے آپ کو آزاد نہ کرو ورنہ سست ہو جاؤ گے اور حق کے بارے میں سستی نہ کرو ورنہ خسارہ

---

[1] مرآۃ العقول: ١١/ ٢٥٠

اٹھاؤ گے۔ حق یہ ہے کہ علم وفہم حاصل کرو اور علم وفہم کا حق ہے کہ تم دھوکا نہ کھاؤ۔ تم میں سے اپنے نفس کو زیادہ نصیحت کرنے والا وہ ہے جو اپنے رب کی زیادہ اطاعت کرنے والا ہے اور اپنے نفس کے بارے میں زیادہ خائن وہ ہے جو اپنے رب کی زیادہ نافرمانی کرنے والا ہے۔ جو اللہ کی اطاعت کرے گا وہ امن میں ہوگا اور اس کو جنت کی بشارت دی جائے گی اور جو خدا کی نافرمانی کرے گا وہ ناامید اور پشیمان ہوگا۔[1]

بیان:

"لعلكم تهتدون" "شاید تم ہدایت پا جاؤ" کے قول میں تنبیہ ہے اس پر کہ علم کی اقتضا پر عمل اللہ کی ہدایت کے ساتھ ہدایت دیتا ہے اور ہدایت وہ یقین کا نور ہے جو ہر کوشش کا مقصد ہے اور ہم نے اس کی کیفیت کو بیان کیا ہے۔

"الا يستفيق عن جهله" اس قول میں اشارہ ہے اس طرف کہ بتحقیق جہل نشے اور مرض کی طرح ہے۔ اور استفاقہ سے مراد نجات پانا

"والحسرة ادوم" مبتدا اور خبر ہیں اور اس کے "الحجۃ علیہ اعظم" کے جملے پر عطف ہونے کا احتمال ہے اور "علی ھذا العالم" والا قول بدل ہے۔

اور "منھا" میں ضمیر الحجۃ اور الحسرۃ کی طرف پلٹتی ہے اس اعتبار سے کہ ان میں سے ایک ہے اور الحجۃ کی طرف اس کا پلٹنا اولی ہے ضمیر میں اس تکلف سے بے پرواہ ہونے کی خاطر

اور اس کی حسرت دائمی ہوگی کیونکہ وہ علم کے ذریعے درک کرتا ہے ان کے درجات کو جو عمل کرتے ہیں اپنے علم پر بس ان کو درک کرنے سے اس کی حسرت بڑھتی ہے بخلاف جاہل۔

"حائر بائر" حائر اور بائر اس شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی چیز کی طرف متوجہ نہ ہو اور رشد نہ کرے اور مرشد کا مطیع نہ ہو

"لا ترتابوا" یعنی: ریب اور شک تمہارے دل میں نہیں رہے گا بلکہ اس کو اپنے نفس سے دور کرو تاکہ اس کی عادت نہ کرو جو اہل شک اور وسوسے والوں میں سے ہو بس جس شخص پر شک اور وسوسے غالب آئیں وہ اہل کفر میں سے ہو جائے گا

"ولا ترخصوا لانفسكم" یعنی اطاعت کرنے کا اور معصیت کے ترک کرنے کا پختہ ارادہ کرو اور شہوات کے مرتکب ہونے میں غفلت نہ کرو ورنہ دین میں دھوکے کرنے میں پڑ جاؤ گے پھر خسارہ پانے والوں

---

[1] منیۃ المرید: ۱۴۷؛ بحار الانوار: ۲/۳۹ و ۷۴/ ۲۸۹؛ مستدرک الانوار: ۹/ ۱۳۶؛ تحف العقول: ۱۴۹

میں سے ہو جاؤ گے۔

"وان من الحق ان تفقهوا" یعنی: پہلے تم پر یہ لازمی حق ہے کہ دین میں تفقہ کرو اور حلال اور حرام کو اور خیر اور شر کو جانو پھر جو سیکھا اور تفقہ کیا اس پر عمل کرو۔

"ومن الفقه ان لا تغتروا" فقہ میں سے ہے کہ اپنے علم اور عمل پر غرور نہ کرو تحقیق غرور کرنا ہلاک کرتا ہے اور اپنے علم اور اطاعت پر غرور کرنے والا جاہل اور گنہگار سے بھی گرا ہوا ہے۔

و"الغش" نصیحت کے خلاف۔

"یامن" یعنی: عقوبات سے امن۔

و"یستبشر" یعنی: ثواب کی خوشی اور بشارت

اور بعض نسخوں میں یستبشر کی جگہ ویستر شد ہے۔

"یخب" یعنی: بلند اور عالی درجات سے ناامید ہوگا۔

و"یندم" نادم ہوگا فرصت کے نکل جانے پر اور عمر کے ضائع ہونے پر۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرفوع ہے۔[1]

7/143 الکافی،۱/۴۵/۱،۷ العدۃ عن البرقی عَنْ أَبِيهِ عَمَّنْ ذَكَرَهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلاَمُ يَقُولُ: إِذَا سَمِعْتُمُ الْعِلْمَ فَاسْتَعْمِلُوهُ وَ لْتَتَّسِعْ قُلُوبُكُمْ فَإِنَّ الْعِلْمَ إِذَا كَثُرَ فِي قَلْبِ رَجُلٍ لاَ يَحْتَمِلُهُ قَدَرَ الشَّيْطَانُ عَلَيْهِ فَإِذَا خَاصَمَكُمُ الشَّيْطَانُ فَأَقْبِلُوا عَلَيْهِ بِمَا تَعْرِفُونَ فَ(إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفاً) فَقُلْتُ وَمَا الَّذِي نَعْرِفُهُ قَالَ خَاصِمُوهُ بِمَا ظَهَرَ لَكُمْ مِنْ قُدْرَةِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ.

محمد بن عبدالرحمن بن ابو لیلیٰ نے اپنے والد سے نقل کیا ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام ابوجعفر محمد باقر علیہ السلام سے سنا ہے، آپ نے فرمایا: جب تم علم کی باتوں کو سنو تو اس پر عمل کرو۔ ضروری ہے کہ تمہاری دلوں میں گنجائش ہونی چاہیے۔ کیونکہ جب کوئی انسان اپنے وسعت قلبی سے زیادہ علم حاصل کر لیتا ہے کہ جس کا متحمل نہیں ہو سکتا تو اس کے مقابل میں شیطان آ جاتا ہے اور اس پر تسلط حاصل کر لیتا ہے۔ پس جب شیطان

[1] مرآۃ العقول: ۱/۱۴۶

تمہارے مقابل میں آجائے اور تم سے جھگڑا کرے تو جو کچھ تم حق وادلہ سے جانتے ہو اس کے ذریعے اس کا مقابلہ کرو۔ یاد رکھو کہ شیطان کا جال بڑا کمزور ہوتا ہے۔

راوی نے عرض کیا: وہ کیا چیز ہے کہ جس کو ہم جانتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: جو خدا نے تمہارے لیے اپنی قدرت کو ظاہر کیا ہے اور ادلہ کو روشن کیا ہے اس کے ذریعے شیطان کا مقابلہ کرو۔[1]

بیان:

یعنی: عمل کے ساتھ اس کا زیادہ اہتمام کرنا لازمی ہے نہ کہ فقط زیادہ سننے سے اور یاد کرنے سے اور فقط علم کو اتنا زیادہ نہ کرو کہ تمہارے دل اس کے اٹھانے سے تنگ آجائیں اور اس پر احاطہ کرنے سے ضعیف ہو جائیں اور یہ تب ہوتا ہے جب عمل کو ترک کیا جائے کیونکہ بتحقیق عالم جب اپنے علم پر عمل کرتا ہے تو اس کا دل اس کے اٹھانے سے تنگ نہیں ہوتا اور فقط علم زیادہ ہو اور عمل نہ ہو اور جب دل تنگ ہو حق کو قبول کرنے سے اور ضعیف ہو تو اس پر شیطان وسوسے ڈالے گا۔

اور قائل کہے کہ پھر ہم کس چیز سے شیطان کا مقابلہ کریں جب زیادہ علم اس کے ہم پر قادر ہونے کا سبب ہے تو؟

(جواب میں) فرمایا: جب شیطان تمہارا دشمن ہو اور مقابلہ کرے تو اس کے سامنے اپنی معرفت رکھو۔

یعنی: تھوڑی سی معرفت بھی شیطان کے مکر اور دھوکے کو دفع کر دیتی ہے کیونکہ شیطان کا مکر بہت ہی ضعیف ہوتا ہے۔

اس سے اشارہ کیا ہے خداوند کے اس قول کی طرف کہ: ''بتحقیق شیطان کا مکر ضعیف ہے۔ (النساء:۷۶)۔''

پھر امام علیہ السلام نے اس ادنیٰ معرفت پر خبردار کیا ہے جو معرفت شیطان کے مکر کو دفع کرنے میں کافی ہے وہ یہ ہے کہ انسان معرفت رکھے اللہ کی اس قدرت پر جو ہر چیز پر ظاہر ہوتی ہے بتحقیق اس کی قدرت نشأت اخری کے نمو اور نشأت کا سبب بنتی ہے اور مطیع کو ثابت قدم رکھتی ہے اور گنہگار کے عذاب کا سبب ہے بس بتحقیق اس معرفت سے نفس کو اطاعتوں کا اور برائیوں کو ترک کرنے کا شوق ہوتا ہے پھر جتنا بھی عمل اور کوشش بڑھے گی اتنا بصیرت اور یقین بڑھے گا۔

[1] تفسیر کنز الدقائق: ۳/۴۷۶؛ تفسیر نور الثقلین: ۱/۵۱۷؛ موسوعۃ العقائد الاسلامیۃ: ۲/۴۰۸

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔ [1]

۱۶۔ باب المستاکل بعلمه و المباهی به

اپنے علم کے ذریعہ مال کھانا اور اس پر فخر کرنا

1/144 الكافى،۱/۱/۴۶/۱ محمد عن ابن عيسى و على عن أبيه جميعا عن حماد التهذيب،۳۲۸/۶ رقم ۱/۹۰۶ الحسين عن حماد عن ابن أذينة عَنْ أَبَانِ بْنِ أَبِي عَيَّاشٍ عَنْ سُلَيْمِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ أَمِيرَ اَلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: مَنْهُومَانِ لاَ يَشْبَعَانِ طَالِبُ دُنْيَا وَ طَالِبُ عِلْمٍ فَمَنِ اِقْتَصَرَ مِنَ اَلدُّنْيَا عَلَى مَا أَحَلَّ اَللَّهُ لَهُ سَلِمَ وَ مَنْ تَنَاوَلَهَا مِنْ غَيْرِ حِلِّهَا هَلَكَ إِلاَّ أَنْ يَتُوبَ أَوْ يُرَاجِعَ وَ مَنْ أَخَذَ اَلْعِلْمَ مِنْ أَهْلِهِ وَ عَمِلَ بِعِلْمِهِ نَجَا وَ مَنْ أَرَادَ بِهِ اَلدُّنْيَا فَهِيَ حَظُّهُ.

رسول خدا ﷺ نے فرمایا: دو چاہنے والے کبھی سیر نہیں ہو سکتے: علم کو چاہنے والے اور مال دنیا کو چاہنے والے۔ پس جو شخص دنیا میں سے اتنے پر اکتفا کرے جو خدا نے اس کے لیے حلال کیا ہے وہ سالم و محفوظ رہے گا اور جو دنیا کو غیر حلال طریقہ سے حاصل کرے گا وہ ہلاک ہو جائے گا مگر یہ کہ وہ توبہ کرے اور جو حرام طریقہ سے حاصل کیا ہے وہ واپس کر دے۔ جو علم کو اس کے اہل سے حاصل کرے اور اس پر عمل کرے وہ کامیاب ہے اور جو علم سے دنیا کا ارادہ کرے اور دنیا کو حاصل کرے تو پھر یہ دنیا ہی اس کا حصہ ہو گا آخرت میں اس کو کچھ نصیب نہیں ہو گا۔ [2]

بیان:

"النهمه"

''نون'' کی فتح کے ساتھ شہوت کا افراط کسی چیز میں امید کرنا

---

[1] مراۃ العقول: ۱/ ۱۴۷

[2] اعلام الدین: ۹۰؛ مشکاۃ الانوار: ۱۳۱؛ کتاب سلیم بن قیس: ۲/ ۷۱۸؛ جامع احادیث الشیعہ: ۲۲/ ۱۰۶؛ عوالی اللئالی: ۴/ ۷۷؛ بحار الانوار: ۲/ ۳۴؛ منیۃ المرید: ۱۳۷؛ وسائل الشیعہ: ۱۷/ ۳۶؛ مستدرک الوسائل: ۱۳/ ۲۲

"**وقد نهم بکذا**" یعنی اس نے زیادہ خواہش کی اور حریص ہے اس پر، اگلی سطر ادھر سے شروع کریں۔
اور حدیث میں اس پر دلالت نہیں کہ علم حاصل کرنے میں حریص ہونے کی مذمت کی گئی ہو اور تحقیق اس سے مراد آخرت کے علم کا غیر ہے دنیاوی علم کا حرص مراد ہے۔
تحقیق جو اس کے ذائقے کو چکھے اس کا پیٹ نہیں بھرے گا بلکہ اس کا حریص ہوگا پھر اس سے ممدوح اور مذموم کو بیان کیا ہے۔
پھر ذکر کیا کہ جو حلال دنیا پر اکتفا کرے وہ نجات پانے والا ہے پھر اس سے کم ہو یا زیادہ ہو اور جو حرام حاصل کرے وہ ہلاک ہوگا پھر کم ہو یا زیادہ ہو اور اسی طرح جو شخص علم حاصل کرے اہل علم سے اور اس پر عمل کرے تو وہ نجات پا جائے گا اور جو اس علم سے دنیا کا ارادہ کرے تو اس کو آخرت میں کوئی فائدہ نہیں ہوگا پھر کم ہو یا زیادہ ہو اس کے لیے دنیا کے فائدے کے سوا کچھ نہیں۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف علی المشہور ہے اور مجلسی کے نزدیک قابل اعتماد ہے [1] اور میرے نزدیک بھی حدیث معتبر ہے (واللہ اعلم)

2/145 الکافی،۱/۲/۴۶/۱ الاثنان عن الوشاء عن أحمد بن عائذ عن أبي خديجة عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: مَنْ أَرَادَ اَلْحَدِيثَ لِمَنْفَعَةِ اَلدُّنْيَا لَمْ يَكُنْ لَهُ فِي اَلْآخِرَةِ نَصِيبٌ وَ مَنْ أَرَادَ بِهِ خَيْرَ اَلْآخِرَةِ أَعْطَاهُ اَللَّهُ خَيْرَ اَلدُّنْيَا وَ اَلْآخِرَةِ.

ابو خدیجہ سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جس نے علم حدیث حاصل کر کے نفع دنیا کا ارادہ کیا، آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں اور جس نے آخرت کی بہتری چاہی تو خدا اس کو دنیا و آخرت میں بہتری عطا کرے گا۔ [2]

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف علی المشہور لیکن معتبر ہے [3] اور میرے نزدیک حدیث حسن ہے کیونکہ ابو خدیجہ کا ضعف اختلافی ہے اور میرے نزدیک ثقہ ہے اور معلی بن محمد پر پہلے گفتگو کی جا چکی ہے۔ (واللہ اعلم)

---

[1] مرآۃ العقول: ۱/۱۴۸

[2] بحارالانوار: ۲/۵۸ و ۶۷/۲۲۵؛ منیۃ المرید: ۱۳۸؛ تفسیر کنز الدقائق: ۱۱/۴۹۷؛ وسائل الشیعہ: ۲۷/۷۸؛ مشکاۃ الانوار: ۱۴۰؛ تفسیر نور الثقلین: ۴/۵۶۹؛ عوالم العلوم: ۲۰/۸۲۷؛ تفسیر الصافی: ۴/۳۷۱

[3] مرآۃ العقول: ۱/۱۴۸

3/146 الکافی،۱/۴۶/۲/۱ علی عن أبیه عن القاسم بن محمد الأصبهانی عن المنقری عَنْ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: مَنْ أَرَادَ اَلْحَدِيثَ لِمَنْفَعَةِ اَلدُّنْيَا لَمْ يَكُنْ لَهُ فِي اَلْآخِرَةِ نَصِيبٌ.

ترجمہ: حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص حدیث کا علم اس لیے حاصل کرتا ہے تا کہ اس سے مال دنیا حاصل کرے ایسے بندے کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ [1]

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے [2] لیکن حدیث کا موثق ہونا بھی بعید نہیں ہے کیونکہ قاسم بن محمد کامل الزیارات کا راوی ہے۔ (واللہ اعلم)

4/147 الکافی،۱/۴۶/۴/۱ بهذا الإسناد عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: إِذَا رَأَيْتُمُ اَلْعَالِمَ مُحِبّاً لِدُنْيَاهُ فَاتَّهِمُوهُ عَلَى دِينِكُمْ فَإِنَّ كُلَّ مُحِبٍّ لِشَيْءٍ يَحُوطُ مَا أَحَبَّ وَ قَالَ صَلَوَاتُ اَللَّهِ عَلَيْهِ أَوْحَى اَللَّهُ إِلَى دَاوُدَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ لاَ تَجْعَلْ بَيْنِي وَ بَيْنَكَ عَالِماً مَفْتُوناً بِالدُّنْيَا فَيَصُدَّكَ عَنْ طَرِيقِ مَحَبَّتِي فَإِنَّ أُولَئِكَ قُطَّاعُ طَرِيقِ عِبَادِيَ اَلْمُرِيدِينَ إِنَّ أَدْنَى مَا أَنَا صَانِعٌ بِهِمْ أَنْ أَنْزِعَ حَلاَوَةَ مُنَاجَاتِي عَنْ قُلُوبِهِمْ.

ترجمہ: حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: جب تم کسی عالم کو دنیا کا محب وحریص دیکھو تو اس پر اپنے دین کے معاملات میں اعتماد نہ کرو کیونکہ کسی چیز کا چاہنے والا اسی چیز کے گرد طواف کرتا ہے۔

نیز آپ علیہ السلام نے فرمایا: خدا نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی فرمائی: اے داؤد! میرے اور اپنے درمیان ایسے عالم کو واسطہ قرار نہ دینا جو دنیا کا محب و چاہنے والا ہو، وہ آپ کو میری محبت کے راستہ سے دور کر دے گا۔ ایسے علماء میرے ان بندوں کے لیے جو میری طرف آنے کا ارادہ رکھتے ہیں، ڈاکو و رہزان ہیں۔ ایسے علماء سے کم از کم جو سلوک میں کرنے والا ہوں وہ یہ ہے کہ میں ان کے دلوں سے مناجات اور دعاؤں کی حلاوة و مٹھاس کو سلب کر لوں گا۔ [3]

---

[1] منیۃ المرید: ۱۳۸؛ تفسیر نور الثقلین: ۵۲۹/۳؛ تفسیر کنز الدقائق: ۳۹۷/۱۱؛ وسائل الشیعہ: ۷۸/۲۷؛ بحار الانوار: ۱۸و۵۸/۲؛ ۱۲۱و۶۷/۲۲۵؛ مشکاة الانوار: ۱۴۰؛ اعلام الوریٰ: ۳۱

[2] مرآة العقول: ۱۴۹/۱

[3] منیۃ المرید: ۱۳۸؛ الفصول المہمہ: ۴۰۶/۱؛ علل الشرائع: ۳۹۴/۲؛ بحار الانوار: ۱۰۷/۲؛ مشکاة الانوار: ۱۴۰؛ الجواہر السنیہ: ۲۶۶؛ عوالم العلوم: ۷۰۸/۲۰

بیان:

''فاتھموہ''یعنی: اس کے فعل اور قول میں متہم ہونے کا عقیدہ رکھو اپنے دین کی حفاظت کرنے کی خاطر بس بتحقیق وہ حقیقت میں عالم نہیں یا علم کی حقیقت پر نہیں ہے یہ اس لیے کہ دین کی حب اور دنیا کی حب ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتی۔

و''الحوط''و''الحیاطة''یعنی: حفظ اور حفاظت اور اصلاح کی ہمت کرنا اور دفاع اور حمایت کرنا۔

''لا تجعل بینی و بینك عالما''یعنی: اس کو میرے قریب ہونے کا وسیلہ قرار نہ دے اس سے استفادہ کرنے کے ذریعے اور ہدایت کے ذریعے۔

''فیصدك''یعنی: تجھے منع کرے گا۔

اس لیے ہم نے کہا دو محبتیں ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتیں اور وہ مناجاتیں جو حلاوت سے خالی ہیں فقط زبان پر ہیں اور وہ الہامات جو علمی ہیں عقل کے ذریعے ایک جگہ جمع نہیں ہوتے۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے[1] لیکن میری تحقیق وہی ہے جو گذشتہ حدیث کے تحت گزری۔(واللہ اعلم)

5/148 الکافی،۱/۴۶/۵/۱ الأربعة عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: اَلْفُقَهَاءُ أُمَنَاءُ اَلرُّسُلِ مَا لَمْ يَدْخُلُوا فِي اَلدُّنْيَا قِيلَ يَا رَسُولَ اَللَّهِ وَ مَا دُخُولُهُمْ فِي اَلدُّنْيَا قَالَ اِتِّبَاعُ اَلسُّلْطَانِ فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ فَاحْذَرُوهُمْ عَلَى دِينِكُمْ .

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فقہا رسولوں کے امین ہیں جب تک کہ وہ دنیا میں داخل نہ ہوں۔

عرض کیا گیا: یا رسول اللہ ﷺ! دنیا میں ان کے داخلے کی صورت کیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: بادشاہوں کی اتباع و اطاعت کر کے جب وہ ایسا کریں تو تم اپنے دین کو ان سے بچاؤ۔[2]

بیان:

رسولوں کے امین کیونکہ وہ ان کے علوم حاصل کرتے ہیں اور سنبھالتے ہیں۔

''اتباع السلطان''بادشاہ کی پیروی شامل ہے اس کی حکومت کو قبول کرنا قضاء پر اور ان کے ساتھ مخلوط ہو

---

[1] مرآۃ العقول:۱/۱۴۹

[2] منیۃ المرید:۱۳۸؛ الفصول المہمہ:۱/۶۰۷؛ النوادر راوندی:۲۷؛ بحار الانوار:۲/۱۱۰و۷۶/۳۸۰؛ مستدرک الوسائل:۱۳/۱۲۴و۱۷/۳۱۲؛ دعائم الاسلام:۱/۸۱؛ عوالی اللئالی:۴/۷۷

جانا، مل جانا اور ان کے ساتھ آمد ورفت اور معاشرت رکھنا اختیار اور خوشنودی کے ساتھ۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف علی المشہور ہے[1] یا پھر حدیث موثق ہے[2] اور میرے نزدیک بھی حدیث موثق ہے اور اس مشہور سند پر گفتگو پہلے کی جا چکی ہے۔ (واللہ اعلم)

6/149 الکافی،۱/۴۷/۶/۱ النیسابوریان عن حماد بن عیسی عن ربعی عَمَّنْ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: مَنْ طَلَبَ اَلْعِلْمَ لِيُبَاهِيَ بِهِ اَلْعُلَمَاءَ أَوْ يُمَارِيَ بِهِ اَلسُّفَهَاءَ أَوْ يَصْرِفَ بِهِ وُجُوهَ اَلنَّاسِ إِلَيْهِ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ اَلنَّارِ إِنَّ اَلرِّئَاسَةَ لاَ تَصْلُحُ إِلاَّ لِأَهْلِهَا.

حضرت امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: جس نے علم کو اس لیے حاصل کیا ہے کہ وہ علماء کی مجلس میں فخر کرے یا جاہلوں کی مجلس میں بحث کرے یا اس غرض سے لوگ اس کی طرف توجہ کریں تو ایسے شخص کا ٹھکانہ جہنم میں ہے۔ یقیناً ریاست کا سزاوار نہیں ہے مگر علم والا۔[3]

بیان:

بعض نسخوں میں ''ربعی'' کی جگہ ''حریز'' آیا ہے گویا یہ اصح ہے اور دونوں حریز اور ربعی ثقہ ہیں

''والمباهاة'' یعنی فخر اور مفاخرہ

''الممارٰاة'' یعنی:

یعنی المجادلہ

''ویتبوء من کذا'' یعنی اس کا ٹھکانہ۔

مقعدہ منصوب ہے مفعول لہ کی بنا پر یعنی: اس کی جگہ کے لیے یا اس کو مفعول بہ ہونے کی وجہ سے نصب دی گئی ہے

''من النار'' یعنی: حلال ہوئی اس کی جگہ جہنم میں جس میں وہ رہے گا۔

اور معنی یہ ہے کہ بتحقیق جو علم کو طلب کرے نفسانی اغراض میں سے کسی مقصد کے لیے تو وہ اہل النار ہے۔

اور امام علیہ السلام نے خبردار کیا ہے ریاست کے امر کے خطرے سے اور اس کی آفتوں کے بڑے ہونے سے بتحقیق اس کی صلاحیت نہیں رکھتا کوئی بھی سوا اس کے اہل کے اور ریاست کی صلاحیت وہ رکھتے ہیں جو کامل ہیں علم اور

---

[1] مراۃ العقول: ۱/ ۱۵۰

[2] نقد الولایہ مظاہری: ۲۷۹

[3] منیۃ المرید: ۱۳۸؛ بحار الانوار: ۲/ ۳۸؛ دعائم الاسلام: ۱/ ۹۸؛ مستدرک الوسائل: ۱۱/ ۸۲ و ۱۷/ ۲۴۳؛ اعلام الدین: ۹۰

عمل کی قوت میں جو کہ انبیاء اور اوصیاء ہیں اور وہ جوان کے نقش قدم پر چلتے ہیں بلکل اس طرح جیسے ان کو انہوں نے سکھایا ہے جو کہ نفس قدسی رکھتے ہیں جو دنیا کی طرف اور جو اس میں ہے، کی مائل نہیں ہوتے۔

شیخ صدوق رحمہ اللہ نے کتاب معانی الاخبار میں اپنی سند کے ساتھ عبدالسلام ابن صالح الھروی سے روایت نقل کی ہے کہ اس نے کہا: میں نے ابوالحسن امام رضا علیہ السلام سے سنا انہوں نے فرمایا:

خدا رحمت نازل کرے اس شخص پر جو ہمارے امر کو زندہ کرتا ہے۔

تو میں نے عرض کیا کہ: کس طرح آپ کا امر زندہ ہوگا؟

مولا علیہ السلام نے فرمایا: کہ سیکھے ہمارے علوم کو اور لوگوں کو سکھائے بس بتحقیق لوگ اگر ہمارے کلام کے محاسن اور خوبیاں جان لیں تو وہ ہماری اتباع اور پیروی کریں گے۔

راوی کہتا ہے میں نے امام علیہ السلام کو عرض کیا:

یا ابن رسول اللہ! ہمارے لیے ابوعبداللہ علیہ السلام سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: جو شخص علم سیکھے اس لیے کہ اس سے نادانوں سے جدل کرے یا اس سے علماء پر فخر کرے لوگوں کو اپنی سمت کھینچے تو وہ جہنم میں ہے۔

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:

سچ فرمایا ہے میرے جد امجد نے، کیا آپ جانتے ہو کہ سفہاء کون ہیں؟

میں نے عرض کیا: نہیں! یا ابن رسول اللہ!

تو انہوں نے فرمایا: وہ ہمارے مخالفوں کے قصے بتانے اور رٹنے والے ہیں۔

اور کیا جانتے ہو علماء کون ہیں؟

میں نے کہا: نہیں یا ابن رسول اللہ!

فرمایا: وہ آل محمد علیہم السلام کے علماء ہیں جن کی اطاعت کو اللہ نے واجب قرار دیا ہے اور ان کی مودت واجب قرار دی ہے۔

پھر فرمایا: کیا جانتے ہو اس قول کہ: ''لوگوں کو اپنی طرف کھینچے'' کا معنی کیا ہے؟

میں نے عرض کیا: نہیں!

فرمایا: یعنی اس کے ذریعے وہ خدا کی قسم! بغیر حق کے امامت کا دعویٰ کرتا ہے اور جو اس طرح کرے وہ جہنم میں ہے۔[1]

اور شیخ صدوق کی اسناد سے حمزہ بن حمران سے اس نے کہا: میں نے ابوعبداللہ امام صادق علیہ السلام سے سنا انہوں نے

[1] معانی الاخبار: ۱۸۰

فرمایا: جوشخص اپنے علم کے ذریعے دنیا کمائے اور کھائے وہ فقیر ومحتاج ہوجائے گا۔

میں نے عرض کیا: میں آپ پر قربان ہوجاؤں

آپ کے شیعوں اور موالیوں میں ایک گروہ ہے جو آپ کے علوم کا حامل ہے اور وہ، وہ علوم آپ کے شیعوں کے درمیان منتشر کرتے ہیں اور اس کے بدلے انعام اور ہدیے سے محروم نہیں رہتے

تو آپؑ نے فرمایا:

وہ متاکل نہیں ہیں بلکہ بتحقیق متاکل وہ ہے جو اللہ کے علم اور ہدایت کے بغیر فتویٰ دے تاکہ اس کے ذریعے حقوق کو باطل کرے، دنیا تک پہنچنے کی لالچ میں۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے۔[1]

۱۷۔ باب لزوم الحجة علی العالم وتشدید الامر علیه

عالم پر حجت کا لازم ہونا اور اُس پر امر کا شدید ہونا

1/150 الکافی، ۱/۱/۴۷/۱ علی عن أبیه عن القاسم بن محمد عن المنقری عَنْ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ قَالَ: يَا حَفْصُ يُغْفَرُ لِلْجَاهِلِ سَبْعُونَ ذَنْباً قَبْلَ أَنْ يُغْفَرَ لِلْعَالِمِ ذَنْبٌ وَاحِدٌ .

حفص بن غیاث سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جاہل کے ستر گناہ عالم کے ایک گناہ سے پہلے معاف کردیئے جائیں گے۔[2]

بیان:

یہ اس لیے ہے کہ: کیونکہ ادراک جتنا قوی ہوگا لذت اتنی کامل اور اتم ہوگی اور الم ورنج زیادہ اور شدید ہوگا۔

اور عالم کا، گناہ کی برائی کا ادراک قوی ہے جاہل کے ادراک سے کیونکہ عالم کی معرفت، بصیرت پر ہوتی ہے جاہل کے خلاف کیونکہ جاہل کسی چیز کی معرفت حاصل کرتا ہے تقلید کے اعتبار سے اور مغفرت سے مراد چھپنا اور چھپانا

[1] مراۃ العقول: ۱/ ۱۵۰

[2] بحارالانوار: ۲/ ۲۷ و ۲۵/ ۷ / ۱۹۳؛ تفسیر البرہان: ۳/ ۲۸۹؛ تفسیر القمی: ۲/ ۱۴۶؛ سعد السعود: ۸۷؛ جامع الاخبار: ۳۸

ہے اور امر جس سے چھپا ہوا ہو اور مشتبہ، غیر واضح ہو تو وہ جاہل ہے عالم نہیں ہے مگر یہ کہ عالم کی بصیرت پر خواہشات کا پردہ نہ ہو۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے [1] لیکن میری تحقیق حدیث 146 کے تحت دیکھیے (واللہ اعلم)

2/151 الکافی،۱/۴۷/۲/۱ بھذا الإسناد قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ: قَالَ عِيسَى اِبْنُ مَرْيَمَ عَلَى نَبِيِّنَا وَ آلِهِ وَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ وَيْلٌ لِلْعُلَمَاءِ اَلسَّوْءِ كَيْفَ تَلَظَّى عَلَيْهِمُ اَلنَّارُ.

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: علماء سوء کے لیے آتش جہنم کے شعلے بری طرح اس کی خبر لیں گے۔

بیان:

''تلظی'' آگ کا شعلہ ور ہونا اور یہ علماء کی حسرت کی وجہ سے ہے جو قباحت اور برائیوں پر بصیر ہونے کے باوجود سینے میں رکھتے تھے۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے [2] لیکن میری تحقیق گذشتہ حدیث کے تحت گزر چکی ہے (واللہ اعلم)

3/152 الکافی،۱/۴۷/۳/۱ الخمسة عَنْ جَمِيلِ بْنِ دَرَّاجٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ: إِذَا بَلَغَتِ اَلنَّفْسُ هَاهُنَا وَ أَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى حَلْقِهِ لَمْ يَكُنْ لِلْعَالِمِ تَوْبَةٌ ثُمَّ قَرَأَ (إِنَّمَا اَلتَّوْبَةُ عَلَى اَللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ اَلسُّوءَ بِجَهَالَةٍ).

جمیل بن دراج سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: جب سانس یہاں تک آئے گا اور اشارہ کیا اپنے حلق کی طرف تو عالم کی توبہ اس وقت تک قبول نہ ہوگی، پھر اس آیت کی تلاوت کی ''جو جہالت کی وجہ سے گناہ کرتے ہیں فقط ان کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے۔ (النساء:۱۷)۔'' [3]

بیان:

''النفس'' فاء کے سکون کے ساتھ

[1] مرآۃ العقول:۱/۱۵۱

[2] مرآۃ العقول:۱/۱۵۲

[3] تفسیر نور الثقلین:۱/۴۵۶؛ تفسیر البرہان:۲/۴۴؛ تفسیر کنز الدقائق:۳/۳۵۶؛ تفسیر الصافی:۱/۴۳۲

''الروح'' خداوند متعال نے فرمایا: بس جب وہ حلقوم تک پہنچے۔
یعنی: اس شخص کا روح جس کو موت آتی ہے اور روح کا حلق تک پہنچنے کا وقت احتضار کا وقت ہے اور غائب چیزوں کے دیکھنے کا وقت، ایسے وقت پر توبہ قبول نہیں ہے۔
اس طرح کے وقت اور اس کے بعد اصلاً توبہ میں تاثیر نہیں ہوتی نہ جاہل کی توبہ میں اور نہ عالم کی توبہ میں، حیات سے ناامیدی کے حاصل ہونے کی وجہ سے
اس پر نص موجود ہے قرآن اور روایات میں جو عنقریب آئیں گے۔
شاید عالم کی اس وقت میں توبہ قبول نہ ہونے کا سبب جیسے گزرا یہ ہے کہ عالم کا گناہ کی برائی ادراک قوی ہے یعنی اس نے گناہ کی برائی کو اچھے طریقے سے درک کیا ہے بس اس کے لیے سزاوار نہیں کہ وہ توبہ کو مؤخر کرے احتضار کے وقت تک، بخلاف جاہل، جاہل ناامید نہیں ہوتا سواء غائب چیزوں کے دیکھنے کے وقت کے یعنی احتضار کے آخری حد تک۔
بعض مفسرین نے کہا ہے کہ:
بندوں پر اللہ کا لطف یہ ہے کہ وہ ملک الموت کو حکم دیتا ہے کہ پاؤں کے انگلیوں سے روح کو قبض کرنا شروع کرے پھر اس سے اوپر کی طرف جائے یہاں تک کہ سینے تک پہنچے پھر حلق پر اختتام کرے تا کہ اس مہلت میں بندہ خدا پر قلب میں ایمان لائے اور وصیت کرے اور توبہ کرے اور روح کے خارج ہونے تک اللہ سبحانہ کا ذکر کرے اور زبان پر جاری رکھے اللہ کا ذکر تا کہ اس کو اچھی طرح اختتام کی امید ہو۔
اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں بھی ایسا رزق ملے
''انما التوبۃ علی اللہ'' یعنی: توبہ کا قبول کرنا اللہ پر ہے جس کو اس نے خود پر واجب قرار دیا ہے۔
اور توبہ یعنی رجوع کرنا، پلٹنا، جب اس کی نسبت دی جائے اللہ کی طرف تو فعل متعدی ہوگا علی کے ذریعے اور جب اس کی نسبت دی جائے بندے کی طرف تو وہاں فعل متعدی ہوگا الی کے ذریعے۔
شاید پہلے سے مراد یہ ہے کہ وہ شفقت اور محبت کی معنی رکھتا ہے اور عبد اور بندے سے توبہ کے معنی کا مراد یہ ہے کہ وہ اللہ کی طرف رجوع کرے اس کی اطاعت کے ساتھ اور اس کے بعد معصیت کرنے سے رک جائے۔
اور اللہ کی طرف سے توبہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ بندے پر شفقت کرتا ہے۔
بس توبہ کے دو قسم ہوئے ایک اللہ کے لیے اور ایک بندے کے لیے۔
خداوند متعال نے فرمایا: ''ثم تاب علیہم لیتوبوا''

یعنی: ان پر لطف کیا اور توبہ کرنے کا الہام کیا تا کہ توبہ کریں اور پلٹ آئیں اور جب پلٹ آئیں اور توبہ کریں تو ان کی توبہ کو قبول کیا کیونکہ وہ تواب الرحیم ہے۔

بس اللہ کے اس قول میں کہ فرمایا: ''انما التوبة علی الله، توبہ، من تاب علیه، والی معنی میں ہے یعنی توبہ کا الہام کرنا پھر توبہ کو قبول کرتا ہے والا یہاں ''علی'' تاب علیہ والا علی نہیں ہے

''بجهالة ''یعنی نادانی کے لباس میں چھپا ہوا اور گناہ کرنا اور معصیت کا مرتکب ہونا سفاہت اور جہالت ہے اور اس لیے کہا گیا کہ جو اللہ کی معصیت کرے وہ جاہل ہے یہاں تک کہ اپنی جہالت سے دور ہو۔

اور خدا کے اس قول کا ''ثم یتوبون من قریب'' معنی یہ ہے کہ اس سے پہلے کہ ان کے قلوب میں اس کی محبت بھر جائے اور دل پر بیٹھ جائے رجوع اور پلٹنے کا بھانہ ہے ان کے پاس۔

اور لفظ ''انما'' کے حصر کا معنی یہ ہے کہ وہ شخص جو توبہ کو موخر کرتا ہے احتضار تک اس کی توبہ کو قبول کرنے میں کوئی منافات نہیں ہے۔جیسا کہ روایات میں وارد ہوا ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث حسن کالصحیح ہے۔ [1]

4/153 الکافی،۱/۲/۳۰۰/۲ محمد عَنْ بْنِ عِيسَى عَنِ الْحُسَيْنِ عَنِ النَّضْرِ عَنْ يَحْيَى الْحَلَبِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْمُكَارِي عَنْ أَبِي بَصِيرٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلاَمُ: فِي قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ: (فَكُبْكِبُوا فِيهَا هُمْ وَ الْغَاوُونَ) قَالَ هُمْ قَوْمٌ وَصَفُوا عَدْلاً بِأَلْسِنَتِهِمْ ثُمَّ خَالَفُوهُ إِلَى غَيْرِهِ.

ابو بصیر سے روایت ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے اس آیت: ''پس اوندھے منہ جہنم میں داخل کیے جائیں گے (الشعراء: ۹۴)۔'' کے بارے میں فرمایا: یہ وہ قوم ہے جنہوں نے اپنی زبانوں سے عدل کی باتیں کیں پھر اس کی مخالفت کر کے اس کے غیر کی طرف ہو گئے۔ [2]

بیان:

''کبه علی وجهه'' کسی کو اٹھا کر زمین پر مارنا

''الکبکبة'' الکب کا تکرار۔

---

[1] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۵۳

[2] تفسیر البرہان: ۴/ ۷۶؛ بحار الانوار: ۲/ ۵ ۳ و ۹۷/ ۸۳؛ الزھد: ۶۸؛ مستدرک الوسائل: ۱۱/ ۳۲۱ و ۱۲/ ۲۰۴؛ فقہ الرضاؑ: ۷۶ ۳؛ تفسیر نور الثقلین: ۴/ ۵۹؛ تفسیر کنز الدقائق: ۹/ ۴۸۷؛ تفسیر الصافی: ۴/ ۴۲؛ وسائل الشیعہ: ۱۵/ ۲۹۶

لفظ کے تکرار کو دلیل قرار دیا ہے معنی میں تکرار پر۔

و" الغی" "گمراہی۔

"عدلا" "عدالت کی صفت۔

"ثم خالفوا" "یعنی: اس پر عمل نہیں کیا، اس سے غیر کی طرف منہ پھیرا۔

اور بعض نسخوں میں "خالفوہ" آیا ہے "ھو" کی ضمیر کے ساتھ۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے [1] اور اس حدیث کی ایک دوسری سند بھی شیخ کلینی نے ذکر کی ہے [2] جو حسن یا معتبر ہے اور یہ سند میرے نزدیک موثق ہے کیونکہ ابو سعید المکاری سے ہمارے مشائخ نے اُس وقت روایات اخذ کیں جبکہ وہ واقفی نہیں تھا (واللہ اعلم)

۱۸۔ باب انه لا علم الا ما یوخذ عن اهله

کوئی علم نہیں ہے مگر یہ کہ جو اُس کے اہل سے حاصل کیا جائے

1/154 الکافی،۱/۸/۴۹/۱ العدة عن البرقي عن أبيه عمن ذكره عن الشحام عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ: فِي قَوْلِ اَللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ: (فَلْيَنْظُرِ اَلْإِنْسانُ إِلى طَعامِهِ) قَالَ قُلْتُ مَا طَعَامُهُ قَالَ عِلْمُهُ اَلَّذِي يَأْخُذُهُ عَمَّنْ يَأْخُذُهُ.

الشحام نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے خدا کے قول: "پھر ذرا انسان اپنی خوراک کو دیکھے۔ (عبس: ۲۴)۔" کے بارے میں روایت کی ہے، اُس کا بیان ہے کہ میں نے آپؑ سے عرض کیا کہ اُس کے طعام سے کیا مراد ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اس سے مراد اُس کا علم ہے جو وہ حاصل کرے چاہے جس سے بھی حاصل کرے۔ [3]

بیان:

امام علیہ السلام نے یہ اشکال نہیں کیا کہ آیت فقط علم کے بارے میں نازل ہوئی ہے، بدن کے طعام کے بغیر، بلکہ مولا

[1] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۵۴

[2] الکافی: ۲/ ۳۰۰

[3] الاختصاص: ۴؛ وسائل الشیعہ: ۲۷/ ۶۵؛ المحاسن: ۱/ ۲۲۰؛ بحار الانوار: ۲/ ۹۶؛ مستدرک الوسائل: ۱۷/ ۳۱۳؛ تفسیر البرہان: ۵/ ۵۸۴؛ ھدایۃ الامۃ: ۸/ ۳۷۳؛ اختیار معرفۃ الرجال: ۴؛ تنبیہ الخواطر: ۱/ ۱۴۹؛ تفسیر الصافی: ۵/ ۲۸۷

علیہ السلام جب ان سے آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو وہ اپنے بعض اصحاب کو بتا رہے تھے، پھر آیت کی تنزیل کو خاص کیا پھر اس کی تاویل کو عام کیا پھر فرمایا: ان میں سے نہ بنو جو کہے بتحقیق وہ ایک ہی چیز ہے۔

اور حدیث آئے گی اپنے اسناد کے ساتھ

اور جب آیت کی تفسیر ظاہر ہے تو اس کو بیان نہیں کیا اور رفقط تاویل کو بیان کیا اور رجبکہ دونوں معانی مراد ہیں آیت کے لفظ طعام سے کیونکہ طعام شامل ہے روح کو بھی اور بدن کو بھی۔

جس طرح انسان شامل ہے روح اور بدن دونوں کو ایک ساتھ اور رتاویل نہیں ہے اس میں بس اس طرح آیت میں بھی دونوں معنی تفسیر ہیں بلکہ دونوں معنی ایک ہی ہیں بغیر کثرت کے مراد یہ ہے کہ انسان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے جسمانی طعام کی طرف دیکھے تا کہ جانے کہ وہ آسمان سے نازل ہوا ہے اللہ کی طرف سے خدا آسمان سے پانی بھیجا ہے پھر زمین کو شق کیا ہے آیات کے آخر تک، اسی طرح انسان کو حکم دیا گیا ہے کہ اپنی روحانی طعام اور غذا کو دیکھے جو کہ علم ہے تا کہ جان لے کہ وہ بھی اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے وحی کی بارش کے ساتھ نبوت کی زمین پر اور رسالت کے شجر پر اور حکمت کے چشمے اس سے نکلے ہیں پھر اس سے حقیقتوں کے دانے اور بیج نکلے ہیں اور معارف کے پھل خارج ہوئے ہیں تا کہ ان ارواح کو یہ غذا اور طعام دی جائے جو تربیت کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

مولا علیہ السلام کا یہ فرمان: ''اس کا وہ علم جو اخذ کرتا ہے اس سے جس سے اخذ کرتا ہے''

کا معنی یہ ہے کہ اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنے علم کو اہل بیت علیہم السلام سے لے جو وحی کے نازل ہونے کا مقام ہیں اور حکمت کے وہ چشمے ہیں جو اللہ سے علم لیتے ہیں، یہاں تک کہ وہ طعام اور غذا اپنے روح کی اہل بیت علیہم السلام کے غیر سے نہ لے جن کے اور اللہ کے درمیان کوئی رابطہ ہی نہیں ہے وحی کے اور الہام کے اعتبار سے اور بتحقیق ہم نے کتاب کے مقدمے میں بیان کیا کہ علم دو قسموں کا ہے: 1 تحقیقی، 2 تقلیدی

اور یہ دونوں علم نبوت سے لیے گئے ہیں اور جو شخص نبوت سے نہ لے تو حقیقت میں وہ علم نہیں ہے کیونکہ نبوت کے بغیر جو لیا جاتا ہے وہ یا دوسرے مردوں کے اقوال کا یاد کرنا ہے کہ جن کے اقوال میں کوئی حجت نہیں ہے یا پھر وہ جدال اور جدل کا آلہ ہے جس میں حجیت نہیں ہے اور جدل اور اس طرح کے اقوال خداوند سے نہیں آئے بلکہ یہ شیطان سے آئے ہیں اور وہ روح اور ایمان کا طعام اور غذا بننے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے [1] لیکن اس حدیث کی دوسری سند شیخ مفید نے الاختصاص میں درج کی ہے جو صحیح ہے (واللہ اعلم)

---

[1] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۶۷

2/155 الکافی،۱/۵۱/۱۵/۱ الاثنان عن الوشاء عن أبان عَنْ عَبْدِ اَللَّهِ بْنِ سُلَيْمَانَ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ وَ عِنْدَهُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ اَلْبَصْرَةِ يُقَالُ لَهُ عُثْمَانُ اَلْأَعْمَى وَ هُوَ يَقُولُ إِنَّ اَلْحَسَنَ اَلْبَصْرِيَّ يَزْعُمُ أَنَّ اَلَّذِينَ يَكْتُمُونَ اَلْعِلْمَ يُؤْذِي رِيحُ بُطُونِهِمْ أَهْلَ اَلنَّارِ فَقَالَ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ فَهَلَكَ إِذَنْ مُؤْمِنُ آلِ فِرْعَوْنَ مَا زَالَ اَلْعِلْمُ مَكْتُوماً مُنْذُ بَعَثَ اَللَّهُ نُوحاً عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ فَلْيَذْهَبِ اَلْحَسَنُ يَمِيناً وَ شِمَالاً فَوَ اَللَّهِ مَا يُوجَدُ اَلْعِلْمُ إِلاَّ هَاهُنَا.

عبداللہ بن سلیمان بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام ابوجعفر محمد باقر علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے اس وقت فرمایا جب آپؑ کے پاس اہل بصرہ سے ایک شخص کہ جس کا نام عثمان الاعمی تھا وہ موجود تھا، اس نے امامؑ کی خدمت میں عرض کیا: حسن بصری کا گمان وعقیدہ ہے کہ جو شخص اپنا علم پوشیدہ رکھتا ہے قیامت کے دن اہل دوزخ اس کے شکم کی بدبو سے اذیت اٹھائیں گے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اگر ایسے ہی ہے تو پھر مومن آل فرعون کو مارا گیا اس نے تو حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت کے بعد سے ہمیشہ اپنا ایمان پوشیدہ رکھا تھا اور قرآن نے اس فعل کی وجہ سے تعریف فرمائی ہے۔

پھر فرمایا: حسن بصری جتنا دل چاہے دائیں بائیں گردش کرتا رہے اس کو علم اس خاندان (آل محمدؐ) سے ہی ملے گا۔[1]

بیان:

حسن بصری کے پاس جب علوم حقیقی میں سے کوئی چیز نہیں تھی تو وہ نہ سمجھ سکا کہ بتحقیق بعض علوم کا چھپانا واجب ہے جس طرح اس نے دیکھا کہ علم کا چھپانا حرام ہے اور حقیقت میں علم کا لائق وہ ہے جو چھپاتا ہے ہر جگہ ظاہر نہیں کرتا جیسے سید الساجدین علیہ السلام نے فرمایا:

بتحقیق میں چھپاتا ہو میرے علم کے جواہر کو تا کہ جاہل حق کو نہ دیکھے تا کہ ہمیں مبتلا نہ کردے

اور اسی طرف امام علیہ السلام کا اشارہ ہے کہ فرمایا: خدا کی قسم! علم نہیں پایا جاتا سواء ادھر (یعنی ہمارے یعنی) اہل بیت علیہم السلام پاس)، یعنی حقیقت میں جس کو علم کہا جائے وہ فقط ہمارے پاس مخزون ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے[2] لیکن میرے نزدیک حدیث حسن ہے اور اس کی دوسری سند بصائر میں ہے وہ بھی حسن ہے نیز اس مضمون کی

[1] وسائل الشیعہ: ۲۷/ ۶۴؛ بصائر الدرجات: ۱/ ۹؛ مستدرک الوسائل: ۱۷/ ۲۷۳؛ تفسیر البربان: ۴/ ۷۵۵؛ منیۃ المرید: ۱۸۷؛ الفصول المھمہ: ۱/ ۵۲۱؛ بحار الانوار: ۲/ ۹۰ و ۲۳/ ۱۰۱ و ۴۲/ ۱۴۲؛ الاحتجاج: ۲/ ۳۳۱

[2] مراۃ العقول: ۱/ ۱۷۳

کثیر روایات موجود ہیں (واللہ اعلم)

3/156　الکافی،۱/۵۰/۱۳/۱ محمد بن الحسن عن سهل عن ابن سنان عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مَرْوَانَ الْعِجْلِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حَنْظَلَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ يَقُولُ: اِعْرِفُوا مَنَازِلَ النَّاسِ عَلَى قَدْرِ رِوَايَتِهِمْ عَنَّا.

علی بن حنظلہ سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا: لوگوں کی قدرومنزلت کو اس طرح سے پہچانو کہ وہ ہم سے کس قدر روایت نقل کرتے ہیں۔ [1]

بیان:

یعنی: ان کے ہم سے روایات کی مقدار کے کم یا زیادہ لینے سے ان کو پہچانو اور یہ احتمال ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ روایات میں ان کی دقت اور لطافت کو سمجھنے کے رتبے سے، بس اعلیٰ ترین ہے وہ شخص جو اس روایت کو نقل کرے جو مخزون اور راز اور دقیق ہے اور اس کے معنی مکنون اور لطیف ہے اور ادنی ہے وہ جو فقط کلام اور مشہور قول کو لے اور ان دونوں کے درجات ہیں۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے [2] لیکن میرے نزدیک حدیث موثق ہے (واللہ اعلم)

۱۹_باب روایة الحدیث

حدیث کی روایت

1/157　الکافی،۱/۵۱/۱/۱ الثلاثة عن بزرج عَنْ أَبِي بَصِيرٍ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَوْلَ اللَّهِ جَلَّ ثَنَاؤُهُ: (اَلَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ اَلْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ) قَالَ هُوَ اَلرَّجُلُ يَسْمَعُ اَلْحَدِيثَ فَيُحَدِّثُ بِهِ كَمَا سَمِعَهُ لاَ يَزِيدُ فِيهِ وَلاَ يَنْقُصُ مِنْهُ.

ابوبصیر سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے خدا کے قول: "جو لوگ قول کو سنتے ہیں پس وہ

[1] الغیبۃ نعمانی (مترجم): ۲۸ (مطبوعہ تراب پبلیکیشنز لاہور)؛ منیۃ المرید: ۳۷۲؛ وسائل الشیعہ: ۲۷/ ۷۹ و ۱۳۷؛ مستدرک الوسائل: ۱۷/ ۲۹۶؛ بحار الانوار: ۲/ ۱۵۰؛ اختیار معرفت الرجال: ۳

[2] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۷۰

احسن طریقے سے اُس کی پیروی کرتے ہیں۔(الزمر:۱۸)۔'' کے بارے میں پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: اس سے مراد وہ شخص ہے جو حدیث سنتا ہے تو اُسے اُسی طرح بیان کرتا ہے، جیسے اُس نے سنی تھی اور اُس میں نہ اضافہ کرتا نہ کمی کرتا ہے۔ [1]

بیان:

یہ اس آیت کی معناؤں میں سے ایک ہے اور ان میں سے ایک معنی دوسری ہشام کی طولانی حدیث میں گزری شاید اس کی دوسرے زیادہ معنائیں بھی ہیں ان دو معنی کے بغیر، بس بتحقیق قرآن بہت سارے معانی اور وجوہ رکھتا ہے جیسا کہ روایت میں آیا ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث موثق ہے۔ [2]

2/158 الکافی، ۱/۲/۵۱/۱ محمد عن محمد بن الحسین عن ابن أبی عمیر عن ابن أذینة عن محمد قَالَ: قُلْتُ لِأَبِی عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ أَسْمَعُ اَلْحَدِيثَ مِنْكَ فَأَزِيدُ وَ أَنْقُصُ قَالَ إِنْ كُنْتَ تُرِيدُ مَعَانِيَهُ فَلاَ بَأْسَ.

محمد سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں آپؑ سے حدیث سنتا ہوں پس اُس میں زیادتی اور کمی کر دیتا ہوں؟ آپؑ نے فرمایا: اگر تم اُس کے معانی بیان کرنا چاہتے ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ [3]

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔ [4]

3/159 الکافی، ۱/۳/۱۵/۱ عنه عن محمد بن الحسین عن ابن سنان عَنْ دَاوُدَ بْنِ فَرْقَدٍ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِی عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ إِنِّي أَسْمَعُ اَلْكَلاَمَ مِنْكَ فَأُرِيدُ أَنْ أَرْوِيَهُ كَمَا سَمِعْتُهُ مِنْكَ فَلاَ يَجِيءُ

---

[1] منیۃ المرید: ۳۷۳؛ تفسیر نور الثقلین: ۴/ ۴۸۲؛ بحار الانوار: ۲/ ۱۹۴؛ وسائل الشیعہ: ۲۷/ ۷۹؛ تفسیر البرہان: ۴/ ۷۰۳؛ تفسیر کنز الدقائق: ۱۱/ ۲۹۲؛ سفینۃ البحار: ۲/ ۱۱۱؛ تفسیر الصافی: ۴/ ۳۱۸

[2] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۷۳

[3] وسائل الشیعہ: ۲۷/ ۸۰؛ بحار الانوار: ۲/ ۱۶۴؛ الفصول المھمہ: ۱/ ۵۲۲؛ سفینۃ البحار: ۲/ ۱۱

[4] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۷۴

قَالَ فَتَتَعَمَّدُ ذَلِكَ قُلْتُ لَا فَقَالَ تُرِيدُ الْمَعَانِيَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَلَا بَأْسَ.

داؤد بن فرقد سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ میں آپ سے کلام سنتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اُسے اُسی طرح روایت کروں جس طرح آپ سے سنا ہے مگر اس میں مجھ سے کمی یا زیادتی ہو جاتی ہے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: کیا جان بوجھ کر ایسا کرتے ہو؟

میں نے عرض کیا: نہیں

آپؑ نے فرمایا: کیا معانی بیان کرتے ہوں؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں

آپ علیہ السلام نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں۔ [1]

بیان:

یعنی: تم الفاظ کے حفظ کے ترک کا قصد کرو، یا بتحقیق بھول جاؤ۔

بعض نسخوں میں تتعمد کی ایک "تاء" کو حذف کیا گیا ہے جس طرح حذف کرتے ہیں اور دونوں روایتوں میں صریح دلالت ہے حدیث کے معنی کے ساتھ ذکر کرنے پر (حدیث بالمعنی نقل کرنے پر) جو کہ حق ہے اہل التحقیق کے پاس اگرچہ الفاظ کے ساتھ ذکر کرنا بہت اچھا ہے جس طرح بیان ہوا پہلی روایت میں۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف علی المشہور ہے [2] لیکن میرے نزدیک حدیث حسن یا موثق ہے۔ (واللہ اعلم)

4/160 الکافی،۱/۵۱/۲/۱ عنه عن ابن عیسی عن الحسین عن القاسم بن محمد عن علی عَنْ أَبِي بَصِيرٍ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْحَدِيثُ أَسْمَعُهُ مِنْكَ أَرْوِيهِ عَنْ أَبِيكَ أَوْ أَسْمَعُهُ مِنْ أَبِيكَ أَرْوِيهِ عَنْكَ قَالَ سَوَاءٌ إِلَّا أَنَّكَ تَرْوِيهِ عَنْ أَبِي أَحَبُّ إِلَيَّ وَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِجَمِيلٍ مَا سَمِعْتَ مِنِّي فَارْوِهِ عَنْ أَبِي.

ابو بصیر سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: بعض اوقات میں جو حدیث آپؑ سے سنتا ہوں وہ آپ کے والد گرامی کی طرف سے روایت کر دیتا ہوں یا آپؑ کے والد گرامی سے سنتا ہوں تو آپؑ کی

[1] بحار الانوار: ۲/ ۱۶۲؛ وسائل الشیعہ: ۲۷/ ۸۰

[2] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۷۵

طرف سے روایت کر دیتا ہوں؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: بات تو برابر ہے مگر اگر تم میرے والد گرامی کی طرف سے روایت کرو گے تو یہ مجھے زیادہ پسند ہے

اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے جمیل سے فرمایا: جو مجھ سے سُنو اُسے میرے والد علیہ السلام گرامی کی طرف سے روایت کرو۔ ①

بیان:

بتحقیق یہ سب ایک ہیں اور برابر ہیں کیونکہ ان علیہم السلام کے تمام علوم ایک معدن سے ہیں اور ایک چشمے سے ہیں جیسے آنے والی حدیث میں اس کی صراحت ہے بلکہ ان کی ذات بھی ایک نور سے ہے۔

جس طرح بہت ساری روایات میں وارد ہوا ہے۔

اور بعض روایات میں ہے کہ: ہماری خلقت ایک ہے اور علم ایک ہے اور ہماری فضیلت ایک ہے اور ہم اللہ کے پاس ایک ہیں۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ: اور ہم ایک چیز ہیں۔

اور ان کے والد کریم سے روایت کو پسندیدہ اور بہتر کہنا شاید اس کی وجہ تقیہ ہو بس بتحقیق یہ بعید ہے شہرت اور انکار سے اور بتحقیق گزارا ہوا قول بعد میں آنے والے قول سے قریب ترین ہے لوگوں کے پاس کیونکہ ان کے حسد کرنے اور بغض کرنے سے دور ہے۔

اور اس میں دوسرا سبب بھی کہا گیا ہے اور وہ سند کا عالی ہونا ہے اور اسناد کا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب تر ہونا ہے اور لوگوں کے پاس اس کو قبول کرنے کا رجحان ہے اور خصوصاً وہ چیز جس میں احکام مختلف ہوتے ہیں۔

اور اس کا ایک اور بھی سبب ہے وہ یہ کہ جو مذہب واقفیہ پر ہیں ان پر بھی ان کا قول حجت ہو اس چیز میں جہاں ان کی رائے مخالف ہو روایت کے جبکہ بیٹے کی امامت کا قائل والد کی امامت کا قائل بھی ہو اور اس کے برعکس کلی طور پر۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے ② لیکن میرے نزدیک حدیث موثق ہے۔ (واللہ اعلم)

① وسائل الشیعہ: ۲۷/۸۰

② مرآۃ العقول: ۱/۱۷۶

5/161 الکافی،۱/۵۳/۱۴/۱ علی بن محمد عن سهل عن أحمد بن محمد عن عمر بن عبد العزيز عن هشام بن سالم و حماد بن عثمان (عیسی) و غیره قَالُوا سَمِعْنَا أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ: حَدِيثِي حَدِيثُ أَبِي وَ حَدِيثُ أَبِي حَدِيثُ جَدِّي وَ حَدِيثُ جَدِّي حَدِيثُ اَلْحُسَيْنِ وَ حَدِيثُ اَلْحُسَيْنِ حَدِيثُ اَلْحَسَنِ وَ حَدِيثُ اَلْحَسَنِ حَدِيثُ أَمِيرِ اَلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ وَ حَدِيثُ أَمِيرِ اَلْمُؤْمِنِينَ حَدِيثُ رَسُولِ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ حَدِيثُ رَسُولِ اَللَّهِ قَوْلُ اَللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ.

ہشام بن سالم اور حماد بن عثمان (عیسیٰ) وغیرہ سے روایت ہے کہ ہم نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا، آپؑ نے فرمایا: میری حدیث میرے والد گرامی کی حدیث ہے اور میرے والد علیہ السلام کی حدیث میرے جد بزرگوار کی حدیث اور میرے جد بزرگوار کی حدیث حضرت حسین علیہ السلام کی حدیث ہے اور حضرت حسین علیہ السلام کی حدیث حضرت حسن علیہ السلام کی حدیث ہے اور حضرت حسن علیہ السلام کی حدیث امیر المومنین علیہ السلام کی حدیث ہے اور امیر المومنین کی حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ [1]

بیان:

ان کے اتحاد کا سبب گزر گیا اور ہم تاکید کے ساتھ بیان کریں گے کتاب الحجۃ میں۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف علی المشہور ہے [2] لیکن میرے نزدیک حدیث موثق یا معتبر ہے کیوں کہ عمر بن عبدالعزیز کو تحقیقاً ثقہ قرار دیا گیا ہے چاہے وہ نجاشی کے نزدیک مخلط ہے (واللہ اعلم)

6/162 الکافی،۱/۵۱/۵/۱ محمد عن أحمد و محمد بن الحسين عن السراد عن عبد الله بن سنان قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَجِيئُنِي اَلْقَوْمُ فَيَسْتَمِعُونَ مِنِّي حَدِيثَكُمْ فَأَضْجَرُ وَ لاَ أَقْوَى قَالَ فَاقْرَأْ عَلَيْهِمْ مِنْ أَوَّلِهِ حَدِيثاً وَ مِنْ وَسَطِهِ حَدِيثاً وَ مِنْ آخِرِهِ حَدِيثاً.

عبداللہ بن سنان سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ لوگ میرے پاس

[1] بحارالانوار:۲/۱۷۸؛ منیۃ المرید:۳۷۳؛ وسائل الشیعہ:۲۷/۸۳؛ تفسیر نور الثقلین:۵/۱۴۷؛ روضۃ الواعظین:۱/۲۱۰؛ اعلام الوریٰ:۲۸۵؛ کشف الغمہ:۲/۱۷۰؛ الارشاد:۲/۱۸۶؛ الخرائج والجرائح:۲/۸۹۴؛ عوالم العلوم:۲۰/۹۵

[2] مرآۃ العقول:۱/۱۸۲

آتے ہیں اور مجھ سے وہ آپ کی حدیث سنتے ہیں پس میں مضطر ہو جاتا ہوں اور طاقت نہیں رہتی ہے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: اُن لوگوں پر حدیث کا ابتدائی حصہ پڑھو اور حدیث کے درمیان سے پڑھو اور حدیث کے آخر سے پڑھو (یعنی مختلف حصوں میں سناؤ)۔ [1]

بیان:

''الضجر'' یعنی: پریشان ہونا، غم کا طاری ہونا۔

اور معنی یہ ہے کہ: بتحقیق جب حدیث متعدد اور مختلف ہو اور تم اس کی قرائت میں ضعیف ہو اور عاجز ہو تو جائز ہے لوگوں کے لیے کتاب کے اول سے حدیث پڑھو اور دوسری حدیث کتاب کے وسط سے پڑھو اور آخر سے ایک حدیث پڑھو یا معنی یہ ہے کہ حدیث ایک ہے، مختلف نہیں اور وہ حدیث طولانی ہے تو لوگوں کے لیے جو مفید ہو وہ مستقل کلام پڑھو حدیث کے اول سے اور وسط سے اور آخر سے یعنی جب ایک حدیث مشتمل ہو مختلف جملوں پر اور اس کے سارے جملے مستقل مفید ہوں جیسے ہشام کی طولانی حدیث جس کا ذکر باب اول میں گزر گیا ہے۔

اور اگر حدیث کے بعض اجزاء بعض دوسرے اجزاء کے ساتھ مربوط ہوں تو ان میں بعض کو نقل کرنے میں کفایت کرنا جائز نہیں جب کہ وہ سارے اجزاء حدیث نہ ہوں بلکہ اس میں بعض حدیث ہوں۔

اور کہا گیا ہے کہ: شاید وجہ یہ ہو اول اور آخر اور وسط کی تخصیص لگانے میں کہ بتحقیق ایک دوسرے کے قریب جملے اکثر طور پر ایک ہی نوع کے ہوتے ہیں تو فائدہ نہیں ہے ان میں جس طرح ان جملوں میں جو ایک دوسرے سے دور ہوتے ہیں تو بس ان میں کلام منتقل ہوتا ہے ایک نوع سے دوسری اس نوع کی طرف جو ایک دوسرے سے مختلف ہیں تو بس ان کے بیان کرنے اور پڑھنے میں فائدہ ہے ان میں مختلف فنون کے احکام پائے جانے کی وجہ سے جن میں سے ہر ایک نوع ہے سرے سے۔

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔ [2]

7/163 الکافی، ۱/۶/۵۲/۱ عنه بإسناده عَنْ أَحْمَدَ بْنِ عُمَرَ اَلْحَلاَّلِ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي اَلْحَسَنِ اَلرِّضَا عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ اَلرَّجُلُ مِنْ أَصْحَابِنَا يُعْطِينِي اَلْكِتَابَ وَ لاَ يَقُولُ ارْوِهِ عَنِّي يَجُوزُ لِي أَنْ أَرْوِيَهُ عَنْهُ قَالَ فَقَالَ إِذَا عَلِمْتَ أَنَّ اَلْكِتَابَ لَهُ فَارْوِهِ عَنْهُ.

---

[1] وسائل الشیعہ: ۲۷/ ۸۰؛ بحار الانوار: ۲/ ۱۶۵

[2] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۷۶

احمد بن عمر الحلال سے روایت ہے کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے عرض کیا: ہمارے اصحاب میں سے ایک شخص مجھے کتاب دیتا ہے اور یہ نہیں کہتا کہ اسے میری طرف سے روایت کرو تو کیا میرے لیے جائز ہے کہ اُسے اُس کی طرف سے روایت کروں؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: جب تمھیں معلوم ہو کہ یہ کتاب اُسی کی ہے تو اُس سے روایت کرو۔ [1]

بیان:

''الحلال'' لام کی شد کے ساتھ یعنی وہ شخص جو الحل (لام کی شد کے ساتھ) بیچتا ہو اور وہ تِل کا تیل ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے۔ [2]

8/164 الکافی،۱/۵۲/۷/۱ الأربعة و علی عن البرقی عن النوفلی عن السکونی عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ قَالَ أَمِيرُ اَلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ: إِذَا حَدَّثْتُمْ بِحَدِيثٍ فَأَسْنِدُوهُ إِلَى اَلَّذِي حَدَّثَكُمْ فَإِنْ كَانَ حَقّاً فَلَكُمْ وَإِنْ كَانَ كَذِباً فَعَلَيْهِ.

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: جب تم کوئی حدیث نقل کرو تو اس راوی کا ذکر کرو جس سے تم نے سنی ہے پس اگر وہ سچی ہے تو اس کا فائدہ تمھیں پہنچے گا اور اگر جھوٹی ہے تو اس کا نقصان اس روایت کرنے والے کو پہنچے گا۔ [3]

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف علی المشہور ہے [4] لیکن میرے نزدیک حدیث موثق ہے۔ (واللہ اعلم)

9/165 الکافی،۱/۵۲/۲۱/۱ العدة عن البرقی عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ رَفَعَهُ قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ: إِيَّاكُمْ وَ اَلْكَذِبَ اَلْمُفْتَرِعَ قِيلَ لَهُ وَمَا اَلْكَذِبُ اَلْمُفْتَرِعُ قَالَ أَنْ يُحَدِّثَكَ اَلرَّجُلُ بِالْحَدِيثِ فَتَتْرُكَهُ وَتَرْوِيَهُ عَنِ اَلَّذِي حَدَّثَكَ عَنْهُ (لم يحدثك به).

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اپنے آپ کو کذب مفترع سے بچاؤ۔

[1] وسائل الشیعہ: ۲۷/ ۸۰؛ بحار الانوار: ۲/ ۱۶۷

[2] مراۃ العقول: ۱/ ۱۷۹

[3] وسائل الشیعہ: ۲۷/ ۸۱؛ منیۃ المرید: ۳۷۳؛ بحار الانوار: ۲/ ۱۶۱؛ مجمع البحرین: ۳/ ۷۱

[4] مراۃ العقول: ۱/ ۱۷۹

آپؑ سے پوچھا گیا: کذب ومفترع کیا؟
آپؑ نے فرمایا: کسی شخص نے تیرے سامنے حدیث کو بیان کیا اور آپ بیان کرتے ہوئے اس کا ذکر نہیں کرتے۔ [1]

بیان:

"افترع البکر"
تھوڑا تھوڑا بکارت کو توڑنا۔
اور کذب اور جھوٹ کی صفت لائے ہیں "المفترع" سے یہ کنایہ ہے اس کے بدعت لانے سے یعنی وہ چیز جو کسی نے نہ کہی ہو اس طرح کہا گیا ہے۔
اور کہا گیا ہے کہ وہ "الفرع" سے ہے "العلو" کے معنی میں کیونکہ ہر چیز کی فرع اس پر اوپر ہوتی ہے بس گویا اس محدث کی مراد اپنی حدیث کو مفترع یعنی بلند اور مرتفع قرار دینا ہے بس اس کی سند لاتا ہے یا نسبت دیتا ہے اعلی کی طرف واسطے کے حذف کرنے کے ساتھ تا کہ سند کی بلندی کا وہم ہو جیسے جب وہ حدیث زرارہ بتائے ابوعبداللہ علیہ السلام سے نقل کرتے ہوئے اور کہے کہ ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا مثلاً "یہ کرو"
اور اگر کہے کہ مجھے حدیث بتائی ہے ابوعبداللہ علیہ السلام نے تو یہ صریح جھوٹ ہے۔
میں کہتا ہوں کہ: دونوں تفسیریں تکلف اور حقیقت سے خالی نہیں ہیں کہ کہا جائے الافتراع التفرع کے معنی میں ہے کیونکہ اس نے اپنے قول کو فرع کیا ہے راوی کے صدق کی بنا پر یعنی اس نے وہ قول کہا، جب نقل کیا اسے فرع کر کے اصل سے، تو اس نے اس قول کو کہا اصل، بس پھر میرے لیے جائز ہے، اس قول کو اصل کے ساتھ نسبت دینا تو میں نے اسے اصل کے ساتھ نسبت دی اور بتحقیق وہ کذب ہوگا اس لیے کہ اس کے اصل سے صادر ہونے کا یقین نہیں ہے اور شاید فرع پر جھوٹ کہا گیا ہو یا اس کی نسبت کو بھلا دیا گیا ہو تو اس کے لیے تجویز ضروری ہے بس اس کے لیے یقین حاصل نہیں ہوگا تو وہ جھوٹا ہے اور اگر ہم فرض کریں کہ بتحقیق اصل کو کہا ہے جس طرح منافق رسالت کی گواہی میں جھوٹے ہیں کیونکہ وہ اس پر یقین نہیں رکھتے تو بتحقیق یہ جھوٹ ہوگا اس لیے کہ فرع مقدر جھوٹ پر ہے اور شاید وہ جھوٹے نہ ہوں تو وہ صریح کذب نہیں بلکہ وہ مفترع جھوٹ اور کذب ہے جس طرح وہ مفترع صدق تھا۔
یا ہم کہیں کہ اس کو مفترع اس لیے کہا گیا ہے کہ کیونکہ وہ فرع والا ہے تو اس کا اصل جھوٹ ہے اور اس کا فرع کرنا

[1] وسائل الشیعہ: ۲۷/۸۹؛ بحار الانوار: ۲/۱۵۸؛ معانی الاخبار: ۱۵۷

جس نے اس کو نقل نہیں کیا اس پر افتراء ہے

اور کسی نے اس کو المفترع کی جگہ ''المفترع'' بھی کہا ہے ''الافتراع'' سے اختیار کی معنی میں شاید یہ تصحیف ہو اور بعض نسخوں میں ''عن الذی حدثک عنہ'' ہے ''الذی لم یحدثک بہ''۔ کی جگہ پر اور دوسری جگہ ''عن غیر الذی حدثک بہ'' ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرفوع یا ضعیف ہے۔[1]

10/166 الکافی،۱/۵۲/۱۳/۱ محمد عن ابن عیسی عن البزنطی عَنْ جَمِیلِ بْنِ دَرَّاجٍ قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ: أَعْرِبُوا حَدِيثَنَا فَإِنَّا قَوْمٌ فُصَحَاءُ.

جمیل بن دراج سے روایت ہے کہ صادق آل محمد علیہ السلام نے فرمایا: ہماری احادیث پر اعراب لگاؤ کہ ہم فصحاء لوگ ہیں۔[2]

بیان:

یعنی: حدیث کے کلموں کے اعراب میں لحن اور لہجہ پیدا نہ کرو بلکہ ان کو اعراب کے ساتھ ادا کرو اور بولتے وقت ان کو واضح کرو کیونکہ ہمارا کلام فصیح ہے بس جب تو اس میں لہجہ ڈالو گے بغیر اعراب کے تو اس کی فصاحت میں خلل پڑے گا

اور احتمال ہے کہ اعراب سے مراد یہ ہے کہ لکھنے کے وقت اعراب دیئے جائیں اور حروف اس طرح لکھے جائیں کہ بعض کے ساتھ بعض کا اشتباہ نہ ہو یا حروف پر آج جن کو اعراب کہا جاتا ہے مثلاً زبر، زیر، پیش دیئے جائیں مگر بتحقیق پہلا قریب تر اور ظاہر ہے گزشتہ لوگوں کے طریقے سے۔

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔[3]

---

[1] مراۃ العقول:۱/۱۸۱

[2] منیۃ المرید: ۵۳۳؛ الفصول المختارۃ: ۹۱؛ مشکاۃ الانوار: ۱۴۲؛ وسائل الشیعہ: ۲۷/ ۸۳؛ مجمع البحرین: ۲/ ۱۱۸؛ بحار الانوار: ۲/ ۱۵۰؛ عوالم العلوم: ۲۰/ ۷۱۲

[3] مراۃ العقول:۱/۱۸۲

۲۰_باب فضل الكتاب و التمسک بالکتب

کتاب (لکھنے) کی فضیلت اور کتابوں سے متمسک ہونا

1/167 الكافی،۱/۸/۵۲/۱ علی بن محمد بن عبد الله عن أحمد عن أبي أيوب المدنی عن ابن أبي عمير عن حسين الأحمسی عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: اَلْقَلْبُ يَتَّكِلُ عَلَى اَلْكِتَابَةِ.

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: دل لکھے ہوئے پر اعتماد کرتا ہے۔[1]

بیان:

الاتکال: یعنی اعتماد، سہارا ٹیک۔

یعنی: جب آپ حدیث کو لکھیں جو آپ نے سنی ہے تو آپ کے دل اکٹھے ہو جائیں گے اور نفس مطمئن ہو جائیں گے جب بھول چکے ہوں آپ کے کتاب کی طرف رجوع کرنے کی خاطر اس حدیث میں احادیث کو لکھنے کا شوق دلایا گیا ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے۔[2]

2/168 الكافی،۱/۹/۵۲/۱ الاثنان عن الوشاء عَنْ عَاصِمِ بْنِ حُمَيْدٍ عَنْ أَبِي بَصِيرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ: اُكْتُبُوا فَإِنَّكُمْ لاَ تَحْفَظُونَ حَتَّى تَكْتُبُوا.

ابو بصیر سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب کوئی حدیث سنو تو اسے لکھ لیا کرو اس لیے کہ تم بغیر لکھے یاد نہ رکھ سکو گے۔[3]

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف علی المشہور ہے[4] لیکن میرے نزدیک حدیث حسن یا صحیح ہے۔ (واللہ اعلم)

---

[1] منیۃ المرید: ۳۴۰؛ ھدایۃ الامۃ: ۸ / ۷۷۳؛ مشکاۃ الانوار: ۱۴۲؛ وسائل الشیعہ: ۲۷ / ۸۱ و ۲۲۳؛ بحار الانوار: ۲ / ۱۵۲؛ مکاتیب الآئمہ: ۴ / ۱۲

[2] مراۃ العقول: ۱ / ۱۸۰

[3] وسائل الشیعہ: ۲۷ / ۸۱ و ۲۲۳؛ بحار الانوار: ۲ / ۱۵۲؛ مکاتیب الآئمہ: ۴ / ۱۲؛ منیۃ المرید: ۳۴۰؛ ھدایۃ الامۃ: ۱ / ۲۹و۶ / ۷۰ و ۸ / ۷۷۳ و ۳۴۳؛ الاصول الستۃ عشر: ۱۴۰؛ مستدرک الوسائل: ۱۷ / ۲۸۵ و ۳۱۳؛ عوالم العلوم: ۲۰ / ۷۱۸

[4] مراۃ العقول: ۱ / ۱۸۰

3/169 الکافی،۱/۱۰/۵۲/۱ محمد عن ابن عیسی عن ابن فضال عن ابن بکیر عَنْ عُبَيْدِ بْنِ زُرَارَةَ قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ ٱللَّهِ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ : إِحْتَفِظُوا بِكُتُبِكُمْ فَإِنَّكُمْ سَوْفَ تَحْتَاجُونَ إِلَيْهَا.

عبید بن زرارہ سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اپنی کتابوں کی حفاظت کرو کیونکہ عنقریب تمہیں ان کی ضرورت محسوس ہوگی۔ [1]

تحقیق اسناد:

حدیث موثق کالصحیح ہے۔ [2]

4/170 الکافی،۱/۱۱/۵۲/۱ العدۃ عن البرقی عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ ٱلْخَيْبَرِيِّ عَنِ ٱلْمُفَضَّلِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ لِي أَبُو عَبْدِ ٱللَّهِ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ : أُكْتُبْ وَ بُثَّ عِلْمَكَ فِي إِخْوَانِكَ فَإِنْ مِتَّ فَأَوْرِثْ كُتُبَكَ بَنِيكَ فَإِنَّهُ يَأْتِي عَلَى ٱلنَّاسِ زَمَانُ هَرْجٍ لاَ يَأْنَسُونَ فِيهِ إِلاَّ بِكُتُبِهِمْ.

مفضل بن عمر سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: لکھو اور اپنے دوستوں میں اپنا علم نشر کرو۔ اگر مر جاؤ گے تو تمہاری اولاد تمہاری میراث میں تمہاری کتابیں پائیں گی کیونکہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ بھی آنے والا ہے کہ لوگ اس میں فقط اپنی کتابوں سے مانوس ہوں گے۔ [3]

بیان:

''البث'' یعنی بنشر، ان میں نشر کیا جائے گا آپ کا علم کتاب کے ذریعے اور احتمال ہے مطلوب کے کامل لانے کا۔

''الهرج'' فتنہ اور مصیبتیں اور یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ اہل علم اور وہ شخص جس کے ساتھ ان کا انس ہے وہ فاقد اور ختم ہوں گے یا ان کا اپنے غیر سے جدا ہونا ختم ہو جائے گا ظالم بادشاہوں کے ان پر مسلط ہونے کی خاطر سب مخلوط ہو جائیں گے اور جاہل لوگ اور اراذل علماء کی شکل میں ظاہر ہوں گے۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف علی المشہور ہے [4] اور سید ابن طاؤس نے کہا ہے کہ میں نے اس حدیث کو اپنی اسناد سے اپنے جد شیخ طوسی تک اور

---

[1] وسائل الشیعہ: ۲۷/ ۸۱ و ۲۳ ۳؛ بحار الانوار: ۲/ ۱۵۲؛ مکاتیب الآئمہ: ۴/ ۱۲؛ ھدایۃ الامۃ: ۱/ ۲۹ و ۸/ ۷۷ ۳ و ۴۲۴

[2] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۸۰

[3] منیۃ المرید: ۳۴۱؛ وسائل الشیعہ: ۲۷/ ۸۱؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۵۲۳؛ ھدایۃ الامۃ: ۱/ ۲۹ و ۸/ ۷۷ ۳؛ مشکاۃ الانوار: ۱۴۲؛ مکاتیب الآئمہ: ۴/ ۱۲؛ بحار الانوار: ۲/ ۱۵۰؛ کشف المحجہ: ۸۳؛ مستدرک الوسائل: ۱۷/ ۲۹۲

[4] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۸۰

انہوں نے اپنی اسناد سے مفضل بن عمر سے روایت کیا ہے۔(واللہ اعلم)

5/171 الكافي،۱/۵۳/۱۵/۱ العدة عن أحمد عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَلْحَسَنِ بْنِ أَبِي خَالِدٍ شَيْنُولَةَ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي جَعْفَرٍ اَلثَّانِي عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ جُعِلْتُ فِدَاكَ إِنَّ مَشَايِخَنَا رَوَوْا عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ وَ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِمَا اَلسَّلاَمُ وَ كَانَتِ اَلتَّقِيَّةُ شَدِيدَةً فَكَتَمُوا كُتُبَهُمْ وَلَمْ تُرْوَ عَنْهُمْ فَلَمَّا مَاتُوا صَارَتِ اَلْكُتُبُ إِلَيْنَا فَقَالَ حَدِّثُوا بِهَا فَإِنَّهَا حَقٌّ.

ابو خالد شینولہ سے روایت ہے کہ میں نے امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: میں آپ پر قربان جاؤں! جس جماعت سے ہم کو احادیث پہنچی ہیں انہوں نے روایت کی ہے امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہم السلام سے جبکہ سخت تقیہ تھا پس انہوں نے اپنی کتب احادیث کو چھپا دیا اور ان کتابوں سے احادیث نقل نہ کی گئیں پھر ان کے مرنے کے بعد وہ کتابیں ہم تک پہنچیں۔ (پس ان کتابوں سے ہم حدیث نقل کریں یا نہیں)؟ آپ نے فرمایا: ہاں ان کو نقل کرو وہ برحق ہیں۔ [1]

بیان:

بعض نسخوں میں لم ترو، مونث، مجہول کے صیغے کے ساتھ آیا ہے اور ان تمام روایات میں کتب پر اعتماد کے صحیح ہونے پر دلالت ہے اور جو کچھ ان میں ہے اس پر عمل کرنا صحیح ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے [2] لیکن میرے نزدیک حدیث حسن ہے کیونکہ محمد بن حسن بن ابی خالد شینولہ کی ثقاہت تحقیقاً ثابت ہے (واللہ اعلم)

۲۱۔باب التقلید

تقلید

1/172 الكافي،۱/۵۳/۱/۱ العدة عن البرقي عن عبد الله بن يحيى عن ابن مسكان عَنْ أَبِي بَصِيرٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: قُلْتُ لَهُ: (اِتَّخَذُوا أَحْبٰارَهُمْ وَ رُهْبٰانَهُمْ أَرْبٰاباً مِنْ دُونِ اَللّٰهِ)

[1] بحار الانوار: ۲/ ۱۶۷؛ وسائل الشیعہ: ۲۷/ ۸۴؛ سفینۃ البحار: ۲/ ۷۷۳؛ عوالم العلوم: ۲۳/ ۳۷۱

[2] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۸۳

فَقَالَ أَمَا وَاللّٰهِ مَا دَعَوْهُمْ إِلَى عِبَادَةِ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ دَعَوْهُمْ مَا أَجَابُوهُمْ وَلَكِنْ أَحَلُّوا لَهُمْ حَرَاماً وَحَرَّمُوا عَلَيْهِمْ حَلَالاً فَعَبَدُوهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ.

ابو بصیر سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خدا کے قول: ''اُن لوگوں نے (یعنی نصرانیوں نے) خدا کو چھوڑ کر اپنے علماء و راہبوں کو اپنا رب بنا لیا۔ (التوبہ: ۳۱)'' کے بارے میں پوچھا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: نصاریٰ کو ان کے علماء، راہبوں نے اپنے نفسوں کی پرستش کی دعوت نہیں دی تھی اور اگر ایسی دعوت دیتے تو وہ قبول بھی نہ کرتے لیکن ان کے علماء نے ان پر حلال کو حرام کیا اور حرام کو حلال، پس انہوں نے اس طرح لاشعوری طور پر ان کی عبادت کی۔ [1]

بیان:

اسی روایت کو باب الشرک میں عدۃ سے، برقی سے، اس کے والد سے، عبداللہ بن یحییٰ سے، (ظاہراً ابن یحییٰ وہی الکاھلی ہے) نقل کیا ہے۔

و''الاحبار'' یعنی: العلماء

و''الرھبان'' یعنی: بندے، عباد

اور حدیث کے معنی یہ ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی ایک کی اطاعت کرے جس کا اسے حکم دیا ہو خدا کے حکم کے خلاف تو اطاعت کرنے والے نے گویا اسے اپنا رب قرار دیا اور اس کی عبادت کی اس حال میں کہ شعور نہیں رکھتا۔

اسی موضوع پر قرآن کی آیتیں بھی دلالت کرتی ہیں خداوند متعال نے فرمایا: ''کیا تو نے دیکھا اسے جس نے اپنی خواہش کو اپنا اللہ لیا۔ (الجاثیۃ: ۲۳)''۔

اور فرمایا: ''یا میں نے تم سے عہد نہیں لیا؟ اے بنی آدم! کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا''۔

اور اس کا مطلب یہ ہے کہ عبادت یعنی اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کرنا۔

اور حدیث میں احکام میں مجتہدین کے آراء کی تقلید کے جائز نہ ہونے پر واضح دلالت ہے جیسے کہ یہ ہی تقلید آج کل شئے اور مشہور ہے یہاں تک کہ ہمارے علماء اور اصحاب میں سے بھی عامہ سے بھی لیتے ہیں۔

ہائے کاش! وہ کس طرح اس کا جواب دیں گے البتہ وہ شخص جو قرآن کے محکمات اور حدیث کے ذریعے فتویٰ دے تو اس کے قول میں تقلید، اس کی تقلید نہیں کہلائے گی بلکہ دراصل یہ اس شخص کی تقلید ہے جس کی اطاعت اللہ

[1] وسائل الشیعہ: ۲۷/ ۲۴؛ الفصول المھمہ: ۱/ ۵۲۴؛ تفسیر البرھان: ۲/ ۷۶۸؛ ہدایۃ الامۃ: ۱/ ۳۱؛ مجمع البحرین: ۲/ ۶۴؛ بحارالانوار: ۲/ ۹۸؛ ۹/ ۲۱۲؛ المحاسن: ۱/ ۲۴۶؛ تفسیر کنز الدقائق: ۵/ ۴۴۱؛ تفسیر نور الثقلین: ۲/ ۲۰۹؛ تفسیر العیاشی: ۲/ ۸۷؛ تفسیر الصافی: ۲/ ۳۳۶

نے واجب کی ہے اور اس کی تقلید ہے جس نے اللہ کے حکم کے ذریعے، حکم دیا ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث حسن ہے۔ [1]

2/173 الکافی،۱/۵۳/۳/۱ النیسابوریان عن حماد بن عیسی عن ربعی عَنْ أَبِي بَصِيرٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ: فِي قَوْلِ اَللَّهِ جَلَّ وَ عَزَّ: (اِتَّخَذُوا أَحْبٰارَهُمْ وَ رُهْبٰانَهُمْ أَرْبٰاباً مِنْ دُونِ اَللّٰهِ) فَقَالَ وَ اَللَّهِ مَا صَامُوا لَهُمْ وَ لاَ صَلَّوْا لَهُمْ وَ لَكِنْ أَحَلُّوا لَهُمْ حَرَاماً وَ حَرَّمُوا عَلَيْهِمْ حَلاَلاً فَاتَّبَعُوهُمْ.

ابوبصیر نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت اقدس میں عرض کیا: اے مولاؑ! خدا کے اس قول سے کیا مراد ہے: ”انہوں نے علماء اور راہبوں کو اللہ کے علاوہ اپنا رب بنالیا۔ (التوبہ:۳۱)۔“

آپ علیہ السلام نے فرمایا خدا کی قسم! ان (نصاریٰ) لوگوں نے ان (علماء و راہبوں) کے لیے روزے نہیں رکھے تھے اور ان کی نمازیں نہیں پڑھتے تھے بلکہ علماء نے اللہ کے حلال کو حرام کیا اور حرام کو حلال کیا اور انھوں نے ان کی اتباع کی۔ [2]

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول کالصحیح ہے [3] لیکن میرے نزدیک حدیث صحیح ہے۔ (واللہ عالم)

3/174 الکافی،۱/۵۳/۲/۱ علی بن محمد عن سهل عن إبراهيم بن محمد الهمدانی عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُبَيْدَةَ قَالَ: قَالَ لِي أَبُو اَلْحَسَنِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَا مُحَمَّدُ أَنْتُمْ أَشَدُّ تَقْلِيداً أَمِ اَلْمُرْجِئَةُ قَالَ قُلْتُ قَلَّدْنَا وَ قَلَّدُوا فَقَالَ لَمْ أَسْأَلْكَ عَنْ هَذَا فَلَمْ يَكُنْ عِنْدِي جَوَابٌ أَكْثَرُ مِنَ اَلْجَوَابِ اَلْأَوَّلِ فَقَالَ أَبُو اَلْحَسَنِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ إِنَّ اَلْمُرْجِئَةَ نَصَبَتْ رَجُلاً لَمْ تَفْرِضْ طَاعَتَهُ وَ قَلَّدُوهُ وَ أَنْتُمْ نَصَبْتُمْ رَجُلاً وَ فَرَضْتُمْ طَاعَتَهُ ثُمَّ لَمْ تُقَلِّدُوهُ فَهُمْ أَشَدُّ مِنْكُمْ تَقْلِيداً.

---

[1] مرآۃ العقول:۱/۱۸۴

[2] وسائل الشیعہ:۲۷/۱۲۵؛ تفسیر البرہان:۲/۷۶۸؛ بحار الانوار:۹/۹۷و۲۳/۲۳۶و۳۹/۱۸۹؛ تفسیر العیاشی:۲/۸۶؛ تفسیر نور الثقلین:۲/۲۰۹؛ مستدرک الوسائل:۱۷/۳۰۷؛ ھدایۃ الامۃ:۱/۳۱؛ تفسیر کنز الدقائق:۵/۴۴۱؛ المحاسن:۱/۲۴۶؛ متشابہ القرآن ومختلفہ:۱/۴۵؛ روضۃ الواعظین:۱/۲۱؛ مشکاۃ الانوار:۲۵۹

[3] مرآۃ العقول:۱/۱۸۵

محمد بن عبیدہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوالحسن امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے فرمایا: اے محمد! کیا تقلید کے تم زیادہ شدید ہو یا مرجیہ ہیں؟

میں نے عرض کیا: ہم بھی تقلید کرتے ہیں اور وہ بھی تقلید کرتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: میں نے تم سے یہ نہیں پوچھا۔

محمد نے عرض کیا: اس سے زیادہ میرے پاس جواب کوئی نہیں ہے۔ امام ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا:

یقیناً مرجیہ نے رسول خداؐ کے بعد ایک ایسے شخص کو خلافت کے لیے معین کیا جس کی اطاعت خدا کی طرف سے واجب نہیں کی گئی تھی اور پھر انہوں نے اس کی تقلید و پیروی کی اور تم لوگوں نے رسول خداؐ کے بعد اس کو خلافت کا حقدار مانا جس کی اطاعت خدا کی طرف واجب قرار دی گئی تھی پھر تم نے اسی کی تقلید و پیروی ہی نہ کی جبکہ وہ تم لوگوں سے زیادہ سخت مقلد ہیں۔ [1]

بیان:

مرجیہ کا گروہ شیعہ کے مقابلے میں الارجاء کو مطلق قرار دیتا ہے۔

الارجاء تاخیر کی معنی میں ہے یعنی: وہ علی علیہ السلام کو مؤخر کرتے ہیں درجے میں۔

اور یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ وعیدیہ کے مقابلے میں اطلاق رکھتے ہیں یا الارجاء کی معنی تاخیر ہے کیونکہ وہ عمل کو مؤخر کرتے ہیں نیت اور قصد سے اور یا الارجاء رجاء کی معنی میں ہے کیونکہ وہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ معصیت ایمان کے ساتھ کوئی ضرر نہیں دیتی جیسے اطاعت کرنا کفر کے ساتھ کوئی فائدہ نہیں دیتا۔

اور ان کی ان کے اماموں کی تقلید کرنے میں شدت کا سبب ان کا اس تقلید میں زیادہ جدی ہونا ہے ہمارے علماء کی ہمارے آئمہ معصومین علیہم السلام کی تقلید کرنے سے اس کے باوجود کہ ان کے امام، ان کو فاسد عقائد کی طرف بلاتے ہیں اور ہمارے امام علیہم السلام ہمیں، حق کی طرف دعوت دیتے ہیں اور بتحقیق ان کے امام ان کو دعوت دیتے ہیں راحت اور سکون کی اور ہمارے امام علیہم السلام ہمیں دعوت دیتے ہیں محنت اور مشقت کی، ان کی تقلید ان کی طبیعتوں پرست ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف علی المشہور ہے [2] لیکن میرے نزدیک حدیث مجہول ہے (واللہ اعلم)۔

4/175 الكافی،۱/۱/۷/۱۰ قَالَ ٱلْعَالِمُ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ: مَنْ دَخَلَ فِي ٱلْإِيمَانِ بِعِلْمٍ، ثَبَتَ فِيهِ وَ نَفَعَهُ

[1] وسائل الشیعہ: ۲۷/ ۱۲۵

[2] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۸۴

إِيمَانُهُ وَمَنْ دَخَلَ فِيهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ، خَرَجَ مِنْهُ كَمَا دَخَلَ فِيهِ.

ترجمہ: امام العالم (موسیٰ کاظم) علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص ایمان میں علم کے ذریعے سے داخل ہوا وہ اُس میں ثابت رہا اور اُس کے ایمان نے اُسے نفع دیا اور جو شخص اس میں بغیر علم کے داخل ہوا تو وہ اُس سے ویسے ہی نکلا جیسے اُس میں داخل ہوا۔ ①

تحقیق اسناد:

شیخ کلینی نے اس حدیث کو کتاب کے مقدمے میں درج کیا ہے لیکن سند ذکر نہیں کی ہے۔ (واللہ اعلم)

5/176 الکافی،۱/۷/۰/۰ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ أَخَذَ دِينَهُ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ وَسُنَّةِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ زَالَتِ الْجِبَالُ قَبْلَ أَنْ يَزُولَ وَمَنْ أَخَذَ دِينَهُ مِنْ أَفْوَاهِ الرِّجَالِ، رَدَّتْهُ الرِّجَالُ.

ترجمہ: امام علیہ السلام نے فرمایا: جس نے اپنا دین اللہ کی کتاب اور اُس کی نبی کی سُنت سے اخذ کیا تو پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ سکتے ہیں لیکن وہ نہیں اور جس نے اپنا دین لوگوں کی افواہوں سے سُنا تو وہ لوگ اُسے واپس (وہیں جہالت پر) پلٹا دیں گے۔ ②

تحقیق اسناد:

ایضاً

6/177 الکافی،۱/۷/۰/۰ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ لَمْ يَعْرِفْ أَمْرَنَا مِنَ الْقُرْآنِ لَمْ يَتَنَكَّبِ الْفِتَنَ.

ترجمہ: امام علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص ہمارے امر کی معرفت قرآن سے نہیں کرتا تو وہ فتنوں سے نہیں بچ سکتا۔ ③

تحقیق اسناد:

ایضاً البتہ اس کی ایک اور سند المحاسن میں ذکر کی گئی ہے (واللہ اعلم)

---

① الفصول المہمہ: ۱/ ۱۲۴

② الفصول المہمہ: ۱/ ۱۲۴؛ روضۃ الواعظین: ۱/ ۲۲؛ مستدرک الوسائل: ۱۷/ ۳۰۷؛ غیبت نعمانی (مترجم): ۲۷؛ بحار الانوار: ۲/ ۱۰۵؛ وسائل الشیعہ: ۲۷/ ۱۳۲؛ تصحیح اعتقادات الامامیہ: ۷۲؛ المحتضر: ۲۱؛ اثبات الہداۃ: ۱/ ۹۵؛ متشابہ القرآن ومختلفہ: ۱/ ۳۶؛ عوالم العلوم: ۳/ ۳۰۰

③ الفصول المہمہ: ۱/ ۱۲۴؛ بحار الانوار: ۲/ ۲۴۲ و ۸۹/ ۱۱۵؛ تفسیر العیاشی: ۱/ ۱۳؛ تفسیر البرہان: ۱/ ۵۱؛ مجمع البحرین: ۲/ ۱۷۶؛ المحاسن: ۱/ ۲۱۶

۲۲۔ باب البدع والرای والمقاییس

بدعت اور رائے اور قیاس

1/178 الکافی،۱/۱/۵۴/۱ الاثنان عن الوشاء و العدة عن أحمد عن ابن فضال جمیعا عن عاصم بن حمید عن محمد عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: خَطَبَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ النَّاسَ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا بَدْءُ وُقُوعِ الْفِتَنِ أَهْوَاءٌ تُتَّبَعُ وَ أَحْكَامٌ تُبْتَدَعُ يُخَالَفُ فِيهَا كِتَابُ اللَّهِ يَتَوَلَّى فِيهَا رِجَالٌ رِجَالاً فَلَوْ أَنَّ الْبَاطِلَ خَلَصَ لَمْ يَخْفَ عَلَى ذِي حِجًى وَ لَوْ أَنَّ الْحَقَّ خَلَصَ لَمْ يَكُنِ اخْتِلاَفٌ وَ لَكِنْ يُؤْخَذُ مِنْ هَذَا ضِغْثٌ وَ مِنْ هَذَا ضِغْثٌ فَيُمْزَجَانِ فَيَجِيئَانِ مَعاً فَهُنَالِكَ اسْتَحْوَذَ الشَّيْطَانُ عَلَى أَوْلِيَائِهِ وَ نَجَا الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَ اللَّهِ الْحُسْنَى.

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے ایک خطبہ ارشاد میں فرمایا: اے لوگو! فتنوں کی ابتداء خواہشات نفسانی کی پیروی اور اپنی طرف سے ان احکام کی ایجادات سے ہوئی ہے جو کتاب اللہ کے سراسر خلاف ہوتے ہیں اور لوگوں کو اس میں صاحب تصرف بنا لیتے ہیں پس اگر باطل کی صورت سے سامنے آتا ہے تو صاحبان عقل سے پوشیدہ نہ رہتا اور حق خالص صورت میں ہوتا تو اختلاف پیدا ہی نہ ہوتا لیکن ہوتا یہ ہے کہ کچھ باطل سے لیا جاتا ہے اور کچھ حق سے اور یہ دونوں خلط ملط ہو کر لوگوں کے سامنے آتے ہیں اس صورت میں شیطان اپنے اولیاء پر غالب آجاتا ہے باطل سے وہ لوگ نجات پاتے ہیں جن کے لیے مشیت ایزدی میں بہتری منزلت ہے یعنی جنّت۔ [1]

بیان:

''التولی'' یعنی پیروی اور اتباع۔
و''الحجی'' ''حاء'' کے کسرے اور ''جیم'' مفتوحہ کے ساتھ یعنی العقل۔
و''الضغث'' گھاس اور جڑی بوٹیوں کا دستہ جس میں خشک وتر ملے ہوئے ہوں۔
یعنی ایسی بات جس میں سچ اور جھوٹ مخلوط ہو۔
او''الحزمة'' اور وہ چیز جس کے ساتھ اس کی شباہت ہو اور یہ یہاں پر استعارہ ہے۔

[1] الفصول المہمہ:۱/۵۲۹؛ تفسیر نور الثقلین:۵/۲۶۷؛ تفسیر کنز الدقائق:۱۳/۷۴؛ بحار الانوار:۲/۳۱۵و۳۴۴/۷۲؛ المحاسن:۱/۲۰۸و۲۱۸؛ الاصول الستۃ عشر:۱۵۴

و"الاستحوا"۔یعنی غلبہ غالب آنا۔

تحقیق اسناد:

حدیث موثق کالصحیح ہے[1] لیکن میرے نزدیک حدیث صحیح ہے اور اس کا مضمون مشہور ہے (واللہ اعلم)

2/179 الکافی،۱/۵۴/۲/۱ الاثنان عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُمْهُورٍ اَلْعَمِّيِّ يَرْفَعُهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ: إِذَا ظَهَرَتِ اَلْبِدَعُ فِي أُمَّتِي فَلْيُظْهِرِ اَلْعَالِمُ عِلْمَهُ فَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اَللَّهِ.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب بدعت میری امت میں ظاہر ہو تو عالم کو چاہیے کہ وہ اپنے علم کو ظاہر کرے اور جو ایسا نہیں کرے گا اس پر اللہ کی لعنت ہے۔[2]

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے[3] لیکن آقائے صدرالدین شیرازی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث متفق علیہ ہے اور اس کے معنی واضح ہیں۔[4]

3/180 الکافی،۱/۵۴/۳/۱ الاثنان عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُمْهُورٍ رَفَعَهُ قَالَ: مَنْ أَتَى ذَا بِدْعَةٍ فَعَظَّمَهُ فَإِنَّمَا يَسْعَى فِي هَدْمِ اَلْإِسْلاَمِ.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی بدعتی کے پاس آئے اور اس کی بزرگی کا اقرار کرے تو وہ اسلام کو تباہ کرنے کرتا کوشش کی ہے۔[5]

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے لیکن میرے نزدیک حدیث مرفوع ہے کیونکہ محمد بن جمہور تفسیر قمی اور کامل الزیارات کا راوی ہے[6] (واللہ اعلم)

4/181 الفقیہ،۳/۵۷۳/۴۹۵۷، ۱/۴۹۵۷ قَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ: مَنْ مَشَى إِلَى صَاحِبِ بِدْعَةٍ فَوَقَّرَهُ فَقَدْ سَعَى فِي هَدْمِ اَلْإِسْلاَمِ.

حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی صاحب بدعت کے پاس جائے اور اس کی توقیر کرے تو اس نے

---

[1] مرآۃ العقول: ۱/۱۸۶

[2] عوالی اللئالی: ۴/۷۰؛ ھدایۃ الامۃ: ۵/۵۹۴؛ دلائل الصدق: ۲/۸؛ قاموس قرآن: ۲/۹۰؛ نہج الحق: ۳۷؛ وسائل الشیعہ: ۱۶/۲۶۹؛ بحار الانوار: ۲/۷۲و۱۰۵/۱۵؛ الفصول المھمہ: ۱/۵۲۱؛ منیۃ المرید: ۱۸۶؛ دعائم الاسلام: ۱/۲؛ سفینۃ البحار: ۱/۲۴۳؛ المحاسن: ۱/۲۳۱؛ تفسیر الصافی: ۱/۲۰۷

[3] مرآۃ العقول: ۱/۱۸۶

[4] شرح اصول الکافی: ۲/۲۸۸

[5] المحاسن: ۱/۲۰۸؛ الفصول المھمہ: ۱/۵۲۸؛ بحار الانوار: ۲/۳۰۴و۲۹۷/۲۶۷؛ اعتقادات الامامیہ: ۱۱۰

[6] مرآۃ العقول: ۱/۱۸۶

اسلام کی عمارت کو ڈھانے کی کوشش کی۔ [۱]

تحقیق اسناد:

شیخ صدوق نے الفقیہ کی سند ذکر نہیں کی ہے لیکن ثواب الاعمال میں سند ذکر کی ہے نیز اس حدیث کی دوسری بھی اسناد ہیں جو الکافی اور المحاسن وغیرہ میں درج ہیں نیز اس کا مضمون مشہور ہے۔ (واللہ اعلم)

5/182 الکافی، ۱/۴/۳۷۵/۲ محمد عن محمد بن الحسین عن البزنطی عَنْ دَاوُدَ بْنِ سِرْحَانَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: إِذَا رَأَيْتُمْ أَهْلَ اَلرَّيْبِ وَ اَلْبِدَعِ مِنْ بَعْدِي فَأَظْهِرُوا اَلْبَرَاءَةَ مِنْهُمْ وَ أَكْثِرُوا مِنْ سَبِّهِمْ وَ اَلْقَوْلَ فِيهِمْ وَ اَلْوَقِيعَةَ وَ بَاهِتُوهُمْ كَيْلاَ يَطْمَعُوا فِي اَلْفَسَادِ فِي اَلْإِسْلاَمِ وَ يَحْذَرَهُمُ اَلنَّاسُ وَ لاَ يَتَعَلَّمُوا مِنْ بِدَعِهِمْ يَكْتُبِ اَللَّهُ لَكُمْ بِذَلِكَ اَلْحَسَنَاتِ وَ يَرْفَعْ لَكُمْ بِهِ اَلدَّرَجَاتِ (فِي اَلْآخِرَةِ).

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب میرے بعد شک والوں اور بدعتی لوگوں کو دیکھو تو ان سے بیزاری کا اظہار کرو، اور ان کو بہت گالیاں دو اور ان کی غیبت کرو، اور ان پر بہتان لگا کر بدنام کرو تا کہ وہ اسلام میں فساد پھیلانے سے باز رہیں اور لوگ ان سے خبردار ہو سکیں اور ان سے ان کی بدعتیں نہ سیکھیں۔ ایسا کرنے سے خدا تمہارے نامہ اعمال میں نیکیاں لکھے گا اور اس کی وجہ سے آخرت میں تمہارے درجے بلند کرے گا۔ [۲]

بیان:

"والقول فیھم "یعنی ایسا قول جس سے اس کی برائی کی جائے اور اس کے عیب بیان ہوں۔

و"الوقیعة "یعنی: غیبت۔

"باھتوھم "یعنی: ان کے ساتھ جدل کرو اور ان کو چپ کروا دو اور ان کا کلام کاٹ دو۔

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔ [۳]

---

[۱] وسائل الشیعہ: ۱۲/ ۲۷۱ و ۲۶۷؛ ثواب الاعمال: ۲۵۸؛ بحار الانوار: ۲/ ۳۰۴ و ۲۹۹/ ۲۶۵؛ اعتقادات الامیہ: ۱۱۰؛ الکافی: ۱/ ۵۴؛ الفصول المہمہ: ۵۲۸/۱؛ المحاسن: ۱/ ۲۰۸؛ ھدایۃ الامہ: ۵/ ۵۹۵

[۲] مجموعہ ورام: ۲/ ۱۶۲؛ وسائل الشیعہ: ۱۶/ ۲۶۷؛ بحار الانوار: ۷۲/ ۱۶۱ و ۲۳۵ و ۷۷/ ۲۰۲؛ الفصول المہمہ: ۲/ ۲۳۲؛ ھدایۃ الامہ: ۵/ ۵۹۴؛ سفینۃ البحار: ۱/ ۲۴۲؛ مجمع البحرین: ۲/ ۱۳۶

[۳] مرآۃ العقول: ۱۱/ ۸۱

6/183 الکافی،۱/۴/۵۴/۱ الاثنان عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُمْهُورٍ رَفَعَهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: أَبَى اَللَّهُ لِصَاحِبِ اَلْبِدْعَةِ بِالتَّوْبَةِ قِيلَ يَا رَسُولَ اَللَّهِ وَ كَيْفَ ذَلِكَ قَالَ إِنَّهُ قَدْ أُشْرِبَ قَلْبُهُ حُبَّهَا.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خدا نے صاحب بدعت کی توبہ قبول کرنے سے انکار فرمایا ہے۔
کسی نے پوچھا: یا رسول اللہ! وہ کیوں؟
آپؐ نے فرمایا: اس لیے کہ اس کا دل بدعت کی محبت میں سرشار ہے (خدا جانتا ہے کہ وہ بدعت کو ترک نہیں کرے گا)۔[1]

بیان:

"اشرب قلبه" مجہول کے صیغے کے ساتھ یعنی: اپنے دل کو مخلوط کرتا ہے خداوند متعال نے فرمایا: "ان کے دلوں میں بچھڑا ہی بسا ہوا تھا۔" (البقرہ: ۹۳) یعنی ان کے دل میں اس کی محبت بھر چکی تھی ان کے دل میں جو عقیدہ پیدا ہوا تھا، شیطان کی زینت دینے کی وجہ سے وہ رسوخ کر گیا اور ان کو نفس امارہ کے دن بدن گمراہ کرنے کی خاطر بس جس چیز کے شرعی ہونے کا عقیدہ نہ ہو وہ بدعت نہیں ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔[2] لیکن میرے نزدیک حدیث مرفوع ہے اور اس کی وجہ حدیث ۱۸۰ کے تحت گزر چکی ہے (واللہ اعلم)

7/184 الکافی،۱/۵/۵۴/۱ محمد عن ابن عیسی عن السراد عن ابن وهب قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: إِنَّ عِنْدَ كُلِّ بِدْعَةٍ تَكُونُ مِنْ بَعْدِي يُكَادُ بِهَا اَلْإِيمَانُ وَلِيّاً مِنْ أَهْلِ بَيْتِي مُوَكَّلاً بِهِ يَذُبُّ عَنْهُ يَنْطِقُ بِإِلْهَامٍ مِنَ اَللَّهِ وَ يُعْلِنُ اَلْحَقَّ وَ يُنَوِّرُهُ وَ يَرُدُّ كَيْدَ اَلْكَائِدِينَ يُعَبِّرُ عَنِ اَلضُّعَفَاءِ (فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي اَلْأَبْصَارِ وَ تَوَكَّلُوا عَلَى اَللَّهِ).

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب بھی میرے بعد کوئی بدعت مومنین کو دھوکا دینے کے لیے ظاہر ہوگی تو ایمان والوں کی سرپرستی کے لیے میرے خاندان میں سے ایک ولی وسرپرست ہوگا جو ان کی رہنمائی کرے گا اور ان کے ایمان کا دفاع کرے گا اور بدعت کو رد کرے گا۔ وہ ولی الہام خدا کے مطابق کلام کرے گا اور حق کو واضح

[1] علل الشرائع: ۲/ ۴۹۲؛ بحار الانوار: ۲/ ۲۹۳ و ۲۹؛ / ۲۱۶؛ ثواب الاعمال: ۲۵۸؛ النوادر راوندی: ۱۸؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۵۲۸؛ المحاسن: ۱/ ۲۰۷؛ مستدرک الوسائل: ۱۲/ ۳۱۷؛ سفینۃ البحار: ۱/ ۲۴۱

[2] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۸۶

وروشن کرے گا اور تمام دھوکا بازوں کے دھوکے کو رد کرے گا اور کمزوروں کی زبان بن جائے گا پس اے صاحبانِ عقل وبصیرت تم عبرت حاصل کرو اور خدا پر توکل رکھو۔ ①

بیان:

''الذب'' دفع کرنا اور دور کرنا

''یعبر عن الضعفاء'' یعنی ان کی وہ زبان جو ان کی نیابت میں بدعت کو دفع کرے۔

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔ ②

8/185 الکافی،۱/۵۴/۶/۱ محمد عن بعض أصحابه و علی عن الاثنین عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ وَ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِ عَنِ السراد رَفَعَهُ عَنْ أَمِيرِ اَلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ مِنْ أَبْغَضِ اَلْخَلْقِ إِلَى اَللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ لَرَجُلَيْنِ رَجُلٌ وَكَلَهُ اَللَّهُ إِلَى نَفْسِهِ فَهُوَ جَائِرٌ عَنْ قَصْدِ اَلسَّبِيلِ مَشْعُوفٌ بِكَلاَمِ بِدْعَةٍ قَدْ لَهِجَ بِالصَّوْمِ وَ اَلصَّلاَةِ فَهُوَ فِتْنَةٌ لِمَنِ اِفْتَتَنَ بِهِ ضَالٌّ عَنْ هَدْيِ مَنْ كَانَ قَبْلَهُ مُضِلٌّ لِمَنِ اِقْتَدَى بِهِ فِي حَيَاتِهِ وَ بَعْدَ مَوْتِهِ حَمَّالٌ خَطَايَا غَيْرِهِ رَهْنٌ بِخَطِيئَتِهِ وَ رَجُلٌ قَمَشَ جَهْلاً فِي جُهَّالِ اَلنَّاسِ عَانٍ بِأَغْبَاشِ اَلْفِتْنَةِ قَدْ سَمَّاهُ أَشْبَاهُ اَلنَّاسِ عَالِماً وَ لَمْ يَغْنَ فِيهِ يَوْماً سَالِماً بَكَّرَ فَاسْتَكْثَرَ مَا قَلَّ مِنْهُ خَيْرٌ مِمَّا كَثُرَ حَتَّى إِذَا اِرْتَوَى مِنْ آجِنٍ وَ اِكْتَنَزَ مِنْ غَيْرِ طَائِلٍ جَلَسَ بَيْنَ اَلنَّاسِ قَاضِياً ضَامِناً لِتَخْلِيصِ مَا اِلْتَبَسَ عَلَى غَيْرِهِ وَ إِنْ خَالَفَ قَاضِياً سَبَقَهُ لَمْ يَأْمَنْ أَنْ يَنْقُضَ حُكْمَهُ مَنْ يَأْتِي بَعْدَهُ كَفِعْلِهِ بِمَنْ كَانَ قَبْلَهُ وَ إِنْ نَزَلَتْ بِهِ إِحْدَى اَلْمُبْهَمَاتِ اَلْمُعْضِلاَتِ هَيَّأَ لَهَا حَشْواً مِنْ رَأْيِهِ ثُمَّ قَطَعَ بِهِ فَهُوَ مِنْ لَبْسِ اَلشُّبُهَاتِ فِي مِثْلِ غَزْلِ اَلْعَنْكَبُوتِ لاَ يَدْرِي أَصَابَ أَمْ أَخْطَأَ لاَ يَحْسَبُ اَلْعِلْمَ فِي شَيْءٍ مِمَّا أَنْكَرَ وَ لاَ يَرَى أَنَّ وَرَاءَ مَا بَلَغَ فِيهِ مَذْهَباً إِنْ قَاسَ شَيْئاً بِشَيْءٍ لَمْ يُكَذِّبْ نَظَرَهُ وَ إِنْ أَظْلَمَ عَلَيْهِ أَمْرٌ اِكْتَتَمَ بِهِ لِمَا يَعْلَمُ مِنْ جَهْلِ نَفْسِهِ لِكَيْلاَ يُقَالَ لَهُ لاَ يَعْلَمُ ثُمَّ جَسَرَ فَقَضَى فَهُوَ مِفْتَاحُ عَشَوَاتٍ رَكَّابُ شُبُهَاتٍ خَبَّاطُ جَهَالاَتٍ لاَ يَعْتَذِرُ مِمَّا لاَ يَعْلَمُ فَيَسْلَمَ وَ لاَ يَعَضُّ فِي

---

① المحاسن:۱/۲۰۸؛ بحارالانوار:۲/۳۱۵

② مرآۃ العقول:۱/۱۸۷

اَلْعِلْمِ بِضِرْسٍ قَاطِعٍ فَيَغْنَمَ يَذْرِى الرِّوَايَاتِ ذَرْوَ الرِّيحِ الْهَشِيمَ تَبْكِى مِنْهُ الْمَوَارِيثُ وَ تَصْرُخُ مِنْهُ الدِّمَاءُ يُسْتَحَلُّ بِقَضَائِهِ الْفَرْجُ الْحَرَامُ وَ يُحَرَّمُ بِقَضَائِهِ الْفَرْجُ الْحَلَالُ لَا مَلِيءٌ بِإِصْدَارِ مَا عَلَيْهِ وَرَدَ وَلَا هُوَ أَهْلٌ لِمَا مِنْهُ فَرَطَ مِنِ ادِّعَائِهِ عِلْمَ الْحَقِّ.

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: لوگوں میں سے خدا کے نزدیک مغضوب ترین دو افراد ہیں: وہ مرد ہے جن کو خدا نے اس کے نفس کے سپرد کر دیا ہے۔ یہ راہ خدا سے منحرف ہے بدعت و باطل باتوں کا عاشق ہوتا ہے اور نماز روزے کو بڑے شوق سے ادا کرتا ہے۔ لوگ اس کی وجہ سے فتنہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں خود راہ حق سے گمراہ ہو چکا ہوتا ہے اور اپنے مریدوں کو زندگی اور موت کے بعد ہی گمراہ کرتا ہے۔ یہ لوگوں کے گناہ اپنے سر لے لیتا ہے اور اپنے گناہوں اور خطاؤں کا گروی ہو چکا ہوتا ہے۔

دوسرا وہ مرد قاضی ہے جو جاہلوں میں اپنے جہل کا نافذ کرتا ہے فتنہ پروری میں لوگوں کی مدد کرتا ہے اس کو انسان نما لوگ عالم سمجھتے ہیں حالانکہ وہ عالم نہیں ہوتا اور اس کا ایک دن بھی گناہوں سے محفوظ نہیں گزرتا۔ صبح جلدی بیدار ہوتا ہے اور مال دنیا کو زیادہ چاہتا ہے جبکہ مال دنیا کا کم ہونا اس کے زیادہ ہونے سے بہتر ہے اور گندے پانی سے سیراب ہوتا ہے اور باطل و بے فائدہ مطالب کو اپنے لیے ذخیرہ کرتا ہے۔ وہ لوگوں کے درمیان کرسی قضاوت پر بیٹھتا ہے اور اس کا عہد و ضمانت لیتا ہے کہ جو لوگوں کی مشکلات ہے وہ ان کو حل کرے گا۔ حالانکہ وہ ایسا نہیں ہے اگر چہ خود اپنے سے سابقہ قاضی کے حکم کو توڑتا ہے اور اس سے خائف نہیں ہوتا کہ بعد میں آنے والا میرے حکم کو توڑ دے گا۔ جیسا کہ اس نے اپنے سے پہلے والے قاضی کے ساتھ کیا ہے۔ اگر یہ کسی مشکل و پیچیدہ مسئلہ سے دو چار ہو تو اور رسول کے حکم کی طرف توجہ کرنے کے بجائے اپنی رائے باطل سے کوئی حل تلاش کرتا اور اس کے تحت قطعی حکم صادر کر دیتا ہے جب کہ اس کی وہ رائے مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور ہوتی ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ اس نے درست راستہ کو اپنایا ہے یا غلط راستے پر چل رہا ہے اور یہ بھی وہ گمان نہیں کرتا کہ جس راستے کو اس نے چھوڑا ہے شاید اس میں علم و دانش ہو اور وہ اپنے اعتقادات کے علاوہ کسی دوسری روش کو درست نہیں جانتا۔ اگر وہ ایک چیز کو دوسری چیز پر قیاس کرتا ہے تو اپنی اس روش قیاس کو غلط شمار نہیں کرتا اور اگر کوئی مطلب اس پر تاریک وا و جھل ہو جائے تو اپنے جہل کے لیے کوئی راہ مل جائے تو اس کو چھپا لیتا ہے تا کہ کسی کو پتہ نہ چل جائے کہ میں جاہل ہوں۔ یہ نہیں کہتا کہ میں نہیں جانتا بلکہ اس میں گستاخی کرتا ہے اور خدا اور رسول کے حکم کے خلاف حکم و فتویٰ صادر کر دیتا ہے۔ وہ جہالت و تاریکی کی چابی ہے جس سے لوگوں کے لیے جہالت کو کھولتا ہے۔ شبہات کا ارتکاب کرتا ہے اور جہالت کے اندھوں کی لگام اپنے ہاتھ میں تھام لیتا ہے اور جو کچھ نہیں جانتا اس پر معذرت نہیں کرتا تا کہ سالم رہ سکے اور عذاب سے بچ سکے اور علم میں مضبوط نہیں ہوتا تا کہ اس سے فائدہ

حاصل کرے اور وہ روایات اس طرح توڑ موڑ کر بیان کرتا ہے جیسے خشک گھاس کو توڑا موڑا جاتا ہے جو ناحق میراث اس کے حکم سے چلی گئی ہے اس کے وارث اس کے لیے روتے ہیں۔ ناحق خون جو اس کے حکم پر بہہ گئے ہیں وہ اس سے نالاں و ناراض ہیں اس کے حکم سے حلال عورتیں حرام اور حرام عورتیں حلال ہوئی ہیں اور جو اپنے مسائل لے کر اس کے پاس آتے ہیں وہ اس سے راضی نہیں ہیں اور جس کرسی پر موجود ہے وہ اس کا اہل نہیں کیونکہ اس کے لیے علم ضروری ہے وہ اس کے پاس نہیں ہے۔ [1]

بیان:

گویا کہ پہلا شخص وہ ہے جو اصول میں بدعت لاتا ہے اور دوسرا شخص وہ ہے جو فروع میں بدعت لاتا ہے جیسا کہ ابن ابی الحدید نے کہا: کیونکہ وہ دونوں مبغوض ترین ہیں مخلوق میں کیونکہ ان کا شر دوسروں تک پہنچتا ہے کیونکہ یہ دین میں شر ہے۔

''المشعوف'' جیسے خداوند کا قول ہے کہ: ''قد شغفها حبا'' اس کو محبت نے فریفتہ کر دیا۔ (یوسف: ۳۰)

پہلے کی بنا پر معنی یہ ہے کہ: بدعت والے کلام کی محبت داخل ہوتی ہے اس کے قلب کی انتہا تک یہاں تک کہ اس کے دل تک جا پہنچتی ہے

اور دوسرے کی بنا پر معنی یہ ہے کہ اس کی محبت غالب آتی ہے اور اس کو جلا دیتی ہے محبت کی شدت

''لھج'' فریفتہ اور شیفتہ ہونا اور اس حرص ہو۔

''ھدی'' ھا کے فتح اور کسرہ کے ساتھ یعنی سیرت اور طریقت اور ہدایت۔

کہا جاتا ہے کہ: ھدی فلان یعنی: اس کی سیرت پر چلا اور اس کے طریقے سے عمل کیا

اور ھاء کے ضمہ اور دال کے فتح کے ساتھ ''الضلال'' کے معنی کے مقابلے میں ہونے کا احتمال ہے۔

''القمش'' جمع ہے اس سے قماش ہے یعنی مجموع۔

''غان باغباش الفتنة'' غان، غنی سے یعنی: قائم رہا اور مقیم رہنا تاریکیوں میں ان کا اسیر ہو کر۔

''اشباہ الناس'' یہ کنایہ ہے ایسے عام عوام اور جاہل لوگوں سے جو خالی ہیں انسانیت کی معنی اور حقیقت سے

''ولم یغن فیه یوما سالما'' یعنی ایک پورا دن بھی علم میں نہیں رہے اور ایک صبح بھی علم میں نہیں رہے۔

''البکر'' یعنی: یعنی پہلا پھر اور اس کا درک کرنا۔

---

[1] وسائل الشیعہ: ۲۷/ ۳۹؛ الاحتجاج: ۱/ ۲۶۲؛ کشف الیقین: ۸۶؛ منیۃ المرید: ۲۸۱؛ بحار الانوار: ۲/ ۲۸۴ و ۱۰۱/ ۲۶۶؛ دعائم الاسلام: ۱/ ۹۷؛ مستدرک الوسائل: ۱۷/ ۲۵۵؛ الارشاد: ۱/ ۲۳۱؛ جامع احادیث الشیعہ: ۳۰/ ۹۸

یعنی: وہ ایک پہر بھی علم کی طلب میں نہیں رہے۔
لیکن صبح کے شروع ہوتے ہی دنیا کی طلب میں نکلے اور اس کی متاع اور شہوات کے حاصل کرنے میں لگے رہے
یا ان جہالتوں کو کسب کرتے رہے جن کے بارے میں جاہل نے گمان کیا کہ یہ علم ہے،
اور ان کی ایک معنی یہی ہے کہ: "ما قل منه خیر مما کثر"
اس میں سے جو تھوڑا ہے وہ بہتر ہے اس سے جو زیادہ ہے۔
اور نہج البلاغہ میں ہے کہ: زیادہ جمع کرتا ہے ان چیزوں کو جن سے بہتر ہے تھوڑا ہونا اور یہ واضح ہے۔
"الارتواء" شراب سے بھرا ہوا جیسے طعام سے بھرا ہوا
و "الآجن" وہ پانی جس کا ذائقہ اور رنگ اور بو متغیر ہوا اور اس کے علم کو تشبیہ دی ہے خراب و بدبودار پانی کے ساتھ
و "اکثر" بعض نسخوں میں "اکثر" اور بعض میں "اکتنز" کنز سے جمع کرنے کی معنی میں
اور کہا جاتا ہے کہ: یہ کام بغیر فائدے کے ہے جب اس میں کوئی فائدہ اور قوام نہ ہو تو
اور کلام میں جمع کرنا اور نشر کرنا ہے اگرچہ اس کے باکرہ ہونے کو دنیا میں قرار دیا گیا ہے
"قمش" سے "سالما" تک "والاقول" اشارہ ہے اس کے علم کی طرف
اور "بکر" سے "کثر الی دنیاہ" تک، والاقول اور "حتی اذا ارتوی" والاقول پہلے کا ناظر ہے اور "اکثر" دوسرے کا ناظر ہے۔
"ثم قطع" یعنی یقین پیدا کرنا
"لبس الشبہات" لبس یا "لام" کے فتح کے ساتھ اختلاط اور مخلوط کی معنی میں ہے اور اس کا اصل تاریکیوں کا مخلوط ہونا ہے اور یا لام کے ضمہ کے ساتھ ہے جو الباس کی معنی میں ہے۔
اور بعض نسخوں میں المتشابھات ہے۔
"فی مثل غزل العنکبوت" یعنی عنکبوت کی جال سے چھڑانے سے عاجز ہونے میں جیسے مکھی جو اس میں پھنس جائے اور اس کے سست ہونے میں اور اس کے ایک ثابت اصل پر کھڑے نہ ہونے میں۔
"ثم جسر" یعنی جرات کرنا۔
و "العشوہ" یعنی تاریکی اور اشتباہ ہونا۔
و "الخبط" یعنی کسی کو اس طرح مارنا یا اذیت کرنے کہ اس کو کوئی چیز بچا نہ سکے۔

"ولا یعض فی العلم بضرس قاطع"

یہ کنایہ ہے اس سے کہ علم کے باب میں فائدے کا کم ہونا، علم کی طعام سے تشبیہ دی ہے کیونکہ روح کی غذاء ہے غیر یقینی غذا کے ساتھ اس کی نظری طاقت کو کم کرنے کے لیے

و"ذرته الریح" یعنی اس کو ضعیف کرنا اور باریک کرنا

اس کی قرائت کرے اور اس کو پڑھے اور اس کا درس دے اور لے اس کے سمجھنے کے بغیر

و"الملیء" یعنی ثقہ

"الغنی" یعنی: اس کے پاس اتنا علم نہ ہو جو وہ اس کے ذریعے سے جو اس کے سینے میں اشکال اور شبہات ہوتے ہیں ان سے بے پرواہ ہو

"فرط" اور نہج البلاغہ میں اس سے زیادہ بڑھاتے ہوئے فرمایا:

خدا سے شکوہ و شکایت کرتا ہوں ان لوگوں کی جو جہل میں رہتے ہیں اور گمراہی میں مرتے ہیں ان کی نگاہ میں کوئی بھی متاع کم تر خدا کی کتاب سے نہیں ہے اگر وہ جیسے ہے اس طرح تلاوت کیا جائے اور کوئی متاع قیمتی تر نہیں ہے اس سے اگر تحریف شدہ ہو اور اپنی واقعی معنی سے پھرایا ہوا ہو اور کسی بھی کام کو برا نہیں جانتے نیک کام سے اور کسی چیز کو بہتر نہیں جانتے برائی سے۔

تحقیق اسناد:

اس کی پہلی سند ضعیف اور دوسری مرفوع ہے۔[1]

9/186 الکافی،۱/۸/۵۶/۱ علی عن أبیه و النیسابوریان رَفَعَهُ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ وَ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِمَا اَلسَّلاَمُ قَالاَ: كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلاَلَةٌ وَ كُلُّ ضَلاَلَةٍ سَبِيلُهَا إِلَى اَلنَّارِ.

امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام نے فرمایا: ہر بدعت ضلالت و گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا راستہ جہنم کی طرف ہے۔[2]

---

[1] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۹۱

[2] العدد القویہ: ۸۹؛ وسائل الشیعہ: ۱۶/ ۲۷۱؛ بحار الانوار: ۹۳/ ۸۱ و ۸۵ ۳/ ۲ ۲۷؛ المحاسن: ۱/ ۲۰۷؛ دعائم الاسلام: ۱/ ۲۱۳؛ نہج الحق: ۲۸۹؛ مستدرک الوسائل: ۳/ ۷۰؛ من لا یحضرہ الفقیہ: ۲/ ۱۳۷؛ تہذیب الاحکام: ۳/ ۶۹ ح ۲۲۶؛ ھدایۃ الامہ: ۵/ ۵۹۵؛ کمال الدین: ۱/ ۲۵۶؛ الانصاف: ۳۱۳؛ ثواب الاعمال: ۲۵۸؛ فقہ الرضا: ۳۸۳

تحقیق اسناد:

حدیث مرفوع ہے۔[1] یا پھر قوی کالصحیح ہے[2] اور یہ مضمون مشہور ہے جو کئی دیگر حدیثوں میں ذکر ہوا ہے نیز اس کی ایک سند جو الفقیہ اور تہذیب میں ہے وہ صحیح ہے۔[3]

10/187 الکافی،۱/۵۶/۱۲/۱ العدۃ عن ابن عیسی عن علی بن الحکم عن عمر بن أبان الکلبی عَنْ عَبْدِ اَلرَّحِيمِ اَلْقَصِيرِ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلاَلَةٌ وَ كُلُّ ضَلاَلَةٍ فِي اَلنَّارِ.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر بدعت ضلالت ہے اور ہر ضلالت جہنم میں ہے۔[4]

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے۔[5] لیکن میرے نزدیک حدیث حسن ہے کیونکہ عبدالرحیم تفسیر قمی کا راوی ہے اور ثقہ ہے۔[6]

11/188 الکافی،۱/۵۶/۱۰/۱ محمد بن أبی عبد اللہ رَفَعَهُ عَنْ يُونُسَ بْنِ عَبْدِ اَلرَّحْمَنِ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي اَلْحَسَنِ اَلْأَوَّلِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ بِمَا أُوَحِّدُ اَللَّهَ فَقَالَ يَا يُونُسُ لاَ تَكُونَنَّ مُبْتَدِعاً مَنْ نَظَرَ بِرَأْيِهِ هَلَكَ وَ مَنْ تَرَكَ أَهْلَ بَيْتِ نَبِيِّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ ضَلَّ وَ مَنْ تَرَكَ كِتَابَ اَللَّهِ وَ قَوْلَ نَبِيِّهِ كَفَرَ.

یونس بن عبدالرحمن نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: کس چیز سے خدا کی واحدنیت کا اقرار اور اس کی پرستش کروں؟

آپؑ نے فرمایا: بدعت گزار نہ بنو، جس نے دین خدا میں اپنی رائے پر عمل کیا وہ ہلاک ہو گیا اور جس نے اپنے نبی کی اہل بیتؑ کو چھوڑ دیا وہ گمراہ ہو گیا اور جس نے خدا کی کتاب اور رسول خداؐ کے فرمان کو چھوڑ دیا اس نے کفر کیا۔[7]

---

[1] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۹۳

[2] روضۃ المتقین: ۹/ ۳۲۱

[3] روضۃ المتقین: ۳/ ۸۲ ۳؛ لوامع صاحبقرانی: ۲/ ۳۹۱؛ مناہج الاحکام (کتاب الصلاۃ): ۴۲۱؛ ملاذ الاخیار: ۵/ ۲۹؛ جامع المدارک: ۱/ ۵۳۵

[4] بحار الانوار: ۱۰/ ۵۲ ۳ و ۳۰۳/ ۵۸ ۳؛ عیون اخبار الرضاؑ: ۲/ ۱۲؛ الخصال: ۲/ ۶۰۳؛ وسائل الشیعہ: ۱۶/ ۲۷۲؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۵۲۷

[5] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۹۴

[6] المفید من معجم رجال الحدیث: ۳۱۵

[7] وسائل الشیعہ: ۲۷/ ۴۰؛ اثبات الہداۃ: ۱/ ۷۹؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۵۳۰ و ۱۲۶؛ ہدایۃ الامہ: ۱/ ۶ و ۸/ ۳۶۴

بیان:

''بما اوحد اللہ'' یعنی: کس چیز کے ساتھ توحید پر استدلال کروں گویا وہ کلامی دلائل کا ارادہ رکھتا تھا اور اس کو منع کیا ان کے سننے سے اور یہ صراحت ہے اس بات کی کہ کوئی بھی چیز علم نہیں ہو سکتی سواء اس کے جو علم کے اہل سے لی جائے۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرفوع ہے۔[1]

12/189 الکافی ۱/۷/۵۶/۱ الاثنان عن الوشاء عن أبان عن أبي شيبة الخراساني قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ: إِنَّ أَصْحَابَ اَلْمَقَايِيسِ طَلَبُوا اَلْعِلْمَ بِالْمَقَايِيسِ فَلَمْ تَزِدْهُمُ اَلْمَقَايِيسُ مِنَ اَلْحَقِّ إِلاَّ بُعْداً وَإِنَّ دِينَ اَللَّهِ لاَ يُصَابُ بِالْمَقَايِيسِ.

ابو شیبہ خراسانی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: قیاس کرنے والے لوگ علم کو قیاس میں تلاش کرتے ہیں لیکن یہ قیاسات انھیں حق سے دور ہی ہٹاتے جاتے ہیں اور دین قیاسات سے حاصل نہیں ہوتا۔[2]

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف علی المشہور ہے۔[3] لیکن میرے نزدیک حدیث مجہول ہے (واللہ اعلم)۔

13/190 الکافی ۱/۹/۵۶/۱ الثلاثة عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَكِيمٍ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي اَلْحَسَنِ مُوسَى عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ جُعِلْتُ فِدَاكَ فُقِّهْنَا فِي اَلدِّينِ وَ أَغْنَانَا اَللَّهُ بِكُمْ عَنِ اَلنَّاسِ حَتَّى إِنَّ اَلْجَمَاعَةَ مِنَّا لَتَكُونُ فِي اَلْمَجْلِسِ مَا يَسْأَلُ رَجُلٌ صَاحِبَهُ تَحْضُرُهُ اَلْمَسْأَلَةُ وَ يَحْضُرُهُ جَوَابُهَا فِيمَا مَنَّ اَللَّهُ عَلَيْنَا بِكُمْ فَرُبَّمَا وَرَدَ عَلَيْنَا اَلشَّيْءُ لَمْ يَأْتِنَا فِيهِ عَنْكَ وَ لاَ عَنْ آبَائِكَ شَيْءٌ فَنَظَرْنَا إِلَى أَحْسَنِ مَا يَحْضُرُنَا وَ أَوْفَقِ اَلْأَشْيَاءِ لِمَا جَاءَنَا عَنْكُمْ فَنَأْخُذُ بِهِ فَقَالَ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ فِي ذَلِكَ وَ اَللَّهِ هَلَكَ مَنْ هَلَكَ يَا اِبْنَ حَكِيمٍ قَالَ ثُمَّ قَالَ لَعَنَ اَللَّهُ أَبَا حَنِيفَةَ كَانَ يَقُولُ قَالَ عَلِيٌّ وَ قُلْتُ: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ حَكِيمٍ لِهِشَامِ بْنِ اَلْحَكَمِ وَ اَللَّهِ مَا أَرَدْتُ إِلاَّ أَنْ يُرَخِّصَ لِي فِي اَلْقِيَاسِ.

---

[1] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۹۵

[2] المحاسن: ۱/ ۲۱۱؛ بصائر الدرجات: ۱/ ۱۶۹؛ بحار الانوار: ۲/ ۳۱۵ و ۲۶۳/ ۳۳؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۵۳۱؛ وسائل الشیعہ: ۲۷/ ۴۳

[3] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۹۲

محمد بن حکیم سے روایت ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: میں آپ پر فدا ہوں! ہم نے علم دین حاصل کیا اور آپؑ کی وجہ سے ہم دوسروں سے علم حاصل کرنے سے بے پرواہو گئے یہاں تک کہ ہم میں سے کچھ لوگ جب جلسوں میں جاتے ہیں اور لوگ ہم سے سوال کرتے ہیں تو ہم ان کے جواب دے دیتے ہیں اس لیے کہ خدا نے آپؑ کی وجہ سے ہم پر احسان کیا ہے لیکن بعض اوقات ایسے سوالات بھی سامنے آجاتے ہیں کہ ہم نے ان کا جواب نہ آپؑ سے حاصل کیا نہ آپؑ کے آبائے طاہرین علیہم السلام سے پس ایسے موقع پر جو ہمیں آتا ہے اس کے ہر پہلو پر غور کر کے جواب دے دیتے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: اے ابن حکم! افسوس، اس میں افسوس ہے۔ خدا کی قسم! وہی ہلاک ہوا جو ہلاک ہوا۔ پھر ارشاد فرمایا: خدا لعنت کرے ابوحنیفہ پر کہ وہ کہتا ہے اس مسئلہ میں علی علیہ السلام یہ کہتے ہیں اور میں یہ کہتا ہوں۔ محمد بن حکیم کہتے ہیں کہ میں نے ہشام بن عبدالحکیم سے کہا: واللہ! میں چاہتا تھا کہ مجھے مسائل دین میں قیاس کرنے کی اجازت مل جاتی۔ [1]

بیان:

''ما'' ''مایسال'' میں نافیہ ہے یعنی سوال کا محتاج نہیں ہے کیونکہ وہ حاضر ہوتا ہے جواب کے ساتھ

اور احتمال ہے کہ: ما زائدہ یا موصولہ ہو عائد کی تقدیر کے ساتھ

اور کبھی کبھار بعض نسخوں میں پایا جاتا ہے ''الاو یحضرہ''

تو اسی بنا پر اشکال نہیں رہتا

''قال علی و قلت'' یعنی: ''و قلت خلاف قولہ'' ارادہ کیا ہے اس سے کہ وہ دیکھتا ہے ایک مسئلے میں ایک رائے سے اور میں اسی مسئلے میں دیکھتا ہوں ایک اور رائے کو جو اس کے خلاف ہے اور وہ بتحقیق مجتہد ہے اور میں بھی مجتہد ہوں اس کی طرح

اور زمخشری نے کہا کتاب ربیع الابرار میں، یوسف ابن اسباط نے کہا کہ ابوحنیفہ نے رسول اللہ کی چار سو حدیث اور زیادہ کو رد کیا

تو کہا گیا وہ کیسے؟

اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گھوڑے کے دو حصے ہیں اور ایک مرد کا ایک حصہ ہے۔

تو یہاں ابوحنیفہ نے کہا کہ میں جانور کے لیے مومن کے حصے سے زیادہ حصہ اور حصہ قرار نہیں دوں گا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب سے بدن کو اشعار کروایا اور ابوحنیفہ نے کہا کہ اشعار کرنا آزار دینا ہے۔

[1] المحاسن: ۱/ ۲۱۲؛ مستدرک الوسائل: ۱۷/ ۲۴۳؛ بحار الانوار: ۲/ ۳۰۵؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۵۳۲؛ وسائل الشیعہ: ۲۷/ ۸۶

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: بیع کرنے والے اختیار رکھتے ہیں جب ان میں تفرق نہ ہو،
اور ابوحنیفہ نے کہا: جب بیع واجب ہو تو اختیار نہیں ہے
اور انہوں نے سفر کرتے وقت عورتوں کے درمیان قرعہ کیا اور ان کے اصحاب نے بھی قرعہ کیا ابوحنیفہ نے کہا:
قرعہ نکالنا قمار ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث حسن ہے۔[1]

14/191 الکافی ۱/۵۷/۱۳/۱ علی عن العبیدی عن یونس عن سماعة عَنْ أَبِي اَلْحَسَنِ مُوسَى عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: قُلْتُ أَصْلَحَكَ اَللَّهُ إِنَّا نَجْتَمِعُ فَنَتَذَاكَرُ مَا عِنْدَنَا فَلاَ يَرِدُ عَلَيْنَا شَيْءٌ إِلاَّ وَ عِنْدَنَا فِيهِ شَيْءٌ مُسَطَّرٌ وَ ذَلِكَ مِمَّا أَنْعَمَ اَللَّهُ بِهِ عَلَيْنَا بِكُمْ ثُمَّ يَرِدُ عَلَيْنَا اَلشَّيْءُ اَلصَّغِيرُ لَيْسَ عِنْدَنَا فِيهِ شَيْءٌ فَيَنْظُرُ بَعْضُنَا إِلَى بَعْضٍ وَ عِنْدَنَا مَا يُشْبِهُهُ فَنَقِيسُ عَلَى أَحْسَنِهِ فَقَالَ وَ مَا لَكُمْ وَ لِلْقِيَاسِ إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ هَلَكَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِالْقِيَاسِ ثُمَّ قَالَ إِذَا جَاءَكُمْ مَا تَعْلَمُونَ فَقُولُوا بِهِ وَ إِنْ جَاءَكُمْ مَا لاَ تَعْلَمُونَ فَهَا وَ أَهْوَى بِيَدِهِ إِلَى فِيهِ ثُمَّ قَالَ لَعَنَ اَللَّهُ أَبَا حَنِيفَةَ كَانَ يَقُولُ قَالَ عَلِيٌّ وَ قُلْتُ أَنَا وَ قَالَتِ اَلصَّحَابَةُ وَ قُلْتُ ثُمَّ قَالَ أَ كُنْتَ تَجْلِسُ إِلَيْهِ فَقُلْتُ لاَ وَ لَكِنْ هَذَا كَلاَمُهُ فَقُلْتُ أَصْلَحَكَ اَللَّهُ أَتَى رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ اَلنَّاسَ بِمَا يَكْتَفُونَ بِهِ فِي عَهْدِهِ قَالَ نَعَمْ وَ مَا يَحْتَاجُونَ إِلَيْهِ إِلَى يَوْمِ اَلْقِيَامَةِ فَقُلْتُ فَضَاعَ مِنْ ذَلِكَ شَيْءٌ فَقَالَ لاَ هُوَ عِنْدَ أَهْلِهِ.

سماعہ سے روایت ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے عرض کیا: اللہ آپ کی حفاظت کرے! ہم جب ایک جگہ جمع ہوتے ہیں تو آپ کی احادیث کو یاد کرتے ہیں جو سوال ہم سے کیا جاتا ہے ہم اس کا جواب اس میں پا لیتے ہیں جو ہمارے پاس لکھی ہوئی ہے اور یہ وہ نعمت ہے جو اللہ نے آپ کی بدولت ہم کو دی ہے لیکن بعض اوقات کوئی ہلکا سا مسئلہ ایسا بھی ہم سے پوچھا جاتا ہے جس کا جواب اس میں ہم کو نہیں ملتا تو ہم ایک دوسرے کو تکنے لگتے ہیں اور دلوں میں شبہات پیدا ہوتے ہیں، ہم اس وقت کسی اچھے قیاس سے کام لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: قیاس سے تمہارا کیا تعلق؟ اسی قیاس کی بناء پر تم سے پہلے بہت سے لوگ ہلاک ہو گئے۔ پھر فرمایا: جب تم سے ایسا

[1] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۹۴، الاصول الاصلیہ: ۵۷، البحر ۃ فی عصر الغیبۃ الکبری موسوی: ۱۹۲

سوال کیا جائے جس کا جواب تم کو معلوم ہے تو اسے بیان کرو اور اگر معلوم نہ ہو تو امامؑ نے اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ کیا کہ ہم سے پوچھا کرو۔ پھر فرمایا: اللہ لعنت کرے ابوحنیفہ پر کہ وہ کہا کرتا ہے علی علیہ السلام نے یہ کہا ہے اور میں یہ کہتا ہوں اور صحابہ نے یہ کہا ہے اور میں یہ کہتا ہوں۔ پھر فرمایا: کیا تم اس کے پاس بیٹھا کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا: نہیں لیکن یہ جانتا ہوں کہ وہ ایسی باتیں کرتا ہے۔ میں نے عرض کیا: خدا آپؑ کا نگہبان ہو! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو اتنا بتا دیا تھا جو آپؐ کے زمانہ میں ان کے لیے کافی ہوتا؟ فرمایا: بے شک اتنا بتا دیا تھا جس کی ضرورت ان کو قیامت تک ہوگی۔ میں نے کہا: کیا اس سے کچھ ضائع ہوگیا ہے؟ فرمایا: نہیں، وہ علم اس کے اہل کے (یعنی ہمارے) پاس ہے۔ [1]

بیان:

''ھا'' حرف تنبیہ ہے

''**واھوی بیدہ الی فیہ**'' یعنی: اشارہ ہے ہاتھ کے منہ پر رکھنے کی طرف چپ ہونے کے لیے،

جیسے مولا علیہ السلام کا قول گزرا کہ: جو جانتے ہیں وہ بولتے ہیں اور جو نہیں جانتے اس سے چپ رہتے ہیں۔

''**اسالوا عنی**'' جس طرح تو ہم ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث موثق ہے۔ [2]

15/192 الکافی،۱/۵۶/۱۱/۱ محمد عن أحمد عن الوشاء عَنْ مُثَنَّى اَلْحَنَّاطِ عَنْ أَبِي بَصِيرٍ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ تَرِدُ عَلَيْنَا أَشْيَاءُ لَيْسَ نَعْرِفُهَا فِي كِتَابِ اَللَّهِ وَ لاَ سُنَّةٍ فَنَنْظُرُ فِيهَا فَقَالَ لاَ أَمَا إِنَّكَ إِنْ أَصَبْتَ لَمْ تُؤْجَرْ وَ إِنْ أَخْطَأْتَ كَذَبْتَ عَلَى اَللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ.

ابوبصیر سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: بعض اوقات ہمارے سامنے ایسی چیزیں اور مسائل آتے ہیں جن سے ان کے بارے میں ہم کتاب خدا اور معصومؑ کی سنت میں سے کچھ نہیں پاتے پھر ان میں ہم اپنے نظر و رائے سے حکم دیتے ہیں کیا یہ درست ہے؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں، اگر تو نے درست فتویٰ دیا تب بھی تم کو اجر نہیں ملے گا اور اگر غلطی کردی تو تو نے خدا پر

[1] المحاسن:۱/ ۲۱۳؛ وسائل الشیعہ: ۲۷/ ۸/ ۳۳؛ الفصول المہمہ:۱/ ۵۳۲؛ بحارالانوار:۲/ ۳۰۶

[2] مرآۃ العقول:۱/ ۱۹۶؛ تفسیر مبسوط مشکینی اردبیلی:۱/ ۳۰۰

جھوٹ بولا ہے۔[1]

تحقیق اسناد:

حدیث حسن ہے۔[2]

16/193 الکافی ۱/۱۵/۵۷/۱ النیسابوریان عن صفوان عن البجلی عَنْ أَبَانِ بْنِ تَغْلِبَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: إِنَّ اَلسُّنَّةَ لاَ تُقَاسُ أَلاَ تَرَى أَنَّ اِمْرَأَةً تَقْضِي صَوْمَهَا وَ لاَ تَقْضِي صَلاَتَهَا يَا أَبَانُ إِنَّ اَلسُّنَّةَ إِذَا قِيسَتْ مُحِقَ اَلدِّينُ.

ابان بن تغلب سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: سنت میں قیاس کو دخل نہیں ہے۔کیا تو نہیں دیکھتا کہ عورت زمانہ حیض کے روزے ادا کرتی ہے مگر نمازیں نہیں حالانکہ نماز روزہ سے افضل ہے۔جب شریعت میں قیاس کودخل ہوگا تو دین برباد ہو جائے گا۔[3]

بیان:

''المحق''چیز پوری ختم ہو جائے یہاں تک کہ اس کا اثر بھی نہ دیکھا جائے اور تحقیق دین ختم ہو جاتا ہے قیاس کے ذریعے کیونکہ ہر ایک کے لیے ہے ایک قسم کا دیکھنا اور نگاہ کرنا اپنے عقل کے ذریعے یا ہوی وہوس کے ذریعے جو مناسبت رکھتا ہے اس چیز کے درمیان اور جس کو کسی شخص نے قیاس کرنے کا ارادہ کیا ہے اس کے درمیان پھر وہ اس پر حکم لگاتا ہے اس کے حکم کے ساتھ۔اور ہر چیز اور دوسری چیز کے درمیان ہم جنسیت اور مشابہت ہوتی ہے کم میں اور کیف میں یا نسبت ہوتی ہے اور جب بعض چیزوں کو بعض چیزوں پر احکام میں قیاس کیا جائے تو حلال حرام ہوگا اور حرام حلال ہوگا یہاں تک کہ دین میں کوئی چیز نہیں بچے گی۔

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول کالصحیح ہے[4] یا پھر حدیث صحیح ہے[5] اور میرے نزدیک بھی حدیث صحیح ہے۔(واللہ اعلم)

---

[1] المحاسن:۱/۲۱۳؛اثبات الھداۃ:۱/۸۷و۸۹؛الفصول المھمہ:۱/۵۳۴و۲۷؛وسائل الشیعہ:۲۷/۴۰و۵۱؛ھدایۃ الامہ:۸/۳۶۸و۲۵/۱؛بحار الانوار:۲/۳۰۶

[2] مرآۃ العقول:۱/۱۹۵؛الوافیۃ فی اصول الفقہ تونی:۲۰۷؛بدائع البحوث:۸/۲۰؛موسوعۃ الامام الخوئی:۳۹/۳؛مناھج الاحکام:۲۶۰

[3] وسائل الشیعہ:۲۷/۴۱؛الفصول المھمہ:۱/۵۳۳؛المحاسن:۱/۲۱۴؛جامع احادیث الشیعہ:۳۱/۵۰۸

[4] مرآۃ العقول:۱/۱۹۸

[5] تفسیر مبسوط مشکینی:۱/۳۰۰

17/194 الکافی،۱/۵۷/۱۶/۱ العدة عَنْ أَحْمَدَ عَنْ عُثْمَانَ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا اَلْحَسَنِ مُوسَى عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ عَنِ اَلْقِيَاسِ فَقَالَ مَا لَكُمْ وَ اَلْقِيَاسَ إِنَّ اَللَّهَ لاَ يُسْأَلُ كَيْفَ أَحَلَّ وَ كَيْفَ حَرَّمَ.

احمد بن عثمان سے روایت ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے قیاس کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: قیاس سے تمہارا کیا تعلق؟ خدا سے یہ سوال کوئی نہیں کرسکتا کہ کسی چیز کو حلال کیوں کیا اور حرام کیوں کیا۔ [1]

تحقیق اسناد:

حدیث موثق ہے [2] یا پھر حدیث صحیح ہے [3] اور میرے نزدیک بھی حدیث صحیح ہے۔ (واللہ اعلم)

18/195 الکافی،۱/۵۷/۱۴/۱ علی عن العبیدی عن یونس عن أبان عن عَنْ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ: ضَلَّ عِلْمُ اِبْنِ شُبْرُمَةَ عِنْدَ اَلْجَامِعَةِ إِمْلاَءِ رَسُولِ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ خَطِّ عَلِيٍّ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ بِيَدِهِ إِنَّ اَلْجَامِعَةَ لَمْ تَدَعْ لِأَحَدٍ كَلاَماً فِيهَا عِلْمُ اَلْحَلاَلِ وَ اَلْحَرَامِ إِنَّ أَصْحَابَ اَلْقِيَاسِ طَلَبُوا اَلْعِلْمَ بِالْقِيَاسِ فَلَمْ يَزْدَادُوا مِنَ اَلْحَقِّ إِلاَّ بُعْداً إِنَّ دِينَ اَللَّهِ لاَ يُصَابُ بِالْقِيَاسِ.

ابوشیبہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے سنا ہے، آپ علیہ السلام نے فرمایا: وہ جامعہ جو ہمارے پاس ہے جس کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لکھوایا اور علی علیہ السلام نے اپنے ہاتھوں سے لکھا۔ اس کے مقابل میں ابن شبرمہ کا علم کچھ بھی نہیں ہے بلکہ نابود ہے۔ یہ جامعہ وہ ہے جس میں دین کا کوئی حکم نہیں چھوڑا گیا، اس میں تمام حلال وحرام کا ذکر موجود ہے جبکہ قیاس کرنے والے قیاس سے علم کو طلب کرتے ہیں اور قیاس فقط حق سے دور کرتا ہے۔ دین خدا قیاس سے درست نہیں ہوتا۔ [4]

بیان:

وہ عبداللہ ابن شبرمہ قاضی ہے اور گویا جو قیاس کے ساتھ عمل کرتا تھا یعنی اس نے ضائع کیا اور باطل کیا اور مٹایا اپنے علم کو اس جامع کتاب کے رکھتے ہوئے جس جیسا کلام کوئی نہیں کرسکتا جبکہ کوئی چیز نہیں ہے مگر اس کتاب میں ثابت ہے۔

---

[1] المحاسن:۱/ ۲۱۴؛ مستدرک الوسائل:۱۷/ ۲۶۴؛ وسائل الشیعہ:۲۷/ ۴۲؛ بحارالانوار:۲/ ۳۰۷

[2] مرآۃ العقول:۱/ ۱۹۸

[3] بدائع البحوث:۱/ ۲۰۲ و ۸/ ۲۰

[4] بصائر الدرجات:۱/ ۱۴۹؛ الفصول المہمہ:۱/ ۴۸۷؛ بحارالانوار:۲۶/ ۳۳

اور عنقریب اس کتاب کی تعریف کتاب الحجۃ میں آئے گی ان شاء اللہ۔

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے۔[1]

19/196 الکافی،۱/۵۷/۱۷/۱ علی عن الاثنین قَالَ حَدَّثَنِي جَعْفَرٌ عَنْ أَبِيهِ عَلَيْهِمَا اَلسَّلاَمُ أَنَّ عَلِيّاً صَلَوَاتُ اَللَّهِ عَلَيْهِ قَالَ: مَنْ نَصَبَ نَفْسَهُ لِلْقِيَاسِ لَمْ يَزَلْ دَهْرَهُ فِي اِلْتِبَاسٍ وَ مَنْ دَانَ اَللَّهَ بِالرَّأْيِ لَمْ يَزَلْ دَهْرَهُ فِي اِرْتِمَاسٍ قَالَ وَ قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ مَنْ أَفْتَى اَلنَّاسَ بِرَأْيِهِ فَقَدْ دَانَ اَللَّهَ بِمَا لاَ يَعْلَمُ وَ مَنْ دَانَ اَللَّهَ بِمَا لاَ يَعْلَمُ فَقَدْ ضَادَّ اَللَّهَ حَيْثُ أَحَلَّ وَ حَرَّمَ فِيمَا لاَ يَعْلَمُ.

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص قیاس کو اپنا وطیرہ بنائے گا وہ ساری زندگی اشتباہ میں رہے گا اور جو اپنی رائے اور مرضی سے خدا کی عبادت کرے گا وہ ہمیشہ باطل پر رہے گا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ حضرت ابوجعفر محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جس نے اپنی رائے اور مرضی سے دین میں فتویٰ جاری کیا اس نے بغیر علم کے خدا کی عبادت کی ہے اور جو بغیر علم کے خدا کی عبادت کرے گا اس نے خدا کی مخالفت کی ہے۔ جس کو خدا نے حلال کیا ہے وہ اس کو حرم کر رہا ہے اور حرام کو حلال کر رہا ہے حالانکہ وہ جانتا ہی نہیں ہے۔[2]

بیان:

گویا وہ الارتماس سے، ہوی وہوس اور باطل تاریکیوں کے دریا میں ڈوبنے کا ارادہ کر رہے ہیں۔
اور اس حدیث میں ظاہری دلالت ہے اس پر کہ بتحقیق رائے قیاس کا غیر ہے۔ خلاف اس اتحاد کے جس کو ہمارے متاخر فقہا سمجھے ہیں اور نہیں ہے مگر ان کا احکام کے استنباط میں اجتہاد، متشابہات سے جس کو انہوں نے خود نام دیا ہے رائے کے اعتبار سے (یعنی احکام کے متشابہات سے استنباط میں اجتہاد کرنا رائے کی بنا پر ہے)

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔[3] لیکن میرے نزدیک حدیث موثق ہے اس لیے کہ مسعدہ بن صدقہ تحقیقاً ثقہ ثابت ہے چاہے وہ عامی بتری

---

[1] مراۃ العقول: ۱/ ۹۷
[2] قرب الاسناد: ۱۱؛ وسائل الشیعہ: ۲۷/ ۳۱؛ ھدایۃ الامہ: ۸/ ۶۸ ۳؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۵ ۵۳؛ بحار الانوار: ۲/ ۲۹۹؛ اثبات الھداۃ: ۱/ ۸۷
[3] مراۃ العقول: ۱/ ۱۹۸

ہے۔(واللہ اعلم)

20/197 الكافي،١/١٨/٥٨/١ محمد عن أحمد عن ابن يقطين عَنِ ٱلْحُسَيْنِ بْنِ مَيَّاحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي عَبْدِ ٱللَّهِ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ قَالَ: إِنَّ إِبْلِيسَ قَاسَ نَفْسَهُ بِآدَمَ فَقَالَ (خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَ خَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ)وَ لَوْ قَاسَ ٱلْجَوْهَرَ ٱلَّذِي خَلَقَ ٱللَّهُ مِنْهُ آدَمَ بِالنَّارِ كَانَ ذَلِكَ أَكْثَرَ نُوراً وَ ضِيَاءً مِنَ ٱلنَّارِ.

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: شیطان نے قیاس کیا اپنے نفس کا نفس آدم علیہ السلام پر اور کہا ''تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور آدم کو مٹی سے۔(الاعراف: ۱۲)۔'' اگر وہ قیاس کرتا اس جوہر کا جس سے خدا نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو وہ پاتا اس کو نُور اور ضیاء میں نار سے زیادہ روشن۔[1]

بیان:

میاح ''میم'' کے فتح اور ''یا'' کی شد کے ساتھ۔

اور بعض نسخوں میں جناح ہے ''جیم'' اور ''نون'' کے ساتھ اور گویا وہ جناح بن رزین ہے۔

اور اس جوہر سے جس سے اللہ نے آدم کو خلق کیا ہے ارادہ کیا ہے اس کے اس مقدس روح کا جو اللہ کے امر میں سے ہے اور کلمہ ہے اللہ کے کلمات سے اور نور ہے اللہ کے ان انوار میں سے جن کے ذریعے آدم مکرم اور ملائکہ کے سجدے کا مستحق ہوا اور یہ معنوی اور عقلانی نور ہے جس کی حسی انوار کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے جیسے حسی نور سورج اور چاند کا ہے اس آگ کے نور سے ہے جو دن میں مٹ جاتی ہے اور آدم حقیقت میں یہی ہے نہ کہ اس کا ظاہری جسد مراد ہو اور جب ابلیس کو اس میں سے کچھ نصیب نہ ہوا تو اس نے آدم میں نہ دیکھا اور اس کو نہ پہچانا اور یہ نور مخصوص ہے انبیاء اور اولیاء اور کامل سعادت رکھنے والے علماء کے ساتھ، اور دوسرے ارواح جو دوسرے انسانوں کے پاس ہیں ان میں ابلیس بھی شریک ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔[2]

21/198 الكافي،١/٢٠/٥٨/١ علی عن أبيه عَنْ أَحْمَدَ بْنِ عَبْدِ ٱللَّهِ ٱلْعَقِيلِيِّ عَنْ عِيسَى بْنِ عَبْدِ ٱللَّهِ ٱلْقُرَشِيِّ قَالَ: دَخَلَ أَبُو حَنِيفَةَ عَلَى أَبِي عَبْدِ ٱللَّهِ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ فَقَالَ لَهُ يَا أَبَا حَنِيفَةَ بَلَغَنِي أَنَّكَ

[1] المحاسن: ۱/ ۲۱۱؛ بحارالانوار: ۱۱/ ۱۴۷؛ تفسیر کنز الدقائق: ۵/ ۴۴؛ تفسیر نور الثقلین: ۲/ ۷؛ تفسیر البرہان: ۴/ ۲۸۶؛ مجمع البحرین: ۵/ ۱۵۶

[2] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۹۹

تَقِيسُ قَالَ نَعَمْ قَالَ لَا تَقِسْ فَإِنَّ أَوَّلَ مَنْ قَاسَ إِبْلِيسُ حِينَ قَالَ (خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَ خَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ) فَقَاسَ مَا بَيْنَ النَّارِ وَ الطِّينِ وَ لَوْ قَاسَ نُورِيَّةَ آدَمَ بِنُورِيَّةِ النَّارِ عَرَفَ فَضْلَ مَا بَيْنَ النُّورَيْنِ وَ صَفَاءَ أَحَدِهِمَا عَلَى الْآخَرِ.

عیسیٰ بن عبداللہ قرشی سے روایت ہے کہ ابوحنیفہ ایک روز امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو امام نے فرمایا: میں نے سنا ہے تم دین خدا میں قیاس کرتے ہو؟ اس نے کہا ہاں: آپؑ نے فرمایا: قیاس نہ کیا کرو۔ سب سے پہلے قیاس کرنے والا ابلیس ہے، اس نے کہا ''تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور آدم علیہ السلام کو مٹی سے۔(الاعراف: ۱۲)۔'' اس نے آگ اور مٹی کے درمیان قیاس کیا، اگر قیاس کرتا نورانیت آدم کا آگ پر تو دونوں کی نورانیت ظاہر ہو جاتی اور نور کو جو فضیلت نار پر ہے وہ اس سے پوشیدہ نہ رہتی۔[1]

بیان:

کہا گیا ہے وہ احمد النسابہ محدث ہے۔

اور ابوحنیفہ سے روایت کی گئی ہے کہ: اس نے کہا:

میں حجام (نائی) کے پاس گیا تا کہ سر کے بال بنواؤں تو اس نے مجھے کہا: دائیں طرف قریب کرو اور قبلہ رخ ہو جاؤ اور اللہ کا نام لو۔ میں نے اس سے وہ تین خصلتیں سیکھیں جو پہلے مجھ میں نہ تھیں تو میں نے اس کو کہا: تم آزاد ہو یا غلام ہو؟ اس نے کہا: مملوک کسی کی ملکیت غلام ہوں۔

میں نے کہا: کس کے غلام؟

اس نے کہا: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا۔

میں نے کہا: وہ یہاں ہیں یا باہر؟

اس نے کہا: یہاں ہیں۔

تو میں ان کے گھر کے در پر گیا اور اندر جانے کی اجازت مانگی تو انہوں نے اجازت نہ دی،

اسی اثنا میں کوفے سے ایک گروہ آیا انہوں نے اجازت مانگی تو ان کو اجازت دی، میں بھی ان کے ساتھ اندر چلا گیا۔ جب میں ان کے پاس گیا تو ان کو کہا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے! اگر آپ اہل کوفہ کو لکھتے اور ان کو اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شتم کرنے سے روک دیتے میں نے دس ہزار کو دیکھا ہے ان کو شتم کرتے ہوئے۔

---

[1] تفسیر البرہان: ۴/۲۸۶ و ۲/۵۲۰؛ علل الشرائع: ۱/۸۶؛ بحار الانوار: ۲/۲۹۱ و ۴۷/۲۲۶؛ تفسیر کنز الدقائق: ۵/۴۴؛ تفسیر نور الثقلین: ۲/۶؛ الاحتجاج: ۲/۲۶۴؛ مجمع البحرین: ۳/۲۵۵؛ وسائل الشیعہ: ۲۷/۴۸؛ عوالم العلوم: ۲۰/۴۹۰

توامام علیہ السلام نے فرمایا: وہ میری بات قبول نہیں کرتے۔

تو میں نے عرض کیا: کون آپ کی بات کو قبول نہیں کرے گا جبکہ آپ اللہ کے رسول کے بیٹے ہیں؟

توانہوں نے فرمایا: تو پہلا وہ ہے جو میری بات کو قبول نہیں کرتا، تو میرے گھر میں میری اجازت کے بغیر داخل ہوا ہے اور میرے امر کے بغیر بیٹھا ہے اور مجھ سے پوچھے بغیر بات کر رہا ہے اور مجھے پتہ چلا ہے کہ تو قیاس کرتا ہے تو ابوحنیفہ کہتا ہے میں نے کہا: ہاں!

پھر انہوں نے مجھ کو فرمایا: ویل ہو تجھ پر اے نعمان! پہلا شخص جس نے قیاس کیا وہ ابلیس تھا جب خدا نے اس کو آدم علیہ السلام کے لیے سجدہ کرنے کو کہا تو اس نے انکار کرتے ہوئے کہا: تو مجھے آگ سے خلق کیا ہے اور اس کو طین سے خلق کیا ہے۔

اے نعمان! کون سی چیز بڑی ہے قتل یا زنا؟

تو میں نے کہا: قتل۔

توانہوں نے فرمایا: تو پھر کیوں اللہ نے قتل میں دو گواہ قرار دیئے ہیں اور زنا میں چار؟ یہاں کہاں تیرے لیے قیاس کرنے کی جگہ ہے؟

میں نے کہا: نہیں ہے

پھر انہوں نے فرمایا: کون سی نجاست بڑی ہے منی یا پیشاب؟

میں نے کہا: پیشاب!

انہوں نے فرمایا: تو پھر کیوں اللہ نے پیشاب میں وضو کا حکم دیا ہے اور منی میں غسل کا؟ یہاں تو کیسے قیاس کر سکتا ہے؟

میں نے کہا: نہیں۔

انہوں نے فرمایا: کون سی عبادت بڑی ہے نماز یا روزہ؟

میں نے کہا: نماز!

توانہوں نے فرمایا: پھر کیوں حائض پر واجب ہے روزے کی قضا کرے اور نماز کی قضا نہیں ہے۔

ادھر کہاں قیاس ہے تیرے لیے؟

میں نے کہا: نہیں!

انہوں نے فرمایا: کون ضعیف ترین ہے؟ مرد یا عورت؟

میں نے کہا: عورت!

توفرمایا: توپھر کیوں اللہ نے میراث میں مرد کے دو حصے رکھے اور عورت کا ایک؟

کہاں قیاس ہے اس میں تیرے لیے؟

میں نے کہا: نہیں ہے!

پھر فرمایا: خدا نے اس شخص کے لیے جو دس درہم چرائے کیوں ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا؟

اور جب کوئی شخص کسی کا ہاتھ کاٹ دے تو اس پر کیوں پانچ ہزار درہم دیت ہے؟

یہاں کہاں ہے قیاس تیرے لیے؟

میں نے کہا: نہیں ہے!

پھر فرمایا: مجھے پتہ چلا ہے کہ تو اللہ کے کتاب کی آیت پڑھتا ہے کہ: تم سے قیامت کے دن نعمتوں کا سوال ہوگا۔ اور تو کہتا ہے کہ نعمتیں اچھا طعام اور ٹھنڈا پانی ہے گرمی کی موسم کے دن میں۔

تو میں نے کہا: ہاں!

تو انہوں نے فرمایا: اگر ایک شخص تجھے دعوت دے اور تجھے اچھا طعام کھلائے اور ٹھنڈا پانی پلائے پھر تجھے منت کرے اور احسان جتلائے تو کیا کہے گا اسے؟

میں نے کہا: میں اس کو بخل اور کنجوسی کی نسبت دوں گا۔

پھر فرمایا: کیا پھر تو اللہ تعالیٰ کی طرف ان نعمتوں پر بخل کی نسبت دے سکے گا؟

میں نے کہا: پھر وہ نعمتیں کیا ہیں؟

فرمایا: وہ نعمتیں ہم اہل بیت علیہم السلام کی محبت ہیں اور شیخ صدوق نے کتاب علل الشرائع میں وہ روایت نقل کی ہے جو اس مطلب کے قریب ہے اور وہ طولانی ہے۔

تحقیق اسناد:

میرے نزدیک حدیث ضعیف یا مجہول ہے۔ (واللہ اعلم)

22/199 الکافی،۱/۲۱/۵۸/۱ علی عن العبیدی عن یونس عن قتیبۃ قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ عَنْ مَسْأَلَةٍ فَأَجَابَهُ فِيهَا فَقَالَ اَلرَّجُلُ أَ رَأَيْتَ إِنْ كَانَ كَذَا وَ كَذَا مَا يَكُونُ اَلْقَوْلُ فِيهَا فَقَالَ لَهُ مَهْ مَا أَجَبْتُكَ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ عَنْ رَسُولِ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ لَسْنَا مِنْ أَ رَأَيْتَ فِي شَيْءٍ.

قتیبہ سے روایت ہے کہ ایک شخص امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس آیا اور ایک مسئلہ پوچھا، آپؑ نے اس کا جواب دے دیا تو اس نے کہا: اگر یہ مسئلہ اس طرح ہوتا تو آپؑ کا جواب کیا ہوتا۔ آپؑ نے فرمایا: خاموش! میں نے جو جواب دیا وہ وہی ہے جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے، ہم خود اپنی طرف سے نہیں کہتے۔ [۱]

بیان:

''مہ'' یہ کلمہ کسی کو ڈانٹنے کی معنی میں ہے یعنی چپ کرو۔

بس اگر میں نے جو تجھے جواب دیا ہے وہ میری رائے اور قیاس سے نہیں لیا گیا کہ تم کہو کہ وہ ایسا سوال ہے جو رائے سے ہو بلکہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے اس کا معنی وہ نہیں ہے جو ظاہر کو سمجھنے والوں نے سمجھا ہے کہ اہل بیت علیہم السلام کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے سے پہلے والوں کے اقوال یاد کریں تا کہ ان کی دوسرے لوگوں پر فضیلت بڑھے سنی ہوئی چیزوں کو یاد کرنے میں یا زیادہ چیزیں حفظ کرنے میں بلکہ مراد یہ ہے کہ بتحقیق ان کے قدسی نفس علم کے نور اور معرفت کی طاقت کے ساتھ کامل تھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرنے کی وجہ سے کوششوں کے اور عبادت کے ساتھ اصلی صلاحیت اور فطری پاکائی اور طاہر ہونے کے ساتھ یہاں تک ان کے ساتھ اللہ محبت کرتا ہے جیسے کہ اس نے کہا: میری پیروی کرو اللہ تمہارے ساتھ محبت کرے گا اور اللہ جس کے ساتھ محبت کرے تو اس پر اپنے علم اور عرفانی اسرار کے نور کے فیض جاری کرتا ہے بغیر واسطے اور رائے اور اجتہاد کے۔

بلکہ ان کا دل آئینے کی طرح بن جاتا ہے جس میں حق کے جلوے ہوتے ہیں اور اس میں امر ایسے چھپ جاتا ہے جیسے وہ ہے۔

کمال الدین ابن میثم البحرانی نے امیر المومنین علیہ السلام کے قول کی شرح میں کہا:

بتحقیق وہ سیکھتے ہیں اور علم حاصل کرتے ہیں صاحب علم سے، اس میں اشارہ ہے ان کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلیم حاصل کرنے کے واسطے کی طرف اور وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلیم حاصل کرنے اور ان کی صحبت کو اور سلوک کی کیفیت اور اطاعت اور ریاضت کے اسباب کو اپنے لیے شمار کر رہے ہیں یہاں تک ان کو امور غیبیہ اور ان کی خبر دینے کے حاصل ہونے کی استعداد ملی، اور تعلیم، علم کا ایجاد کرنا نہیں ہے اور کوئی امر ہے جو علم کو ایجاد کرتا ہے تو اس کو بیان کیا اور وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعلیم دینا ہے جس کے جزئیات پر انہوں نے اکتفا نہیں کی بلکہ قوانین کلی سیکھے، اور وہ امور جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آئے وہ جزئی ہوتے تو وہ اپنے دعا میں اس کے سمجھنے کا احتجاج نہ کرتے کیونکہ جزئی چیزوں کا سمجھنا ممکن اور آسان ہے اس کے لیے جو تھوڑی سی فہم رکھتا ہو اور

---

[۱] بحار الانوار: ۲/ ۱۷۳؛ بصائر الدرجات: ۱/ ۳۰۰

بتحقیق انہوں نے دعا کا اور اذہان کے اعداد کا احتجاج کیا ہے امور کلی کے لیے جو جزئیات سے عام ہیں اور ان کے سمجھانے کی کیفیت کے لیے اور ان کی تفریع اور ان کے اسباب کے لیے تا کہ ان کو سمجھا اور درک کیا جائے اور وہ چیزیں جن کی مولا علیہ السلام کے قول سے تائید ہوتی ہے مولا نے فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے علم کے ہزار باب سکھائے اور ہر باب سے میرے لیے ہزار باب کھلے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول ہے کہ مجھے جوامع الکلم عطا کیے گئے اور علی علیہ السلام کو جوامع العلم عطا کیے گئے۔

اور ہزار باب کے کھلنے سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے قوانین کلیہ کو فرع کیا اور پھیلایا اور جوامع العلم سے مراد ان کے ضوابط اور قوانین ہیں۔

اور رسول اکرم کے قول میں اعطی مجہول کا صیغہ ہے جو دلیل ہے اس پر کہ جس نے علی علیہ السلام کو جوامع العلم عطا کیا وہ نبی اکرم نہیں بلکہ وہ وہ ذات ہے جس نے رسول اکرم کو جوامع الکلم عطا کیا اور وہ حق سبحانہ وتعالی کی ذات ہے

ابن میثم کا کلام ختم ہوا

اور عنقریب ہماری اس تفسیر میں اس معنی میں ایک اور کلام آئے گا کہ بتحقیق قرآن میں ہر شئے کا بیان ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔[1]

23/200 الکافی،۱/۷/۳۶۲/۷ محمد عن التهذیب،۱/۴/۱۶۸/۱۰ أحمد عن ابن بزیع عن حنان بن سدیر قَالَ قَالَ لِي أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ: سَأَلَنِي اِبْنُ شُبْرُمَةَ مَا تَقُولُ فِي اَلْقَسَامَةِ فِي اَلدَّمِ فَأَجَبْتُهُ بِمَا صَنَعَ اَلنَّبِيُّ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَقَالَ أَ رَأَيْتَ لَوْ أَنَّ اَلنَّبِيَّ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ لَمْ يَصْنَعْ هَكَذَا كَيْفَ كَانَ اَلْقَوْلُ فِيهِ قَالَ فَقُلْتُ لَهُ أَمَّا مَا صَنَعَ اَلنَّبِيُّ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَقَدْ أَخْبَرْتُكَ بِهِ وَ أَمَّا مَا لَمْ يَصْنَعْ فَلاَ عِلْمَ لِي بِهِ.

حنان بن سدیر سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: ابن شبرمہ نے مجھ سے کہا کہ آپ قسامہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ میں نے جواب میں حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کردار کہہ سنایا۔ ابن شبرمہ نے کہا: اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح نہ کرتے تو پھر کیا ہوتا؟ میں نے کہا: جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا وہ میں نے بیان کر دیا اور اگر آپ اس طرح نہ کرتے تو پھر کیا ہوتا اس کا مجھے علم نہیں ہے۔[2]

---

[1] مرآۃ العقول: ۱/۲۰۱

[2] قرب الاسناد: ۹۷؛ وسائل الشیعہ: ۲۹/۱۵۶؛ تہذیب الاحکام: ۱۰/۱۶۸؛ بحار الانوار: ۲/۲۹۹؛ جامع احادیث الشیعہ: ۳۱/۳۲۸

تحقیق اسناد:

حدیث موثق ہے۔ [1]

24/201 الکافی،۱/۱۹/۵۸/۱ علی عن العبیدی عن یونس عن حریز عن زرارۃ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ عَنِ اَلْحَلاَلِ وَ اَلْحَرَامِ فَقَالَ حَلاَلُ مُحَمَّدٍ حَلاَلٌ أَبَداً إِلَى يَوْمِ اَلْقِيَامَةِ وَ حَرَامُهُ حَرَامٌ أَبَداً إِلَى يَوْمِ اَلْقِيَامَةِ لاَ يَكُونُ غَيْرُهُ وَ لاَ يَجِيءُ غَيْرُهُ وَ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ مَا أَحَدٌ اِبْتَدَعَ بِدْعَةً إِلاَّ تَرَكَ بِهَا سُنَّةً.

زرارہ سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے حلال وحرام کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حلال بتایا ہے وہ قیامت تک حلال ہے اور جسے حرام قرار دیا ہے وہ قیامت تک حرام ہے اس کے سوا اب کوئی شریعت نہ ہوگی اور حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: جس نے شریعت میں کوئی نئی چیز ایجاد کی تو اس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو چھوڑ دیا۔ [2]

بیان:

یعنی: بتحقیق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو احکام ملے، جو ان سے منسوخ ہوئے ان کے باقی سارے قیامت تک جاری اور ساری ہیں، ان کا معارضہ نہیں کرے گا کوئی نسخ اور نہ اجتہاد اور نہ ہی انہیں باطل کرے گی کوئی رائے اور نہ ہی قیاس۔ اس کے ذریعے رد کیا ہے اصحاب رائے اور اجتہاد کو کیونکہ ان کی آراء اور نظریے مختلف اور متعدد ہیں گویا وہ اشارہ کر رہے ہیں یہاں، امیر المومنین علیہ السلام کے کلام کے نقل کرنے کے ساتھ۔

اس طرف کہ بتحقیق رائے کے ساتھ حکم دینا اور اس پر عمل کرنا بدعت ہے اور اس کا لازمہ سنت کا ترک کرنا ہے پس ہر بدعت سنت کو ترک کرنے کا سبب ہے اور اس کے ترک کرنے کا لازمہ ہے اور کیونکہ جو شخص طلب کرے اس چیز کو جو اس کی مراد نہ ہو تو اس سے فوت ہوگی وہ چیز جو اس کی مراد اور مقصود ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔ [3]

25/202 التهذيب،۱/۳۲/۲۹۶/۶ سعد عن أحمد بن فضال عن أبيه عن أبان عَنْ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ أَبِي

[1] مرآۃ العقول: ۲۴/۱۸۷، ملاذ الاخیار: ۱۶/۳۴۳

[2] الفصول المہمہ: ۱/۶۴۳

[3] مرآۃ العقول: ۱/۲۰۰

جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلاَمُ: لَوْ قَضَيْتُ بَيْنَ رَجُلَيْنِ بِقَضِيَّةٍ ثُمَّ عَادَا إِلَيَّ مِنْ قَابِلٍ لَمْ أَزِدْهُمَا عَلَى الْقَوْلِ الْأَوَّلِ لِأَنَّ الْحَقَّ لاَ يَتَغَيَّرُ.

امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: اگر میں دو آدمیوں کے درمیان کسی قضیہ میں فیصلہ کروں پھر اُس (فیصلے کو) قبول کرنے والا میرے پاس واپس آئے تو بھی میں اُن دونوں میں پہلے قول پر کوئی اضافہ نہیں کروں گا کیونکہ حق کبھی تبدیل نہیں ہوتا ہے۔ [1]

بیان:

یہ روایت بھی صراحت کے ساتھ دلیل ہے اجتہاد اور رائے کے باطل ہونے پر۔

تحقیق اسناد:

حدیث موثق ہے۔ [2]

26/203 الکافی،۱/۵۹/۲۲/۱ العدۃ عن البرقی عَنْ أَبِيهِ مُرْسَلاً قَالَ قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلاَمُ: لاَ تَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيجَةً فَلاَ تَكُونُوا مُؤْمِنِينَ فَإِنَّ كُلَّ سَبَبٍ وَ نَسَبٍ وَ قَرَابَةٍ وَ وَلِيجَةٍ وَ بِدْعَةٍ وَ شُبْهَةٍ مُنْقَطِعٌ إِلاَّ مَا أَثْبَتَهُ الْقُرْآنُ.

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کے علاوہ کسی پر اعتماد اور اس کے علاوہ کسی کو محرم راز نہ بناؤ ورنہ تم مومن نہیں رہو گے کیونکہ ہر سبب ونسب وقرابت اور اعتماد وراز داری اور بدعت اور شبہ قیامت کے دن منقطع ہو جائے گا سوائے اس کے کہ جو قرآن سے ثابت ہے۔ [3]

بیان:

اس روایت کو ایک مرتبہ پھر کتاب الروضہ میں اسی ہی اسناد کے ساتھ وارد کیا ہے اور اس کے بعد قول کو بڑھایا ہے ''منطقع''یعنی: مضمحل، یعنی: اس غبار کی طرح ہے جو سخت پتھر پر ہوتا ہے جب اس پر بارش ہو۔
اور مرد کا ولیجہ یعنی اس کا رازدار اور کے ساتھ منسوب اور اس کا خاص شخص اور وہ شخص جس پر اعتماد کیا جائے اور اس کے ساتھ اپنے راز کی باتیں کرے،

---

[1] نہج السعادۃ:۹/ ۲۹۷؛ موسوعہ اہل البیتؑ:۱۱/ ۱۲۲

[2] ملاذ الاخیار:۱۰/ ۱۹۹

[3] وسائل الشیعہ: ۲۷/ ۱۲۵؛ تفسیر کنز الدقائق:۵/ ۳۱۴؛ ھدایۃ الامہ:۸/ ۳۸۱؛ مشکاۃ الانوار:۲۵۹؛ تفسیر نور الثقلین:۲/ ۱۹۲؛ تفسیر الصافی:۲/ ۳۲۶؛ بحار الانوار:۲۳/ ۲۴۵

اور خدا کے سواء کسی کو ولیجہ نہ لو اور بناؤ کی معنی یہ ہے کہ خدا کے سواء کسی پر اعتماد نہ کرو ایسا کرو گے تو پھر تم اللہ پر اور اس کی آیات پر ایمان نہیں لائے ہو اور مومن حقیقی وہ ہے جو خدا کے سواء کسی پر اعتماد اور توکل نہیں کرتا اور سواء خدا کے کسی سے مدد طلب نہیں کرتا اور جو خدا کے غیر سے مدد طلب کرے وہ ذلیل ہے۔

لیکن مومنین کا ایک دوسرے پر اعتماد کرنا اور دین اور دنیا میں ایک دوسرے کا راز دار ہونا اور تقویٰ اور نیکی میں ایک دوسرے کی مدد کرنا اور تعاون کرنا، لوٹتا ہے خدا پر اعتماد اور اس کی مدد کی طرف کیونکہ مومنین کا ایمان کے اعتبار سے ایک دوسرے کے ساتھ ربط اور ان کا دین میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرنا یہ سب اللہ کے لیے ہے اور اللہ میں ہے یعنی للہ اور فی اللہ ہے۔

اس لیے ایک مرتبہ قرآن میں وارد ہوا کہ ''اللہ کے بغیر کسی کو ولیجہ نہ بناؤ۔ (التوبہ:۱۶)۔'' اور دوسری مرتبہ وارد ہوا کہ:

''کیا اس طرح گمان کرتے ہو کہ تمہیں چھوڑا جائے گا جبکہ ابھی خدا نے نہیں جانا یا ثابت نہیں کیا کہ تم میں سے کون مجاہدہ کرنے والے ہیں۔ (التوبہ:۱۶)۔'' اور خدا اور رسول اور مومنین کے سواء کسی کو بھی اپنا ولیجہ نہیں بنایا جیسا کہ ارادہ کیا ہے اس چیز کا جس کو قرآن نے ثابت کیا کہ اہل بیت علیہم السلام کی جبل کے تمسک کریں۔

بتحقیق قرآن عام طور پر نازل ہوا ہے ان کے بارے میں اور ان کے ساتھ تمسک کرنے میں اور وہ قرآن کے شریک اور وارث ہیں اور قرآن کے نازل ہونے کا مقام ہیں اور قرآن کی تنزیل اور تاویل ان کے پاس ہے اور قرآن ان کے ساتھ ہے اور وہ قرآن کے ساتھ ہیں ہرگز اختلاف نہیں کرتے ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے اور وہ دونوں ثقل ہیں جن کے ساتھ متمسک ہونے کا اور ان کے ساتھ ساتھ رہنے کا ہم کو حکم دیا گیا ہے اور قرآن ان کو ثابت کرتا ہے اور وہ قرآن کو ثابت کرتے ہیں۔

اور اس کی تائید کرتی ہے وہ روایت جو کافی شریف میں نقل ہوئی ہے جو اپنے مقام پر آئے گی۔

ابوحمزہ ثمالی سے نقل ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے مجھے فرمایا:

ریاست سے پرہیز کرو اور لوگوں کی شخصیت کے پیچھے چلنے سے پرہیز کرو (یعنی شخصیت پرست نہ بنو)

ابوحمزہ ثمالی کہتا ہے میں نے عرض کیا:

میں آپ پر قربان ہو جاؤں، ریاست کی مذمت کو سمجھتا ہوں لیکن میرے ہاتھ میں جو روایات ہیں ان کے دو ثلث میں رجال اور شخصیتوں کے پیچھے جاؤں۔

تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

اس طرح نہیں، جوتم سمجھے ہو،

بلکہ مطلب یہ ہے کہ کسی کو بھی جو خدا کی حجت نہیں نصب نہ کرو بس جو کچھ کہے اور اس کی تصدیق کرو

اور ولیجہ کی دین کے ساتھ تخصیص لگانے میں یہ احتمال ہے کہ اس کو دین میں ولیجہ نہ بناؤ دین میں شخصیت پرستی سے پرہیز کرو یعنی اعتماد نہ کرو کسی اپنے دین میں سواء خدا کے اور دین نہ لو سواء خدا کے، رسول کی طرف سے اور ان کے اوصیاء کی طرف سے،

یہ موافق تر ہے استثناء کے ساتھ جیسے بتحقیق عمومیت موافق تر ہے سبب اور نسب اور قرابت کے ذکر کرنے کے ساتھ۔

بس اگر کہا جائے کہ: ولیجہ کو دین کے ساتھ تخصیص لگانے کے فرض پر سبب اور نسب اور قرابت کے ذکر کرنے کی وجہ کیا ہے؟

ہم نے کہا کہ: اس وقت اس کی معنی یہ ہوگا کہ اپنے دین میں اپنے آباء اور اقرباء کی اقتدا نہ کرو اور ان جیسے نہ ہو جنہوں نے کہا کہ: آیت: ''ہم نے اپنے آباء کو ایک قوم پر پایا اور ہم ان کے آثار کی اقتدا کرنے والے ہیں۔ (الزخرف: ۲۳)۔''

یا دین میں سستی پیدا نہ کرو اقرباء کی خوشنودی کی خاطر

اور حدیث کا ماحصل یہ ہے کہ دین کے علوم میں اہل بیت علیہم السلام کے غیر پر اعتماد کرنے کی نہی کی گئی ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے۔[1]

27/204 التھذیب،۶/۲۹۴/۲۶/۱ محمد بن أحمد عن السیاری عن ابن أسباط قَالَ: قُلْتُ لَهُ يَحْدُثُ اَلْأَمْرُ مِنْ أَمْرِي لاَ أَجِدُ بُدّاً مِنْ مَعْرِفَتِهِ وَ لَيْسَ فِي اَلْبَلَدِ اَلَّذِي أَنَا فِيهِ أَحَدٌ أَسْتَفْتِيهِ قَالَ فَقَالَ اِئْتِ فَقِيهَ اَلْبَلَدِ إِذَا كَانَ ذَلِكَ فَاسْتَفْتِهِ فِي أَمْرِكَ فَإِذَا أَفْتَاكَ بِشَيْءٍ فَخُذْ بِخِلاَفِهِ فَإِنَّ اَلْحَقَّ فِيهِ.

ابن اسباط سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا: کبھی کبھی میرے لیے ایسا مسئلہ پیدا ہوتا ہے کہ بغیر اس کو معلوم کیے چارہ نہیں ہوتا مگر جس شہر میں جاتا ہوں اس میں آپؑ کے دوستوں میں سے کوئی ایسا نہیں کہ جس سے میں فتویٰ لوں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ایسے موقع پر تم فقیہ شہر کے پاس جاؤ اور اس سے مسئلہ

[1] مرآۃ العقول: ۱/ ۲۰۱

پوچھو اور وہ تم کو جو فتویٰ دے اس کے خلاف عمل کرو اس لیے کہ اس کے خلاف ہی میں حق ہوگا۔ [1]

بیان:

اور یہ اس وجہ سے ہے کہ: عامہ اور مذہب حقہ کے مخالف بہت متعصب تھے شیعیت اور شیعہ کی مخالفت پر یہاں تک ان میں سے کسی کہنے والے نے کہا کہ: بتحقیق دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا سنت ہے اور بتحقیق ہم بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنیں گے شیعوں کی مخالفت میں اور بتحقیق سنت میں سے ہے قبروں کا مربع شکل میں بنانا لیکن ہم قبریں اونٹ کے کوہان کی طرح بنائیں گے شیعوں کی مخالفت میں اور اس طرح کی بہت مثالیں ملتی ہیں جیسا کہ واضح ہوگا اس شخص کے لیے جو ان کے کتابوں کو پڑھتے ہیں۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف علی الظاہر ہے [2] لیکن اس کی دوسری سند جو علل الشرائع میں ہے وہ میرے نزدیک معتبر ہے (واللہ علم)۔

۲۳_باب انه ليس شيء مما يحتاج اليه الناس

الا و قد جاء فيه كتاب او سنة

یہ کہ کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کی طرف لوگ محتاج ہوں مگر وہ کتاب اور سنت میں موجود ہے

1/205 الكافي،١/٥٩/١ محمد عن ابن عيسى عَنْ عَلِيِّ بْنِ حَدِيدٍ عَنْ مُرَازِمٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: إِنَّ اَللَّهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى أَنْزَلَ فِي اَلْقُرْآنِ تِبْيَانَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى وَ اَللَّهِ مَا تَرَكَ اَللَّهُ شَيْئاً يَحْتَاجُ إِلَيْهِ اَلْعِبَادُ حَتَّى لاَ يَسْتَطِيعَ عَبْدٌ يَقُولُ لَوْ كَانَ هَذَا أُنْزِلَ فِي اَلْقُرْآنِ إِلاَّ وَ قَدْ أَنْزَلَهُ اَللَّهُ فِيهِ.

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ہر شئے کے کو بیان کو نازل فرمایا ہے اور جس جس چیز کے بندے محتاج تھے ان میں سے ایک کو بھی نہیں چھوڑا حتیٰ کہ کوئی یہ کہنے کی طاقت ہی نہیں رکھتا کہ یہ چیز بھی قرآن

[1] علل الشرائع:۲/۵۳۱؛ الفصول المہمہ:۱/۵۷۵؛ وسائل الشیعہ:۲۷/۱۱۵؛ حدایۃ الامہ:۸؛ بحار الانوار:۲/۲۲۳؛ عیون اخبار الرضاؑ:۱/۲۷۵

[2] ملاذ الاخیار:۱۰/۱۹۶

میں نازل کی جاتی ہے مگر یہ کہ خدا نے قرآن میں اس کو ضرور نازل کیا ہے۔ ①

بیان:

''حتی'' جو حتی دوسری بار ذکر ہوا ہے وہ پہلے حتی کی تاکید کے لیے یا تعلیل کے لیے ہے

و''لو'' تمنی او رمقدر سے استثناء کے لیے ہے

و''الا'' ھمزے کی فتح کے ساتھ اور''لام'' کی تخفیف کے ساتھ حرف تنبیہ ہے۔

اور ہمارے استاد قدس سرہ نے اس کے خلاصے میں کہا:

بتحقیق کسی چیز کا علم یا حسی طور پر دیکھنے سے ہوتا ہے یا اس کے بارے میں سننے سے ہوتا ہے یا کسی کی گواہی سے ہوتا ہے یا اس میں کوشش کر کے حاصل کرنے سے ہوتا ہے۔

اوراس طرح کا علم متغیر اور فاسد اور محدود اور غیر محیط ہوتا ہے کیونکہ کسی چیز کے وجود کے زمانے میں علم مربوط ہوتا ہے تو اس کے وجود سے پہلے دوسرا علم ہوتا ہے اوراس کے وجود کے بعد تیسرا علم ہوتا ہے اور ایسا علم اکثر لوگوں کے علوم جیسا ہے اور لیکن اس چیز کی مبادی کا علم اور اسباب کا علم اوراس کے مقاصد کا علم ایک اور کلی، بسیط، محیط ہے عقلی وجہ کی بنا پر جو متغیر نہیں ہوتا بس بتحقیق کوئی بھی ایسی چیز نہیں ہے مگر اس کے لیے سبب ہوتا ہے اور اس کے سبب کے لیے سبب ہوتا ہے اور اسی طرح جا کر مسبب الاسباب تک انتہا ہوتی ہے اور ہر چیز جس کا سبب پہچانا جائے اس کے سبب کی اقتضا کے اعتبار سے تو ضروری ہے اس چیز کا ضروری اور دائمی علم پہچانا جائے۔

بس جو شخص اللہ کو اس کے کمالی اوصاف کے ذریعے اور جلالی صفات کے ذریعے پہچانے اور یہ پہچانے کہ بتحقیق وہ ہر چیز کے وجود کا مبدأ ہے اور وجود کے تمام فیض کا فاعل ہے اور پہچانے ملائکہ مقربین کو پھر ان ملائکہ کو جو مدبر اور مسخر کرنے والے ہیں، کلی عقلی مقاصد کو دائمی عبادات کے ذریعے اور ہمیشہ جاری رکھنے والی ان تھک پرہیز گاری کے ذریعے جن کے درمیان سے کائنات کی شکل متصور ہوتی ہے۔

یہ سب سببی اور مسببی ترتیب پر ہے بس جب ایسے پہچانے گا تو اس کا علم تمام امور اور ان کے احوال پر محیط ہوگا اور ایسا علم متغیر نہیں ہوتا اور شک اور غلطی سے دور ہے بس جانے اوائل اور ثوانی کو یعنی تمام جزئیات کو جانے جو مترتب ہیں کلیات پر اور مرکبات کے بسائط کو جانے اور انسان کی حقیقت اور اس کے احوال کو جانے اور وہ چیزیں جانے جو اس کو کامل کرتی ہیں اور تزکیہ کرتی ہیں اور نیک اور سعید کرتی ہیں اور عالم قدس کی طرف بلند کرتی

---

① تفسیر القمی: ۲/ ۳۵۱؛ بحار الانوار: ۸۹/ ۸۱؛ تفسیر الصافی: ۱/ ۵۶؛ تفسیر البرہان: ۱/ ۵؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۴۸۱؛ تفسیر کنز الدقائق: ۷/ ۲۵۳؛ تفسیر نور الثقلین: ۳/ ۷۴

ہیں اور وہ چیزیں جانے جو انسان کو نجس کرتی ہیں اور رد کرتی ہیں اور شقی کرتی ہیں اور اسفل السافلین کی طرف دھکیل دیتی ہیں ان سب کو جانے ایک ثابت علم کے اعتبار سے جو تغیر کو قبول نہ کرتا ہو اور اس میں شک اور ریب کا احتمال بھی نہ ہو۔

بس جانے جزئی امور اس اعتبار سے کہ وہ کلی طور پر دائمی ہیں اور اس اعتبار سے جانے کہ ان میں کثرت اور تغیر نہیں ہے اگر چہ وہ بذات خود زیادہ ہوں اور متغیر اور مختلف ہوں ایسا علم اللہ کے اشیاء اور چیزوں کے علم کی طرح ہے اور ملائکہ مقربین اور انبیاء اور اوصیاء علیہم السلام کے گزشتہ اور آنے والی موجودات کے حالات کے علم کی طرح ہے اور علم ما کان اور علم ما یکون قیامت کے دن تک کا علم بھی اسی میں سے ہے۔

بس تحقیق ایسا علم کلی اور ثابت اور غیر متجدد ہے اور نیا نہیں ہوتا معلومات کے نئے ہونے سے اور زیادہ نہیں ہوتا معلومات کے زیادہ ہونے سے اور جو اس علم کی کیفیت کو پہچانے تو وہ اللہ کے اس قول کی معنی کو پہچان لیتا ہے کہ اس نے فرمایا: اور ہم نے نازل کیا تجھ پر کتاب جو ہر شئے کا بیان رکھتا ہے۔(النحل:۸۹)۔"

اور تصدیق کرے گا کہ تحقیق تمام علوم اور معانی قرآن مجید میں موجود ہیں حقیقی عرفان کے ساتھ اور یقینی تصدیق کے ساتھ بصیرت رکھتے ہوئے تصدیق کرے گا نہ کہ تقلید اور سننے کی بنیاد پر۔

جبکہ کوئی بھی ایسا امر نہیں امور میں سے مگر اس کا قرآن میں ذکر ہے یا بذاتہ ہے یا اس کے اسباب ہیں یا اس کے مبادی ہیں یا اس کے غایات ہیں بس ممکن نہیں قرآن کی آیات کو سمجھنا اور اس کے اسرار کے عجائب کو سمجھنا اور احکام اور علوم جن کی انتہا نہیں ہے ان کو سمجھنا مگر اس سے جس کا علم اس قبیل سے ہے۔ استاد اعلی اللہ مقامہ کا کلام ختم ہوا۔۔۔

اور آنے والی روایت میں لفظ "الاصل" اس کی خبر دے گا۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے [1] لیکن میرے نزدیک حدیث حسن ہے کیونکہ علی بن حدید تحقیقاً ثقہ ثابت ہے۔(واللہ اعلم)

2/206 الكافی،١/٦/٦٠/١ محمد عن أحمد عن ابن فضال عَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ مَيْمُونٍ عَمَّنْ حَدَّثَهُ عَنِ الْمُعَلَّى بْنِ خُنَيْسٍ قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ: مَا مِنْ أَمْرٍ يَخْتَلِفُ فِيهِ اِثْنَانِ إِلاَّ وَ لَهُ أَصْلٌ فِي كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ لَكِنْ لاَ تَبْلُغُهُ عُقُولُ الرِّجَالِ.

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: نہیں ہے ایسا امر جس میں دو آدمی اختلاف رکھتے ہوں مگر یہ کہ وہ کتاب

[1] مرآۃ العقول: ۱/ ۲۰۲

اللہ میں ہے لیکن لوگوں کی عقول اس تک نہیں پہنچتیں۔ [1]

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے۔ [2]

3/207 الکافی،۱/۵۹/۲/۱ الکافی،۱/۱۱/۱۷۵/۷ علی عن العبیدی عن یونس عَنْ حُسَيْنِ بْنِ اَلْمُنْذِرِ عَنْ عُمَرَ وبْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ: إِنَّ اَللَّهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى لَمْ يَدَعْ شَيْئاً يَحْتَاجُ إِلَيْهِ اَلْأُمَّةُ إِلاَّ أَنْزَلَهُ فِي كِتَابِهِ وَ بَيَّنَهُ لِرَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ جَعَلَ لِكُلِّ شَيْءٍ حَدّاً وَ جَعَلَ عَلَيْهِ دَلِيلاً يَدُلُّ عَلَيْهِ وَ جَعَلَ عَلَى مَنْ تَعَدَّى ذَلِكَ اَلْحَدَّ حَدّاً.

عمر بن قیس سے روایت ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کوفرماتے ہوئے سنا: خدا نے کسی ایسی چیز کوقرآن میں نہیں چھوڑا، جس کی طرف امت محتاج تھی مگر یہ کہ اس کو اپنی کتاب میں نازل کیا اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ظاہر کردیا اور ہر شئے کی حدقرار دی اور اس پر ایک دلیل بھی قائم کردی اور عذاب رکھا اس کیلئے جو اس حد سے تجاوز کرے۔ [3]

بیان:

اس کی مثال عبادات میں یہ ہے کہ بتحقیق خداوند متعال نے روزہ واجب کیا اور اس کی حد مقرر کی اور وہ حد، کھانا، پینا، مباشرت چھوڑنا ہے اور اس پر دلیل قرار دی قرآن مجید میں فرمایا: ابھی سے (ماہ مبارک رمضان میں) اپنی بیویوں کے ساتھ مباشرت کرو اور اللہ نے جو تمہارے لیے لکھا ہے اور مقدر کیا ہے اس سے چاہو اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہارے لیے سفید رنگ کا خط رات کی تاریکی کے خط سے واضح ہو، فجر تک پھر روزے کو تمام کرو رات کے پہلے پھر قرار دی حد اس شخص کے لیے جو ان حدوں کو پار کرے، یعنی کھائے اور پیئے اور مباشرت کرے اور وہ حد کفارہ ہے اور معاملات میں اس کی مثال یہ ہے کہ بتحقیق خداوند متعال نے زنا ثابت ہونے پر حد رکھی ہے اور وہ چار گواہ ہیں اور اس پر دلیل کو قرار دیا اور فرمایا: گواہی دیں ان عورتوں پر تم میں سے چار لوگ۔ پھر مقرر کیا، ان چاروں گواہوں کو جب وہ گواہی دیں تو حد رکھی وہ اسی (۸۰) کوڑے ہیں۔

---

[1] تہذیب الاحکام:۹/۵۸ ۳؛تفسیر البرہان:۴/۱ ۲۳؛تفسیر کنز الدقائق:۱۱/۱۸۱؛تفسیر نور الثقلین:۳/۵ ۷؛الفصول المہمہ:۱/۸۲ ۴؛بحارالانوار: ۸۹/۱۰۰؛المحاسن:۱/۲۶۷؛وسائل الشیعہ:۲۶/۲۹۳؛مشکاۃ الانوار:۲۳۹؛الکافی:۷/۱۵۸؛تفسیر الصافی:۱/۵۶؛عوالم العلوم:۲۰/۸۱۸

[2] مراۃ العقول:۱/۲۰۵

[3] تفسیر العیاشی:۱/۶؛وسائل الشیعہ:۲۸/۱۲؛الفصول المہمہ:۱/۹۷ ۴؛تفسیر البرہان:۱/۵؛تفسیر نور الثقلین:۳/۴ ۷؛تفسیر کنز الدقائق:۷/۵۳ ۲؛تفسیر الصافی:۱/۵۶؛بحارالانوار:۸۹/۸۴؛بصائر الدرجات:۱/۶؛جامع احادیث الشیعہ:۳۰/۵۱۰

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے[1]۔ لیکن میرے نزدیک حدیث مجہول ہے (واللہ اعلم)۔

4/208 الكافی،۱/۹۵/۳/۱ علی عن محمد عن یونس عن أبان عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ هَارُونَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ: مَا خَلَقَ اَللَّهُ حَلاَلاً وَ لاَ حَرَاماً إِلاَّ وَ لَهُ حَدٌّ كَحَدِّ اَلدَّارِ فَمَا كَانَ مِنَ اَلطَّرِيقِ فَهُوَ مِنَ اَلطَّرِيقِ وَ مَا كَانَ مِنَ اَلدَّارِ فَهُوَ مِنَ اَلدَّارِ حَتَّى أَرْشُ اَلْخَدْشِ فَمَا سِوَاهُ وَ اَلْجَلْدَةِ وَ نِصْفِ اَلْجَلْدَةِ.

سلیمان بن ہارون بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام ابوعبداللہ علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: اللہ نے کوئی حلال وحرام خلق نہیں کیا مگر اس کے لیے ایک حد معین کی ہے جیسے گھر کی دیوار اس کی حد ہوتی ہے جو کچھ راستے سے ہے وہ راستہ شمار ہوگا اور جو حصہ گھر کا ہے وہ گھر شمار ہوگا حتیٰ کہ ایک خراش کی بھی حد معین ہے اور جو اس سے کم ہے اس کی بھی ایک کوڑا یا نصف کوڑا حد ہے۔[2]

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے۔[3] لیکن میرے نزدیک حدیث حسن یا معتبر ہے کیونکہ سلیمان بن ہارون کامل الزیارات کا راوی ہے (واللہ اعلم)۔

5/209 الكافی،۱/۹/۱۷۵/۷ الاثنان عن الوشاء عن أبان عن سليمان بن أخي أبي حسان العجلي قال سمعت أبا عبد الله عليه السّلام: الحديث بأدنى تفاوت.

بفرق الفاظ وہی حدیث ہے جو اُوپر گزر چکی ہے[4]

بیان:

''الخدش'' خراش کا اثر، جس کا زخم دیت دینے کا سبب بنے

[1] مرآۃ العقول: ۱/ ۲۰۳

[2] المحاسن: ۱/ ۲۷۳؛ النوادر اشعری: ۱۶۱؛ بصائر الدرجات: ۱/ ۱۴۸؛ مستدرک الوسائل: ۱۸/ ۱۱؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۵۰۳؛ بحار الانوار: ۲/ ۱۷۰ و ۲۶/ ۳۵ و ۱۰۰/ ۱۱۷؛ جامع احادیث الشیعہ: ۳۰/ ۵۱۲

[3] مرآۃ العقول: ۱/ ۲۰۴

[4] تفسیر کنز الدقائق: ۳/ ۵۳۷؛ تہذیب الاحکام: ۷/ ۲۳۱؛ فقہ القرآن: ۲/ ۵۴؛ وسائل الشیعہ: ۱۹/ ۸۳؛ المحاسن: ۱/ ۲۶۹؛ بحار الانوار: ۲۶/ ۳۰۳ و ۸۹/ ۹۰؛ تفسیر نور الثقلین: ۱/ ۵۴۹؛ تفسیر البرہان: ۲/ ۲۲؛ الاحتجاج: ۲/ ۳۲۲

و"الجلدة" تازیانہ سے مارنا

اور مخفی نہ رہے کہ بتحقیق یہ روایات صریح ہیں اس میں کہ کسی ایک کو بھی خدا کے احکام میں اپنی رائے کے ساتھ تصرف کرنے کی اجازت نہیں اور بتحقیق وہ متناقضات جن کو مجتہدین ادا کرتے ہیں ان میں عمل کرنا جائز نہیں ہے نہ اس شخص کے لیے جس نے اجتہاد کیا ہے اور نہ اس شخص کے لیے جو تقلید کرتا ہے اور بتحقیق حلال ہمیشہ حلال ہے اور حرام ہمیشہ حرام ہے اور ان میں سے ہر ایک کے لیے معین حد ہے اور ہمیشہ معین دلیل ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف علی المشہور ہے۔[1] لیکن میرے نزدیک حدیث مجہول ہے اور اگر یہ سلیمان وہی ہے جو پچھلی حدیث میں ہے تو پھر حدیث حسن ہے۔(واللہ اعلم)

6/210 الكافى،۱/۲/۳۰۰/۵ على عن أبيه عن العبيدى عن يونس و العدة عن التهذيب،۱/۰۳/۱۳۲/۷ البرقى عن أبيه عن يونس عن عبد الله بن سنان أو ابن مسكان عن أبي الجارود الكافى، على عن العبيدى عن يونس عن حماد عَنْ عَبْدِ اَللَّهِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ أَبِي اَلْجَارُودِ قَالَ قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ: إِذَا حَدَّثْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَاسْأَلُونِي مِنْ كِتَابِ اَللَّهِ ثُمَّ قَالَ فِي بَعْضِ حَدِيثِهِ إِنَّ رَسُولَ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ نَهَى عَنِ اَلْقِيلِ وَ اَلْقَالِ وَ فَسَادِ اَلْمَالِ وَ كَثْرَةِ اَلسُّؤَالِ فَقِيلَ لَهُ يَا اِبْنَ رَسُولِ اَللَّهِ أَيْنَ هَذَا مِنْ كِتَابِ اَللَّهِ قَالَ إِنَّ اَللَّهَ عَزَّ وَ جَلَّ يَقُولُ: (لاٰ خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِنْ نَجْوٰاهُمْ إِلاّٰ مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلاٰحٍ بَيْنَ اَلنّٰاسِ) وَ قَالَ (وَ لاٰ تُؤْتُوا اَلسُّفَهٰاءَ أَمْوٰالَكُمُ اَلَّتِي جَعَلَ اَللّٰهُ لَكُمْ قِيٰاماً) وَ قَالَ (لاٰ تَسْئَلُوا عَنْ أَشْيٰاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ).

ابوالجارود سے روایت ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: میں جب تم سے کوئی بات کروں تو تم مجھ سے پوچھا کرو کہ یہ بات کتاب اللہ میں کہاں ہے؟ پھر اثناء گفتگو میں فرمایا: خداوند عالم قیل وقال کرنے، مال کو ضائع کرنے اور زیادہ سوال کرنے سے منع فرماتا ہے۔ اس پر لوگوں نے عرض کیا: فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ بات قرآن میں کہاں موجود ہے؟ فرمایا: خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے: "لوگوں کی خفیہ سرگوشوں میں اکثر و بیشتر کوئی بھلائی نہیں ہوتی۔ ہاں اگر کوئی پوشیدہ طور پر صدقہ و خیرات کی تلقین کرے یا کسی نیک کام کے لیے یا

[1] مرآۃ العقول: ۲۳/۲۶۵

لوگوں کے معاملات میں اصلاح کرنے کے لیے کسی سے کچھ کہے تو یہ البتہ بھلی بات ہے۔(النساء:۴)۔" اور پھر فرماتا: "اپنا وہ مال جس کو خدا نے تمہارے لیے سبب بقا بنایا ہے بیوقوفوں کے حوالے نہ کرو۔(النساء:۵)۔" اور فرماتا ہے: "ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو کہ اگر ان کا جواب دیا جائے تو تمہیں برا لگے۔(المائدۃ:۱۰۱)۔"[1]

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے[2] لیکن میرے نزدیک حدیث موثق ہے کیونکہ ابی الجارود (زیاد بن منذر) تحقیقاً ثقہ ثابت ہے[3] اور تفسیر قمی میں اس سے کئی روایات مروی جو توثیق کے لیے کافی ہے۔(واللہ علم)

7/211 الکافی،۱/۶۰/۷/۱ محمد عن بعض أصحابه عن الاثنين عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ قَالَ أَمِيرُ اَلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ: أَيُّهَا اَلنَّاسُ إِنَّ اَللَّهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى أَرْسَلَ إِلَيْكُمُ اَلرَّسُولَ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ أَنْزَلَ إِلَيْهِ اَلْكِتَابَ بِالْحَقِّ وَ أَنْتُمْ أُمِّيُّونَ عَنِ اَلْكِتَابِ وَ مَنْ أَنْزَلَهُ وَ عَنِ اَلرَّسُولِ وَ مَنْ أَرْسَلَهُ عَلَى حِينِ (فَتْرَةٍ مِنَ اَلرُّسُلِ) وَ طُولِ هَجْعَةٍ مِنَ اَلْأُمَمِ وَ اِنْبِسَاطٍ مِنَ اَلْجَهْلِ وَ اِعْتِرَاضٍ مِنَ اَلْفِتْنَةِ وَ اِنْتِقَاضٍ مِنَ اَلْمُبْرَمِ وَ عَمًى عَنِ اَلْحَقِّ وَ اِعْتِسَافٍ مِنَ اَلْجَوْرِ وَ اِمْتِحَاقٍ مِنَ اَلدِّينِ وَ تَلَظٍّ مِنَ اَلْحُرُوبِ عَلَى حِينِ اِصْفِرَارٍ مِنْ رِيَاضِ جَنَّاتِ اَلدُّنْيَا وَ يُبْسٍ مِنْ أَغْصَانِهَا وَ اِنْتِثَارٍ مِنْ وَرَقِهَا وَ يَأْسٍ مِنْ ثَمَرِهَا وَ اِغْوِرَارٍ مِنْ مَائِهَا قَدْ دَرَسَتْ أَعْلاَمُ اَلْهُدَى فَظَهَرَتْ أَعْلاَمُ اَلرَّدَى فَالدُّنْيَا مُتَهَجِّمَةٌ فِي وُجُوهِ أَهْلِهَا مُكْفَهِرَّةٌ مُدْبِرَةٌ غَيْرُ مُقْبِلَةٍ ثَمَرَتُهَا اَلْفِتْنَةُ وَ طَعَامُهَا اَلْجِيفَةُ وَ شِعَارُهَا اَلْخَوْفُ وَ دِثَارُهَا اَلسَّيْفُ مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ وَ قَدْ أَعْمَتْ عُيُونَ أَهْلِهَا وَ أَظْلَمَتْ عَلَيْهَا أَيَّامُهَا قَدْ قَطَّعُوا أَرْحَامَهُمْ وَ سَفَكُوا دِمَاءَهُمْ وَ دَفَنُوا فِي اَلتُّرَابِ اَلْمَوْؤُودَةَ بَيْنَهُمْ مِنْ أَوْلاَدِهِمْ يَجْتَازُ دُونَهُمْ طِيبُ اَلْعَيْشِ وَ رَفَاهِيَةُ خُفُوضِ اَلدُّنْيَا لاَ يَرْجُونَ مِنَ اَللَّهِ ثَوَاباً وَ لاَ يَخَافُونَ وَ اَللَّهِ مِنْهُ عِقَاباً حَيُّهُمْ أَعْمَى نَجِسٌ وَ مَيِّتُهُمْ فِي اَلنَّارِ مُبْلِسٌ فَجَاءَهُمْ بِنُسْخَةِ مَا فِي اَلصُّحُفِ اَلْأُولَى وَ تَصْدِيقِ اَلَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَ تَفْصِيلِ

[1] تفسیر کنز الدقائق:۳/ ۵۳۷؛ تہذیب الاحکام:۷/ ۲۳۱؛ فقہ القرآن:۲/ ۵۴؛ وسائل الشیعہ:۱۹/ ۸۳؛ المحاسن:۱/ ۲۶۹؛ بحار الانوار:۴۶/ ۳۰۳ و ۸۹/ ۹۰؛ تفسیر نور الثقلین:۱/ ۵۴۹؛ تفسیر البرہان:۲/ ۲۲؛ الاحتجاج:۲/ ۳۲۲

[2] مرآۃ العقول:۱۹/ ۳۱۰؛ ملاذ الاخیار:۱۱/ ۴۴۶

[3] المفید من معجم رجال الحدیث:۵/ ۲۳۵

اَلْحَلَالِ مِنْ رَيْبِ الْحَرَامِ ذٰلِكَ الْقُرْآنُ فَاسْتَنْطِقُوهُ وَلَنْ يَنْطِقَ لَكُمْ أُخْبِرُكُمْ عَنْهُ إِنَّ فِيهِ عِلْمَ مَا مَضَى وَعِلْمَ مَا يَأْتِي إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَحُكْمَ مَا بَيْنَكُمْ وَبَيَانَ مَا أَصْبَحْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ فَلَوْ سَأَلْتُمُونِي عَنْهُ لَعَلَّمْتُكُمْ.

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا اوران پر کتاب حق نازل کی جب کہ تم کتاب سے ان پڑھ تھے، نہ اس کے نازل کرنے والے کو جانتے تھے نہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے واقف تھے اور نہ اس ذات سے جس نے ان کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنا کر اس وقت بھیجا جبکہ رسولوں کی آمد کا سلسلہ قطع ہو گیا تھا اور غفلت لوگوں پر چھائی ہوئی تھی اور جہالت اور فتنوں کا دور دورہ تھا اور پیغمبروں کے کاموں سے روگردانی اور امر حق میں اندھا پن اور ظلم وجور کی زیادتی اور آتش حرب کی ہر وقت شعلہ نستانی اور دُنیا کے باغوں پر زردی چھائی ہوئی ہے، اس کی شاخیں سوکھی ہوئی ہیں، اس کے پتے بکھرے ہوئے، اس کے پھل میں مایوسی، اس کا پانی زمین کی تہہ میں گھسا ہوا، ہدایت کے نشانات مٹے ہوئے ہلاکت کے نشانات اُبھرے ہوئے، دُنیا اپنے اہل کے ساتھ ترش روئی سے منہ چڑھائے ہوئے تھی۔ یہ دنیا جو گزر چکی ہے وہ واپس آنے والی نہیں ہے، اس کے پھل فتنہ ہیں، اس کا کھانا مردار ہے، اس کا شعار (وہ کپڑا جو نیچے پہنا جاتا ہے) خوف ہے، اس کا دثار (جو کپڑا اُوپر پہنا جاتا) تلوار ہے، اس نے اپنے اہل کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اوران کی آنکھیں اندھی کر دیں اور ان کے ایام کو تاریک بنا دیا۔ ان دُنیا والوں نے اپنے رحم کو قطع کیا، آپس میں خونریزی کی، اپنی زندہ لڑکیوں کو زمین میں دبا دیا حالانکہ وہ انہی کی اولاد تھیں، اُنھوں نے دنیا میں عیش وراحت کو طلب کیا اور اللہ سے ثواب کی اُمید نہ رکھی اور اس کے عذاب سے نہیں ڈرتے ہیں، ان کے زندہ اندھے اور ستم گار اوران کے مردہ دوزخی اور نجات سے نا اُمید تھے پس حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کیلئے ایک دستور لائے جو کتب سابقہ میں بھی تھا اور انجیل نے اس کی تصدیق کی اور اس قرآن میں حرام اور حلال کی تفصیل ہے پس اس کی صفتوں کو بیان کرو اور وہ تم سے نہیں بولے گا۔ میں تم کو خبر دیتا ہوں کہ اس میں ان چیزوں کا بھی علم ہے جو گزر چکیں اوران باتوں کا بھی ہے جو قیامت تک آنے والی ہیں اور تمھارے نزاعات کا فیصلہ بھی ہے اور جن باتوں سے تم اختلاف کرتے ہو وہ بھی ہے پس اگر تم مجھ سے ان باتوں کو دریافت کرو تو میں بتا دوں۔ [1]

بیان:

''الامی'' جو لکھتا نہ ہو اور پڑھتا نہ ہو

[1] تفسیر القمی: ۱/ ۲؛ تفسیر البرہان: ۱/ ۳۱ و ۵/ ۵۹۲؛ بحار الانوار: ۸۹/ ۸۱؛ مستدرک الوسائل: ۱۸/ ۲۱۷

و''الفترۃ'' وہ زمانہ جو دو رسولوں کے درمیان ہو

''الھجعه ''یعنی نیند، یہ کنایہ ہے غفلت سے

و''الفتنة ''حق کے راستے سے گمراہی اور حیرت

و''المبرم ''یعنی: اس کے ساتھ اشارہ کیا ہے اس نظام کی طرف جو سابقہ شریعتوں کے سبب ختم ہوا اور لوگ جس پر میں

و''الاعتساف ''یعنی: الظلم

و''الامتحاق ''یعنی: محو ہونا

و''التلظی ''یعنی آگ کا شعلہ ور ہونا

''علی حین اصفرار '' سے ''ایامھا '' تک استعارے ہیں

و''اغورار الماء ''یعنی: پانی کا زمین میں اندر چلا جانا

و''الدرس ''یعنی محو

''الردی ''یعنی ہلاکت

''التھجم ''یعنی: منہدم ہونا

و''الاکفھرار ''عبوس جس کا چہرا اترا ہوا ہو سختی کی وجہ سے

و''الشعار ''جسد کے بعد آئیں جیسے کپڑے

و''الدثار ''وہ جو شعار کے اوپر ہو کپڑوں میں سے

و''التمزیق ''کپڑے کا پھاڑنا، یا احمق شخص

و''الموؤدۃ ''لڑکیوں کو مٹی میں زندہ درگور و دفن کرنا

جب جاہلیت کے زمانے میں بیٹی پیدا ہوتی تھی تو اس کو مٹی میں زندہ دفن کرتے تھے

''یجتاز دونھم ''جیم اور زاء کے ساتھ اجتیاز سے یعنی: گذرنے اور قطع ہونے کی معنی میں جیسے کسی مکان سے گذرنا

و''الخفوض ''خفض کا جمع ہے۔ یعنی راحت اور سکون

اور ایک نسخے میں یختار آیا ہے یجتاز کی جگہ پر خاء کے ساتھ یعنی ارادہ کیا اور اختیار کیا

اور ایک نسخے میں ''طلب العیش ''طیب العیش کی جگہ پر آیا ہے

و''العمی '' کنایہ ہے جہل سے

و''النجاسة ''یعنی: کفر کی نجاست

اور بعض نسخوں میں حاء کے ساتھ آیا ہے، نحاست یعنی منحوس شقی نحاست یعنی شقاوت کبھی کبھار باء کے اور خا کے ساتھ بھی آتا ہے یعنی البخاست یعنی فائدے ہونے میں نقصان ہونا

و''الابلاس ''یعنی: غم طاری ہونا، ٹوٹنا، حزن، اور اللہ کی رحمت سے ناامید ہونا، اسی سے ابلیس ہے

و''الصحف الاولی ''نازل شدہ پہلی کتابیں جیسے تورات اور انجیل اور زبور اور ابراہیم کے صحف وغیرہ

و''ریب الحرام ''حرام کا شبہ یعنی صراحت سے خارج

''فاستنطقوہ ''یعنی: اس سے احکام اور روایات کا استعلام کرنا

پھر اشارہ کیا ہے اس طرف کہ ہر ایک جو قرآن سے بات کرتا ہو نہیں سمجھتا قرآن کی زبان کو سواء اہل اللہ کے فقط باطنی کان اور قلبی سماعت نہ رکھنے کی وجہ سے پھر واضح کیا کہ لسان اللہ، مخلوق کے لیے اللہ کی کتابوں کے بارے میں بات کرتی ہے جو قرآن کے اسرار کی خبر دیتی ہے۔

''اخبرکم عنه ''اور نہج البلاغہ میں ہے کہ: ''اور لیکن تمہیں میں اس کے بارے، میں خبر دوں گا۔''خبر دار کیا اس کی طرف کہ ان کا نفس قدسی ہے۔ اور وہ علوم جن کو ذکر کیا اور اشارہ کیا کلمہ ''لو'' لا کر کملہ اذا کے بغیر اس طرف کہ جو شخص مجھ سے قرآن کے مقاصد کے دقائق اور علوم کے اسرار کے بارے میں سوال کرے اس کو خبر دوں گا۔ جس طرح اس بات پر مولا امیر المومنین علیہ السلام کا یہ قول دلالت کرتا ہے کہ جو اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''بتحقیق یہاں علوم کا انبار ہے۔ اے کاش! میں ان علوم کو اٹھانے والے شاگرد پالیتا۔''

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔[1] لیکن میرے نزدیک حدیث مرسل ہے لیکن یہ ارسال بھی قادح نہیں ہے۔ (واللہ اعلم)۔

8/212 الکافی،۱/۸/۶۱/۱ محمد عن الصهبانی عن ابن فضال عَنْ حَمَّادِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ اَلْأَعْلَى بْنِ أَعْيَنَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ: قَدْ وَلَدَنِي رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ أَنَا أَعْلَمُ كِتَابَ اَللَّهِ وَ فِيهِ بَدْءُ اَلْخَلْقِ وَ مَا هُوَ كَائِنٌ إِلَى يَوْمِ اَلْقِيَامَةِ وَ فِيهِ خَبَرُ اَلسَّمَاءِ وَ خَبَرُ اَلْأَرْضِ وَ خَبَرُ اَلْجَنَّةِ وَ خَبَرُ اَلنَّارِ وَ خَبَرُ مَا كَانَ وَ خَبَرُ مَا هُوَ كَائِنٌ أَعْلَمُ ذَلِكَ كَمَا أَنْظُرُ

[1] مرآۃ العقول:۱/۲۰۸

إِلَى كَفِّي إِنَّ اللّٰهَ يَقُولُ فِيهِ تِبْيَانُ كُلِّ شَيْءٍ.

عبدالاعلیٰ بن اعین سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کوفرماتے سنا: میں فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں، میں سب سے زیادہ کتاب خدا کا جاننے والا ہوں، اس میں ابتدائے خلق کا حال بھی ہے اور جو قیامت تک ہونے والا ہے وہ بھی اس میں ہے، آسمان کی خبر بھی ہے اور زمین کی بھی، اس میں جنّت کی خبر بھی ہے اور دوزخ کی بھی، جو ہو چکا اس کی بھی اور جو ہونے والا ہے اس کی بھی، حد میری نظر کے سامنے یہ سب چیزیں ایسی ہیں جیسے میری ہتھیلی میرے سامنے ہے۔ خدا فرماتا ہے کہ اس قرآن میں ہر شے کا بیان ہے۔ [1]

بیان:

''قد ولدنی'' یہاں ولادت کے ساتھ اشارہ کیا ہے کہ یہ ولادت شامل ہے جسمانی اور روحانی ولادت کو تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم، مولا علیہ السلام کی طرف پلٹتا ہے جس طرح مولا علیہ السلام کا نسب ان کی طرف پلٹتا ہے۔ بس مولا علیہ السلام ان کی علم کے وارث ہیں جیسے ان کے مال کے وراث ہیں اور اس لیے فرمایا: اور میں اللہ کے کتاب کا اور جو کچھ اس میں ہے، کا اعلم ہوں کذا و کذا یعنی میں اس سارے کا اعلم ہوں۔

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے [2] لیکن میرے نزدیک حدیث موثق یا حسن ہے کیونکہ عبدالاعلیٰ تحقیقاً ثقہ ثابت ہے اور تفسیر قمی کا راوی ہے [3]

9/213 الکافی، ۱/۹/۶۱/۱ العدة عن ابن عيسى عَنْ عَلِيِّ بْنِ النُّعْمَانِ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَابِرٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: كِتَابُ اللّٰهِ فِيهِ نَبَأُ مَا قَبْلَكُمْ وَ خَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ وَ فَصْلُ مَا بَيْنَكُمْ وَ نَحْنُ نَعْلَمُهُ.

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: کتاب اللہ میں جو تم سے پہلے ہے اس کی بھی خبر ہے اور جو تم سے بعد میں ہوگا اس کی بھی اور تمہارے باہمی نزاعات کا فیصلہ بھی ہے اور یہ سب باتیں ہم جانتے ہیں۔ [4]

---

[1] بصائر الدرجات: ۱/ ۱۹۷؛ تفسیر البرہان: ۱/ ۳۲ و ۳/ ۴۴۳؛ تفسیر نور الثقلین: ۳/ ۵۷؛ عوالم العلوم: ۲۰/ ۹۵؛ بحار الانوار: ۸۹/ ۹۸؛ تفسیر کنز الدقائق: ۷/ ۲۵۴

[2] مرآۃ العقول: ۱/ ۲۰۹

[3] المفید من معجم رجال الحدیث: ۳۰۳

[4] بصائر الدرجات: ۱/ ۱۹۶؛ تفسیر نور الثقلین: ۳/ ۵۷؛ بحار الانوار: ۸۹/ ۹۸؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۴۸۳؛ تفسیر الصافی: ۱/ ۲۰؛ تفسیر کنز الدقائق: ۷/ ۲۵۵؛ جامع احادیث الشیعہ: ۳۰/ ۹۶؛ کشف الغمہ: ۲/ ۱۹۷

بیان:

اس کا معنی واضح ہے اور دوسرے معنی کا احتمال بھی ہوتا ہے اور وہ یہ کہ: انہوں نے ارادہ کیا ہے "نبا ما قبلکم" سے، اللہ اور ملائکہ اور اللہ کے کتب اور رسولوں کے علم کی ابتدا کا اور "خبر ما بعدکم" سے ارادہ کیا ہے معاد کے علم کا یعنی قیامت کے دن اور اس کے احوال اور جنت اور جہنم کے علم کا اور "فصل ما بینکم" سے شریعتوں اور احکام کے علوم کا ارادہ کیا ہے۔

اور نعلمہ میں ھو کی ضمیر کا مرجع کتاب اور سب چیزیں ہیں جن کو وہ جانتے ہیں۔

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔[1]

10/214 الكافي،١/١٠/٦٢/١ العدة عن البرقي عن إسماعيل بن مهران عن سيف بن عميرة عن أبي المغراء عن سماعة عَنْ أَبِي اَلْحَسَنِ مُوسَى عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: قُلْتُ لَهُ أَ كُلُّ شَيْءٍ فِي كِتَابِ اَللَّهِ وَ سُنَّةِ نَبِيِّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ أَوْ تَقُولُونَ فِيهِ قَالَ بَلْ كُلُّ شَيْءٍ فِي كِتَابِ اَللَّهِ وَ سُنَّةِ نَبِيِّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ.

سماعہ سے روایت ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا: کیا ہر شے قرآن اور سنت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں موجود ہے اور جو کچھ آپ کہتے ہیں وہ سب اس میں موجود ہے؟

آپ نے فرمایا: ہر شئے کتاب اللہ اور سنت نبوی میں موجود ہے۔[2]

بیان:

"او تقولون فیه" یعنی خطاب ہے کہ آپ جو کچھ کہتے ہیں اور جو حکم دیتے ہیں سب ان سے کہتے ہیں

تحقیق اسناد:

حدیث موثق ہے۔[3] یا پھر صحیح ہے۔[4]

11/215 الكافي،١/٤/٥٩/١ علي عن العبيدي عن يونس عن حماد عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ

---

[1] مرآۃ العقول: ۱/ ۲۰۹

[2] تفسیر البرہان: ۱/ ۲۳؛ تفسیر الصافی: ۱/ ۵۶؛ تفسیر نور الثقلین: ۳/ ۷۵؛ اثبات الھداۃ: ۱/ ۷۹؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۴۸۳؛ تفسیر کنز الدقائق: ۷/ ۲۵۵

[3] مرآۃ العقول: ۱/ ۲۰۹

[4] اضاءات فی الفکر والدین والاجتماع حب اللہ: ۳/ ۱۱۹

سَمِعْتُهُ يَقُولُ: مَا مِنْ شَيْءٍ إِلَّا وَفِيهِ كِتَابٌ أَوْ سُنَّةٌ.

حماد سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہر وہ چیز جس کی احتجاج لوگوں کو ہوتی ہے کتاب وسنت میں موجود ہے۔ ①

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔ ②

12/216 الفقیہ، ۳/۱۱۶/۳۳۳۲ علی بن عبد اللہ الوراق عن سعد بن عبد اللہ عن التھذیب، ۶/۳۱۹/۸۶/۱ ابن عیسی عن ابن أبی عمیر عن حماد عن محمد عن أبا عبد اللہ علیہ السلام قال فی حدیث طویل: انّ قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يُخْرِجْنِي مِنَ الدُّنْيَا حَتَّى بَيَّنْتُ لِلْأُمَّةِ جَمِيعَ مَا يَحْتَاجُ إِلَيْهِ)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے ایک طویل حدیث میں فرمایا: اللہ کی حمد ہے جس نے مجھے دنیا سے نہیں اٹھایا جب تک میں نے امت پر وہ سب واضح نہیں کر دیا جس کی اس کو ضرورت پڑتی۔ ③

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔ ④

---

① الفصول المہمہ: ۱/ ۴۸۰؛ اثبات الہداۃ: ۱/ ۷۹؛ تفسیر نور الثقلین: ۳/ ۷۴؛ تفسیر کنز الدقائق: ۷/ ۲۵۴؛ تفسیر الصافی: ۱/ ۵۶

② مرآۃ العقول: ۱/ ۲۰۴؛ بدائع البحوث: ۱۰/ ۱۰۳

③ وسائل الشیعہ: ۲۷/ ۳۰۲؛ مستدرک الوسائل: ۱۷/ ۳۰۵؛ عوالی اللئالی: ۳/ ۵۲۲

④ روضۃ المتقین: ۶/ ۲۶۷؛ جامع المدارک: ۶/ ۳۵؛ کفایۃ الفقہ: ۲/ ۷۰۲؛ فقہ القضاء: ۲/ ۲۳۰؛ موسوعہ الفقہ الاسلامی: ۷۱/ ۳۲۹؛ شمول الشریعہ: ۲۰۳؛ عوالی اللئالی: ۳/ ۵۲۲؛ ملاذ الاخیار: ۱۰/ ۲۳۶؛ مختلف الشیعہ: ۸/ ۳۹۹؛ کشف اللثام: ۱۰/ ۱۸؛ نظام القضاء: ۳۴۷؛ ماوراء الفقہ: ۹/ ۲۰۳

۲۴۔ باب اختلاف الحدیث و الحکم

حدیث کا اختلاف اور (اس کا) حکم

1/217 الکافی،۱/۶۲/۱/۱ علی عن أبیه عن حماد بن عیسی عن الیمانی عَنْ أَبَانِ بْنِ أَبِي عَيَّاشٍ عَنْ سُلَيْمِ بْنِ قَيْسٍ ٱلْهِلاَلِيِّ قَالَ: قُلْتُ لِأَمِيرِ ٱلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ إِنِّي سَمِعْتُ مِنْ سَلْمَانَ وَ ٱلْمِقْدَادِ وَ أَبِي ذَرٍّ شَيْئاً مِنْ تَفْسِيرِ ٱلْقُرْآنِ وَ أَحَادِيثَ عَنْ نَبِيِّ ٱللَّهِ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ غَيْرَ مَا فِي أَيْدِي ٱلنَّاسِ ثُمَّ سَمِعْتُ مِنْكَ تَصْدِيقَ مَا سَمِعْتُ مِنْهُمْ وَ رَأَيْتُ فِي أَيْدِي ٱلنَّاسِ أَشْيَاءَ كَثِيرَةً مِنْ تَفْسِيرِ ٱلْقُرْآنِ وَ مِنَ ٱلْأَحَادِيثِ عَنْ نَبِيِّ ٱللَّهِ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ أَنْتُمْ تُخَالِفُونَهُمْ فِيهَا وَ تَزْعُمُونَ أَنَّ ذَلِكَ كُلَّهُ بَاطِلٌ أَ فَتَرَى ٱلنَّاسَ يَكْذِبُونَ عَلَى رَسُولِ ٱللَّهِ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ مُتَعَمِّدِينَ وَ يُفَسِّرُونَ ٱلْقُرْآنَ بِآرَائِهِمْ قَالَ فَأَقْبَلَ عَلَيَّ فَقَالَ قَدْ سَأَلْتَ فَافْهَمِ ٱلْجَوَابَ إِنَّ فِي أَيْدِي ٱلنَّاسِ حَقّاً وَ بَاطِلاً وَ صِدْقاً وَ كَذِباً وَ نَاسِخاً وَ مَنْسُوخاً وَ عَامّاً وَ خَاصّاً وَ مُحْكَماً وَ مُتَشَابِهاً وَ حِفْظاً وَ وَهَماً وَ قَدْ كُذِبَ عَلَى رَسُولِ ٱللَّهِ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ عَلَى عَهْدِهِ حَتَّى قَامَ خَطِيباً فَقَالَ أَيُّهَا ٱلنَّاسُ قَدْ كَثُرَتْ عَلَيَّ ٱلْكَذَّابَةُ فَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ ٱلنَّارِ ثُمَّ كُذِبَ عَلَيْهِ مِنْ بَعْدِهِ وَ إِنَّمَا أَتَاكُمُ ٱلْحَدِيثُ مِنْ أَرْبَعَةٍ لَيْسَ لَهُمْ خَامِسٌ رَجُلٍ مُنَافِقٍ يُظْهِرُ ٱلْإِيمَانَ مُتَصَنِّعٍ بِٱلْإِسْلاَمِ لاَ يَتَأَثَّمُ وَ لاَ يَتَحَرَّجُ أَنْ يَكْذِبَ عَلَى رَسُولِ ٱللَّهِ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ مُتَعَمِّداً فَلَوْ عَلِمَ ٱلنَّاسُ أَنَّهُ مُنَافِقٌ كَذَّابٌ لَمْ يَقْبَلُوا مِنْهُ وَ لَمْ يُصَدِّقُوهُ وَ لَكِنَّهُمْ قَالُوا هَذَا قَدْ صَحِبَ رَسُولَ ٱللَّهِ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ رَآهُ وَ سَمِعَ مِنْهُ وَ أَخَذُوا عَنْهُ وَ هُمْ لاَ يَعْرِفُونَ حَالَهُ وَ قَدْ أَخْبَرَهُ ٱللَّهُ عَنِ ٱلْمُنَافِقِينَ بِمَا أَخْبَرَهُ وَ وَصَفَهُمْ بِمَا وَصَفَهُمْ فَقَالَ عَزَّ وَ جَلَّ (وَ إِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ وَ إِنْ يَقُولُوا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ) ثُمَّ بَقُوا بَعْدَهُ فَتَقَرَّبُوا إِلَى أَئِمَّةِ ٱلضَّلاَلَةِ وَ ٱلدُّعَاةِ إِلَى ٱلنَّارِ بِٱلزُّورِ وَ ٱلْكَذِبِ وَ ٱلْبُهْتَانِ فَوَلَّوْهُمُ ٱلْأَعْمَالَ وَ حَمَلُوهُمْ عَلَى رِقَابِ ٱلنَّاسِ وَ أَكَلُوا بِهِمُ ٱلدُّنْيَا وَ إِنَّمَا ٱلنَّاسُ مَعَ ٱلْمُلُوكِ وَ ٱلدُّنْيَا إِلاَّ مَنْ عَصَمَ ٱللَّهُ فَهَذَا أَحَدُ ٱلْأَرْبَعَةِ وَ رَجُلٍ سَمِعَ مِنْ رَسُولِ ٱللَّهِ شَيْئاً لَمْ يَحْمِلْهُ عَلَى وَجْهِهِ وَ وَهِمَ فِيهِ وَ لَمْ يَتَعَمَّدْ كَذِباً فَهُوَ فِي يَدِهِ يَقُولُ بِهِ وَ يَعْمَلُ بِهِ وَ يَرْوِيهِ

فَيَقُولُ أَنَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَلَوْ عَلِمَ اَلْمُسْلِمُونَ أَنَّهُ وَهَمٌ لَمْ يَقْبَلُوهُ وَلَوْ عَلِمَ هُوَ أَنَّهُ وَهَمٌ لَرَفَضَهُ وَرَجُلٍ ثَالِثٍ سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ شَيْئاً أَمَرَ بِهِ ثُمَّ نَهَى عَنْهُ وَهُوَ لاَ يَعْلَمُ أَوْ سَمِعَهُ يَنْهَى عَنْ شَيْءٍ ثُمَّ أَمَرَ بِهِ وَهُوَ لاَ يَعْلَمُ فَحَفِظَ مَنْسُوخَهُ وَلَمْ يَحْفَظِ اَلنَّاسِخَ وَلَوْ عَلِمَ أَنَّهُ مَنْسُوخٌ لَرَفَضَهُ وَلَوْ عَلِمَ اَلْمُسْلِمُونَ إِذْ سَمِعُوهُ مِنْهُ أَنَّهُ مَنْسُوخٌ لَرَفَضُوهُ وَآخَرَ رَابِعٍ لَمْ يَكْذِبْ عَلَى رَسُولِ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ مُبْغِضٍ لِلْكَذِبِ خَوْفاً مِنَ اَللَّهِ وَ تَعْظِيماً لِرَسُولِ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ لَمْ يَنْسَهُ بَلْ حَفِظَ مَا سَمِعَ عَلَى وَجْهِهِ فَجَاءَ بِهِ كَمَا سَمِعَ لَمْ يَزِدْ فِيهِ وَلَمْ يَنْقُصْ مِنْهُ وَ عَلِمَ اَلنَّاسِخَ مِنَ اَلْمَنْسُوخِ فَعَمِلَ بِالنَّاسِخِ وَرَفَضَ اَلْمَنْسُوخَ فَإِنَّ أَمْرَ اَلنَّبِيِّ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ مِثْلُ اَلْقُرْآنِ نَاسِخٌ وَمَنْسُوخٌ وَ خَاصٌّ وَعَامٌّ وَ مُحْكَمٌ وَ مُتَشَابِهٌ قَدْ كَانَ يَكُونُ مِنْ رَسُولِ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ اَلْكَلاَمُ لَهُ وَجْهَانِ كَلاَمٌ عَامٌّ وَ كَلاَمٌ خَاصٌّ مِثْلُ اَلْقُرْآنِ وَ قَالَ اَللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ فِي كِتَابِهِ: (مَا آتَاكُمُ اَلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا) فَيَشْتَبِهُ عَلَى مَنْ لَمْ يَعْرِفْ وَلَمْ يَدْرِ مَا عَنَى اَللَّهُ بِهِ وَ رَسُولُهُ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ لَيْسَ كُلُّ أَصْحَابِ رَسُولِ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ كَانَ يَسْأَلُهُ عَنِ اَلشَّيْءِ فَيَفْهَمُ وَ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ يَسْأَلُهُ وَ لاَ يَسْتَفْهِمُهُ حَتَّى إِنْ كَانُوا لَيُحِبُّونَ أَنْ يَجِيءَ اَلْأَعْرَابِيُّ وَ اَلطَّارِئُ فَيَسْأَلَ رَسُولَ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ حَتَّى يَسْمَعُوا وَ قَدْ كُنْتُ أَدْخُلُ عَلَى رَسُولِ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ كُلَّ يَوْمٍ دَخْلَةً وَ كُلَّ لَيْلَةٍ دَخْلَةً فَيُخْلِينِي فِيهَا أَدُورُ مَعَهُ حَيْثُ دَارَ وَ قَدْ عَلِمَ أَصْحَابُ رَسُولِ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ أَنَّهُ لَمْ يَصْنَعْ ذَلِكَ بِأَحَدٍ مِنَ اَلنَّاسِ غَيْرِي فَرُبَّمَا كَانَ فِي بَيْتِي يَأْتِينِي رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ أَكْثَرُ ذَلِكَ فِي بَيْتِي وَ كُنْتُ إِذَا دَخَلْتُ عَلَيْهِ بَعْضَ مَنَازِلِهِ أَخْلاَنِي وَ أَقَامَ عَنِّي نِسَائَهُ فَلاَ يَبْقَى عِنْدَهُ غَيْرِي وَ إِذَا أَتَانِي لِلْخَلْوَةِ مَعِي فِي مَنْزِلِي لَمْ تَقُمْ عَنِّي فَاطِمَةُ وَ لاَ أَحَدٌ مِنْ بَنِيَّ وَ كُنْتُ إِذَا سَأَلْتُهُ أَجَابَنِي وَ إِذَا سَكَتُّ عَنْهُ وَ فَنِيَتْ مَسَائِلِي اِبْتَدَأَنِي فَمَا نَزَلَتْ عَلَى رَسُولِ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ آيَةٌ مِنَ اَلْقُرْآنِ إِلاَّ أَقْرَأَنِيهَا وَ أَمْلاَهَا عَلَيَّ فَكَتَبْتُهَا بِخَطِّي وَ عَلَّمَنِي تَأْوِيلَهَا وَ تَفْسِيرَهَا وَ نَاسِخَهَا وَ مَنْسُوخَهَا وَ مُحْكَمَهَا وَ مُتَشَابِهَهَا وَ خَاصَّهَا وَ عَامَّهَا وَ دَعَا اَللَّهَ أَنْ يُعْطِيَنِي فَهْمَهَا وَ حِفْظَهَا فَمَا نَسِيتُ آيَةً مِنْ كِتَابِ اَللَّهِ وَ لاَ عِلْماً أَمْلاَهُ عَلَيَّ وَ كَتَبْتُهُ مُنْذُ دَعَا اَللَّهَ لِي بِمَا دَعَا وَ مَا تَرَكَ

شَيْئاً عَلَّمَهُ اَللَّهُ مِنْ حَلاَلٍ وَ لاَ حَرَامٍ وَ لاَ أَمْرٍ وَ لاَ نَهْيٍ كَانَ أَوْ يَكُونُ وَ لاَ كِتَابٍ مُنْزَلٍ عَلَى أَحَدٍ قَبْلَهُ مِنْ طَاعَةٍ أَوْ مَعْصِيَةٍ إِلاَّ عَلَّمَنِيهِ وَ حَفِظْتُهُ فَلَمْ أَنْسَ حَرْفاً وَاحِداً ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ عَلَى صَدْرِي وَ دَعَا اَللَّهَ لِي أَنْ يَمْلَأَ قَلْبِي عِلْماً وَ فَهْماً وَ حُكْماً وَ نُوراً فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اَللَّهِ بِأَبِي أَنْتَ وَ أُمِّي مُنْذُ دَعَوْتَ اَللَّهَ لِي بِمَا دَعَوْتَ لَمْ أَنْسَ شَيْئاً وَ لَمْ يَفُتْنِي شَيْءٌ لَمْ أَكْتُبْهُ أَ فَتَتَخَوَّفُ عَلَيَّ اَلنِّسْيَانَ فِيمَا بَعْدُ فَقَالَ لاَ لَسْتُ أَتَخَوَّفُ عَلَيْكَ اَلنِّسْيَانَ وَ اَلْجَهْلَ.

ترجمہ: سلیم بن قیس ہلالی سے روایت ہے کہ میں نے امیر المومنین علیہ السلام سے عرض کیا: میں نے سلمان ومقداد وابوذر سے تفسیر قرآن اور حدیث نبوی کے متعلق ایسی چیزیں سنی ہیں جو بالکل الگ ہیں ان سے جو تفسیر قرآن کے متعلق عام لوگ بیان کرتے ہیں۔ان حضرات کا گمان یہ ہے کہ وہ سب باطل ہیں تو کیا یہ سب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمداً جھوٹ بولتے ہیں اور قرآن مجید کی تفسیر اپنی رائے سے کرتے ہیں؟

امیر المومنین علیہ السلام نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: تم نے جو سوال کیا اس کا جواب سنو: لوگوں کے ہاتھوں میں حق وباطل ہے اور صدق وکذب ہے اور ناسخ ومنسوخ اور عام وخاص، محکم ومتشابہ ہے اور حفظ ووہم اور لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ان پر جھوٹ بولا چنانچہ آپؐ نے خطبہ میں فرمایا: لوگو! میرے اوپر جھوٹ بولا جارہا ہے پس جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ بولا اس کی جگہ جہنم ہے اور آپؐ کے بعد بھی آپؐ پر جھوٹ بولا گیا۔

تمہارے پاس احادیث چار طریقہ سے پہنچی ہیں ان کے علاوہ پانچواں طریقہ نہیں، اول مرد منافق سے جو ایمان کو ظاہر کرتا ہے اور تصنع سے اسلام قبول کیے ہوئے ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمداً جھوٹ بولنے کو نہ گناہ سمجھتا ہے اور نہ اس میں کوئی خرابی سمجھتا ہے۔اگر لوگ یہ جانتے کہ یہ بڑا منافق اور جھوٹا ہے تو اس کی بات قبول نہ کرتے اور اس کی تصدیق نہ کرتے لیکن انہوں نے تو یہ کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی ہے، اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے اور آپؐ سے احادیث کو سنا ہے لہٰذا انہوں نے احادیث کو اس سے لے لیا اور وہ اس کے حال سے واقف نہ تھے اور منافقوں کے بارے میں اللہ نے جو خبر دی ہے وہ دی ہے اور جو اوصاف ان کے بیان کیے ہیں وہ کیے ہیں چنانچہ وہ فرماتا ہے: جب اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تم ان کو دیکھتے ہو تو ان کے بھاری بھر کم ڈھیل والے جسم تم کو تعجب میں ڈال دیتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ تم ان کی باتیں سنو۔(المنافقون: ۴)۔''
چنانچہ یہ سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی باقی رہا۔اب انہوں نے آئمہ ضلالت سے تقرب حاصل کیا اور جہنم کی طرف مکروفریب سے بلانے والوں سے جا ملے اور حکومت ان کے سپرد کردی اور لوگوں کی گردنوں پر

انہیں سوار کر دیا اور ان سے مل کر خوب خوب مزے اُڑائے، لوگ تو بادشاہان دُنیا کے ساتھ ہو ہی جایا کرتے ہیں مگر وہ کہ جسے خدا بچائے۔ پس یہ چار میں ایک گروہ ہے۔

اور دوسرا وہ ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی بات کو سُنا لیکن اس کو پوری طرح یاد نہ رکھ سکا اور وہ وہم کو اس میں دخل دیا مگر عمداً جھوٹ نہیں بولا۔ پس یہ حدیث اس کے پاس ہے اور وہ اس پر عمل بھی کرتا ہے اور دوسروں سے اس کی روایت بھی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسا سُنا۔ پس اگر مسلمانوں کو معلوم ہوتا کہ وہ از روئے وہم و گمان ایسا کہہ رہا ہے اور اسے صحیح حدیث یاد نہیں تو وہ اس کی بات کو نہ مانتے اور اگر وہ خود جانتا کہ غلط بیانی کر رہا ہے اور مبتلائے وہم ہے تو اس کو خود ہی بیان نہ کرتا۔

اور تیسرا وہ ہے کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک ایسی حدیث کو سُنا جس میں آپؐ نے کسی چیز کا حکم دیا تھا مگر اس کے بعد اس کی نہی بھی فرما دی تھی لیکن اس کو اس نہی کا علم نہ ہوا یا نہی سن لی اور امر کا علم نہ ہوا پس اس نے حکم منسوخ کو تو یاد کر لیا اور ناسخ کو یاد نہ رکھا۔ اگر اس کو علم ہوتا کہ یہ حکم منسوخ شدہ ہے تو وہ اس کا بیان ترک کر دیتا اور اگر مسلمان یہ جان لیتے کہ یہ منسوخ الحکم حدیث بیان کر رہا ہے تو وہ اس پر عمل ترک کر دیتے۔

اور چوتھا آخری وہ ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ نہیں بولا اور اسے جھوٹ سے نفرت ہے، وہ اللہ سے ڈرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت اس کے دل میں ہے۔ جو کچھ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا اس کو وہ بھولا نہیں بلکہ اسے وہ اچھی طرح یاد ہے۔ جیسے اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا بغیر کمی و بیشی ویسا ہی بیان کرتا ہے، وہ ناسخ اور منسوخ کو جانتا ہے پس وہ ناسخ پر عمل کرتا ہے اور منسوخ کو چھوڑ دیتا ہے۔ اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام بھی قرآن کی طرح ہیں جو ناسخ بھی ہیں منسوخ بھی، خاص بھی ہیں اور عام بھی، محکم بھی ہیں اور متشابہ بھی، کبھی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کی قرآن کی طرح دو صورتیں ہوتی ہیں: کلام عام اور کلام خاص۔ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے: "رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو تم کو دیں اسے لے لو اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔ (الحشر: ۷)۔" یہ امر ان لوگوں پر مشتبہ ہو گیا جنہوں نے نہ جانا اور نہ سمجھا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصد اس سے کیا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اصحاب ایسے نہ تھے جو سوال کرتے ہوں اور اس کے جواب کو سمجھ بھی لیتے ہوں بلکہ بعض ایسے بھی تھے جو سوال تو کرتے تھے مگر سمجھنا نہیں چاہتے تھے یہاں تک کہ وہ چاہتے تھے کہ کوئی بدو عرب یا اجنبی مسافر آئے اور وہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جواب کو ہم سُنیں (کیونکہ خود بار بار سوال نہیں کر سکتے تھے) اور میرا یہ حال تھا کہ میں دن اور رات میں جب چاہتا آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتا، آپؐ مجھ سے تخلیہ فرماتے اور جو آپؐ بیان فرماتے میں اس کو اپنے

دل میں جگہ دیتا جاتا۔ اصحاب اس بات کو جانتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے سوا کسی اور کے ساتھ ایسا نہیں کرتے تھے۔ بسا اوقات یہ عمل میرے گھر میں ہوتا تھا۔ جب حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر میں تشریف لاتے تو زیادہ وقت خلوت میں گزارتے اور ازواج ہمارے پاس سے ہٹ جاتیں، میرے سوا کوئی آپؐ کے پاس نہ رہتا اور جب میرے گھر میں خلوت ہوتی تو نہ سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا الگ ہوتیں اور نہ میرا کوئی لڑکا۔ جب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرتا تو مجھے جواب دیتے اور جب میں چپ ہو جاتا اور سوالات ختم ہو جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ابتدا کرتے۔ قرآن کی کوئی آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایسی نازل نہیں ہوئی کہ آپؐ نے مجھے پڑھ کر نہ سنائی ہو اور اسے مجھے لکھوایا نہ ہو پس میں نے اپنے ہاتھ سے اسے لکھا ہے۔ اور مجھے ہر آیت کی تاویل اور تفسیر اور اس کا ناسخ اور منسوخ اور محکم و متشابہ اور خاص و عام تعلیم کیا، اور آپؐ نے دعا کی کہ وہ مجھے اس کے سمجھنے اور حفظ کرنے کی صلاحیت عطا فرمائے۔ پس کتاب خدا کی کوئی آیت میں نہیں بھولا اور نہ اس چیز کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لکھوائی اور میں نے لکھی اور دُعا کی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے لیے دُعا کی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو علم خدا سے ملا اس میں سے کوئی چیز میرے لیے بغیر بتائے نہ چھوڑی، حلال سے ہو یا حرام سے، امر سے ہو یا نہی سے، اطاعت سے ہو یا معصیت سے پس میں نے اسے سیکھا ہے اور حفظ کیا ہے اور ایک حرف تک اس کا نہیں بھولا۔ پھر آپؐ نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر رکھا اور اللہ تعالیٰ سے میرے لیے دُعا کی کہ وہ میرے قلب کو علم و فہم اور حکمت و نور سے پُر کر دے۔ میں نے عرض کیا: یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فدا ہوں! جب سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی ہے میں کوئی بات نہیں بھولا اور جس چیز کو میں نے نہیں لکھا اسے فراموش کیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خوف ہے کہ بعد میں بھول جاؤں گا؟ آپؐ نے فرمایا! نہیں۔ مجھے تمہارے متعلق نسیان و جہل کا خوف نہیں ہے۔ [1]

بیان:

''المحکم'' یعنی جو دلالت کرے ایسے معنی پر جس میں اس معنی کے غیر کا احتمال نہ ہو اور متشابہ محکم کے خلاف ہے۔

و''الوھم'' یعنی: شئے جس طرح ہے ایسے محفوظ نہ ہو بلکہ اس میں غلطی ہو

والکذابۃ میں ''التاء'' مبالغے کے لیے ہیں جیسے ''العلامۃ'' میں ہے یعنی زیادہ جھوٹ باندھنے والے اور کاف کے کسرے کے اور ذال کی تخفیف کے ساتھ جیسے ان کے قول میں ہے: ''المرء یضیعہ کذابہ''

---

[1] بحار الانوار: ۲/ ۲۲۸ و ۳/ ۲۷۳؛ الخصال: ۱/ ۲۵۵؛ الاعتقادات: ۱۱۸؛ وسائل الشیعہ: ۲۷/ ۲۰۶؛ کتاب سلیم بن قیس: ۲/ ۶۲۰

یہ مکذوب کی معنی میں ہے جیسے کتابیہ،مکتوب کی معنی میں اور اس کی تاء تانیث کے لیے ہے
نبی اکرم ﷺ پر جھوٹ باندھنے کا ذکر علماء نے کیا ہے کہا ہے کہ: بتحقیق ان سے یہ روایت نقل ہوئی ہے اس معنی میں کہ اگر صادق اور سچی ہوتو یہی مطلوب ہے اور اگر جھوٹی ہوتو یہ ان پر جھوٹ باندھنے کی معنی میں ہے
عتائقی نے اس کی نہج البلاغہ کی شرح میں نقل کیا ہے کہ بتحقیق ایک شخص نے رسول اکرم ﷺ کی رداء چوری کی اور ایک گروہ کے پاس گیا اور کہا یہ رسول اللہ ﷺ کی رداء ہے جو مجھے دی ہے تا کہ میں فلاں عورت پر دست رسی حاصل کروں۔
تو قوم نے اس کا انکار کیا اور کسی کو اس کے بارے میں پوچھنے کے لیے بھیجا پس وہ اٹھا اور پانی پیا تو وہاں اس کو سانپ نے ڈس لیا اور وہ مر گیا اور جب یہ بات رسول اکرم ﷺ نے سنی تو علی علیہ السلام کو فرمایا کہ جاؤ اور اس کو پاؤ تو اسے آگ میں جلا دینا چنانچہ حضرت علی علیہ السلام گئے اور اس کے جلانے کا حکم دیا۔ یہ واقعہ سبب ہوا کہ رسول اکرم ﷺ نے یہ حدیث جس کا ذکر ہو رہا ہے ارشاد فرمائی۔
و"التصنع" یعنی مکلف ہونا اور اسلام کے ذریعے مکلف شخص اپنے اہل کے پاس زینت رکھتا ہے
"لا یتاثم" یعنی: گناہ پر اعتماد نہیں کرتا اور گناہ میں گرفتار نہیں ہوتا
"و لا یتحرج" یعنی: اس کا سینہ تنگ نہیں ہوتا اور اس سے تینوں گمراہ کرنے والے اماموں کا ارادہ کیا ہے اور وہ جو بنی امیہ کے نقش قدم پر چلتے ہیں اور ان کے ساتھ شباہت رکھنے والے لوگ
اور "بالزور" متعلق ہے "تقربوا" کے
عتائقی نے مدائنی سے کتاب "الاحداث" میں نقل کیا ہے کہ بتحقیق معاویہ نے اپنے عاملوں کے پاس خط لکھا کہ لوگوں کو صحابہ کے فضائل کی روایات کی طرف دعوت دو اور ابوتراب (امیر المومنین علیہ السلام) کی شان میں جو روایت ہو اس کو ترک نہ کرو مگر اس کے مقابلے میں صحابہ کی شان میں روایت بناؤ تو نتیجے میں اس طرح کی بنائی ہوئی روایات بہت ساری ہو گئیں جن کی کوئی حقیقت نہیں ہے یہاں تک کہ منبروں پر اس کا رواج ہو گیا۔
اور ابن ابی الحدید نے روایت کی ہے کہ بتحقیق معاویہ نے صحابیوں کو بہت زیادہ مال دیا تھا کہ وہ حضرت علی علیہ السلام کی مذمت میں روایتیں گھڑیں اور ان کو منبروں پر بیان کریں اور اس طرح انجام ہوا
اور ابن عرفة المعروف بنفطویه سے روایت کی گئی ہے کہ بتحقیق صحابہ کے فضائل میں اکثر حدیثیں بنو امیہ کی حکومت کے ایام میں ان کا قرب حاصل کرنے کے لیے گھڑی گئی تھیں جن حدیثوں کے ذریعے سے وہ گمان کرتے تھے کہ بنی ہاشم کو نیچا کر کے بتائیں۔

''ما اتاکم الرسول فخذوہ'' اس آیت کے ذکر سے رسول اکرم ﷺ کی پیروی کے واجب ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے تاکہ حدیث میں پیدا ہونے والا اشتباہ مرتب ہوتا کہ کوئی ایک شخص وہم نہ کرے حدیث کے ترک کرنے کا اس کی معنی کے واضح نہ ہونے کی وجہ سے۔

اور سوال کا نہ کرنا شاید احترام اور ان کے اجلال کی خاطر ہو جو ان کی عظمت ہے انسانوں کے قلوب میں اس کی وجہ سے

''الطاری'' وہ شخص جو دور کے مکان سے آیا ہو

''فیخلینی فیھا'' یعنی: وہ میرے پاس خلوت میں آئے۔

یا مجھے کام سے فارغ ہونے کے وقت آئے جیسے کہتے ہیں اخل امرک یا اُخل بامرک یعنی اس کام سے فارغ ہو جا یا کام کو ختم کر کے کام سے جدا ہو جا

یا ''تخلیہ'' سے ہے یعنی میں نے اس کا راستہ خالی کیا یا ''اخلائی'' ہے

پس احتمال ہے اول کا

اور با کے ساتھ بھی آتا ہے ''اخلیت بہ'' یعنی جب میں اس سے جدا ہوا اس کے ذریعے خالی کیا

''الحکم'' ''حاء'' کے ضمے اور ''کاف'' کے سکون کے ساتھ یعنی حکمت۔

بتحقیق خبردار کیا ہے رسول اکرم ﷺ کے انتہائی قریب ہونے سے اور علم اور راو علم کا یاد کرنا درایت اور تمام الٰہی کتابوں کے احاطے میں رسول اکرم ﷺ کے ساتھ مخصوص ہونے کی انتہا کا بتایا ہے تاکہ لوگ اپنے دین کے امور میں اس کی طرف رجوع کریں اور علم کے چراغ سے اقتباس کریں اور علم کے انوار سے منور ہوں اور ان کی ہدایت کی اقتدا کریں۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف علی المشہور ہے اور مجلسی کے نزدیک معتبر ہے۔[1] اور میرے نزدیک حدیث صحیح یا حسن ہے کیونکہ ابان بن ابی عیاش کو ضعیف کہنا اشکال سے خالی نہیں ہے (واللہ اعلم)

2/218 الکافی،۱/۶۴/۲/۱ العدۃ عن أحمد عن عثمان عن الخراز عن محمد عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: قُلْتُ لَهُ مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَرْوُونَ عَنْ فُلاَنٍ وَ فُلاَنٍ عَنْ رَسُولِ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ لاَ يُتَّهَمُونَ بِالْكَذِبِ فَيَجِيءُ مِنْكُمْ خِلاَفُهُ قَالَ إِنَّ اَلْحَدِيثَ يُنْسَخُ كَمَا يُنْسَخُ اَلْقُرْآنُ.

---

[1] مرآۃ العقول: ۱/ ۲۱۵

(ترجمہ) محمد سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے فلاں اور فلاں کے سلسلہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ متواتر حدیث ہوتی ہے لیکن وہ جب آپؑ لوگوں سے روایت کرتے ہیں تو وہ اُس کے خلاف ہوتی ہے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: یقیناً حدیث بھی اُسی طرح منسوخ ہوجاتی ہے جس طرح قرآن کی آیات ہوتی ہیں۔ [1]

تحقیق اسناد:

حدیث موثق ہے۔ [2] لیکن میرے نزدیک حدیث حسن ہے کیونکہ عثمان بن عیسیٰ نے وقف سے رجوع کرلیا تھا۔ (واللہ اعلم)

3/219 الکافی،۱/۳/۶۵/۱ علی عن أبیه عن التمیمی عَنْ عَاصِمِ بْنِ حُمَيْدٍ عَنْ مَنْصُورِ بْنِ حَازِمٍ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ مَا بَالِي أَسْأَلُكَ عَنِ اَلْمَسْأَلَةِ فَتُجِيبُنِي فِيهَا بِالْجَوَابِ ثُمَّ يَجِيئُكَ غَيْرِي فَتُجِيبُهُ فِيهَا بِجَوَابٍ آخَرَ فَقَالَ إِنَّا نُجِيبُ اَلنَّاسَ عَلَى اَلزِّيَادَةِ وَ اَلنُّقْصَانِ قَالَ قُلْتُ فَأَخْبِرْنِي عَنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ صَدَقُوا عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ أَمْ كَذَبُوا قَالَ بَلْ صَدَقُوا قَالَ قُلْتُ فَمَا بَالُهُمُ اِخْتَلَفُوا فَقَالَ أَ مَا تَعْلَمُ أَنَّ اَلرَّجُلَ كَانَ يَأْتِي رَسُولَ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَيَسْأَلُهُ عَنِ اَلْمَسْأَلَةِ فَيُجِيبُهُ فِيهَا بِالْجَوَابِ ثُمَّ يُجِيبُهُ بَعْدَ ذَلِكَ مَا يَنْسَخُ ذَلِكَ اَلْجَوَابَ فَنَسَخَتِ اَلْأَحَادِيثُ بَعْضُهَا بَعْضاً.

(ترجمہ) منصور بن حازم سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: یہ کیا بات ہے کہ ایک مسئلہ جب میں آپ علیہ السلام سے پوچھتا ہوں تو آپ مجھے اس کا جواب دیتے ہیں پھر میرا غیر جب آپؑ سے یہی مسئلہ پوچھتا ہے تو آپؑ اس کو دوسرا جواب دیتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: ہم جواب دیتے ہیں لوگوں کو کبھی زیادتی کے ساتھ اور کبھی کمی کے ساتھ۔

میں نے عرض کیا: مجھے اصحاب کی روایات کے بارے میں بتایئے کہ انہوں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق سچ کہا یا جھوٹ؟

آپؑ نے فرمایا: سچ کہا ہے۔

میں نے عرض کیا: جب ان کے بیان میں اختلاف ہے کہ ایک کہتا ہے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بیان فرمایا ہے جبکہ

---

[1] وسائل الشیعہ: ۲۷/۲۰۸و۱۰۸؛ بحارالانوار: ۲/۲۸۸

[2] مرآۃ العقول: ۱/۲۱۶

دوسرا کہتا ہے یہ تو پھر کیا صورت ہوگی؟

آپؑ نے فرمایا: تم نہیں جانتے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتا ہے اور ایک مسئلہ دریافت کرتا ہے تو آپؐ اس کا جواب دے دیتے ہیں مگر اس کے بعد وحی الٰہی اس حکم کو منسوخ کر دیتی ہے۔ اس کے بعد ایک دوسرا شخص آتا ہے اور وہی بات پوچھتا ہے تو آپؐ اس کو ناسخ حکم بتاتے ہیں پس ایک حدیث دوسری حدیث کی ناسخ ہوجاتی ہے۔[1]

بیان:

یعنی: قول کی کمی بیشی، لوگوں کے حالات میں فہم اور احتمال کے تفاوت میں کمیت اور کیفیت کے حساب سے اور بعض احادیث کے بعض کے لیے ناسخ ہونے سے مراد یہ ہے کہ بتحقیق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کبھی کبھار نسخ ہوجاتی تھی اور راوی اس حدیث کے نسخ ہونے کے بارے میں نہیں جانتا تھا اور روایت کر دیتا تھا اس کے حکم کے باقی رہنے کا گمان کرتے ہوئے بغیر کسی جھوٹ کے پھر جب ناسخ حدیث جب سامنے آتی تھی تو اختلاف پیدا ہوتا تھا۔

تحقیق اسناد:

حدیث حسن ہے۔[2] یا پھر حدیث صحیح ہے۔[3] اور میرے نزدیک حدیث صحیح ہے۔ (واللہ اعلم)

4/220 الکافی،۱/۶۵/۴/۱ علی بن محمد عن سھل عن السراد عن ابن رئاب عن الحذاء عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: قَالَ لِي يَا زِيَادُ مَا تَقُولُ لَوْ أَفْتَيْنَا رَجُلاً مِمَّنْ يَتَوَلاَّنَا بِشَيْءٍ مِنَ اَلتَّقِيَّةِ قَالَ قُلْتُ لَهُ أَنْتَ أَعْلَمُ جُعِلْتُ فِدَاكَ قَالَ إِنْ أَخَذَ بِهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ وَأَعْظَمُ أَجْراً.

(ترجمہ) الحذاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوجعفر محمد باقر علیہ السلام نے مجھے فرمایا: اے زیاد: اگر ہم اپنے ماننے والوں میں سے کسی کو ایسا حکم دیں کہ جس میں تقیہ پایا جائے تو تم اس میں کیا کہو گے؟

میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان ہوجاؤں! آپؑ اس کے بارے میں بہتر جانتے ہیں۔

[1] بحارالانوار: ۲/ ۲۲۸؛ وسائل الشیعہ: ۲۷/ ۲۰۸

[2] مرآۃ العقول: ۱/ ۲۱۶؛ منہاج الاصول: ۲/ ۷۷ ۳؛ التعارض یزدی: ۹۲ ۳؛ وسیلۃ الوسائل: ۹۱ ۳؛ الاراء کی تجلی: ۲۳۱؛ اصول الفوائد: ۲/ ۲۵۹؛ الرسائل الاحمدیہ: ۳/ ۱۲۹

[3] شرح حلقات الاصول حیدری: ۱۹/ ۲۹۲؛ بحوث فی علم الرجال: ۸۲؛ عدالۃ الصحابہ محسنی: ۷۳؛ بیان الاصول: ۹/ ۲۷۶؛ معجم احادیث المعتبر ۃ: ۱/ ۵۳۶؛ بدائع البحوث: ۵/ ۲۱۶؛ منطق الھد السندی: ۲/ ۸۷؛ حدود الشریعہ: ۲/ ۲۵

آپؑ نے فرمایا: اگر وہ اس پر عمل کرے گا تو اس کے لیے بہتر ہوگا اور اجر عظیم کا باعث ہوگا۔[1]

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف علی المشہور ہے۔[2] یا پھر صحیح ہے۔[3] لیکن میرے نزدیک حدیث موثق ہے اور یہ اختلاف سہل بن زیاد کی وجہ سے ہوا ہے۔ (واللہ اعلم)

5/221 الکافی،۱/۴/۶۵/۱ وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى إِنْ أَخَذَ بِهِ أُوجِرَ وَإِنْ تَرَكَهُ وَاللَّهِ أَثِمَ.

(ترجمہ) اور ایک روایت میں ہے کہ اگر اس پر عمل کرے گا تو اجر پائے گا اور اگر ترک کر دے گا تو وہ گناہ گار ہوگا۔[4]

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے۔[5]

6/222 الکافی،۱/۵/۶۵/۱ القمیان عن الحسن بن علی عَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ زُرَارَةَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ قَالَ: سَأَلْتُهُ عَنْ مَسْأَلَةٍ فَأَجَابَنِي ثُمَّ جَاءَهُ رَجُلٌ فَسَأَلَهُ عَنْهَا فَأَجَابَهُ بِخِلاَفِ مَا أَجَابَنِي ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ آخَرُ فَأَجَابَهُ بِخِلاَفِ مَا أَجَابَنِي وَأَجَابَ صَاحِبِي فَلَمَّا خَرَجَ ٱلرَّجُلاَنِ قُلْتُ يَا ابْنَ رَسُولِ ٱللَّهِ رَجُلاَنِ مِنْ أَهْلِ ٱلْعِرَاقِ مِنْ شِيعَتِكُمْ قَدِمَا يَسْأَلاَنِ فَأَجَبْتَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِغَيْرِ مَا أَجَبْتَ بِهِ صَاحِبَهُ فَقَالَ يَا زُرَارَةُ إِنَّ هَذَا خَيْرٌ لَنَا وَأَبْقَى لَنَا وَلَكُمْ وَلَوِ اجْتَمَعْتُمْ عَلَى أَمْرٍ وَاحِدٍ لَصَدَّقَكُمُ ٱلنَّاسُ عَلَيْنَا وَلَكَانَ أَقَلَّ لِبَقَائِنَا وَبَقَائِكُمْ قَالَ ثُمَّ قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ ٱللَّهِ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ شِيعَتُكُمْ لَوْ حَمَلْتُمُوهُمْ عَلَى ٱلْأَسِنَّةِ أَوْ عَلَى ٱلنَّارِ لَمَضَوْا وَهُمْ يَخْرُجُونَ مِنْ عِنْدِكُمْ مُخْتَلِفِينَ قَالَ فَأَجَابَنِي بِمِثْلِ جَوَابِ أَبِيهِ.

(ترجمہ) زرارہ سے روایت ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک مسئلہ پوچھا پس آپؑ نے اس کا جواب دیا۔ پھر ایک اور شخص آیا اور یہی مسئلہ پوچھا تو آپؑ نے میرے جواب کے علاوہ جواب دیا۔ پھر ایک اور شخص آیا تو اس کو میرے جواب سے بھی الگ اور دوسرے کے جواب سے بھی الگ جواب دیا۔ جب وہ دونوں آدمی چلے گئے تو

---

[1] وسائل الشیعہ: ۲۷/۷ ۱۰۴؛ بحار الانوار: ۲/۲۲۸

[2] مرآۃ العقول: ۱/۲۱۷

[3] عمدۃ الاصول خرازی: ۷/۵۱۸

[4] ایضاً

[5] مرآۃ العقول: ایضاً

میں نے عرض کیا: یا بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ دونوں عراق آپؑ کے پرانے شیعوں میں سے ہیں ان دونوں نے الگ الگ سوال پوچھے تو آپؑ نے دونوں کو مختلف جواب کیوں دیئے؟

آپؑ نے فرمایا: اے زرارہ! ہمارے لیے یہی بہتر ہے اور اسی میں ہماری اور تمہاری بقا ہے اور اگر تم ایک ہی امر پر جمع ہو جاؤ تو لوگ سمجھیں گے کہ تم لوگ ہماری طرف سے سچ کہتے ہو تو۔ اس طرح ہمارا اور تمہارا دنیا میں رہنا کم ہو جائے گا۔

اس کے بعد میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: آپؑ کے شیعہ ایسے (پکے) ہیں کہ اگر آپ حکم دیں کہ جنگ میں نیزوں پر سینے تان دیں یا آگ میں کود پڑیں تو وہ آپؑ کے حکم سے منہ نہ پھیریں گے پھر کیا وجہ ہے کہ وہ آپؑ سے مختلف جواب سنیں؟ پس امامؑ نے وہی جواب دیا جو ان کے والد ماجدؑ نے دیا تھا۔ [1]

بیان:

''لصدقکم الناس'' یعنی: تمہیں قرار دیتے ہیں محقق، ثابت۔

جیسے خداوند کا قول ہے کہ: بتحقیق خدا نے اپنے رسول کے خواب کو ثابت کیا اور محقق کیا'' (الفتح: ۲۷)

اور خدا کا قول ہے کہ: ''بعض مومن مردوں نے جو اللہ سے وعدہ کیا تھا اس کو پورا اور ثابت کیا۔ (الاحزاب: ۲۳)۔''

''علینا'' یعنی: ہمارے پیروکاروں پر

و''الاسنه'' سنان یعنی نیزے کی جمع ہے

''لمضوا'' یعنی: جواب دیا۔

''وھم یخرجون'' یعنی: حالت یعنی وہ نکل جاتے ہیں اس حالت سے اور اختلاف ہوتا ہے اس کا سبب کیا ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث موثق کالصحیح ہے [2] یا موثق ہے۔ [3] یا پھر صحیح ہے۔ [4] اور میرے نزدیک بھی حدیث صحیح ہے کیونکہ حسن بن علی نے فطحی مذہب

---

[1] علل الشرائع: ۲/ ۳۹۵؛ بحارالانوار: ۲/ ۲۳۶؛ مسند الامام الصادقؑ: ۱/ ۵۰۴

[2] مرآۃ العقول: ۱/ ۲۱۷

[3] الدرر النجفیہ: ۲/ ۳۱۲؛ حاشیہ علی کفایۃ الاصول: ۷/ ۱۱۵؛ مطارح الانظار: ۴/ ۷۱۸؛ شرح رسائل: ۷/ ۳۰۷؛ موسوعہ البرغانی: ۳/ ۲۳۴؛ بحوث و آراء مبتنی الواقع کرمی: ۴/ ۱۸۷؛ جواھر العقول: ۷/ ۲۲۷؛ بدائع البحوث: ۶/ ۳۳۰؛ فرائد الاصول: ۶/ ۴۲۰؛ الاحکام کاشف الخطاء: ۳/ ۳۸؛ الاصول الاصیلۃ کاشانی: ۸/ ۱۰۱؛ حقائق الاصول: ۲/ ۵۲؛ وسیلۃ الوسائل: ۷/ ۴۰؛ حدود الشریعہ ۲/ ۳۳؛ ایضاح الفرائد: ۲/ ۳۹؛ فرائد الاصول: ۶/ ۴۱۹

[4] نقد الخلاف: ۲/ ۱۸۱؛ بدائع البحوث سیفی: ۵/ ۲۱۶

سے رجوع کرلیا تھا۔(واللہ اعلم)

7/223 الکافی،۱/۶۵/۱/۶ محمد عن ابن عیسی عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ نَصْرٍ اَلْخَثْعَمِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ: مَنْ عَرَفَ أَنَّا لاَ نَقُولُ إِلاَّ حَقّاً فَلْيَكْتَفِ بِمَا يَعْلَمُ مِنَّا فَإِنْ سَمِعَ مِنَّا خِلاَفَ مَا يَعْلَمُ فَلْيَعْلَمْ أَنَّ ذَلِكَ دِفَاعٌ مِنَّا عَنْهُ.

ترجمہ: نصر الخثعمی سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے سنا، آپؑ نے فرمایا: جو شخص یہ جانتا ہے کہ ہم نہیں کہتے مگر حق تو اس کو چاہیے کہ اکتفا کرے اس پر جو ہم سے جانا ہے پس اگر ہم سے کوئی بات ایسی سنی ہے جو اس کے خلاف ہو جو وہ جانتا ہے تو سمجھ لے کہ ہم نے اس کے ذریعے سے دفاع کیا ہے۔[1]

بیان:

''دفاع منا''یعنی: فتنہ اور ضرر۔

یعنی: آپ کو ہمارے جوابات میں اختلاف ہمارے امر میں شک نہیں دے گا کیونکہ یہ تمہارے لیے مصلحت ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف علی المشہور ہے۔[2] لیکن میرے نزدیک معتبر ہے کیونکہ صاحب احتجاج نے کتاب میں درج روایات کے راویوں کی توثیق کی ہے۔(واللہ اعلم)

8/224 الکافی،۱/۶۶/۱/۷ علی عن أبیہ عن عثمان و السراد جمیعاً عن عَنْ سَمَاعَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: سَأَلْتُهُ عَنْ رَجُلٍ اِخْتَلَفَ عَلَيْهِ رَجُلاَنِ مِنْ أَهْلِ دِينِهِ فِي أَمْرٍ كِلاَهُمَا يَرْوِيهِ أَحَدُهُمَا يَأْمُرُ بِأَخْذِهِ وَ اَلْآخَرُ يَنْهَاهُ عَنْهُ كَيْفَ يَصْنَعُ فَقَالَ يُرْجِئُهُ حَتَّى يَلْقَى مَنْ يُخْبِرُهُ فَهُوَ فِي سَعَةٍ حَتَّى يَلْقَاهُ.

ترجمہ: سماعہ سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر علیہ السلام سے اس شخص کے متعلق پوچھا جس کے دو دینی بھائیوں نے ایک امر کے متعلق دو مختلف حدیثیں بیان کیں، ایک سے کرنے کا حکم ثابت ہوتا ہے اور دوسری سے نہی تو ایسی صورت میں وہ کیا کرے؟

آپؑ نے فرمایا: اس کو چاہیے کہ عمل میں تاخیر کرے یہاں تک کہ ایسے شخص سے ملے جو اسے امر واقع سے آگاہ

[1] الاحتجاج:۲/۳۵۵؛ وسائل الشیعہ:۲۷/۱۰۸؛ المحاسن:۲/۳۳۵؛ بحار الانوار:۲/۲۴۴ و ۲۲۰؛ عوالم العلوم:۲۰/۲۰۳

[2] مرآۃ العقول:۱/۲۱۸

کردے۔اس کے ملنے تک اس کے لیے وسعت ہوگی۔ [1]

تحقیق اسناد:

حدیث حسن یا موثق ہے۔ [2]

9/225 الکافی،۱/۶۶/۷/۱ وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى بِأَيِّهِمَا أَخَذْتَ مِنْ بَابِ التَّسْلِيمِ وَسِعَكَ.

(ترجمہ) ایک اور روایت میں ہے کہ تم من باب التسلیم ان دو حدیثوں میں سے جس پر عمل کرو گے تمہارے لیے گنجائش ہو گی۔ [3]

بیان:

''یرجئہ'' یعنی یوخرہ اس کو موخر کرو۔

اور دونوں روایتوں کا جمع یہ ہے کہ روایت کو موخر کرنا اس شخص کے ساتھ مخصوص ہے جس کے لیے دوسرے امام سے ملاقات کرنا ممکن ہو اور رجاء اور امید ہو کہ مل سکے گا اور پھر یہ تخییر اور موخر کرنا عمل کرنے کے ساتھ مربوط ہے نہ کہ عقیدے کے ساتھ۔

اور آپ کہو کہ: کس طرح امام علیہ السلام نے موخر کرنے کا حکم دیا ہے کہ جبکہ اللہ کا حکم ایک ہے ہر قضیے میں؟

ہم نے کہا کہ: بتحقیق حکم کے جہل کے ساتھ اس کو اخذ کرنا ساقط ہو جاتا ہے تکلیف مالا یطاق کے اضطرار کو دفع کرتے ہوئے۔

اس لیے تقیہ پر عمل کرنا جائز ہے بس حکم اس طرح کے مقام پر اضطراری ہے۔

خدا نے فرمایا: ''آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کی اور راضی ہو گیا تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے پر، بس جب بھی کوئی قحط اور سختی میں اضطرار کی وجہ سے نہ کہ گناہ کے قصد سے جو کچھ حرام ہوا ہے اس کا مرتکب ہو تو بتحقیق خدا غفور رحیم ہے۔(المائدہ: ۳)۔''

اسی بنا پر، ہم منع نہیں کریں گے کہ بعض مسائل کے حکم میں تاخیر ہے اور لائیں تمام ان روایتوں کو کسی ایک کی تاخیر کے ساتھ یعنی سب روایتیں دیکھ کر پھر موخر کریں گے۔

جیسے استفادہ ہوتا ہے علی بن مہزیار کی روایت سے کہتا ہے میں نے عبداللہ بن محمد ابی الحسن علیہ السلام کی طرف لکھے خط

---

[1] وسائل الشیعہ: ۲۷/۸،۱۰۸ بحار الانوار: ۲/۲۲۷

[2] مرآۃ العقول: ۱/۲۱۸

[3] سابقہ حدیث کے حوالہ جات

میں پڑھا کہ ہمارے اصحاب میں، ابوعبداللہ کی روایات میں اختلاف ہوا ہے سفر میں فجر کی نماز کی دو رکعتوں پر تو بعض روایت کرتے ہیں کہ دونوں کو محمل پر پڑھ سکتے ہیں اور بعض روایت کرتے ہیں کہ زمین پر ہی پڑھیں تو مجھے بتائیں کہ آپ کیا کریں گے جب میں اس میں آپ کی اقتدا کروں تو مولا علیہ السلام نے فرمایا: تیرے لیے اس میں وسعت ہے جس پر چاہے عمل کرو۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے۔ (۱)

10/226 الکافی،۱/۸/۶۷/۱ علی عن أبیه عن عثمان عَنِ اَلْحُسَيْنِ بْنِ اَلْمُخْتَارِ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِنَا عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: أَ رَأَيْتَكَ لَوْ حَدَّثْتُكَ بِحَدِيثٍ اَلْعَامَ ثُمَّ جِئْتَنِي مِنْ قَابِلٍ فَحَدَّثْتُكَ بِخِلاَفِهِ بِأَيِّهِمَا كُنْتَ تَأْخُذُ قَالَ قُلْتُ كُنْتُ آخُذُ بِالْأَخِيرِ فَقَالَ لِي رَحِمَكَ اَللَّهُ.

(ترجمہ) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اگر میں تم سے اس سال ایک حدیث بیان کروں اور دوسرے سال جب آؤ تو اس کے خلاف بیان کروں تو تم کس پر عمل کرو گے؟ راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا: میں آخر والی پر عمل کروں گا۔ امامؑ نے فرمایا: اللہ تم پر رحم کرے۔ (۲)

بیان:

سب سے آخر میں آنے والی اور صادر ہونے والی نئی روایت کے لینے کی وجہ یہ ہے کہ بتحقیق بعض زمانوں میں حکم کی اقتضا تقیہ پر تھی اس خوف سے جو اس وقت تھا اور بعض زمانوں میں ایسا خوف نہیں ہوتا تھا تو امام علیہ السلام ہر زمانے میں وہ حکم دیتے تھے جو اس زمانے کی مصلحت کے حساب سے ہو بس جائز نہیں کسی ایک کے لیے وہ حکم لینا جو پہلے سال میں دیا تھا اور یہ معنی ان کے قول کی آنے والی حدیث میں بھی آئے گی کہ فرمایا: انا واللہ لا ندخلکم الا فیما یسعکم"۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے۔ (۳)

11/227 الکافی،۱/۹/۶۷/۱ عنه عن أبیه عن ابن مرار عن یونس عَنْ دَاوُدَ بْنِ فَرْقَدٍ عَنِ اَلْمُعَلَّى بْنِ

---

(۱) مرآۃ العقول: ایضاً

(۲) وسائل الشیعہ: ۲۷/ ۱۰۹؛ بحارالانوار: ۲/ ۲۲۷

(۳) مرآۃ العقول: ۱/ ۲۲۰

خُنَيْسٍ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ إِذَا جَاءَ حَدِيثٌ عَنْ أَوَّلِكُمْ وَ حَدِيثٌ عَنْ آخِرِكُمْ بِأَيِّهِمَا نَأْخُذُ فَقَالَ خُذُوا بِهِ حَتَّى يَبْلُغَكُمْ عَنِ اَلْحَيِّ فَإِنْ بَلَغَكُمْ عَنِ اَلْحَيِّ فَخُذُوا بِقَوْلِهِ قَالَ ثُمَّ قَالَ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ إِنَّا وَ اَللَّهِ لاَ نُدْخِلُكُمْ إِلاَّ فِيمَا يَسَعُكُمْ.

(ترجمہ) معلّی بن خنیس بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت اقدس میں عرض کیا: اگر ایک حدیث ہمارے پاس امام سابق کی طرف سے آئے اور ایک دوسری حدیث بعد والے امام سے آئے تو ہم ان میں سے کس پر عمل کریں؟

آپؑ نے فرمایا: تم ان دونوں میں سے کسی ایک پر عمل کرو یہاں تک کہ تمہیں زندہ (موجود) امامؑ سے کچھ پہنچ جائے اور اگر زندہ امامؑ سے کچھ پہنچے تو اس کے قول پر عمل کرو۔

پھر امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! ہم تمہیں (اس حال میں) داخل ہی نہیں کرتے مگر یہ کہ تمہارے لیے وسعت ہوتی ہے۔ [1]

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے۔ [2] لیکن میرے نزدیک حسن یا صحیح ہے کیونکہ معلّی بن خنیس تحقیقاً ثقہ ثابت ہے اور وہ جلیل القدر ہے اور انکی ایک کتاب بھی ہے نیز یہ کہ اس سے تفسیر قمی اور کامل الزیارات میں روایات بھی نقل کی ہیں۔ [3]

12/228 الکافی،۱/۶۷/۹/۱ وَ فِي حَدِيثٍ آخَرَ خُذُوا بِالْأَحْدَثِ.

(ترجمہ) اور ایک روایت میں ہے کہ جو نئی اور بعد والی حدیث ہو اس پر عمل کرو۔ [4]

بیان:

اس کے معنی گزر چکے ہیں۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے۔ [5]

---

[1] وسائل الشیعہ: ۲۷/ ۱۰۹؛ بحارالانوار: ۱/ ۱۶۷

[2] مرآۃ العقول: ۱/ ۲۲۱

[3] المفید من معجم رجال الحدیث: ۶۱۲

[4] سابقہ حدیث کے حوالہ جات

[5] مرآۃ العقول: ایضاً

13/229 الکافی،۱/۶۵/۱۰/۱ التہذیب،۶/۳۰۱/۵۲/۱ محمد عن محمد بن الحسین عن محمد بن عیسی التہذیب، ابن محبوب عن عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عِيسَى عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَحْيَى عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ عَنْ عُمَرَ بْنِ حَنْظَلَةَ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ رَجُلَيْنِ مِنْ أَصْحَابِنَا بَيْنَهُمَا مُنَازَعَةٌ فِي دَيْنٍ أَوْ مِيرَاثٍ فَتَحَاكَمَا إِلَى السُّلْطَانِ وَإِلَى الْقُضَاةِ أَيَحِلُّ ذَلِكَ قَالَ مَنْ تَحَاكَمَ إِلَيْهِمْ فِي حَقٍّ أَوْ بَاطِلٍ فَإِنَّمَا تَحَاكَمَ إِلَى الطَّاغُوتِ وَمَا يَحْكُمُ لَهُ فَإِنَّمَا يَأْخُذُ سُحْتاً وَإِنْ كَانَ حَقّاً ثَابِتاً لِأَنَّهُ أَخَذَهُ بِحُكْمِ الطَّاغُوتِ وَقَدْ أَمَرَ اللَّهُ أَنْ يُكْفَرَ بِهِ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى (يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ) قُلْتُ فَكَيْفَ يَصْنَعَانِ قَالَ يَنْظُرَانِ إِلَى مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مِمَّنْ قَدْ رَوَى حَدِيثَنَا وَنَظَرَ فِي حَلَالِنَا وَحَرَامِنَا وَعَرَفَ أَحْكَامَنَا فَلْيَرْضَوْا بِهِ حَكَماً فَإِنِّي قَدْ جَعَلْتُهُ عَلَيْكُمْ حَاكِماً فَإِذَا حَكَمَ بِحُكْمِنَا فَلَمْ يَقْبَلْهُ مِنْهُ فَإِنَّمَا اسْتَخَفَّ بِحُكْمِ اللَّهِ وَعَلَيْنَا رَدَّ وَالرَّادُّ عَلَيْنَا الرَّادُّ عَلَى اللَّهِ وَهُوَ عَلَى حَدِّ الشِّرْكِ بِاللَّهِ قُلْتُ فَإِنْ كَانَ كُلُّ رَجُلٍ اخْتَارَ رَجُلاً مِنْ أَصْحَابِنَا فَرَضِيَا أَنْ يَكُونَا النَّاظِرَيْنِ فِي حَقِّهِمَا وَاخْتَلَفَا فِيمَا حَكَمَا وَكِلَاهُمَا اخْتَلَفَا فِي حَدِيثِكُمْ قَالَ الْحُكْمُ مَا حَكَمَ بِهِ أَعْدَلُهُمَا وَأَفْقَهُهُمَا وَأَصْدَقُهُمَا فِي الْحَدِيثِ وَأَوْرَعُهُمَا وَلَا يَلْتَفِتُ إِلَى مَا يَحْكُمُ بِهِ الْآخَرُ قَالَ قُلْتُ فَإِنَّهُمَا عَدْلَانِ مَرْضِيَّانِ عِنْدَ أَصْحَابِنَا لَا يُفَضَّلُ وَاحِدٌ مِنْهُمَا عَلَى الْآخَرِ قَالَ فَقَالَ يُنْظَرُ إِلَى مَا كَانَ مِنْ رِوَايَتِهِمْ عَنَّا فِي ذَلِكَ الَّذِي حَكَمَا بِهِ الْمُجْمَعَ عَلَيْهِ مِنْ أَصْحَابِكَ فَيُؤْخَذُ بِهِ مِنْ حُكْمِنَا وَيُتْرَكُ الشَّاذُّ الَّذِي لَيْسَ بِمَشْهُورٍ عِنْدَ أَصْحَابِكَ فَإِنَّ الْمُجْمَعَ عَلَيْهِ لَا رَيْبَ فِيهِ وَإِنَّمَا الْأُمُورُ ثَلَاثَةٌ أَمْرٌ بَيِّنٌ رُشْدُهُ فَيُتَّبَعُ وَأَمْرٌ بَيِّنٌ غَيُّهُ فَيُجْتَنَبُ وَأَمْرٌ مُشْكِلٌ يُرَدُّ عِلْمُهُ إِلَى اللَّهِ وَإِلَى رَسُولِهِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ حَلَالٌ بَيِّنٌ وَحَرَامٌ بَيِّنٌ وَشُبُهَاتٌ بَيْنَ ذَلِكَ فَمَنْ تَرَكَ الشُّبُهَاتِ نَجَا مِنَ الْمُحَرَّمَاتِ وَمَنْ أَخَذَ بِالشُّبُهَاتِ ارْتَكَبَ الْمُحَرَّمَاتِ وَهَلَكَ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُ قُلْتُ فَإِنْ كَانَ الْخَبَرَانِ عَنْكُمَا مَشْهُورَيْنِ قَدْ رَوَاهُمَا الثِّقَاتُ عَنْكُمْ قَالَ يُنْظَرُ فَمَا وَافَقَ حُكْمُهُ حُكْمَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَخَالَفَ الْعَامَّةَ فَيُؤْخَذُ بِهِ وَيُتْرَكُ مَا خَالَفَ حُكْمُهُ حُكْمَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَوَافَقَ الْعَامَّةَ قُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاكَ أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ الْفَقِيهَانِ عَرَفَا حُكْمَهُ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَوَجَدْنَا أَحَدَ الْخَبَرَيْنِ مُوَافِقاً لِلْعَامَّةِ وَالْآخَرَ مُخَالِفاً لَهُمْ بِأَيِّ

اَلْخَبَرَیْنِ یُؤْخَذُ قَالَ مَا خَالَفَ اَلْعَامَّةَ فَفِیهِ اَلرَّشَادُ فَقُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاكَ فَإِنْ وَافَقَهُمَا اَلْخَبَرَانِ جَمِیعاً قَالَ یُنْظَرُ إِلَی مَا هُمْ إِلَیْهِ أَمْیَلُ حُکَّامُهُمْ وَ قُضَاتُهُمْ فَیُتْرَكُ وَ یُؤْخَذُ بِالْآخَرِ قُلْتُ فَإِنْ وَافَقَ حُکَّامُهُمُ اَلْخَبَرَیْنِ جَمِیعاً قَالَ إِذَا کَانَ ذَلِكَ فَأَرْجِهِ حَتَّی تَلْقَی إِمَامَكَ فَإِنَّ اَلْوُقُوفَ عِنْدَ اَلشُّبُهَاتِ خَیْرٌ مِنَ اَلاِقْتِحَامِ فِي اَلْهَلَکَاتِ.

(ترجمہ) عمر بن حنظلہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپ کے شیعوں میں سے دو افراد جو آپس میں تنازعے کرتے ہیں قرض ومیراث وغیرہ میں اور وہ دونوں فیصلہ کے لیے وقت کے حاکم یا اس کے قاضی کے پاس چلے جاتے ہیں تو کیا یہ ان کے لیے جائز ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جو ان کے پاس فیصلہ کے لیے جائے خواہ وہ حق کا فیصلہ ہو یا باطل کا گویا وہ طاغوت کے پاس گیا ہے اور جو وہ فیصلہ کریں اور وہ ان کے فیصلہ کے تحت جو کچھ حاصل کرتا ہے وہ اس نے حرام مال حاصل کیا ہے خواہ وہ اس کا حق ہی کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ اس نے طاغوت کے حکم کے تحت حاصل کیا ہے۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ خدا نے طاغوت کے انکار و کفر کا حکم قرآن میں دیا ہے اور فرمایا: "وہ ارادہ رکھتے ہیں کہ طاغوت سے اپنا فیصلہ کروائیں حالانکہ ان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ طاغوت کا کفر کریں اور انکار کریں۔ (سورہ الممتحنہ: ۲۳)۔"

راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: پھر ان دونوں کو کیا کرنا چاہیے؟

آپؑ نے فرمایا: ان کا حق ہے وہ تم میں سے اپنے فیصلے کے لیے اس کی طرف رجوع کریں جو ہماری روایات کو بیان کرتا ہے اور ہمارے حلال وحرام پر نظر رکھتا ہے یعنی جانتا ہے اور ہمارے احکام کی معرفت رکھتا ہے اور ان کو چاہیے کہ وہ اس کے فیصلہ کو قبول کریں اور اس پر راضی بھی ہو جائیں کیونکہ ہم نے اس کو تمہارا حاکم قرار دیا ہے اور وہ ہمارے حکم کے تحت حکم کرتا ہے پس جس نے اس کے حکم کو قبول نہ کیا گویا اس نے حکم خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حقیر بنایا اور اس نے ہمیں رد کر دیا اور جس نے ہمیں رد کیا گویا اس نے اللہ کو رد کر دیا اور اللہ کو رد کرنا شرک کی حد میں داخل ہونا ہے۔

راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے عرض کیا: اگر وہ دونوں الگ الگ عالم کے پاس چلے جائیں اور راضی ہو جائیں کہ یہ دونوں ہمارے حق میں غور وفکر کریں اور فیصلہ کریں اور اگر ان دونوں میں اختلاف ہو جائے اور دونوں کا حکم الگ الگ ہو جائے اور دونوں کے حکم میں اختلاف آپ کی حدیثوں کی وجہ سے ہو تو اس وقت ان کو کیا کرنا چاہیے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: ان دونوں میں سے ان کا حکم لیا جائے گا جو ان دونوں میں سے زیادہ اعلم زیادہ اصدق

زیادہ عادل زیادہ صاحب تقویٰ ہو ہماری احادیث کے بیان کرنے میں زیادہ صادق اور دوسرے کے حکم کو چھوڑ دیا جائے گا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے عرض کیا: اگر شیعوں کے درمیان دونوں برابر ہوں، دونوں عادل اور دونوں شیعوں کے لیے پسندیدہ افراد ہوں تو؟

آپؑ نے فرمایا: پھر اس کے حکم کو لیا جائے جو ہماری مشہور روایات کو اخذ کرتا ہے اور ان کے مطابق عمل کرتا ہے اور شاذ کو چھوڑ دیتا ہے۔ شاذ وہ ہے جو ہمارے اصحاب کے درمیان مشہور نہ ہو اور جس پر اجماع ہو اس میں ریب وشک نہیں ہوتا اور امور تین ہیں: پہلے وہ ہیں کہ جن کی ہدایت و رشد واضح و روشن ہے پس ان کی اتباع کی جائے۔ دوسرے وہ ہیں جن کی گمراہی واضح ہے تو ضروری ہے ان سے اجتناب کریں اور تیسرے وہ ہے جو مشکل ہے تا کہ اس کا رشد معلوم ہوا اور نہ گمراہی پس اس میں ضروری ہے کہ رکا جائے اور ان کو خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد کر دیا جائے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ حلال بھی واضح اور روشن ہیں اور حرام بھی واضح و روشن ہیں اور شبہات جو ان دونوں کے درمیان ہیں پس جو شبہات کو ترک کرے گا وہ حرام سے بچ جائے گا اور جو شبہات میں کود پڑے گا وہ حرام کا ارتکاب کرے گا اور ہلاک ہو جائے گا جب کہ اس کو پتہ بھی نہیں چلے گا۔

میں نے عرض کیا: اگر دونوں ہی مشہور روایات کے تحت حکم دیں کہ جن کو ہمارے ثقہ افراد نے آپؑ سے نقل کیا ہو تو؟

آپؑ نے فرمایا: پھر دیکھو کہ ان میں سے کس کا حکم کتاب خدا اور سنت رسولؐ کے مطابق اور عامہ کے خلاف ہے پس اس کو اخذ کرو اور جو کتاب خدا اور سنت رسولؐ کے مخالف اور عامہ کے موافق ہو تو اس کے حکم کو چھوڑ دو۔

میں نے عرض کیا: میں آپ پر قربان ہو جاؤں! اگر دونوں ہی خدا کی کتاب اور سنت رسولؐ سے حکم کو حاصل کریں اور ایک کا حکم عامہ کے مخالف اور دوسرا عامہ کے موافق ہو تو پھر کیا کریں؟

آپؑ نے فرمایا: جو عامہ کے خلاف ہے اس کو اخذ کرو کیونکہ اس میں رشد و ہدایت ہے۔

راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے عرض کیا: میں آپ پر قربان ہو جاؤں! اگر دونوں حدیثیں عامہ کے موافق ہوں تو پھر کیا کیا جائے؟

آپؑ نے فرمایا: پھر دیکھو کہ عامہ کے علماء و حکام و قاضی ان میں سے کس کو ترجیح دیتے ہیں پس اس کو چھوڑ دو اور دوسری کو اخذ کرو۔

میں نے عرض کیا: اگر عامہ کے فقہاء و حکام و قاضی دونوں پر برابر عمل کرتے ہوں بعض علماء ایک پر اور

بعض دوسری پر عمل کرتے ہوں تو اس صورت میں کیا کرنا ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: اگر ایسی صورت حال ہو تو رُک جاؤ یہاں تک کہ اپنے امامؑ (زمانہ) سے ملاقات کرو کیونکہ شبہات میں رکنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے سے بہتر ہے۔[1]

تحقیق اسناد:

حدیث موثق مقبول ہے[2] اور مجلسی کے نزدیک تہذیب الاحکام والی سند ضعیف ہے[3] لیکن میرے نزدیک وہ سند حسن یا صحیح ہے کیونکہ محمد بن عیسیٰ بھی تحقیقاً ثقہ ثابت ہے۔[4] اور داؤد بن حصین بھی ثقہ ثابت ہے۔(واللہ اعلم)

14/230 الفقيه،۳/۸/۳۲۳۳ داود بن الحصين عن عمر بن حنظلة عن أبي عبد الله عليه السلام قال:

قلت في رجلين اختار كل واحد منهما رجلا الحديث.

(ترجمہ) بفرق الفاظ وہی حدیث ہے۔[5]

بیان:

''دین'' ''دال'' کے فتح کے ساتھ۔

و''الطاغوت'' یعنی: شیطان، طغیان میں سے مبالغہ ہے۔

اور اس سے یہاں پر مراد یہ ہے کہ بغیر حق کے حکم دیا طغیان کی وجہ سے

یا یہ شیطان کے ساتھ تشبیہ ہے یا اس لیے کہ ان کا ایک دوسرے پر فیصلہ کرنا اور حکم دینا شیطان سے ہے اس اعتبار سے کہ وہ حکم کا لانے والا ہے جیسے اس آیت کے آخر میں اس کی خبر دی گئی ہے کہ: شیطان چاہتا ہے آپ کو بہت دور تک گمراہ کردے۔(النساء:۶۰)۔''

اور امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ: ہر قاضی اور فیصلہ کرنے والا جو قضاوت کرے اور فیصلہ کرے، ہم اہل بیت علیہم السلام کے قول کے بغیر وہ طاغوت ہے۔

---

[1] وسائل الشیعہ: ۲۷/ ۲/ ۱۳۶؛ عوالی اللئالی: ۳/ ۱۳۳؛ بحار الانوار: ۲/ ۲۲۰ و ۱۰۱/ ۲۶۱؛ الاحتجاج: ۲/ ۵۵ ۳؛ تفسیر کنز الدقائق: ۳/ ۵۳ ۴؛ عوالم العلوم: ۲۰/ ۲۰۳؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۵۳۹؛ مستدرک الوسائل: ۱۷/ ۳۰۲؛ تفسیر الصافی: ۱/ ۴۶۶؛ تفسیر البرہان: ۲/ ۳۰۳

[2] مرآۃ العقول: ۱/ ۲۲۴

[3] ملاذ الاخیار: ۱۰/ ۱۱

[4] المفید من معجم رجال الحدیث: ۵۶۴

[5] سابقہ حدیث کے حوالہ جات

پھر یہی آیت تلاوت فرمائی
و''السحت''یعنی:الحرام۔
و''الکفر بالطاغوت''یعنی عقیدہ رکھیں کہ جو طاغوت ہے وہ فیصلے کرنے کا اہل نہیں ہے بس جو شخص یہ عقیدہ رکھے پھر اس طاغوت کے پاس قضاوت کے لیے جائے وہ خائن ہے۔
بس اگر اس کورد نہ کرے لیکن اس کی طرف جائے اضطرار میں جیسے وہاں کوئی عادل نہ ہو یا اس کا خصم عادل کے پاس فیصلے کروانے سے راضی نہ ہوتا ہو اس وقت احتمال ہے اس سے اخذ کرنے کے جائز ہونے کا جب اس کے لیے حق ہو اور ثابت ہو کیونکہ وہ اس کا انکار کرنے والا ہے۔
اور اس کے پاس فیصلہ کروانے پر مضطر ہو بغیر کسی ارادے کے شاید یہی راز ہے جو خدا کے قول میں ہے۔
''یریدون ان یتحاکموا''اس روایت کا ظاہر یہ ہے کہ طاغوت کے حکم سے لینے کی حرمت کے درمیان اور اگر وہ دونوں فیصلہ کروائیں عادل سے اور وہ حکم نہ دے اور وہ حکم دے ان کے درمیان فرق نہیں ہے کیونکہ ان دونوں مرحلوں میں حکم کا لینا طاغوت کے حکم سے ہے اور لیکن اضطرار کی حالت میں فرق ظاہر ہے۔
یہ سب تب ہے جب حاکم طاغوت ہو اور لیکن جب حاکم عادل ہو اور بتحقیق وہ اپنا حق حاصل کرے طاغوت بادشاہ کی طاقت سے یعنی بادشاہ کی مدد پر حق حاصل کرنے کو موقوف کرے یہ مورد جس مورد میں ہم بحث کر رہے ہیں اس میں سے نہیں ہے لیکن وہ دوسری حدیث ہے اور ظاہر یہ ہے کہ اس کا وہ حق حرام نہیں ہے۔
پھر اس روایت کا ظاہر اور وہ چیز جو اس معنی میں ہے جو آئے گی کتاب الحسبۃ سے ابواب القضاء میں اور ان کا وارد ہونا مخالف بادشاہوں اور قاضیوں کے پاس اور مخالف قاضی اور بادشاہوں کے حکم میں ہیں فاسق شیعہ اور ان کے وہ حکام جو حکم اور فیصلہ دینے پر رشوت لیتے ہیں اور ان کے اتباع اور وہ جو حکم دیتے ہیں اہل بیت علیہم السلام کے حکم کے بغیر طاغوت کی دربار میں داخل ہونے کی وجہ سے پھر چاہے وہ اہل بیت علیہم السلام کے احکام کو پہچانتے ہو یا نہ پہچانتے ہوں۔
لیکن وہ دو آدمیوں کے درمیان جو فیصلہ کروانا چاہتے ہیں فیصلہ اور حکم نہ دیں اور ان کو صلح کروائیں اور ان کو بعض سے ہاتھ اٹھوائیں تو یہ بات الگ ہے۔
''من کان منکم''یعنی شیعہ امامیہ میں سے۔
و''عرف احکامنا''یعنی:ہماری محکم احادیث سے احکام کو جانتے ہوں نہ کہ متشابہات میں اجتہاد کرنے سے جانتے ہوں اور نہ کہ استنباط کریں احکام سے رائے کو ظنون اور خیالات کے ذریعے مخترع اصول کی مدد سے۔

''المجمع علیه ''یعنی: ان کے درمیان جومشہور ہے اس کے نقل کرنے پر متفق ہوں اس سے مراد اجماع مصطلح نہیں جو ہمارے علماء میں آجکل رائج ہے کلام اور اس کی کیفیت حدیث میں ہے نہ کہ قول اور فتواؤں میں اور اس لیے کہا کہ اور وہ شاذ جو غیر مشہور ہے وہ ترک کیا جائے گا۔

'' المجمع علیه بین اصحابک فی هذا الحدیث '' سے مراد یہ ہے کہ وہ روایت جو بعین وہی ہو جو ان کے درمیان مشہور ہے۔

اور جیسے زرارہ کی مشہور روایت ابوجعفر علیہ السلام سے کہ میں نے سوال کیا کہ میں آپ پر قربان جاؤں! آپ سے دو روایتیں آتی ہیں یا دو حدیثیں آتی ہیں جو دونوں ایک دوسرے کے ساتھ معارض ہیں تو میں ان دونوں میں سے کون سی حدیث کو اخذ کروں؟

آپؑ نے فرمایا: اے زرارہ! وہ حدیث لو جو تمہارے اصحاب اور علماء کے پاس مشہور ہے اور ترک کرو اور چھوڑ دو اس حدیث کو جو شاذ اور نادر ہے۔

میں نے عرض کیا: اے میرے سردار! وہ دونوں حدیثیں مشہور ہیں اور روایت ہوتی ہیں، آپ سے نقل کی گئی ہیں۔

آپؑ نے تو فرمایا: تو وہ حدیث لو جو ان دونوں میں سے تمہارے پاس اعدل نقل کرتا ہے اور تمہارے نفس میں اوثق ہے۔

تو میں نے عرض کیا: وہ دونوں ساتھ ساتھ عادل اور موثق اور مرضی ہیں

آپؑ نے فرمایا: پھر دیکھو کہ ان دونوں میں سے کون سی حدیث مذہب عامہ کے ساتھ موافق ہے جو موافق ہو اسے ترک کر دو اور جو مذہب عامہ کے مخالف ہے اس کو اخذ کرو بس تحقیق حق اس میں ہے جو ان کے مخالف ہے۔

میں نے عرض کیا: کبھی کبھار دونوں حدیثیں مذہب عامہ کے موافق ہیں یا دونوں مذہب عامہ کے مخالف ہیں تو پھر کیا کروں؟

آپؑ نے فرمایا: ایسا ہو تو پھر اخذ کرو اس حدیث کو جو تمہارے دین کے احتیاط کے ساتھ ہو اور ترک کرو اس حدیث کو جو احتیاط کے مخالف ہے۔

تو میں نے عرض کیا: وہ دونوں موافق ہیں احتیاط کے یا مخالف ہیں احتیاط کے تو کیا کروں؟

آپؑ نے فرمایا: پھر تم مخیر ہو تمہیں اختیار ہے ایک کو اخذ کرو اور دوسری کو چھوڑ دو۔

اس روایت کو نقل کیا ہے محمد بن علی بن ابراہیم بن ابی الجمہور اللحسائی نے اپنی کتاب عوالی اللئالی میں علامہ الحلی سے زرارہ تک مرفوع سند کے ساتھ اور اس معنی میں بہت ساری روایتیں ہیں۔

ہم نے اس کے ایک حصے کو اپنی کتاب ''سفینۃ النجاۃ'' میں اور اپنی کتاب ''الاصول الاصلیہ'' میں وارد کیا ہے اور بعض جگہ پر روایت اس طرح نقل ہوئی ہے۔

''اور وہ چیز جو تم نہ پاؤ ان وجوہ میں سے تو اس کا علم ہماری طرف پلٹا دو بس ہم اولی ہیں اس کے اور ان میں اپنی آراء نہ دو اور تم پر لازم ہے چپ کرنا اور رک جانا اور ثابت رہنا اور توقف کرنا اور تم طالب ہو ڈھونڈھنے والے ہو یہاں تک تمہارے پاس ہماری طرف سے کوئی بیان آئے۔''

اور یہ مخفی نہ ہو کہ بتحقیق اس کا علم رد کرنا اہل بیت علیہم السلام کی طرف باب تسلیم سے عمل میں اختیار دینے کے ساتھ منافات نہیں رکھتا بس فتویٰ جائز نہیں ہے کیونکہ وہ واقع میں اللہ کا حکم ہے اور اگر فتویٰ جائز ہو اس پر عمل کرنے کی تو عمل کرنا جائز ہوگا۔

اور دو روایتوں میں شہرت سے مراد اس حدیث کی شہرت ہے جو ہمارے قدیم ان اخباری علماء کے درمیان مشہور ہو جو کسی چیز میں احکام میں سے نص اور روایت سے تجاوز نہیں کرتے تھے بغیر اس قول کے جو متاخرین کے اہل رائے میں کے درمیان سے آیا ہو بس بتحقیق اس پر اعتماد نہیں کیا جائے گا اصلاً جس طرح اس کو شہید ثانی نے شرح درایہ میں ثابت کیا ہے۔

''الخبران عنکما'' یعنی: آپ میں سے کسی دو سے دو روایتیں۔

اور ایک نسخے میں ''عنھما'' آیا ہے اور وہ واضح تر ہے۔

بس اگر کہا جائے کہ سابقہ روایات سے جو اہل بیت علیہم السلام سے تقیہ پر نقل ہوئی ہیں ان سے ان کا اخذ کرنے کا واجب ہونا ظاہر ہوتا ہے اور ان دو روایتوں سے اور ان دونوں روایتوں کی شبیہ روایتوں سے اس چیز کے ترک کرنے کا واجب ہونا ظاہر ہوتا ہے جو مخالفین کے موافق ہیں تو پھر یہ موافق ہونا کس طرح ہے؟

ہم کہیں گے کہ بتحقیق وہ چیز عمل کرنے کے مقام پر ہے اور یہ علم اور اعتقاد میں ہے، جو حق ہے اور اگر چہ اس پر اس کے خلاف عمل کرنا واجب ہے جیسے خوف کے مقام پر ہے۔

اور اسی سے اہل بیت علیہم السلام کے اخذ کرنے کے امر کا سبب اور دوسرا یعنی عمل کرنے کا سبب ظاہر ہوتا ہے چاہے وہ عمل حقیقت پر ہو یا تقیہ پر،

جیسے ہم نے اس کی طرف پہلے اشارہ کیا ہے۔

شیخ احمد ابن ابی طالب الطبرسی رحمہ اللہ نے کتاب ''الاحتجاج'' میں اس حدیث کے نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ: یہ روایت فرض کی بنا پر آئی ہے کیونکہ آثار میں ایسی دو مختلف حکم میں، کتاب اور سنت کے موافق احکام میں سے

روایتوں کے وارد ہونے پر، اتفاق کم ہے (یعنی اس طرح مختلف حکم کی روایتیں بہت کم ہیں)
اور اس طرح جیسے چہرے اور ہاتھوں کے دھونے کے حکم میں وضوء میں ہے بس بتحقیق روایات آئی ہیں ایک دفعہ چہرے اور ہاتھوں کے دھونے کے بارے میں اور دو مرتبہ دھونے کے بارے میں۔
اور قرآن کا ظاہر اس کے اختلاف کی اقتضا نہیں کرتا بلکہ ان دونوں روایتوں کا احتمال ہے۔
اور اس طرح کی مثالیں شریعت کے احکام میں پائی جاتی ہیں۔
اور امام علیہ السلام کا سائل کے لیے یہ کہنا کہ: وقف کرو یہاں تک کہ اپنے امام کے ساتھ ملاقات کرو۔
یہ اس وقت کا امر ہے جب امام کے ساتھ ملاقات اور ان تک وصول ممکن ہو۔
اور اگر امام علیہ السلام غائب ہو اور ان کے ساتھ ملاقات ممکن نہ ہو تو علماء سب مل کر جمع ہوں گے دونوں روایتوں پر اور یہاں پر دونوں میں سے کسی کے رواۃ کے لیے رجحان نہیں ہے دوسرے راویوں پر زیادہ ہونے اور ان کے عدالت کی وجہ سے، حکم یہاں پر دونوں کے ساتھ اختیار اور تخییر کا جو دلالت کرتا ہے اس پر جو ہم نے کہا جو روایت نقل کی الحسن بن الجہم سے، امام رضا علیہ السلام کہ اس نے کہا میں نے عرض کیا کہ: آپ کی طرف سے ہمارے پاس مختلف احادیث آتی ہیں۔
تو مولا رضا علیہ السلام نے فرمایا: ہماری طرف سے جو کچھ تمہارے پاس آئے اس کو قرآن، کتاب خدا کے ساتھ اور ہماری احادیث کے ساتھ ملاؤ بس اگر وہ ان کے ساتھ شباہت رکھتی ہوں تو ہم سے ہیں اور اگر وہ قرآن اور ہماری احادیث کے ساتھ شباہت نہ رکھتی ہوں تو وہ ہماری طرف سے نہیں ہیں۔
میں نے کہا: ہمارے پاس دو مرد دو مختلف حدیثوں کے ساتھ آتے ہیں اور وہ دونوں ثقہ ہیں اور ہم نہیں جانتے کہ ان میں سے حق کون سی ہے۔
تو فرمایا: جب تم نہیں جانتے ہو تو تمہارے لیے یہ وسعت ہے کہ تم جس کو چاہو اختیار کرو۔
اور وہ حدیث جس کو نقل کیا ہے الحارث بن المغیرۃ نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے
فرمایا: جب اپنے اصحاب، علماء سے حدیث کو سنو اور وہ سب ثقہ ہوں تو تمہارے لیے وسعت ہے جب تک القائم علیہ السلام کو دیکھو تا کہ اس کی طرف پلٹا دو۔
تمام ہوا ان کا کلام
ثقۃ الاسلام ابو جعفر محمد بن یعقوب الکلینی رحمہ اللہ نے کتاب الکافی کی ابتدا میں کہا:
اے میرے برادر! خدا تجھے ارشاد اور ہدایت کرے کیونکہ بتحقیق کوئی بھی امام علیہم السلام سے نقل شدہ روایات کے اختلاف کو جدا کرنے اور حل کرنے کی توان نہیں رکھتا سوا اس کے کہ اہل بیت علیہم السلام سے منقول قاعدے کے ساتھ کرے کہ ان کو خدا کی کتاب سے ملائے اگر اس کے ساتھ موافقت رکھتی ہوں تو ان کو اخذ کرے اور

لے لے ورنہ اگر اس کے مخالف ہوتو ان کو ترک کر دے۔

اور اس قاعدے کے ساتھ ان کو جدا کرے کہ فرمایا: جو چیز عامہ کے ساتھ موافق ہو اس کو چھوڑ و اس کے خلاف کو لو تحقیق رشد ان کی مخالفت میں ہے۔

اور پھر اس قاعدے کے مطابق ان کو جدا کرے کہ فرمایا: اس حدیث کو لو جس پر سارے جمع ہوئے ہیں بس تحقیق مجمع علیہ میں کوئی شک نہیں ہے۔

اور ہم ان تمام میں سے کم کو پہچانتے ہیں اور کوئی احوط چیز نہیں پاتے ہیں اور وسعت نہیں رکھتے اس پر جو تمام علم کو پلٹاتا ہو عالم امام علیہ السلام کی طرف ان کے قول کے مطابق کہ انہوں نے فرمایا: جس کو چاہو اخذ کرو باب التسلیم میں سے تمہیں وسعت ہے۔

ان کا کلام ختم ہوا۔

اور ان کے قول کہ ہم نہیں پہچانتے ان سب کو مگر کچھ، کا مطلب یہ ہے کہ تحقیق ہم فقط ضوابط ثلاثہ میں سے روایت میں جو اختلاف ہے اس کو کم جانتے ہیں کیونکہ ان میں سے اکثر نہیں پہچانا گیا کتاب کے ساتھ موافقت کرنے کے ساتھ اور نہ ہی عامہ کی مخالفت کے ساتھ اور نہ ہی مجمع علیہ کو لینے کے ساتھ، مجمع علیہ اور کتاب خدا میں سے کسی شئے کے ساتھ اس کی موافقت اور مخالفت کے نہ ہونے کی وجہ سے اور نہ ہی قدماء کے درمیان شہرت کی وجہ سے یا ان میں سے کسی چیز کے علم نہ ہونے کی وجہ سے بس ہم نہیں پاتے کسی چیز کے علم کو امام علیہ السلام کی طرف پلٹانے کے، احتیاط سے قریب تر اور نہ ہی دو روایتوں میں سے کسی ایک کے باب تسلیم میں سے لینے کے اختیار کی وسعت کو بغیر ہوی و ہوس کے

یعنی: ہمارے لیے فتویٰ دینا اور دونوں طرفوں میں سے ایک کے حکم کو لینا جائز نہیں ہے یقیناً اور اگر چہ ہمارے لیے اس پر عمل کرنا جائز ہے باب تسلیم میں سے اہل بیت علیہم السلام کے حکم سے۔

کہا گیا ہے کہ: تحقیق ذکر نہیں کیا ترجیح کو افقہیت اور اعلمیت کے اعتبار سے اور کثرت عدد کے اعتبار سے کیونکہ شیخ کلینی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب اصول کافی کی احادیث کو لیا ہے ان یقینی اصول سے جن احادیث پر سب کا اجماع تھا۔

تحقیق اسناد:

حدیث قوی ہے اور یہ مشہور مقبول ہے جس پر اصحاب کا اجماع ہے۔ [1]

[1] روضۃ المتقین: ۶/ ۳۶

۲۵_باب الاخذ بالسنة و شواهد الکتاب

سنت اور کتاب کے شواہد سے اخذ کرنا

1/231 الکافی،۱/۱/۶۹،۱ الأربعة عَنْ أَبِي عَبْدِ ٱللَّهِ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ قَالَ قَالَ رَسُولُ ٱللَّهِ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: إِنَّ عَلَى كُلِّ حَقٍّ حَقِيقَةً وَ عَلَى كُلِّ صَوَابٍ نُوراً فَمَا وَافَقَ كِتَابَ ٱللَّهِ فَخُذُوهُ وَ مَا خَالَفَ كِتَابَ ٱللَّهِ فَدَعُوهُ.

(ترجمہ) حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر حق کی ایک حقیقت ہے اور ہر صواب کے لیے ایک نور ہے پس جو کتاب خدا کے موافق ہو اسے لے لو اور جو مخالف کتاب ہو اسے چھوڑ دو۔ [1]

بیان:

''حقیقة''یعنی: اصل ثابت اور مستند متین جس سے حقیقت کو سمجھنا ممکن ہو۔

''نورا''یعنی: واضح دلیل اور برہان جس کے ذریعے بیان ہو اور ظاہر ہو حقیقت اور قرآن ہر حدیث حق کی اصل اور بنیاد ہے اور ہر حقیقت کا برہان اور دلیل ہے اور ہر امر اور علم کا مستند ہے اس شخص کے لیے جس کے لیے اپنے فہم و علم کی مقدار کے ساتھ اس سے سمجھنا ممکن ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف علی المشہور ہے [2] لیکن میرے نزدیک حدیث موثق ہے اور یہ شہرت کا درجہ بھی رکھتی ہے۔ (واللہ اعلم)

2/232 الکافی،۱/۲/۶۹،۱ محمد عَنْ عَبْدِ ٱللَّهِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ ٱلْحَكَمِ عَنْ أَبَانِ اِبْنِ أَبِي يَعْفُورٍ قَالَ وَ حَدَّثَنِي حُسَيْنُ بْنُ أَبِي ٱلْعَلاَءِ أَنَّهُ حَضَرَ اِبْنُ أَبِي يَعْفُورٍ فِي هَذَا ٱلْمَجْلِسِ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ ٱللَّهِ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ عَنِ اِخْتِلاَفِ ٱلْحَدِيثِ يَرْوِيهِ مَنْ نَثِقُ بِهِ وَ مِنْهُمْ مَنْ لاَ نَثِقُ بِهِ قَالَ إِذَا وَرَدَ عَلَيْكُمْ حَدِيثٌ فَوَجَدْتُمْ لَهُ شَاهِداً مِنْ كِتَابِ ٱللَّهِ أَوْ مِنْ قَوْلِ رَسُولِ ٱللَّهِ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ إِلاَّ فَالَّذِي جَاءَكُمْ بِهِ أَوْلَى بِهِ.

(ترجمہ) حسین بن ابی العلا بیان کرتے ہیں کہ ایک مجلس و محفل کہ جس میں ابن ابی یعفور بھی موجود تھا، میں نے حضرت

---

[1] امالی صدوق: ۳۶۷؛ وسائل الشیعہ: ۲۷/ ۱۰۹ و ۱۱۹؛ تفسیر البرہان: ۱/ ۶۷ و ۲/ ۸۹۱؛ مشکاۃ الانوار: ۵۲؛ المحاسن: ۱/ ۲۲۶؛ رسالہ فی الغیر: ۳۰؛ تفسیر العیاشی: ۱/ ۸؛ مستدرک الوسائل: ۱۷/ ۳۲۵؛ بحار الانوار: ۲/ ۱۶۵ و ۲۲۷ و ۲۴۳

[2] مرآۃ العقول: ۱/ ۲۲۷

امام ابوعبداللہ سے عرض کیا: اختلاف احادیث کے وقت ایک کو اس نے نقل کیا ہے جس پر ہم اعتماد رکھتے ہیں اور دوسری وہ حدیث ہے (جو اول کے مخالف ہے) جس اس نے نقل کیا ہے جس پر ہم اعتماد نہیں رکھتے تو ان میں سے کس کو اخذ کیا جائے۔

آپؑ نے فرمایا: اگر تمہارے پاس ایسی دو حدیثیں آجائیں تو جس کے بارے میں تو قرآن سے اور قول رسول سے کوئی شاہد و موید پاؤ تو اس کو اخذ کرو اور جس کے بارے میں کوئی شاہد نہیں تو وہ ذکر کرنے والے کے لیے سزا وار ہے۔[1]

بیان:

''اولی به'' یعنی: اس کو پلٹاؤ اس پر اور اس کو قبول نہ کرو۔

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے۔[2] یا پھر حدیث موثق ہے۔[3] یا پھر حدیث صحیح ہے۔[4] اور میرے نزدیک بھی حدیث صحیح ہے۔ (واللہ اعلم)

3/233 الكافی،۱/۶۹/۳/۱ العدة عن البرقی عن أبيه عن النضر عن يحيى الحلبی عَنْ أَيُّوبَ بْنِ اَلْحُرِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ: كُلُّ شَيْءٍ مَرْدُودٌ إِلَى اَلْكِتَابِ وَ اَلسُّنَّةِ وَ كُلُّ حَدِيثٍ لاَ يُوَافِقُ كِتَابَ اَللَّهِ فَهُوَ زُخْرُفٌ.

(ترجمہ) ایوب بن حر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: ہر چیز کو کتاب خدا اور سنت رسولؐ کی طرف پلٹائی جائے گی اور ہر وہ حدیث جو قرآن کے موافق نہیں وہ جھوٹ ہے اس کو قبول نہ کرو۔[5]

بیان:

''الزخرف'' باطل کلام جس کو حسن کے ساتھ بیان کیا جائے

[1] المحاسن: ۱/ ۲۲۵؛ وسائل الشیعہ: ۲۷/ ۱۱۰؛ تفسیر البرہان: ۱/ ۶۷؛ بحار الانوار: ۲/ ۲۴۳

[2] مرآۃ العقول: ۱/ ۲۲۹

[3] الوافیہ فی اصول الفقہ تونی: ۳۳۱

[4] ایضاً: ۱۶۱

[5] المحاسن: ۱/ ۲۲۰؛ بحار الانوار: ۲/ ۲۴۲؛ تفسیر العیاشی: ۱/ ۹؛ مشکاۃ الانوار: ۱۵۲؛ تفسیر البرہان: ۱/ ۲۸؛ وسائل الشیعہ: ۲۷/ ۱۱۱؛ عوالم العلوم: ۲۰/ ۷۹۲؛ ھدایۃ الامہ: ۸/ ۳۹۳؛ مستدرک الوسائل: ۱۷/ ۳۰۴

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔ [1]

4/234 الکافی،۱/۶۹/۱/۴ محمد عن ابن عیسی عن ابن فضال عَنْ عَلِيِّ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ رَاشِدٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ ٱللَّهِ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ قَالَ: مَا لَمْ يُوَافِقْ مِنَ ٱلْحَدِيثِ ٱلْقُرْآنَ فَهُوَ زُخْرُفٌ.

(ترجمہ) ایوب بن راشد سے روایت ہے کہ صادق آل محمد علیہ السلام نے فرمایا: جو حدیث قرآن کے موافق نہ ہو وہ جھوٹ ہے۔ [2]

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے [3] یا پھر حدیث صحیح ہے [4] اور میرے نزدیک بھی حدیث صحیح ہے کیونکہ ایوب بن راشد تحقیقاً ثقہ ثابت ہے اور ابن فضال نے فطحی مذہب سے رجوع کر لیا تھا اور وہ اصحاب اجماع میں سے ہے۔ (واللہ اعلم)

5/235 الکافی،۱/۶۹/۱/۵ النیسابوریان عَنِ ٱبْنِ أَبِي عُمَيْرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ ٱلْحَكَمِ وَ غَيْرِهِ عَنْ أَبِي عَبْدِ ٱللَّهِ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ قَالَ: خَطَبَ ٱلنَّبِيُّ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ بِمِنًى فَقَالَ أَيُّهَا ٱلنَّاسُ مَا جَاءَكُمْ عَنِّي يُوَافِقُ كِتَابَ ٱللَّهِ فَأَنَا قُلْتُهُ وَ مَا جَاءَكُمْ يُخَالِفُ كِتَابَ ٱللَّهِ فَلَمْ أَقُلْهُ.

(ترجمہ) امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: میری جو حدیث تمہارے سامنے آئے اگر وہ کتاب خدا کے موافق ہو تو میں نے بیان کی ہے اور اگر مخالف کتاب خدا ہے تو میں نے بیان نہیں کی۔ [5]

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول کالصحیح ہے۔ [6] یا پھر حدیث صحیح ہے۔ [7] اور میرے نزدیک بھی حدیث صحیح ہے (واللہ اعلم)

---

[1] مراۃ العقول: ۱/۲۲۹

[2] وسائل الشیعہ: ۲۷/۱۱۰؛ تفسیر البرہان: ۱/۶۷

[3] مراۃ العقول: ۱/۲۲۹

[4] اصول التفسیر والتاویل حیدری: ۱۴۳

[5] المحاسن: ۱/۲۲۱؛ وسائل الشیعہ: ۲۷/۱۱۱؛ بحار الانوار: ۲/۲۴۲؛ نہج الفصاحہ: ۳۳۶؛ تفسیر البرہان: ۱/۶۷

[6] مراۃ العقول: ۱/۲۲۹

[7] الاصول الاصیلہ کاشانی: ۱۴۳

6/236 الکافی،۱/۶/۷۰/۱ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ عَنِ ابْنِ أَبِي عُمَيْرٍ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِهِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ يَقُولُ: مَنْ خَالَفَ كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فَقَدْ كَفَرَ.

ترجمہ: ابن ابی عمیر نے اپنے ایک ساتھی سے روایت کی ہے، اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: جس نے کتاب خدا اور سنّت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کی اس نے کفر کیا۔ [1]

بیان:

شاید امام علیہ السلام نے ارادہ کیا ہے اس چیز کے مخالف کا جو پلٹتی ہے اعتقاد اور عقیدے کی طرف یعنی جس کو حرام قرار دیا گیا ہے اس کے حلال ہونے کا عقیدہ رکھنا اور جس چیز کو حلال قرار دیا گیا ہے اس کے حرام ہونے کا عقیدہ رکھنا وغیرہ یا عمل کرنے کے بغیر اس طرح کے مخالف فتویٰ دینا بس تحقیق یہ کفر نہیں فسق ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول کالصحیح ہے [2] اور میرے نزدیک حدیث صحیح ہے۔ (واللہ اعلم)

7/237 الکافی،۱/۷/۷۰/۱ علی عن العبیدی عن یونس رَفَعَهُ قَالَ قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلاَمُ: إِنَّ أَفْضَلَ الْأَعْمَالِ عِنْدَ اللَّهِ مَا عُمِلَ بِالسُّنَّةِ وَإِنْ قَلَّ.

ترجمہ: امام زین العابدینؑ نے فرمایا: سب سے افضل عمل اللہ کے نزدیک وہ ہے جو سنت کے مطابق انجام دیا جائے خواہ وہ کم ہی ہو۔ [3]

بیان:

اس میں سبب یہ ہے کہ تحقیق جسمانی اعمال کی خدا کے پاس کوئی قدر نہیں ہے سوا ان کی قلبی نیت کے جس طرح مشہور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ: تحقیق اعمال نیتوں کے ساتھ ہیں۔ اور جو شخص عمل کرے سنت کے ساتھ بس تحقیق وہ سنت کے ساتھ اللہ کی اطاعت کرتا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرتا ہے تا کہ اس کا عمل ہو قرب حاصل کرنے کی نیت پر مشتمل اور تسلیم ہونے اور خضوع کرنے کی کیفیت دل سے ہے بس نتیجے میں اس کا ثواب بھی زیادہ ہے اور اجر بھی عظیم ہے اگر چہ اس کی مقدار اور عدد کم ہی کیوں نہ ہو۔
اسی طرف اللہ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "(جان لو کہ) کبھی بھی ان قربانیوں کے گوشت اور خون خدا کے پاس نہیں پہنچتے لیکن تمہاری تقویٰ خدا کے پاس پہنچتی ہے۔ (الحج: ۳۷)۔"

---

[1] وسائل الشیعہ: ۲۷/۱۱۱؛ تفسیر البرہان: ۱/۶۸؛ اثبات الھداۃ: ۱/۸۰؛ مستدرک الوسائل: ۱/۸۰؛ الفصول المہمہ: ۱/۵۴۸؛ ھدایۃ الامہ: ۸/۳۶۳

[2] مرآۃ العقول: ۱/۲۳۰

[3] مشکاۃ الانوار: ۱۵۱؛ المحاسن: ۱/۲۲۱

تحقیق اسناد:

حدیث مرفوع ہے۔ [1]

8/238 الکافی،۱/۲۰/۹/۱ العدة عن البرقی عَنْ أَبِیهِ عَنْ أَبِی إِسْمَاعِیلَ إِبْرَاهِیمَ بْنِ إِسْحَاقَ اَلْأَزْدِیِّ عَنْ أَبِی عُثْمَانَ اَلْعَبْدِیِّ عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ آبَائِهِ عَنْ أَمِیرِ اَلْمُؤْمِنِینَ عَلَیْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّی اَللَّهُ عَلَیْهِ وَ آلِهِ: لاَ قَوْلَ إِلاَّ بِعَمَلٍ وَ لاَ قَوْلَ وَ لاَ عَمَلَ إِلاَّ بِنِیَّةٍ وَ لاَ قَوْلَ وَ لاَ عَمَلَ وَ لاَ نِیَّةَ إِلاَّ بِإِصَابَةِ اَلسُّنَّةِ.

(ترجمہ) حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی قول عمل کے بغیر نہیں ہے اور کوئی قول وعمل نیت کے بغیر نہیں ہے اور کوئی قول وعمل نیت نہیں ہے مگر یہ کہ سنت کے مطابق ہو۔ [2]

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے۔ [3]

9/239 التہذیب،۴/۱۸۶/۳/۱ عَنِ اَلرِّضَا عَلَیْهِ اَلسَّلاَمُ أَنَّهُ قَالَ: لاَ قَوْلَ إِلاَّ بِعَمَلٍ وَ لاَ عَمَلَ إِلاَّ بِنِیَّةٍ وَ لاَ نِیَّةَ إِلاَّ بِإِصَابَةِ اَلسُّنَّةِ.

(ترجمہ) امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: کوئی قول نہیں سوائے عمل کے اور کوئی عمل نہیں سوائے نیت کے اور کوئی نیت نہیں مگر یہ کہ وہ سنت کے مطابق ہو۔ [4]

بیان:

بتحقیق نفی کی ہے اس نیت کی جو سنت کے بغیر ہے کیونکہ بتحقیق سنت کے مخالف یا سنت میں خطا کرنے والے کے لیے قرب حاصل کرنے کی نیت ممکن نہیں ہے جبکہ قرب حاصل ہوتا ہے اطاعت اور پیروی کے ساتھ اور صحیح عقیدے کی ہدایت پانے کے بعد۔

---

[1] مرآۃ العقول:۱/۲۳۰

[2] تقریب المعارف:۳۴۷؛ مستدرک الوسائل:۱/۸۹؛ المحاسن:۱/۲۲۱؛ بحارالانوار:۱/۲۰۷و۶۷/۲۰۸؛ مجموعہ ورام:۲/۱۷۱؛ تحف العقول:۴۳؛ فقہ القرآن:۱/۱۰۱؛ المقنعہ:۳۰۱؛ اعلام الدین:۸۵؛ امالی طوسی:۳۳۷؛ وسائل الشیعہ:۱/۴۷؛ ھدایۃ الامہ:۱/۳۹؛ متشابہ القرآن:۲/۱۹۲؛ بصائر الدرجات:۱/۱۱؛ عوالی اللئالی:۲/۱۹۱

[3] مرآۃ العقول:۱/۲۳۱

[4] سابقہ حدیث کے حوالہ جات

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے۔[1]

10/240 الکافی،۱/۸۶/۲/۱ الثلاثة عَلِيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ أَبِي عُمَيْرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: مَنْ سَمِعَ شَيْئاً مِنَ اَلثَّوَابِ عَلَى شَيْءٍ فَصَنَعَهُ كَانَ لَهُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ عَلَى مَا بَلَغَهُ.

(ترجمہ) ہشام بن سالم سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص کسی کام کے کرنے پر کچھ ثواب سنے اور پھر وہ اس کام کو اس ثواب کے حصول کی خاطر بجالائے تو اسے (اس کی نیک نیتی) پر وہ ثواب مل جائے گا اگرچہ اس کی شنید درست نہ بھی ہو۔[2]

بیان:

یہ حدیث، سابق حدیث کے ساتھ منافات نہیں رکھتی کیونکہ بتحقیق اس کو انجام دیا جاتا ہے اس نیت پر کہ وہ سنت ہے کیونکہ بتحقیق وہ عمل منسوب ہوتا ہے سنت کے ساتھ بغیر خطا کے اس نسبت میں اس معنی میں دوسری حدیث کتاب الایمان والکفر باب النیت میں آئے گی انشاءاللہ۔

تحقیق اسناد:

حدیث حسن کالصحیح ہے[3] یا پھر حدیث صحیح ہے۔[4] اور میرے نزدیک بھی حدیث صحیح ہے (واللہ اعلم)

11/241 الکافی،۱/۷۰/۱۰/۱ علی عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ اَلنَّضْرِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شِمْرٍ عَنْ جَابِرٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ قَالَ: مَا مِنْ أَحَدٍ إِلاَّ وَ لَهُ شِرَّةٌ وَ فَتْرَةٌ فَمَنْ كَانَتْ فَتْرَتُهُ إِلَى سُنَّةٍ فَقَدِ اِهْتَدَى وَ مَنْ كَانَتْ فَتْرَتُهُ إِلَى بِدْعَةٍ فَقَدْ غَوَى.

(ترجمہ) جابرؓ نے امام ابوجعفر محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ہر ایک کے لیے جوش اور رغبت ہے پس جس شخص کا جوش و رغبت سنت رسولؐ کی طرف ہو تو وہ ہدایت پر ہے اور جس کی رغبت بدعت کی طرف ہو تو وہ

---

[1] ملاذ الاخیار: ۶/ ۳۹۶

[2] مجموعہ ورام: ۲/ ۸۷؛ فلاح السائل: ۱۲؛ وسائل الشیعہ: ۱/ ۸۱؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۶۱۷؛ عدۃ الداعی: ۱۳؛ اقبال الاعمال: ۲/ ۶۲۷؛ مفتاح الفلاح: ۱۸۲

[3] مرآۃ العقول: ۸/ ۱۱۲

[4] البیان المفید منصوری: ۳/ ۱۰۹؛ التعلیقہ الرسالہ خواجوی: ۲۴۳؛ انیس المجتہدین نراقی: ۲۶۲؛ القاموس الجامع: ۵۶۰؛ عمدۃ الاصول: ۵/ ۶۱۳؛ تعلیقہ شریفہ علی فرائد الاصول: ۱/ ۱۶۵؛ مصباح المنہاج (الاجتہاد والتقلید): ۳۹۶؛ الحکم فی اصول الفقہ: ۳/ ۱۳۰؛ الکافی فی اصول الفقہ: ۲/ ۲۲۰؛ العمل الابقی: ۲/ ۲۱۱

گمراہ ہے۔[1]

بیان:

الشرۃ یا ''شین'' کے کسرے اور ''را'' اور ''تاء'' کی شد کے ساتھ ہے نشاط اور رغبت کی معنی میں جیسے حدیث میں ہے کہ ہر عابد کے لیے نشاط اور رغبت ہے۔

یا ''شین'' کی فتح اور ''را'' کی تخفیف اور تا کی جگہ ''ھا'' کے ساتھ ہے حرص کے کسی چیز پر غالب آنے کی معنی میں۔

اور الفتر ۃ، الشرۃ کے مقابلے میں ہے یعنی بتحقیق لوگوں کے افراد میں سے ہر ایک کے لیے ایک قوت اور حرکت اور نشاط اور حرص ہے ان کمالات کے حاصل کرنے کا جن کا وہ لائق ہے اپنی عمر کے اوقات میں سے اپنے خاص وقت میں،

جس طرح اکثر ہوتا ہے لوگوں کی جوانی کے ایام میں اور ہر ایک کے لیے ضعیفی اور سکون اور استقرار اور بیٹھنا کے اس حرکت اور حرص سے دوسرے وقت میں جیسے ان کے بوڑھاپے کے دن ہوں۔

بس جس شخص کی عبادت کا قرار اور اطمینان اور سکون اور اختتام سنت پر ہو تو وہ ہدایت پا گیا اور جس کا سکون اور قرار اور اختتام بدعت پر ہو وہ گمراہ ہو گیا۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے[2] لیکن میرے نزدیک یہ حدیث حسن ہے کیونکہ عمرو بن شمر سے روایات تفسیر قمی اور کامل الزیارات میں نقل ہیں اور یہ توثیق ہے البتہ نجاشی نے اسے ضعیف کہا ہے لیکن اس کے ضعف کی حمایت کرنا مشکل ہے اس لیے کہ ہمارے مشائخ نے اس سے کثیر روایات اخذ کی ہیں نیز شیخ مفید نے اس کی توثیق بھی کی ہے تو ہم اس کو ثقہ سمجھتے ہیں اور تضعیف مفصل نہیں سمجھتے اور جابر جعفی بھی ثقہ ہے اور اس کی روایات بھی تفسیر قمی اور کامل الزیارات میں نقل ہیں۔(واللہ اعلم)

12/242 الکافی،۱/۲/۸۶/۲ العدۃ عن سھل عن الحجال عن ثعلبۃ قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ: لِكُلِّ أَحَدٍ شِرَّةٌ وَلِكُلِّ شِرَّةٍ فَتْرَةٌ فَطُوبَى لِمَنْ كَانَتْ فَتْرَتُهُ إِلَى خَيْرٍ.

(ترجمہ) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہر شخص کے لیے ایک شوق ہوتا ہے اور ہر شوق کی رغبت ہوتی ہے۔ پس خوشا حال اس کا جس کی رغبت خیر کی طرف ہو۔[3]

---

[1] بحارالانوار:۶۸/ ۲۱۱؛ مشکوٰۃ الانوار:۱۵۲

[2] مرآۃ العقول:۱/ ۲۳۱

[3] بحارالانوار:۶۸/ ۲۱۱

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف علی المشہور ہے[1] لیکن میرے نزدیک حدیث موثق ہے کیونکہ سہل بن زیاد ثقہ ثابت ہے۔ (واللہ اعلم)

13/243 الکافی،۱/۱/۸۵/۲ محمد عن ابن عیسی عن السراد عن مؤمن الطاق عَنْ سَلاَّمِ بْنِ اَلْمُسْتَنِيرِ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: أَلاَ إِنَّ لِكُلِّ عِبَادَةٍ شِرَّةً ثُمَّ تَصِيرُ إِلَى فَتْرَةٍ فَمَنْ صَارَتْ شِرَّةُ عِبَادَتِهِ إِلَى سُنَّتِي فَقَدِ اِهْتَدَى وَ مَنْ خَالَفَ سُنَّتِي فَقَدْ ضَلَّ وَ كَانَ عَمَلُهُ فِي تَبَابٍ أَمَا إِنِّي أُصَلِّي وَ أَنَامُ وَ أَصُومُ وَ أُفْطِرُ وَ أَضْحَكُ وَ أَبْكِي فَمَنْ رَغِبَ عَنْ مِنْهَاجِي وَ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي وَ قَالَ كَفَى بِالْمَوْتِ مَوْعِظَةً وَ كَفَى بِالْيَقِينِ غِنًى وَ كَفَى بِالْعِبَادَةِ شُغُلاً.

(ترجمہ) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر عبادت کے لیے پہلے شوق ہوتا ہے پھر اس میں پیدا ہو جاتی ہے پس جس کا شوق عبادت میری سنت کے مطابق ہو اس نے ہدایت پائی اور جس نے میری سنت کے خلاف کیا وہ گمراہ ہو گیا اور اس کا عمل برباد ہو گیا جان لو! میں نماز پڑھتا ہوں، میں سوتا ہوں، میں روزہ رکھتا ہوں اور افطار کرتا ہوں، میں ہنستا ہوں، میں روتا ہوں پس جس نے میرے طریقہ کار سے نفرت کی وہ مجھ سے نہیں ہے اور یہ بھی فرمایا کہ لوگوں کو موت سے نصیحت حاصل کرنی چاہیے اور یقین کی بے نیازی تمہارے لیے کافی ہے اور عبادت کا شغل کافی ہے۔[2]

بیان:

اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ بتحقیق ہدایت پانے والا وہ ہے جو اپنی عبادت کے نشاط اور حرص کو رسول اللہ ﷺ کی سنت پر تجاوز نہیں دیتا یعنی سنت کی حدوں سے گزر نہیں جاتا اگر تجاوز نہ کرے تو معتدی ہے ہدایت یافتہ ہے اگر نشاط رکھتا ہو پھر دائما نماز نہ پڑھے اور دائما روزے نہ رکھے اور دائما نہ روئے تو بلکہ "قد" و "قد" و "التباب" الخسار یعنی خسارے میں ہے۔

[1] مراۃ العقول: ۸/ ۱۰۸

[2] بحار الانوار: ۶۸/ ۲۰۹؛ وسائل الشیعہ: ۱/ ۸۳ و ۱۰۹

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے[1] لیکن میرے نزدیک صحیح ہے کیونکہ سلام بن المستنیر ثقہ ثابت ہے اور اس کی روایات تفسیر قمی میں بھی ہیں۔[2] (واللہ اعلم)

14/244 الکافی،۱/۱۱/۷۰/۱ علی بن محمد عن البرقی عَنْ عَلِيِّ بْنِ حَسَّانَ وَ مُحَمَّدٌ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ اَلْخَطَّابِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حَسَّانَ عَنْ مُوسَى بْنِ بَكْرٍ عَنْ زُرَارَةَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: كُلُّ مَنْ تَعَدَّى اَلسُّنَّةَ رُدَّ إِلَى اَلسُّنَّةِ.

ترجمہ: امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص سنت سے تجاوز کرے تو (ضروری ہے کہ) وہ سنت کی طرف واپس آجائے۔[3]

بیان:

یعنی: امر کیا ہے بدعت لانے والے کو کہ وہ سنت کی طرف پلٹے اور پلٹائے تا کہ اس کی بدعت لوگوں میں باقی نہ رہے ورنہ وہ اس کے سبب گمراہی میں گر جائے گا۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔[4] لیکن میرے نزدیک دونوں سندیں موثق ہیں کیونکہ موسیٰ بن بکر الواسطی ثقہ ہے اور اس کی کتاب بھی ہے اور یہ تفسیر قمی کا راوی بھی ہے[5] البتہ یہ واقفی ہے اور سلمیٰ بن خطاب کو نجاشی نے ضعیف کہا ہے لیکن وہ کامل الزیارات کی روایات کا راوی ہے جو توثیق ہے اور دوسرے راوی کی موجودگی میں یہ ضعیف مضر نہ ہوگا پس اسی لیے ہم نے حدیث کی توثیق کی ہے۔(واللہ اعلم)

15/245 الکافی،۱/۲/۵۸/۶ العدۃ عن سھل عن البزنطی عن عبد الکریم عَنْ عَبْدِ اَللَّهِ بْنِ سُلَيْمَانَ اَلصَّيْرَفِيِّ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: كُلُّ شَيْءٍ خَالَفَ كِتَابَ اَللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ رُدَّ إِلَى كِتَابِ اَللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ اَلسُّنَّةِ.

ترجمہ: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ہر وہ چیز جو کتاب اللہ کے خلاف ہو اسے کتاب خدا سنت کی طرف لوٹایا

---

[1] مراۃ العقول:۸/۱۰۷

[2] المفید من معجم رجال الحدیث:۲۵۷

[3] المحاسن:۱/۲۲۱؛اثبات الھداۃ:۱/۸۰؛مشکوۃ الانوار:۵۲؛الفصول المھمہ:۱/۵۴۹؛بحار الانوار:۲/۲۴۲

[4] مراۃ العقول:۱/۲۳۲

[5] المفید من معجم رجال الحدیث:۶۲۵

جائے گا۔ [1]

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف علی المشہور ہے [2] لیکن میرے نزدیک یہ حدیث موثق ہے نیز یہ کہ یہ مضمون دیگر دو حدیثوں میں بیان ہوا ہے جن میں سے ایک موثق اور ایک حسن ہے [3] (واللہ اعلم)

16/246 الکافی،۱/۱/۷۱/۱۲/۱ الأربعة عَنْ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ آبَائِهِ عَلَيْهِمُ السَّلاَمُ قَالَ قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ: اَلسُّنَّةُ سُنَّتَانِ سُنَّةٌ فِي فَرِيضَةٍ اَلْأَخْذُ بِهَا هُدًى وَ تَرْكُهَا ضَلاَلَةٌ وَ سُنَّةٌ فِي غَيْرِ فَرِيضَةٍ اَلْأَخْذُ بِهَا فَضِيلَةٌ وَ تَرْكُهَا إِلَى غَيْرِ خَطِيئَةٍ.

(ترجمہ) حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: سنت دو طرح کی ہے: فرائض میں سنت اور اس کو اخذ کرنے والا ہدایت پر ہے اور اس کو ترک کرنے والا گمراہ ہے۔ وہ سنت جو فرائض وواجبات کے علاوہ ہے اس کو اخذ کرنا فضیلت ہے اور اس کو ترک کرنے والا گنہگار نہیں ہوگا۔ [4]

بیان:

''السنة''یعنی: اصل میں راستہ اور طریقت ہے، پھر اس کو اس حق کے طریق کے ساتھ مخصوص کیا جس کو لوگوں کے لیے اللہ نے وضع کیا ہے اور جس کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کے آئے ہیں تا کہ اس کے ذریعے لوگ اللہ کا قرب حاصل کریں اور اس سنت میں داخل ہو کر شرعی عمل اور حقیقی عقیدہ کے ساتھ۔

اور اس کے مقابلے میں ہے ''البدعة''

اور السنة تقسیم ہوتی ہے واجب اور مستحب میں اور دوسرے الفاظ میں فرض اور نفل میں

و''الفريضة'' وہ چیز جس کے ذریعے اس کے انجام دینے والے کو ثواب ملے اور اس کے ترک کرنے سے عقاب ہو۔

و''الفضيلة''یعنی: جس کے انجام دینے میں ثواب ہے اور ترک کرنے میں عقاب نہیں ہے۔

جس طرح ان کو مولا صلوات وسلامہ اللہ علیہ نے ان دونوں کی تفسیر کی ہے

---

[1] وسائل الشیعہ: ۱۵/۲۲

[2] مرآۃ العقول: ۹۸/۲۱

[3] الکافی: ۲/۵و۵۸۵؛ مرآۃ العقول: ۲۱/۱۰۰ و ۱۰۳

[4] النوادر راوندی: ۲۷؛ المحاسن: ۱/۲۲۴؛ الخصال: ۱/۴۸، مشکاۃ الانوار: ۱۵۲؛ امالی طوسی: ۵۸۹؛ بحار الانوار: ۲/۲۶۴و۷۴/۱۶۱؛ تحف العقول: ۵۷

اور کبھی سنت اطلاق کرتی ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول اور فعل دونوں پر

اور یہ کتاب کے مقابلے میں ہے اور احتمال ہے یہاں اس سے مراد یہ ہو جیسے اس کے ذریعے اس لفظ "فی" پر جو نکلا ہے ورود سے اشارہ کیا ہے۔

اور سنت کو نفل اور فضیلت کے ساتھ مخصوص کرنا تا کہ فقہاء حدیث کی نشات کے اعتبار سے پہچانیں اور اہل بیت علیہم السلام کے کلام میں اس کا کوئی اثر نہیں بلکہ کہتے ہیں جمعہ کے دن کا غسل سنت واجبہ ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف علی المشہور ہے [۱]۔ لیکن میرے نزدیک یہ حدیث موثق ہے اور اس مشہور سند کے متعلق گفتگو کی جا چکی ہے۔ (واللہ اعلم)

۲۶_باب النوادر

النوادر

1/247 الكافى ،١/١/٤٨/١ الثلاثة عَنْ حَفْصِ بْنِ اَلْبَخْتَرِيِّ رَفَعَهُ قَالَ كَانَ أَمِيرُ اَلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ: رَوِّحُوا أَنْفُسَكُمْ بِبَدِيعِ اَلْحِكْمَةِ فَإِنَّهَا تَكِلُّ كَمَا تَكِلُّ اَلْأَبْدَانُ.

ترجمہ: امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: اپنے نفوس کو حکمت و دانائی کی باتوں سے سکون پہنچاؤ کیونکہ یہ نفوس کو سے اس طرح ہلکا کر دیتی ہے جس طرح اجسام (بوجھ سے) ہلکے ہو جاتے ہیں۔ [۲]

بیان:

"الکلال" ضعف اور ثقل (ہلکا اور بھاری وزنی)۔

اور گویا یہ خطاب ہے ان کا اپنے ان شاگردوں کے لیے جو خوش نہیں ہوتے تھے اللہ کے ذکر کے سواء اور کسی چیز سے لذت نہیں لیتے تھے سواء علم اور حکمت کے دوسرے لوگوں کے بغیر جن کی لذتیں چھوٹی حیوانی شہوات پر بس تحقیق ایسے لوگوں کے قلوب اور دل پریشان ہو جاتے ہیں حکمت کی نئی چیزوں کے اور عرفان کی لطافتوں کو سننے سے۔

---

[۱] مراۃ العقول: ۱/ ۲۳۳

[۲] مجمع البحرین: ۴/ ۲۹۸

کہا گیا ہے کہ: اس میں نفس ناطقہ انسانیہ پر نص دی گئی ہے جب وہ آشکار اور واضح کرے یا نص لائے اس پر کہ بتحقیق نفس بدنوں کے پیچھے ہیں اور بتحقیق ان کا کلال اور ضعیف ہونا، ابدان کے کلال یعنی ضعیف اور قوی ہونے کے پیچھے ہے اور نفس کا آرام اور سکون حکمت پیدا کرنے سے ہے یہ سب برہان اور دلیل ہیں اس پر کہ بتحقیق وہ جوہر مجرد ہے جو بدن کے پیچھے ہے اور بتحقیق بدن سکون نہیں لیتا سواء بدائع جرمانی اور لطائف جسمانی کے۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرفوع ہے۔[1]

2/248 الکافی،۱/۱۸۶/۱۶۷/۸ العدة عن سهل عن بكر بن صالح عن ابن سنان عَنْ عَمْرِو بْنِ شِمْرٍ عَنْ جَابِرٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: اَلْحِكْمَةُ ضَالَّةُ اَلْمُؤْمِنِ فَحَيْثُمَا وَجَدَ أَحَدُكُمْ ضَالَّتَهُ فَلْيَأْخُذْهَا.

(ترجمہ) جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: حکمت مومن کی گم شدہ (چیز) ہے پس تم میں سے جس کو بھی اُس کی گم شدہ (چیز) ملے تو وہ اُسے حاصل کرے۔[2]

بیان:

یعنی: اس کے اس سے لینے میں کوئی عار اور برائی نہ سمجھے جو اس سے علم میں کم ہے بس کبھی کبھار پائی جاتی ہے ادنی شخص کے پاس سے ایسی چیز جو پائی نہیں پائی جاتی اعلی شخص سے۔

اور الحکمۃ ضالۃ یعنی حکمت گمشدہ چیز ہے سے مراد یہ ہے کہ یہ اشارہ ہے اس طرف کہ بتحقیق وہ مومن کی فطرت میں رکھی گئی ہے بس جب مومن اس سے جاہل ہو جائے گویا کہ اس کو گم کر بیٹھا ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے[3] لیکن میرے نزدیک حدیث معتبر ہے کیونکہ سہل ثقہ ہے اور بکر بن صالح نجاشی کی تضعیف کے باوجود ثقہ ہے کیونکہ تفسیر قمی کا راوی ہے اور ہم تعارض میں ثقاہت کو ترجیح دیتے ہیں اور محمد بن سنان کو شیخ نے ضعیف کہا ہے لیکن شیخ مفید نے توثیق کی ہے تو ہم ثقہ جانتے ہیں اور عمرو بن شمر اور جابر بھی ثقہ ثابت ہیں۔ (واللہ اعلم)

3/249 الفقیه،۴/۴۰۶/۵۸۷۹ اَلسَّكُونِيُّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ آبَائِهِ عَلَيْهِمُ اَلسَّلاَمُ قَالَ قَالَ

---

[1] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۵۴

[2] مجموعہ ورام: ۲/ ۱۴۹

[3] مرآۃ العقول: ۲۶/ ۳۴۳؛ البضاعۃ المزجاۃ: ۲/ ۵۰۹

رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: (كَلِمَتَانِ غَرِيبَتَانِ فَاحْتَمِلُوهُمَا كَلِمَةُ حِكْمَةٍ مِنْ سَفِيهٍ فَاقْبَلُوهَا وَ كَلِمَةُ سَفَهٍ مِنْ حَكِيمٍ فَاغْفِرُوهَا).

(ترجمہ) حضرت رسول خدا ﷺ نے فرمایا: دو کلمے جو عالم غربت و مسافرت میں اِدھر اُدھر ہیں تم انھیں اٹھالو۔ ایک حکمت کا کلمہ جو کسی سفیہ و بیوقوف کے مُنہ سے نکلے تو اسے قبول کرلو اور ایک سفاہت و بیوقوفی کا کلمہ جو کسی حکیم کے مُنہ سے نکلے تو اس کو معاف کردو۔ [1]

تحقیق اسناد:

مجلسی اول نے شیخ صدوق کے سکونی تک طروق کو کئی جگہ پر قوی قرار دیا ہے۔ [2] اور میرے نزدیک یہ طریق موثق ہے (واللہ اعلم)

4/250 الکافی،۱/۱۴/۵۰/۱ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَكَرِيَّا اَلْغَلاَبِيِّ عَنِ اِبْنِ عَائِشَةَ اَلْبَصْرِيِّ رَفَعَهُ أَنَّ أَمِيرَ اَلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ فِي بَعْضِ خُطَبِهِ: أَيُّهَا اَلنَّاسُ اِعْلَمُوا أَنَّهُ لَيْسَ بِعَاقِلٍ مَنِ اِنْزَعَجَ مِنْ قَوْلِ اَلزُّورِ فِيهِ وَ لاَ بِحَكِيمٍ مَنْ رَضِيَ بِثَنَاءِ اَلْجَاهِلِ عَلَيْهِ اَلنَّاسُ أَبْنَاءُ مَا يُحْسِنُونَ وَ قَدْرُ كُلِّ اِمْرِئٍ مَا يُحْسِنُ فَتَكَلَّمُوا فِي اَلْعِلْمِ تَبَيَّنْ أَقْدَارُكُمْ.

(ترجمہ) امیر المومنین علیہ السلام نے ایک خطبہ میں فرمایا: لوگو جان لو! وہ شخص عقلمند نہیں جو اپنے متعلق کسی جھوٹ بات کے کہنے پر خوشی سے اچھل پڑے، اور وہ عقلمند و حکیم نہیں جو جاہل کی تعریف پر راضی ہو لوگ نیک کاموں کے فرزند ہیں اور ہر انسان کی قدر و منزلت اس کے نیک اعمال کے حساب سے ہے پس لوگوں سے علمی گفتگو کرو تا کہ تمہاری قدر و منزلت معلوم ہو سکے۔ [3]

بیان:

''الانزعاج'' یعنی پریشان ہونا اور اپنے مکان سے ہٹ جانا اور استقرار کا نہ ہونا

و''الزور'' یعنی: جھوٹ اور باطل اور تہمت

''ما یحسنون'' احسان میں سے ہے علم کی معنی میں ہے اور وہ اچھی چیز جس کو سکھایا اور سیکھا جائے اچھے

---

[1] مجموعہ ورام:۲/۵۷؛الخصال:۱/۳۳؛المحاسن:۱/۲۳۰؛معانی الاخبار:۱/۳۹۷؛وسائل الشیعہ:۱۵/۲۹۷؛امالی طوسی:۵۸۹؛تحف العقول:۵۹؛ بحارالانوار:۲/۴۳و۴۷/۱۱۷؛اعلام الدین:۲۱۴

[2] روضۃ المتقین:۲/۲۶۶و۳۵۷و۳۶۰و۵۱۲و۱۰/۳۹۷؛لوامع صاحبقرانی:۵/۲۵۸

[3] بحارالانوار:۱/۲۰۳و۷۵/۴۶؛تحف العقول:۲۰۸؛الاختصاص:۱/مستدرک سفینۃ البحار:۷/۳۵۵

طریقے سے اور اس میں وجہ یہ ہے کہ بتحقیق عاقل یہ جانتا ہے کہ اس پر تہمت اور افترا اس کے کمال سے کسی چیز کو کم نہیں کرے گا اور حکیم کو یقین ہے کہ اس کی تعریف اس کی حکمت کے کمال کو نہیں بڑھا سکتی اور دونوں عاقل اور حکیم جانتے ہیں کہ انسان کا نقص اور کمال نہیں مگر جہل اور علم کے ساتھ اور ہر شخص کا علم اور کمال اور قدر و قیمت اور شرف اور فضیلت پیدا ہوتا ہے اس کے علم کی مقدار سے جیسے مولا علیہ السلام کے ساتھ منسوب ان میں آیا ہے کہ:

لوگ صورت میں اور ظاہری جسم میں ایک دوسرے کی شبیہ ہیں اور ان سب کے ماں باپ حضرت آدم اور حوا ہیں۔

فضل اور فضیلت فقط اہل علم کے لیے ہے کیونکہ وہ ہدایت پر ہیں اور جو ہدایت یافتہ ہیں وہ روشن دلیلیں رکھتے ہیں۔ اور مرد کی قیمت نیک کام سے ہوتی ہے جو وہ انجام دیتا ہے اور جاہل لوگ، اہل علم کے دشمن ہیں۔

بس ہم انھیں علم کے ساتھ اور اس کی جگہ اور چیز نہ لائیں بس باقی لوگ مر جائیں گے اور اہل علم زندہ رہیں گے۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے۔[1]

عقل اور علم کے ابواب اخیر کو پہنچے اور اول و آخر اللہ کی حمد ہے۔

---

[1] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۷۲

ابواب معرفۃ اللہ تعالی

اللہ تعالیٰ کی معرفت کے ابواب

الآیات:

(۱) سورہ اخلاص میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ○ اللَّهُ الصَّمَدُ ○ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ○ وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ ○

''کہہ دیجیے: وہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہ اُس نے کسی کو جنا، نہ وہ جنا گیا اور کوئی بھی اُس کا ہمسر نہیں ہے۔''[۱]

(۲) اور سورہ الحدید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

''آسمانوں اور زمین میں جو ہے (سب) اللہ کی تسبیح کرر ہے ہیں، وہ زبردست باحکمت ہے''

لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

''آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اسی کی ہے۔ وہی زندگی دیتا ہے اور موت بھی اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ

''وہی پہلے ہے اور وہی پیچھے، وہی ظاہر ہے اور وہی مخفی، اور وہ ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے۔''

هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۚ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا ۖ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ

''وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر مستوی ہوگیا۔ وہ (خوب) جانتا ہے اس چیز کو جو زمین میں جائے اور جو اس سے نکلے اور جو آسمان سے نیچے آئے اور جو کچھ چڑھ کر اس

[۱] سورہ اخلاص: ۱۔۴

میں جائے، اور جہاں کہیں تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے اور جو تم کر رہے ہو اللہ دیکھ رہا ہے۔''

لَهُ مُلْكُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَإِلَى ٱللَّهِ تُرْجَعُ ٱلْأُمُورُ

''آسمانوں کی اور زمین کی بادشاہی اسی کی ہے۔ اور تمام کام اسی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔''

يُولِجُ ٱلَّيْلَ فِى ٱلنَّهَارِ وَيُولِجُ ٱلنَّهَارَ فِى ٱلَّيْلِ وَهُوَ عَلِيمٌۢ بِذَاتِ ٱلصُّدُورِ

''وہی رات کو دن میں لے جاتا ہے اور وہی دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے۔ اور سینوں کے بھیدوں کا وہ پورا عالم ہے۔''[1]

بیان:

ان آیات کی شان میں عنقریب امام علی بن الحسین علیہما السلام کا کلام آئے گا، امام محمد باقر علیہ السلام سے سورہ التوحید کی تفسیر کے ساتھ۔

[1] سورہ الحدید: ١۔٦

۱۔باب حدوث العالم و اثبات المحدث

حدوثِ عالم اور اثباتِ محدث

1/251 الکافی،۱/۱/۷۲/۱ علی عَنْ أَبِيهِ عَنِ اَلْحَسَنِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ يُونُسَ بْنِ عَبْدِ اَلرَّحْمَنِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مَنْصُورٍ قَالَ: قَالَ لِي هِشَامُ بْنُ اَلْحَكَمِ كَانَ بِمِصْرَ زِنْدِيقٌ تَبْلُغُهُ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ أَشْيَاءُ فَخَرَجَ إِلَى اَلْمَدِينَةِ لِيُنَاظِرَهُ فَلَمْ يُصَادِفْهُ بِهَا وَ قِيلَ لَهُ إِنَّهُ خَارِجٌ بِمَكَّةَ فَخَرَجَ إِلَى مَكَّةَ وَ نَحْنُ مَعَ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ فَصَادَفَنَا وَ نَحْنُ مَعَ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ فِي اَلطَّوَافِ وَ كَانَ اِسْمُهُ عَبْدَ اَلْمَلِكِ وَ كُنْيَتُهُ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ فَضَرَبَ كَتِفَهُ كَتِفَ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ فَقَالَ لَهُ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ مَا اِسْمُكَ فَقَالَ اِسْمِي عَبْدُ اَلْمَلِكِ قَالَ فَمَا كُنْيَتُكَ قَالَ كُنْيَتِي أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ فَقَالَ لَهُ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ فَمَنْ هَذَا اَلْمَلِكُ اَلَّذِي أَنْتَ عَبْدُهُ أَ مِنْ مُلُوكِ اَلْأَرْضِ أَمْ مِنْ مُلُوكِ اَلسَّمَاءِ وَ أَخْبِرْنِي عَنِ اِبْنِكَ عَبْدُ إِلَهِ اَلسَّمَاءِ أَمْ عَبْدُ إِلَهِ اَلْأَرْضِ قُلْ مَا شِئْتَ تُخْصَمْ قَالَ هِشَامُ بْنُ اَلْحَكَمِ فَقُلْتُ لِلزِّنْدِيقِ أَ مَا تَرُدُّ عَلَيْهِ قَالَ فَقَبَّحَ قَوْلِي فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ إِذَا فَرَغْتُ مِنَ اَلطَّوَافِ فَأْتِنَا فَلَمَّا فَرَغَ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ أَتَاهُ اَلزِّنْدِيقُ فَقَعَدَ بَيْنَ يَدَيْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ وَ نَحْنُ مُجْتَمِعُونَ عِنْدَهُ فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ لِلزِّنْدِيقِ أَ تَعْلَمُ أَنَّ لِلْأَرْضِ تَحْتاً وَ فَوْقاً قَالَ نَعَمْ قَالَ فَدَخَلْتَ تَحْتَهَا قَالَ لاَ قَالَ فَمَا يُدْرِيكَ مَا تَحْتَهَا قَالَ لاَ أَدْرِي إِلاَّ أَنِّي أَظُنُّ أَنْ لَيْسَ تَحْتَهَا شَيْءٌ فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ فَالظَّنُّ عَجْزٌ لِمَا لاَ تَسْتَيْقِنُ ثُمَّ قَالَ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ أَ فَصَعِدْتَ اَلسَّمَاءَ قَالَ لاَ قَالَ أَ فَتَدْرِي مَا فِيهَا قَالَ لاَ قَالَ عَجَباً لَكَ لَمْ تَبْلُغِ اَلْمَشْرِقَ وَ لَمْ تَبْلُغِ اَلْمَغْرِبَ وَ لَمْ تَنْزِلِ اَلْأَرْضَ وَ لَمْ تَصْعَدِ اَلسَّمَاءَ وَ لَمْ تَجُزْ هُنَاكَ فَتَعْرِفَ مَا خَلْفَهُنَّ وَ أَنْتَ جَاحِدٌ بِمَا فِيهِنَّ وَ هَلْ يَجْحَدُ اَلْعَاقِلُ مَا لاَ يَعْرِفُ قَالَ اَلزِّنْدِيقُ مَا كَلَّمَنِي بِهَذَا أَحَدٌ غَيْرُكَ فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ فَأَنْتَ مِنْ ذَلِكَ فِي شَكٍّ فَلَعَلَّهُ هُوَ وَ لَعَلَّهُ لَيْسَ هُوَ فَقَالَ اَلزِّنْدِيقُ وَ لَعَلَّ ذَلِكَ فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ أَيُّهَا اَلرَّجُلُ لَيْسَ لِمَنْ لاَ يَعْلَمُ حُجَّةٌ عَلَى مَنْ يَعْلَمُ وَ لاَ حُجَّةَ لِلْجَاهِلِ يَا أَخَا أَهْلِ مِصْرَ تَفَهَّمْ عَنِّي فَإِنَّا لاَ نَشُكُّ فِي اَللَّهِ أَبَداً أَ مَا تَرَى اَلشَّمْسَ وَ اَلْقَمَرَ وَ

اَللَّيْلَ وَ اَلنَّهَارَ يَلِجَانِ فَلاَ يَشْتَبِهَانِ وَ يَرْجِعَانِ قَدِ اُضْطُرَّا لَيْسَ لَهُمَا مَكَانٌ إِلاَّ مَكَانُهُمَا فَإِنْ كَانَا يَقْدِرَانِ عَلَى أَنْ يَذْهَبَا فَلِمَ يَرْجِعَانِ وَ إِنْ كَانَا غَيْرَ مُضْطَرَّيْنِ فَلِمَ لاَ يَصِيرُ اَللَّيْلُ نَهَاراً وَ اَلنَّهَارُ لَيْلاً اُضْطُرَّا وَ اَللَّهِ يَا أَخَا أَهْلِ مِصْرَ إِلَى دَوَامِهِمَا وَ اَلَّذِي اِضْطَرَّهُمَا أَحْكَمُ مِنْهُمَا وَ أَكْبَرُ فَقَالَ اَلزِّنْدِيقُ صَدَقْتَ ثُمَّ قَالَ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَا أَخَا أَهْلِ مِصْرَ إِنَّ اَلَّذِي تَذْهَبُونَ إِلَيْهِ وَ تَظُنُّونَ أَنَّهُ اَلدَّهْرُ إِنْ كَانَ اَلدَّهْرُ يَذْهَبُ بِهِمْ لِمَ لاَ يَرُدُّهُمْ وَ إِنْ كَانَ يَرُدُّهُمْ لِمَ لاَ يَذْهَبُ بِهِمُ اَلْقَوْمُ مُضْطَرُّونَ يَا أَخَا أَهْلِ مِصْرَ لِمَ اَلسَّمَاءُ مَرْفُوعَةٌ وَ اَلْأَرْضُ مَوْضُوعَةٌ لِمَ لاَ يَسْقُطُ اَلسَّمَاءُ عَلَى اَلْأَرْضِ لِمَ لاَ تَنْحَدِرُ اَلْأَرْضُ فَوْقَ طِبَاقِهَا وَ لاَ يَتَمَاسَكَانِ وَ لاَ يَتَمَاسَكُ مَنْ عَلَيْهَا قَالَ اَلزِّنْدِيقُ أَمْسَكَهُمَا اَللَّهُ رَبُّهُمَا وَ سَيِّدُهُمَا قَالَ فَآمَنَ اَلزِّنْدِيقُ عَلَى يَدَيْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ فَقَالَ لَهُ حُمْرَانُ جُعِلْتُ فِدَاكَ إِنْ آمَنَتِ اَلزَّنَادِقَةُ عَلَى يَدِكَ فَقَدْ آمَنَ اَلْكُفَّارُ عَلَى يَدَيْ أَبِيكَ فَقَالَ اَلْمُؤْمِنُ اَلَّذِي آمَنَ عَلَى يَدَيْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ اِجْعَلْنِي مِنْ تَلاَمِذَتِكَ فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ يَا هِشَامَ بْنَ اَلْحَكَمِ خُذْهُ إِلَيْكَ وَ عَلِّمْهُ فَعَلَّمَهُ هِشَامٌ فَكَانَ مُعَلِّمَ أَهْلِ اَلشَّامِ وَ أَهْلِ مِصْرَ اَلْإِيمَانَ وَ حَسُنَتْ طَهَارَتُهُ حَتَّى رَضِيَ بِهَا أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ.

ترجمہ

ہشام بن الحکم بیان کرتے ہیں کہ مصر میں ایک زندیق (دہریہ) تھا۔ اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی کچھ احادیث سنیں تو وہ مصر سے آپ علیہ السلام کے ساتھ مناظرہ کرنے کی نیت سے مدینہ کی طرف چل پڑا۔ جب وہ مدینہ آیا تو اس کی آپؑ سے ملاقات نہ ہوئی اور اس کو پتہ چلا کہ آپ علیہ السلام مکہ گئے ہوئے ہیں چنانچہ وہ مکہ آ گیا۔ اس کا نام عبدالملک تھا اور اس کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ اس نے دیکھا کہ آپؑ طواف کر رہے ہیں تو اس نے اپنا شانہ آپؑ کے شانے سے رگڑا۔

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: تیرا نام کیا ہے؟

اس نے جواب میں عرض کیا: میرا نام عبدالملک ہے۔

آپؑ نے پوچھا: تیری کنیت کیا ہے؟

اس نے عرض کیا: میری کنیت ابوعبداللہ ہے۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: وہ ملک (بادشاہ) جس کا تو عبد ہے کیا وہ آسمانی ملک ہے یا زمینی؟ تیرا فرزند آسمان کے الہ کا بندہ ہے یا وہ زمین کے الہ کا بندہ ہے؟ جو تو کہنا چاہتا ہے کہو اس میں تو ہی ملزم ہوگا۔

جناب ہشام بن الحکم فرماتے ہیں کہ میں نے اس زندیق سے کہا: جواب کیوں نہیں دیتا۔ اس کو میری بات بری لگی۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: اے مصری بھائی! جب میں طواف سے فارغ ہو جاؤں تو اس وقت میرے پاس آنا۔ وہ چلا گیا اور جب امام علیہ السلام طواف سے فارغ ہوئے تو پھر وہ آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ آپ کے سامنے بیٹھا۔ ہم سب اس وقت امام کے پاس موجود تھے۔

آپؑ نے اس سے فرمایا: کیا تو جانتا ہے کہ اس زمین کا نیچا اور اوپر ہے؟

اس نے کہا: ہاں۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تو زمین کے نیچے گیا ہے؟

اس نے کہا: نہیں

آپؑ نے فرمایا: کیا تو جانتا ہے کہ زمین کے نیچے کیا ہے؟

عرض کیا: نہیں۔ لیکن میرا گمان ہے کہ اس کے نیچے کچھ نہیں ہے۔

آپؑ نے فرمایا: میرا گمان اس بات کی دلیل ہے کہ تو یقین سے عاجز ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: کیا تو آسمان کے اوپر گیا ہے؟

اس نے عرض کیا نہیں۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تو جانتا ہے کہ اس کے اوپر کیا ہے؟

اس نے عرض کیا: نہیں۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: تعجب ہے تیرے لیے کہ تو زمین کے نیچے نہیں گیا، اس کے مشرق و مغرب تک نہیں گیا اور آسمانوں کے اوپر بھی نہیں گیا پھر ان میں موجود چیزوں کا تو انکار کر رہا ہے۔ کیا کوئی عاقل ہے جو اس کا انکار کرے جس کو اس نے نہیں دیکھا؟ جس کو وہ نہیں جانتا؟

اس نے کہا: آپؑ کے علاوہ میرے ساتھ کسی نے بھی ایسی کوئی بات نہیں کی۔

آپؑ نے فرمایا: اس کا مطلب ہے تمہیں اس کے بارے میں شک ہے کہ شاید ہو یا شاید نہ ہو۔

اس نے کہا: جی ہاں، ایسے ہی ہے اور ممکن ہے کہ ایسا نہ ہو۔

آپؑ نے فرمایا: اس کا مقصد ہے کہ تو نہیں جانتا اور پھر نہ جاننے والا کسی جاننے والے پر حجت قائم نہیں کرسکتا کیونکہ نادان جاہل کے لیے کوئی دلیل و حجت نہیں ہوتی۔

اے مصری بھائی! ہم سے سنو اور تیرے لیے بھی سزاوار نہیں ہے کہ تو شک کرے، کیا تو سورج و چاند، دن و رات کو نہیں دیکھتا جو افق میں موجود ہیں، وہ کبھی آنے جانے میں اشتباہ نہیں کرتے، یہ ناچار و مجبور ہیں۔ اپنے سیر (راستے) کے علاوہ کوئی دن کی حرکت نہیں ہے۔ یہ جانے کی طاقت رکھتے ہیں تو واپس کیوں نہیں آسکتے۔ ایسے دن رات مجبور ہیں کیا وجہ ہے کہ دن رات نہیں ہوسکتا اور رات دن نہیں بن سکتی۔ خدا کی قسم! یہ دونوں مجبور و ناچار ہیں۔ پس جس نے ان کو مجبور و ناچار بنایا ہے وہ ان سے زیادہ طاقتور ہے۔ زندیق نے عرض کیا: آپ نے سچ فرمایا ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اے مصری بھائی! وہ چیز جس کی طرف تم جارہے ہو اور اس کے گرویدہ ہو چکے ہو اور جس کے بارے میں تمہارا گمان ہے کہ وہ دھر (زمانہ) ہے۔ اگر زمانہ لوگوں کو مارتا ہے تو پھر وہ ان کو دوبارہ زندہ کیوں نہیں کرسکتا اور واپس لے آتا ہے تو ان کو مارتا کیوں نہیں۔

اے مصری بھائی! یہ سب ناچار و مجبور ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ آسمان بلند اور زمین نیچے ہے اور آسمان زمین پر نہیں گرتا اور زمین اپنے اہل کو لے کر دھنس کیوں نہیں جاتی یا زمین آسمان کے ساتھ اُڑ کر چمٹ کیوں نہیں جاتی؟ کیا وجہ ہے؟

اس نے کہا: ان دونوں کو ان کے اللہ نے روکا ہوا ہے جو ان کا رب ہے اور ان کا مالک و مختار ہے۔

پس زندیق امام صادق علیہ السلام کے ہاتھوں سے مسلمان ہوگیا۔

اس وقت جناب حمران نے آپؑ سے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان ہو جاؤں! آج زندیق نے آپؑ کے ہاتھوں پر سلام قبول کیا۔ کل کفار نے آپؑ کے آباؤ اجداد کے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا تھا اور وہ مومن کہ جس نے آپ علیہ السلام کے ہاتھوں ایمان کو قبول کیا اس نے آپ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اے مولا! مجھے اپنا شاگرد قرار دیں تاکہ میں آپؑ سے اسلام کی تعلیم حاصل کروں۔

آپؑ نے ہشام سے فرمایا: اس کو اپنے ساتھ رکھو اور اس کو تعلیم دو۔

پس ہشام کو جو اہل مصر و شام والوں کا معلم و اُستاد تھا، اس نے اس کو اسلام کی تعلیم دی اور وہ اس طرح پاک عقیدہ کا مالک ہوگیا کہ امام صادق علیہ السلام نے اس کو پسند فرمایا۔[1]

---

[1] التوحید: ۲۹۳؛ بحارالانوار: ۳/ ۵۱؛ الاحتجاج: ۲/ ۳۳۴؛ عوالم العلوم: ۲۰/ ۵۳۱

بیان:

قاموس میں الزندیق کی معنی میں کہا ہے کہ:الزندیق زاء کے کسرے کے ساتھ یعنی وہ شخص جو دو خداؤں کا قائل ہو جیسے ان میں سے دیصانیہ ہیں جو نور اور ظلمت کے خدا ہونے کے قائل ہیں یا وہ جو آخرت اور ربوبیت پر ایمان نہ رکھتا ہو یا وہ جو باطن میں کافر اور ظاہر میں مومن ہو یا وہ ''زن دین'' ہو یعنی عورت کا دین رکھتا ہو۔

قاموس کا کلام ختم ہوا۔

کبھی کبھار کہا جاتا ہے کہ وہ زندی سے ہے جو منسوب ہے زند کے ساتھ اور وہ مجوس کی مشہور کتاب ہے اور یہ پلٹتا ہے دو پہلے مشہور معناؤں کی طرف اور ظاہر یہ ہے کہ یہاں اس سے مراد تیسرا معنی ہے جیسا کہ سیاق حدیث سے ظاہر ہوتا ہے۔

''تخصم'' یعنی غالب آنا جیسے کہتے ہیں کہ:خصمتہ فی البحث

میں اس پر بحث میں غالب آ گیا۔

ہمارے استاد صدر المحققین طاب ثراہ نے فرمایا:امام علیہ السلام احتجاج میں تین طریقوں سے آئے ہیں

پہلے:الجدل

دوسرا:خطابت

تیسرا:برہان

درجے کے حساب سے ہدایت اور ارشاد اور جو اللہ نے اپنے رسول کے ذریعے جو حکم دیا اس پر عمل کے ساتھ خدا کا قول ہے کہ: بلاؤ اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور نیک نصیحت کے ساتھ اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے جدل کرو

بس مولا علیہ السلام کا قول کہ ''ما اسمک'' سے ''قل ماشئ تخصم'' تک

یہ اچھے طریقے سے جدل کرنے کا طریقہ ہے

اور ان کا قول کہ: ''أتعلم أن للارض تحتا'' سے ''وھل یجحد العقل مالایعرف'' تک یہ جملے دلیل ہیں خطابت پر

اور ان کا قول کہ: ''أما تری الشمس والقمر'' سے برہان کی ابتدا کی ہے

استاد کا کلام ختم ہوا

میں کہتا ہوں:

مجادلہ کی معنی ظاہر ہے اور حجت خطابیہ یعنی کہا جائے کہ بتحقیق آپ رب صانع کا انکار کرتے ہو کیونکہ تم اسے دیکھتے

نہیں ہوا اگر تم اسے دیکھتے تو اس کا انکار نہ کرتے بس شاید اس مقام پر ہو کہ آپ گواہی نہیں دیتے اس مقام کی جب تک اس کو سمجھو کہ اس میں کیا ہے بس تم شہود کے ذریعے تمام اماکن پر بلند نہیں ہوئے ہو۔

''عجز لما لا یستیقن'' ''کتاب التوحید میں الصدوق رحمہ اللہ نے ''عجز مالم تستیقن'' ذکر کیا ہے اور وہ حقیقت ہے۔

اور ممکن ہے جو کتاب اصول کافی شریف میں ہے اس کی تصحیح ہو یعنی اس کو مجہول کے صیغے کے ساتھ پڑہیں ''لما لا یستیقن'' یعنی معرفت کے لیے۔

اور بعض نسخوں میں ''لمن لا یستیقن'' معلوم کے صیغے کے ساتھ ہے یعنی: جو شخص کسی چیز کو جانے اور یقین پیدا کرے بس پھر کہے کہ میں اس کا گمان رکھتا ہوں تو یہ اس کا کہنا اس کی مصلحت کی خاطر ہے بس وہ اس کی معرفت میں عاجز نہیں ہے اور بتحقیق عجز اور ناتوانی اس کے پاس ہے جو نہیں جانتا۔

''ولم تجز'' ''جیم کے ضمے کے ساتھ الجواز میں سے۔

بس آپ پچانوان کو جوان کے پیچھے ہیں۔

''ما'' موصولہ ہے یا استفہامیہ ہے دونوں فرض کی بنا پر یہ مشار الیہ ہے اس کے لیے اس قول میں ''فانت من ذالک فی شک، فلعلہ ھو''

یعنی شاید وہ جوان کے پیچھے ہے وہ رب ہے۔

''تفھم عنی'' ''یعنی: اللہ تعالیٰ کی معرفت بس بتحقیق میں اللہ کی معرفت میں یقین تام پر ہوں اور بتحقیق میں نے اللہ کو پہچانا ہے اللہ کے ذریعے نہ کہ اس کے غیر کے ذریعے۔

اور برہان: یعنی کہا جائے کہ: بتحقیق سورج اور چاند کی حرکت ایک نہج اور روش پر ہے اور رات اور دن کا اختلاف ایک طریقے پر ہے بغیر کسی ایک کے دوسرے کے ساتھ مشتبہ ہونے کے اور بتحقیق یہ مسخر ہیں ان کو مسخر کرنے والے کے امر کے ساتھ نتیجے میں جب اس امر کرنے والے مسخر کے پاس قوت اور اختیار نہ ہوتا تو ان کی حرکت مختلف ہو جاتی تو جو چاہتے وہ کرتے۔

''ان کان الدھر یذھب بھم'' ''یعنی: رد کرنے کے بغیر۔

''لم لا یردھم'' ''یعنی: بتحقیق ان کا جانا اور رد ہونا مساوی ہے جواز میں بس ان دونوں میں سے کسی ایک کے واقع ہونے میں سبب کا ہونا ضروری ہے اور اس کی انتہا ہوتی ہے لامحالہ ذات واجب کی طرف اور وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہے۔

اور گویا ان کے اذہاب اور جانے سے مراد ان کا عدم اور فنا کی طرف جانا ہے اور ان کا ردہونا وجود کی طرف ردہونا ہے تناسخ کی بنا پر جس طرح اس چیز کا وہ عقیدہ رکھتے ہیں یا دوسرے طریقے سے۔

''**القوم مضطرون**''یعنی: اس ذہاب اور ارتداد یعنی ان کے جانے اور ردہونے میں مراد یہ ہے کہ وہ مضطر ہیں اس کی سلطنت کے تحت جوان کو اس طرح انجام دے رہا ہے اور یہ مولا کے اس قول کی طرح ہے کہ: عرفت اللّٰہ بفسخ العزائم

بس اگر کہا جائے کہ شاید دھران میں یہ اختلاف لاتا ہو اور ان کے ساتھ ایسا کرتا ہو تو کہیں گے کہ ہر وہ جو ایسا کرتا ہے کسی مرجح اور حکمت کی وجہ سے ہے اس کی مشیت اور ارادے کے حساب سے اور وہ وہ ہے جس کے رب ہونے کا ہم ارادہ کرتے ہیں پھر اس کو تم دھر کا نام دو یا کوئی اور اور اگر کسی مرجح اور حکمت کی وجہ سے نہ ہو تو یہ محال اور ناممکن ہے جیسے ہم نے بیان کیا ہے اور اگر اس سے بھی جو ہم نے کہا واضح اور اتم بیان چاہو برہان کے لیے تو سنو: بتحقیق ہر وہ چیز جس کا واقع ہونا ممکن ہو یا واقع نہ ہونا ممکن ہو تو اس کے واقع ہونے کے لیے کسی مرجح کا ہونا ضروری ہے بس اس چیز کا فاعل اس کے مرجح کے لیے مضطر ہے اس کے واقع کرنے میں کیونکہ اس فعل کے لیے مسخر ہے اس کے حکم کے تحت مگر یہ کہ اس کا مرجح حکمت ہو اور یہ حکمت، خود فاعل کی ذات ہے نہ کہ وہ صفت جو اس فاعل کی ذات سے زائد ہو اور فاعل کی اس کے ساتھ ثنا کی جائے، اور وہ صفت ہوگی فاعل سے اعلی جو اس پر حاکم ہوگی بس اس وقت وہ دوسری چیز کا محتاج نہ ہوگا اور ہم صانع عالم سے ارادہ نہیں کرتے سواء اس حکیم کا جو اپنی اس حکمت کے ساتھ غنی ہے جو اس کی عین ذات ہے۔

جب یہ سمجھ گئے ہیں تو پھر ہم کہیں گے: بتحقیق سورج اور چاند افق میں غائب ہوتے ہیں ان دونوں کے فلک کی حرکت کی وجہ سے ان کے اپنے مکان پر ثابت رہنے کے ساتھ فلک سے، بس اگر سورج اور چاند دونوں قادر ہوتے جانے پر اور ساکن رہنے پر زمین کے نیچے تو پھر کیوں نہ ہمیشہ حرکت کرتے اور پلٹتے بس بتحقیق اس فرض کی بنا پر جیسے ان کا فلک پر حرکت کرنا ممکن ہوگا ایسے ساکن ہونا بھی ممکن ہوگا پھر اگر یہ دونوں مضطر نہ ہوں حرکت دائمی کی طرف بلکہ ان پر سکون ممکن ہوگا تو پھر کیوں رات دن نہیں ہوتی یعنی سورج کے زمین پر ساکن ہونے کے ساتھ یا دن رات ہو جائے سورج کے زمین کے نیچے ساکن ہونے کے ساتھ بلکہ وہ دونوں مضطر ہیں مجبور ہیں اپنی حرکت کے دائمی ہونے میں ایک قاہر کی طرف جو ان کو اپنے قہر کے تحت میں رکھتا ہے اور بتحقیق وہ دھر جو مخلوق کو عدم کی طرف لے جاتا ہے جس طرح تم گمان کرتے ہو تو پھر ان کو وجود کی طرف کیوں نہیں لے جاتا؟

تا کہ ان کے لیے وہ ممکن ہو جو وہ انجام دیتے ہیں اور مظلوم کی ظالم سے مدد کرے بس بتحقیق وجود کی طرف لے

جانا ممکن ہے اذھاب کی طرح اور اگر دھر ان کو پلٹائے اور لے جائے وجود کی طرف فقط غیر وجوب سے پلٹانے کے ممکن ہونے میں تو کیوں بغیر پلٹانے کے ان کو عدم کی طرف نہیں لے جاتا؟ بس بتحقیق وہ دونوں برابر ہیں تمہارے گمان کے مطابق جواز اور امکان میں بس کسی قاہر کا ہونا ضروری ہے جو ان کو اپنی طاقت کے تحت چلائے۔

اور ایسے ہی بتحقیق آسمان کا بلند ہونا اور زمین کا نیچے رہنا اور دونوں کا اپنے مقام اور مکان پر ثابت رہنا، دونوں میں سے کسی کا بھی نہ گرنا اس کے باوجود کہ ان کا گرنا ممکن بھی ہے، دلیل ہیں ایک قاہر پر جو اپنی طاقت سے ان کو بچائے ہوئے ہے وہ ایسا قاہر اور طاقتور ہے کہ جس کی طاقت سب کی طاقتوں سے زیادہ اور اوپر ہے۔

اور بعض نسخوں میں ''طباقھا'' اور جملہ ''ولا تماسکان'' حالیہ ہے

و" حسنت طھارتہ" یعنی: شرک اور زندقہ سے طہارت۔

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے۔ [1]

2/252 الکافی، ۱/۲/۷۲/۱ العدۃ عن البرقی عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِ اَلرَّحْمَنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي هَاشِمٍ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ مُحَسِّنٍ اَلْمِيثَمِيِّ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ أَبِي مَنْصُورٍ اَلْمُتَطَبِّبِ فَقَالَ أَخْبَرَنِي رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِي قَالَ كُنْتُ أَنَا وَ اِبْنُ أَبِي اَلْعَوْجَاءِ وَ عَبْدُ اَللَّهِ بْنُ اَلْمُقَفَّعِ فِي اَلْمَسْجِدِ اَلْحَرَامِ فَقَالَ اِبْنُ اَلْمُقَفَّعِ تَرَوْنَ هَذَا اَلْخَلْقَ وَ أَوْمَأَ بِيَدِهِ إِلَى مَوْضِعِ اَلطَّوَافِ مَا مِنْهُمْ أَحَدٌ أُوجِبُ لَهُ اِسْمَ اَلْإِنْسَانِيَّةِ إِلاَّ ذَلِكَ اَلشَّيْخُ اَلْجَالِسُ يَعْنِي أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ جَعْفَرَ بْنَ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ فَأَمَّا اَلْبَاقُونَ فَرَعَاعٌ وَ بَهَائِمُ فَقَالَ لَهُ اِبْنُ أَبِي اَلْعَوْجَاءِ وَ كَيْفَ أَوْجَبْتَ هَذَا اَلاِسْمَ لِهَذَا اَلشَّيْخِ دُونَ هَؤُلاَءِ قَالَ لِأَنِّي رَأَيْتُ عِنْدَهُ مَا لَمْ أَرَهُ عِنْدَهُمْ فَقَالَ لَهُ اِبْنُ أَبِي اَلْعَوْجَاءِ لاَ بُدَّ مِنِ اِخْتِبَارِ مَا قُلْتَ فِيهِ مِنْهُ قَالَ فَقَالَ لَهُ اِبْنُ اَلْمُقَفَّعِ لاَ تَفْعَلْ فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يُفْسِدَ عَلَيْكَ مَا فِي يَدِكَ فَقَالَ لَيْسَ ذَا رَأْيَكَ وَ لَكِنْ تَخَافُ أَنْ يَضْعُفَ رَأْيُكَ عِنْدِي فِي إِحْلاَلِكَ إِيَّاهُ اَلْمَحَلَّ اَلَّذِي وَصَفْتَ فَقَالَ اِبْنُ اَلْمُقَفَّعِ أَمَّا إِذَا تَوَهَّمْتَ عَلَيَّ هَذَا فَقُمْ إِلَيْهِ وَ تَحَفَّظْ مَا اِسْتَطَعْتَ مِنَ اَلزَّلَلِ وَ لاَ تَثْنِي عِنَانَكَ إِلَى اِسْتِرْسَالٍ فَيُسَلِّمَكَ إِلَى عِقَالٍ وَ سِمْهُ مَا لَكَ أَوْ عَلَيْكَ قَالَ فَقَامَ

[1] مرآۃ العقول: ۱/ ۲۴۴

اِبْنُ أَبِي اَلْعَوْجَاءِ وَ بَقِيتُ أَنَا وَ اِبْنُ اَلْمُقَفَّعِ جَالِسَيْنِ فَلَمَّا رَجَعَ إِلَيْنَا اِبْنُ أَبِي اَلْعَوْجَاءِ قَالَ وَيْلَكَ يَا اِبْنَ اَلْمُقَفَّعِ مَا هَذَا بِبَشَرٍ وَ إِنْ كَانَ فِي اَلدُّنْيَا رُوحَانِيٌّ يَتَجَسَّدُ إِذَا شَاءَ ظَاهِراً وَ يَتَرَوَّحُ إِذَا شَاءَ بَاطِناً فَهُوَ هَذَا فَقَالَ لَهُ وَ كَيْفَ ذَلِكَ قَالَ جَلَسْتُ إِلَيْهِ فَلَمَّا لَمْ يَبْقَ عِنْدَهُ غَيْرِي اِبْتَدَأَنِي فَقَالَ إِنْ يَكُنِ اَلْأَمْرُ عَلَى مَا يَقُولُ هَؤُلاَءِ وَ هُوَ عَلَى مَا يَقُولُونَ يَعْنِي أَهْلَ اَلطَّوَافِ فَقَدْ سَلِمُوا وَ عَطِبْتُمْ وَ إِنْ يَكُنِ اَلْأَمْرُ عَلَى مَا تَقُولُونَ وَ لَيْسَ كَمَا تَقُولُونَ فَقَدِ اِسْتَوَيْتُمْ وَ هُمْ فَقُلْتُ لَهُ يَرْحَمُكَ اَللَّهُ وَ أَيَّ شَيْءٍ نَقُولُ وَ أَيَّ شَيْءٍ يَقُولُونَ مَا قَوْلِي وَ قَوْلُهُمْ إِلاَّ وَاحِدٌ فَقَالَ وَ كَيْفَ يَكُونُ قَوْلُكَ وَ قَوْلُهُمْ وَاحِداً وَ هُمْ يَقُولُونَ إِنَّ لَهُمْ مَعَاداً وَ ثَوَاباً وَ عِقَاباً وَ يَدِينُونَ بِأَنَّ فِي اَلسَّمَاءِ إِلَهاً وَ أَنَّهَا عُمْرَانٌ وَ أَنْتُمْ تَزْعُمُونَ أَنَّ اَلسَّمَاءَ خَرَابٌ لَيْسَ فِيهَا أَحَدٌ قَالَ فَاغْتَنَمْتُهَا مِنْهُ فَقُلْتُ لَهُ مَا مَنَعَهُ إِنْ كَانَ اَلْأَمْرُ كَمَا يَقُولُونَ أَنْ يَظْهَرَ لِخَلْقِهِ وَ يَدْعُوَهُمْ إِلَى عِبَادَتِهِ حَتَّى لاَ يَخْتَلِفَ مِنْهُمُ اِثْنَانِ وَ لِمَ اِحْتَجَبَ عَنْهُمْ وَ أَرْسَلَ إِلَيْهِمُ اَلرُّسُلَ وَ لَوْ بَاشَرَهُمْ بِنَفْسِهِ كَانَ أَقْرَبَ إِلَى اَلْإِيمَانِ بِهِ فَقَالَ لِي وَيْلَكَ وَ كَيْفَ اِحْتَجَبَ عَنْكَ مَنْ أَرَاكَ قُدْرَتَهُ فِي نَفْسِكَ نُشُوءَكَ وَ لَمْ تَكُنْ وَ كِبَرَكَ بَعْدَ صِغَرِكَ وَ قُوَّتَكَ بَعْدَ ضَعْفِكَ وَ ضَعْفَكَ بَعْدَ قُوَّتِكَ وَ سُقْمَكَ بَعْدَ صِحَّتِكَ وَ صِحَّتَكَ بَعْدَ سُقْمِكَ وَ رِضَاكَ بَعْدَ غَضَبِكَ وَ غَضَبَكَ بَعْدَ رِضَاكَ وَ حُزْنَكَ بَعْدَ فَرَحِكَ وَ فَرَحَكَ بَعْدَ حُزْنِكَ وَ حُبَّكَ بَعْدَ بُغْضِكَ وَ بُغْضَكَ بَعْدَ حُبِّكَ وَ عَزْمَكَ بَعْدَ أَنَاتِكَ وَ أَنَاتَكَ بَعْدَ عَزْمِكَ وَ شَهْوَتَكَ بَعْدَ كَرَاهَتِكَ وَ كَرَاهَتَكَ بَعْدَ شَهْوَتِكَ وَ رَغْبَتَكَ بَعْدَ رَهْبَتِكَ وَ رَهْبَتَكَ بَعْدَ رَغْبَتِكَ وَ رَجَاءَكَ بَعْدَ يَأْسِكَ وَ يَأْسَكَ بَعْدَ رَجَائِكَ وَ خَاطِرَكَ بِمَا لَمْ يَكُنْ فِي وَهْمِكَ وَ عُزُوبَ مَا أَنْتَ مُعْتَقِدُهُ عَنْ ذِهْنِكَ وَ مَا زَالَ يُعَدِّدُ عَلَيَّ قُدْرَتَهُ اَلَّتِي هِيَ فِي نَفْسِي اَلَّتِي لاَ أَدْفَعُهَا حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيَظْهَرُ فِيمَا بَيْنِي وَ بَيْنَهُ.

(ترجمہ) احمد بن محسن المیثمی بیان کرتے ہیں کہ میں ابومنصور المتطبب کے پاس موجود تھا، اس نے بیان کیا ہے میرے ایک دوست نے مجھے بیان کیا ہے کہ میں اور ابن ابی عوجاء اور عبداللہ بن المقفع مسجد الحرام میں تھے تو ابن مقفع نے کہا: کہ تم اس مخلوق کو دیکھ رہے ہو؟ اور طواف کی جگہ کا اشارہ کیا اور کہا کہ
ان میں فقط ایک شخص جو بیٹھا ہوا ہے وہ انسان کہلانے کا حق رکھتا ہے اور اسی کو سزاوار ہے کہ اس کو انسان کہا جائے یعنی امام صادق علیہ السلام اور باقی تو نانک کا پانی اور جانور ہیں۔

ابن ابی عوجاء نے کہا: کیا وجہ ہے کہ تو نے فقط اس ایک کو انسان کہا ہے؟
اس نے جواب دیا: جو کچھ میں اس میں دیکھ رہا ہوں وہ باقیوں میں نہیں ہے۔
ابن عوجاء نے کہا: پھر تو نے جو کہا ہے اس کو دیکھنے کے لیے اس کا امتحان لینا ضروری ہے۔
ابن مقفع نے کہا: ایسا نہ کرو تو یہ بہتر ہے۔ کیونکہ مجھے خوف ہے کہ تو اپنا عقیدہ خراب کرے گا اور جو کچھ تیرے عقیدے میں ہے وہ سب فاسد ہو جائے گا۔
ابن ابی عوجاء نے کہا: تجھے میرے عقیدے کی فکر ہے یا تجھے اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں تیرا عقیدہ جو اس کے بارے میں ہے وہ خراب نہ ہو جائے۔
ابن مقفع نے کہا: اگر تیری یہ رائے ہے تو جاؤ اس سے بات کر کے شوق پورا کرو۔ یاد رکھنا اپنے آپ کی حفاظت کرنا، ایسا نہ ہو کہ تو پھسل جائے اور اپنا عقیدہ فاسد کر کے آجائے اور اپنی مہار اپنے ہاتھ سے نہ جانے دینا، ایسا نہ ہو کہ وہ تجھے بندگلی میں جا کھڑا کردے اور تیرے پاس کوئی چارہ نہ رہے اور تو لاجواب ہو جائے پس جو نفع یا نقصان تجھے ہو بحرحال اس کے سامنے پیش کرو۔
راوی بیان کرتا ہے کہ ابن ابی عوجاء اٹھا جب کہ میں اور ابن مقفع اپنی جگہ موجود رہے۔ جب ابن ابی عوجاء واپس آیا تو اس نے ابن مقفع سے کہا:
وائے ہو تیرے اوپر اے ابن مقفع! وہ بشر نہیں بلکہ دنیا میں کوئی روح مجسم ہو کر آیا ہوا ہے یا فرشتہ ہے جو انسانی شکل میں ہے۔ یہ مرد وہ روحانی ذات ہے جب وہ چاہتا ہے تو ظاہر ہوتا ہے اور جب چاہتا ہے تو پردہ میں چلا جاتا ہے۔
ابن مقفع نے کہا: وہ کیسے؟
ابن ابی عوجاء نے کہا: میں جب اس کے پاس گیا اور اس کے ساتھ بیٹھ گیا تو جب دوسرے سارے لوگ چلے گئے اور میں اس کے پاس اکیلا رہ گیا تو وہ میری طرف متوجہ ہوا اور بغیر میرے سوال کیے مجھ سے فرمایا:
اگر وہ امر جس کو زندیق لوگ کہتے ہیں خلاف اس کے ہے جو اہل طواف کہتے ہیں پس اگر ہماری بات صحیح ہو اور خدا وجود ہوا تو مسلمان کامیاب ہو جائیں گے اور تو ہلاک ہو جائے گا اور اگر ایسا ہوا کہ جیسا تم خیال کرتے ہو اگرچہ ایسا نہیں ہے جیسے تم خیال کرتے ہو، تو پھر وہ اور تم دونوں برابر ہو جائیں گے۔
میں نے عرض کیا: خدا آپؑ پر رحم کرے! وہ کیا کہتے ہیں اور ہم کیا کہتے ہیں؟ ہمارا اور ان کا کہنا ایک ہی تو ہے؟
آپؑ نے فرمایا: کیسے ہوسکتا ہے کہ تو اور وہ ایک جیسے ہو۔ حالانکہ وہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مرنے کے بعد معاد

(قیامت) ہوگی اور جزاءوسزا ہوگی اور ان کا عقیدہ ہے کہ آسمان میں اللہ ہے اور وہ آسمان سارے فرشتوں اور دوسرے ساکنان سے آباد ہے اور اس کے برخلاف تمہارا عقیدہ ہے کہ آسمان سارے ویران ہیں ان پر کوئی چیز نہیں ہے۔

ابن ابی عوجاء نے کہا: ان کی اس گفتگو سے میں نے غنیمت یہ جانا کہ ان پر سوال کردیا جائے اور میں نے سوال کیا اور عرض کیا: اگر مطلب حقیقت حال ایسے ہی ہے جیسے یہ (مسلمان) لوگ کہتے ہیں کہ کوئی اللہ و خالق اس کائنات کا ہے تو پھر وہ اپنی مخلوق کے سامنے ظاہر بظاہر کیوں نہیں آتا اور لوگوں کو اپنی عبادت کی دعوت کیوں نہیں دیتا تاکہ کوئی دو ہزار افراد بھی اس کے بارے میں اختلاف نہ کرتے؟ وہ اپنی مخلوق سے پوشیدہ کیوں ہے؟ اپنی طرف سے اپنے رسولوں اور نبیوں کو جو روانہ کرتا ہے نفس نفیس خود کیوں نہیں آتا یا کہ یہ ایمان لانے والوں کے لیے زیادہ مفید اور ان کا ایمان زیادہ مضبوط ہوتا؟

آپؑ نے فرمایا: ویل ہو تیرے لیے! جس کی قدرت تیرے اپنے اندر ظاہر و روشن ہے بھلا وہ پوشیدہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اس نے اپنی قدرت کو تیرے اندر ظاہر کیا ہے۔ تو پہلے نہیں تھا اس نے تجھے پیدا کیا ہے، تو بچہ تھا اس نے تجھے بڑا کردیا، تو ناتواں و کمزور تھا اس نے تجھے طاقتور کردیا اور پھر اس طاقت کے بعد دوبارہ بڑھاپے کی کمزوری تجھے لاحق کردی اور تندرستی کے بعد بیمار اور بیماری کے بعد دوبارہ تندرستی، رضایت کے بعد غضب اور غضب کے بعد پھر رضایت، خوشی کے بعد غمی اور غمی کے بعد پھر خوشی، محبت کے بعد بغض اور بغض کے بعد پھر محبت، ارادہ کے بعد سستی اور سستی کے بعد پھر ارادہ، پسند کے بعد کراہت اور کراہت کے بعد پھر پسند، رغبت کے بعد ناپسندی اور ناپسندی کے بعد پھر رغبت، امید کے بعد مایوسی اور مایوسی کے بعد پھر امید کو پیدا کیا۔ اسے اور جو تیرے وہم و گمان میں بھی نہ ہو اس کو تیرے دل و دماغ میں پیدا کیا اور جو تیرے دل و دماغ میں ہو اس کو بھلا دیا اور تیرے ذہن میں ہے اس کو محو کردیا اور ہمیشہ شمار کرتا ہے مجھ پر اپنی قدرت سے وہ چیزیں جو میرے نفس میں اس طرح ہیں کہ میں ان کو ہٹا نہیں سکتا یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ وہ ظاہر کرے گا اس چیز کو میرے اور اس کے درمیان ہے۔ [1]

بیان:

''محمد بن علی'' یہ محمد بن علی الکوفی ابوسمینۃ الصیرفی ہے جس کو شیخ صدوق رحمہ اللہ نے کتاب التوحید میں مشخص کیا ہے اس حدیث کی اسناد میں۔

[1] التوحید: ۱۲۵؛ بحار الانوار: ۳/ ۴۲؛ عوالم العلوم: ۲۰/ ۵۲۱؛ تفسیر البرہان: ۴/ ۵۴۳ و ۵/ ۱۲۰؛ متشابہ القرآن: ۱/ ۵۷

''وابن ابی العوجاء'' یہ عبدالکریم ہے جوحسن البصری کے شاگردوں میں سے تھا توحید سے منحرف ہوگیا تھا اس کو کہا گیا: تو نے اپنے استاداور صاحب کا مذہب ترک کر دیا ہے اور داخل ہوا ہے ان چیزوں میں جن کی نہ حقیقت ہے اور نہ اصل ہتواس نے کہا: میرا استاد ہر چیز کومخلوط کر دیتا تھا کبھی قدر کی باتیں کرتا تھااور کبھی جبر کی میں نے نہیں جانا کس مذہب پر ہمیشہ عقیدہ رکھنا ہے۔

''اوجب'' ایجاب سے ہے یا پھر مضارع متکلم کا صیغہ ہے یا ماضی مجہول ہے اور اول مناسب تر ہے ابن ابی العوجاء کے قول کے مطابق جو آئے گا کہ اس نے کہا: کیف اوجبت۔

''والرعاع'' یعنی: بدعتی اور پست اور رذیل شخص۔

''الاختبار'' یعنی: امتحان

''مافی یدك'' یعنی: جس کا تو عقیدہ رکھتا ہے۔

''فی احلالك'' حاء کے ساتھ۔

''ولا تثنی عنانك'' یعنی: اس کے ساتھ آپ عطوفت اور محبت نہ کرو تمسک کرنے سے کلام کے بیان کرنے کی طرف سے یعنی تم کہو وہ چیز جو تمہاری زبان پر جاری ہوئی ہے بغیر رویے کے یا مانوس ہونے اور اس کے وثوق اور اطمینان کی طرف۔

و''العقال'' ایسی رسی جس سے اونٹ کے پاؤں کو باندھا جاتا ہے۔

''وسمه'' امر کے صیغے کے ساتھ یعنی پیش کرو اس کے پاس اور اس کی اصل السوم سے ہے خرید اور فروش میں، یعنی جنس کا طلب کرنا اور گاہک کے لیے پیش کرنا۔

و''عطبتم'' یعنی: تم ہلاک ہوئے۔

و''انها عمران'' ملائکہ موکلین کی قسمیں اس پر۔

''اراك قدرته فی نفسك'' اپنے ان احوال کے ساتھ جو اس کے مقابلے میں ہیں اور اپنی وہ متضاد حالت جو تمہاری قدرت کے اور اختیار کے بغیر ہے اور اپنے نفس کے فائدہ کو نہ اٹھاؤ اور نہ موت کے اور نہ ضرر کے اور اور نہ نشر کے بلکہ سیکھنے کا ارادہ کرو بس جاہل رہو اور ذکر کرنے کا ارادہ کرو اور خود بھول جاؤ اور بھولنے کا ارادہ کرو اور غافل رہو بس غافل نہ بن اور اپنے دل کو اپنا دل نہ کرو اور اپنے نفس کو اپنا نفس نہ کرو تو اس صورت میں تمہارے احوال متغیر ہو جائیں گے تمہارے اختیار کے بغیر۔

''وعزمك بعد انائك'' انا تک ''نون'' اور ''ھمزہ'' کے ساتھ زمانے کی معنی اور تاخیر کرنے کی اور اور بلا

فاصلہ کی معنی میں ہے اور کبھی کبھار یاء کے ساتھ ابا ئک آتا ہے منع کرنے کی معنی میں۔
اور کتاب التوحید الصدوق میں اینا ئک ہے اور یہ دلیل ہے اس میں "نون" کے ہونے پر، کیونکہ "الایباء" یعنی منع کرنے کی معنی میں غلطی ہے ایناء کے خلاف ہے جو تاخیر کی معنی میں ہے۔
و "**العزوب**" عین اور زاء کے ساتھ غیبت اور جانے کی معنی میں ہے۔
اور عنقریب آئے گا اس مقام کے ساتھ مناسب کلام، "ان الفطرۃ علی التوحید" کے باب میں کتاب الایمان و الکفر سے ان شاء اللہ۔ اور عنقریب کتاب الایمان والکفر باب "ان الفطرۃ علی التوحید" میں اس مقام کے ساتھ مناسب کلام آئے گا ان شاء اللہ۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔ [1]

3/253 الكافی،۱/۷۸/۱ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ اَلْأَسَدِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ اَلْبَرْمَكِيِّ اَلرَّازِيِّ عَنِ اَلْحُسَيْنِ بْنِ اَلْحَسَنِ بْنِ بُرْدٍ اَلدِّينَوَرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اَللَّهِ اَلْخُرَاسَانِيِّ خَادِمِ اَلرِّضَا عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: دَخَلَ رَجُلٌ مِنَ اَلزَّنَادِقَةِ عَلَى أَبِي اَلْحَسَنِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ وَ عِنْدَهُ جَمَاعَةٌ فَقَالَ أَبُو اَلْحَسَنِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ أَيُّهَا اَلرَّجُلُ أَ رَأَيْتَ إِنْ كَانَ اَلْقَوْلُ قَوْلَكُمْ وَ لَيْسَ هُوَ كَمَا تَقُولُونَ أَ لَسْنَا وَ إِيَّاكُمْ شَرَعاً سَوَاءً لاَ يَضُرُّنَا مَا صَلَّيْنَا وَ صُمْنَا وَ زَكَّيْنَا وَ أَقْرَرْنَا فَسَكَتَ اَلرَّجُلُ ثُمَّ قَالَ أَبُو اَلْحَسَنِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ وَ إِنْ كَانَ اَلْقَوْلُ قَوْلَنَا وَ هُوَ قَوْلُنَا أَ لَسْتُمْ قَدْ هَلَكْتُمْ وَ نَجَوْنَا فَقَالَ رَحِمَكَ اَللَّهُ أَوْجِدْنِي كَيْفَ هُوَ وَ أَيْنَ هُوَ فَقَالَ وَيْلَكَ إِنَّ اَلَّذِي ذَهَبْتَ إِلَيْهِ غَلَطٌ هُوَ أَيَّنَ اَلْأَيْنَ بِلاَ أَيْنٍ وَ كَيَّفَ اَلْكَيْفَ بِلاَ كَيْفٍ فَلاَ يُعْرَفُ بِالْكَيْفُوفِيَّةِ وَ لاَ بِأَيْنُونِيَّةٍ وَ لاَ يُدْرَكُ بِحَاسَّةٍ وَ لاَ يُقَاسُ بِشَيْءٍ فَقَالَ اَلرَّجُلُ فَإِذاً إِنَّهُ لاَ شَيْءَ إِذَا لَمْ يُدْرَكْ بِحَاسَّةٍ مِنَ اَلْحَوَاسِّ فَقَالَ أَبُو اَلْحَسَنِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ وَيْلَكَ لَمَّا عَجَزَتْ حَوَاسُّكَ عَنْ إِدْرَاكِهِ أَنْكَرْتَ رُبُوبِيَّتَهُ وَ نَحْنُ إِذَا عَجَزَتْ حَوَاسُّنَا عَنْ إِدْرَاكِهِ أَيْقَنَّا أَنَّهُ رَبُّنَا بِخِلاَفِ شَيْءٍ مِنَ اَلْأَشْيَاءِ قَالَ اَلرَّجُلُ فَأَخْبِرْنِي مَتَى كَانَ قَالَ أَبُو اَلْحَسَنِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ أَخْبِرْنِي مَتَى لَمْ يَكُنْ فَأُخْبِرَكَ مَتَى كَانَ قَالَ اَلرَّجُلُ فَمَا اَلدَّلِيلُ عَلَيْهِ فَقَالَ أَبُو اَلْحَسَنِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ إِنِّي لَمَّا

[1] مرآۃ العقول: ۱/ ۲۵۱

نَظَرْتُ إِلَى جَسَدِي وَلَمْ يُمْكِنِّي فِيهِ زِيَادَةٌ وَلاَ نُقْصَانٌ فِي اَلْعَرْضِ وَ اَلطُّولِ وَ دَفْعِ اَلْمَكَارِهِ عَنْهُ وَ جَرِّ اَلْمَنْفَعَةِ إِلَيْهِ عَلِمْتُ أَنَّ لِهَذَا اَلْبُنْيَانِ بَانِياً فَأَقْرَرْتُ بِهِ مَعَ مَا أَرَى مِنْ دَوَرَانِ اَلْفَلَكِ بِقُدْرَتِهِ وَ إِنْشَاءِ اَلسَّحَابِ وَ تَصْرِيفِ اَلرِّيَاحِ وَ مَجْرَى اَلشَّمْسِ وَ اَلْقَمَرِ وَ اَلنُّجُومِ وَ غَيْرِ ذَلِكَ مِنَ اَلْآيَاتِ اَلْعَجِيبَاتِ اَلْمُبَيِّنَاتِ عَلِمْتُ أَنَّ لِهَذَا مُقَدِّراً وَ مُنْشِئاً.

ترجمہ: حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے خادم محمد بن عبداللہ الخراسانی بیان کرتے ہیں کہ ایک زندیق امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں آیا جبکہ آپؑ کے پاس مسلمانوں کی ایک جماعت موجود تھی تو امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: اے بندہ خدا! جیسا کہ تو گمان کرتا ہے اگر معاملہ ایسا ہوا جیسا کہ تو کہتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے تو پھر تم اور ہم برابر ہوئے اور ایک جیسے رہے۔ ہماری نمازیں اور روزے، زکوٰۃ اور یہ اقرار وغیرہ ہمیں نقصان نہیں دیں گے۔ کیوں کہ وہ سب فضول ہو جائیں گے۔ وہ مرد خاموش رہا۔ پھر آپؑ نے فرمایا: اور معاملہ ایسا ہوا جیسا کہ ہم کہتے ہیں حالانکہ ایسے ہی ہے تو پھر تم ہلاک ہو جاؤ گے اور ہم کامیاب ہو جائیں گے۔

اس نے عرض کیا: خدا آپؑ پر رحم فرمائے! مجھے بتائیں کہ وہ کیسا ہے کہاں ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وائے ہو تیرے لیے! جس راستے پر تو جا رہا ہے وہ غلط ہے۔ اس نے مکان کو مکان بنایا ہے اور اس کی کیفیت کو کیفیت عطا کی ہے لیکن اس کی ان چیزوں سے معرفت حاصل نہیں ہو سکتی اور اس کو حواس ظاہر یہ سے نہیں پہچانا جا سکتا اور اس کو کسی چیز پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

اس شخص نے کہا: اگر اس کو حواس ظاہر یہ سے درک نہیں کیا جا سکتا تو پھر وہ کوئی چیز ہے ہی نہیں؟

امام ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا: وائے ہو تجھ پر! جس ذات کو تیرے حواس درک کرنے سے عاجز ہو جائیں تو اس کی ربوبیت کا انکار کر رہا ہے جب کہ ہم ہیں کہ ہمارے حواس اس کو درک کرنے سے عاجز ہیں تو ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ وہ ہمارا رب ہے اور وہ دوسری چیز کے علاوہ اور خلاف ہے۔

اس شخص نے کہا: آپؑ مجھے بتائیں کہ رب کب سے ہے؟

ابوالحسنؑ نے فرمایا: تم مجھے بتاؤ کہ وہ کب نہیں تھا تا کہ میں تجھے بتاؤں کہ وہ کب سے ہے۔

اس نے کہا: اس کے ہونے پر دلیل کیا ہے جو بیان کرے کہ وہ ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جب میں اپنے وجود کی طرف نظر کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ میں اس جسم میں کوئی کمی یا زیادتی نہیں کر سکتا اور اس سے کوئی نقصان یا بدی کو اپنے سے دور نہیں کر سکتا (مثلاً بیماری کو دور نہیں کر سکتا) اور کوئی فائدہ اور خوبی اپنے آپ کو نہیں دے سکتا تو اس سے مجھے یقین ہو گیا ہے کہ اس وجود کا کوئی بنانے والا ہے تبھی تو یہ

بنا ہے اور اس کے بنانے والے کا وجود کا میں نے اعتراف کر لیا ہے ۔اس کے علاوہ افلاک کی گردش، اس کی قدرت سے بادلوں کا پیدا ہونا اور ہواؤں کا چلنا، سورج و چاند ستاروں کا جاری وساری رہنا اس کی واضح و روشن نشانیاں میں جو بیان کرتیں ہیں اور ان سے بھی مجھے علم و یقین ہو گیا ہے کہ وہ قدرت والا اور پیدا کرنے والا ہے۔ [1]

بیان:

بیان: محمد بن علی وہی ابو سمینہ الکوفی ہے جیسے سابقہ حدیث میں تھا اور اس کو شیخ الصدوق نے مشخص کیا ہے۔

و ''الشرع'' راء کے سکون کے ساتھ، برابر کی معنی میں۔

''اوجدنی'' یعنی فدیہ لینا۔

''الکیفوفیۃ'' شیخ صدوق کی توحید میں اس کو نکرہ ذکر کیا ہے اس کی نظیر کے ساتھ موافق ہونے کی وجہ سے، اور وہ احسن ہے اور زائد کیا اس میں اس قولہ کے بعد کہ اس نے کہا: جب اس شخص نے کہا: مجھے خبر دیں کہ کب تھا؛ تو ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا: تم مجھے بتاؤ کہ کب نہیں تھا تو میں تمہیں بتاؤں کب تھا۔

تو اس شخص نے کہا: کیا دلیل ہے اس پر؟

تو مولا ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا: بتحقیق میں نے نہیں دیکھا، حدیث کے آخر تک

اور گویا جو زیادہ حدیث ہے وہ ٹکڑا الکافی کے نسخوں سے ساقط ہو گیا ہے نسخہ برداروں کے قلم سے

اور کہا گیا کہ: امام علیہ السلام کے اس قول کہ فرمایا: ''مجھے بتاؤ کہ کب نہیں تھا تو میں بتاؤں کہ کب تھا''

کی تحقیق وہی ہے جو حکمۃ الالٰھیہ میں ثابت ہے کہ بتحقیق نہیں ہے کسی چیز کے وجود کے لیے ''متی'' مگر جب اس کے عدم کے لیے ہو تو متی کہتے ہیں۔

بس کلی طور پر کوئی چیز داخل نہیں ہوتی لفظ ''متی'' کے مقولہ میں اس کے وجود کے ساتھ فقط بلکہ داخل ہوتی ہے اپنے وجود اور عدم دونوں کے ساتھ بس جب صحیح نہیں کسی چیز کے لیے یہ کہنا کہ ''متی لم یکن وجودہ'' (کب اس کا وجود نہیں تھا) تو یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ ''متی کان وجودہ'' (کب اس کا وجود تھا)۔

میں کہتا ہوں: باب نفی الزمان میں آئے گی وہ چیز کو اس مطلب کو قوی کرتی ہے اور اس کی تاکید کرتی ہے۔

---

[1] التوحید: ۲۵۰؛ عیون اخبار الرضا: ۱/ ۱۳۱؛ الاحتجاج: ۲/ ۳۹۶؛ تفسیر کنز الدقائق: ۳/ ۴۱۴ و ۱۲/ ۴۱۶؛ ھدایۃ الامۃ: ۱/ ۷؛ بحار الانوار: ۳/ ۳۶؛ تفسیر نور الثقلین: ۵/ ۱۲۳

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے [1] لیکن احتجاج میں ہونے کی وجہ سے اگر از قسم صحیح نہ بھی کہا جائے پھر بھی توثیق سے خارج نہ ہوگی (واللہ اعلم)

4/254 الکافی،۱/۹/۷۹،۱/۴/۱ علی عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ اَلْخَفَّافِ أَوْ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ قَالَ: إِنَّ عَبْدَ اَللَّهِ اَلدَّيَصَانِيَّ سَأَلَ هِشَامَ بْنَ اَلْحَكَمِ فَقَالَ لَهُ أَلَكَ رَبٌّ فَقَالَ بَلَى قَالَ أَ قَادِرٌ هُوَ قَالَ نَعَمْ قَادِرٌ قَاهِرٌ قَالَ يَقْدِرُ أَنْ يُدْخِلَ اَلدُّنْيَا كُلَّهَا اَلْبَيْضَةَ لاَ تَكْبُرُ اَلْبَيْضَةُ وَ لاَ تَصْغُرُ اَلدُّنْيَا قَالَ هِشَامٌ اَلنَّظِرَةَ فَقَالَ لَهُ قَدْ أَنْظَرْتُكَ حَوْلاً ثُمَّ خَرَجَ عَنْهُ فَرَكِبَ هِشَامٌ إِلَى أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ فَاسْتَأْذَنَ عَلَيْهِ فَأَذِنَ لَهُ فَقَالَ لَهُ يَا اِبْنَ رَسُولِ اَللَّهِ أَتَانِي عَبْدُ اَللَّهِ اَلدَّيَصَانِيُّ بِمَسْأَلَةٍ لَيْسَ اَلْمُعَوَّلُ فِيهَا إِلاَّ عَلَى اَللَّهِ وَ عَلَيْكَ فَقَالَ لَهُ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ عَمَّا ذَا سَأَلَكَ فَقَالَ قَالَ لِي كَيْتَ وَ كَيْتَ فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَا هِشَامُ كَمْ حَوَاسُّكَ قَالَ خَمْسٌ قَالَ أَيُّهَا أَصْغَرُ قَالَ اَلنَّاظِرُ قَالَ وَ كَمْ قَدْرُ اَلنَّاظِرِ قَالَ مِثْلُ اَلْعَدَسَةِ أَوْ أَقَلُّ مِنْهَا فَقَالَ لَهُ يَا هِشَامُ فَانْظُرْ أَمَامَكَ وَ فَوْقَكَ وَ أَخْبِرْنِي بِمَا تَرَى فَقَالَ أَرَى سَمَاءً وَ أَرْضاً وَ دُوراً وَ قُصُوراً وَ بَرَارِيَ وَ جِبَالاً وَ أَنْهَاراً فَقَالَ لَهُ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ إِنَّ اَلَّذِي قَدَرَ أَنْ يُدْخِلَ اَلَّذِي تَرَاهُ اَلْعَدَسَةَ أَوْ أَقَلَّ مِنْهَا قَادِرٌ أَنْ يُدْخِلَ اَلدُّنْيَا كُلَّهَا اَلْبَيْضَةَ لاَ تَصْغُرُ اَلدُّنْيَا وَ لاَ تَكْبُرُ اَلْبَيْضَةُ فَأَكَبَّ هِشَامٌ عَلَيْهِ وَ قَبَّلَ يَدَيْهِ وَ رَأْسَهُ وَ رِجْلَيْهِ وَ قَالَ حَسْبِي يَا اِبْنَ رَسُولِ اَللَّهِ وَ اِنْصَرَفَ إِلَى مَنْزِلِهِ وَ غَدَا عَلَيْهِ اَلدَّيَصَانِيُّ فَقَالَ لَهُ يَا هِشَامُ إِنِّي جِئْتُكَ مُسَلِّماً وَ لَمْ أَجِئْكَ مُتَقَاضِياً لِلْجَوَابِ فَقَالَ لَهُ هِشَامٌ إِنْ كُنْتَ جِئْتَ مُتَقَاضِياً فَهَاكَ اَلْجَوَابَ فَخَرَجَ اَلدَّيَصَانِيُّ عَنْهُ حَتَّى أَتَى بَابَ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ فَاسْتَأْذَنَ عَلَيْهِ فَأَذِنَ لَهُ فَلَمَّا قَعَدَ قَالَ لَهُ يَا جَعْفَرَ بْنَ مُحَمَّدٍ دُلَّنِي عَلَى مَعْبُودِي فَقَالَ لَهُ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ مَا اِسْمُكَ فَخَرَجَ عَنْهُ وَ لَمْ يُخْبِرْهُ بِاسْمِهِ فَقَالَ لَهُ أَصْحَابُهُ كَيْفَ لَمْ تُخْبِرْهُ بِاسْمِكَ قَالَ لَوْ كُنْتُ قُلْتُ لَهُ عَبْدُ اَللَّهِ كَانَ يَقُولُ مَنْ هَذَا اَلَّذِي أَنْتَ لَهُ عَبْدٌ فَقَالُوا لَهُ عُدْ إِلَيْهِ وَ قُلْ لَهُ يَدُلُّكَ عَلَى مَعْبُودِكَ وَ لاَ يَسْأَلُكَ عَنِ اِسْمِكَ فَرَجَعَ إِلَيْهِ فَقَالَ لَهُ يَا جَعْفَرَ بْنَ مُحَمَّدٍ دُلَّنِي عَلَى مَعْبُودِي وَ لاَ تَسْأَلْنِي عَنِ اِسْمِي فَقَالَ لَهُ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ اِجْلِسْ وَ

[1] مرآۃ العقول:۱/۲۵۵

إِذَا غُلاَمٌ لَهُ صَغِيرٌ فِي كَفِّهِ بَيْضَةٌ يَلْعَبُ بِهَا فَقَالَ لَهُ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ نَاوِلْنِي يَا غُلاَمُ اَلْبَيْضَةَ فَنَاوَلَهُ إِيَّاهَا فَقَالَ لَهُ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَا دَيَصَانِيُّ هَذَا حِصْنٌ مَكْنُونٌ لَهُ جِلْدٌ غَلِيظٌ وَ تَحْتَ اَلْجِلْدِ اَلْغَلِيظِ جِلْدٌ رَقِيقٌ وَ تَحْتَ اَلْجِلْدِ اَلرَّقِيقِ ذَهَبَةٌ مَائِعَةٌ وَ فِضَّةٌ ذَائِبَةٌ فَلاَ اَلذَّهَبَةُ اَلْمَائِعَةُ تَخْتَلِطُ بِالْفِضَّةِ اَلذَّائِبَةِ وَ لاَ اَلْفِضَّةُ اَلذَّائِبَةُ تَخْتَلِطُ بِالذَّهَبَةِ اَلْمَائِعَةِ فَهِيَ عَلَى حَالِهَا لَمْ يَخْرُجْ مِنْهَا خَارِجٌ مُصْلِحٌ فَيُخْبِرَ عَنْ صَلاَحِهَا وَ لاَ دَخَلَ فِيهَا مُفْسِدٌ فَيُخْبِرَ عَنْ فَسَادِهَا لاَ يُدْرَى لِلذَّكَرِ خُلِقَتْ أَمْ لِلْأُنْثَى تَنْفَلِقُ عَنْ مِثْلِ أَلْوَانِ اَلطَّوَاوِيسِ أَ تَرَى لَهَا مُدَبِّراً قَالَ فَأَطْرَقَ مَلِيّاً ثُمَّ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اَللَّهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيكَ لَهُ وَ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ وَ أَنَّكَ إِمَامٌ وَ حُجَّةٌ مِنَ اَللَّهِ عَلَى خَلْقِهِ وَ أَنَا تَائِبٌ مِمَّا كُنْتُ فِيهِ .

(ترجمہ) محمد بن اسحاق سے روایت ہے کہ عبداللہ دیصانی نے ہشام بن الحکم سے سوال کیا کہ کیا آپ کا رب ہے؟

ہشام نے کہا: کیوں نہیں۔میرا رب ہے۔

عبداللہ نے کہا: کیا وہ قادر ہے؟

ہشام نے کہا: ہاں وہ قادر بھی ہے اور قاہر بھی ہے۔

عبداللہ نے کہا: اگر وہ قادر ہے کیا تو وہ اس پر قادر ہے کہ انڈا بڑا نہ ہو اور کائنات بھی چھوٹی نہ ہو اور وہ اس پوری کائنات کو انڈے میں داخل کردے۔

ہشام نے کہا: جواب کے لیے مہلت دو۔

عبداللہ نے کہا: ایک سال کی مہلت دیتا ہوں اور یہ کہہ کر چلا گیا۔ہشام بن الحکم سواری پر سوار ہوا اور مدینہ آیا اور امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؑ سے اجازت طلب کی اور آپؑ نے اجازت دی۔ہشام خدمت میں حاضر ہوا۔سلام ودعا کے بعد عرض کیا: عبداللہ دیصانی میرے پاس آیا اور اس نے مجھ سے ایک مسئلہ دریافت کیا اور میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں اور میرا اللہ اور آپؑ پر ہی بھروسہ ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ہشام! اس نے کون سے سوال آپ سے کردیا ہے کہ جس کی وجہ سے آپ پریشان ہیں؟

ہشام نے عرض کیا: اس نے یوں یوں کہا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ہشام! تیرے حواس کتنے ہیں؟

ہشام نے عرض کیا: پانچ ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: سب سے چھوٹا کون سا ہے؟

ہشام نے عرض کیا: دیکھنے والی حس یعنی آنکھ۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: آنکھ کے دیکھنے والی مقدار کتنی سی ہے؟

ہشام نے عرض کیا: مسر کے دانے کے برابر یعنی عدسہ۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ہشام: اب سامنے دیکھو، اوپر دیکھو، دائیں بائیں اور نیچے دیکھو۔

اس نے دیکھا تو اب آپ علیہ السلام نے فرمایا: اب بتاؤ کہ تم نے کیا کیا دیکھا ہے؟

ہشام نے عرض کیا: میں نے آسمان و زمین، گھروں اور شہروں کو، صحراء اور پہاڑوں کو دیکھا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ہشام! جو ذات اس پر قادر ہے کہ ایک چھوٹے سے عدسہ میں یہ سب کچھ داخل کرے تو وہ اس پر بھی قادر ہے کہ وہ ساری کائنات کو انڈے کے اندر داخل کردے جبکہ انڈا بھی بڑا نہ ہو اور کائنات بھی چھوٹی نہ ہو۔

ہشام جھکا اور آپؑ کے سر مبارک کا اور ہاتھوں کا بوسہ لیا اور اس کے بعد قدموں کا بوسہ لیا اور عرض کیا: اے فرزند رسولؐ! میرے لیے کافی ہے۔

پھر وہ وہاں سے واپس اپنے گھر آ گیا۔ دوسرے دن عبداللہ دیصانی ہشام کے پاس آیا اور کہا: میں فقط آپؑ کا سلام کرنے آیا ہوں، اپنے سوال کا جواب لینے نہیں آیا۔

ہشام نے کہا: اگر تو اپنے جواب کا تقاضا کرتا ہے تو وہ جواب یوں ہے اور سارا امامؑ والا جواب دے دیا۔

دیصانی وہاں سے نکلا اور حضرت امام ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اجازت طلب کی اور اس کو اذن دخول دیا گیا تو وہ آپؑ کی محفل میں بیٹھ گیا اور آپؑ سے عرض کیا: اے جعفر بن محمدؑ! آپ میرے معبود کے بارے میں بیان فرمائیں۔

امام ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: تیرا نام کیا ہے؟

وہ جواب دیئے بغیر اٹھ کر چلا گیا تو اس کے ساتھیوں نے اس سے کہا: کیا بات ہے تو نے اپنا نام کیوں نہیں بتایا؟ عبداللہ دیصانی نے کہا: اگر میں ان کے جواب میں کہتا کہ میرا نام عبداللہ ہے تو وہ کہہ دیتے کہ وہ کون ہے جس کا تو بندہ ہے۔ ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ اب جاؤ اور ان سے سوال کرو کہا کہ اپنے معبود کے بارے میں مجھے

بتائیں تو اس سوال پر وہ آپ کے نام کے بارے میں نہیں سوال کریں گے۔ پس وہ واپس آیا اور عرض کیا: اے جعفر بن محمد علیہماالسلام: آپ مجھے اپنے معبود کے بارے میں بتائیں۔ لیکن شرط یہ کہ میرا نام نہ پوچھیں۔

آپؑ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ اچانک ایک چھوٹا بچہ آیا جس کے ہاتھوں میں ایک انڈا تھا جس سے وہ کھیل رہا تھا۔

آپؑ نے اس بچے سے فرمایا: اے بچے! یہ انڈا مجھے دیں۔

بچے نے انڈا آپؑ کی خدمت میں پیش کر دیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: اے دیصانی! یہ ایک قلعہ ہے اور اس کا چھلکا سخت و مضبوط ہے اور اس چھلکے کے نیچے ایک نرم و نازک پردہ ہے اور اس پردے کے نیچے ایک چاندی ہے اور اس کے بعد پھر ایک باریک و نازک پردہ ہے اور اس کے اندر سونا مائع کی صورت میں ہے، وہ سفیدی زردی میں مخلوط نہیں ہوتی اور زردی سفیدی میں مخلوط نہیں ہوتی۔ وہ زردی جو مائع ہے وہ اپنی حالت میں رہتی ہے اور باہر سے کوئی اصلاح کرنے والا اندر داخل نہیں ہوتا کہ جو خبر دے کہ دونوں اپنی اپنی حالت پر باقی ہیں اور نہ کوئی مفسد داخل ہوتا ہے جو اس کے فساد کی خبر دے اور معلوم نہیں ہے کہ نر پیدا ہوگا یا مادہ اور اگر وہ اچانک پھٹ جاتا ہے تو ایک رنگ برنگا چوزہ اس سے باہر آجاتا ہے۔ کیا تو نے کوئی مدبر دیکھا ہے جس نے اس کو تدبیر کیا ہو؟

دیصانی کافی دیر سر جھکا کر سوچتا رہا، اس کے بعد بولا: میں گواہی دیتا ہوں اللہ وحدہ لاشریک کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے عبد اور رسول ہیں اور آپ امام اور اللہ کی مخلوق پر اللہ کی طرف سے حجت ہیں اور میں اپنے باطل عقیدہ سے توبہ کرتا ہوں۔ ①

بیان: "النظرۃ"

یعنی: المھلت (وقت ختم ہونا)

"قادر ان یدخل الدنیا کلھا البیضۃ"

یہ احسن مجادلہ ہے اور ایسا جدلی چپ کروانے والا جواب ہے جو سائل کی فہم کے مطابق ہے۔

اور اس جیسی روایت صادر ہوئی حضرت ابوالحسن الرضا علیہ السلام سے اور یہی روایت کتاب توحید میں امام علیہ السلام سے نقل کی ہے۔

اور برہانی جواب یہ ہے کہنا ہے کہ:

بتحقیق یہ چیز کہ دنیا کو انڈے میں ڈالنا خدا کی قدرت کے ساتھ تعلق ہی نہیں رکھتی اور نہ خدا کی قدرت میں، اس میں کوئی نقص ہے اور نہ ہی اس کے عام اور ہر شئے کو شامل ہونے میں کوئی کمی ہے بلکہ یہ اصل میں جس چیز کو فرض

① التوحید:۱۲۲؛ تفسیر نور الثقلین:۱/۳۸؛ الاحتجاج:۲/۳۳۳؛ عوالم العلوم:۲۰/۵۲۶؛ بحار الانوار:۳/۳۱ و ۵۸/۵۲/۲ و ۴/۱۴۰

کیا ہے اس میں نقص ہے یعنی خود انڈے میں نقص ہے کہ وہ دنیا کو جگہ نہیں دے سکتا اور اس کی ذات ممانعت کرتی ہے اور اس چیز میں کوئی فائدہ بھی نہیں ہے۔

جیسے امیر المومنین علیہ السلام نے اس کی طرف اشارہ دیا اس روایت میں جس کو الصدوق نے بھی نقل کیا ہے اپنے اسناد کے ساتھ ابن ابی عمیر سے، ابن اذینہ سے، حضرت ابو عبداللہ الصادق علیہ السلام سے۔

انہوں نے فرمایا:

امیر المومنین علیہ السلام کو کہا گیا: کیا آپ کا پروردگار اس پر قادر ہے کہ دنیا کو انڈے میں داخل کر سکے، دنیا کو چھوٹا کیے بغیر اور انڈے کو بڑا کیے بغیر؟

مولا علیہ السلام نے فرمایا:۔

بتحقیق خداوند متعال کی طرف عاجز ہونے کی نسبت نہیں دی جا سکتی لیکن جو تو نے مجھ سے سوال کیا ہے وہ نہیں ہوتا۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا: ویل ہو تیرے لیے! بتحقیق خداوند متعال کے عاجز ہونے سے وصف نہیں ہوتی اور جبکہ وہ اس پر قادر ہے کہ زمین کو چھوٹا کرے اور انڈے کو بڑا کر دے۔

اور ہم پہلے جواب کو برہانی قرار دیتے ہیں قاعدہ انطباع کے حساب سے یعنی ہم کہیں کہ بتحقیق یہ متصور اور معقول ہے وجود انطباعی (یعنی وجود نقص اٹھانے کے قابل ہے) کے اعتبار سے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس پر قادر ہے کہ داخل کرے ان کو جو آپ دیکھتے ہو کہ آپ کی نگاہ کو بڑا اور ٹھنڈا کرتا ہے۔

''مکنون'' یعنی: جو چیز اس میں مکنون ہے یا اضافے کے طریقے پر۔

و''الذائب'' یعنی وہ جو جامد کے خلاف ہے اور وہ لطافت میں زیادہ ہے مائع سے

''لم یخرج منها خارج مصلح'' یعنی: اس میں داخل ہونے کے بعد

''فیخبر عن فسادها'' یعنی: اس سے خارج ہونے کے بعد اور بتحقیق کلام کے بعض پر اکتفا کی گئی ہے بعض دوسرے کلام سے قرینے پر اعتماد کرتے ہوئے اور بتحقیق فقط خروج کو ذکر کیا۔

اور خبر دینا تنبیہ ہے اس پر کہ جس طرح ہم میں سے کوئی داخل نہیں کر سکتا اصلاح یا فساد کی وجہ سے اسی طرح ہمیں اس کی کوئی خبر نہیں ہے۔

''لا یدری الذکر خلقت'' یعنی: جیسے بتحقیق اس کی اصلاح اور اس کا فساد ہمارے لیے اس سے پہلے کہ اس کا فساد واضح ہو ہمیں معلوم نہیں ہے اسی طرح ہمارے لیے اس کا مذکر یا مونث ہونا بھی مجہول ہے یہاں تک

کہ ان میں سے ایک کو پایا جائے یا خود ان میں سے کسی ایک کو دیکھا جائے اور یہ سب دلیل ہے اس پر کہ تحقیق وہ ہمارے جیسوں کا کام نہیں ہے اس میں داخل نہ کرنے اور اس سے خارج نہ کرنے اور اس کی اصلاح یا اس کے فساد کی وجہ سے اور ہمارے ان کی اصلاح اور فساد سے جاہل ہونے کی وجہ سے اور ہمارے ان کے مذکر اور مونث کی صلاحیت رکھنے کے جہل کی خاطر۔

الوافی:

اور کلام کا ماحصل یہ ہے کہ تحقیق اس جیسے امور تب ہم جیسوں سے صادر ہوں گے جب ان میں ضروری ہے ہمارا خود مشق کرنا اور محنت کرنا اور علم اور اس کی خبر ہو۔

اور وہ بذات خود کبھی بھی نہیں آئیں گے اور یہ واضح ہے۔

تو اس کے لیے ضروری ہے ایک ایسے فاعل کا ہونا جو حکیم اور صانع اور مدبر اور علیم ہو۔

''تنفلق''یعنی شق ہونا۔

''عن مثل الوان الطواویس''یعنی: کشف اور ظاہر ہونے کی معنی کو لیتے ہوئے یعنی ان کو کشف کرنے والے ہوں۔

''أ تری لها مدبرا''یہ استفہام انکاری ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اس کے لیے تو نے کوئی مدبر نہیں دیکھا ہم جیسوں میں سے بس اس کے لیے ضروری ہے ایک ایسے مدبر کا ہونا جو دکھتا نہ ہو تو وہ ہم جیسوں سے نہیں ہوگا بلکہ اس سے خارج ہونے کا حال اور جانتا ہو اس میں داخل ہونے کو، اس کی اصلاح کرنے والا ہو اور اس کے فساد کا مفسد یعنی فساد و نقص کو ختم کرنے والا ہو اور ان کو مذکر یا مونث معین کرے اپنی مشیت کے مطابق اور حکمت کے حساب سے جس کی شان بلند اور بادشاہت بابرکت ہے۔

''فاطرق''یعنی: زمین کی طرف دیکھتے ہوئے چپ ہوا۔

''ملیا''کافی وقت تک۔

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے۔[1] لیکن الاحتجاج میں درج ہے لہٰذا توثیق سے خارج نہیں۔ (واللہ علم)۔

5/255 الكافى،١/٦/٨١/١ العدة عن البرقى عن أبيه عن على بن النعمان عن ابن مسكان عَنْ دَاوُدَ بْنِ فَرْقَدٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ اَلزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: كَفَى لِأُولِي اَلْأَلْبَابِ بِخَلْقِ

[1] مراۃ العقول: ۱/ ۲۶۰

اَلرَّبِّ اَلْمُسَخِّرِ وَ مُلْكِ اَلرَّبِّ اَلْقَاهِرِ وَ جَلاَلِ اَلرَّبِّ اَلظَّاهِرِ وَ نُورِ اَلرَّبِّ اَلْبَاهِرِ وَ بُرْهَانِ اَلرَّبِّ اَلصَّادِقِ وَ مَا أَنْطَقَ بِهِ أَلْسُنَ اَلْعِبَادِ وَ مَا أَرْسَلَ بِهِ اَلرُّسُلَ وَ مَا أَنْزَلَ عَلَى اَلْعِبَادِ دَلِيلاً عَلَى اَلرَّبِّ .

(ترجمہ) ابوسعید الزہری سے روایت ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: عقلمندوں کے لیے یہی دلیل کافی ہے کہ دنیا کی ہر شے اس کی تسخیر میں ہے اور وہ رب قادر ہے۔صاحب عظمت وجلال ہے اور اس کی قدرت ظاہر ہے، اس کا نور ظاہر ہے، اس کی قدرت کی دلیلیں روشن ہیں اور وہ صادق ہے، اس کی قدرت کی دلیلیں اس کے بندوں کی زبانیں ہیں اور جو اس نے رسول بھیجے ہیں اور جو بندوں پر نازل کیا ہے وہ سب اس بات کی دلیل ہے کہ وہی رب ہے۔[1]

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے۔[2]

۲۸_باب الدليل على أنه واحد و اطلاق القول بانه شيئ

اس دلیل پر کہ وہ واحد ہے اور اس قول کا اطلاق کہ وہ شئے ہے

1/256 الکافی،۱/۸۰/۱/۵/۱ علی عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبَّاسِ بْنِ عَمْرٍو اَلْفُقَيْمِيِّ عَنْ هِشَامِ بْنِ اَلْحَكَمِ : فِي حَدِيثِ اَلزِّنْدِيقِ اَلَّذِي أَتَى أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ وَ كَانَ مِنْ قَوْلِ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ لاَ يَخْلُو قَوْلُكَ إِنَّهُمَا اِثْنَانِ مِنْ أَنْ يَكُونَا قَدِيمَيْنِ قَوِيَّيْنِ أَوْ يَكُونَا ضَعِيفَيْنِ أَوْ يَكُونَ أَحَدُهُمَا قَوِيّاً وَ اَلْآخَرُ ضَعِيفاً فَإِنْ كَانَا قَوِيَّيْنِ فَلِمَ لاَ يَدْفَعُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا صَاحِبَهُ وَ يَتَفَرَّدُ بِالتَّدْبِيرِ وَ إِنْ زَعَمْتَ أَنَّ أَحَدَهُمَا قَوِيٌّ وَ اَلْآخَرَ ضَعِيفٌ ثَبَتَ أَنَّهُ وَاحِدٌ كَمَا نَقُولُ لِلْعَجْزِ اَلظَّاهِرِ فِي اَلثَّانِي فَإِنْ قُلْتَ إِنَّهُمَا اِثْنَانِ لَمْ يَخْلُ مِنْ أَنْ يَكُونَا مُتَّفِقَيْنِ مِنْ كُلِّ جِهَةٍ أَوْ مُفْتَرِقَيْنِ مِنْ كُلِّ جِهَةٍ فَلَمَّا رَأَيْنَا اَلْخَلْقَ مُنْتَظِماً وَ اَلْفَلَكَ جَارِياً وَ اَلتَّدْبِيرَ وَاحِداً وَ اَللَّيْلَ وَ اَلنَّهَارَ وَ

---

[1] الفصول المہمہ:۱/۱۳۹؛تفسیر نورالثقلین:۳/۱۷۵و۲۱۲؛تفسیر کنزالدقائق:۱۰/۱۸۵ و ۲۶۰

[2] مرآۃ العقول:۱/۲۸۰

اَلشَّمْسَ وَ اَلْقَمَرَ دَلَّ صِحَّةُ اَلْأَمْرِ وَ اَلتَّدْبِيرِ وَ اِئْتِلاَفُ اَلْأَمْرِ عَلَى أَنَّ اَلْمُدَبِّرَ وَاحِدٌ ثُمَّ يَلْزَمُكَ إِنِ اِدَّعَيْتَ اِثْنَيْنِ فُرْجَةٌ مَا بَيْنَهُمَا حَتَّى يَكُونَا اِثْنَيْنِ فَصَارَتِ اَلْفُرْجَةُ ثَالِثاً بَيْنَهُمَا قَدِيماً مَعَهُمَا فَيَلْزَمُكَ ثَلاَثَةٌ فَإِنِ اِدَّعَيْتَ ثَلاَثَةً لَزِمَكَ مَا قُلْتَ فِي اَلاِثْنَيْنِ حَتَّى تَكُونَ بَيْنَهُمْ فُرْجَةٌ فَيَكُونُوا خَمْسَةً ثُمَّ يَتَنَاهَى فِي اَلْعَدَدِ إِلَى مَا لاَ نِهَايَةَ لَهُ فِي اَلْكَثْرَةِ قَالَ هِشَامٌ فَكَانَ مِنْ سُؤَالِ اَلزِّنْدِيقِ أَنْ قَالَ فَمَا اَلدَّلِيلُ عَلَيْهِ فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ وُجُودُ اَلْأَفَاعِيلِ دَلَّتْ عَلَى أَنَّ صَانِعاً صَنَعَهَا أَ لاَ تَرَى أَنَّكَ إِذَا نَظَرْتَ إِلَى بِنَاءٍ مُشَيَّدٍ مَبْنِيٍّ عَلِمْتَ أَنَّ لَهُ بَانِياً وَ إِنْ كُنْتَ لَمْ تَرَ اَلْبَانِيَ وَ لَمْ تُشَاهِدْهُ قَالَ فَمَا هُوَ قَالَ شَيْءٌ بِخِلاَفِ اَلْأَشْيَاءِ اِرْجِعْ بِقَوْلِي إِلَى إِثْبَاتِ مَعْنًى وَ أَنَّهُ شَيْءٌ بِحَقِيقَةِ اَلشَّيْئِيَّةِ غَيْرَ أَنَّهُ لاَ جِسْمٌ وَ لاَ صُورَةٌ وَ لاَ يُحَسُّ وَ لاَ يُجَسُّ وَ لاَ يُدْرَكُ بِالْحَوَاسِّ اَلْخَمْسِ لاَ تُدْرِكُهُ اَلْأَوْهَامُ وَ لاَ تَنْقُصُهُ اَلدُّهُورُ وَ لاَ تُغَيِّرُهُ اَلْأَزْمَانُ.

فَقَالَ لَهُ اَلسَّائِلُ فَتَقُولُ إِنَّهُ سَمِيعٌ بَصِيرٌ قَالَ هُوَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ سَمِيعٌ بِغَيْرِ جَارِحَةٍ وَ بَصِيرٌ بِغَيْرِ آلَةٍ بَلْ يَسْمَعُ بِنَفْسِهِ وَ يُبْصِرُ بِنَفْسِهِ لَيْسَ قَوْلِي إِنَّهُ سَمِيعٌ يَسْمَعُ بِنَفْسِهِ وَ بَصِيرٌ يُبْصِرُ بِنَفْسِهِ أَنَّهُ شَيْءٌ وَ اَلنَّفْسُ شَيْءٌ آخَرُ وَ لَكِنْ أَرَدْتُ عِبَارَةً عَنْ نَفْسِي إِذْ كُنْتُ مَسْئُولاً وَ إِفْهَاماً لَكَ إِذْ كُنْتَ سَائِلاً فَأَقُولُ إِنَّهُ سَمِيعٌ بِكُلِّهِ لاَ أَنَّ اَلْكُلَّ مِنْهُ لَهُ بَعْضٌ وَ لَكِنِّي أَرَدْتُ إِفْهَامَكَ وَ اَلتَّعْبِيرُ عَنْ نَفْسِي وَ لَيْسَ مَرْجِعِي فِي ذَلِكَ إِلاَّ إِلَى أَنَّهُ اَلسَّمِيعُ اَلْبَصِيرُ اَلْعَالِمُ اَلْخَبِيرُ بِلاَ اِخْتِلاَفِ اَلذَّاتِ وَ لاَ اِخْتِلاَفِ اَلْمَعْنَى قَالَ لَهُ اَلسَّائِلُ فَمَا هُوَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ هُوَ اَلرَّبُّ وَ هُوَ اَلْمَعْبُودُ وَ هُوَ اَللَّهُ وَ لَيْسَ قَوْلِي اَللَّهُ إِثْبَاتَ هَذِهِ اَلْحُرُوفِ أَلِفٍ وَ لاَمٍ وَ هَاءٍ وَ لاَ رَاءٍ وَ لاَ بَاءٍ وَ لَكِنِ اِرْجِعْ إِلَى مَعْنًى وَ شَيْءٍ خَالِقِ اَلْأَشْيَاءِ وَ صَانِعِهَا وَ نَعْتِ هَذِهِ اَلْحُرُوفِ وَ هُوَ اَلْمَعْنَى سُمِّيَ بِهِ اَللَّهُ وَ اَلرَّحْمَنُ وَ اَلرَّحِيمُ وَ اَلْعَزِيزُ وَ أَشْبَاهُ ذَلِكَ مِنْ أَسْمَائِهِ وَ هُوَ اَلْمَعْبُودُ جَلَّ وَ عَزَّ قَالَ لَهُ اَلسَّائِلُ فَإِنَّا لَمْ نَجِدْ مَوْهُوماً إِلاَّ مَخْلُوقاً قَالَ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ لَوْ كَانَ ذَلِكَ كَمَا تَقُولُ لَكَانَ اَلتَّوْحِيدُ عَنَّا مُرْتَفِعاً لِأَنَّا لَمْ نُكَلَّفْ غَيْرَ مَوْهُومٍ وَ لَكِنَّا نَقُولُ كُلُّ مَوْهُومٍ بِالْحَوَاسِّ مُدْرَكٍ بِهِ تَحُدُّهُ اَلْحَوَاسُّ وَ تُمَثِّلُهُ فَهُوَ مَخْلُوقٌ إِذْ كَانَ اَلنَّفْيُ هُوَ اَلْإِبْطَالَ وَ اَلْعَدَمَ وَ اَلْجِهَةُ اَلثَّانِيَةُ اَلتَّشْبِيهُ إِذْ كَانَ اَلتَّشْبِيهُ هُوَ صِفَةَ اَلْمَخْلُوقِ اَلظَّاهِرِ اَلتَّرْكِيبِ وَ اَلتَّأْلِيفِ فَلَمْ يَكُنْ بُدٌّ مِنْ إِثْبَاتِ اَلصَّانِعِ لِوُجُودِ اَلْمَصْنُوعِينَ وَ اَلاِضْطِرَارِ

إِلَيْهِمْ أَنَّهُمْ مَصْنُوعُونَ وَ أَنَّ صَانِعَهُمْ غَيْرُهُمْ وَ لَيْسَ مِثْلَهُمْ إِذْ كَانَ مِثْلُهُمْ شَبِيهاً بِهِمْ فِي ظَاهِرِ اَلتَّرْكِيبِ وَ اَلتَّأْلِيفِ وَ فِيمَا يَجْرِي عَلَيْهِمْ مِنْ حُدُوثِهِمْ بَعْدَ إِذْ لَمْ يَكُونُوا وَ تَنَقُّلِهِمْ مِنْ صِغَرٍ إِلَى كِبَرٍ وَ سَوَادٍ إِلَى بَيَاضٍ وَ قُوَّةٍ إِلَى ضَعْفٍ وَ أَحْوَالٍ مَوْجُودَةٍ لاَ حَاجَةَ بِنَا إِلَى تَفْسِيرِهَا لِبَيَانِهَا وَ وُجُودِهَا قَالَ لَهُ اَلسَّائِلُ فَقَدْ حَدَّدْتَهُ إِذْ أَثْبَتَّ وُجُودَهُ قَالَ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ لَمْ أَحُدَّهُ وَ لَكِنِّي أَثْبَتُّهُ إِذْ لَمْ يَكُنْ بَيْنَ اَلنَّفْيِ وَ اَلْإِثْبَاتِ مَنْزِلَةٌ قَالَ لَهُ اَلسَّائِلُ فَلَهُ إِنِّيَّةٌ وَ مَائِيَّةٌ قَالَ نَعَمْ لاَ يُثْبَتُ اَلشَّيْءُ إِلاَّ بِإِنِّيَّةٍ وَ مَائِيَّةٍ قَالَ لَهُ اَلسَّائِلُ فَلَهُ كَيْفِيَّةٌ قَالَ لاَ لِأَنَّ اَلْكَيْفِيَّةَ جِهَةُ اَلصِّفَةِ وَ اَلْإِحَاطَةِ وَ لَكِنْ لاَ بُدَّ مِنَ اَلْخُرُوجِ مِنْ جِهَةِ اَلتَّعْطِيلِ وَ اَلتَّشْبِيهِ لِأَنَّ مَنْ نَفَاهُ فَقَدْ أَنْكَرَهُ وَ دَفَعَ رُبُوبِيَّتَهُ وَ أَبْطَلَهُ وَ مَنْ شَبَّهَهُ بِغَيْرِهِ فَقَدْ أَثْبَتَهُ بِصِفَةِ اَلْمَخْلُوقِينَ اَلْمَصْنُوعِينَ اَلَّذِينَ لاَ يَسْتَحِقُّونَ اَلرُّبُوبِيَّةَ وَ لَكِنْ لاَ بُدَّ مِنْ إِثْبَاتِ أَنَّ لَهُ كَيْفِيَّةً لاَ يَسْتَحِقُّهَا غَيْرُهُ وَ لاَ يُشَارِكُ فِيهَا وَ لاَ يُحَاطُ بِهَا وَ لاَ يَعْلَمُهَا غَيْرُهُ قَالَ اَلسَّائِلُ فَيُعَانِي اَلْأَشْيَاءَ بِنَفْسِهِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ هُوَ أَجَلُّ مِنْ أَنْ يُعَانِيَ اَلْأَشْيَاءَ بِمُبَاشَرَةٍ وَ مُعَالَجَةٍ لِأَنَّ ذَلِكَ صِفَةُ اَلْمَخْلُوقِ اَلَّذِي لاَ تَجِيءُ اَلْأَشْيَاءُ لَهُ إِلاَّ بِالْمُبَاشَرَةِ وَ اَلْمُعَالَجَةِ وَ هُوَ مُتَعَالٍ نَافِذُ اَلْإِرَادَةِ وَ اَلْمَشِيئَةِ فَعَّالٌ لِمَا يَشَاءُ.

(ترجمہ) ہشام بن الحکم سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس ایک زندیق آیا اور اس نے خدا کے واحد ہونے پر دلیل طلب کی۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: تمہارا یہ کہنا کہ "وہ دو ہیں" اس امر سے خالی نہیں کہ وہ دونوں قوی قدیم ہوں یا دونوں ضعیف ہوں یا ان میں سے ایک قوی اور دوسرا ضعیف ہو۔ اگر وہ دونوں قوی ہیں تو پھر وہ دونوں ایک دوسرے کو دفع کیوں نہیں کر دیتے اور تدبیر کے ذریعہ ایک یکتا ہو جائے اور اگر تمہارا خیال یہ ہے کہ ان میں سے ایک قوی اور دوسرا ضعیف ہے تو ثابت ہوا کہ وہ واحد ہے جیسا کہ ہم کہتے ہیں کہ دوسرے میں عجز ظاہر ہے اور اگر تم نے یہ کہا کہ وہ دو ہیں تو یہ بات بھی اس سے خالی نہیں کہ وہ دونوں ہر جہت سے ایک دوسرے سے متفق ہوں یا ہر جہت سے ایک دوسرے سے جدا ہوں لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ کائنات ایک نظام کے تحت چل رہی ہے اور یہ افلاک جاری و ساری ہیں تو واضح ہوتا ہے کہ نظام چلانے والا ایک ہے۔ دن اور رات، سورج اور چاند کا مرتب آنا، ایک تدبیر کے ساتھ چلنا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مدبر ایک ہے۔ پھر یہ کہ اگر تم نے دو ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو تمہارے اوپر لازم آئے گا کہ ان دونوں کے درمیان کشادگی (سرحد)

ضرور ہوتا کہ وہ دور ہو جائیں تو پھر یہ کشادگی ان دونوں کے درمیان تیسری ہو جائے گی جو ان دونوں کے ساتھ قدیم ہوگی تو تمہارے اوپر لازم آئے گا کہ انہیں تین کہو۔ پھر اگر تم نے تین ہونے کا دعویٰ کیا تو تم پر وہی لازم رہے گا جو ہم نے دو ہونے کے بارے میں کہا ہے یہاں تک کہ ان تینوں کے درمیان کشادگیاں ہو جائیں گی تو یہ پانچ ہو جائیں گے۔ پھر یہ لامتناہی سلسلہ جاری ہو جائے گا۔

ہشام نے کہا کہ زندیق نے سوال کیا: اس پر دلیل کیا ہے؟ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: کہ ان افعال کا وجود ہے جو اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ کسی صانع نے ان کو بنایا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب تمہاری نظر ایک عالی شان عمارت پر پڑتی ہے تو تمہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ کوئی اس کا تعمیر کرنے والا ہے اگرچہ تم نے اس کو نہیں دیکھا اور نہ مشاہدہ کیا۔

اس زندیق نے سوال کیا: وہ کیا ہے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: وہ دوسری تمام اشیاء کے برخلاف ایک شئے ہے تم میرے قول کی طرف رجوع کرو۔ وہ شئے ہے معنی کے لحاظ سے اثبات کے لیے اور یہ کہ وہ شئے ہے شئے ہونے کی حقیقت کے ساتھ، اس کے علاوہ نہ وہ جسم ہے اور نہ صورت اور نہ اس کا احساس کیا جاسکتا ہے نہ تلاش کیا جاسکتا ہے اور نہ حواس خمسہ کے ذریعے ادراک کیا جاسکتا ہے، عقلیں اس کا ادراک نہیں کرسکتی ہیں اور نہ مدت ہائے دراز اس میں نقص پیدا کرسکتی ہے اور نہ زمانہ اس کو متغیر کرسکتا ہے۔

زندیق نے کہا: آپ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ سمیع بصیر ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: وہ سمیع بصیر ہے، وہ بغیر عضو کے سمیع ہے اور بغیر کسی آلہ کے بصیر ہے بلکہ وہ بذات خود سنتا اور بذات خود دیکھتا ہے۔ میرا یہ کہنا نہیں ہے کہ وہ بذات خود سنتا ہے اور خود اپنے نفس سے دیکھتا ہے کیونکہ وہ ایک شے ہے اور نفس دوسری شے ہے۔ لیکن میری مراد میرے نفس سے ہے جبکہ میں جواب دہ ہوں اور تمہارے سمجھانے کے لیے جب کہ میں سوال کرنے والا ہوں۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ وہ اپنے کل کے ساتھ سنتا ہے نہ کہ اس کے کل کا کوئی جز ہے مگر میں نے تمہارے سمجھانے کے لیے اور اپنی طرف سے تعبیر کرنے کا ارادہ کیا اور اس بارے میں میری بازگشت اس لیے ہوئی کہ وہ بغیر ذات کے اختلاف اور نہ معنی کے اختلاف سے سمیع بصیر، عالم خبیر ہے۔

زندیق نے کہا: پھر وہ کیا ہے؟

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: وہ رب ہے، وہ معبود ہے اور وہ اللہ ہے۔ اور میرا اللہ کہنا '، 'ل' اور 'ہ' کا اثبات نہیں ہے لیکن میں اپنے قول کے معنی کی طرف پلٹتا ہوں۔ وہ شے ہے اشیاء کا خالق و صانع ہے اس پر یہ حروف

واقع ہوئے اور یہی وہ معنی ہیں جس کو میں اللہ، رحمٰن، رحیم اور عزیز کا نام دیتا ہوں اور اسی کے مشابہ اس کے ناموں سے۔اور وہی عزوجل معبود ہے۔

زندیق کہنے لگا: ہم اس کو موہوم نہیں پاتے بلکہ مخلوق پاتے ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اگر ایسا ممکن ہوتا جیسا کہ تم کہتے تو توحید ہم سے بلندو بالا ہوئی اس لیے کہ ہم غیر موہوم کے اعتقاد رکھنے پر مکلف نہیں ہیں لیکن ہمارا یہ کہنا ہے کہ ہر موہوم کا حواس سے ادراک کیا جاسکتا ہے۔ پس جس کو حواس پالیں اور اس کو تمثیل کے طور پر پیش کردیں وہ تو مخلوق ہے اور صانعِ اشیاء کے اثبات کے لیے دو مذموم جہتوں سے خارج ہونا ضروری ہے: ایک جہت نفی ہے جبکہ نفی ہو تو وہ ابطال (باطل) اور عدم ہے اور دوسری جہت تشبیہ ہے جب کہ مخلوق کی صفت سے تشبیہ ہو تو وہ ظاہر ہے، مرکب ہے اور مجموعہ ہے۔پس اثبات صانع سے مصنوع ہیں اور ان کا صانع ان کا غیر ہے اور ان جیسا نہیں ہے اس لیے کہ اگر وہ ان کی مثل ہوتا تو وہ ظاہری طور پر ترکیب و تالیف اور ان چیزوں میں جو ان کے نو پید ہونے میں جاری ہوتے ہیں بعد اس کے کہ وہ نہیں ہوں گے اور چھوٹے سے بڑے ہونے میں سیاہی (جوانی) سے سفیدی (بڑھاپا) میں اور قوت سے ضعف تک منتقل ہونے میں ان کے مشابہ ہوتا۔موجودہ حالات میں ان کی تشریح برائے اثبات وجود کی کوئی ضرورت نہیں۔

زندیق کہنے لگا: آپ علیہ السلام نے اس کو محدود کردیا جبکہ اس کا وجود ثابت کردیا؟

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: میں نے اس کو محدود نہیں کیا ہے بلکہ اس کا اثبات کیا ہے اس لیے کہ اثبات اور نفی میں کوئی مرتبہ ومنزلت نہیں ہے۔

سائل نے کہا: کیا اس کے لیے انیت و مائیت ہے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: ہاں کوئی شے غیر انیت و مائیت کے ثابت نہیں ہوتی۔

زندیق نے کہا:

تو کیا اس کے لیے کیفیت ہے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: نہیں کیونکہ کیفیت صفت اور احاطہ کا سبب ہے

لیکن جہت تعطیل (صفات الٰہی کے نہ ماننے والوں کا مذہب) اور تشبیہ سے خارج ہونا ضروری ہے۔اس لیے کہ جس نے اس کی نفی کی، اس کا انکار کیا اور اس کی ربوبیت کو اٹھا دیا اور اس کو باطل کردیا۔اور جس نے اس کی غیر سے تشبیہ دی تو اس نے ان کو اس مخلوق مصنوع کی صفت سے اثبات کیا جو ربوبیت کے مستحق نہیں ہیں مگر اثبات

ذات کا بغیر کیفیت کے جس کا استحقاق اس کے غیر کو حاصل نہیں ضروری ہے اور جو اس کیفیت میں شریک نہیں اور جس کے ذریعہ اس کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا اور اس کا غیر اس کا علم نہیں رکھتا۔

زندیق نے کہا: کیا وہ خود اشیاء میں تعب و مشقت اٹھاتا ہے؟

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اس کی ذات بلند ہے اس سے کہ وہ براہ راست اور مشق کے ذریعہ مشقت برداشت کرے اس لیے کہ یہ مخلوق کی صفت ہے کہ جن کے لیے اشیاء براہ راست اور مشق کے ساتھ آتی ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ارادہ و مشیت کا نافذ کرنے والا ہے جس کے لیے چاہے۔ [1]

بیان:

"فقیم"

ایک قبیلہ ہے کنانہ کا

''لا یخلو قو لک'' سے ''فان قلت'' تک امام علیہ السلام کا قول برہان ہے جو مبنی ہے تین مقدموں پر جو تینوں الحکمۃ کی کتب پائے جاتے ہیں جو امام علیہ السلام کے کلام سے لیے گئے ہیں۔

ان مقدموں میں سے پہلا یہ ہے کہ: بتحقیق دنیا کا صانع ضروری ہے کہ ہر ایک کے ایک ایک کر کے ایجاد کرنے اور تدبیر میں مستقل قوی ہو۔

اور دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ: پیدا ہونے والے دو شخصوں کو دلیل نہ بنایا جائے کہ ان کے دو مستقل ایجاد کرنے والے ہیں۔

اور تیسرا یہ کہ: بغیر کسی مرجح کے دو مساوی امروں میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا محال ہو

اور ان تینوں مقدموں کی طرف اشارہ واقع ہوا ہے امام علیہ السلام کے اس قول سے ''فلم لا یدفع کل واحد منهما صاحبه''؟

پھر دفع کیا ان میں سے ہر ایک نے اپنے صاحب کو اس کے باوجود کہ یہ بذاتہ محال ہے

''لم یخلوا'' یہ امام علیہ السلام کا قول دوسرا برہان ہے جو تین حدسی مقدموں پر مبنی ہے

پہلا: بتحقیق دو متفق چیزیں ہر وجہ سے اس طرح کہ ان میں کوئی بھی جدائی اور تمایز نہ ہو اصلا دو نہیں ہوتیں بلکہ وہ دونوں ایک ہیں یقینا

[1] التوحید: ۲۴۳؛ الاحتجاج: ۲/ ۳۳۱؛ تفسیر البرہان: ۳/ ۸۰۸؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۱۳۰؛ عوالم العلوم: ۲۰/ ۵۲۷؛ بحار الانوار: ۳/ ۲۳۰ و ۱۰/ ۱۹۳؛ تفسیر کنز الدقائق: ۷/ ۵۴۱

جیسے کہا گیا کہ: صرف الوجود یا خالص وجود کہ جس سے تمام تر اور کامل تر پایا نہیں جاتا ہر چیز کو جب اس کے سامنے دوسری چیز فرض کرو بس جب اپنی نگاہ اس پر رکھو تو دیکھو گے یہ دوسری چیز وہی پہلی چیز ہے۔

دوسرا: بتحقیق ہر دو متفرق اور ایک دوسرے سے جدا چیزیں جو ہر جہت سے جدا ہوں نہیں ہوتی ان میں سے ایک کی صنعت دوسری چیز کی صنعت سے مربوط اور ایک کی تدبیر دوسری چیز کی تدبیر سے اس طرح سے ملی ہوئی نہیں ہوتی کہ ان دونوں میں سے ایک شخص امر پایا جائے۔

تیسرا: بتحقیق عالم اور جہان کے بعض اجزاء دوسرے بعض کے ساتھ مرتبط ہیں گویا سب ایک شخص کی طرح ہیں ''ثم یلزمک'' پھر یہ مولا علیہ السلام کا قول تیسرا برہان ہے یا مستقل ہے یا دوسرے برہان کے لیے تنویر اور بیان اور قوی کرتا ہے اس معنی میں کہ یہ اشارہ ہے تیسرے قسم کے باطل کرنے کی طرف اور وہ یہ ہے کہ اگر دو چیزیں متفق ہوں ایک وجہ سے اور متفرق ہوں دوسرے وجہ سے تو پھر کہا جائے گا اگر اس طرح ہوتے تو ان میں ایک چیز ہوتی جس کے ذریعے ان میں امتیاز ہو ان کے درمیان اشتراک کے بغیر تو نتیجے میں یہ تین بن جائیں گی۔

اور دوسرے برہان کی طرف اشارہ کیا ہے اس روایت نے جو شیخ صدوق نے کتاب التوحید میں اپنی اسناد کے ساتھ نقل کی ہے ہشام بن حکم سے، کہتا ہے میں نے ابوعبداللہ علیہ السلام کو عرض کیا کہ خدا کے واحد ہونے پر کیا دلیل ہے؟

آپؑ نے فرمایا: تدبیر کا متصل ہونا اور صنع کا تمام ہونا، جیسے خداوند متعال نے فرمایا: ''اگر ان میں بہت اللہ ہوتے سواء ایک اللہ کے تو وہ دونوں فساد کرتے'' (الانبیاء: ۲۲)

اور شیخ صدوق نے یہ روایت بھی اپنی اسناد کے ساتھ کتاب توحید میں امیر المومنین علیہ السلام سے نقل کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

بتحقیق اس قول میں کہ ''بتحقیق خدا واحد ہے'' چار قسموں کا ہے

بس اس کی دو وجوہ، اللہ عزوجل پر جائز نہیں ہیں اور باقی دو وجوہ اللہ میں ثابت ہیں۔

لیکن وہ دو وجہیں جو اللہ پر جائز نہیں ہیں وہ قائل کا قول اور وہ واحد کہا ہے جب اس واحد اعداد کا قصد کرے یہ جائز نہیں کیونکہ جس کا ثانی اور دوسرا نہ ہو تو وہ اعداد میں داخل نہیں ہوتا کیا نہیں دیکھا اس کے کفر کو جو کہے خدا ثالث ثلاثہ ہے؟

اور قائل کا قول کہ وہ واحد ہے لوگوں میں سے اور اس سے ارادہ کرے جنس سے کسی نوع کا بس یہ جائز نہیں ہے کیونکہ یہ تشبیہ ہے اور خداوند متعال کی ذات تشبیہ سے پاک ہے۔

اور لیکن وہ دو وجہیں جو ثابت ہیں اللہ میں یہ کہ قائل کا قول کہ وہ واحد ہے ایسا واحد کہ ہمارے پروردگار کی اشیاء میں شبیہ نہیں ہے اور قائل کا قول کہ وہ ہمارا رب ہے دو معنی میں سے ایک کا ارادہ کرے کہ بتحقیق وہ وجود میں اور عقل اور وہم میں تقسیم نہیں ہوتا اس طرح ہے ہمارا پروردگار،

اور بعض نسخوں میں ولا تحس "حاء" کے ساتھ کے قول کے بعد ولا یجس "جیم" کے ساتھ ہے وہ یا جست الاخبار میں سے ہے یعنی میں نے روایات میں تجسس اور تلاش کیا اور یا جستہ بیدی کی معنی میں ہے یعنی میں نے اس کو مس کیا۔

"فنقول انه سمیع بصیر" "شاید سائل وہم کرے کہ مولا علیہ السلام کی خداوند کے لیے اس کے غیر کے ساتھ شریک ہونے سے تنزیہ یعنی جدا کرنا اس کے سمیع وبصیر ہونے کے ساتھ منافات رکھتا ہے تو مولا علیہ السلام نے اس وہم کو دور کیا کہ بتحقیق اس کا غیر بصیر ہے بصارت کے آلے کے ساتھ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ سمیع اور بصیر ہے بغیر کسی آلے کان اور آنکھ کے اور نہ ہی کسی اس کی ذات پر زائد صفت کے ساتھ اور یہ کیونکہ سماع اور ابصار کی معنی نہیں ہے مگر مسموع کے، سامع کے پاس حاضر ہونے کے ساتھ اور مبصر کے بغیر کے پاس ظاہر کرنے اور انکشاف کرنے کے ساتھ اور سماع اور ابصار کی شرطوں میں سے نہیں ہے کہ وہ کسی آلے کے ساتھ ہوں۔

بس اللہ تعالیٰ کی ذات سمیع ہے اس سے مسموعات ظاہر ہوتی ہیں اور سنی جاتی ہیں جب یہ انکشاف واقع ہو اور بصیر ہے جب مبصرات اس پر ظاہر ہوں اور یہ چیزیں اس کے لیے کثرت کا سبب نہیں بنتی ہیں جبکہ ان سب کا رجوع ذات کی طرف ہے جو احد اور اپنے غیر سے جدا ہے۔

"عبارۃ عن نفسی"

یعنی عبارت ہے میرے نفس میں جو چیز ہے اس سے جو مناسبت رکھتی ہے میری ذات سے جب میں مسئول ہوں اور تیرا امر کو افہام اور سمجھنا اس چیز سے ہے جو مناسبت رکھتی ہے تیری ذات کے ساتھ جب تو سائل ہے۔

اور وہ پلٹتا ہے ذات کے اختلاف کی نفی اور نہ ہونے کی طرف اور حیثیت کے اختلاف کی نفی کی طرف اور متغیار معناؤں کے سلب ہونے کی طرف۔

اس میں کہا گیا ہے: وہ کل وجود ہے اور وجوب کل ہے علم کل ہے قدرت کل حیات کل ارادہ کل ہے نہ کہ بتحقیق اس سے کوئی چیز علم ہے اور دوسری چیز قدرت ہے ایسا ہو تو اس کی ذات میں ترکیب لازم آئے گی اور نہ یہ کہ کوئی چیز اس میں علم ہے اور دوسری چیز اس میں قدرت ہے اگر ایسا ہو تو اس کی صفات میں تکثیر لازم آئے گا۔

اور اس کلام کی تمام تحقیق معرفۃ الصفات کے ابواب میں آئے گی انشاء اللہ۔

اور کتاب التوحید الصدوق رحمہ اللہ میں "ولکن ارجع الی معنی" سے "سمی به الله" کے قول تک، کی جگہ پر

''ولکنی ارجع الی معنی ھو شئ خالق الاشیاء و صانعھا وقعت علیہ ھذہ الحروف و ھو المعنی الذی یسمی بہ اللہ'' یہ جملے ہیں

اس کا نام اللہ ہے لیکن میں پلٹتا ہوں اس کی معنی کی طرف وہ ایسی شئے جو اشیاء کی خالق اور صانع ہے یہ حروف اس پر واقع ہوتے ہیں اور وہ خود معنی ہے جس پر یہ لفظ اللہ نام رکھا گیا ہے اور یہ حقیقت ہے کیونکہ بتحقیق ہم غیر موہوم پر ہمارا عقیدہ رکھنے کے ہم مکلف نہیں ہیں اور یہ صحیح ہے اور ہم مکلف نہیں ہر حواس کے ساتھ موہوم پر عقیدہ رکھنے کے۔

اور ان کے اس قول کہ وہ مخلوق ہے کے بعد ہے اور ضروری ہے اشیاء کے صانع کا ثابت کرنا دو مذموم جہتوں سے خارج ان میں ایک مذموم جہت نفی ہے جب نفی ہو تو وہ ابطال اور عدم ہے۔

گویا یہ الکافی شریف کے نسخہ برداروں سے ساقط ہو گیا ہے اور بعد میں آنے والوں نے ان کی پیروی کی ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے۔[1] لیکن الاحتجاج میں درج ہے لہذا توثیق سے خارج نہیں۔ (واللہ اعلم)۔

2/257 الکافی،۱/۸۲/۱/۱ علی عن محمد بن عیسی عن التمیمی قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ عَنِ اَلتَّوْحِيدِ فَقُلْتُ أَتَوَهَّمُ شَيْئاً فَقَالَ نَعَمْ غَيْرَ مَعْقُولٍ وَ لاَ مَحْدُودٍ فَمَا وَقَعَ وَهْمُكَ عَلَيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ خِلاَفُهُ لاَ يُشْبِهُهُ شَيْءٌ وَ لاَ تُدْرِكُهُ اَلْأَوْهَامُ كَيْفَ تُدْرِكُهُ اَلْأَوْهَامُ وَ هُوَ خِلاَفُ مَا يُعْقَلُ وَ خِلاَفُ مَا يُتَصَوَّرُ فِي اَلْأَوْهَامِ إِنَّمَا يُتَوَهَّمُ شَيْءٌ غَيْرُ مَعْقُولٍ وَ لاَ مَحْدُودٍ.

(ترجمہ) تمیمی سے روایت ہے کہ میں نے امام محمد تقی علیہ السلام سے توحید کے متعلق پوچھا کہ کیا اللہ کو شئے گمان کیا جا سکتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ ذات عقل میں آنے والی اور حدود میں محدود ہونے والی نہیں، جو چیز تیرے وہم میں آئے وہ اس کے خلاف ہے۔ نہ وہ کسی چیز سے مشابہ ہے، نہ اس سے مشابہ کوئی شئے ہے، وہم اس کو پا نہیں سکتا اور وہم پائے گا بھی کیسے جبکہ وہ خلاف ہے اس چیز کے جو عقل میں آئے اور خلاف ہے اس شے کے جس کا تصور وہم میں ہو، جو غیر معقول اور لامحدود ذات ہو وہ وہم میں نہیں آسکتی۔[2]

بیان:

یہاں پر ابی جعفر کی کنیت سے مراد امام جواد علیہ السلام ہیں۔

---

[1] مراۃ العقول: ۱/ ۲۷۶

[2] الفصول المہمہ: ۱/ ۱۳۶؛ تفسیر نور الثقلین: ۴/ ۵۶۱؛ بحار الانوار: ۳/ ۲۶۶؛ تفسیر کنز الدقائق: ۱۱/ ۸۳؛ عوالم العلوم: ۲۳/ ۹۱؛ التوحید: ۱۰۶

''نعم غیر معقول ولا محدود'' یعنی: اس پر شئے کا مفہوم صدق کرتا ہے اور اگر چہ وہ معقول شئے نہیں یعنی وہ چیز نہیں جو عقل میں آئے اور حد میں محدود نہیں اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی شئے شباہت رکھتی ہے ان چیزوں میں سے جو درک ہونے والی اور اوہام میں سے ہیں اور یہ چیز فرق ہے امر کے مفہوم کے درمیان اور جو چیز اس پر صدق آتی ہے، کے درمیان بس وہ شئے کا مفہوم نہیں اور نہ ہی کوئی شئے ہے اشیاء سے اگر چہ اس پر صدق آتا ہے کہ تحقیق وہ شئے ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔[1]

3/258 الکافی،۱/۸۲/۲/۱ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ الْحَسَنِ عَنْ بَكْرِ بْنِ صَالِحٍ عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: سُئِلَ أَبُو جَعْفَرٍ الثَّانِي عَلَيْهِ السَّلاَمُ يَجُوزُ أَنْ يُقَالَ لِلَّهِ إِنَّهُ شَيْءٌ قَالَ نَعَمْ يُخْرِجُهُ مِنَ الْحَدَّيْنِ حَدِّ التَّعْطِيلِ وَحَدِّ التَّشْبِيهِ.

(ترجمہ) حسین بن سعید سے روایت ہے کہ امام محمد تقی علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ کیا یہ کہنا جائز ہے کہ خدا کوئی شئے ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں دو حدوں سے الگ کر دیا جائے اول حد تعطیل اور دوم حد تشبیہ۔[2]

بیان:

محمد بن اسماعیل یہ وہی البرکی صاحب الصومعہ ہے جس کو شیخ صدوق رحمہ اللہ نے مشخص کیا ہے۔

اور جب سوال دلالت کرتا ہے اس پر کہ بتحقیق سائل تشبیہ کی نفی کرتا ہے اللہ تعالی سے تو امام علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: آپ اس کو خارج کرو حدوں سے اس کو حد تعطیل سے خارج کرو پھر سزاوار ہے اس کو شئے کہنا نہ کہ دوسری اشیاء کی طرح۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔[3] لیکن میرے نزدیک حدیث مجہول ہے (واللہ اعلم)

4/259 الکافی،۱/۸۵/۷/۱ العدة عن البرقی عن محمد بن عیسی عمن ذکره قال: سئل أبو جعفر علیه

---

[1] مراۃ العقول: ۱/۲۸۲؛ صراط الحق محسنی: ۲/۲۱

[2] معانی الاخبار: ۱/۸؛ المحاسن: ۱/۲۴۰؛ التوحید: ۱۰۷؛ بحار الانوار: ۳/۲۶۰ و ۲۶۵؛ الفصول المہمہ: ۱/۱۳۷؛ مجمع البحرین: ۱/۲۵۸؛ الاحتجاج: ۲/۴۴۱؛ تفسیر کنز الدقائق: ۱۱/۴۸۴

[3] مراۃ العقول: ۱/۲۸۲

السّلام الحدیث.

(ترجمہ) وہی حدیث ہے جواُوپر گزر چکی ہے [1]

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے۔ [2]

5/260 الکافی،۱/۳/۸۲/۱ علی عن العبیدی عن یونس عَنْ أَبِي اَلْمَغْرَاءِ رَفَعَهُ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ قَالَ: إِنَّ اَللَّهَ خِلْوٌ مِنْ خَلْقِهِ وَ خَلْقَهُ خِلْوٌ مِنْهُ وَ كُلُّ مَا وَقَعَ عَلَيْهِ اِسْمُ شَيْءٍ فَهُوَ مَخْلُوقٌ مَا خَلاَ اَللَّهَ.

(ترجمہ) امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اللہ الگ ہے مخلوق سے اور مخلوق جدا ہے اس سے اور ہر وہ چیز جس پر لفظ شئے کا اطلاق ہو وہ مخلوق ہے جس سے اللہ الگ ہے۔ [3]

بیان:

الخلو خاء کے کسرے کے ساتھ یعنی خالیاوران دونوں میں سے ایک کے دوسرے سے خالی ہونے میں رازہ ہے کہ بتحقیق اللہ سبحانہ وتعالیٰ پاک اور خالص وجود ہے اس کے لیے کوئی ماہیت نہیں سواءانیت کے اور مخلوق محض ماہیات ہیں ان کے لیے جیسے وہ ہیں کوئی انیت نہیں ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرفوع ہے۔ [4]

6/261 الکافی،۱/۵/۸۳/۱ الثلاثة عن علی بن عطیة عن خیثمة عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: إِنَّ اَللَّهَ خِلْوٌ مِنْ خَلْقِهِ وَ خَلْقَهُ خِلْوٌ مِنْهُ وَ كُلُّ مَا وَقَعَ عَلَيْهِ اِسْمُ شَيْءٍ مَا خَلاَ اَللَّهَ تَعَالَى فَهُوَ مَخْلُوقٌ وَ (اَللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ).

(ترجمہ) خیثمہ سے روایت ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اللہ اپنی مخلوق سے الگ ہے اور مخلوق اس سے جدا ہے اور

---

[1] معانی الاخبار:۱/۸؛المحاسن:۱/۲۴۰؛التوحید:۱۰۷؛بحارالانوار:۳/۲۶۰و۲۶۵؛الفصول المہمہ:۱/۱۳۷؛مجمع البحرین:۱/۲۵۸؛الاحتجاج:۲/۳۴۱؛ تفسیر کنزالدقائق:۱۱/۳۸۳

[2] مراۃ العقول:۱/۲۹۴

[3] التوحید:۱۰۵؛بحارالانوار:۳/۳۲۲و۳۴۹؛تفسیر نورالثقلین:۱/۱۱و۳/۲۳۳؛تفسیر کنزالدقائق:۱/۲۶؛الفصول المہمہ:۱/۲۰۵و۲۵۵

[4] مراۃ العقول:۱/۲۸۲

جس پر لفظ شئے بولا جائے وہ اللہ کے سوا ہے جو اس کی مخلوق ہے اور وہ ہر شے کا خالق ہے۔ [1]

بیان:

خیثمہ مشاۃ کی تقدیم کے ساتھ، کتاب الکافی میں ''خشیمہ'' کے بدلے میں حجری نسخے میں خثیمہ لایا ہے اسی طرح کتاب التوحید میں ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث حسن ہے۔ [2]

7/262 الکافی،۱/۴/۲۸/۱ العدۃ عن البرقی عن أبیہ عن النضر عن یحیی الحلبی عن ابن مسکان عن زرارۃ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ: إِنَّ اَللَّهَ خِلْوٌ مِنْ خَلْقِهِ وَ خَلْقَهُ خِلْوٌ مِنْهُ وَ كُلُّ مَا وَقَعَ عَلَيْهِ اِسْمُ شَيْءٍ مَا خَلاَ اَللَّهَ فَهُوَ مَخْلُوقٌ وَ اَللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ تَبَارَكَ اَلَّذِي (لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَ هُوَ اَلسَّمِيعُ اَلْبَصِيرُ).

زرارہ سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ مخلوق سے الگ ہے اور مخلوق اس سے الگ ہے۔ جس پر لفظ شے بولا جائے وہ اللہ کے سوا ہے اور اس کی مخلوق ہے اور اللہ ہر شئے کا خالق ہے، پاک ہے وہ اللہ جس کی مثل کوئی نہیں، اور وہ بڑا سننے والا، دیکھنے والا ہے۔ [3]

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔ [4]

۲۹_باب انه لا يعرف الا به

وہ پہچانا نہیں جاتا مگر اپنی ذات سے

1/263 الکافی،۱/۱/۸۵/۱ علی بن محمد عمن ذکرہ عن ابن عیسی عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حُمْرَانَ عَنِ اَلْفَضْلِ بْنِ

---

[1] التوحید:۱۰۵؛ الفصول المہمہ:۱/۱۶۱و۲۵۵؛ بحارالانوار:۳/۲۶۳و۲۲۳و۴/۱۴۹

[2] مرآۃ العقول:۱/۲۸۴

[3] بحارالانوار:۳/۲۶۳و۴/۱۴۹؛ التوحید:۱۰۵؛ الفصول المہمہ:۱/۱۳۱و۲۵۵

[4] مرآۃ العقول:۱/۲۸۴؛ انوار الحکمۃ:۳۸

اَلسَّكَنِ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ قَالَ أَمِيرُ اَلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ : اِعْرِفُوا اَللَّهَ بِاللَّهِ وَ اَلرَّسُولَ بِالرِّسَالَةِ وَ أُولِي اَلْأَمْرِ بِالْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ وَ اَلْعَدْلِ وَ اَلْإِحْسَانِ.

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کو خود اللہ کے ذریعے پہچانو اور رسول ﷺ کو اس کی رسالت سے پہچانو اور اولی الامر کو امر بالمعروف اور عدل واحسان سے پہچانو۔ [1]

بیان:

کلینی رحمۃ اللہ نے کہا: اور مولا علیہ السلام کے اس قول: ''پہچانو اللہ کو اللہ کے ذریعے'' کے معنی یہ ہیں کہ: بتحقیق اللہ نے خلق کیا اشخاص اور انوار اور جواہر اور اعیان کو اور اعیان: بدن اور جوہر اور ارواح ہیں۔

پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ جسم اور روح کی شبیہ نہیں ہے اور روح کے خلق کرنے میں کسی ایک کو احساس اور ادراک نہیں ہے اور نہ ہی اس کا کوئی سبب ہے وہ ارواح اور اجسام کو خلق کرنے میں منفرد ہے بس جب اس سے دونوں شبہوں کی نفی کی جائے ابدان اور ارواح کی شباہت کی تو اللہ کو اللہ کے ذریعے پہچانا جائے گا اور جب اس کو روح یا بدن یا نور کی شباہت سمجھا جائے تو اللہ کو اللہ کے ذریعے نہیں پہچانا جائے گا۔

شیخ صدوق طاب ثراہ نے کتاب التوحید میں جب اس تفسیر کو کلینی رحمہ اللہ کی طرف نسبت دی تو کہا: اور ذکر ہوئی ہیں اس معنی میں اور روایتیں اور حقیقت پر مبنی قول اس باب میں یہ ہے کہ کہا جائے کہ: ہم نے اللہ کو پہچانا ہے اللہ کے ذریعے کیونکہ ہم اگر اس کو اپنی عقلوں کے ساتھ پہچانتے ہیں تو وہ ان عقلوں کو ہمیں عطا کرنے والا ہے اور اگر اس کو ہم اس کے انبیاء اور رسولوں اور حجتوں کے ذریعے پہچانیں تو وہ ان کا مبعوث کرنے والا اور ان کو بھیجنے والا اور ان کو حجتیں قرار دینے والا ہے اور اگر ہم اپنے نفسوں کے ذریعے اس کو پہچانیں تو وہ ان کو خلق کرنے والا ہے بس اس کے ذریعے اس کو پہچانا ہے۔

اور مولا لسان اللہ الناطق حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اگر اللہ نہ ہوتا تو ہم پہچانے نہ جاتے اور اگر ہم نہ ہوتے تو اللہ پہچانا نہ جاتا۔

اور اس کے معنی یہ ہے کہ اگر حجتیں نہ ہوتیں تو اللہ کو جس طرح پہچاننے کا حق ہے نہیں پہچانا جاتا اور اگر اللہ نہ ہوتا تو حجتیں نہیں پہچانی جاتیں۔

ان کا کلام ختم ہوا۔

---

[1] روضۃ الواعظین: ۱/ ۳۰؛ التوحید: ۲۸۵؛ بحار الانوار: ۳/ ۲۷۰ و ۲۷۵/ ۱۴۱؛ الامامۃ والتبصرۃ: ۱۳۷؛ تفسیر کنز الدقائق: ۳/ ۴۴۶؛ تفسیر نور الثقلین: ۱/ ۵۰۱

اور اہل الحکمۃ نے کہا ہے کہ: جو شخص اللہ کو پہچانے نہ کہ مخلوق کی اس پر گواہی دینے سے بلکہ اس کو پہچانے اس کے وجود کی حقیقت کی طرف نظر کر کے اور بتحقیق وہ اپنی ذات کے ساتھ قائم ہے اور باقی وجود اس کی ذات کے وجود کے ذریعے موجود ہے تو یقیناً اللہ کو پہچانا گیا اللہ کے ذریعے۔

میں کہتا ہوں کہ:

کلینی رحمہ اللہ کی تفسیر میں اجمال اور ابہام ہے اور وہ مطلوب کے حق کو واضح نہیں کرتی ہے۔

لیکن شیخ صدوق طاب ثراہ کی تفسیر اللہ کی معرفت کو منحصر کرتی ہے اس کے ذریعے سے معرفت ہونے میں اور یہ حدیث کے ظاہر کے خلاف ہے اور بتحقیق حدیث کا ظاہر اللہ کی معرفت کے لیے ایک اور راستہ بھی دیتا ہے جو اس کا غیر ہے مگر یہ اولی اور ارجح اور حقیقت کے قریب ہے۔

لیکن حکماء کا قول اس کی ذات کے ثابت کرنے کی طرف پلٹتا ہے اس کی ذات کے ذریعے نہ کہ اس کی ذات کی معرفت کی طرف اور کسی شئے کے ثابت کرنے اور اس کی معرفت میں فرق ہے اور یہاں پر اس کے ثابت کرنے میں کلام نہیں ہے بلکہ اس کی معرفت میں کلام ہے اور بتحقیق حکماء اس کے ثابت ہونے کو قرار دیتے ہیں بدیہی اور فطری جس طرح اللہ کے قول کے ساتھ اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے: ''اللہ کی فطرت ہے جس پر اس نے انسانوں کو خلق کیا ہے۔ (الروم: ۳۰)۔''

اور اس کی طرف خبردار کیا ہے دوسری جگہ پر فرمایا: ''کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ (الاعراف: ۱۷۲)۔''

اور دوسری جگہ پر دوسرا قول ہے اس کا ابراہیم خلیل علیہ السلام سے کہ: ''یہ میرا پروردگار ہے۔ (الانعام: ۷۶)۔''

اور اس کی آیت میں فرعون کی حکایت میں کہ: ''رب العالمین کیا ہے؟۔ (الشعراء: ۲۳)۔''

پس بتحقیق اس طرح کی آیات میں اس پر دلالت ہے کہ بتحقیق رب کا وجود امر ثابت ہے۔ اور بتحقیق کلام اس کی نعت اور اس کے تعین کرنے میں ہے وہ طلب نہیں کر سکتے سوا اس کی معرفت سے وہ شک نہیں کرتے اس کے وجود میں جیسے آیت میں کہا کہ: ''کیا اللہ میں شک ہے؟ جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے۔ (ابراہیم: ۱۰)۔''

پس اگر کہا جائے کہ: تو پھر حدیث کے معنی کیا ہیں؟

تو ہم کہیں گے اور اللہ کی طرف سے تائید ہے جس طرح ہر شئے کے لیے ماہیت اور حقیقت ہے جس کے ذریعے سے وہ ہے اور وہ ماہیت اس شئے کا وہ چہرہ ہے جو اس کی ذات کی طرف لے جاتا ہے اسی طرح ہر شئے کی حقیقت ہے جس کے ذریعے وہ محیط ہے اور اس کے ذریعے اس کی ذات کا قوام ہے اور اس کے ذریعے اس کے آثار اور

صفات کاظہور ہے اس کے ذریعے اس کی توان اور طاقت ہے جس کے ذریعے وہ ارادہ کرتا ہے اور اس کی قوت ہے جس پر وہ منفعت دیتا ہے اور خوش کرتا ہے۔

اور وہ وجہ ہے جو اللہ کی طرف ہے،

اور ان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس کے قول کے ساتھ "اور اللہ ہر شئے پر محیط ہے۔(فصلت:۵۴)۔"

اور اس کا قول کہ:"اور وہ تمہارے ساتھ ہے، جہاں بھی تم ہو۔(الحدید:۴)۔"

اور اس کا قول کہ:"اور ہم اس کے قریب تر ہیں حبل الورید سے۔(ق:۶)۔"

اور اس کا قول:"اور ہم اس کے قریب تر ہیں تم سے اور لیکن تم نہیں دیکھتے ہو۔(الواقعہ:۸۵)۔"

اور اس کا قول:

"ہر شئے ہلاک ہونے والی ہے سوا اس کے چہرے کے۔(القصص:۸۸)۔"

پس بتحقیق یہ حقیقت وہ ہے جو باقی رہے گی اشیاء کی فنا کے بعد۔

پس امام علیہ السلام کا قول کہ:"پہچانو اللہ کو اللہ کے ذریعے"

اس کے معنی یہ ہیں کہ دیکھو اشیاء کے رخ کی طرف کہ ان کا رخ اللہ کی طرف ہے پھر تم ثابت کرو گے کہ بتحقیق ان کا ایسا رب ہے جو ان کا صانع ہے۔

پس طلب کرو اس کی معرفت کو اس کے آثار کے ذریعے سے اس کی ان کے لیے تدبیر کے اعتبار سے اور ان کی قیمومیت کے اعتبار سے اور اس کی ان کو تسخیر کرنے میں اور ان پر احاطہ رکھنے سے اور ان پر قاہر ہونے سے یہاں تک آپ اللہ کو پہچان لو گے ان صفات سے جو اس کے ذریعے قائم ہیں اور نہ دیکھو ان کے اس رخ کی طرف جو ان کی اپنی ذات کی طرف ہے۔

میری مراد یہ کہ: اس اعتبار سے کہ وہ اشیاء ہیں اور ان کی ماہیت ہے اور ان کے ذوات کو پانا ممکن نہیں ہے تمہارے لیے بلکہ وہ محتاج ہیں اپنے اس موجد کی طرف جس نے ان کو ایجاد کیا بس جب تم اس کی طرف اس جہت سے دیکھو گے تو تم ہو جاؤ گے اللہ کو پہچاننے والے اشیاء کے ذریعے سے بس تم نے نہیں پہچانا اسے جیسے اسے پہچاننے کا حق ہے بس بتحقیق کسی شئے کی فقط یہ معرفت پیدا کرنا کہ وہ محتاج ہے اللہ کی، حقیقت میں معرفت نہیں ہے اس بنا پر کہ اس کی طرف محتاج نہیں ہیں جب تم نے پہچانا کہ بتحقیق یہ معرفت فطری ہے پہلے نظریہ کے خلاف تو بتحقیق آپ دیکھیں گے اشیاء میں پہلے خدا کی طرف اور اس کے آثار کی طرف اس اعتبار سے کہ وہ اللہ کے

آثار ہیں پھر خود اشیاء کی طرف دیکھو گے اور ان کے محتاج ہونے کو ان کے ذات میں پس جب تحقیق ہم نے کسی امر پر عزم کیا مثلاً، اور ہم نے کوشش کی اس کے حاصل کرنے میں انتہائی کوشش، پس ہمارا علم ہمیں نہیں روکے گا کہ تحقیق وجود میں کوئی چیز ہے جو ذاتی طور پر دیکھی نہیں جاتی اور ہمارا علم ہمارے اور اس کے درمیان حائل نہیں ہوگا۔

اور ہم نے جانا تحقیق وہ غالب ہے اپنے امر پر اور وہ اشیاء کے لیے مسخر ہے اپنی مشیت کے حساب سے اور ان کا مدبر ہے اپنے ارادے کے حساب سے اور وہ منزہ ہے ہم جیسوں کی صفات سے اور ان صفات کے ذریعے ان کے صاحب کی معرفت ملے گی جیسا معرفت کا حق ہے بس جب ہم نے اللہ کو پہچانا اس نگاہ ونظر سے تو تحقیق ہم نے پہچانا اللہ کو اللہ کے ذریعے۔

اور اس جیسی معرفت کی طرف اشارہ دیا گیا ہے کچھ مقام پر قرآن مجید میں آیات کے ذریعے جیسے کہا کہ: تحقیق آسمانوں اور زمین کی خلقت میں اور رات اور دن کے بدلنے میں اولی الالباب کے لیے آیات ہیں۔ (آل عمران: ۱۹۰)۔"

اور اسی طرح کی دوسری مثالیں ہیں۔

اور اسی پر قیاس کرو رسول اکرم ﷺ کی معرفت کو رسالت کے ذریعے بس تحقیق جب ہم نے ثابت کیا رسول کو کہ اس کا اللہ کی طرف سے ہونا واجب ہے اللہ کے بندوں کی طرف اور ہم نے چاہا اس کی معرفت کریں اور اس کو دوسرے لوگوں کے درمیان سے مشخص کریں تو اس کا راستہ یہ ہے کہ ہم یہ دیکھیں کہ وہ کس کی طرف دعوت دیتا اور رہا تا ہے کیا وہ رسالت کو پہنچا تا ہے جیسے وہ سزاوار ہے اور اس کی دلالت کی روش ایسی ہے جیسے اس روش کا حق ہے اور جب ہم نے اس کو اس جہت سے نگاہ کی اور دیکھا تو ہم نے رسالت کی معرفت حاصل کی۔ اور اسی طرح قول امام کی معرفت میں ہے۔

پس تحقیق تمام کے تمام ایک ہی روش پر ہیں۔

اس بات کی تائید کرتی ہے وہ حدیث جو شیخ صدوق نے کتاب التوحید میں وارد کی ہے اسی باب میں اپنی اسناد کے ساتھ ابوجعفر سے، انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے جد سے علیہم السلام انہوں نے فرمایا: تحقیق ایک شخص امیر المومنین علیہ السلام کی طرف آیا اور عرض کیا کہ: اے امیر المومنین علیہ السلام آپ نے کس چیز سے اپنے رب کو پہچانا؟

تو آپؑ نے فرمایا: اپنے عزم کے ٹوٹنے سے اور غم کے دور ہونے سے جب میں مغموم ہوتا ہوں تو وہ میرے اور میرے غم کے درمیان حائل ہوتا ہے اور میں نے عزم کیا تو قضا اور قدر نے میرے عزم کی مخالفت کی تو میں جان گیا کہ بتحقیق مدبر میرا غیر ہے۔

اور اپنی اسناد کے ساتھ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے فرمایا: ایک گروہ نے امام صادق علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا: ہم اس کو پکارتے ہیں وہ ہمیں جواب نہیں دیتا (یا قبول نہیں کرتا) مولا پاک علیہ السلام نے فرمایا: کیونکہ تم اس کو پکارتے ہو جس کی معرفت نہیں رکھتے ہو۔

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے۔[1]

2/264 الکافی،۱/۲/۸۵/۱ العدة عن البرقی عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِنَا عَنْ عَلِيِّ بْنِ عُقْبَةَ بْنِ قَيْسِ بْنِ سِمْعَانَ بْنِ أَبِي رُبَيْحَةَ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ قَالَ: سُئِلَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ بِمَ عَرَفْتَ رَبَّكَ قَالَ بِمَا عَرَّفَنِي نَفْسَهُ قِيلَ وَ كَيْفَ عَرَّفَكَ نَفْسَهُ قَالَ لاَ يُشْبِهُهُ صُورَةٌ وَ لاَ يُحَسُّ بِالْحَوَاسِّ وَ لاَ يُقَاسُ بِالنَّاسِ قَرِيبٌ فِي بُعْدِهِ بَعِيدٌ فِي قُرْبِهِ فَوْقَ كُلِّ شَيْءٍ وَ لاَ يُقَالُ شَيْءٌ فَوْقَهُ أَمَامَ كُلِّ شَيْءٍ وَ لاَ يُقَالُ لَهُ أَمَامٌ دَاخِلٌ فِي اَلْأَشْيَاءِ لاَ كَشَيْءٍ دَاخِلٍ فِي شَيْءٍ وَ خَارِجٌ مِنَ اَلْأَشْيَاءِ لاَ كَشَيْءٍ خَارِجٍ مِنْ شَيْءٍ سُبْحَانَ مَنْ هُوَ هَكَذَا وَ لاَ هَكَذَا غَيْرُهُ وَ لِكُلِّ شَيْءٍ مُبْتَدَأٌ.

علی بن عقبہ بن قیس بن سمان بن ابی رُبیحہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام سے روایت ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام سے پوچھا گیا: آپؑ نے اپنے رب کو کیسے پہچانا؟

آپؑ نے فرمایا: اس چیز سے جس سے اس نے اپنی ذات کا تعارف کرایا۔

اس نے عرض کیا: کیسے ذات کا تعارف کرایا؟

آپؑ نے فرمایا: وہ کسی صورت سے مشابہ نہیں اور نہ حواس سے محسوس ہوتا ہے، نہ کسی شے پر اس کا قیاس کیا جاتا ہے، وہ باوجود دور ہونے کے قریب ہے اور باوجود قریب ہونے کے دور ہے، ہر شئے سے فوق میں داخل ہے لیکن اس چیز کی مانند نہیں جو کسی شئے میں داخل ہو، وہ اشیاء سے خارج ہے لیکن اس طرح نہیں جیسے کوئی شے کسی

[1] مرآۃ العقول: ۱/ ۲۹۵

چیز سے نکلتی ہے، پاک ہے وہ ذات جو ایسی ہے اور اس کا غیر ایسا نہیں ہے اور ہر شے کی ابتداء ہے۔ [1]

بیان:

"لکل شئی مبتدأ"

یعنی: وہ ہر شئے کے لیے مبتدا ہے یعنی ابتدا اس سے ہوئی ہے اور اس کے اثر سے ہوئی ہے اس حساب سے کہ اس کا یہ اثر ہے جب بھی ہم کسی شئے کو دیکھتے ہیں جیسا ہم اس سے خبر دار ہوئے ہیں۔

اور یہ احتمال ہے کہ یہ جملہ حالیہ ہو اور اس کے معنی یہ ہوں گے کہ: کیسے اس طرح اس کا غیر ہوگا اور حال یہ ہے کہ بتحقیق ہر شئے جو اس کا غیر ہے اس کی کوئی ابتدا اور موجد ہے اور وہ ذات ہر شئے کا مبدأ اور موجد ہے اور مبدأ نہیں ہوتا اس جیسا جس کا مبدأ ہو۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے۔ [2]

3/265 الکافی، ۱/۳/۸۶/۱ النیسابوریان عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَحْيَى عَنْ مَنْصُورِ بْنِ حَازِمٍ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ إِنِّي نَاظَرْتُ قَوْماً فَقُلْتُ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ جَلَّ جَلاَلُهُ أَجَلُّ وَ أَعَزُّ وَ أَكْرَمُ مِنْ أَنْ يُعْرَفَ بِخَلْقِهِ بَلِ الْعِبَادُ يُعْرَفُونَ بِاللَّهِ فَقَالَ رَحِمَكَ اللَّهُ.

منصور بن حازم سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: میں نے ایک قوم سے مناظرہ کیا اور کہا کہ اللہ بزرگ تر ہے اس سے کہ اس کے اسماء وصفات کو پہچانا جائے۔ مخلوق کے قیاس پر بلکہ اس کے مخصوص بندے اس کی معرفت رکھتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: تم پر رحمتِ خدا ہو۔ [3]

تحقیق اسناد:

حدیث کا صحیح ہے۔ [4]

---

[1] التوحید: ۲۸۵؛ بحار الانوار: ۳/۳۰۳ و ۵۸/۱۰۵؛ المحاسن: ۱/۲۳۹؛ جامع الاخبار: ۵؛ الفصول المہمہ: ۱/۱۶۱ و ۲۰۰؛ امالی المرتضیٰ: ۱/۱۳۹

[2] مرآۃ العقول: ۱/۳۰۰

[3] التوحید: ۲۸۵؛ بحار الانوار: ۳/۲۷۰؛ اثبات الھداۃ: ۱/۶۷

[4] مرآۃ العقول: ۱/۳۰۰

۳۰_باب ادنی المعرفة

کمترین معرفت

1/266 الکافی،۱/۱/۸۶/۱ مُحَمَّدُ بْنُ اَلْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ اَللَّهِ بْنِ اَلْحَسَنِ اَلْعَلَوِيِّ وَ عَلِيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ اَلْمُخْتَارِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ اَلْمُخْتَارِ اَلْهَمْدَانِيِّ جَمِيعاً عَنِ اَلْفَتْحِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي اَلْحَسَنِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: سَأَلْتُهُ عَنْ أَدْنَى اَلْمَعْرِفَةِ فَقَالَ اَلْإِقْرَارُ بِأَنَّهُ لاَ إِلَهَ غَيْرُهُ وَلاَ شِبْهَ لَهُ وَلاَ نَظِيرَ وَ أَنَّهُ قَدِيمٌ مُثْبَتٌ مَوْجُودٌ غَيْرُ فَقِيدٍ وَ أَنَّهُ (لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ).

ترجمہ: الفتح بن یزید سے روایت ہے کہ میں نے امام علی نقی علیہ السلام سے سوال کیا: ادنیٰ معرفت کیا ہے؟
آپؑ نے فرمایا: اقرار کرنا کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، نہ کوئی اس کی نظیر ہے، نہ مثل و مانند ہے اور وہ قدیم اور ثابت الوجود اور موجود ہے اور فنا ہونے والا نہیں ہے اور یہ کہ اس کی مثل کوئی شے نہیں۔ [1]

بیان:

ظاہر یہ ہے کہ بتحقیق ابی الحسن سے مراد امام ہادی علیہ السلام ہیں کیونکہ شیخ طوسی رحمہ اللہ نے اپنی رجال میں فتح کا ذکر کیا ہے اور احتمال یہ ہے کہ ابوالحسن سے مراد امام رضا علیہ السلام ہوں کیونکہ ان سے بھی روایت کی گئی ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے۔ [2]

2/267 الکافی،۱/۲/۸۶/۱ علی بن محمد عن سهل عَنْ طَاهِرِ بْنِ حَاتِمٍ فِي حَالِ اِسْتِقَامَتِهِ أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى اَلرَّجُلِ: مَا اَلَّذِي لاَ يُجْتَزَأُ فِي مَعْرِفَةِ اَلْخَالِقِ بِدُونِهِ فَكَتَبَ إِلَيْهِ لَمْ يَزَلْ عَالِماً وَ سَامِعاً وَ بَصِيراً وَ هُوَ اَلْفَعَّالُ لِمَا يُرِيدُ وَ سُئِلَ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ عَنِ اَلَّذِي لاَ يُجْتَزَأُ بِدُونِ ذَلِكَ مِنْ مَعْرِفَةِ اَلْخَالِقِ فَقَالَ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَ لاَ يُشْبِهُهُ شَيْءٌ لَمْ يَزَلْ عَالِماً سَمِيعاً بَصِيراً.

ترجمہ: طاہر بن حاتم سے روایت ہے، جبکہ وہ حالت استقام میں تھا، کہ اس نے ایک شخص کو خط لکھا کہ وہ کیا ہے جس کے بغیر معرفت خالق کافی نہیں ہے؟
اس شخص نے جواب دیا: اس کا اقرار کہ وہ ہمیشہ سے عالم ہے، سامع ہے، بصیر ہے اور جو ارادہ کرتا ہے اس کا پورا

[1] التوحید ۲۸۳؛ کشف الغمہ: ۲/۲۸۶؛ بحارالانوار: ۳/۲۶۷؛ عیون اخبار الرضاؑ: ۱/۱۳۳؛ ھدایۃ الامہ: ۱/۸؛ الفصول المہمہ: ۱/۱۳۴

[2] مرآۃ العقول: ۱/۳۰۱

کرنے والا ہے اور امام محمد باقر علیہ السلام سے کسی نے سوال پوچھا: وہ کیا ہے جس کے بغیر معرفت کافی نہیں ہے؟
آپؑ نے فرمایا: (اس کا اقرار کہ) اس کی مثل کوئی شئے نہیں اور نہ اس سے ملتی جلتی کوئی شئے ہے اور یہ کہ وہ ہمیشہ سے عالم، سمیع آپؑ نے وبصیر ہے۔ [۱]

بیان:

بتحقیق اس نے کہا استقامت کی حالت میں کیونکہ وہ پہلے اس پر قائم تھے پھر وہ بدل گیا اور غلو کی باتیں کرنے لگا اور شاید کتب الی الرجل میں الرجل سے مراد، امام رضا علیہ السلام ہوں کیونکہ ان کو بھی رجال میں شامل کیا ہے۔
''الاجتزاء'' یعنی: الاکتفاء۔
اور شیخ صدوق کی توحید میں ہے کہ: کتب الی الطیب یعنی ابوالحسن علیہ السلام اور اس میں وہ محل اور اس کے بعد والا جملہ نہیں ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ بتحقیق وہ دوسری مرفوع روایت ہے طاہر اور کلینی کی اور سارا مکاتبہ نہیں ہے (خط سارا نہیں ہے)۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے اور اس کا آخر مرسل ہے۔ [۲]

۳۱_باب المعبود

المعبود

1/268 الکافی، ۱/۸۷/۱/۱ علی عن العبیدی عن السراد عن ابن رئاب وَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: مَنْ عَبَدَ اَللَّهَ بِالتَّوَهُّمِ فَقَدْ كَفَرَ وَ مَنْ عَبَدَ اَلاِسْمَ دُونَ اَلْمَعْنَى فَقَدْ كَفَرَ وَ مَنْ عَبَدَ اَلاِسْمَ وَ اَلْمَعْنَى فَقَدْ أَشْرَكَ وَ مَنْ عَبَدَ اَلْمَعْنَى بِإِيقَاعِ اَلْأَسْمَاءِ عَلَيْهِ بِصِفَاتِهِ اَلَّتِي وَصَفَ بِهَا نَفْسَهُ فَعَقَدَ عَلَيْهِ قَلْبَهُ وَ نَطَقَ بِهِ لِسَانُهُ فِي سَرَائِرِهِ وَ عَلاَنِيَتِهِ فَأُولَئِكَ أَصْحَابُ أَمِيرِ اَلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ حَقّاً.

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جس نے ذات باری کی عبادت توہم سے کی تو وہ کفر ہے اور جس نے معنی کو چھوڑ کر صرف نام کی عبادت کی تو اس نے شرک کیا اور جس نے اسم و معنی دونوں کی عبادت کی اور جس نے اس کی

[۱] الفصول المہمہ: ۱/ ۱۳۸
[۲] مرآۃ العقول: ۱/ ۳۰۲

اس اعتقاد سے عبادت کی کہ اس کے نام ان صفتوں کے ساتھ ہیں جن کو وصف اس نے خود بیان کیا ہے اور اس عقیدے کو اپنے دل میں جگہ دی اور زبان سے پوشیدہ واعلانیہ اس کا اقرار کیا پس وہی سچے اصحاب امیر المومنینؑ ہیں۔ ⓵

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔ ⓶

2/269 الکافی،۱/۸۷/۱/۱ وَفِي حَدِيثٍ آخَرَ: أُولٰئِكَ هُمُ ٱلْمُؤْمِنُونَ حَقًّا.

ایک اور روایت میں ہے کہ وہی سچے مومن ہیں۔ ⓷

بیان:

''بالتوهم ''یعنی: اس کے وجود کے یقین کے بغیر یا اس چیز کے ساتھ جس کو اس نے وہم کیا ہو جیسے لفظ کا مفہوم یعنی: عبادت کرے اس وہمی صورت وشکل کی جو اس کے ذہن میں حاصل ہو لفظ کے مفہوم سے

''ومن عبدالاسم'' یعنی: وہ لفظ جو دلالت کرے مسمی پر یا سمجھا جائے لفظ سے امر ذہنی معنی کے بغیر یعنی: وہ چیز جس پر صدق کرے لفظ یعنی وہ مسمی جو خارج میں موجود ہو۔

اور ماحصل یہ ہے کہ بتحقیق اسم اور جو چیز جو اس سے سمجھی جائے مسمی کے بغیر بس بتحقیق لفظ انسان مثلاً انسان نہیں ہے اور اسی طرح وہ چیز جو سمجھی جائے اس لفظ سے جو حاصل ہو ذہن میں بس بتحقیق اس کے لیے جسم نہیں اور نہ حیات اور نہ نطق اور نہ وہ کوئی چیز ہو انسانیت کی خاصیت سے۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے۔ ⓸

3/270 الکافی،۱/۲/۸۷/۱ الکافی،۱/۲/۱۱۴/۱ علی عَنْ أَبِيهِ عَنِ ٱلنَّضْرِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ ٱلْحَكَمِ: أَنَّهُ سَأَلَ أَبَا عَبْدِ ٱللَّهِ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ عَنْ أَسْمَاءِ ٱللَّهِ وَ اِشْتِقَاقِهَا ٱللَّهُ مِمَّا هُوَ مُشْتَقٌّ قَالَ فَقَالَ لِي يَا

⓵ المصباح کفعمی: ۳۰۸؛ التوحید: ۲۲۰؛ المقام الاسنی: ۸۳؛ بحار الانوار: ۴ / ۱۶۵ و ۵۴ / ۷۹؛ الفصول المہمہ: ۱ / ۱۹۳؛ تفسیر الصافی: ۱ / ۱۱۲؛ عدۃ الداعی: ۳۳۷

⓶ مرآۃ العقول: ۱ / ۳۰۳

⓷ سابقہ حدیث کے حوالہ جات

⓸ مرآۃ العقول: ایضاً

هِشَامُ اَللّٰهُ مُشْتَقٌّ مِنْ إِلَهٍ وَ اَلْإِلَهُ يَقْتَضِي مَأْلُوهاً وَ اَلاِسْمُ غَيْرُ اَلْمُسَمَّى فَمَنْ عَبَدَ اَلاِسْمَ دُونَ اَلْمَعْنَى فَقَدْ كَفَرَ وَ لَمْ يَعْبُدْ شَيْئاً وَ مَنْ عَبَدَ اَلاِسْمَ وَ اَلْمَعْنَى فَقَدْ كَفَرَ وَ عَبَدَ اِثْنَيْنِ وَ مَنْ عَبَدَ اَلْمَعْنَى دُونَ اَلاِسْمِ فَذَاكَ اَلتَّوْحِيدُ أَ فَهِمْتَ يَا هِشَامُ قَالَ فَقُلْتُ زِدْنِي قَالَ إِنَّ لِلَّهِ تِسْعَةً وَ تِسْعِينَ اِسْماً فَلَوْ كَانَ اَلاِسْمُ هُوَ اَلْمُسَمَّى لَكَانَ كُلُّ اِسْمٍ مِنْهَا إِلَهاً وَ لَكِنَّ اَللّٰهَ مَعْنًى يُدَلُّ عَلَيْهِ بِهَذِهِ اَلْأَسْمَاءِ وَ كُلُّهَا غَيْرُهُ يَا هِشَامُ اَلْخُبْزُ اِسْمٌ لِلْمَأْكُولِ وَ اَلْمَاءُ اِسْمٌ لِلْمَشْرُوبِ وَ اَلثَّوْبُ اِسْمٌ لِلْمَلْبُوسِ وَ اَلنَّارُ اِسْمٌ لِلْمُحْرِقِ أَ فَهِمْتَ يَا هِشَامُ فَهْماً تَدْفَعُ بِهِ وَ تُنَاضِلُ بِهِ أَعْدَاءَنَا وَ اَلْمُتَّخِذِينَ مَعَ اَللّٰهِ جَلَّ وَ عَزَّ غَيْرَهُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَقَالَ نَفَعَكَ اَللّٰهُ بِهِ وَ ثَبَّتَكَ يَا هِشَامُ قَالَ هِشَامٌ فَوَ اَللّٰهِ مَا قَهَرَنِي أَحَدٌ فِي اَلتَّوْحِيدِ حَتَّى قُمْتُ مَقَامِي هَذَا.

ترجمہ ہشام بن الحکم بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے اللہ کے اسماء اور ان کے اشتقاق کے بارے میں سوال کیا اور پوچھا کہ کیا لفظ اللہ بھی مشتق ہے؟

آپ علیہ السلام نے مجھے فرمایا: اے ہشام! لفظ اللہ الٰہ سے مشتق ہے اور الٰہ (جس کی عبادت کی جائے) مالوہ کا تقاضا کرتا ہے یعنی اس کو لازم ہے اور اسم اللہ مسمیٰ (ذات) کا غیر ہے۔ جس نے مسمیٰ کے بغیر اسم کی عبادت کی وہ کافر ہے اس نے کسی چیز کی عبادت نہیں کی اور جس نے اسم اور دونوں کی عبادت کی وہ بھی کافر ہے کیونکہ اس نے دو کی عبادت کی ہے۔ جس نے مسمیٰ و معنی کی عبادت کی اسم کے بغیر وہ توحید پرست ہے۔ اے ہشام! سمجھ گئے ہو؟ میں نے عرض کیا: مزید اضافہ کریں۔

آپؑ نے فرمایا: اللہ کے ننانوے (۹۹) اسماء ہیں۔ اگر اسم عین معنی و مسمیٰ ہوتا۔ ان اسماء میں سے ہر ایک معبود والٰہ ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ وہ معنی ہے جس پر وہ تمام اسماء دلالت کرتے ہیں اور وہ تمام کے تمام اس ذات کے غیر کے ہیں۔ اے ہشام! جیسے کہ لفظ روٹی اسم ہے اس چیز جس کو کا کھایا جاتا ہے، پانی نام ہے اس سفید مائع کا جس کو پیا جاتا ہے، لباس نام ہے اس کپڑے کا جس کو زیب تن کیا جاتا ہے، آگ نام ہے اس کا جو جلاتی ہے۔ اے ہشام! کیا سمجھ گئے ہو؟ ایسی سمجھ کہ جس کے ذریعے دفاع کر سکو اور ہمارے دشمنان سے مبارزہ و مقابلہ کر سکو۔ اور جس نے اللہ کے ساتھ کسی اور چیز کی بھی عبادت کی اس کے مقابل میں کامیاب ہو جاؤ۔

ہشام نے عرض کیا: جی میں سمجھ گیا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: خدا تیرے لیے یہ مفید قرار دے اور تجھے اس پر ثابت رکھے، اے ہشام! ہشام بیان کرتا ہے خدا کی قسم مقام توحید میں مجھ پر کوئی غالب نہیں آیا جب سے میں آپؑ سے یہ درس لینے کے بعد اپنے مقام سے

کھڑا ہوا ہوں۔ [1]

بیان:

صحاح میں کہا ہے "اَلَہ" فتح کے ساتھ "اِلاھۃ" یعنی عبادت کی اور اس سے ہے اللہ۔

اور کہتے ہیں: اَلِہ، اَلہ اُلھا: یعنی: متحیر ہونا۔

اور ظاہر ہے یہ لفظ الہ (ہمزہ کی زیر کے ساتھ) حدیث میں فعال فا کی زیر کے ساتھ مفعول کی معنی میں ہے اور امام علیہ السلام کا قول اور الہ اقتضا کرتا ہے ماٰلوہ کی۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ: بتحقیق اس اسم کا اطلاق اور مخلوق کے درمیان استعمال یہ اقتضا کرتا ہے کہ وجود میں ذات معبود ہو جس پر یہ اسم اطلاق کرے بس بتحقیق اسم، غیر ہے مسمی کا جبکہ اسم ایک لفظ ہے اور اس کا مفہوم اور مسمی، وہ معنی ہے جس کا لفظ سے قصد کیا جاتا ہے جس لفظ کا یہ معنی مصداق ہو۔

اور لفظ الہ جو حدیث میں ہے اس کے فعل ماضی ہونے کا احتمال ہے یا مصدر،

اور امام علیہ السلام کا قول کہ والالہ یقتضی مالوھا

یعنی: بتحقیق عبادت وجود میں ذات معبود کے ہونے کی اقتضا کرتی ہے۔ کافی نہیں فقط اس کے اسم کا ہونا اس اسم کے مسمی کے بغیر بس بتحقیق اسم غیر المسمی کے ہو تو اگر کہا جائے اسم کی عبادت اگر عبادت نہ ہو تو کس طرح دوسرے میں شرک واقع ہوگا اور اگر عبادت ہو تو کیسے پہلے میں حکم دیا جائے گا کہ بتحقیق اس نے کسی چیز کی عبادت نہیں کی؟ ہم کہیں گے: بتحقیق اول میں مراد، اس نے اس چیز کی عبادت نہیں کی جو واقع میں اور خارج میں موجود ہے بلکہ اس نے عبادت کی ہے ایک وہمی چیز کی اور دوسرے میں مراد یہ کہ اس میں دو عبادتیں پائی جاتی ہیں ان میں سے ایک، شئے کے لیے ہے اور دوسری شئے کے غیر کے لیے بس اس میں خود عبادت میں شرک واقع ہوگا۔ اور خبز یعنی روٹی سے اور اس پر جو عطف ہوئے ہیں ان سے مراد یا الفاظ ہیں یا مفاہیم ہیں اور ماکول یعنی کھانے والی چیز سے مراد وہ چیز جو خارج میں موجود ہے جیسے اس کی طرف ابھی اشارہ کیا۔

و "تناضل"؛ یا "تاء" کے فتح کے ساتھ ہے دو تاؤں میں سے ایک کو حذف کرنے کے ساتھ یا "تاء" کے ضمے کے ساتھ ہے یعنی: تجادل مجادلہ کیا اور تخاصم یعنی دشمنی کی اور تدافع یعنی دفاع کیا۔ اور یہ حدیث کافی شریف میں دو بار آئی ہے ایک مرتبہ ادھر اور دوسری مرتبہ باب الاسماء میں اور وہاں تناضل کی جگہ پر تناقل ہے اور نقل کرنا کلام میں ہوتا ہے جس کو بیان کیا جائے بولا جائے۔

[1] الاحتجاج: ۲/ ۳۳۳؛ التوحید: ۲۲۰؛ تفسیر نور الثقلین: ۱/ ۱۱؛ بحار الانوار: ۴/ ۱۵۷؛ تفسیر کنز الدقائق: ۱/ ۲۶؛ تفسیر البرہان: ۱/ ۱۰۲ و ۵/ ۳۴۷؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۱۶۴؛ عوالم العلوم: ۲۰/ ۵۹۸

''حتی قمت مقامی ھذا'' یعنی اس وقت سے میرے قیام کے وقت تک ابھی اس جگہ میں۔

تحقیق اسناد:

حدیث حسن ہے[1] یا پھر حدیث صحیح ہے[2] اور میرے نزدیک بھی حدیث صحیح ہے۔ (واللہ اعلم)

4/271 الکافی، ١/٣/٨٧/١ علی عن العباس بن معروف عن التیمی قَالَ: كَتَبْتُ إِلَى أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ أَوْ قُلْتُ لَهُ جَعَلَنِي اَللَّهُ فِدَاكَ نَعْبُدُ اَلرَّحْمَنَ اَلرَّحِيمَ اَلْوَاحِدَ اَلْأَحَدَ اَلصَّمَدَ قَالَ فَقَالَ إِنَّ مَنْ عَبَدَ اَلاِسْمَ دُونَ اَلْمُسَمَّى بِالْأَسْمَاءِ أَشْرَكَ وَ كَفَرَ وَ جَحَدَ وَ لَمْ يَعْبُدْ شَيْئاً بَلِ اُعْبُدِ اَللَّهَ اَلْوَاحِدَ اَلْأَحَدَ اَلصَّمَدَ اَلْمُسَمَّى بِهَذِهِ اَلْأَسْمَاءِ دُونَ اَلْأَسْمَاءِ إِنَّ اَلْأَسْمَاءَ صِفَاتٌ وَصَفَ بِهَا نَفْسَهُ.

تمیمی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں خط تحریر کیا اور عرض کیا: خدا مجھے آپ پر قربان کردے! کیا ہم رحمن و رحیم، واحد و احد صمد کی عبادت کرتے ہیں؟

آپ نے فرمایا: جس نے معنی و ذات کے بغیر اسم و اسماء کی عبادت کی وہ مشرک، منکر و کافر ہے گویا اس نے کسی کی عبادت نہیں کی۔ بلکہ ہم اللہ (مسمی) کی عبادت کرتے ہیں جو واحد، احد و صمد ہے اور ان اسماء کا مسمی ہے اسماء کے بغیر کیونکہ یہ سارے اسماء اس کے وہ اوصاف ہیں جو اس نے اپنے لیے خود بیان کیے ہیں۔[3]

بیان:

یعنی: ضروری ہے کہ پہلے اپنی عبادت کو منسوب کرو اللہ سے پھر اس کی وصف بیان کرو ان صفات کے ساتھ جن پر دلالت کرتے ہیں یہ نام اور اسماء کیونکہ بتحقیق اللہ وہ اسم ہے جو ذات کے لیے ہے اور دوسرے اسماء اس کی صفات ہیں۔ عنقریب اس کا بیان آئے گا الصمد کی شرح اور تاویل میں۔

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔[4]

---

[1] مرآۃ العقول: ١/٣٠٥ و ٢/٣٩

[2] الامامۃ الالٰہیہ سند: ٢/١٥٧؛ البراھین الواضحہ: ١/٢٨٧؛ البراھین القاطعہ: ٢/١٩

[3] تفسیر کنز الدقائق: ١/٢٣٨؛ الفصول المہمہ: ١/١٦٥؛ تفسیر نور الثقلین: ١/٣٩

[4] مرآۃ العقول: ١/٣٠٦

۳۲۔ باب نفی الزمان والمکان والکیف عنه تعالی

اللہ تعالیٰ سے زمان اور مکان اور کیفیت کی نفی

1/272 الکافی،۱/۸۸/۱ محمد عن أحمد عن السراد عن أبي حمزة قَالَ: سَأَلَ نَافِعُ بْنُ ٱلْأَزْرَقِ أَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ فَقَالَ أَخْبِرْنِي عَنِ ٱللَّهِ مَتَى كَانَ فَقَالَ مَتَى لَمْ يَكُنْ حَتَّى أُخْبِرَكَ مَتَى كَانَ سُبْحَانَ مَنْ لَمْ يَزَلْ وَ لاَ يَزَالُ فَرْداً صَمَداً لَمْ يَتَّخِذْ (صَاحِبَةً وَ لاَ وَلَداً) ۔

نافع بن ارزق نے امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ مجھے بتائیں کہ خدا کب سے ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ کب نہ تھا کہ میں بتاؤں کہ وہ کب سے ہے، پاک ہے، وہ ہمیشہ سے اور ہمیشہ رہے گا، یکتا واحد ہے، بے نیاز ہے، نہ اس نے کسی کو اپنا ساتھی بنایا ہے اور نہ اس کا کوئی بیٹا ہے۔ [1]

بیان:

سبحان من لم یزل ۔۔۔۔۔۔ اس تسبیح کے ساتھ خبردار کیا ہے اس پر کہ بتحقیق لفظ ''متی'' مخلوق کی صفات کے لیے ہے اور بتحقیق ''متی کان'' مستلزم کرتا ہے ''متی لم یکن'' جس طرح اس کی تحقیق گزر چکی ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔ [2]

2/273 الکافی،۱/۸۸/۲ العدة عن البرقي عن البزنطي قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى أَبِي ٱلْحَسَنِ ٱلرِّضَا عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ مِنْ وَرَاءِ نَهَرِ بَلْخَ فَقَالَ إِنِّي أَسْأَلُكَ عَنْ مَسْأَلَةٍ فَإِنْ أَجَبْتَنِي فِيهَا بِمَا عِنْدِي قُلْتُ بِإِمَامَتِكَ فَقَالَ أَبُو ٱلْحَسَنِ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ سَلْ عَمَّا شِئْتَ فَقَالَ أَخْبِرْنِي عَنْ رَبِّكَ مَتَى كَانَ وَ كَيْفَ كَانَ وَ عَلَى أَيِّ شَيْءٍ كَانَ اِعْتِمَادُهُ فَقَالَ أَبُو ٱلْحَسَنِ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ إِنَّ ٱللَّهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى أَيَّنَ ٱلْأَيْنَ بِلاَ أَيْنٍ وَ كَيَّفَ ٱلْكَيْفَ بِلاَ كَيْفٍ وَ كَانَ اِعْتِمَادُهُ عَلَى قُدْرَتِهِ فَقَامَ إِلَيْهِ ٱلرَّجُلُ فَقَبَّلَ رَأْسَهُ وَ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ ٱللَّهُ وَ أَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ ٱللَّهِ وَ أَنَّ عَلِيّاً وَصِيُّ رَسُولِ ٱللَّهِ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ ٱلْقَيِّمُ بَعْدَهُ بِمَا قَامَ بِهِ رَسُولُ ٱللَّهِ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ أَنَّكُمُ ٱلْأَئِمَّةُ

---

[1] التوحید: ۱۷۳؛ الاحتجاج: ۲/۳۲۱؛ الفصول المہمہ: ۱/۱۲۲؛ بحار الانوار: ۳/۲۸۴ و ۳۳/۳۲۵؛ تفسیر القمی: ۱/۲۳۲

[2] مرآۃ العقول: ۱/۳۰۷

اَلصَّادِقُونَ وَأَنَّكَ اَلْخَلَفُ مِنْ بَعْدِهِمْ.

البزنطی بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام ابوالحسن الرضا علیہ السلام کی خدمت اقدس میں نہر بلغ کے دوسری طرف سے ایک شخص آیا اور عرض: میں آپؑ سے ایک مسئلہ کے بارے میں سوال کرنے آیا ہوں۔ اگر آپؑ نے اس کا وہی جواب دیا جو میرے پاس لکھا ہوا ہے تو میں آپ کی امامت کا قائل ہو جاؤں گا۔

امام ابوالحسن الرضا علیہ السلام نے فرمایا: جو تو چاہتا ہے وہ سوال کر۔

اس نے کہا: آپؑ اپنے ربّ کے بارے میں بیان کریں کہ وہ کب سے ہے، وہ کیسا ہے اور اس کا اعتماد کس چیز پر ہے؟

امام ابوالحسن الرضا علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ وہ ذات ہے جس نے مکان کو مکان بنایا بغیر اس کے کہ وہ مکان کا محتاج ہو اور اس نے کیفیت کو کیفیت بنایا بغیر اس کے کہ اس کو کوئی کیفیت طاری ہو اور اس کا اعتماد اس کی قدرت پر ہے۔ پس وہ وہ شخص کھڑا ہوا اور اس نے آپؑ کے سر اقدس و ہاتھوں کو بوسہ دیا اور کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور علی علیہ السلام رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی ہیں اور انہوں نے اپنی زندگی میں اس پر قیام کیا جس کے ساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیام کیا تھا اور آپ لوگ سچے آئمہ ہیں اور ان میں سے آپؑ ہیں جو ان کے بعد خلیفہ ہیں۔ [1]

بیان:

جب زمان اور مکان دو ایک دوسرے کے مصاحب اور ایک دوسرے کا لازمہ ہیں تو ان میں سے ایک کی نفی کے ساتھ دوسرے کے نفی کے ساتھ خبر دار کیا ہے۔

اور عیون اخبار الرضا علیہ السلام میں ''این کان'' آیا ہے ''متی کان'' کی جگہ آیا ہے پر اور یہی حقیقت ہے اور کافی شریف میں نسخہ بردار کی غلطی سے اشتباہ ہوا ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔ [2]

3/274 الكافي ١/٣/٨٨/١ محمد عن ابن عيسى عن الحسين عن القاسم بن محمد عن علي عَنْ أَبِي بَصِيرٍ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ فَقَالَ لَهُ أَخْبِرْنِي عَنْ رَبِّكَ مَتَى كَانَ فَقَالَ وَيْلَكَ

---

[1] بحار الانوار: ۴۹/ ۱۰۴؛ عوالم العلوم: ۲۲/ ۱۸۵

[2] مراۃ العقول: ۱/ ۳۰۸

إِنَّمَا يُقَالُ لِشَيْءٍ لَمْ يَكُنْ مَتَى كَانَ إِنَّ رَبِّي تَبَارَكَ وَ تَعَالَى كَانَ وَلَمْ يَزَلْ حَيّاً بِلاَ كَيْفٍ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كَانَ وَلاَ كَانَ لِكَوْنِهِ كَوْنُ كَيْفٍ وَلاَ كَانَ لَهُ أَيْنٌ وَلاَ كَانَ فِي شَيْءٍ وَلاَ كَانَ عَلَى شَيْءٍ وَلاَ ابْتَدَعَ لِمَكَانِهِ مَكَاناً وَلاَ قَوِيَ بَعْدَ مَا كَوَّنَ الْأَشْيَاءَ وَلاَ كَانَ ضَعِيفاً قَبْلَ أَنْ يُكَوِّنَ شَيْئاً وَلاَ كَانَ مُسْتَوْحِشاً قَبْلَ أَنْ يَبْتَدِعَ شَيْئاً وَ لاَ يُشْبِهُ شَيْئاً مَذْكُوراً وَ لاَ كَانَ خِلْواً مِنَ الْمُلْكِ قَبْلَ إِنْشَائِهِ وَ لاَ يَكُونُ مِنْهُ خِلْواً بَعْدَ ذَهَابِهِ لَمْ يَزَلْ حَيّاً بِلاَ حَيَاةٍ وَ مَلِكاً قَادِراً قَبْلَ أَنْ يُنْشِئَ شَيْئاً وَمَلِكاً جَبَّاراً بَعْدَ إِنْشَائِهِ لِلْكَوْنِ فَلَيْسَ لِكَوْنِهِ كَيْفٌ وَلاَ لَهُ أَيْنٌ وَلاَ لَهُ حَدٌّ وَلاَ يُعْرَفُ بِشَيْءٍ يُشْبِهُهُ وَلاَ يَهْرَمُ لِطُولِ الْبَقَاءِ وَلاَ يَصْعَقُ لِشَيْءٍ بَلْ لِخَوْفِهِ تَصْعَقُ الْأَشْيَاءُ كُلُّهَا كَانَ حَيّاً بِلاَ حَيَاةٍ حَادِثَةٍ وَ لاَ كَوْنٍ مَوْصُوفٍ وَ لاَ كَيْفٍ مَحْدُودٍ وَ لاَ أَيْنٍ مَوْقُوفٍ عَلَيْهِ وَ لاَ مَكَانٍ جَاوَرَ شَيْئاً بَلْ حَيٌّ يُعْرَفُ وَ مَلِكٌ لَمْ يَزَلْ لَهُ الْقُدْرَةُ وَ الْمُلْكُ أَنْشَأَ مَا شَاءَ حِينَ شَاءَ بِمَشِيئَتِهِ لاَ يُحَدُّ وَ لاَ يُبَعَّضُ وَ لاَ يَفْنَى كَانَ أَوَّلاً بِلاَ كَيْفٍ وَ يَكُونُ آخِراً بِلاَ أَيْنٍ وَ (كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلاَّ وَجْهَهُ) (لَهُ الْخَلْقُ وَ الْأَمْرُ تَبَارَكَ اللهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ) وَيْلَكَ أَيُّهَا السَّائِلُ إِنَّ رَبِّي لاَ تَغْشَاهُ الْأَوْهَامُ وَ لاَ تَنْزِلُ بِهِ الشُّبُهَاتُ وَلاَ يَحَارُ وَ لاَ يُجَاوِزُهُ شَيْءٌ وَ لاَ تَنْزِلُ بِهِ الْأَحْدَاثُ وَلاَ يُسْأَلُ عَنْ شَيْءٍ وَ لاَ يَنْدَمُ عَلَى شَيْءٍ وَ (لاَ تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَ لاَ نَوْمٌ) (لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَ مَا فِي الْأَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا وَ مَا تَحْتَ الثَّرَى)۔

ابوبصیر سے روایت ہے کہ ایک شخص امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس آیا اور عرض کیا: مجھے بتایئے آپ کا رب کب سے ہے؟

فرمایا: وائے ہو تجھ پر! وہ کب نہ تھا؟ میرا رب ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ وہ بغیر کسی کیفیت کے زندہ ہے اور اس کے لیے ہونا نہیں ہے۔ وہ ہر کیفیت کا پیدا کرنے والا ہے اس کے لیے کوئی جگہ نہیں نہ ہے، وہ کسی شے میں ہے نہ وہ کسی شے پر ہے، نہ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتا ہے اور نہ کسی شے کو پیدا کرنے کے بعد کمزور ہوا، نہ وہ کسی شے کو پیدا کرنے سے پہلے گھبرایا ہوا تھا اور نہ مذکورہ اشیاء میں سے کسی چیز کے مشابہ ہے، نہ پیدا کرنے سے پہلے اپنے ملک سے الگ تھا اور نہ ان کے زوال کے بعد وہ اپنی حکومت سے الگ ہوا، بغیر حیات کے تعلق کے وہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور صاحب قدرت حاکم رہا قبل اس کے کہ وہ کسی چیز کو پیدا کرے اور پیدا کرنے سے پہلے بھی وہ ملک جبّار رہا۔ اس کے لیے نہ کوئی کیفیت ہے نہ جگہ ہے نہ حد ہے اور وہ اپنی مشابہ چیز سے نہیں پہچانا

جا تا اور نہ طول بقا سے وہ بوڑھا ہوتا ہے، وہ مضطرب نہیں ہوتا کسی چیز سے بلکہ تمام مخلوق اس کے خوف سے مضطرب ہوتی ہے، وہ حیّ ہے لیکن حیات اس میں پیدا نہیں ہوئی اور نہ وہ ہونے سے موصوف ہے اور نہ کسی کیفیت میں محدود ہے اور نہ کسی جگہ ٹھہرا ہوا ہے اور نہ وہ کوئی جگہ ہے کہ کسی چیز کو جگہ دے۔ وہ حیّ ہے جس کی معرفت حاصل کی جاتی ہے، وہ ہمیشگی کے ساتھ مالک ہے، اس کی قدرت اور حکومت ہمیشہ رہنے والی ہے، اس نے جو چاہا اور جیسا چاہا پیدا کیا اپنے ارادہ سے، نہ اس کی کوئی حد ہے، نہ اس کا کوئی جزو ہے اور نہ وہ فنا ہونے والا ہے۔ وہ بغیر تغیر کے اوّل ہے اور بغیر کسی جگہ میں ہونے کے آخر ہے سوائے اس کی ذات کے ہر شے ہلاک ہونے والی ہے، خلق اور امر کا تعلق اسی سے ہے، وہ ذات پاک رب العالمین ہے۔ افسوس اے سائل تجھ پر! میرا رب وہ ہے جس کو اوہام نہیں گھیرتے اور شبہات اس کے ساحت قدس میں داخل نہیں ہوتے اور حدوث کا اس سے تعلق نہیں۔ اس سے کسی چیز کے متعلق سوال نہیں کیا جاتا ہے، وہ کوئی کام کر کے نادم نہیں ہوتا، نہ اسے اونگھ آتی ہے اور نہ نیند۔ آسمانوں میں، زمین میں اور جو ان کے درمیان ہے اور جو زمین کے نیچے ہے، سب اُسی کا ہے۔ [1]

بیان:

اور اس کے ہونے کے لیے "کیف" کا ہونا نہیں یعنی تحقیق اس کے ہونے کے لیے کیف کا متحقق ہونا نہیں اور اس کے مکان کے لیے وجود نہیں یعنی اس کے رہنے کے لیے کوئی چیز نہیں جو ذکر ہو ذہن میں یا باہر۔

"ولا کان خلوا من الملك قبل انشائه ولا یکون منه خلوا بعد ذهابه"

اس کا بیان اور تحقیق یہ ہے کہ بتحقیق مخلوق اگر چہ موجود نہیں تھی ازل میں اپنی ذات میں اور بعض کا بعض کی طرف قیاس کرنے پر کہ ازل ایک ظرف ہے مخلوق کے وجود کے لیے مگر بتحقیق مخلوق موجود تھی ازل میں اللہ کے لیے ایک جمعی وحدانی وجود میں جو متغیر نہیں ہوتا یعنی اس معنی میں کہ مخلوق کا لایزالی حادث وجود ثابت تھا اللہ تعالیٰ کے لیے ازل میں اور یہ اس طرح ہے جیسے بتحقیق موجودات ذہنی خارج میں موجود ہیں جب ان کے خارج میں قائم ہونے کی قید لگائی جائے۔ ذہن میں اور جب اس قید سے آزاد ہو تو ان موجودات کے لیے کوئی وجود نہیں سواء ذہن میں، بس ازل، قدیم اور حادث اور زمانوں پر وسعت رکھتا ہے۔ اور جو زمانوں میں ہے اور جو زمانوں سے خارج ہے اور ازل زمانے اور اس کے اجزاء کی طرح محدود اور ایسا تنگ نہیں ہے کہ جس کا بعض دوسرے بعض سے غائب ہو جاتا ہے۔ اور مقدم ہوتا ہے اس کا ایک جزء اور دوسرا جزء متاخر ہوتا ہے۔ بس بتحقیق حصر اور محدود ہونا اور تنگی اور غائب ہونا زمان اور مکان کی اور جو ان کے ساتھ مربوط ہے کی، خاصیتوں میں سے ہے۔ اور ازل

[1] التوحید: ۱۷۳؛ بحار الانوار: ۴/ ۲۹۹

یعنی: ایسے لوازم جو زمانے پر سبقت رکھتے ہوں اور وہ سبقت غیر زمانی ہو اور اللہ سبحانہ کے درمیان اور عالم اور جہان کے درمیان معین دوری نہیں ہے کیونکہ بتحقیق اگر وہ عالم موجود ہوتا تو اس جہان میں ہوتا اور اگر موجود نہیں تو کوئی چیز نہیں اور ان میں سے کسی ایک کی نسبت نہیں دی جاتی دوسرے کی طرف زمان کے پہلے ہونے کے اعتبار سے یا بعد میں ہونے کے اعتبار سے یا ساتھ ہونے کے اعتبار سے، زمانے کے حق سے اور عالم اور جہان کی ابتدا سے منتفی ہونے کی وجہ سے۔

پس لفظ ''متی'' کے ذریعے عالم کے بارے میں سوال کرنا ساقط ہو جاتا ہے جس طرح وہ ساقط ہے حق کے وجود کے بارے میں سوال کرنے میں کیونکہ بتحقیق ''متی'' سے سوال ہوتا ہے زمانے کے بارے میں اور اس عالم سے پہلے زمانہ نہیں تھا بس نہیں تھا مگر پاک اور خالص وجود جو عدم نہیں ہے اور وہ حق تعالی کا وجود ہے اور عدم سے وجود میں آنے والا وجود، عالم اور جہان کا وجود ہے پس عالم حادث ہے زمانے کے غیر میں اور بتحقیق اس مطلب کا سمجھنا اکثر پر مشکل ہوا ہے۔ ان کے اس وہم کی وجہ سے کہ ازل زمانے کا جزء ہے جو زمانے کے دوسرے اجزاء پر مقدم ہے۔ اور اگر اس کو زمانے کا نام نہ دیں تو بتحقیق وہ اس کے لیے معنی کو ثابت کرتے ہیں۔ اور وہم کرتے ہیں کہ بتحقیق خداوند متعال اس میں ہے اور کوئی موجود نہیں خدا کے سواء اس میں پھر اس نے اشیاء کو وجود دینا شروع کیا شئے شئے کر کے دوسرے اجزاء میں اس سے اور یہ ایک باطل وہم اور محال امر ہے۔

پس اللہ تعالی زمانے میں نہیں اور نہ ہی مکان میں ہے بلکہ وہ احاطہ رکھتا ہے ان دونوں پر اور ان میں جو کچھ ہے اور ان کے ساتھ جو کچھ ہے اور ان پر جو مقدم ہے۔

اور اس مقام پر تحقیق بات کے واضح ہونے کی اقتضا کرتی ہے اور علم مکنون کے در کو کھولنے کی اقتضا کرتی ہے تا کہ وہ عقل جو اوہام سے بھرے ہوئے ہیں ان کو وسعت اور قوت ملے۔

اور ہم اشارہ کریں گے اس میں سے ایک نور کی طرف اس شخص کے لیے جو اس کا اہل ہے۔

خداوند متعال سے یہ سوال کرتے ہوئے کہ وہ خود حفاظت فرمائے اس کی، باطل چیزوں کے ساتھ مجادلہ کرنے والے قاصروں سے جو اس لیے مجادلہ کرتے ہیں تا کہ باطل کے ذریعے حق کو مٹا دیں۔ ان شاء اللہ

پس ہم کہیں گے کہ یہ جاننا چاہیئے کہ بتحقیق خداوند متعال کی ذات کی، مخلوق کی طرف نسبت، روکتی ہے معیت اور لا معیت کے ذریعے مختلف ہونے سے، اگر نہ روکے تو پھر بعض کے ساتھ بالفعل ہو گی اور دوسرے بعض کے ساتھ بالقوۃ ہو گی نتیجے میں ذات سبحانہ وتعالی مرکب ہو گی دو جہتوں سے ایک فعل اور قوۃ سے اور اس کی صفات متغیر ہوں گی نئی چیزوں کے تغیرات کے حساب سے مگر خداوند متعال کی ذاتی نسبت وہ ہے جو فعلیہ ہے فقط اور تمام

اسباب او روجوہ سے غنی محض ہے اور اگر چہ حوادث زمانیہ میں سے نسبت واحدہ اور ایسی معیت قیومیہ ہو جو ثابت ہوتی ہے زمانے کے بغیر اور اصلاً متغیر نہیں ہوتی اور سارا اپنی استعداد کے مقدار کے ساتھ اپنے غنی ہونے کے ساتھ مستغنی ہے اپنے وقت اور مکان میں اپنی طاقت کے حساب سے اور بتحقیق اس کا فقر غنی نہ ہونا اور نقص اس کی ذات کی طرف قیاس کرنے اور اس کی ذات کی قابلیتوں کے ذریعے ہے۔ اور وہاں امکان اور قوت نہیں یقینا، بس مکان اور مکانیات سارے کے سارے اللہ سبحانہ وتعالی کی طرف نسبت دینے کے ساتھ ایک نقطے کی طرح ہیں وجود کی معیت میں اور زمان اور زمانیات اپنے زائل ہونے اور باقی رہنے کے ساتھ آن واحد کی طرح ہیں اس کے پاس۔ اور تمام موجودات کی شہادیات اور غیبیات اس سے فیض لینے میں ایک موجود کی طرح ہیں۔ (لقمان: ۲۸)۔''

آیت ہے کہ: تمہاری خلقت نہیں اور پلٹایا جانا نہیں مگر ایک نفس کی طرح ہے

اور بتحقیق مقدم ہونا اور متاخر ہونا اور نیا ہونا اور حاضر ہونا اور غائب ہونا ان سب میں ان کے بعض کے دوسرے بعض پر قیاس کرنے سے ہے اور ان مدارک میں ہے جو قید ہیں اس زمانے کی قید میں جو قیدی ہیں مکان کی قید میں اور یہ ہے کہ جس کی وجہ سے اوہام دھوکہ کھاتے ہیں اور پریشان ہوتے ہیں ان سے قاصر افہام۔

اور خدا کا قول ہے کہ: ''ہر روز وہ ایک کام میں مشغول ہے۔ (الرحمٰن: ۲۹)۔''

پس یہ جس طرح بعض اہل علم نے کہا ہے کہ: وہ ایسے کام ہیں جن کو ظاہر کرتا ہے نہ ابتدا کرتا ہے اور شاید کوئی شخص ان بعض معانی کو نہ سمجھے تو مضطرب ہوگا اور کہے گا کہ: کس طرح حادث کا وجود ازل میں ہے؟ یا کیسے اپنی ذات میں تغیر کرنے والا اپنے رب کے پاس ثابت ہے؟ یا کس طرح وہ امر جو کثرت دیتا ہے اور متفرق کرتا ہے سارا اکیلا ہوگا؟

کیسے امر زمانہ واقع ہوگا ان چیزوں میں جو غیر لازم ہیں ان امور کے درمیان ظاہر کے تقابل کے ساتھ۔

''بلا حیاۃ'' یعنی: اس کی حادث ہونے والی ذات پر زائد نہ ہونے والی حیات جیسے آئے گی اس کی دوری اور قادر ملک کسی شئے کے سائت سے پہلے جب اس کے لیے اس کی لم یزل ذات سے انشاء ہو۔

''ولا یصعق'' یعنی: اس پر اس کی مشیت کا پردہ نہ ہو جب نہ چاہے تو نہ کرے۔

جیسے کہا کہ: ''اور اگر چاہے تو اس کو قرار دے گا ساکن۔ (الفرقان: ۴۵)۔''

وہ ہے پہلے کیف کے بغیر اور بعد میں ''این'' کے بغیر جب اس کی اولیت کا وہم نہ ہو۔

''این'' اکتفا کی ہے اس میں ''کیف'' کی نفی پر، آخریت کے خلاف۔

ہر شئے ہلاک ہونے والی ہے سوا اس کے چہرے کے۔(القصص:۸۸)۔''
یعنی: اس کی ذات، اگر ہم ضمیر کو قرار دیں اللہ تعالی کے لیے اور اس کی استنادِ اللہ کی طرف ہے اگر اس کو قرار دیں شئے کے لیے۔
''ولا یجار من شیٔ ''الاجارۃ میں سے ہے، ظلم اور عذاب سے رہائی پانے کی معنی میں
''ولا یسئل عن شیٔ ''یعنی: کیوں انجام دیا۔
جیسے خدا کا قول ہے کہ: اس سے سوال نہیں کیا جائے اس کے بارے میں جو انجام نہیں دیا۔''(الانبیاء:۲۳)۔''

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔[1] لیکن میرے نزدیک حدیث موثق ہے کیونکہ قاسم بن محمد تحقیقاً ثقہ ثابت ہے اور علی بن ابوحمزہ واقفی ثقہ ہے اور اس پر پہلے گفتگو کی جا چکی ہے۔(واللہ اعلم)

4/275 الکافی،۱/۸۹/۴/۱ العدۃ عن البرقی عَنْ أَبِيهِ رَفَعَهُ قَالَ: اِجْتَمَعَتِ اَلْيَهُودُ إِلَى رَأْسِ اَلْجَالُوتِ فَقَالُوا لَهُ إِنَّ هَذَا اَلرَّجُلَ عَالِمٌ يَعْنُونَ أَمِيرَ اَلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ فَانْطَلِقْ بِنَا إِلَيْهِ نَسْأَلُهُ فَأَتَوْهُ فَقِيلَ لَهُمْ هُوَ فِي اَلْقَصْرِ فَانْتَظَرُوهُ حَتَّى خَرَجَ فَقَالَ لَهُ رَأْسُ اَلْجَالُوتِ جِئْنَاكَ نَسْأَلُكَ فَقَالَ سَلْ يَا يَهُودِيُّ عَمَّا بَدَا لَكَ فَقَالَ أَسْأَلُكَ عَنْ رَبِّكَ مَتَى كَانَ فَقَالَ كَانَ بِلاَ كَيْنُونِيَّةٍ كَانَ بِلاَ كَيْفٍ كَانَ لَمْ يَزَلْ بِلاَ كَمٍّ وَبِلاَ كَيْفٍ كَانَ لَيْسَ لَهُ قَبْلٌ هُوَ قَبْلَ اَلْقَبْلِ بِلاَ قَبْلٍ وَلاَ غَايَةٍ وَلاَ مُنْتَهًى اِنْقَطَعَتْ عَنْهُ اَلْغَايَةُ وَهُوَ غَايَةُ كُلِّ غَايَةٍ فَقَالَ رَأْسُ اَلْجَالُوتِ اِمْضُوا بِنَا فَهُوَ أَعْلَمُ مِمَّا يُقَالُ فِيهِ.

برقی نے اپنے والد سے مرفوع روایت کی ہے کہ کچھ یہودی راس الجالوت کے پاس جمع ہوئے اور کہا کہ یہ شخص یعنی امیر المومنین علیہ السلام عالم ہے پس ہمارے ساتھ ان کے پاس چلو تا کہ ان سے سوال کریں۔ پس وہ آئے تو ان سے کہا گیا: آپؑ قصر میں ہیں۔ جب آپؑ برآمد ہوئے تو راس الجالوت نے کہا: ہم آپ سے سوال کرنے آئے ہیں۔ امیر المومنین علیہ السلام فرمایا: جو چاہو سوال کرو۔
اس نے کہا: میں آپ کے رب کے متعلق پوچھتا ہوں کہ وہ کب سے ہے؟
آپؑ نے فرمایا: اس کے ہونے کی ابتدا نہیں، نہ اس کے لیے کوئی کیفیت ہے، وہ ہمیشہ سے ہے بغیر کسی مدت

[1] مرآۃ العقول: ۱/ ۳۱۳

اور کیفیت کے، وہ ہے کہ اور اس کے قبل کوئی نہیں اور پہلے سے پہلے ہے اس کی کوئی حد وانتہا نہیں اور انتہا کو اس سے تعلق ہی نہیں، وہ ہر انتہا کی انتہا ہے۔

راس الجالوت نے اپنے ساتھیوں سے کہا: اس کے بارے میں جتنا بھی کہا جائے یہ اس سے بھی زیادہ عالم ہے۔ [1]

بیان:

''راس الجالوت'' یہود کے علماء اور بزرگوں میں سے تھا۔

''بلا کم وبلا کیف'' اس کا تکرار کیا ہے لم یزل کے استدراک کے لیے یا دونوں صفتیں ہیں لم یزل کے لیے

''ولا غایۃ'' عنقریب اس کی تفسیر میں کلام آئے گا

''مما یقال فیہ'' یعنی: وہ شخص جس کی طرف علم کی نسبت دی جائے۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرفوع ہے۔ [2]

5/276 الکافی،۱/۸۹/۵/۱ العدۃ عن البرقی عن البزنطی عَنْ أَبِي اَلْحَسَنِ اَلْمَوْصِلِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: جَاءَ حِبْرٌ مِنَ اَلْأَحْبَارِ إِلَى أَمِيرِ اَلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ فَقَالَ يَا أَمِيرَ اَلْمُؤْمِنِينَ مَتَى كَانَ رَبُّكَ فَقَالَ لَهُ ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ وَ مَتَى لَمْ يَكُنْ حَتَّى يُقَالَ مَتَى كَانَ كَانَ رَبِّي قَبْلَ اَلْقَبْلِ بِلاَ قَبْلٍ وَ بَعْدَ اَلْبَعْدِ بِلاَ بَعْدٍ وَ لاَ غَايَةَ وَ لاَ مُنْتَهَى لِغَايَتِهِ اِنْقَطَعَتِ اَلْغَايَاتُ عِنْدَهُ فَهُوَ مُنْتَهَى كُلِّ غَايَةٍ فَقَالَ يَا أَمِيرَ اَلْمُؤْمِنِينَ أَ فَنَبِيٌّ أَنْتَ فَقَالَ وَيْلَكَ إِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ مِنْ عَبِيدِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ.

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ یہودیوں کا ایک عالم امیر المومنین علیہ السلام کے پاس آیا اور کہنے لگا یہ بتائیے کہ آپؑ کا رب کب سے ہے؟

آپؑ نے فرمایا: تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے! وہ کب نہ تھا کہ یہ کہا جائے کہ وہ کب سے ہے، وہ ہر شئے سے پہلے ہے اس سے پہلے کچھ نہیں، وہ ہر شے کے بعد ہے اس کے بعد کوئی نہیں اور اس کے لیے انتہا نہیں۔

[1] المحاسن:۱/ ۲۴۰؛ بحار الانوار:۳/ ۳۳۶و۳۰۴/ ۱۸۲؛ تفسیر کنز الدقائق:۱۳/ ۲۷؛ تفسیر نور الثقلین:۵/ ۲۳۲؛ الفصول المہمہ:۱/ ۱۶۷

[2] مرآۃ العقول:۱/ ۳۱۴

اس نے کہا: کیا آپؑ نبی ہیں؟

فرمایا: وائے ہو تجھ پر! میں محمد ﷺ کے غلاموں میں سے ایک غلام ہوں۔ [1]

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے [2] لیکن میرے نزدیک حدیث صحیح ہے کیونکہ البزنطی پر اجماع ہے کہ وہ ثقہ کے علاوہ کسی سے روایت نہیں کرتا لہٰذا الموصلی کا جہل مضر نہ ہوگا۔ (واللہ اعلم)

6/277 الكافى،١/٩٠/٥/١ وَ رُوِيَ أَنَّهُ سُئِلَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ أَيْنَ كَانَ رَبُّنَا قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ سَمَاءً وَ أَرْضاً فَقَالَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ أَيْنَ سُؤَالٌ عَنْ مَكَانٍ وَ كَانَ اَللَّهُ وَ لاَ مَكَانَ.

اور روایت کیا گیا ہے کہ امامؑ سے سوال کیا گیا کہ ہمارا رب زمین و آسمان کو پیدا کرنے سے پہلے کہاں تھا؟

آپؑ نے فرمایا: یہ سوال مکان سے ہے اور خدا کیلئے مکان نہیں۔ [3]

بیان:

"الحبر" "حاء" کے کسرے اور فتح کے ساتھ یہود کے احبار میں سے ایک یعنی یہود کے علماء میں سے اور کسرے کے ساتھ فصیح تر ہے۔

"ثکلتك" تجھے کھودے۔

"من عبید محمد ﷺ" شیخ صدوق نے اپنی کتاب توحید میں کہا یعنی اس کا مطیع بندہ۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے۔ [4]

7/278 الكافى،١/٩٠/٦/١ علی بن محمد عن سهل عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَمَاعَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: قَالَ رَأْسُ اَلْجَالُوتِ لِلْيَهُودِ إِنَّ اَلْمُسْلِمِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّ عَلِيّاً عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ مِنْ أَجْدَلِ اَلنَّاسِ وَ أَعْلَمِهِمْ اِذْهَبُوا بِنَا إِلَيْهِ لَعَلِّي أَسْأَلُهُ

---

[1] روضۃ الواعظین: ۱/ ۳۶؛ امالی صدوق: ۶۷۱؛ متشابہ القرآن: ۱/ ۵۸؛ الاحتجاج: ۱/ ۲۱۰؛ تفسیر کنز الدقائق: ۱۳/ ۲۷؛ تفسیر نور الثقلین: ۵/ ۲۳۳؛ التوحید: ۷۴؛ بحار الانوار: ۳/ ۲۸۳ و ۵۴/ ۱۶۰

[2] مرآۃ العقول: ۱/ ۳۱۴

[3] سابقہ حدیث کے حوالاجات

[4] مرآۃ العقول: ایضاً

عَنْ مَسْأَلَةٍ وَ أُخَطِّئُهُ فِيهَا فَأَتَاهُ فَقَالَ يَا أَمِيرَ اَلْمُؤْمِنِينَ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَسْأَلَكَ عَنْ مَسْأَلَةٍ قَالَ سَلْ عَمَّا شِئْتَ قَالَ يَا أَمِيرَ اَلْمُؤْمِنِينَ مَتَى كَانَ رَبُّنَا قَالَ لَهُ يَا يَهُودِيُّ إِنَّمَا يُقَالُ مَتَى كَانَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ فَكَانَ مَتَى كَانَ هُوَ كَائِنٌ بِلاَ كَيْنُونِيَّةٍ كَائِنٍ كَانَ بِلاَ كَيْفٍ يَكُونُ بَلَى يَا يَهُودِيُّ ثُمَّ بَلَى يَا يَهُودِيُّ كَيْفَ يَكُونُ لَهُ قَبْلٌ هُوَ قَبْلَ اَلْقَبْلِ بِلاَ غَايَةٍ وَ لاَ مُنْتَهَى غَايَةٍ وَ لاَ غَايَةَ إِلَيْهَا اِنْقَطَعَتِ اَلْغَايَاتُ عِنْدَهُ هُوَ غَايَةُ كُلِّ غَايَةٍ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّ دِينَكَ اَلْحَقُّ وَ أَنَّ مَا خَالَفَهُ بَاطِلٌ.

حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: یہودیوں کا ایک راس الجالوت یہودیوں کے پاس آیا اور ان سے کہا: اے یہودیو! مسلمانوں کا گمان ہے کہ علی علیہ السلام بہت بڑا عالم ہے اس کے مقابل مسلمانوں میں کوئی عالم نہیں میرے ساتھ چلو تا کہ ہم علی علیہ السلام سے ایک مسئلہ کے بارے میں سوال کرتے ہیں تا کہ یہ ثابت کردیں کہ مسلمان اپنے گمان میں خطا پر ہیں۔

پس وہ مل کر امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے امیر المومنین علیہ السلام! میں چاہتا ہوں کہ آپ سے ایک مسئلہ کے بارے میں سوال کروں۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے یہودی! جو تو چاہتا ہے اس کے بارے میں سوال کرو۔

اس نے کہا: اے امیر المومنین علیہ السلام! فرمائیں کہ ہمارا رب کب سے ہے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

اے یہودی! یہ اس کے بارے میں کہا جا سکتا ہے جو پہلے نہ ہو اور پھر اس کے بارے میں سوال کیا جائے کہ وہ کب سے ہے؟ وہ تھا بغیر اس کے کہ اس کو کوئی خلق کرے اور وہ بغیر کیفیت کے تھا۔ اے یہودی ہاں، ایسے ہی ہے۔

اس سے پہلے بھلا کیسے کوئی ہو سکتا ہے وہ ہر پہلے سے پہلے ہے، اس کی کوئی غایت و ابتدا نہیں اور نہ اس کی کوئی انتہا ہے اور اس کی غایت کی کوئی انتہا نہیں، سب غایات اس کے بارے منقطع ہیں، وہ ہر غایت کی غایت ہے۔ یہ سننے کے بعد اس رأس الجالوت نے عرض کیا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کا دین حق ہے جو اس دین کے خلاف اور علاوہ ہے وہ سب باطل ہے۔ [1]

[1] المحاسن: ١/ ٢٤٠؛ تفسیر کنز الدقائق: ١٣/ ٣٧؛ تفسیر نور الثقلین: ٥/ ٢٣٣؛ بحار الانوار: ٣/ ٣٣٦؛ الفصول المہمہ: ١/ ١٦٨

بیان:

لفظ ''او'' اس قول ''او اخطئہ'' میں ۔''الی ان فکان متی کان'' کی معنی میں ہے

یعنی: بس وہ وقت میں ہو تو اس میں ہو گا اور حادث ہو گا۔

بلا کینونیۃ کائن'' اضافے کے ساتھ۔

یعنی: کینونیت کے بغیر وہ ثابت ہو گا کائن کے لیے

''بلا کیف یکون'' یکون میں ضمیر ہے جو پلٹتی ہے ''کیف'' کی طرف۔

اور احتمال ہے کہ وہ ضمیر رب کی طرف پلٹتی ہو۔

اور جب ہو اللہ کی وہ ذاتی قبلیت (پہلے ہونا) جو منحصر ہے فاعل اور غایت میں اور غایت جو فاعل کی فاعلیت کا سبب ہے تو واضح کیا اس کو اس کے غایت الغایات ہونے کے ذریعے یعنی اس سے غایت قریبہ کی نفی کی بلا غایت والے قول کے ساتھ اور غایت بعیدہ کی نفی کی ولا منتھی غایۃ کے قول کے ساتھ۔

پھر اپنے اس قول کے ساتھ ''**ولا غایت الیھا انقطعت الغایات عندہ**''

تصریح کی کہ بتحقیق وہ غایت جو نفی کرتی ہے وہ وہ غایت ہے جو اس کی ذات پر زائد ہے۔

بس اس کا قول ''عندہ'' مربوط ہے اس قول سے کہ غایت نہیں ہے اس معنی میں کہ غایت نہیں اس کے پاس اس غایت تک کہ اس کی ذات کے بغیر غایات منقطع ہوں بلکہ وہ خود غایت ہے ہر غایت کی۔

اور توحید صدوق میں ہے کہ: ''اس کی طرف کوئی غایت نہیں ایسی غایت کہ منقطع ہوں ہوں جس کے پاس غایات بس وہ ہر غایت کی غایت ہے اور شاید یہ بہترین ہے اور احتمال ہے کہ اس کا یہ قول اشارہ ہو کہ ''بلا غایۃ'' غایت سابقہ کی طرف''۔

اور اس کا قول ''ولا منتھی غایۃ'' اشارہ ہو غایت لاحقہ کی طرف اور اس وقت دونوں غایتیں ان سے پہلے والے سے منقطع ہوں گی۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔[1]

8/279 الکافی،۱/۹۰/۷/۱ عنه رَفَعَهُ عَنْ زُرَارَةَ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ أَ كَانَ اَللَّهُ وَ لاَ شَيْءَ قَالَ نَعَمْ كَانَ وَ لاَ شَيْءَ قُلْتُ فَأَيْنَ كَانَ يَكُونُ قَالَ وَ كَانَ مُتَّكِئاً فَاسْتَوَى جَالِساً وَ قَالَ

[1] مرآۃ العقول: ۱/ ۳۱۵

أَحَلْتَ يَا زُرَارَةُ وَ سَأَلْتَ عَنِ اَلْمَكَانِ إِذْ لاَ مَكَانَ.

ترجمہ: زرارہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوجعفر محمد باقر علیہ السلام کی خدمت اقدس میں عرض کیا: آیا اللہ اس وقت تھا جب کوئی چیز بھی نہ تھی؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: ہاں، اللہ اس وقت تھا جب کوئی چیز بھی نہیں تھی۔

میں نے پھر عرض کیا: پھر وہ کہاں تھا؟

آپ علیہ السلام تکیہ لگا کر بیٹھے ہوئے تھے یہ سن کر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا: تو نے ایسی چیز کے بارے میں سوال کیا ہے جو محال ہے کیونکہ تو نے لامکان کے مکان کے بارے میں سوال کر دیا ہے۔ [1]

بیان:

''کان'' کان یکون میں ربط دینے کے لیے ہے

''قال'' یعنی: زرارہ نے کہا۔

''أحلت'' یعنی: محال بات کی ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرفوع ہے۔ [2]

9/280 الكافی،۱/۸/۹۰/۱ عنه عن سهل عن محمد بن الوليد عن البزنطی عن أبی الحسن الموصلی عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: أَتَى حِبْرٌ مِنَ اَلْأَحْبَارِ أَمِيرَ اَلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ فَقَالَ يَا أَمِيرَ اَلْمُؤْمِنِينَ مَتَى كَانَ رَبُّكَ قَالَ وَيْلَكَ إِنَّمَا يُقَالُ مَتَى كَانَ لِمَا لَمْ يَكُنْ فَأَمَّا مَا كَانَ فَلاَ يُقَالُ مَتَى كَانَ كَانَ قَبْلَ اَلْقَبْلِ بِلاَ قَبْلٍ وَ بَعْدَ اَلْبَعْدِ بِلاَ بَعْدٍ وَ لاَ مُنْتَهَى غَايَةٍ لِتَنْتَهِيَ غَايَتُهُ فَقَالَ لَهُ أَ نَبِيٌّ أَنْتَ فَقَالَ لِأُمِّكَ اَلْهَبَلُ إِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ مِنْ عَبِيدِ رَسُولِ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ.

ترجمہ: حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: یہودی علماء میں سے ایک عالم امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔

اے امیر المومنین! آپ کا رب کب سے ہے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: تیرے لیے افسوس ہے! یہ سوال اس کے بارے میں کہا جا سکتا ہے جو پہلے نہ ہو اور بعد

---

[1] تفسیر کنز الدقائق: ۱۳/ ۴۳؛ تفسیر نور الثقلین: ۵/ ۲۳۳؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۱۲۹؛ بحار الانوار: ۵۴/ ۱۶۰

[2] مرآۃ العقول: ۱/ ۳۱۶

میں ہوا ہو پھر سوال کیا جائے گا کہ وہ کب سے ہے اور جو ہر قبل سے قبل ہو اور اس سے قبل کوئی نہ ہو اس کے بارے میں یہ سوال نہیں کیا جاسکتا اور جو ہر بعد کے بعد ہو اور اس کے بعد کوئی نہ ہو، اس کی غایت کی کوئی انتہا نہیں تا کہ اس کی غایت کی انتہا ہو جائے۔

اس نے عرض کیا: کیا آپ نبی ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: تیری ماں تیرے غم میں روئے! میں نبی نہیں ہوں بلکہ میں تو رسول خدا ﷺ کے غلاموں میں سے ایک غلام ہوں۔ [1]

بیان:

''الھبل'' ''ھاء'' اور ''باء'' متحرک ہیں یعنی تیری ماں تجھے کھودے۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے [2] لیکن میرے نزدیک حدیث صحیح ہے اور اس کی وجہ حدیث ۲۷۶ کے تحت بیان کی جا چکی ہے۔ (واللہ اعلم)

10/281 الکافی،۱/۹/۹۴/۱ علی عن أبیه عن الحسن بن علی عن الیعقوبی عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِنَا عَنْ عَبْدِ ٱلْأَعْلَى مَوْلَى آلِ سَامٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ ٱللَّهِ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ قَالَ: إِنَّ يَهُودِيّاً يُقَالُ لَهُ سُبَّخْتُ جَاءَ إِلَى رَسُولِ ٱللَّهِ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ ٱللَّهِ جِئْتُ أَسْأَلُكَ عَنْ رَبِّكَ فَإِنْ أَنْتَ أَجَبْتَنِي عَمَّا أَسْأَلُكَ عَنْهُ وَإِلاَّ رَجَعْتُ قَالَ سَلْ عَمَّا شِئْتَ قَالَ أَيْنَ رَبُّكَ قَالَ هُوَ فِي كُلِّ مَكَانٍ وَلَيْسَ فِي شَيْءٍ مِنَ ٱلْمَكَانِ ٱلْمَحْدُودِ قَالَ وَ كَيْفَ هُوَ قَالَ وَ كَيْفَ أَصِفُ رَبِّي بِالْكَيْفِ وَ ٱلْكَيْفُ مَخْلُوقٌ وَ ٱللَّهُ لاَ يُوصَفُ بِخَلْقِهِ قَالَ فَمِنْ أَيْنَ يُعْلَمُ أَنَّكَ نَبِيُّ ٱللَّهِ قَالَ فَمَا بَقِيَ حَوْلَهُ حَجَرٌ وَ لاَ غَيْرُ ذَلِكَ إِلاَّ تَكَلَّمَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ يَا سُبَّخْتُ إِنَّهُ رَسُولُ ٱللَّهِ صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَقَالَ سُبَّخْتُ مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ أَمْراً أَبْيَنَ مِنْ هَذَا ثُمَّ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ ٱللَّهُ وَ أَنَّكَ رَسُولُ ٱللَّهِ.

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ایک سبخت نامی یہودی حضرت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: میں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں اگر آپ نے جواب دیا تو ٹھیک ہے ورنہ واپس چلا جاؤں گا۔

---

[1] الاحتجاج:۱/۲۱۰؛ تفسیر کنز الدقائق:۱۳/۲۷۴؛ التوحید:۱۷۴؛ تفسیر نور الثقلین:۵/۲۳۳؛ بحار الانوار:۳/۲۸۳

[2] مرآۃ العقول:۱/۳۱۶

آپؑ نے فرمایا: جو چاہو سوال کرو۔

اس نے کہا: یہ بتائیے کہ آپ کا رب کہاں ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ہر جگہ ہے کسی مکان میں محدود نہیں۔

اس نے کہا: پھر وہ کس حال میں ہے؟

فرمایا: میں اپنے رب کی کیفیت کیوں کر بتاؤں؟ کیفیت تو اس کی مخلوق ہے اور مخلوق کے وصف سے اس کی تعریف نہیں ہوسکتی۔

اس نے کہا: پھر پتہ چلے گا کہ آپ اللہ کے نبی ہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ کوئی حجر یا مدار ایسا باقی نہ رہا جس نے صاف عربی میں یہ نہ کہا ہو: اے سبخت! یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

یہ سن کر سبخت نے کہا: میں نے آج سے زیادہ اس معاملہ میں واضح اور روشن معجزہ نہیں دیکھا۔

پھر اس نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ [1]

بیان:

الیعقوبی "یاء" کے اور "عین" کے ساتھ پھر قاف کے ساتھ جس طرح "الایضاح" میں اس کی تصحیح کی گئی ہے۔

اور اس کو وارد کیا ہے الفاضل الاسترابادی نے "یاء" کے حرف میں۔

اور نقل کیا ہے میرے والد رحمہ اللہ نے شہید ثانی طاب ثراہ کے خط سے 'باء' کے ساتھ اس کے اول میں اور بتحقیق بعقوب "با" کے ساتھ بغداد کے گاؤں میں سے ایک گاؤں ہے۔

اور اس کا نام دونوں فرض کی بنا پر داؤد بن علی الھاشمی ہے اور وہ ثقہ ہے اور اس روایت کے طرق میں سے شیخ صدوق کا طریق کتاب توحید میں اس کی اسناد کے ساتھ عبداللہ بن جعفر الازھری سے، اس کے والد سے، جعفر بن محمد سے، ان کے والد محمد بن علی سے، ان کے والد علی بن الحسین سے، ان کے والد سے، علیہم السلام امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے اپنے خطبوں میں سے ایک میں حاضر لوگوں سے فرمایا:

آپ میں سے کون حاضر تھا جب ایک شخص سبخت نامی یہودی فارسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات کر رہا تھا؟

تو وہاں حاضر لوگوں نے کہا: ہم میں سے کوئی بھی حاضر نہ تھا؟

[1] قصص الانبیاء راوندی: ۲۸۳؛ اثبات الھداۃ: ۱/ ۲۴۶؛ التوحید: ۳۰۹؛ بحار الانوار: ۳/ ۳۳۲ و ۱۷/ ۲۷۳؛ بصائر الدرجات: ۱/ ۵۰۱

امام علی علیہ السلام نے فرمایا:
لیکن میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ وہاں حاضر تھا کہ ایک سخت نامی یہودی جو کہ ایران کے بادشاہوں میں سے تھا، آنحضرت کے پاس آیا غصے میں لگتا تھا۔
اس نے کہا: اے محمد! لوگوں کو کس چیز کی دعوت دے رہے ہو؟
پیغمبر اکرم نے فرمایا: لوگوں کو خداوند کی وحدانیت کی گواہی دینے اور یہ کہ خدا کا شریک نہیں اور محمد اس کا بندہ اور رسول ہے، کی طرف دعوت دے رہا ہوں
سخت یہودی نے کہا: اے محمد! خدا کہاں ہے؟
پیغمبر اکرم نے فرمایا: وہ، اپنی آیتوں اور نشانیوں کے ذریعے ہر جگہ پر ہے
یہودی نے کہا: وہ کیسا ہے؟ (اس کی کیفیت کے بارے میں پوچھا)
فرمایا: اس کے لیے کیفیت اور مکان نہیں ہے کیونکہ خود خدا نے کیفیت کو کیفیت عطا کی ہے اور مکان کو کیفیت اور مکان عطا کیا ہے
یہودی مرد نے کہا:
خدا کہاں سے آیا ہے؟
فرمایا: اس کو یہ نہیں کہا جاتا کہ وہ آیا ہے کیونکہ آتا وہ ہے جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جبکہ ہمارے پروردگار کی مکان اور منتقل ہونے سے تعریف و توصیف نہیں ہوتی بلکہ وہ ہمیشہ سے ہے اور رہے گا بغیر اس کے کہ کوئی مکان ہو اس کا
یہودی نے کہا: اے محمد! وہ پروردگار جو کیفیت نہ رکھتا ہو اس کو کیسے پہچانوں یا تعریف کروں اور کس طرح پہچانوں کہ خدا نے تجھے بھیجا ہے؟
اس وقت ہمارے نزدیک جو کچھ تھا، پتھر، کلوخ، پہاڑ، درخت، حیوان، سب نے وہاں کہا: گواہی دیتا ہوں کہ کوئی خدا نہیں سوا اکیلے خدا کے اور محمد اس کا بندہ اور رسول ہے
مولا امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: میں نے بھی یہی کہا: کوئی خدا نہیں سوا اکیلے خدا کے اور محمد اس کا بندہ اور رسول ہے۔
تو یہودی نے امیر المومنین کی طرف اشارہ کر کے پوچھا: اے محمد! یہ کون ہے؟
تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ شخص یعنی امیر المومنین علیہ السلام میرے اہل عیال میں سے بہترین شخص ہے اور تمام مخلوق سے میرے نزدیک ترین ہے اس کا گوشت میرا گوشت ہے اور اس کا خون میرا خون ہے اور اس کا

روح میری روح ہے اور وہ میرا میری حیات اور زندگی میں وزیر ہے اور میری وفات کے بعد میرا خلیفہ ہے جس طرح ہارون موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھا مگر بتحقیق میرے بعد نبی نہیں آئے گا، بس اس سے سنو اور اس کی اطاعت کرو بتحقیق یہ حق پر ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس یہودی کا نام عبداللہ رکھا۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے۔ [1]

11/282 الکافی،۱/۱۰۳/۱۲/۱ علی بن محمد عن سهل وَ عَنْ غَيْرِهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ اَللَّهِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ قَالَ: إِنَّ اَللَّهَ عَظِيمٌ رَفِيعٌ لاَ يَقْدِرُ اَلْعِبَادُ عَلَى صِفَتِهِ وَ لاَ يَبْلُغُونَ كُنْهَ عَظَمَتِهِ ﴿لاٰ تُدْرِكُهُ اَلْأَبْصٰارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ اَلْأَبْصٰارَ وَ هُوَ اَللَّطِيفُ اَلْخَبِيرُ﴾ وَ لاَ يُوصَفُ بِكَيْفٍ وَ لاَ أَيْنٍ وَ حَيْثٍ وَ كَيْفَ أَصِفُهُ بِالْكَيْفِ وَ هُوَ اَلَّذِي كَيَّفَ اَلْكَيْفَ حَتَّى صَارَ كَيْفاً فَعَرَفْتُ اَلْكَيْفَ بِمَا كَيَّفَ لَنَا مِنَ اَلْكَيْفِ أَمْ كَيْفَ أَصِفُهُ بِأَيْنٍ وَ هُوَ اَلَّذِي أَيَّنَ اَلْأَيْنَ حَتَّى صَارَ أَيْناً فَعُرِفَتِ اَلْأَيْنُ بِمَا أَيَّنَ لَنَا مِنَ اَلْأَيْنِ أَمْ كَيْفَ أَصِفُهُ بِحَيْثٍ وَ هُوَ اَلَّذِي حَيَّثَ اَلْحَيْثَ حَتَّى صَارَ حَيْثاً فَعُرِفَتِ اَلْحَيْثُ بِمَا حَيَّثَ لَنَا مِنَ اَلْحَيْثِ فَاللَّهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى دَاخِلٌ فِي كُلِّ مَكَانٍ وَ خَارِجٌ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ﴿لاٰ تُدْرِكُهُ اَلْأَبْصٰارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ اَلْأَبْصٰارَ﴾ لاَ إِلَهَ إِلاَّ هُوَ اَلْعَلِيُّ اَلْعَظِيمُ ﴿وَ هُوَ اَللَّطِيفُ اَلْخَبِيرُ﴾.

عبداللہ بن سنان نے حضرت عبداللہ علیہ السلام سے نقل کیا کہ آپ نے فرمایا: یقیناً اللہ عظیم اور بلند و رفیع ہے بندے اس کی توصیف پر قادر نہیں ہیں اور اس کی عظمت کی حقیقت و کنہ تک کوئی رسائی نہیں رکھتا آنکھیں اس کو درک نہیں کر سکتیں لیکن وہ آنکھیں کو درک کر لیتا ہے وہ لطیف و خبیر ہے اور اس کو کیفیت کے ذریعے متصف نہیں کیا جا سکتا اور نہ مکان و زمان سے۔ بھلا کیف و کیفیت سے اس کو متصف کیسے کیا جا سکتا ہے جبکہ کیف کو کیف بنانے والا وہ خود ہے تب کیف بنا ہے اور کیف کی معرفت اس وقت حاصل ہوئی جب اس نے ہمارے لیے کیف کو قرار دیا اور پھر اس کو مکان این کے ذریعے کیسے متصف کیا جا سکتا ہے۔ جبکہ وہ ہی تو ہے جس نے این کو زینت بخشی ہے۔ پھر وہ این ہوا ہے اور این کی معرفت اس وقت ہوئی جب اس نے این کو ہمارے لیے این قرار دیا۔ اور اس

[1] مرآۃ العقول: ۱/۳۲۶

کوحیث (زمان) کے ساتھ کیسے متصف کیا جاسکتا ہے جبکہ حیث کواس نے حیث قرار دیا تب جا کر وہ حیث حیث بنا اوراس حیث کی معرفت اس وقت حاصل ہوئی جب اس نے ہمارے حیث کوحیث کوقرار دیا۔اللہ بابرکت اور بلند و بالاتر ہے وہ ہر جگہ ہے اور ہر چیز سے باہر ہے ابصار اس کو درک نہیں کرسکتیں لیکن وہ ابصار کو درک کرتا ہے سوائے اس کے کوئی معبود نہیں وہ علی وعظیم ہے وہ لطیف وخبیر ہے۔[1]

بیان:

محمد بن سلیمان وہی ابو طاہر الزراری ہے جو ثقہ ہے اور علی بن ابراہیم وہی الجعفری ہے جیسا کہ اس پر شیخ صدوق نص لائے ہیں۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔[2] لیکن میرے نزدیک حدیث مجہول ہے (واللہ اعلم)۔

۳۳۔باب النسبة وتفسیر سورة التوحید

نسبت اور سورہ توحید کی تفسیر

1/283 الکافی،۱/۱/۹۱/۱ القمیان عن صفوان عن الخراز عن محمد عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: إِنَّ اَلْيَهُودَ سَأَلُوا رَسُولَ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَقَالُوا اُنْسُبْ لَنَا رَبَّكَ فَلَبِثَ ثَلاَثاً لاَ يُجِيبُهُمْ ثُمَّ نَزَلَتْ (قُلْ هُوَ اَللّٰهُ أَحَدٌ) إِلَى آخِرِهَا.

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: یہودیوں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ ہمارے واسطے اپنے رب کا تعارف کرائیے تو آپؐ نے تین مرتبہ توقف فرمایا اوران کو جواب نہیں دیا پھر "قُلْ هُوَ اَللّٰهُ أَحَدٌ" پوری سورت نازل ہوئی۔[3]

بیان:

عین یہی روایت شیخ صدوق رحمہ اللہ نے اپنی کتاب توحید میں نقل کی ہے۔

[1] التوحید:۵ا۱؛الفصول المہمہ:۱/ ۱۸۳؛بحارالانوار:۴/ ۲۹۷

[2] مراۃالعقول:۱/ ۳۵۴

[3] التوحید:۹۳؛تفسیر البرہان:۵/ ۸۰۰و۸۰۶؛تفسیر کنزالدقائق:۱۴/ ۵۰۵و۵۱۴؛تفسیر نورالثقلین:۵/ ۷۰۶؛بحارالانوار:۳/ ۲۲۰؛تفسیر الصافی:۵/ ۳۹۰

اوراس کے آخر میں یہ بڑھاتے ہوئے لکھا ہے:

بس میں نے ان کو کہا: الصمد کیا ہے؟

انہوں نے فرمایا: وہ ذات جو جوڑتی نہیں ہے۔

اور الربیع ابن مسلم سے روایت ہے کہ اس نے کہا: میں نے ابا الحسن علیہ السلام سے سنا کہ ان سے الصمد کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: الصمد وہ ذات ہے جس کے لیے جوف نہیں یعنی وہ خالی نہیں یا ڈرتا نہیں

علوم حقیقیہ میں ہمارے استاد صدر المحققین طاب ثراہ نے کہا:

جب ممکن ہو اس کا وجود ایک امر ہو زائد اس کی اصلی ذات پر اور اس کی ذات کی اقتضا پر اور اس کا باطن عدم اور لا شئے ہو یعنی اس کا اندر خالی ہو تو اس کو شباہت دی جاتی ہے اجوف کے ساتھ جیسے اندر سے خالی ہو کوئی چیز، اور گیند وغیرہ جو اندر سے خالی ہے۔

کیونکہ اس کا باطن جو اس کی ذات ہے محض لا شئے ہے اور اس کا وجود جس کے ذریعے وہ احاطہ رکھتا ہے اور وہ اس کا غیر ہے۔

اور وہ جس کی ذات وجوب ہے اور وہ وجود ہے بغیر کسی عدم کے شک اور شائبے کے تو اس ذات کو الصمد کے ساتھ استعارہ کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔

ان کا کلام ختم ہوا۔

اور عنقریب دوسرے کلمات الصمد کی معنی اور تاویل میں آئیں گے ان شاء اللہ۔

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔[1]

2/284 الکافی،۱/۲/۹۱/۱ محمد عن البرقی عن علی بن الحکم عن الخراز و محمد عن ابن عیسی و محمد بن الحسین عن السراد عَنْ حَمَّادِ بْنِ عَمْرٍو اَلنَّصِيبِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ عَنْ (قُلْ هُوَ اَللّٰهُ أَحَدٌ) فَقَالَ نِسْبَةُ اَللَّهِ إِلَى خَلْقِهِ أَحَداً صَمَداً أَزَلِيّاً صَمَدِيّاً لاَ ظِلَّ لَهُ يُمْسِكُهُ وَ هُوَ يُمْسِكُ اَلْأَشْيَاءَ بِأَظِلَّتِهَا عَارِفٌ بِالْمَجْهُولِ مَعْرُوفٌ عِنْدَ كُلِّ جَاهِلٍ فَرْدَانِيّاً لاَ خَلْقُهُ فِيهِ وَ لاَ هُوَ فِي خَلْقِهِ غَيْرُ مَحْسُوسٍ وَ لاَ مَجْسُوسٍ (لاٰ تُدْرِكُهُ اَلْأَبْصٰارُ) عَلاَ

[1] مرآۃ العقول:۱/ ۳۱۷

فَقَرُبَ وَ دَنَا فَبَعُدَ وَ عُصِيَ فَغَفَرَ وَ أُطِيعَ فَشَكَرَ لاَ تَحْوِيهِ أَرْضُهُ وَ لاَ تُقِلُّهُ سَمَاوَاتُهُ حَامِلُ الْأَشْيَاءِ بِقُدْرَتِهِ دَيْمُومِيٌّ أَزَلِيٌّ لاَ يَنْسَى وَ لاَ يَلْهُو وَ لاَ يَغْلَطُ وَ لاَ يَلْعَبُ وَ لاَ لِإِرَادَتِهِ فَصْلٌ وَ فَصْلُهُ جَزَاءٌ وَ أَمْرُهُ وَاقِعٌ (لَمْ يَلِدْ) فَيُورَثَ (وَلَمْ يُولَدْ) فَيُشَارَكَ (وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُواً أَحَدٌ).

حماد بن عمرو النصیبی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام سے ''قل ھو اللہ احد'' کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: اللہ کی نسبت اپنی مخلوق سے یہ ہے کہ وہ احد ہے، بے نیاز ہے، ازلی ہے، صمدی ہے یعنی سب اس کے محتاج ہیں۔ اس کا کوئی سایہ نہیں کہ جو اس کو پکڑ سکے وہ ہر اور لیکن تمام اشیاء کا سایہ اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔ وہ ہر مجہول کو جاننے والا ہے اور وہ ہر جہل کے نزدیک معروف ہے، وہ یکتا و واحد ہے کوئی مخلوق اس سے نہیں اور وہ کسی مخلوق سے نہیں ہے۔ وہ محسوس نہیں ہوسکتا، اس کو لمس نہیں کیا جاسکتا اور آنکھیں اس کو دیکھ نہیں سکتیں۔ وہ بلند ہوتے ہوئے بھی قریب ہے اور قریب ہوتے ہوئے بعید ہے۔ جو نافرمانی کرے اس کو بخشنے والا ہے اور جو اس کی اطاعت کرے اس کو جزاء دینے والا ہے، زمین اس کا حاطہ نہیں کرسکتی۔ آسمان اس کو اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتے۔ وہ تمام اشیاء کو اپنی قدرت سے اٹھانے والا ہے۔ اس کی کوئی ابتدا نہیں وہ ہمیشہ سے ہے اور اس کی کوئی انتہا نہیں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اس کو نسیان لاحق نہیں ہوگا اور فضول و بے ہودہ کام نہیں کرتا۔ وہ غلطی نہیں کرتا۔ کھیل کود نہیں کرتا۔ اس کو ارادہ سے کوئی روکنے والا نہیں۔ اس کا فضل اس کی جزاء ہے اس کا امر واقع ہو کر رہے گا۔ وہ کسی سے پیدا نہیں ہوتا کہ وہ کسی سے میراث حاصل کرے اور کوئی اس سے پیدا نہیں ہوا تا کہ کوئی اس کا شریک ہو اور اس کا کوئی کفو نہیں ہے۔ [1]

بیان:

''نسبۃ اللہ الی خلقہ'' وہ اپنے ماسواہ سے یعنی غیر سے منزہ ہے

''لاظل لہ یمسکہ'' یعنی اس کا جسم نہیں ہے

ابن عباس کی حدیث میں ہے کہ: کافر اللہ کے غیر کو سجدہ کرتا ہے اور اس کا سایہ اللہ کو سجدہ کرتا ہے یعنی اس کا جسم اور بتحقیق جسم کے لیے کہا گیا ہے ''الظل'' کیونکہ سایہ جسم سے ہوتا ہے اور کیونکہ سایہ روح کے لیے ہوتا ہے کیونکہ جسم تاریکی اور ظلمانی ہے اور روح نورانی ہے اور سایہ جسم کا تابع ہے اس کی جسمانی، نفسانی حرکت کرنے کے ساتھ وہ سایہ حرکت کرتا ہے اور سایہ ساکن ہوتا ہے نفسانی جسم کے ساکن ہونے کے ساتھ

''باظلتھا'' یعنی: جسموں اور سایوں کے ساتھ

---

[1] التوحید: ۵۷؛ تفسیر کنز الدقائق: ۷/ ۵۴۰؛ تفسیر البرہان: ۵/ ۸۰۰؛ بحارالانوار: ۳/ ۲۸۴

''عارف بالمجھول''یعنی عارف ہے مجھول چیزوں کا یعنی وہ جو مخلوق کے لیے مجہول ہیں غائب چیزوں میں سے ان معدوم چیزوں میں سے جو نہ ظاہر ہوتی ہیں اور نہ وجود میں آتی ہیں۔

''معروف عند کل جاھل''یعنی: بتحقیق نفسوں کی جبلت اور فطرت میں اس کی معرفت رکھی گئی ہے اور اس کے وجود کی تصدیق رکھی گئی ہے اور یہ اس کے نور کے پھیلنے اور اس کی رحمت کے وسیع ہونے اور اس کے جودو کرم کے فیض کی وجہ سے ہے۔

''ولا تقله سماواته''یعنی توان کو اٹھا نہیں سکتا

''ولا لارادته فصل''یعنی: اس کی مراد

''و فصله جزاء''یعنی: ان کے بندوں کے درمیان فاصلہ ڈالا۔

یہ قول اشارہ ہے اللہ کے قول کی طرف کہ فرمایا: ''قیامت کے دن ان میں جدائی ڈالے گا۔ (الحج:۱۷)۔''

یعنی: ان کے لیے جزاء

شیخ صدوق رحمہ اللہ نے اپنی اسناد کے ساتھ، ابی البختری وھب ابن وھب القرشی سے، ابوعبداللہ امام صادق علیہ السلام سے، انہوں سے اپنے والد محمد بن علی الباقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے اللہ کے قول ''قل ھو اللہ احد'' میں انہوں نے فرمایا: قل یعنی: ظاہر کرو اس کو جو ہم نے تمہاری طرف وحی کی ہے اور جس کی ہم نے آپ کو ان حروف کی تالیف کے ساتھ خبر دی ہے جو ہم نے آپ کے لیے قرائت کیے تا کہ وہ شخص ہدایت پائے جو ان کو سنے اور وہ گواہ بنے۔

''ھو'' اسم ہے جس سے کنایہ کیا جاتا ہے اور اشارہ کیا جاتا ہے غائب کی طرف بس ''الھاء'' تنبیہ ہے ثابت معنی پر اور ''واؤ'' اشارہ ہے حواس سے غائب کی طرف

جیسے تمہارا لفظ ''ھذا'' کہنا، اشارہ ہے حواس کے ساتھ دیکھنے والے کی طرف

اور بتحقیق کافر لوگ اپنے خداؤں کے بارے میں بتاتے تھے حرف اشارہ شاہد اور مدرک کے ساتھ

بس انہوں نے کہا: یہ ہمارے خدا ہیں جو محسوس ہوتے ہیں اور دیکھے جاتے ہیں آنکھوں کے ساتھ، بس اے محمد آپ بھی اشارہ کرو اپنے خدا کی طرف تا کہ ہم اس کو دیکھیں اور درک کریں

تو خداوند متعال نے نازل کیا ''قل ھو''

بس ھاء ثابت کے لیے تثبیت ہے اور ''الواو'' اشارہ ہے اس کی طرف جو آنکھوں سے غائب ہے اور حواس کے لمس سے غائب ہے اور خدا کی ذات اس طرح ہے بلکہ وہ آنکھوں کو درک دینے والا اور حواس کا خلق کرنے والا ہے۔

باقر العلوم علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ کی معنی وہ معبود ہے جس کی مائیت کے درک سے اور اس کی کیفیت کے احاطے کے درک کرنے سے، مخلوق متحیر اور عاجز ہو۔

اور عرب کہتے ہیں اُلہ الرجل جب وہ متحیر ہو کسی چیز میں اور علم اس کا علم کے ذریعے احاطہ نہ ہو۔

وُلہ، جب ڈرے کسی چیز سے اس چیز سے جس سے اس کو ڈرایا جائے۔

و''الالہ'' وہ جو مخلوق کے حواس سے چھپا ہوا ہو۔

امام باقر العلوم علیہ السلام نے فرمایا:

''احد'' یعنی اکیلا اور منحصر ہے فرد میں اور راحد او رواحد ایک ہی معنی میں ہیں اور وہ یعنی جو منحصر ہو ایسے فرد میں جس کی کوئی مثال نہیں ہے۔

اور توحید، اس کے ایک ہونے کے اقرار کرنے سے ہے کہ جو انفراد کی معنی میں ہے اور رواحد وہ جو سب سے جدا ہے کہ جو نہ کسی شئے سے نکلا ہے اور نہ کسی چیز کے ساتھ متحد اور ایک ہوتا ہے

یہاں انہوں نے کہا کہ: عدد ایک سے یعنی واحد سے بنتے ہیں اور خود واحد عدد نہیں کیونکہ لفظ عدد ایک واحد کو نہیں کہتے بلکہ عدد دو کو کہتے ہیں بس خدا کے اس کلام کی معنی کہ اس نے قرآن میں فرمایا: اللہ احد، اللہ الصمد، مطلب کہ وہ معبود کہ جس کے ادراک اور کیفیت سے مخلوق متحیر ہو جو اپنی الٰہیت میں اکیلا ہے اور عالی اور بلند ہے اس سے کہ وہ اپنی مخلوقات کی صفتیں رکھتا ہو۔

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: کہ مجھے میرے بابا زین العابدین علیہ السلام نے حدیث بتائی انہوں نے اپنے والد حسین بن علی علیہم السلام سے بتحقیق انہوں نے فرمایا کہ: صمد وہ ہے جو اندر سے خالی نہ ہو اور صمد وہ شخص کے جس پر سرداری ختم ہو۔

اور صمد وہ ہے جو کھاتا نہیں ہے اور پیتا نہیں ہے اور سوتا نہیں ہے اور صمد وہ ہے جو ہمیشہ تھا اور رہے گا۔

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: محمد بن الحنفیہ کہتے تھے الصمد یعنی: جو اپنی ذات میں قائم ہو اور اپنے غیر سے غنی ہو

اور اس کے غیر نے کہا: الصمد یعنی: وہ ہستی جو کون اور فساد کم و بیش ہونے سے بلند و بالا ہو

اور صمد وہ ذات ہے جو کبھی متغیر نہیں ہوتی۔

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:

صمد وہ ہستی ہے جس کی اطاعت کی جاتی ہے کہ جس کے اوپر کوئی امر کرنے والا اور نہی کرنے والا نہیں ہوتا

امام سجاد علیہ السلام سے صمد کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

صمد وہ ذات ہے کہ جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور کسی چیز کی حفاظت اس کو تھکاتی نہیں ہے اور کوئی چیز اس سے دور نہیں ہوتی۔

وھب ابن زھب القرشی نے کہا کہ زید بن علی نے کہا:

صمد وہ ذات ہے جو جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے ہو جا بس وہ ہو جاتی ہے اور صمد وہ ذات ہے جو اشیاء کو ابداع اور خلق کرتا ہے اور ان کو اضداد اور شکلوں اور زوج زوج خلق کیا اور وحدت کو اپنے لیے رکھا کہ جس کی نہ ضد ہے اور نہ شکل ہے اور نہ مثل ہے اور نہ اس جیسا کوئی ہے۔

وھب ابن وھب القرشی نے کہا اور مجھے حدیث دی مولا صادق جعفر بن محمد نے اپنے والد الباقر سے، انہوں نے اپنے والد سے علیہم السلام

بتحقیق اہل بصرہ نے امام حسین بن علی علیہما السلام کی طرف خط لکھا اور ان سے الصمد کے بارے میں پوچھا تو امام حسین علیہ السلام نے ان کو جواب میں لکھا:

امابعد:

بغیر علم کے قرآن میں بحث نہ کرو اور مجادلہ نہ کرو اور اس میں باتیں نہ کرو بس بتحقیق میں نے اپنے جد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ انہوں نے فرمایا: جو شخص قرآن میں علم کے بغیر کچھ کہے تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے

بتحقیق خود خدا نے صمد کی تفسیر کی ہے اور فرمایا: اللہ احد او راللہ صمد

پھر تفسیر کی اور فرمایا: لم یلد ولم یولد ولم یکن کفوا احد

لم یلد یعنی اس سے خارج نہیں ہو گی کثیف ولطیف چیز جیسے بیٹا اور دوسری وہ کثیف ولطیف چیزیں جو مخلوقات سے خارج ہوتی ہیں اور نہ ہی خارج ہو گی اس سے لطیف چیز جیسے نفس اور اس سے خارج نہیں ہوں گی امیدیں وغیرہ جیسے اونگ اور نیند اور مقدار اور وہم اور غم اور خوشی اور ہنسی اور رونا اور خوف اور امید اور رغبت اور بھوک اور پیٹ کا بھرنا وہ بلند ہے اس سے کہ اس سے کوئی شئے خارج ہو اور متولد ہو لطیف چیز۔

اور لم یولد یعنی: اور وہ کسی چیز سے ولادت نہیں پاتا پیدا نہیں ہوتا اور وہ خارج نہیں ہوتا اور ہوا کسی شئے سے جس طرح لطیف چیزیں خارج ہوتی ہیں اپنے عناصر سے جیسے کوئی شئے کسی شئے سے اور جانور کسی جانور سے اور نباتات، زمین سے اور پانی چشموں سے اور پھل درختوں سے اور نہ ہی اس طرح کہ لطیف اشیاء خارج ہوتی ہے اپنے مرکزوں سے جیسے بصر اور نور اور نگاہ آنکھ سے اور سماعت کان سے اور سونگھنا ناک سے اور ذائقہ منہ سے اور

کلام زبان سے اور معرفت اور جدائی دل سے اور نہ ہی ایسے جیسے خارج ہوتی ہے آگ پتھر سے۔
نہیں بلکہ وہ اللہ صمد ہے جو کسی چیز سے نہیں ہے اور نہ ہی کسی چیز میں ہے اور نہ ہی کسی چیز پر ہے وہ اشیاء کا خالق اور مبدع ہے اور اشیاء کا ایجاد کرنے والا ہے اپنی قدرت کے ساتھ اور جو خلق کیا ہے ان کو فنا کے لیے خلق کیا ہے اپنی مشیت کے ذریعے اور باقی رکھتا ہے جن کو خلق کیا بقا کے لیے اپنے علم کے ذریعے بس وہی خدا ہے جو ایسا صمد ہے جو نہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ کچھ اس سے پیدا ہوا وہ عالم الغیب والشھادۃ ہے بہت بڑا اور عالی و بلند ہے اور اس کے لیے کوئی ایک کفو نہیں ہے۔

وھب ابن وھب القرشی نے کہا میں نے امام صادق علیہ السلام سے سنا انہوں نے فرمایا:
ایک اہل فلسطین کا گروہ امام باقر علیہ السلام کے پاس آیا چند مسائل کے بارے میں انہوں نے پوچھا اور مولا علیہ السلام نے ان کو جواب دیئے پھر انہوں نے صمد کے معنی کے بارے میں پوچھا تو حضرت نے فرمایا:
صمد کی تفسیر خود صمد میں ہے وہ یہ کہ الصمد میں پانچ حرف ہیں
الف: اس کی انیت (ثابت ہونے اور تحقق) پر دلیل ہے اور وہ خود خدا کا قول ہے کہ اللہ گواہی دیتا ہے کہ تحقیق نہیں ہے الہ سوا اس کے۔
اور اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ اس سے حواس کا درک کرنا غائب نہیں ہوتا
و "اللام" "لام" دلیل ہے اس کی الٰہیت پر کہ وہ اللہ ہے اور الف اور لام ایک دوسرے میں ادغام ہوئے ہیں جو کہ زبان پر ظاہر نہیں ہوتے اور کان میں سننے میں نہیں آتے اور ظاہر ہوتے ہیں لکھنے میں، یہ دونوں دلیل ہیں اس پر کہ اللہ کی الہیت اس کی لطافت کی خاطر وہ حواس کے ذریعے درک کرنے سے اور وصف کرنے والے کی زبان سے اور سننے والے کے کان سے، چھپی ہوئی ہے کیونکہ الہ کی تفسیر اور حقیقت وہ ہستی ہے کہ جس کی ماہیت اور کیفیت کو حس اور وہم کے ذریعے درک کرنے سے مخلوق حیران و متحیر ہو کیونکہ وہ خود اوہام اور حواس کا ایجاد کرنے والا ہے۔
اور یہ کہ لکھنے میں ظاہر ہوتی ہے یہ دلیل ہے اس پر کہ خدا نے اپنی ربوبیت کو مخلوق کے ایجاد کرنے میں اور ان کے لطیف روحوں کو ان کے کثیف جسموں میں ملانے میں ظاہر کیا ہے ایسے کہ جب وہ بندہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے تو اپنے روح کو نہیں دیکھتا اسی طرح الصمد کی لام پڑھنے کے وقت ظاہر نہیں ہوتی اور حواس خمسہ میں سے کسی میں بھی داخل نہیں ہوتی بس جب بندہ کتابت اور لکھے ہوئے کو دیکھے تو وہ جو چھپی ہوئی تھی اور لطیف تھی وہ ظاہر ہوتی ہے بس جب بندہ خداوند کی ماہیت میں اور اس کی کیفیت میں فکر کرے تو اس میں متحیر اور پریشان ہو جائے گا اور اس

کا فکر ایسی چیز پر جو متصور ہو سکے احاطہ نہیں پائے گا کیونکہ خود خدا صورتوں کا خالق ہے اور جب اپنی مخلوق کو دیکھے تو اس کے لیے ثابت ہوگا کہ وہ ان کا خالق اور ان کے روحوں کو جسموں کے ساتھ ملانے والا ہے۔

اور ''صاد'' دلیل ہے اس پر کہ خدا صادق ہے اور اس کا کلام اور قول صدق ہے اور اپنے بندوں کو بھی صدق اور سچی باتوں کی پیروی کی دعوت دیتا ہے اور سچائی ہے ساتھ ان کو اپنے صدق کی طرف بلایا ہے اور اس کا وعدہ دیا ہے۔

اور ''میم'' دلیل ہے اس کی بادشاہی پر اور اس پر کہ وہ حق کا بادشاہ ہے کہ جو ہمیشہ تھا اور ہمیشہ رہے گا اور اس کی بادشاہی بھی ہمیشہ رہے گی۔

اور ''دال'' دلیل ہے اس کے ملک پر اور اس پر کہ وہ ہمیشہ حق کے ساتھ بادشاہ رہا ہے اور رہے گا اور اس کے ملک کو زوال نہیں ہے اور نہ ہوگا۔

اور دال دلیل ہے اس کے ملک اور بادشاہت کے دائمی اور ہمیشہ ہونے پر اور اس کے ہر قسم سے بہتر و برتر ہونے پر اور وہ کائنات کا فنا کرنے والا ہے کہ اس نے اپنی تکوین کی طاقت کے ساتھ اس کو ہستی دی ہے۔

پھر امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:

اگر خدا نے جو مجھے علم دیا ہے اس کو اٹھانے والے اور حمل کرنے والے اور سمجھنے والے شاگرد پاتا تو ہر طور پر اسلام اور ایمان اور دین اور تمام شریعتوں کو لفظ صمد سے نکال کر نشر کرتا اور کس طرح میرے لیے اس طرح میسر ہوگا جبکہ میرے جد امجد امیر المومنین علیہ السلام نے اس طرح کے علم کو حمل کرنے والے اور سمجھنے والے نہیں پائے۔

جیسا کہ کبھی ایک عمیق آہ بھرتے تھے اور منبر پر فرماتے تھے: مجھ سے پوچھو اس سے پہلے کہ مجھے کھو بیٹھو کہ میرا سینہ علم سے لبریز ہے۔

آہ آہ کوئی ایسا نہیں ملتا جو اسے سمجھے اور حمل کرے۔

اور جان لو کہ میں خدا کی طرف سے آپ پر وہ حجت ہوں جو بالغہ ہے بس پھر ان کی سرپرستی میں نہ جاؤ جن پر اللہ نے غضب کیا ہے اور وہ آخرت سے ناامید ہو چکے ہیں بلکل ایسے جیسے کافر لوگ اہل قبور سے ناامید ہیں

پھر امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: تمام حمد ہے اس اللہ کی جس نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں موفق کیا اس احد صمد کی عبادت کرنے پر جو لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد ہے اور ہمیں بچایا بتوں کے عبادت سے حمد ہے اس کی ہمیشہ رہنے والی اور حقیقی شکر ہے اس کا۔

اور اللہ کا قول کہ: لم یلد ولم یولد: یعنی: خدا کا کوئی بیٹا اور اولاد نہیں کہ جو اس کے ملک میں اس کا وارث بنے۔ اور لم یولد یعنی: اور اس کا کوئی والد نہیں ہے جو اس کی ربوبیت اور ملک میں اس کے ساتھ شریک ہو۔

اور لم یکن لہ کفوا احد یعنی: وہ اپنی بادشاہت میں اکیلا ہے۔

یہ آخری القرشی کی حدیث ہے۔

اور عنقریب الصمد کے دوسرے معنی معانی الاسماء کے باب میں آئیں گی ان شاء اللہ۔

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے۔[1]

3/285 الکافی،۱/۹۱/۳/۱ محمد عن أحمد عن الحسين عن النضر عَنْ عَاصِمِ بْنِ حُمَيْدٍ قَالَ قَالَ: سُئِلَ عَلِيُّ بْنُ اَلْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا اَلسَّلاَمُ عَنِ اَلتَّوْحِيدِ فَقَالَ إِنَّ اَللَّهَ عَزَّ وَ جَلَّ عَلِمَ أَنَّهُ يَكُونُ فِي آخِرِ اَلزَّمَانِ أَقْوَامٌ مُتَعَمِّقُونَ فَأَنْزَلَ اَللَّهُ تَعَالَى (قُلْ هُوَ اَللّٰهُ أَحَدٌ) وَ اَلْآيَاتِ مِنْ سُورَةِ اَلْحَدِيدِ إِلَى قَوْلِهِ (وَهُوَ عَلِيمٌ بِذٰاتِ اَلصُّدُورِ) فَمَنْ رَامَ وَرَاءَ ذٰلِكَ فَقَدْ هَلَكَ.

عاصم بن حمید سے روایت ہے کہ حضرت علی بن حسین علیہ السلام سے توحید کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: خدا کے علم میں یہ بات تھی کہ آخر زمانہ میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو خدا کے بارے میں یہودیوں، زندیقوں اور فلاسفہ کی طرح سوچیں گے لہٰذا اس نے سورہ قل ہو اللہ احد اور سورہ حدید کی آیتیں ''وَهُوَ عَلِيمٌ بِذٰاتِ الصُّدُورُ'' تک نازل کر دیں۔ پس جو ان آیات کے علاوہ عقیدہ رکھے وہ ہلاک ہو جائے گا۔[2]

بیان:

المتعمقین (یعنی: دقت کرنے والے ماہر) کے ذریعے اشارہ کیا ہے اہل معرفت کے بزرگوں اور اکابر کی طرف۔

''مجھے اپنی قسم ہے! بتحقیق سورہ توحید اور حدید میں وہ چیزیں ہیں جن کے عمق کو درک نہیں کرے گا سوا اس کے کہ جو تنہا موحد ہو۔(مریم:٧٦)۔''

خصوصاً سورہ حدید کی پہلی آیتیں اور خصوصاً خدا کا یہ قول اور ''وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں پر ہو۔ (المجادلہ:١١)۔''

---

[1] مراۃ العقول:١/٣٢٠

[2] تفسیر کنز الدقائق:١٣/٥٠٥؛ التوحید:٢٣٨٤؛ بحار الانوار:٣/٢٦٣؛ اثبات الھداۃ:١/٧٩؛ الفصول المہمہ:١/١٧٠؛ تفسیر نور الثقلین:٥/٢٣١؛ تفسیر البرہان:٥/٨٠١؛ تفسیر الصافی:٥/٣٩٣

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔ [1]

4/286 الکافی،۱/۹۱/۱/۴ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ رَفَعَهُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ الْمُهْتَدِي قَالَ: سَأَلْتُ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ التَّوْحِيدِ فَقَالَ كُلُّ مَنْ قَرَأَ (قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ) وَ آمَنَ بِهَا فَقَدْ عَرَفَ التَّوْحِيدَ قُلْتُ كَيْفَ يَقْرَأُهَا قَالَ كَمَا يَقْرَأُهَا النَّاسُ وَ زَادَ فِيهِ كَذَٰلِكَ اللَّهُ رَبِّي كَذَٰلِكَ اللَّهُ رَبِّي.

عبدالعزیز بن المھتدی سے روایت ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے توحید کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: جس نے سورۃ قل ہو اللہ احد کو پڑھا اور اس پر ایمان لایا اس نے معرفت توحید حاصل کی۔ میں نے پوچھا: اسے کیسے پڑھا جائے؟

آپؑ نے فرمایا: جیسے لوگ پڑھتے ہیں اور اس میں یہ اضافہ کرو: كَذَٰلِكَ اللهُ رَبِّي، كَذَٰلِكَ اللهُ رَبِّي۔ [2]

بیان:

بعض نسخوں میں "كَذَٰلِكَ اللهُ رَبِّي" کی جگہ یہ جملہ دو مرتبہ آیا ہے اور ایک مرتبہ زیادہ آنے کے معنی یہ ہیں کہ توحید کے عرفان کے لیے ایمان میں زیادتی ہو مگر یہ کہ ایمان اور عرفان کے لیے قوت اور ضعف ہے بعض کے بعض مراتب کے اوپر ہونے سے اور وہ مرتبے آہستہ آہستہ انسان کی دلوں کے صاف ہونے سے بڑھتے ہیں اور اللہ زیادہ کرتا ہے ان کی ہدایت کو جو ہدایت پاتے ہیں اور اللہ بلند کرتا ہے ان کے درجات کو جو ایمان لائے اور صاحبان علم ہیں اور اس کی تمام تحقیق کتاب الایمان میں آئے گی ان شاء اللہ۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرفوع ہے۔ [3]

---

[1] مرآۃ العقول: ۱/ ۳۲۰؛ منیۃ الطالبین: ۲۷/ ۳۶۸

[2] عیون اخبار الرضا: ۱/ ۱۳۳؛ التوحید: ۲۸۴؛ مشکوۃ الانوار: ۱۰؛ تفسیر کنز الدقائق: ۱۴/ ۴۹۸؛ وسائل الشیعہ: ۶/ ۷۰؛ بحار الانوار: ۳/ ۲۶۸ و ۱۰/ ۳۴۳؛ تفسیر البرھان: ۵/ ۸۰۱؛ تفسیر نور الثقلین: ۵/ ۷۰۰

[3] مرآۃ العقول: ۱/ ۳۲۱

۳۴۔ باب النهی عن الکلام فی ذاته تعالی

خدا کی کیفیت کے بارے میں کلام کرنے کی ممانعت

1/287 الکافی،۱/۹۲/۱/۱ محمد بن الحسن عن سهل عن السراد عن ابن رئاب عَنْ أَبِي بَصِيرٍ قَالَ قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ: تَكَلَّمُوا فِي خَلْقِ ٱللَّهِ وَلاَ تَتَكَلَّمُوا فِي ٱللَّهِ فَإِنَّ ٱلْكَلاَمَ فِي ٱللَّهِ لاَ يَزْدَادُ صَاحِبَهُ إِلاَّ تَحَيُّراً.

ابو بصیر سے روایت ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: مخلوق کے متعلق کلام کرو لیکن خدا کے بارے میں نہیں کیونکہ خدا کے بارے میں کلام کرنے سے آدمی کی حیرت بڑھتی ہے۔ [1]

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے [2] لیکن میرے نزدیک حدیث موثق ہے کیونکہ سہل بن زیاد عامی ثقہ ہے۔ (واللہ اعلم)

2/288 الکافی،۱/۹۲/۱/۱ وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى عَنْ حَرِيزٍ: تَكَلَّمُوا فِي كُلِّ شَيْءٍ وَلاَ تَتَكَلَّمُوا فِي ذَاتِ ٱللَّهِ.

اور ایک روایت میں ہے کہ ہر شے کے متعلق کلام کرو سوائے ذات باری کے۔ [3]

بیان:

توحید صدوق میں، علی بن رئاب سے، ضریس سے، ابوجعفر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جو کچھ چاہو اللہ کی عظمت کے بارے میں ذکر کرو اور اس کی ذات کا ذکر نہ کرو کیونکہ تم اس کی ذات کا جو بھی ذکر کرو گے وہ اس سے اعظم اور بڑا ہے

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے۔ [4]

3/289 الکافی،۱/۹۲/۲/۱ محمد عن أحمد عن ابن أبي عمير عن البجلي عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ خَالِدٍ قَالَ قَالَ

[1] اثبات الھداۃ:۱/۸۸؛ التوحید:۴۵۴؛ روضۃ الواعظین:۱/۳۷؛ الفصول المہمہ:۱/۱۷۱ و ۲۴۸؛ ھدایۃ الامہ:۵/۵۸۳ و ۱/۹؛ وسائل الشیعہ:۱۶/ ۱۹۶

[2] مرآۃ العقول:۱/۳۲۲

[3] سابقہ کتب کے حوالہ جات

[4] مرآۃ العقول: ایضاً

أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ : إِنَّ اَللَّهَ عَزَّ وَ جَلَّ يَقُولُ ﴿وَ أَنَّ إِلىٰ رَبِّكَ اَلْمُنْتَهىٰ﴾ فَإِذَا اِنْتَهَى اَلْكَلاَمُ إِلَى اَللَّهِ فَأَمْسِكُوا.

سلیمان بن خالد سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''تیرا رب ہر چیز کی انتہا ہے۔(النجم: ۴۲)'' پس جب کلام کی انتہا رب کی طرف ہو تو خاموش ہو جاؤ۔ [1]

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔ [2]

4/290 الکافی،١/٣/٩٢/١ الثلاثة عن الخراز عن محمد قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ : يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اَلنَّاسَ لاَ يَزَالُ بِهِمُ اَلْمَنْطِقُ حَتَّى يَتَكَلَّمُوا فِي اَللَّهِ فَإِذَا سَمِعْتُمْ ذَلِكَ فَقُولُوا لاَ إِلَهَ إِلاَّ اَللَّهُ اَلْوَاحِدُ اَلَّذِي ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾.

محمد سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اے محمد! لوگ طرح طرح کی چہ میگوئیاں کیا کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ خدا کے بارے میں بھی کلام کرتے ہیں پس جب تم ایسا کلام سنو تو کہو: لا الہ الا اللہ، وہ ایسا واحد ہے کہ کوئی شے اس کی مثل نہیں۔ [3]

تحقیق اسناد:

حدیث حسن ہے [4] یا پھر حدیث صحیح ہے [5] اور میرے نزدیک بھی حدیث صحیح ہے۔ (واللہ اعلم)

5/291 الکافی،١/٤/٩٢/١ العدة عن البرقي عن أبيه عن ابن أبي عمير عن محمد بن حمران عن الحذاء قَالَ قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ : يَا زِيَادُ إِيَّاكَ وَ اَلْخُصُومَاتِ فَإِنَّهَا تُورِثُ اَلشَّكَّ وَ تُهْبِطُ اَلْعَمَلَ وَ تُرْدِي صَاحِبَهَا وَ عَسَى أَنْ يَتَكَلَّمَ بِالشَّيْءِ فَلاَ يُغْفَرَ لَهُ إِنَّهُ كَانَ فِيمَا مَضَى قَوْمٌ تَرَكُوا عِلْمَ مَا وُكِّلُوا بِهِ وَ طَلَبُوا عِلْمَ مَا كُفُوهُ حَتَّى اِنْتَهَى كَلاَمُهُمْ إِلَى اَللَّهِ فَتَحَيَّرُوا حَتَّى إِنْ كَانَ

---

[1] المحاسن: ١/ ٢٣٧؛ الاعتقادات: ٤٢؛ تفسیر الصافی: ٥/ ٩٦؛ الفصول المہمہ: ١/ ٢٣٨؛ تفسیر کنز الدقائق: ١٢/ ٥١٧؛ وسائل الشیعہ: ١٦/ ١٩٣؛ اثبات الھداۃ: ١/ ٨٨؛ تفسیر البرہان: ٥/ ٢٠٦؛ بحار الانوار: ٣/ ٢٦٤؛ ھدایۃ الامہ: ٥/ ٥٨٣؛ مشکوٰۃ الانوار: ٨؛ تفسیر نور الثقلین: ٥/ ١٧٠

[2] مرآۃ العقول: ١/ ٣٢٢

[3] التوحید: ٤٥٦؛ اثبات الھداۃ: ١/ ٨٨؛ وسائل الشیعہ: ١٦/ ١٩٣؛ الفصول المہمہ: ١/ ١٧٢ و ٢٧٤؛ بحار الانوار: ٣/ ٢٦٤؛ المحاسن: ١/ ٢٣٧

[4] مرآۃ العقول: ١/ ٣٢٢

[5] رسالۃ القلم طلاب البحرین: ١٥/ ٢٣

اَلرَّجُلُ لَيُدْعَى مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ فَيُجِيبُ مِنْ خَلْفِهِ وَيُدْعَى مِنْ خَلْفِهِ فَيُجِيبُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ.

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اے زیاد! (مذہبی) نزاعات اور جھگڑوں سے اجتناب کرنا کیونکہ یہ شک شبہ کا باعث بنتے ہیں، عمل کو حبط کرتے ہیں اور آدمی کو ہلاک کر دیتے ہیں اور ہوسکتا ہے کہ آدمی (جوش میں آکر) کوئی ایسا کلمہ کہہ جائے جو اسے نہ بخشا جائے۔ چنانچہ گزشتہ زمانہ میں ایک گروہ موجود تھا جس نے ان چیزوں کا علم حاصل کرنا چھوڑ کر جن کی انہیں تکلیف دی گئی تھی ان چیزوں کا علم حاصل کرنا شروع کیا جن کی ان سے کفایت کی گئی تھی (ان کو ان کی ضرورت نہ تھی) یہاں تک کہ ان کا سلسلہ کلام خدا تک پہنچ گیا۔ پس وہ اس طرح حیران وسرگردان ہو گئے کہ جب ان کے کسی آدمی کو آگے کی طرف سے پکارا جاتا تھا تو وہ پیچھے مڑ کر جواب دیتا تھا اور جب پچھلی جانب سے پکارا جاتا تھا تو وہ اگلی جانب سے جواب دیتا تھا۔[1]

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول کالصحیح ہے[2] لیکن میرے نزدیک یہ سند صحیح ہے نیز یہ مضمون التوحید میں ایک اور سند سے بھی مروی ہے جو حسن کالصحیح ہے۔ (واللہ اعلم)

6/292 الکافی،۱/۹۲/۴/۱ وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى حَتَّى تَاهُوا فِي الْأَرْضِ.

دوسری روایت میں یوں وارد ہوا ہے کہ وہ حیران و پریشان ہو کر زمین میں چکر لگانے لگے۔[3]

بیان:

''وایاک والخصومات'' یعنی: دین میں دشمنیاں اور جھگڑے نہ کرو جیسا کہ آپ نے متکلمین سے دیکھا۔
و''الارداء'' یعنی: ہلاک ہونا۔
''علم ماوکلوابہ'' یعنی: مجہول کے صیغے کے ساتھ الکلہ اور التوکیل سے یعنی حوالے کرنا۔
یعنی: اللہ نے ان کو مکلف کیا اس سے یعنی شریعت کے علم کے مکلف ہیں۔
''علم ما کفوہ'' مجہول کے صیغے کے ساتھ
کفایت سے یعنی اللہ نے ان کے لیے ان کا آذوقہ کافی نہیں کیا۔
''تاھوا'' یعنی: پریشان اور متحیر ہوئے۔

[1] التوحید:۴۵۶؛المحاسن:۱/۲۳۸؛امالی صدوق:۴۱۷؛وسائل الشیعہ:۱۶/۱۹۴؛تفسیر کنز الدقائق:۱۲/۵۱۷؛الفصول المہمہ:۱/۲۴۸؛تفسیر نور الثقلین: ۵/۱۷۱

[2] مرآۃ العقول:۱/۳۲۳

[3] سابقہ کتب کے حوالہ جات:

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے۔ [1]

7/293 الکافی،۱/۹۳/۵/۱ العدۃ عن البرقی عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِهِ عَنِ اَلْحُسَيْنِ بْنِ اَلْمَيَّاحِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ: مَنْ نَظَرَ فِي اَللَّهِ كَيْفَ هُوَ هَلَكَ.

حسین بن میاح نے اپنے والد سے روایت کی ہے،ان کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوسنا،آپ نے فرمایا: جس نے اللہ کی کیفیت پر غور کیا وہ ہلاک ہوا۔ [2]

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔ [3]

8/294 الکافی،۱/۹۳/۶/۱ محمد عن ابن عیسی عن ابن فضال عن ابن بکیر عن زرارۃ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: إِنَّ مَلِكاً عَظِيمَ اَلشَّأْنِ كَانَ فِي مَجْلِسٍ لَهُ فَتَنَاوَلَ اَلرَّبَّ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى فَفُقِدَ فَمَا يُدْرَى أَيْنَ هُوَ.

زرارۃ سے روایت ہے کہ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: ایک عظیم مرتبت بادشاہ تھا اس نے اپنی محفل میں خداوند تعالی کے بارے میں غور وفکر شروع کردیا تو وہ اس سے تحیر و پریشانی میں مبتلا ہوا کہ وہ گم ہوگیا اور پتہ نہ چلا کہ وہ کہاں چلا گیا۔ [4]

بیان:

''فتناول الرب'' یعنی: اس نے رب سبحانہ وتعالی کی ذات میں وہ بات کرنا شروع کی جس کا وہ اپنی قدسیت کے ساتھ، لائق نہیں ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث موثق کالصحیح ہے [5]

---

[1] مرآۃ العقول: ایضاً

[2] المحاسن: ۱/ ۲۳۷؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۱۷۳؛ وسائل الشیعہ: ۱۶/ ۱۹۵؛ بحار الانوار: ۳/ ۲۶۴؛ ھدایۃ الامہ: ۱/ ۵۹ و ۵۸۳

[3] مرآۃ العقول: ۱/ ۳۲۴

[4] التوحید: ۴۵۸؛ المحاسن: ۱/ ۲۴۰؛ تفسیر کنز الدقائق: ۱۲/ ۵۱۷؛ وسائل الشیعہ: ۱۶/ ۱۹۵؛ بحار الانوار: ۳/ ۲۶۵؛ تفسیر نور الثقلین: ۵/ ۱۷۱

[5] مرآۃ العقول: ۱/ ۳۲۴

9/295 الکافی،۱/۹۳/۷/۱ العدۃ عن البرقی عن محمد بن عبد الحمید عن العلاء عن محمد عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ قَالَ: إِيَّاكُمْ وَ ٱلتَّفَكُّرَ فِي ٱللَّهِ وَلَكِنْ إِذَا أَرَدْتُمْ أَنْ تَنْظُرُوا إِلَى عَظَمَتِهِ فَانْظُرُوا إِلَى عَظِيمِ خَلْقِهِ.

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: خدا کے بارے میں تفکر سے بچو لیکن اگر تم چاہتے ہو کہ اس کی عظمت پر غور کرو تو اس کی عظیم مخلوق کو دیکھو۔ [1]

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔ [2]

10/296 الکافی،۱/۹۳/۸/۱ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَبْدِ ٱللَّهِ رَفَعَهُ قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ ٱللَّهِ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ: يَا ٱبْنَ آدَمَ لَوْ أَكَلَ قَلْبَكَ طَائِرٌ لَمْ يُشْبِعْهُ وَ بَصَرُكَ لَوْ وُضِعَ عَلَيْهِ خَرْقُ إِبْرَةٍ لَغَطَّاهُ تُرِيدُ أَنْ تَعْرِفَ بِهِمَا مَلَكُوتَ ٱلسَّمَاوَاتِ وَ ٱلْأَرْضِ إِنْ كُنْتَ صَادِقاً فَهَذِهِ ٱلشَّمْسُ خَلْقٌ مِنْ خَلْقِ ٱللَّهِ فَإِنْ قَدَرْتَ أَنْ تَمْلَأَ عَيْنَيْكَ مِنْهَا فَهُوَ كَمَا تَقُولُ.

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اے ابن آدم! اگر ایک طائر تیرے قلب کو کھا لے تو اس کا پیٹ نہ بھرے گا اور اگر سوئی کا ناکہ تیری آنکھ پر رکھ دیا جائے تو وہ اس کو ڈھانپ لے گا تو کیا تو ان دونوں چیزوں سے نظام سموات والارض کو جاننا چاہتا ہے؟ پس اگر تو اس ارادہ میں سچا ہے تو یہ سورج اس کی مخلوق میں سے ایک مخلوق ہے اگر تیری آنکھوں میں طاقت ہے تو ذرا نظر بھر کر دیکھ لے تو معلوم ہو کہ جیسا تو کہتا ہے ویسا ہی ہے۔ [3]

بیان:

قلب اور دل سے گوشت والے دل کا جو سینے میں ارادہ کیا ہے اور اس لیے اس کو ماکول قرار دیا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ بتحقیق صحیح نہیں ہے اس دل کے ذریعے آسمانوں اور زمین کے ملکوت کی معرفت حاصل کرنا جیسے صحیح نہیں آنکھ کے ساتھ معرفت حاصل کرنا کیونکہ یہ دونوں عالم الملک میں سے ہیں تو پھر کس طرح ان کے ذریعے ملکوت پہچانا جائے گا بس یہ خطاب مخصوص ہے اس شخص کے لیے جس نے حس اور محسوس کے درجے سے تجاوز نہ کیا ہو بنی آدم کے افراد میں سے، ان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے آیت میں خدا کے اس قول کے ساتھ کہ فرمایا: ''ان کے لیے

[1] التوحید:۵۸ ح۴؛ وسائل الشیعہ:۱۶/ ۱۹۵؛ الفصول المہمہ:۱/ ۱۷۴ و۲۵۰

[2] مرآۃ العقول:۱/ ۳۲۴؛ حدود الشریعہ:۱/ ۲۱۴

[3] التوحید:۵۵ ح۴؛ الاعتقادات:۴۲؛ الفصول المہمہ:۱/ ۱۷۴ و۲۵۰

قلوب ہیں وہ تفقہ نہیں کرتے ان کے ساتھ۔(الاعراف:۱۷۹)۔"

اور وہ شخص جو حس اور محسوس سے تجاوز کر گیا ہو اور عقل اور معقول کے درجے پر پہنچا ہو اور وہ ملکوتی دل رکھنے والے ہیں تو ان کے لیے قرآن مجید میں اشارہ کیا ہے کہ: بتحقیق اس میں ذکر ہے اس شخص کے لیے جس کے پاس قلب ہے۔(ق:۳۷)۔"

بس وہ لوگ جانتے ہیں اپنے قلوب کے ساتھ آسمانوں اور زمین کے ملکوت کو کیونکہ ان کے قلوب، ملکوت میں سے ہیں اور اسی لیے خدا نے ان کو شوق دلایا ہے ملکوت میں دیکھنے کا

اور خدا کے کتاب میں چند جگہ آیا ہے کہ:

"کیا نہیں دیکھتے اور فکر و نظر نہیں کرتے آسمانوں اور زمین کے ملکوت میں اور خدا نے جو کچھ خلق کیا ہے ان میں اور اس میں کہ ان کی موت بہت نزدیک ہو گئی ہو۔(اعراف:۱۸۵)۔"بس اس کے بعد کس چیز اور حدیث کے بعد وہ ایمان لائیں گے؟

اور اللہ نے فرمایا:"اسی طرح ہم نے ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کے ملکوت دکھائے تا کہ وہ یقین رکھنے والوں میں سے ہو جائے۔(الانعام:۷۵)۔"

اس کے علاوہ دوسری آیات ہیں۔

ہاں بتحقیق اللہ تعالی کی ذات کی حقیقت کو قلب کے ساتھ پانا جائز نہیں اس جیسے جائز نہیں اس کو آنکھ سے درک کرنا بلکہ بتحقیق جائز ہے اس کی عظمت کی اطلاع حاصل کرنا قلب کے ساتھ بس کافی ہے وہ کہنا جو کہا گیا ہے کہ: جس طرح کوئی شخص اپنی ظاہری آنکھوں کے ساتھ سورج کو دیکھے تو اس کا نور اس کی بینائی کو ضعیف کرتا ہے اور اس کو اچھے طریقے سے نہیں دیکھنے دیتا اسی طرح باطنی آنکھوں کو جو عقل کے آنکھیں ہیں باری تعالی کے درک کرنے کے وقت اور دیکھنے کے وقت اس کا نور ضعیف کرتا ہے اور اس کی ذات کی حقیقت کو دیکھنے سے اندھا کرتا ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرفوع ہے۔[1] لیکن اس کی دوسری سند جو توحید میں ہے وہ صحیح ہے۔(واللہ اعلم)

11/297 الكافي،١/٩٣/١٠/١ الثلاثة عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى اَلْخَثْعَمِيِّ عَنْ عَبْدِ اَلرَّحْمَنِ بْنِ عَتِيكٍ اَلْقَصِيرِ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ عَنْ شَيْءٍ مِنَ اَلصِّفَةِ فَرَفَعَ يَدَهُ إِلَى اَلسَّمَاءِ ثُمَّ قَالَ تَعَالَى اَلْجَبَّارُ تَعَالَى اَلْجَبَّارُ مَنْ تَعَاطَى مَا ثَمَّ هَلَكَ.

---

[1] مرآۃ العقول:۱/۳۲۴

عبدالرحمن بن القصیر سے روایت ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے صفت باری تعالیٰ کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر فرمایا: بلند مرتبت ہے خدا، بلند مرتبت ہے خدا جس نے اس کی کہنہ ذات کو معلوم کرنا چاہا تو وہ ہلاک ہوا۔ [1]

بیان:

''تعاطی''یعنی: تناول، لینا

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے۔ [2]

۳۵_باب ابطال الرویة

ابطال رویت

1/298 الکافی،۱/۹۵/۱ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي اَلْقَاسِمِ عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ إِسْحَاقَ قَالَ: كَتَبْتُ إِلَى أَبِي مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ أَسْأَلُهُ كَيْفَ يَعْبُدُ اَلْعَبْدُ رَبَّهُ وَ هُوَ لاَ يَرَاهُ فَوَقَّعَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَا أَبَا يُوسُفَ جَلَّ سَيِّدِي وَ مَوْلاَيَ وَ اَلْمُنْعِمُ عَلَيَّ وَ عَلَى آبَائِي أَنْ يُرَى قَالَ وَ سَأَلْتُهُ هَلْ رَأَى رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ رَبَّهُ فَوَقَّعَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ إِنَّ اَللَّهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى أَرَى رَسُولَهُ بِقَلْبِهِ مِنْ نُورِ عَظَمَتِهِ مَا أَحَبَّ.

یعقوب بن اسحاق سے رویت ہے کہ میں نے امام حسن عسکری علیہ السلام کو خط لکھا کہ جب بندہ نے اپنے رب کو دیکھا ہی نہیں تو وہ اس کی عبادت کیسے کرے؟

آپؑ نے جواب میں لکھا: اے ابو یوسف! میرا سردار، میرا مولا، میرا آقا، میرا منعم بالاتر ہے اس سے کہ دیکھا جائے۔

میں نے پوچھا: کیا معراج میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا تھا؟

[1] التوحید:۵۶ ح۳؛ المحاسن:۱/ ۲۳۷؛ وسائل الشیعہ:۱۶/ ۱۹۶؛ اثبات الھداۃ:۱/ ۸۰و۸۸؛ الفصول المہمہ:۱/ ۱۷۴و۱۵۲؛ بحار الانوار:۳/ ۲۶۴؛ ھدایۃ الامہ:۱/ ۹

[2] مرآۃ العقول:۱/ ۳۲۶

آپؑ نے جواب میں لکھا: خدا نے دکھایا قلب رسول کو اپنے نور عظمت سے جتنا چاہا۔[1]

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول یا صحیح ہے۔[2] اور میرے نزدیک صحیح راجح ہے (واللہ اعلم)۔

2/299 الکافی،۱/۹۸/۸/۱ محمد و غیرہ عن ابن عیسی عن البزنطی عَنْ أَبِي اَلْحَسَنِ اَلرِّضَا عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: لَمَّا أُسْرِيَ بِي إِلَى اَلسَّمَاءِ بَلَغَ بِي جَبْرَئِيلُ مَكَاناً لَمْ يَطَأْهُ قَطُّ جَبْرَئِيلُ فَكَشَفَ لَهُ فَأَرَاهُ اَللَّهُ مِنْ نُورِ عَظَمَتِهِ مَا أَحَبَّ.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب شب معراج مجھے آسمان کی طرف لے گئے تو جبرئیل نے مجھے ایسی جگہ پہنچایا جہاں جبرئیل کا قدم اس سے پہلے کبھی نہ گیا تھا پس پردہ ہٹایا گیا اور خدا نے اپنے نور عظمت کو دکھایا جس کو اللہ نے چاہا۔[3]

بیان:

ان کا قول ''فکشف لہ'' آخر تک امام رضاؑ کے کلام سے اور صدوق کی توحید میں ''فکشف لی فأرانی'' ہے اور ''قط'' پر جبرائیل کے مقدم کرنے کے ساتھ اور یہ واضح ہے۔

اور ''أحب'' کا فاعل یا ''الرسول'' ہے اور اس میں اشارہ ہے دیکھنے کی طاقت کی طرف جو محب کی قوت کی مقدار میں ہوتی ہے اور محب کے ادراک کی وسعت کے حساب سے ہوتی ہے نہ کہ محبوب کے نور کی شدت کے حساب سے کیونکہ وہ غیر متناہی ہے۔

یا احب کا فاعل اللہ ہے اور یہ اظہر اور واضح ہے یعنی خدا کو اس کے نفس یا ذات کا دیکھا جانا پسند نہیں اس وقت اور دونوں فرض کی بنا پر اللہ کی ذات اور تمام حقیقت کی رویت اور دیکھنا جائز نہیں۔

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔[4]

3/300 الکافی،۱/۹۵/۲/۱ القمیان عن صفوان قَالَ: سَأَلَنِي أَبُو قُرَّةَ اَلْمُحَدِّثُ أَنْ أُدْخِلَهُ عَلَى أَبِي اَلْحَسَنِ

---

[1] التوحید:۱۰۸؛ بحارالانوار:۴/۴۳؛ الفصول المہمہ:۱/۱۷۷

[2] مرآۃ العقول:۱/۳۲۷

[3] التوحید:۱۰۸؛ بحارالانوار:۴/۳۸و۱۸/۳۶۹

[4] مرآۃ العقول:۱/۳۳۸

الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلاَمُ فَاسْتَأْذَنْتُهُ فِي ذَلِكَ فَأَذِنَ لِي فَدَخَلَ عَلَيْهِ فَسَأَلَهُ عَنِ الْحَلاَلِ وَ الْحَرَامِ وَ الْأَحْكَامِ حَتَّى بَلَغَ سُؤَالُهُ إِلَى التَّوْحِيدِ فَقَالَ أَبُو قُرَّةَ إِنَّا رُوِّينَا أَنَّ اللَّهَ قَسَمَ الرُّؤْيَةَ وَ الْكَلاَمَ بَيْنَ نَبِيَّيْنِ فَقَسَمَ الْكَلاَمَ لِمُوسَى وَ لِمُحَمَّدٍ الرُّؤْيَةَ فَقَالَ أَبُو الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ فَمَنِ الْمُبَلِّغُ عَنِ اللَّهِ إِلَى الثَّقَلَيْنِ مِنَ الْجِنِّ وَ الْإِنْسِ (لاٰ تُدْرِكُهُ الْأَبْصٰارُ) وَ (لاٰ يُحِيطُونَ بِهِ عِلْماً) وَ (لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ) أَ لَيْسَ مُحَمَّدٌ قَالَ بَلَى قَالَ كَيْفَ يَجِيءُ رَجُلٌ إِلَى الْخَلْقِ جَمِيعاً فَيُخْبِرُهُمْ أَنَّهُ جَاءَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَ أَنَّهُ يَدْعُوهُمْ إِلَى اللَّهِ بِأَمْرِ اللَّهِ فَيَقُولُ (لاٰ تُدْرِكُهُ الْأَبْصٰارُ) وَ (لاٰ يُحِيطُونَ بِهِ عِلْماً) وَ (لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ) ثُمَّ يَقُولُ أَنَا رَأَيْتُهُ بِعَيْنِي وَ أَحَطْتُ بِهِ عِلْماً وَ هُوَ عَلَى صُورَةِ الْبَشَرِ أَ مَا تَسْتَحُونَ مَا قَدَرَتِ الزَّنَادِقَةُ أَنْ تَرْمِيَهُ بِهَذَا أَنْ يَكُونَ يَأْتِي مِنْ عِنْدِ اللَّهِ بِشَيْءٍ ثُمَّ يَأْتِي بِخِلاَفِهِ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ قَالَ أَبُو قُرَّةَ فَإِنَّهُ يَقُولُ: (وَ لَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرىٰ) فَقَالَ أَبُو الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ إِنَّ بَعْدَ هَذِهِ الْآيَةِ مَا يَدُلُّ عَلَى مَا رَأَى حَيْثُ قَالَ (مٰا كَذَبَ الْفُؤٰادُ مٰا رَأىٰ) يَقُولُ مَا كَذَبَ فُؤَادُ مُحَمَّدٍ مَا رَأَتْ عَيْنَاهُ ثُمَّ أَخْبَرَ بِمَا رَأَى فَقَالَ (لَقَدْ رَأىٰ مِنْ آيٰاتِ رَبِّهِ الْكُبْرىٰ) فَآيَاتُ اللَّهِ غَيْرُ اللَّهِ وَ قَدْ قَالَ اللَّهُ (وَ لاٰ يُحِيطُونَ بِهِ عِلْماً) فَإِذَا رَأَتْهُ الْأَبْصَارُ فَقَدْ أَحَاطَتْ بِهِ الْعِلْمَ وَ وَقَعَتِ الْمَعْرِفَةُ فَقَالَ أَبُو قُرَّةَ فَتُكَذِّبُ بِالرِّوَايَاتِ فَقَالَ أَبُو الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ إِذَا كَانَتِ الرِّوَايَاتُ مُخَالِفَةً لِلْقُرْآنِ كَذَّبْتُهَا وَ مَا أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلَيْهِ أَنَّهُ لاَ يُحَاطُ بِهِ عِلْماً وَ (لاٰ تُدْرِكُهُ الْأَبْصٰارُ) وَ (لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ).

صفوان بیان کرتے ہیں کہ ابوقرہ محدث نے مجھ سے خواہش ظاہر کی کہ میں اس کو امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں لے کر جاؤں۔ پس میں اس کو لے کر امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے امام علیہ السلام سے کچھ حلال وحرام اور دوسرے احکام کے بارے میں سوالات کیے تو سوالات کرتے کرتے بات توحید تک آ گئی۔

ابوقرہ نے کہا: ہم دیکھتے ہیں کہ خدا نے کلام اور رویت کو انبیاء میں تقسیم کر دیا ہے پس کلام جناب موسیٰ سے کی اور رویت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حصے میں آئی۔

امامؑ نے فرمایا: جو جن وانس کی طرف خدا کا یہ پیغام لے کر آیا کہ آنکھیں اسے درک نہیں کر سکتیں اور کسی کا علم اس ذات کا احاطہ نہیں کر سکتا اور اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے، وہ کون ہے؟ کیا وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نہیں ہیں؟

اس نے کہا: کیوں نہیں یہ پیغام حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی لے کر آئے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص ساری کائنات کے انسانوں کی طرف آئے اور ان سے یہ فرمائے کہ میں خدا کی طرف سے آیا ہوں اور وہ لوگوں کو خدا کی طرف خدا کے حکم سے دعوت دیتا ہے اور پھر یہ بھی فرمائے کہ خدا کو دیکھا نہیں جاسکتا اور آنکھیں اس کو درک نہیں کرسکتیں اور کسی کا علم اس کا احاطہ نہیں کرسکتا اور اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے اور پھر خود ہی لوگوں سے فرمادے کہ میں نے اس کو اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھا ہے اور میرے علم نے اس کا احاطہ کرلیا ہے اور وہ انسانی شکل میں تھا تو کیا اس کو شرم محسوس نہیں ہوگی ؟ زنادقہ (یعنی منکرین خدا) میں یہ ہمت و طاقت نہیں ہوئی کہ وہ رسول خدا کی طرف انگلی اٹھائیں کہ اس کے کلام میں تضاد ہے کہ ایک دفعہ ایک بات لے کر آتا ہے اور پھر دوسری بات اس کے خلاف ذکر کرتا ہے (لیکن تم لوگ کیا کہہ رہے ہو؟)

اس نے کہا: اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے: ''اور تحقیق اس کو دوسری دفعہ اترتے ہوئے دیکھ لیا۔ (سورۃ النجم: ۱۳)۔'' (یہ ثابت کرتی ہے کہ آپ نے دیکھا ہے)؟

آپؑ نے فرمایا: یہ ان آیات میں سے ہے جو بیان کرتی ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے جو چاہا دیکھا چنانچہ خدا فرماتا ہے: ''اور دل نے جو دیکھا اس کی تکذیب نہیں کی۔ (سورہ النجم: ۱۱)۔'' یعنی محمد ﷺ کے دل نے جو دیکھا تو اس سے مراد ہے کہ رسول کے دل نے جو اپنی آنکھوں سے دیکھا اس کی تکذیب نہیں کی اور اسے جھوٹا شمار نہیں کیا اور پھر محمد ﷺ نے جو کچھ دیکھا ہے اس کے بارے میں اللہ خبر دے رہا ہے کہ ہمارے رسول نے کیا دیکھا ہے اور فرمایا: ''اور اس نے اپنے رب کی بہت نشانی کو دیکھا۔ (سورہ النجم: ۱۸)۔'' تو اس میں کہا گیا ہے کہ رسول نے خدا کی نشانی کو دیکھا کہ جو کبریٰ تھی اور اس سے ظاہر ہے کہ اللہ کی نشانی اللہ کے علاوہ ہے مگر اللہ نہیں ہے اور پھر اس نے لوگوں کو بیان کیا کہ کسی کا علم اس کا احاطہ نہیں کرسکتا تو جب آنکھیں اس کو دیکھ لیں گی تو علم اس کا احاطہ کرے گا اور اس کی معرفت واضح ہوجائے گی۔

اس نے کہا: اس کا مقصد ہے کہ آپ ان تمام روایات کو رد کر رہے ہیں جو رویت کو بیان کرتی ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: جب روایات قرآن کی مخالفت ہو تو ان کو رد ہونا چاہیے اور میں اس کو رد کرتا ہوں تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ علم اس کا احاطہ نہیں کرسکتا اور آنکھیں اس کو درک نہیں کرسکتیں اور اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے۔ [1]

---

[1] التوحید: ۱۱۰، روضۃ الواعظین: ۱/ ۳۳؛ تفسیر نور الثقلین: ۱/ ۷۵۲ و ۵/ ۱۵۳ و ۱۵۷؛ تفسیر کنز الدقائق: ۴/ ۴۱۱ و ۸/ ۳۵۴ و ۴۱۲/ ۸۳ ۴؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۱۷۸؛ بحار الانوار: ۴/ ۳۶؛ تفسیر البرہان: ۲/ ۴۶۴ و ۳/ ۸۷۷ و ۵/ ۱۹۴؛ امالی المرتضیٰ: ۱/ ۱۴۹

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔[1]

4/301 الكافي،١/٩٦/٣/١ القمي عن أبي عيسى عَنْ عَلِيِّ بْنِ سَيْفٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ: كَتَبْتُ إِلَى أَبِي اَلْحَسَنِ اَلرِّضَا عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ أَسْأَلُهُ عَنِ اَلرُّؤْيَةِ وَمَا تَرْوِيهِ اَلْعَامَّةُ وَ اَلْخَاصَّةُ وَ سَأَلْتُهُ أَنْ يَشْرَحَ لِي ذَلِكَ فَكَتَبَ بِخَطِّهِ اِتَّفَقَ اَلْجَمِيعُ لاَ تَمَانُعَ بَيْنَهُمْ أَنَّ اَلْمَعْرِفَةَ مِنْ جِهَةِ اَلرُّؤْيَةِ ضَرُورَةٌ فَإِذَا جَازَ أَنْ يُرَى اَللَّهُ بِالْعَيْنِ وَقَعَتِ اَلْمَعْرِفَةُ ضَرُورَةً ثُمَّ لَمْ تَخْلُ تِلْكَ اَلْمَعْرِفَةُ مِنْ أَنْ تَكُونَ إِيمَاناً أَوْ لَيْسَتْ بِإِيمَانٍ فَإِنْ كَانَتْ تِلْكَ اَلْمَعْرِفَةُ مِنْ جِهَةِ اَلرُّؤْيَةِ إِيمَاناً فَالْمَعْرِفَةُ اَلَّتِي فِي دَارِ اَلدُّنْيَا مِنْ جِهَةِ اَلاِكْتِسَابِ لَيْسَتْ بِإِيمَانٍ لِأَنَّهَا ضِدُّهُ فَلاَ يَكُونُ فِي اَلدُّنْيَا مُؤْمِنٌ لِأَنَّهُمْ لَمْ يَرَوُا اَللَّهَ عَزَّ ذِكْرُهُ وَإِنْ لَمْ تَكُنْ تِلْكَ اَلْمَعْرِفَةُ اَلَّتِي مِنْ جِهَةِ اَلرُّؤْيَةِ إِيمَاناً لَمْ تَخْلُ هَذِهِ اَلْمَعْرِفَةُ اَلَّتِي مِنْ جِهَةِ اَلاِكْتِسَابِ أَنْ تَزُولَ وَلاَ تَزُولُ فِي اَلْمَعَادِ فَهَذَا دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ اَللَّهَ عَزَّ وَ جَلَّ لاَ يُرَى بِالْعَيْنِ إِذِ اَلْعَيْنُ تُؤَدِّي إِلَى مَا وَصَفْنَاهُ.

ترجمہ: محمد بن عبید کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضاؑ کی خدمت میں خط تحریر کیا اور آپ سے ان روایات کے بارے میں سوال کیا جو عامہ اور خاصہ سے نقل ہوئیں ہیں جن میں رویت کے بارے میں ذکر ہوا ہے۔ پس میں نے عرض کیا کہ اس کی وضاحت فرمائیں۔ امام رضاؑ نے اپنے خط سے تحریر فرمایا: تمام لوگوں کا اس پر اتفاق ہے اور اس میں کسی کو بھی اختلاف نہیں ہے کہ آنکھوں سے دیکھنے کی صورت میں معرفت و شناسائی کا حصول ہونا قطعی اور ضروری ہے۔ پھر اگر یہ بات درست ہو کہ خدا کو آنکھوں سے دیکھا جائے گا تو جب خدا کو دیکھا جائے گا تو اس کی معرفت و شناخت قطعی حاصل ہو جائے گی۔ اب یہ شناخت جو آنکھوں سے دیکھنے کے بعد حاصل ہوئی ہے وہ دو صورتوں سے باہر نہیں ہے: یا یہ معرفت ایمان ہے، یا یہ معرفت ایمان نہیں ہے۔ پس اگر یہ معرفت ایمان نہیں ہے تو پھر یہ خود دلیل ہے کہ وہ معرفت جو ادلہ کی صورت میں دنیا میں انسان کو حاصل ہوتی ہے وہ ایمان نہیں ہے۔ اور یہ معرفت جو دنیا میں ادلہ سے حاصل ہوئی ہے یہ دو صورتیں رکھتی ہے یا قیامت کے دن نابود ہو جائے گی یا نہیں ہوگی۔ اگر یہ نابود نہ ہو تو پھر یہ دلیل ہے کہ خدا آنکھوں سے دکھائی نہیں دے گا کیونکہ آنکھ سے دیکھنا وہی خرابی پیدا کرتا ہے جس کو ہم نے بیان کیا۔[2]

---

[1] مرآۃ العقول: ١/ ٣٣٠؛ قراءات فی المنظومۃ: ٨٠

[2] التوحید: ١٠٩؛ تفسیر کنز الدقائق: ٤/ ٤١٥؛ تفسیر نور الثقلین: ١/ ٧٥٣؛ بحار الانوار: ٤/ ٥٦؛ مکاتیب الائمۃ: ٥/ ٢٧

بیان:

سید داماد نے اس حدیث کے تفسیر میں کہا، اللہ اسے اپنی مغفرت میں غرق کرے، یعنی: علم زائل نہیں ہوگا قیامت اور معاد کے عالم میں نفس سے جس علم کو میں نے اس دنیا میں حاصل کیا ہے بس اگر اللہ سبحانہ وتعالی دیکھا جاتا اس دنیا میں تو اس کے دیکھنے کے ساتھ متعلق ہوتا ادراک احساسی ضروری اور علم عقلی اکتسابی ایک ساتھ اور یہ محال ہے برہان کی تقاضا پر اور خصوصا تب جب دونوں ادراک نوع میں ایک دوسرے کے متباین اور مخالف ہوں بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ منافی ہوں حقیقت میں ایک وقت میں

بس میں کہوں گا اس میں نظر یہ ہے جب قائل کے لیے کہا جائے کہ: بتحقیق ادراک اکتسابی تعلق نہیں رکھتا، اس کے وجود اور نعوت کی تصدیق کرنے کے سواء نہ کہ اس کی ذات اور رھویت کی تصدیق کرنے کے ساتھ اور شاید ادراک احساسی اور حسی اس کی ذات اور رھویت کے ساتھ متعلق ہو بس کوئی منافات نہیں دونوں ادراک کے درمیان ان کے متعلق کے مختلف ہونے کی وجہ سے

بس حقیقت یہ ہے کہ اس حدیث کی معنی میں کہا جائے کہ:

بتحقیق کوئی شک نہیں کہ بتحقیق کسی شئے کی معرفت حاصل ہوتی ہے دیکھنے سے بس اگر جائز ہوتا اللہ کا دیکھنا تو معرفت حاصل ہوتی پھر خالی نہیں یا اللہ تعالی پر ایمان رکھنا اس معرفت سے جو حاصل ہوتی ہے دیکھنے سے یا خالی نہیں ایمان رکھنا اس معرفت سے جو ہم اس دنیا میں حاصل کی ہے بس اگر اللہ پر ایمان رکھنا اس معرفت سے ہو جو حاصل ہو اللہ کے دیکھنے سے تو وہ معرفت جو ہم نے اس دنیا میں حاصل کی ہے وہ ایمان نہیں ہے کیونکہ یہ معرفت اس کی ضد ہے پس بتحقیق ہم نے حاصل کیا ہے اس دنیا میں برہانی علم عقل اور نقل کے اعتبار سے کہ بتحقیق اللہ سبحانہ وتعالی جسم نہیں ہے اور صورت نہیں اور محدود نہیں اور محصور نہیں کسی طرف میں اور نہ مکان ہے اور نہ زمان اور بتحقیق وہ حاضر ہے ہمارے پاس اور ہم اسے نہیں دیکھتے ان آنکھوں کے ساتھ اپنی آنکھوں کے ٹھیک ہونے کے باوجود اور آنکھوں کے اور دیکھنے شرائط رکھنے کے باوجود بس کلی طور پر یہ کہ جائز نہیں اس کو احاطہ کرنا معرفت اور علم کے ساتھ جس طرح اس نے کہا کہ: وہ اس کو علم کے ساتھ احاطہ نہیں کر سکتے۔

اور جس طرح اس پر دلالت کرتا ہے اس کا تمام چیزوں پر احاطہ رکھنا بس وہ کسی چیز کے ساتھ احاطہ نہیں کیا جاتا۔ اور واضح ہے کہ بتحقیق یہ ضد ہے اللہ کی اس آنکھ سے دیکھ کر معرفت کی اور اگر اس پر ایمان رکھنے کا معنی وہ معرفت ہے جو ہم نے کسب کی ہے اس دنیا میں تو بس خالی نہیں اس سے کہ یا یہ معرفت اللہ کے دیکھنے کے وقت زائل ہو جائے گی آخرت میں یا زائل نہیں ہوگی اور ممکن نہیں ہے اس کا زائل نہ ہونا کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے کے ضد

ہیں بس کیسے دونوں ایک جگہ میں جمع ہوں گے اور ممکن نہیں ہے اس کا زائل ہونا کیونکہ فرض یہ ہے کہ تحقیق ایمان یعنی یہ معرفت اور تحقیق یہ علم اللہ پر تمام صحیح ایمان اور اعتقاد رکھنے کے ارکان میں سے ہے اور تحقیق وہ اسی طرح ہے اور ظاہر ہے کہ تحقیق صحیح اعتقاد زائل نہیں ہوتا آخرت میں بس اللہ کی معرفت حاصل کرنا دیکھنے کے ساتھ صحیح نہیں ہے بس ممکن نہیں اللہ کو ان آنکھوں کے ساتھ دیکھا جائے۔

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے۔ [1]

5/302 الکافی،۱/۹۷/۴/۱اعنه عَنْ أَحْمَدَ بْنِ إِسْحَاقَ قَالَ: كَتَبْتُ إِلَى أَبِي الْحَسَنِ الثَّالِثِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ أَسْأَلُهُ عَنِ الرُّؤْيَةِ وَ مَا اخْتَلَفَ فِيهِ النَّاسُ فَكَتَبَ لاَ تَجُوزُ الرُّؤْيَةُ مَا لَمْ يَكُنْ بَيْنَ الرَّائِي وَ الْمَرْئِيِّ هَوَاءٌ لَمْ يَنْفُذْهُ الْبَصَرُ فَإِذَا انْقَطَعَ الْهَوَاءُ عَنِ الرَّائِي وَ الْمَرْئِيِّ لَمْ تَصِحَّ الرُّؤْيَةُ وَ كَانَ فِي ذَلِكَ الاِشْتِبَاهُ لِأَنَّ الرَّائِيَ مَتَى سَاوَى الْمَرْئِيَّ فِي السَّبَبِ الْمُوجِبِ بَيْنَهُمَا فِي الرُّؤْيَةِ وَجَبَ الاِشْتِبَاهُ وَ كَانَ ذَلِكَ التَّشْبِيهُ لِأَنَّ الْأَسْبَابَ لاَ بُدَّ مِنِ اتِّصَالِهَا بِالْمُسَبَّبَاتِ.

احمد بن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوالحسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں خط تحریر کیا اور رویت کے بارے میں جو لوگوں کے درمیان اختلاف تھا اس کے بارے میں آپ سے سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے تحریر فرمایا:
جب دیکھنے والے اور دیکھے جانے والی چیز کے درمیان ایسی ہوا نہ ہو کہ جس میں دید نفوذ کر سکے اس وقت تک وہ چیز دیکھی نہیں جا سکتی۔
اور اگر وہ ہوا درمیان سے قطع ہو جائے تو بھی درست انداز سے دیکھا نہیں جا سکے گا بلکہ اس صورت میں اشتباہ ہو جائے گا۔ اس لیے کہ دیکھنے والا دیکھے جانے والی چیز کے برابر میں ہونا چاہیے۔ یہ (ھواء) سبب ہے جو دیکھے جانے کا موجب بنا ہے اور یہ وہی تشبیہ ہے کیونکہ اسباب کے لیے ضروری ہے کہ مسببات کے ساتھ متصل ہو۔ [2]

بیان:

"و کان فی ذالک الاشتباہ"
یعنی: تحقیق جب اس طرح ہوتا تو اللہ اپنی مخلوق کے ساتھ مشتبہ ہو جاتا اور خدا اس چیز سے بلند ہے علو کبیر کے

[1] مرآۃ العقول: ۱/ ۳۳۱

[2] التوحید: ۱۰۹؛ بحار الانوار: ۴/ ۳۴؛ الاحتجاج: ۲/ ۴۴۹؛ الحکایات فی مخالفات: ۷۶؛ متشابہ القرآن: ۱/ ۹۳

اعتبار ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔ [1]

6/303 الکافی،۱/۹۷/۵/۱علی عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مَعْبَدٍ عَنْ عَبْدِ اَللَّهِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: حَضَرْتُ أَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ فَدَخَلَ عَلَيْهِ رَجُلٌ مِنَ اَلْخَوَارِجِ فَقَالَ لَهُ يَا أَبَا جَعْفَرٍ أَيَّ شَيْءٍ تَعْبُدُ قَالَ اَللَّهَ تَعَالَى قَالَ رَأَيْتَهُ قَالَ بَلْ لَمْ تَرَهُ اَلْعُيُونُ بِمُشَاهَدَةِ اَلْأَبْصَارِ وَ لَكِنْ رَأَتْهُ اَلْقُلُوبُ بِحَقَائِقِ اَلْإِيمَانِ لاَ يُعْرَفُ بِالْقِيَاسِ وَ لاَ يُدْرَكُ بِالْحَوَاسِّ وَ لاَ يُشَبَّهُ بِالنَّاسِ مَوْصُوفٌ بِالْآيَاتِ مَعْرُوفٌ بِالْعَلاَمَاتِ لاَ يَجُورُ فِي حُكْمِهِ ذَلِكَ اَللَّهُ لاَ إِلَهَ إِلاَّ هُوَ قَالَ فَخَرَجَ اَلرَّجُلُ وَ هُوَ يَقُولُ: (اَللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ).

عبداللہ بن سنان نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ خوارج میں سے ایک خارجی حضرت امام باقر علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور کہا: اے ابوجعفر! کس چیز کی عبادت کرتے ہو؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں۔

خارجی نے کہا: کیا اس کو دیکھا ہے؟

امامؑ نے فرمایا: میں نے اس کو ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھا بلکہ میں نے اس کو دل کی آنکھ سے حقائق ایمان کے ساتھ دیکھا ہے۔ اس کی قیاس سے معرفت حاصل نہیں ہوتی اور اس کو حواس ظاہری درک نہیں کرسکتا، اس کو لوگوں سے تشبیہ نہیں دی جاسکتی کہ وہ آیات سے موصوف ہو اور علامات سے معروف ہے اور وہ اپنے حکم میں ظلم نہیں کرتا اور وہ اللہ ہے کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔

وہ شخص یہ کہتے ہوئے چلا گیا کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کو کہاں قرار دے۔ [2]

بیان:

"بمشاهدة الابصار"

ابصار "حمزہ" کے کسرے کے ساتھ ایمان کے مقابلے میں اور توحید صدوق میں "العیان" ہے الابصار کی جگہ پر

و "حقائق الایمان"

[1] مراۃ العقول: ۱/۳۳۵

[2] التوحید: ۱۰۸؛ ارشاد القلوب: ۱/۱۶۷؛ امالی صدوق: ۲۷۸؛ بحار الانوار: ۴/۲۶

ایمان کے ارکان اللہ کی وحدانیت کی تصدیق کرنا اور اللہ کے اسماء اور صفات کی تصدیق کرنا۔
اور اس کی دل کے ساتھ رویت اور دیکھنے کی تصدیق کرنا ایمان کی طاقت اور ضعف کے حساب سے مراتب ملتے ہیں۔

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے۔[1]

7/304 الکافی ۱/۹۷/۶/۱ العدۃ عن البرقی عن البزنطی عَنْ أَبِي اَلْحَسَنِ اَلْمَوْصِلِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: جَاءَ حِبْرٌ إِلَى أَمِيرِ اَلْمُؤْمِنِينَ صَلَوَاتُ اَللَّهِ عَلَيْهِ فَقَالَ يَا أَمِيرَ اَلْمُؤْمِنِينَ هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ حِينَ عَبَدْتَهُ قَالَ فَقَالَ وَيْلَكَ مَا كُنْتُ أَعْبُدُ رَبّاً لَمْ أَرَهُ قَالَ وَ كَيْفَ رَأَيْتَهُ قَالَ وَيْلَكَ لاَ تُدْرِكُهُ اَلْعُيُونُ فِي مُشَاهَدَةِ اَلْأَبْصَارِ وَلَكِنْ رَأَتْهُ اَلْقُلُوبُ بِحَقَائِقِ اَلْإِيمَانِ.

حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: ایک یہودی عالم امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور کہا: اے امیر المومنین علیہ السلام! آپ نے اپنے رب کی عبادت کرتے ہوئے کبھی اس کو دیکھا ہے؟
امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: ویل ہے تیرے لیے! میں اس رب کی عبادت نہیں کرتا جس کو میں دیکھتا نہ ہوں۔
اس نے کہا: آپ نے اس کو کیسے دیکھا؟
امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: تیرے لیے ویل ہو؟ اس کو ظاہری آنکھ سے نہیں دیکھا جاسکتا بلکہ اس کو دلوں کی آنکھیں ایمان کے حقائق کے ساتھ دیکھتی ہیں۔[2]

بیان:

اور کتاب توحید میں اس کی اسناد کے ساتھ ابی بصیر سے، ابوعبداللہ علیہ السلام سے مروی ہے کہ ابوبصیر نے کہا میں نے امام صادق علیہ السلام کو عرض کیا کہ: مجھے خدا کے بارے میں بتائیں کہ کیا اس کو قیامت کے دن مومن دیکھیں گے؟
تو فرمایا: ہاں انہوں نے اس کو دیکھا ہے قیامت کے دن سے پہلے۔
تو میں نے عرض کیا: کب؟
تو انہوں نے فرمایا: جب اس نے کہا تھا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو انہوں نے کہا ہاں تو ہمارا رب ہے۔
پھر امام علیہ السلام ساکت ہو گئے۔

---

[1] مرآۃ العقول: ۱/ ۳۳۷

[2] التوحید: ۱۰۹؛ بحار الانوار: ۴/ ۴۴ و ۵/ ۴۱؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۱۸۰

پھر فرمایا: بتحقیق مومنین اس کو دیکھتے ہیں دنیا میں قیامت کے دن سے پہلے۔
کیا تو نے اس کو نہیں دیکھا اس وقت تک؟
ابوبصیر نے کہا: میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان ہو جاؤں!
بس اس حدیث کو آپ سے نقل کروں؟
امام علیہ السلام نے فرمایا:
نہیں! کیونکہ اگر نقل کرو گے تو جاہل منکر انکار کریں گے اور اس کو دیکھنے کو اس آنکھ سے دیکھنا سمجھیں گے اور خدا کو مخلوق کے ساتھ تشبیہ دیں گے جبکہ دل کے ساتھ دیکھنا آنکھوں کے ساتھ دیکھنے کی طرح نہیں ہے اور خدا بلند و بالا ہے اس سے کہ جو تشبیہ دینے والے اور ملحد اس کی تعریف و توصیف کرتے ہیں۔

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے [1] لیکن ہمارے نزدیک حدیث صحیح ہے کیونکہ البزنطی کی موجودگی میں الموصلی کا مجہول ہونا مضر نہ ہوگا۔ اس لیے کہ اس پر اجماع ہے کہ وہ ثقہ کے علاوہ کسی سے روایت ہی نہیں کرتا۔ (واللہ اعلم)

8/305 الکافی، ۱/۹۸/۷/۱ القمیان عن صفوان عَنْ عَاصِمِ بْنِ حُمَيْدٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ ٱللَّهِ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ قَالَ: ذَاكَرْتُ أَبَا عَبْدِ ٱللَّهِ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ فِيمَا يَرْوُونَ مِنَ ٱلرُّؤْيَةِ فَقَالَ ٱلشَّمْسُ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِينَ جُزْءاً مِنْ نُورِ ٱلْكُرْسِيِّ وَ ٱلْكُرْسِيُّ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِينَ جُزْءاً مِنْ نُورِ ٱلْعَرْشِ وَ ٱلْعَرْشُ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِينَ جُزْءاً مِنْ نُورِ ٱلْحِجَابِ وَ ٱلْحِجَابُ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِينَ جُزْءاً مِنْ نُورِ ٱلسِّتْرِ فَإِنْ كَانُوا صَادِقِينَ فَلْيَمْلَئُوا أَعْيُنَهُمْ مِنَ ٱلشَّمْسِ لَيْسَ دُونَهَا سَحَابٌ.

عاصم بن حمید نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کے سامنے رویت خدا کے بارے میں جو کچھ کہا جاتا تھا اس کے بارے میں میں نے تذکرہ کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: سورج کرسی کے نور کا سترواں حصہ ہے اور کرسی کا نور عرش کے نور کا سترواں حصہ ہے اور عرش کا نور حجاب کے نور کا سترواں حصہ ہے اور حجاب کا نور اللہ کے نور کے سترواں حصہ ہے پس جب بادل نہ ہو تو آنکھ سورج کو نہیں دیکھ سکتی (تو وہ خدا کو کیسے دیکھ لے گی)۔ [2]

بیان:

شاید وہ چار انوار جن کو اللہ نے سورج کے نور سے اوپر قرار دیا ہے اشارہ ہے ان انوار کی طرف جو چار ہیں

---

[1] مراۃ العقول: ۱/ ۳۳۷

[2] التوحید: ۱۰۸؛ بحار الانوار: ۴/ ۴۴؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۱۷۹؛ تفسیر البرہان: ۵/ ۵۶۷؛ تفسیر کنز الدقائق: ۲/ ۴۰۴؛ تفسیر نور الثقلین: ۱/ ۲۶۰

① خیالی ② نفسی ③ عقلی ④ الٰہی ہیں

اور خیالی وہ نور ہے جس کے مظاہر اس عالم میں زمینی حیوانات کے اجسام ہیں اور صادر ہوا انسان صغیر اور بڑا مظہر بڑے افراد کے لیے وہ کرسی ہے جو انسان کبیر ہے۔ اور اس لیے اس کو نسبت دی گئی ہے کرسی اور نور نفسی کی طرف جس کے مظاہر اس عالم میں بنی آدم کے دل ہیں۔ اس شخص کے لیے جس کے پاس دل ہے اور بڑا مظہر اس کے بڑے افراد کے لیے وہ عرش ہے جو عالم کبیر کا دل ہے۔ اور اسی لیے اس کی نسبت دی گئی عرش کی طرف اور وہ اس عقلی نور کا مظہر ہے جس کی نسبت دی گئی ہے حجاب کی طرف۔

کیونکہ بتحقیق عقل حجاب ہے مشاہدہ کرنے سے اور وہ مظہر ہے اس الٰہی نور کا جس کی نسبت دی گئی ہے ستر اور پردے کی طرف کیونکہ وہ عقل سے مستور اور چھپا ہوا ہے اور یہ سب انوار ایک ہی بسیط سنخ سے ہیں ان کے درمیان اختلاف نہیں ہے سوا قوت اور ضعف کا کیونکہ نور کی حقیقت نہیں مگر ظاہر ہونا یعنی اس کا ظاہر ہونا نفس کے لیے اور ظاہر کرنا غیر کے لیے بس کوئی بھی شئے اس سے زیادہ ظاہر نہیں ہے بس ممکن نہیں اس کے افراد کی اطلاع پیدا کرنا مگر حضوری مشاہدے کے ساتھ اور ہر وہ چیز جو اس سے ہے وہ نور میں ظاہر ہونے میں شدید ہے اور اپنی ذات کی حد میں نور میں قوی ہے بس وہ باطنی ترین اور چھپا ہوا ہے ان ظاہری جسمانی حواس خمسہ کے ادراک سے اور کل کی نسبت نوری شدت میں ان کی طرف جو اس سے اوپر ہیں ایسے ہے جیسے واحد کی نسبت ستر تک ہے۔

جیسے اس کی طرف اشارہ کیا پھر نسبت نہیں ہے اس کے اعلیٰ و بلند طبقات کی اس الٰہی ذات کی طرف جو نور الانوار ہے کیونکہ وہ نوری شدت وقوت میں اتنا اعلیٰ ہے کہ اس کی انتہا ہی نہیں بس وہ گمراہ اور اغوا ہو گیا جس نے گمان کیا اس کی لا یتناہیت کو اور اس آنکھ سے اس کے مکان کے دیکھنے کا دعوا کیا اور وہ ان میں سے ہیں جو عاجز ہیں سورج کو دیکھنے سے اور اس کے نور کے ساتھ نظریں ملانے سے جب وہ بادلوں کے بغیر ہو۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے ① یا پھر حدیث صحیح ہے ② اور میرے نزدیک بھی حدیث صحیح ہے۔ (واللہ اعلم)

---

① مراۃ العقول: ۱/ ۳۳۷

② المحجۃ البیضاء: ۸/ ۴۲؛ المعارف: ۳۷

۳۶_باب نفی إحاطة أوهام القلوب

دلوں کے وہموں کے احاطے کی نفی

1/306 الکافی، ۱/۹۸/۱ محمد عن ابن عیسی عن التمیمی عَنْ عَبْدِ اَللَّهِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ: فِي قَوْلِهِ (لاٰ تُدْرِكُهُ اَلْأَبْصٰارُ) قَالَ إِحَاطَةُ اَلْوَهْمِ أَ لاَ تَرَى إِلَى قَوْلِهِ: (قَدْ جٰاءَكُمْ بَصٰائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ) لَيْسَ يَعْنِي بَصَرَ اَلْعُيُونِ: (فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ) لَيْسَ يَعْنِي مِنَ اَلْبَصَرِ بِعَيْنِهِ: (وَ مَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهٰا) لَيْسَ يَعْنِي عَمَى اَلْعُيُونِ إِنَّمَا عَنَى إِحَاطَةَ اَلْوَهْمِ كَمَا يُقَالُ فُلاَنٌ بَصِيرٌ بِالشِّعْرِ وَ فُلاَنٌ بَصِيرٌ بِالْفِقْهِ وَ فُلاَنٌ بَصِيرٌ بِالدَّرَاهِمِ وَ فُلاَنٌ بَصِيرٌ بِالثِّيَابِ اَللَّهُ أَعْظَمُ مِنْ أَنْ يُرَى بِالْعَيْنِ۔

عبداللہ بن سنان سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے خدا کے قول: ''آنکھیں اس کو درک نہیں کرسکتیں۔(الانعام:۱۰۳)۔'' کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: اس کا مطلب ہے کہ وہم اس کا احاطہ نہیں کرسکتا۔ کیا تم اللہ کے اس قول کی طرف نہیں دیکھتے کہ: ''تمہارے رب کی طرف سے تمہارے لیے بصارت آچکی۔(الانعام:۱۰۴)۔'' اس سے مراد آنکھوں کی بصارت نہیں ہے۔ ''پس جس نے دیکھا تو اس نے اپنے لیے دیکھا۔(ایضا)۔'' تو اس سے مراد آنکھ سے دیکھنا نہیں ہے۔ ''اور جو اندھا رہا تو یہ اسی پر (نقصان) ہے(ایضا)۔'' تو یہاں بھی آنکھوں سے اندھا ہونا مراد نہیں ہے بلکہ اس سے مراد احاطہ وہم ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص شعر میں بصیر ہے اور فلاں شخص فقہ میں بصیر ہے اور فلاں شخص درہموں میں بصیر ہے اور فلاں شخص کپڑوں میں بصیر ہے۔ اللہ عظیم تر ہے اس سے کہ آنکھ سے دیکھا جائے۔ [1]

بیان:

وہم کے ساتھ اشارہ کیا ہے قلب کی بصیرت کی طرف۔

جیسے اس پر دلالت کرتا ہے امام علیہ السلام کا قول آنے والی دو روایتوں میں۔

''اوھام القلوب اکبر وادق'' یعنی: قلوب کے بصائر۔

اور ان تینوں روایتوں کا مطلب یہ ہے کہ بتحقیق ابصار سے مراد آیت کریمہ میں ابصار القلوب ہے یا وہ چیز جو

[1] التوحید: ۱۱۲؛ الاحتجاج: ۲/ ۲۳۶؛ تفسیر البرہان: ۲/ ۴۶۱؛ عوالم العلوم: ۲۰/ ۵۹۹؛ بحار الانوار: ۴/ ۳۳؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۱۸۱؛ تفسیر نور الثقلین: ۱/ ۷۵۲؛ تفسیر کنز الدقائق: ۴/ ۴۱۲؛ تفسیر الصافی: ۲/ ۱۴۵

شامل ہے ظاہری آنکھوں کے ابصار اور قلوب کے ابصار کو

اور اول واضح ہے حدیث کے لفظوں سے اور ثانی نزدیک ہے آیت کی معنی کے

اور پہلے کی بنا پر الاخفی پر اکتفا ہوگا تا کہ اس سے سمجھا جائے الاجلی کو

اور امام علیہ السلام کا قول ''الاتری'' حدیث کے آخر تک۔

اس سے مراد واضح کرنا ہے کہ بتحقیق قلب کے لیے بصر اور آنکھیں ہیں جن کو بصیرت کہا جاتا ہے جس طرح ظاہری آنکھوں کے لیے بصر ہے

اور حدیث کے آخر میں مولا علیہ السلام کا قول کہ ''الله اعلم من أن یری بالعین''

اس سے مراد پہلی معنی پر ہے اور یہ ان میں سے نہیں جو واضح کرنے اور بیان کرنے کا محتاج ہو اور بتحقیق محتاج ہے وہم کے احاطے کی نفی کے بیان کرنے کا۔

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔[1]

2/307 الکافی،١/١٠/٩٨/١ محمد عن أحمد عَنْ أَبِي هَاشِمٍ اَلْجَعْفَرِيِّ عَنْ أَبِي اَلْحَسَنِ اَلرِّضَا عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: سَأَلْتُهُ عَنِ اَللَّهِ هَلْ يُوصَفُ فَقَالَ أَمَا تَقْرَأُ اَلْقُرْآنَ قُلْتُ بَلَى قَالَ أَمَا تَقْرَأُ قَوْلَهُ تَعَالَى: (لاَ تُدْرِكُهُ اَلْأَبْصٰارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ اَلْأَبْصٰارَ) قُلْتُ بَلَى قَالَ فَتَعْرِفُونَ اَلْأَبْصَارَ قُلْتُ بَلَى قَالَ مَا هِيَ قُلْتُ أَبْصَارُ اَلْعُيُونِ فَقَالَ إِنَّ أَوْهَامَ اَلْقُلُوبِ أَكْبَرُ مِنْ أَبْصَارِ اَلْعُيُونِ فَهُوَ لاَ تُدْرِكُهُ اَلْأَوْهَامُ وَ هُوَ يُدْرِكُ اَلْأَوْهَامَ.

ابو ہاشم جعفری کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے خدا کے وصف کے بارے میں سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: کیا تو قرآن کی تلاوت نہیں کرتا؟

میں نے عرض کیا: ہاں کرتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تو نے خدا کا یہ فرمان نہیں پڑھا: ''آنکھیں اسے درک نہیں کر سکتیں اور وہ آنکھوں کو درک کرتا ہے۔''؟

میں نے عرض کیا: ہاں میں نے پڑھا ہے۔

---

[1] مرآۃ العقول: ١/٣٣٩؛ البراهين الواضحة: ٢٦٤

آپؑ نے فرمایا: کیا تو جانتا ہے کہ یہ ابصار کیا ہیں؟

میں نے عرض کیا: ہاں۔

آپؑ نے فرمایا: وہ کیا ہے؟

میں نے عرض کیا: آنکھوں سے دیکھنا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: دل کے اوہام آنکھوں کی بینائی سے قوی تر ہے پس دل کے اوہام اس کو درک نہیں کر سکتے البتہ وہ اوہام کو درک کر لیتا ہے۔ [1]

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔ [2]

3/308 الکافی،۱/۱۱/۹۹/۱ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَمَّنْ ذَكَرَهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عِيسَى عَنْ دَاوُدَ بْنِ اَلْقَاسِمِ أَبِي هَاشِمٍ اَلْجَعْفَرِيِّ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ: ﴿لاَ تُدْرِكُهُ اَلْأَبْصٰارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ اَلْأَبْصٰارَ﴾ فَقَالَ يَا أَبَا هَاشِمٍ أَوْهَامُ اَلْقُلُوبِ أَدَقُّ مِنْ أَبْصَارِ اَلْعُيُونِ أَنْتَ قَدْ تُدْرِكُ بِوَهْمِكَ اَلسِّنْدَ وَ اَلْهِنْدَ وَ اَلْبُلْدَانَ اَلَّتِي لَمْ تَدْخُلْهَا وَ لاَ تُدْرِكُهَا بِبَصَرِكَ وَ أَوْهَامُ اَلْقُلُوبِ لاَ تُدْرِكُهُ فَكَيْفَ أَبْصَارُ اَلْعُيُونِ.

ابو ہاشم جعفری سے روایت ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے: لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ (الخ) کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: اے ابو ہاشم! اوہام قلوب ابصار عیون سے زیادہ لطیف وادق ہیں۔ تم نے اپنے وہم و خیال سے سندھ و ہند اور ان شہروں کا ادراک کر لیا جن میں تم نہیں گئے حالانکہ کہ تم نے آنکھ سے ان کا ادراک نہیں کیا پس جب اوہام قلوب ذات باری کا ادراک نہیں کر سکتے تو آنکھوں کیسے دیکھ سکتی ہیں۔ [1]

بیان:

کافی شریف میں ان تینوں روایتوں کے بعد ایک اور روایت کو اس معنی میں ہشام ابن الحکم کے کلام سے وارد کیا ہے، ہم نے اس کے ذکر کو ترک کیا اس کے واضح نہ ہونے کی وجہ سے جو ارادہ رکھتا ہے وہ اس کی طرف

---

[1] التوحید: ۱۱۲؛ تفسیر البرہان: ۲/ ۴۶۲؛ تفسیر کنز الدقائق: ۴/ ۴۱۲؛ بحار الانوار: ۴/ ۳۹؛ تفسیر نور الثقلین: ۱/ ۷۵۳؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۱۸۲

[2] مراۃ العقول: ۱/ ۳۴۱

[1] التوحید: ۱۱۳؛ الاحتجاج: ۲/ ۴۴۱؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۱۸۲؛ تفسیر الصافی: ۲/ ۱۴۵؛ تفسیر کنز الدقائق: ۴/ ۴۱۳؛ عوالم العلوم: ۲۳/ ۵۳؛ بحار الانوار: ۴/ ۳۹؛ تفسیر البرہان: ۲/ ۴۶۲؛ تفسیر نور الثقلین: ۱/ ۷۵۳؛ متشابہ القرآن: ۱/ ۹۳

رجوع کرے۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے۔[1] لیکن الاحتجاج میں درج ہونے کی وجہ سے توثیق سے خارج نہیں ہے۔(واللہ اعلم)

۳۷۔باب نفی الجسم والصورة والتحدید

جسم،صورت اور تحدید کی نفی

1/309 الکافی،۱/۱۰۲/۵/۱ علی بن محمد و محمد بن الحسن عن سهل عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدٍ اَلْهَمَذَانِيِّ قَالَ: كَتَبْتُ إِلَى اَلرَّجُلِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ أَنَّ مَنْ قِبَلَنَا مِنْ مَوَالِيكَ قَدِ اِخْتَلَفُوا فِي اَلتَّوْحِيدِ فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ جِسْمٌ وَ مِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ صُورَةٌ فَكَتَبَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ بِخَطِّهِ سُبْحَانَ مَنْ لاَ يُحَدُّ وَلاَ يُوصَفُ (لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ)... (وَهُوَ اَلسَّمِيعُ اَلْعَلِيمُ). أَوْ قَالَ (اَلْبَصِيرُ).

ابراہیم بن محمد ہمدانی سے روایت ہے کہ میں نے امام حسن عسکری علیہ السلام کو خط لکھا کہ ہم سے پہلے آپ کے دوستوں نے توحید کے بارے میں اختلاف کیا ہے،بعض کہتے ہیں وہ جسم ہے اور بعض کہتے ہیں وہ صورت ہے۔ آپ نے اپنے قلم سے تحریر فرمایا: پاک ہے وہ ذات جس کے لیے حد نہیں اور جس کا وصف اوصاف مخلوق سے نہیں کیا جاتا۔اس کی مثل کوئی شے نہیں،وہ سننے والا جاننے والا ہے یا فرمایا: وہ بصیر ہے۔[2]

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے[3] لیکن میرے نزدیک حدیث موثق ہے کیونکہ سہل بن زیاد ثقہ ثابت ہے اور الھمدانی بھی تحقیقاً ثقہ ثابت ہے اور ناحیہ مقدسہ کا وکیل ہے(واللہ اعلم)

2/310 الکافی،۱/۱۰۲/۹/۱ سَهْلٌ عَنْ بِشْرِ بْنِ بَشَّارٍ اَلنَّيْسَابُورِيِّ قَالَ: كَتَبْتُ إِلَى اَلرَّجُلِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ الحدیث بأدنی تفاوت وزاد وَلاَ يُشْبِهُهُ شَيْءٌ بعد قوله وَلاَ يُوصَفُ.

بشر بن بشار نیشاپوری سے روایت ہے کہ میں نے امام حسن عسکری علیہ السلام کو لکھا: (آگے بفرق الفاظ وہی حدیث

[1] مرآۃ العقول:۱/۳۴۱

[2] التوحید:۱۰۰؛تفسیر کنز الدقائق:۱۱/۴۸۳؛بحار الانوار:۳/۲۹۴؛تفسیر نور الثقلین:۴/۵۵۹

[3] مرآۃ العقول:۱/۳۵۱

ہے البتہ اس میں یہ اضافہ ہے) اور نہ اس سے کوئی شئے مشابہ ہے اور وہ سمیع وبصیر ہے۔ [1]

بیان:

اور دونوں حدیثوں میں الرجل سے مراد ابوالحسن الثالث علیہ السلام ہیں۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔ [2]

3/311 الکافی،۱/۱۰۳/۱۰/۱ سَهْلٌ قَالَ: كَتَبْتُ إِلَى أَبِي مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ سَنَةَ خَمْسٍ وَ خَمْسِينَ وَ مِائَتَيْنِ قَدِ اِخْتَلَفَ يَا سَيِّدِي أَصْحَابُنَا فِي اَلتَّوْحِيدِ مِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ هُوَ جِسْمٌ وَ مِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ هُوَ صُورَةٌ فَإِنْ رَأَيْتَ يَا سَيِّدِي أَنْ تُعَلِّمَنِي مِنْ ذَلِكَ مَا أَقِفُ عَلَيْهِ وَ لاَ أَجُوزُهُ فَعَلْتَ مُتَطَوِّلاً عَلَى عَبْدِكَ فَوَقَّعَ بِخَطِّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ سَأَلْتَ عَنِ اَلتَّوْحِيدِ وَ هَذَا عَنْكُمْ مَعْزُولٌ اَللَّهُ وَاحِدٌ أَحَدٌ (لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُواً أَحَدٌ) خَالِقٌ وَ لَيْسَ بِمَخْلُوقٍ يَخْلُقُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى مَا يَشَاءُ مِنَ اَلْأَجْسَامِ وَ غَيْرِ ذَلِكَ وَ لَيْسَ بِجِسْمٍ وَ يُصَوِّرُ مَا يَشَاءُ وَ لَيْسَ بِصُورَةٍ جَلَّ ثَنَاؤُهُ وَ تَقَدَّسَتْ أَسْمَاؤُهُ أَنْ يَكُونَ لَهُ شِبْهٌ هُوَ لاَ غَيْرُهُ (لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَ هُوَ اَلسَّمِيعُ اَلْبَصِيرُ).

سہل سے روایت ہے کہ میں نے ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام کو ۲۵۵ھ میں خط لکھا کہ اے میرے سردار! ہمارے اصحاب نے توحید کے بارے میں اختلاف کیا ہے بعض کہتے ہیں وہ جسم ہے بعض کہتے ہیں وہ صورت ہے چنانچہ اگر آپؑ مجھے تعلیم دیں تو میں اس پر قائم رہوں اور تجاوز نہ کروں اور آپؑ کے غلام پر آپؑ کا بڑا احسان ہو۔

آپؑ نے اپنے دست مبارک سے لکھا: تم نے توحید کے متعلق سوال کیا اور جو صورتیں تم نے بیان کیں تم ان سے الگ ہو۔ اللہ ایک ہے، نہ اس نے کسی کو پیدا کیا اور نہ کسی نے اس کو، نہ اس کا کوئی مثل ہے نہ مانند، وہ خالق ہے مخلوق نہیں، اجسام وغیرہ سے جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے مگر وہ جسم نہیں ہے، وہ جیسی صورت چاہتا ہے بنا دیتا ہے مگر وہ خود صورت نہیں، اس کی ثناء میں بندگی ہے، اس کے اسماء میں تقدیس ہے، وہ بری ہے کہ اس سے کوئی مشابہ

[1] التوحید:۱۰۱؛الفصول المہمہ:۱/۱۳۸؛تفسیر نورالثقلین:۴/۵۶۰؛بحارالانوار:۳/۳۰۳؛تفسیر کنزالدقائق:۱۱/۴۸۳

[2] مرآۃ العقول:۱/۳۵۲

ہواور اس کی مثل کوئی نہیں، وہ سمیع وبصیر ہے۔ [۱]

بیان:

”هذا عنکم معزول“ نتیجے میں ہر ایک کے لیے امر توحید میں غوطہ ور ہونا نہیں ہے اس کے درک کرنے سے اکثر لوگوں کے قاصر ہونے کی وجہ سے بلکہ ان کے لیے کافی ہے یہ عقیدہ رکھنا کہ بتحقیق خدا واحد، احد ہے۔ آخر تک جو مولا علیہ السلام نے ذکر کیا۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔ [۲]

4/312 الکافی،۱/۱/۱۰۴/۱ القمیان عن صفوان عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي حَمْزَةَ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ اَلْحَكَمِ يَرْوِي عَنْكُمْ أَنَّ اَللَّهَ جِسْمٌ صَمَدِيٌّ نُورِيٌّ مَعْرِفَتُهُ ضَرُورَةٌ يَمُنُّ بِهَا عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ خَلْقِهِ فَقَالَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ سُبْحَانَ مَنْ لاَ يَعْلَمُ أَحَدٌ كَيْفَ هُوَ إِلاَّ هُوَ (لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ اَلسَّمِيعُ اَلْبَصِيرُ) لاَ يُحَدُّ وَلاَ يُحَسُّ وَلاَ يُجَسُّ وَ (لاٰ تُدْرِكُهُ اَلْأَبْصٰارُ) وَلاَ اَلْحَوَاسُّ وَلاَ يُحِيطُ بِهِ شَيْءٌ وَلاَ جِسْمٌ وَلاَ صُورَةٌ وَلاَ تَخْطِيطٌ وَلاَ تَحْدِيدٌ.

علی بن ابوحمزہ سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: ہشام بن الحکم نے آپ حضرات سے یہ روایت کی ہے کہ خدا جسم صمدی اور نورانی ہے اور اس کی معرفت ضروری ہے، اپنی مخلوق میں جس پر چاہتا ہے احسان کرتا ہے۔

آپ نے فرمایا: پاک ہے وہ اللہ جسے کوئی نہیں جانتا کہ وہ کیسا ہے، کوئی معبود اس کے سوا نہیں، اس کی کوئی مثل نہیں، وہ سمیع وبصیر ہے، نہ اس کی کوئی حد ہے، نہ وہ محسوس ہوتا ہے، نہ تلاش کیا جاتا ہے، بینائیاں اور حواس اس کو نہیں پاسکتے، نہ کوئی شے اس کا احاطہ کرتی ہے، نہ وہ جسم ہے، نہ صورت ہے، نہ اس کے لیے خط ہے اور نہ حد ہے۔ [۳]

تحقیق اسناد:

حدیث موثق ہے۔ [۴] لیکن میرے نزدیک حدیث صحیح ہے اس کی ایک وجہ تو صفوان کی موجودگی ہے اور دوسری وجہ علی بن ابی حمزہ کے

[۱] التوحید:۱۰۱؛ بحار الانوار:۲۶۰
[۲] مرآۃ العقول:۱/۳۵۲
[۳] التوحید:۱۰۱؛ بحار الانوار:۳/۳۰۱؛ الفصول المہمہ:۱/۱۸۵
[۴] مرآۃ العقول:۲/۲

حوالے سے ہے کہ جب ہمارے مشائخ نے اس سے روایات لیں تب وہ امامی ثقہ تھا اگرچہ بعد میں اس پر لعنت وارد ہوگئی۔(واللہ اعلم)

5/313 الكافي،١/١٠٤/٢/١ محمد بن الحسن عن سهل عَنْ حَمْزَةَ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ: كَتَبْتُ إِلَى أَبِي اَلْحَسَنِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ أَسْأَلُهُ عَنِ اَلْجِسْمِ وَ اَلصُّورَةِ فَكَتَبَ سُبْحَانَ مَنْ ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ لاَ جِسْمٌ وَلاَ صُورَةٌ. وَرَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ: إِلاَّ أَنَّهُ لَمْ يُسَمِّ اَلرَّجُلَ.

ترجمہ: حمزہ بن محمد بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوالحسن علیہ السلام کی خدمت میں خط تحریر کیا اور آپؑ سے جسم وصورت خدا کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے جواب میں فرمایا: پاک ومنزہ ہے وہ ذات کہ جس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے اور اس کا جسم اور صورت نہیں ہے۔

اسی روایت کو محمد بن ابوعبداللہ نے بھی روایت کیا ہے لیکن اس میں آدمی کا نام ذکر نہیں کیا گیا۔[1]

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔[2]

6/314 الكافي،١/١٠٥/٢/١ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَمَّنْ ذَكَرَهُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَلْعَبَّاسِ عَنِ البزنطي عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَكِيمٍ قَالَ: وَصَفْتُ لِأَبِي إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَوْلَ هِشَامِ بْنِ سَالِمٍ اَلْجَوَالِيقِيِّ وَ حَكَيْتُ لَهُ قَوْلَ هِشَامِ بْنِ اَلْحَكَمِ أَنَّهُ جِسْمٌ فَقَالَ إِنَّ اَللَّهَ تَعَالَى لاَ يُشْبِهُهُ شَيْءٌ أَيُّ فُحْشٍ أَوْ خَناً أَعْظَمُ مِنْ قَوْلِ مَنْ يَصِفُ خَالِقَ اَلْأَشْيَاءِ بِجِسْمٍ أَوْ صُورَةٍ أَوْ بِخِلْقَةٍ أَوْ بِتَحْدِيدٍ وَ أَعْضَاءٍ تَعَالَى اَللَّهُ عَنْ ذَلِكَ عُلُوّاً كَبِيراً.

ترجمہ: محمد بن حکیم بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام ابوابراہیم (موسیٰ بن جعفر) علیہما السلام کے سامنے ہشام بن سالم جوالیقی کے قول کو بیان کیا اور ہشام بن حکم کے قول کو بھی بیان کیا کہ وہ جسم کا قائل ہے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: خدا کسی چیز کی مانند نہیں ہے اور کسی کے مشابہ بھی نہیں ہے۔ اس سے بڑی فحش (گالی) اور نازیبہ لفظ بارگاہ خدا میں کیا ہوگا کہ اس کے بارے میں یہ کہا جائے کہ تمام اشیاء کا خالق جسم وصورت رکھتا ہے اور اس کو مخلوق کے اوصاف سے متصف کیا جائے اور اس کی حد بندی اور اس کے اعضا کو بیان کیا جائے۔ خدا اس سے بہت بلند اور بہت بڑا ہے۔[3]

---

[1] التوحید: ۱۰۲؛ تفسیر کنز الدقائق: ۱۱/ ۸۲ ۴؛ تفسیر نور الثقلین: ۴/ ۵۶۰؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۱۸۵؛ بحار الانوار: ۳/ ۳۰۱؛ کنز الفوائد: ۲/ ۴۲

[2] مراۃ العقول: ۲/ ۲

[3] التوحید: ۹۹؛ بحار الانوار: ۳/ ۳۰۳؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۱۸۶

بیان:

الخناء ''خاء'' اور ''نون'' کے ساتھ یعنی الفحش یعنی بدکردار یا بدگفتار۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے۔[1] لیکن اس حدیث کی دوسری سند التوحید میں ہے جو ہمارے نزدیک معتبر بلکہ صحیح ہے کیونکہ اس سند میں سوائے علی بن احمد البرقی کے کوئی کمزوری نہیں ہے اور ان کے بارے میں یہ ہے کہ ان کے حالات معلوم نہیں ہیں لیکن یہ شیخ صدوق کے مشائخ میں سے ہیں اور وہ ان کے نام کے ساتھ رضی اللہ لکھتے ہیں جو توثیق کے لیے کافی ہے (واللہ اعلم)

7/315 الکافی،۱/۱۰۵/۵/۱ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ رَفَعَهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَلْفَرَجِ اَلرُّخَّجِيِّ قَالَ: كَتَبْتُ إِلَى أَبِي اَلْحَسَنِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ أَسْأَلُهُ عَمَّا قَالَ هِشَامُ بْنُ اَلْحَكَمِ فِي اَلْجِسْمِ وَ هِشَامُ بْنُ سَالِمٍ فِي اَلصُّورَةِ فَكَتَبَ دَعْ عَنْكَ حَيْرَةَ اَلْحَيْرَانِ وَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ اَلشَّيْطَانِ لَيْسَ اَلْقَوْلُ مَا قَالَ اَلْهِشَامَانِ

جناب محمد بن الفرج الرخجی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی خدمت اقدس میں خط تحریر کیا اور آپ سے ہشام بن سالم کے عقیدہ کے بارے میں سوال کیا کہ جو خدا کے جسم کا قائل ہے اور ہشام بن حکم کے قول کے بارے میں سوال کیا کہ وہ خدا کی صورت کا قائل ہے تو امام ابوالحسن علیہ السلام نے میری طرف تحریر فرمایا: سرگردان وحیرت میں ڈالنے والی باتوں سے دور رہو اور خدا کی پناہ طلب کرو شیطان رجیم سے۔
جو کچھ یہ دونوں ہشام کہہ رہے ہیں وہ حق وحقیقت نہیں ہے۔[2]

بیان:

الرخجی ''راء'' اور ''خاء'' اور اس کے بعد ''جیم'' کے ساتھ۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرفوع ہے۔[3]

8/316 الکافی،۱/۱۰۶/۶/۱ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ عَنِ اَلْحُسَيْنِ بْنِ اَلْحَسَنِ عَنْ بَكْرِ بْنِ صَالِحٍ عَنِ اَلْحَسَنِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ اَللَّهِ بْنِ اَلْمُغِيرَةِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ يُونُسَ بْنَ ظَبْيَانَ يَقُولُ: دَخَلْتُ عَلَى أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ فَقُلْتُ لَهُ إِنَّ هِشَامَ بْنَ اَلْحَكَمِ

---

[1] مرآۃ العقول: ۲/ ۳

[2] التوحید: ۹۷؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۱۸۷؛ بحارالانوار: ۳/ ۲۸۸؛ متشابہ القرآن: ۱/ ۲۶؛ امالی صدوق: ۲۷۷

[3] مرآۃ العقول: ۲/ ۳

يَقُولُ قَوْلاً عَظِيماً إِلاَّ أَنِّي أَخْتَصِرُ لَكَ مِنْهُ أَحْرُفاً فَزَعَمَ أَنَّ اَللَّهَ جِسْمٌ لِأَنَّ اَلْأَشْيَاءَ شَيْئَانِ جِسْمٌ وَ فِعْلُ اَلْجِسْمِ فَلاَ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ اَلصَّانِعُ بِمَعْنَى اَلْفِعْلِ وَ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ بِمَعْنَى اَلْفَاعِلِ فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ وَيْحَهُ أَ مَا عَلِمَ أَنَّ اَلْجِسْمَ مَحْدُودٌ مُتَنَاهٍ وَ اَلصُّورَةَ مَحْدُودَةٌ مُتَنَاهِيَةٌ فَإِذَا اِحْتَمَلَ اَلْحَدَّ اِحْتَمَلَ اَلزِّيَادَةَ وَ اَلنُّقْصَانَ وَ إِذَا اِحْتَمَلَ اَلزِّيَادَةَ وَ اَلنُّقْصَانَ كَانَ مَخْلُوقاً قَالَ قُلْتُ فَمَا أَقُولُ قَالَ لاَ جِسْمٌ وَ لاَ صُورَةٌ وَ هُوَ مُجَسِّمُ اَلْأَجْسَامِ وَ مُصَوِّرُ اَلصُّوَرِ لَمْ يَتَجَزَّأْ وَ لَمْ يَتَنَاهَ وَ لَمْ يَتَزَايَدْ وَ لَمْ يَتَنَاقَصْ لَوْ كَانَ كَمَا يَقُولُونَ لَمْ يَكُنْ بَيْنَ اَلْخَالِقِ وَ اَلْمَخْلُوقِ فَرْقٌ وَ لاَ بَيْنَ اَلْمُنْشِئِ وَ اَلْمُنْشَإِ لَكِنْ هُوَ اَلْمُنْشِئُ فَرْقٌ بَيْنَ مَنْ جَسَّمَهُ وَ صَوَّرَهُ وَ أَنْشَأَهُ إِذْ كَانَ لاَ يُشْبِهُهُ شَيْءٌ وَ لاَ يُشْبِهُ هُوَ شَيْئاً.

محمد بن زیاد سے روایت ہے کہ میں نے یونس بن ظبیان کو کہتے ہوئے سنا، اس کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: ہشام بن الحکم نے ایک بہت بڑی بات بیان کی ہے جس کو میں اختصار کے ساتھ بیان کرتا ہوں، اس کا گمان یہ ہے کہ اللہ جسم رکھتا ہے اور دلیل یہ بیان کی ہے کہ تمام اشیاء کی حقیقت دو چیزیں ہیں: ایک جسم اور دوسرے فعل جسم۔ پس صانع عالم بمعنی فعل تو نہیں ہے پس لامحالہ بمعنی فاعل ہوگا۔

آپؑ نے فرمایا: وائے ہو اس پر! کیا وہ نہیں جانتا کہ جسم محدود و متناہی ہے اسی طرح صورت بھی۔ پس جس کو محدود مان لیا گیا اس کے لیے زیادتی و نقصان بھی ماننا پڑے گی اور جس کے لیے نقصان و زیادتی ہے تو وہ مخلوق ہے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا: پھر میں کیا عقیدہ رکھوں؟

آپؑ نے فرمایا: وہ نہ جسم ہے نہ صورت، وہ جسموں کا پیدا کرنے والا اور صورتوں کا بنانے والا ہے، نہ وہ صاحب اجزا ہے اور نہ اس کی انتہا ہے، نہ کم ہوتا ہے نہ زائد۔ اگر وہ ایسا ہوتا جیسا لوگ کہتے ہیں تو خالق ومخلوق کے درمیان کوئی فرق نہ ہوتا اور نہ پیدا کرنے والے اور پیدا ہونے والے کے درمیان فرق ہوتا، لیکن وہ پیدا کرنے والا ہے پس فرق ہے مخلوق کے اور اس کے درمیان جو جسموں کا بنانے والا، صورت گری کرنے والا اور ایجاد کرنے والا ہے کیونکہ وہ نہ کسی چیز سے مشابہ ہے نہ اس سے کوئی شئے مشابہ ہے۔[1]

بیان:

توحید صدوق میں، صالح ابن ابی حماد سے الحسین بن الحسن کے بعد، گویا یہ ساقط ہو گیا ہے کافی شریف کے نسخوں سے۔

[1] التوحید: ۹۹؛ بحارالانوار: ۳/ ۳۰۲ و ۱۰/ ۳۵۳؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۱۸۸

''فرق بین من جسمہ ''یعنی: اس کے درمیان اور اس کے درمیان فرق ہے جو اس کو جسم والا کہتا ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔ [1]

9/317 الکافی،۱/۱۰۶/۱/۷ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَلْعَبَّاسِ عَنِ اَلْحَسَنِ بْنِ عَبْدِ اَلرَّحْمَنِ اَلْحِمَّانِيِّ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي اَلْحَسَنِ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ عَلَيْهِمَا اَلسَّلاَمُ إِنَّ هِشَامَ بْنَ اَلْحَكَمِ زَعَمَ أَنَّ اَللَّهَ جِسْمٌ (لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ) عَالِمٌ سَمِيعٌ بَصِيرٌ قَادِرٌ مُتَكَلِّمٌ نَاطِقٌ وَ اَلْكَلاَمُ وَ اَلْقُدْرَةُ وَ اَلْعِلْمُ يَجْرِي مَجْرَى وَاحِدٍ لَيْسَ شَيْءٌ مِنْهَا مَخْلُوقاً فَقَالَ قَاتَلَهُ اَللَّهُ أَ مَا عَلِمَ أَنَّ اَلْجِسْمَ مَحْدُودٌ وَ اَلْكَلاَمَ غَيْرُ اَلْمُتَكَلِّمِ مَعَاذَ اَللَّهِ وَ أَبْرَأُ إِلَى اَللَّهِ مِنْ هَذَا اَلْقَوْلِ لاَ جِسْمٌ وَ لاَ صُورَةٌ وَ لاَ تَحْدِيدٌ وَ كُلُّ شَيْءٍ سِوَاهُ مَخْلُوقٌ إِنَّمَا تُكَوَّنُ اَلْأَشْيَاءُ بِإِرَادَتِهِ وَ مَشِيئَتِهِ مِنْ غَيْرِ كَلاَمٍ وَ لاَ تَرَدُّدٍ فِي نَفَسٍ وَ لاَ نُطْقٍ بِلِسَانٍ۔

حسن بن عبدالرحمن الحمانی سے روایت ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے عرض کیا: ہشام بن الحکم کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ صاحب جسم ہے اس کی مثل کوئی شے نہیں، وہ عالم ہے، سمیع وبصیر ہے، قادر ہے، ناطق ہے، متکلم ہے اور کلام وقدرت وعلم وقائم مقام ذات واحد کے لیے ہیں ان میں سے کوئی چیز مخلوق نہیں۔

آپؑ نے فرمایا: اللہ اس کو قتل کر کے کیا اسے نہیں معلوم کہ جسم محدود ہوتا ہے اور کلام متکلم کا غیر ہوتا ہے۔ خدا کی پناہ! میں اللہ کو اس قول سے بَری جانتا ہوں اس کا نہ جسم ہے، نہ اس کے لیے حد ہے، اس کے سوا ہر شے مخلوق ہے، تمام چیزیں اس کے ارادہ اختیار سے پیدا ہوتی ہیں لیکن اس کے لیے نہ کلام کرنے کی ضرورت ہے، نہ اس کے نفس میں حرکت پیدا ہوتی ہے اور نہ اس کا نطق زبان سے ہے۔ [2]

بیان:

بتحقیق وہ وجود دیتا ہے اشیاء کو اپنے ارادے کے ساتھ یہ جملہ اشارہ ہے شبہ نشات کے دفع کرنے کی طرف اللہ تعالیٰ کے قول سے کہ: ''بتحقیق اس کا امر یہ ہے کہ جب وہ ارادہ کرتا ہے کسی شئے کا تو اس کو کہتا ہے ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔(یٰسین: ۸۲)۔''

اور یہ یعنی بتحقیق کلام اگر مخلوق ہوتا تو مسبوق ہوتا دوسرے کلام کے ساتھ۔

[1] مرآۃ العقول: ۲/ ۷

[2] الاحتجاج: ۲/ ۳۸۵؛ بحار الانوار: ۳/ ۲۹۵؛ التوحید: ۱۰۰

اور وہ اللہ کا قول ہے:

کن بس تسلسل اور جواب لازم ہے۔

بتحقیق اس سے مراد اس کا ارادہ اور اس کی مشیت ہے۔

زمخشری نے اللہ کے قول میں کہا:

کن: یہ کلام میں سے مجاز ہے اور تمثیل ہے کیونکہ منع نہیں ہے اس پر کوئی چیز موجودات میں سے اور موجودات مطیع مامور کے مقام پر ہیں جب ان کو امر کرے وہ جس کی اطاعت کی جاتی ہے۔

اور اس مقام پر دوسرا کلام ہے لیکن اس کے ذکر کرنے کی یہاں جگہ نہیں ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے [1] لیکن میرے نزدیک معتبر ہے کیونکہ الاحتجاج میں اس کی توثیق ہے۔ (واللہ اعلم)

10/318 الکافی، ۱/۱۰۶/۱/۸ علی عن العبیدی عن یونس عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَكِيمٍ قَالَ: وَصَفْتُ لِأَبِي ٱلْحَسَنِ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ قَوْلَ هِشَامٍ ٱلْجَوَالِيقِيِّ وَمَا يَقُولُ فِي ٱلشَّابِّ ٱلْمُوفِقِ وَوَصَفْتُ لَهُ قَوْلَ هِشَامِ بْنِ ٱلْحَكَمِ فَقَالَ إِنَّ ٱللَّهَ لاَ يُشْبِهُهُ شَيْءٌ.

محمد بن حکیم سے روایت ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں ہشام جوالیقی کا یہ قول بیان کیا کہ خدا ایک خوبرو جوان ہے اور ہشام بن الحکم کا قول بھی بیان کیا تو آپ نے فرمایا: اللہ کو کسی چیز سے مشابہت نہیں دی جاسکتی۔ [2]

بیان:

شاب الموفق کی حدیث اور جو دونوں ھشاموں کی طرف نسبت دی گئی ہے تشبیہ کی وہ آئے گی۔

بس میرا گمان یہ ہے کہ بتحقیق یہ بات ان دونوں کے کلام کے سوء فہم سے نکلی ہے والا یہ دونوں مرد (دونوں ھشام) قدر و قیمت میں بزرگ تھے اس سے کہ ایسی بات کہتے۔

اور امام علیہ السلام کا قول کہ "ویلہ وقاتلہ اللہ" اس پر ویل ہو اور اللہ اسے قتل کرے۔

بس بتحقیق یہ امام کا ان کے لیے فقط ان دونوں کے تکلم کے لیے اس وقت جب کوئی بات کو نہ سمجھے تو کہا جائے اور

---

[1] مرآۃ العقول: ۲/۸

[2] التوحید: ۹۷؛ بحار الانوار: ۳/۳۰۰

ان دونوں کے لیے اور ان دونوں کے جیسوں کے لیے جو اہل بیت علیہم السلام کے موالی تھے رمز تھے جیسے پہلے حکماء کے کلام میں ایسے رمز تھے جن کی طرف عام لوگوں کی فہم کی رسائی نہ تھی اور اسی لیے انہوں نے ان کو تجسیم اور تشبیہ کی نسبت دی اور شاید ان کے کلام کو نقل کرنے میں الفاظ میں تصرف ہوا ہے اور کلمات کی ان کی جگہ سے تحریف ہوئی ہے۔

شہرستانی نے کتاب الملل والنحل میں اس کے بعد جب نقل کیا کہ بتحقیق ھشام بن الحکم نے علی علیہ السلام کے حق میں غلو کیا ہے۔

کہا: یہ ھشام بن الحکم ہے جو اصول میں بہت عمق تک گیا ہے معتزلہ پر جائز نہیں ہے کہ غافل ہوں اس کے الزامات سے۔

بس بتحقیق مرد پر جو الزام ہیں ان کے پیچھے ہے خصم پر اور جو تشبیہ اس سے ظاہر ہوئی ہے اس کے بغیر ہے اور یہ ابا هذیل العلاف نے الزام لگایا کہا کہ: تو نے کہا ہے کہ باری تعالی عالم ہے علم کا اور اس کا علم اس کی ذات ہے۔

پھر شریک کیا باتوں کو اس میں کہ عالم ہے علم کا اور پھر اس کو مختلف کیا اس میں کہ بتحقیق اس کا علم اس کی ذات ہے بس اللہ عالم ہوا نہ کہ دوسرے عالموں کی طرح بس تم نے کیوں نہ کہا کہ وہ جسم ہے۔

نہ کہ ان اجسام کی طرح اور صورت ہے نہ کہ صورتوں کی طرح اور اس کے لیے مقدار ہے نہ کہ دوسرے مقداروں کی طرح۔

ان کا کلام ختم ہوا۔

کوئی شک نہیں اس میں کہ ان دونوں کے اقوال ظاہر کے حساب سے باطل اقوال تھے اور متناقض آراء تھے لیکن دونوں مرد ممدوح اور مقبول ہیں اور ان کی مدح میں وارد ہوتی ہیں روایات بس شاید یہ اقوال رمز ہوں ایسے جن کا ظاہر باطل اور باطن صحیح ہے۔

اور ان کی تاویلیں ہیں اول یہ کہ اس جیسی باتیں مصلحت دینی کی وجہ سے کی ہوں اور صحیح مقصد کی بنیاد پر اور کلی طور پر شاید اس طرح کی باتیں ان جیسے بزرگ ولائی لوگوں سے صادر ہونا ان کے الہی مقامات اور خالص توحید سے غافل اور جاہل ہونے کی وجہ سے نہیں ہیں یا ان باتوں کا ان سے صادر ہونا ان کے حق کی طرف آنے سے پہلے ہوں۔

اور کہا گیا ہے کہ: بتحقیق ھشام بن الحکم امام صادق علیہ السلام کی عزت پناہ بارگاہ میں آنے سے پہلے جہم بن صفوان

کےنظریے پر تھا بس جب امام علیہ السلام کی پاک خدمت میں آیا تو توبہ کی اور حق کی طرف پلٹا
اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے دلوں کے راز جانتا ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے [1] لیکن میرے نزدیک حدیث حسن ہے کیونکہ محمد بن عیسیٰ ثقہ جلیل ثابت ہے اور اسے ضعیف کہنا وہم ہے۔(واللہ اعلم)

۳۸_باب نفی الحرکة ولا نتقال

حرکت وانتقال

1/319 الکافی،۱/۱/۱۲۵/۱ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ اَلْبَرْمَكِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبَّاسٍ اَلْخَرَاذِينِيِّ عَنِ اَلْحَسَنِ بْنِ رَاشِدٍ عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ جَعْفَرٍ اَلْجَعْفَرِيِّ عَنْ أَبِي إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: ذُكِرَ عِنْدَهُ قَوْمٌ يَزْعُمُونَ أَنَّ اَللَّهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى يَنْزِلُ إِلَى اَلسَّمَاءِ اَلدُّنْيَا فَقَالَ إِنَّ اَللَّهَ لاَ يَنْزِلُ وَ لاَ يَحْتَاجُ إِلَى أَنْ يَنْزِلَ إِنَّمَا مَنْظَرُهُ فِي اَلْقُرْبِ وَ اَلْبُعْدِ سَوَاءٌ لَمْ يَبْعُدْ مِنْهُ قَرِيبٌ وَلَمْ يَقْرُبْ مِنْهُ بَعِيدٌ وَلَمْ يَحْتَجْ إِلَى شَيْءٍ بَلْ يُحْتَاجُ إِلَيْهِ وَهُوَ ذُو اَلطَّوْلِ (لاَ إِلَهَ إِلاَّ هُوَ اَلْعَزِيزُ اَلْحَكِيمُ) أَمَّا قَوْلُ اَلْوَاصِفِينَ إِنَّهُ يَنْزِلُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى فَإِنَّمَا يَقُولُ ذَلِكَ مَنْ يَنْسُبُهُ إِلَى نَقْصٍ أَوْ زِيَادَةٍ وَ كُلُّ مُتَحَرِّكٍ مُحْتَاجٌ إِلَى مَنْ يُحَرِّكُهُ أَوْ يَتَحَرَّكُ بِهِ فَمَنْ ظَنَّ بِاللَّهِ اَلظُّنُونَ هَلَكَ فَاحْذَرُوا فِي صِفَاتِهِ مِنْ أَنْ تَقِفُوا لَهُ عَلَى حَدٍّ تَحُدُّونَهُ بِنَقْصٍ أَوْ زِيَادَةٍ أَوْ تَحْرِيكٍ أَوْ تَحَرُّكٍ أَوْ زَوَالٍ أَوِ اِسْتِنْزَالٍ أَوْ نُهُوضٍ أَوْ قُعُودٍ فَإِنَّ اَللَّهَ جَلَّ وَ عَزَّ عَنْ صِفَةِ اَلْوَاصِفِينَ وَ نَعْتِ اَلنَّاعِتِينَ وَ تَوَهُّمِ اَلْمُتَوَهِّمِينَ (وَ تَوَكَّلْ عَلَى اَلْعَزِيزِ اَلرَّحِيمِ `اَلَّذِي يَراكَ حِينَ تَقُومُ `وَ تَقَلُّبَكَ فِي اَلسّاجِدِينَ)۔

یعقوب بن جعفر الجعفری سے روایت ہے کہ نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے سامنے ان لوگوں کا ذکر کیا جو کہتے ہیں کہ خدا آسمان دنیا کی طرف اُترتا ہے تو آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نہ اُترتا ہے اور نہ اُسے اترنے کی ضرورت ہے بلحاظ منظر اس کے لیے نزدیک و دور برابر ہے، نہ قریب اس سے دور ہے اور نہ بعید اس سے قریب ہے، وہ

[1] مرآۃ العقول: ۲/ ۸

کسی کا محتاج نہیں بلکہ ہر شے اس کی محتاج ہے، وہ صاحب قوت ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ عزیز وحکیم ہے۔ جن لوگوں نے کہا ہے کہ وہ اترتا ہے تو انھوں نے نسبت دی ہے خدا کو کمی اور زیادتی کی طرف کیونکہ ہر متحرک حرکت دینے والے کا محتاج ہے اور جس کے ساتھ اس کی حرکت ہو، جس نے ایسے بُرے گمان خدا کی متعلق کئے وہ ہلاک ہوا۔ پس خدائی صفات کے بارے میں توقف سے کام لو اس کو محدود نہ کرو، کمی اور زیادتی، ہلنے یا ہلانے، زوال اور اُترنے، اُٹھنے اور بیٹھنے کی اس سے نسبت نہ دو، اللہ تعالیٰ تعریف کرنے والے کی تعریف سے بلند و برتر ہے۔ ''تم خدائے عزیز و رحیم پر بھروسہ کرو کہ وہ وہی ہے: اے رسول ﷺ! جس نے تم کو کھڑے دیکھا اور تم کو سجدہ کرنے والوں کی پشتوں میں گردش دی۔ (الشعراء: ۲۱۷_۲۱۹)۔''[1]

بیان:

''ینزل الی سماء الدنیا'' اشارہ ہے اس کی طرف جو محدثین کے ایک گروہ نے روایت کیا ہے کہ: بتحقیق خدا نازل ہوتا ہے رات کے تیسرے حصے میں یا آخری آدھے حصے میں ہر رات میں اور جمعہ کی رات میں، رات کے پہلے پہر میں نازل ہوتا ہے دنیا کے آسمان کی طرف بس ندا دیتا ہے کہ: ہے کوئی مجھے پکارنے والا؟ ہے کوئی استغفار کرنے والا؟ ہے کوئی سوال کرنے اور مانگنے والا؟ حدیث۔

اور اس کی تاویل یہ ہے کہ اس کو جسم نہیں ہے اور وہ حرکت نہیں کرتا کہ جس کو عام فہم لوگوں نے سمجھا ہے پیش کیا ہے امام علیہ السلام نے اس کی تصحیح کو اور ان کی تکذیب کو ان کی طرف جو مسائل کو مناسبت سے نہیں سمجھ سکتے

اور وارد ہوئی ہے بعض روایات میں اس کی تاویل کہ ایک فرشتہ نازل ہوتا ہے اور اس طرح ندا دیتا ہے جیسے آئے گا کتاب الصلاۃ میں۔

کلی طور پر اصل حدیث ثابت ہے اور وہ چیز آئے گی آنے والے باب میں جو دلالت کرتی ہے۔ جو اس کے صحیح ہونے پر اور اس کی تاویلات میں سے جو مناسب ہے عوام کے فہم کے جو ذکر کیا ہے ہمارے استاد نے:

اور اللہ کے نازل ہونے سے مراد اس کی رحمت کا اور عنایت کا اور اس کے فیض اور کرم کے اسباب کا دنیا کے آسمان کی طرف نازل ہونا ہے جو امور کی تقدیر کی اور رزق کے تقسیم کرنے کی جگہ ہے اور بعض وقتوں کو مخصوص کیا فیض اور رحمت اور قرب کی قابلیت کے مختلف ہونے کی وجہ سے کب کون کیسے صلاحیت رکھتا ہے ان کے حاصل اور قبول کرنے کی۔

اور فاعل کا نازل ہونا کنایہ ہے قبول کرنے والے کی استعداد کے قریب ہونے کی طرف۔

[1] الاحتجاج:۲/۸۶ ح۳؛ التوحید:۱۸۳؛ الفصول المہمہ:۱/۲۰۹؛ بحارالانوار:۳/۳۱۱

"لم يبعد منه قريب ولم يقرب منه بعيد"
یہ تاکید ہے حرکت اور منتقل ہونے کی پروردگار سے نفی کے لیے یعنی: بتحقیق اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیشہ ایک حال پر رہتا ہے جائز نہیں ہے اس پر منتقل ہونا ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف اور ایک حال سے دوسرے حال کی طرف تبدیل ہونا اور اس کی تمام چیزوں کی طرف نسبت ہمیشہ ایک نسبت ہے نہ تبدیل ہوتی ہے اور نہ متغیر۔
و"الطول"۔ یعنی: الفضل اور قدرت اور غنی ہونا اور وسعت کم و بیشی میں اور یہ اس لیے کہ جو شخص نازل ہو مکان کی طرف بس ضروری ہے اس کا نازل ہونا ہو کمال کے حاصل کرنے کے لیے اور کمال کا حاصل کرنے والا نقص رکھتا ہے جو محتاج ہے زیادہ کی طرف اور کمال کی طرف اور کمال کس کی طرف حرکت دے گا وہ جب اس کی حرکت نفسانی ہو اور زبردستی ہو۔
پس زبردستی والی حرکت میں ضروری ہے کہ زبردستی کرنے والا اور نفسانی محتاج ہوں بلانے والے کی طرف
"او يتحرك به" یہ جب حرکت طبیعی ہو پس بتحقیق یہ حرکت محتاج ہے اس طبیعت کی طرف جس کے ذریعے اس کا صاحب یعنی حرکت کرنے والا حرکت کرے۔
"الذی یراك حین تقوم" اس آیت کے ساتھ امام علیہ السلام نے شاہدی مثال قائم کیا اس کے اشیاء پر احاطے کے بیان کے لیے اور اس کے شامل کرنے کے لیے تمام احوال میں ایک نہج پر تا کہ اس سے واضح کرے کہ بتحقیق جو اس طرح محیط ہو وہ محتاج نہیں ہوتے اس جیسے امور کی طرف۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے [1] لیکن میرے نزدیک معتبر ہے کیونکہ الاحتجاج میں اس کی توثیق موجود ہے۔ (واللہ اعلم)

2/320 الكافی، ۱/۲/۱۲۵/۱ عَنْهُ رَفَعَهُ عَنِ اَلْحَسَنِ بْنِ رَاشِدٍ عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِي إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ أَنَّهُ قَالَ: لاَ أَقُولُ إِنَّهُ قَائِمٌ فَأُزِيلَهُ عَنْ مَكَانِهِ وَ لاَ أَحُدُّهُ بِمَكَانٍ يَكُونُ فِيهِ وَ لاَ أَحُدُّهُ أَنْ يَتَحَرَّكَ فِي شَيْءٍ مِنَ اَلْأَرْكَانِ وَ اَلْجَوَارِحِ وَ لاَ أَحُدُّهُ بِلَفْظِ شَقِّ فَمٍ وَ لَكِنْ كَمَا قَالَ اَللَّهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى: (كُنْ فَيَكُونُ) بِمَشِيئَتِهِ مِنْ غَيْرِ تَرَدُّدٍ فِي نَفْسٍ صَمَداً فَرْداً لَمْ يَحْتَجْ إِلَى شَرِيكٍ يَذْكُرُ لَهُ مُلْكَهُ وَ لاَ يَفْتَحُ لَهُ أَبْوَابَ عِلْمِهِ.

یعقوب بن جعفر سے روایت ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: میں یہ نہیں کہتا کہ وہ قائم ہے اس حیثیت سے کہ میں ہٹاؤں اُس کو اس کی جگہ سے اور نہ میں اس کو محدود کرتا ہوں کسی جگہ میں اور نہ میں کہتا ہوں کہ وہ حرکت

[1] مرآۃ العقول: ۲/ ۶۵

کرتا ہے اپنے اعضاء وجوارح سے یا بولتا ہے منہ سے جب وہ کسی شے کے لیے کہتا ہے: ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے اس کے ارادے سے بغیر کسی تردو کے اور صمد وفرد ہے کوئی اس کا شریک اس کے ملک میں نہیں، اور نہ ابواب علم اس پر کھولے جاتے ہیں۔ [1]

بیان:

''**فازیله عن مکانه**'' یعنی: اس کا مستقر قیام سے پہلے یا مطلق مستقر اور ثابت رہنے والے بس قائم گویا اس کے لیے استقرار نہیں ہے اور جب یہ مولا علیہ السلام سے موھم ہو خدا کے مکان کو ثابت کرنے کے لیے تو اس کا اس قول کے ساتھ تدارک کیا جائے گا'' **ولا احده بمكان يكون فيه ولا احده ان يتحرك فى شئى من الاركان والجوارح**''

یعنی: حرکت کی کیت یا مراد اس سے حرکت اینیہ ہے کلی طور پر یا بعض کے ساتھ بس بس تحقیق ادوات کے حروف بعض نائب ہوتے ہیں بعض کے

''**بلفظ شق فم**'' یعنی: لفظ اور کلمے کے ساتھ خارج ہوتا ہے منہ کے آدھے حصے سے اس کے تلفظ کرنے کے وقت اور بولنے کے وقت۔

''فی نفس'' فا کی حرکت کے ساتھ۔

اور اس کے ساکن ہونے کا احتمال ہے۔

یعنی: نفس میں کسی رویے کے بغیر اور کسی فکر اور شک کے بغیر۔

''یذکر له ملکه'' یعنی: اس کو یاد کرتا ہے جب اس کو بھلا دے۔

یا اس میں تدبر اور فکر کرتا ہے اور اپنی بادشاہت میں مشخص کرتا ہے ان چیزوں کے ذکر سے جن کا ذکر کرنا سزاوار ہے ان دونوں میں

شیخ صدوق کی توحید میں ''ای شریک یکون له فی ملکه'' ہے اور یہ اظہر ہے۔

''**ولا یفتح له**'' یعنی: اور شریک کی طرف محتاج نہیں ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے [2] لیکن معتبر ایضاً ہے (واللہ اعلم)

[1] الاحتجاج: ۲/ ۸۶؛ بحار الانوار: ۳/ ۲۹۵ و ۳۳؛ التوحید: ۱۸۳

[2] مرآۃ العقول: ۲/ ۹۵

۳۹_باب إحاطته بکل شیء

ہر چیز پر اُس کا احاطہ ہے

1/321 الکافی،۱/۱۲۵/۳/۱ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ عَبْدِ اَللَّهِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عِيسَى بْنِ يُونُسَ قَالَ: قَالَ اِبْنُ أَبِي اَلْعَوْجَاءِ لِأَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ فِي بَعْضِ مَا كَانَ يُحَاوِرُهُ ذَكَرْتَ اَللَّهَ فَأَحَلْتَ عَلَى غَائِبٍ فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ وَيْلَكَ كَيْفَ يَكُونُ غَائِباً مَنْ هُوَ مَعَ خَلْقِهِ شَاهِدٌ وَ إِلَيْهِمْ أَقْرَبُ (مِنْ حَبْلِ اَلْوَرِيدِ) يَسْمَعُ كَلاَمَهُمْ وَ يَرَى أَشْخَاصَهُمْ وَ يَعْلَمُ أَسْرَارَهُمْ فَقَالَ اِبْنُ أَبِي اَلْعَوْجَاءِ أَ هُوَ فِي كُلِّ مَكَانٍ أَ لَيْسَ إِذَا كَانَ فِي اَلسَّمَاءِ كَيْفَ يَكُونُ فِي اَلْأَرْضِ وَ إِذَا كَانَ فِي اَلْأَرْضِ كَيْفَ يَكُونُ فِي اَلسَّمَاءِ فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ إِنَّمَا وَصَفْتَ اَلْمَخْلُوقَ اَلَّذِي إِذَا اِنْتَقَلَ عَنْ مَكَانٍ اِشْتَغَلَ بِهِ مَكَانٌ وَ خَلاَ مِنْهُ مَكَانٌ فَلاَ يَدْرِي فِي اَلْمَكَانِ اَلَّذِي صَارَ إِلَيْهِ مَا يَحْدُثُ فِي اَلْمَكَانِ اَلَّذِي كَانَ فِيهِ فَأَمَّا اَللَّهُ اَلْعَظِيمُ اَلشَّأْنِ اَلْمَلِكُ اَلدَّيَّانُ فَلاَ يَخْلُو مِنْهُ مَكَانٌ وَ لاَ يَشْتَغِلُ بِهِ مَكَانٌ وَ لاَ يَكُونُ إِلَى مَكَانٍ أَقْرَبَ مِنْهُ إِلَى مَكَانٍ.

ابن ابی العوجاء نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: آپ خدا کو غائب کہتے ہیں؟

آپ نے فرمایا: وائے ہو تجھ پر! کیونکر غائب کہا جائے گا وہ جو اپنی مخلوق کے ساتھ موجود ہے اور رگ گردن سے زیادہ قریب ہے ان کا کلام سنتا ہے اور ان کے وجود کو دیکھتا ہے اور ان کے بھیدوں کو جانتا ہے۔

ابو العوجاء نے کہا: اگر ایسا ہے کہ وہ ہر جگہ ہے پس اگر آسمان میں ہے تو زمین میں کیسے ہوگا اور اگر زمین میں ہے تو آسمان میں کیسے ہوگا؟

آپ نے فرمایا: یہ تو مخلوق کی صفت ہے کہ جب وہ ایک مکان سے منتقل ہو تو دوسرے میں جا رہے اور پہلا مکان اس سے خالی ہو جائے اور اسے یہ خبر نہ رہے کہ پہلے مکان کا کیا حال ہے اور اس میں کیا ہو رہا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں۔ اس سے کوئی جگہ خالی نہیں اور نہ وہ کسی مکان میں سمایا ہوا ہے اور نہ کوئی جگہ بہ نسبت دوسری جگہ کے اس سے زیادہ قریب ہے۔[1]

[1] الاحتجاج:۲/۵/۳۳۳؛ التوحید:۲۵۳؛ امالی صدوق:۲۱۶؛ من لا یحضرہ الفقیہ:۲/۲۴۹ح۲۳۲۵؛ الوافی:۱۲۰/۱۸۳؛ علل الشرائع:۲/۴۰۳؛ بحار الانوار:۳/۳۳

بیان:

محمد بن اسماعیل وہی البرمکی ہے اور عمرو بن محمد وہی اسدی ہے امام کاظم علیہ السلام کے رجال میں سے اور عیسیٰ بن یونس وہی الشاکری الکوفی ہے جیسے کہا گیا ہے۔

''فاحلت'' حوالے سے ہے۔

و''حبل الورید'' یعنی: گلے کی رگ۔

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے [1] لیکن کی دیگر اس اسناد بھی ہیں جن میں سے الفقیہ کی سند کو مجلسی اول نے کالصحیح قرار دیا ہے [2] اور میرے نزدیک امالی والی سند موثق ہے (واللہ اعلم)

2/322 الکافی،۱/۱۲۸/۱۰/۱ الثلاثة عَنْ هِشَامِ بْنِ اَلْحَكَمِ قَالَ: قَالَ أَبُو شَاكِرٍ اَلدَّيَصَانِيُّ إِنَّ فِي اَلْقُرْآنِ آيَةً هِيَ قَوْلُنَا قُلْتُ مَا هِيَ فَقَالَ: ﴿وَ هُوَ اَلَّذِي فِي اَلسَّمٰاءِ إِلٰهٌ وَ فِي اَلْأَرْضِ إِلٰهٌ﴾ فَلَمْ أَدْرِ بِمَا أُجِيبُهُ فَحَجَجْتُ فَخَبَّرْتُ أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ فَقَالَ هَذَا كَلاَمُ زِنْدِيقٍ خَبِيثٍ إِذَا رَجَعْتَ إِلَيْهِ فَقُلْ لَهُ مَا اِسْمُكَ بِالْكُوفَةِ فَإِنَّهُ يَقُولُ فُلاَنٌ فَقُلْ لَهُ مَا اِسْمُكَ بِالْبَصْرَةِ فَإِنَّهُ يَقُولُ فُلاَنٌ فَقُلْ كَذَلِكَ اَللَّهُ رَبُّنَا ﴿فِي اَلسَّمٰاءِ إِلٰهٌ وَ فِي اَلْأَرْضِ إِلٰهٌ﴾ وَ فِي اَلْبِحَارِ إِلَهٌ وَ فِي اَلْقِفَارِ إِلَهٌ وَ فِي كُلِّ مَكَانٍ إِلَهٌ قَالَ فَقَدِمْتُ فَأَتَيْتُ أَبَا شَاكِرٍ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ هَذِهِ نُقِلَتْ مِنَ اَلْحِجَازِ.

ہشام بن الحکم سے روایت ہے کہ ابوشاکر الدیصانی نے کہا: قرآن میں ایک آیت ہمارے عقیدہ کے موافق ہے۔

میں نے کہا: وہ کیا ہے؟

اس نے کہا: آسمان میں بھی خدا ہے اور زمین بھی خدا ہے (یعنی کئی خدا ہیں) مجھے اس کا جواب نہ بن آیا۔ چنانچہ میں نے اس کا ذکر امام جعفر صادق علیہ السلام سے کیا تو آپؑ نے فرمایا: یہ کلام کسی زندیق خبیث کا ہے جب تم اس کے پاس جاؤ تو کہنا کہ تیرا نام کوفہ میں کیا ہے تو وہ کہے گا: فلاں ہے پھر اس سے پوچھنا کہ بصرہ میں تیرا نام کیا ہے تو وہ کہے گا: فلاں ہے۔ پھر اس سے کہنا: ایسا ہی ہمارا رب ہے۔ وہ آسمان میں بھی الہ ہے اور زمین میں بھی،

[1] مرآۃ العقول: ۲/۲۶

[2] لوامع صاحبقرانی: ۷/۲۴۶

دریاؤں میں بھی اور جنگلوں میں بھی، اسی طرح ہر جگہ ہے۔ پس میں اس کے پاس پہنچا اور یہ جواب بیان کیا تو اس نے کہا یہ حجاز سے نقل ہو کر آیا ہے۔ [1]

بیان:

''ھی قولنا'' یعنی: دلالت کرتا ہے اس پر جس کی طرف ہم گئے ہیں یعنی جو ہمارا نظریہ ہے یہ تحقیق اشیاء کے فاعل مختلف ہیں۔

''فحججت'' یعنی: میں نے حج کیا، مکے کی طرف گیا اور رج کیا اور وہاں امام ابوعبداللہ علیہ السلام کے ساتھ ملاقات کی بس ان کو خبر دی۔

''فی السماء الہ'' یعنی: معبود کیونکہ جار علی تعلق نہیں رکھتا ظرف کے ساتھ مگر امام علیہ السلام اس کو لازم قرار دے اس سے جو واضح ہو اور فہم اور سمجھنے کے قریب ہو۔

تحقیق اسناد:

حدیث حسن ہے [2] لیکن میرے نزدیک حدیث صحیح ہے۔ (واللہ اعلم)

3/323 الکافی،۱/۱۲۶/۵/۱ العدة عن البرقی عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ يَزِيدَ عَنِ اِبْنِ أَبِي عُمَيْرٍ عَنِ اِبْنِ أُذَيْنَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ : فِي قَوْلِهِ تَعَالَى (مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوىٰ ثَلاٰثَةٍ إِلاّٰ هُوَ رٰابِعُهُمْ وَ لاٰ خَمْسَةٍ إِلاّٰ هُوَ سٰادِسُهُمْ) فَقَالَ هُوَ وَاحِدٌ وَاحِدِيُّ اَلذَّاتِ بَائِنٌ مِنْ خَلْقِهِ وَ بِذَاكَ وَصَفَ نَفْسَهُ وَهُوَ (بِكُلِّ شَيْءٍ مُحِيطٌ) بِالْإِشْرَافِ وَ اَلْإِحَاطَةِ وَ اَلْقُدْرَةِ (لاٰ يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقٰالُ ذَرَّةٍ فِي اَلسَّمٰاوٰاتِ وَ لاٰ فِي اَلْأَرْضِ وَ لاٰ أَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَ لاٰ أَكْبَرُ) بِالْإِحَاطَةِ وَ اَلْعِلْمِ لاَ بِالذَّاتِ لِأَنَّ اَلْأَمَاكِنَ مَحْدُودَةٌ تَحْوِيهَا حُدُودٌ أَرْبَعَةٌ فَإِذَا كَانَ بِالذَّاتِ لَزِمَهَا اَلْحَوَايَةُ.

ابن اذینہ نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے اللہ عزوجل کے اس قول کے بارے میں روایت بیان کی کہ: ''تین آدمیوں میں جب کوئی خفیہ بات ہوتی ہے تو وہ ان کا چوتھا ہوتا ہے اور جب پانچ ہوں تو وہ ان کا چھٹا ہوتا ہے اور اس سے کم ہوں یا زیادہ کہیں بھی ہوں مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ (المجادلہ: ۷)۔'' آپ نے فرمایا: وہ واحد

[1] التوحید: ۱۳۳؛ متشابہ القرآن: ۱/ ۱۰۳؛ تفسیر کنز الدقائق: ۱۲/ ۱۰۶؛ تفسیر نور الثقلین: ۴/ ۷۱۶؛ تفسیر البرہان: ۴/ ۸۸۶؛ بحار الانوار: ۳/ ۳۲۳؛ مجمع البحرین: ۱/ ۲۲۸

[2] مرآة العقول: ۲/ ۷۱

ہے، ذات کے اعتبار سے یکتا ہے، اپنی مخلوق سے جدا ہے اور اسی سے اس نے اپنی تعریف کی ہے اور وہ ہر شے پر نگہبانی احاطہ اور قدرت کے ذریعے محیط ہے۔ اور آسمان و زمین کا کوئی ذرہ چھوٹا نہ بڑا اس کے احاطہ و علم سے پوشیدہ ہے نہ اس کی ذات سے، اس لئے کہ جگہیں محدود ہوتی ہیں جو چار حدوں (آگے، پیچھے، دائیں، بائیں) میں محدود ہوتی ہیں۔ پس جب وہ ذات سے متعلق ہوگی تو اس کو حوایت (گھیرا، دائرہ) لازم آئے گی۔ [1]

بیان:

''نجوی'' جمع کا صیغہ ہے نجوا کرنے والوں کے معنی میں اور اس قول کے ظاہر کے معنی یہ ہے کہ خدا ان کا چوتھا اور چھٹا ہے۔

اس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ پروردگار گنا جاتا ہے عددوں میں اور شمار میں آتا ہے مخلوق کے ساتھ اور ان کی گروہ میں شامل ہوتا ہے۔ گویا وہ ان میں سے ایک ہے اس کے ساتھ کہ وہ سبحانہ وتعالیٰ وحدت عددی سے مقدس اور پاک ہے۔ اس کے کثرت عددی میں آنے سے پاک ہونے کی طرح اور امام علیہ السلام نے اولا اللہ سے نفی کی کہ وہ عدد سے خاص نہیں ہے۔ اس توہم کو دفع کرنے کے لیے پھر اس کو واضح کیا آیت کی تاویل میں اور اس کی معنی کے بیان میں۔

بس امام علیہ السلام کا قول کہ ''واحدٌ'' ہے یعنی: اس کا کوئی ثانی نہیں ہے جو صحیح ہو شمار کرنا اس کے ساتھ۔

''واحدی الذات'' یعنی: اس میں ترکیب نہیں تو ان سے جدا ہوگا جن میں ترکیب ہے تا کہ اس کا شمار اس کے غیر کے ساتھ کرنا صحیح ہو۔

''بائن من خلقه'' یعنی: ان کے ساتھ کوئی شباہت نہیں رکھتا جو ان میں سے اس کا ایک ہونا ممکن ہو۔

''وبذالك وصف بنفسه'' جیسے خداوند متعال نے فرمایا: اس کے مثل کوئی چیز نہیں ہے۔ (الشوریٰ:۱۱)۔''

''وهو بكل شئ محيط'' یہ آیت کے معنی کے بیان کے تمہید میں شروعات ہے۔

''لا یعزب'' یعنی: نہ غائب ہوتا ہے نہ جاتا ہے۔

اور امام علیہ السلام کا قول کہ ''بالاحاطة والعلم''

یہ آیت کے ساتھ مربوط ہے اور اس کا بیان ہے۔

یعنی: بتحقیق خدا چوتھا ہے ان کا جو تین نجوا کرتے ہیں اور چھٹا ہے ان پانچ کا جو سرگوشیاں کرتے ہیں ان پر احاطہ

---

[1] التوحید:۱۳۱؛ تفسیر نور الثقلین:۴/۱۴۳ و ۵/۲۵۸؛ بحار الانوار:۳/۳۲۲؛ تفسیر کنز الدقائق:۱۰/۱۴۳ و ۱۳۰؛ تفسیر البرھان:۵/۳۱۳؛ مجمع البحرین:۱/۴۰۸

رکھنے کے اعتبار سے اور ان کی معیت کے ساتھ اور وہ علم رکھتا ہے اس کا جو وہ نجوا اور سرگوشی کرتے ہیں اور ان کی مناجات اور نجوا میں حاضر ہوتا ہے اور ان کا شاہد ہوتا ہے نہ کہ ایسا ہو کہ بتحقیق خدا ان میں سے ایک ہو جاتا ہے اور ان کے عدد میں شامل اور شمار ہوتا ہے اپنی مقدس ذات کے ساتھ کیونکہ ایسا ہو تو یہ مستلزم ہے حد اور مکان کا۔

اور امام علیہ السلام کا یہ قول "بالاحاطہ والعلم" وضاحت ہے مولا علیہ السلام کے اس قول کی "بکل شئ محیط" یا ان کے اس قول "لایعزب" آیت کی تاویل کے مقام سے اور آیت کے بیان اور اشکال کے حل کرنے سے بعید ہے، اور جواب کی تطبیق کے لیے سوال کے لیے کہا گیا ہے کہ خدا نے فرمایا: "کفر کیا ان لوگوں نے جنہوں نے کہا کہ اللہ تین لوگوں کا تیسرا ہے۔ (المائدہ: ۷۳)۔"

تو پھر کس طرح موافقت ہو گی اس کے درمیان اور اس آیت کے درمیان ہم نے کہا کہ یہ نہیں ہے اس جیسا بس بتحقیق وہاں تیسرے کو اضافی کیا تین پر اور یہاں چوتھے کو اضافی نہیں کر رہا چار پر بلکہ اضافی کر رہا ہے تین پر بس پہلا صراحت کے ساتھ ہے۔ اس میں کہ بتحقیق تیسرا تین کی جنس میں سے ہے اور ان کے عدد میں تاویل کی قابلیت نہیں آخری کے خلاف۔

بس بتحقیق تین کا چوتھا لازم نہیں اس کا ثلاثہ تین کی جنس سے ہونا اور ان کے عدد میں جائز ہے ان کا دوسرے طریقے سے ہونا یعنی ان کے ذریعے عالم پر محیط ہونا اس میں جامع جہت کے اعتبار سے۔

بس اگر کہا جائے ثالث اثنین دو کا تیسرا ان کے قول کہ ثالث ثلاثۃ تین کا تیسرا کی جگہ پر تو اس میں کفر نہیں ہے اچھے طریقے سے اس میں تامل کریں بس بتحقیق یہ دقت سے خالی نہیں ہوگا۔

خدا تمہیں موفق کرے اس کے سمجھنے میں۔

اور توحید صدوق رحمہ اللہ میں اس کی اسناد کے ساتھ، یعقوب بن جعفر الجعفری سے، ابی ابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے انہوں نے فرمایا: بتحقیق اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہے زمان کے بغیر اور مکان کے بغیر جبکہ وہ ابھی جیسے ہے مکان اس سے خالی نہیں ہیں اور اس کے ساتھ مکان مشغول نہیں اور وہ مکان میں حلول نہیں کرتا اس مکان میں جہاں تین نجوا کرنے والے ہوں مگر وہ ان کا چوتھا ہوتا ہے اور وہ پانچ ہوں تو وہ ان کا چھٹا ہوتا ہے۔ اور اس سے کم نہیں اور اس سے زیادہ نہیں سواء اس کے کہ ان کے ساتھ ہے جہاں وہ ہوں، اللہ کے درمیان اور اس کی مخلوق کے درمیان حجاب نہیں ہے۔ اس کی مخلوق کے بغیر محجوب کرنے والے حجاب کے بغیر وہ پردے اور حجاب میں ہے، اور وہ مستور کرنے والے ستر اور پردے کے بغیر چھپا ہوا ہے۔ کوئی اللہ نہیں سواء اس کے جو کبیر اور متعال ہے۔

امام علیہ السلام کا قول ''حجاب محجوب وستر مستور''
تحقیق یہ اضافے پر ہیں بغیر کسی توصیف کے یعنی: وہ حجاب ہے جو محجوب کے لیے اور وہ ستر اور پردہ ہے جو مستور اور چھپے ہوئے کے لیے ہے تو اضافی ہے۔
اور متکلفین کے لیے اس میں دوسرے کلمات ہیں جو بعید ہیں۔
اور شیخ صدوق کی اپنی اسناد سے، یونس بن عبدالرحمن سے روایت ہے کہ اس نے کہا: میں نے ابوالحسن موسی ابن جعفر علیہما السلام سے عرض کیا کہ:
کس وجہ اور علت کے لیے اللہ نے اپنی نبی کو آسمان کی معراج کرائی اور وہاں سے سدرۃ المنتہٰی تک اور وہاں سے نور کے حجابوں تک لے گیا اور اس کے ساتھ وہاں خطاب کیا اور مناجات کی اور خدا کی توصیف نہیں ہوتی مکان کے ساتھ؟
امام علیہ السلام نے فرمایا:
تحقیق خدا کی وصف نہیں ہوتی مکان کے ساتھ اور اس پر زمانہ جاری نہیں ہوتا لیکن خدا نے ارادہ کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے ملائکہ کو اور آسمان کے رہنے والوں کو شرف دے اور ان کو کرامت دے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیکھنے اور مشاہدہ کرنے کے ذریعے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دکھائے اپنی عظمت کے وہ عجائب جن کی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے ہبوط اور نیچے آنے کے بعد خبر دی تھی اور یہ اس طرح نہیں ہے جیسے تشبیہ دینے والے کہتے ہیں اور وہ تعالی بلند اور منزہ ہے ان کے ساتھ جو شرک کیا جاتا ہے اس سے۔
امام علیہ السلام کا کلام ختم ہوا۔
اور شاید تشبیہ دینے والے جو کہتے ہیں وہ یہ ہو کہ تحقیق اللہ تعالی نے ان کو معراج کرائی اس لیے کہ ان کے قریب ہو پھر ان کو خطاب کرے قریب سے اور وہ نہیں جانتے کہ اس کا قرب ہر جگہ پر برابر ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔ [1]

4/324 الکافی،۱/۴/۱۲۶/۱ علی بن محمد عن سھل عن محمد بن عیسی و محمد بن جعفر الکوفی عن محمد الکوفی عن محمد بن عیسی قَالَ: كَتَبْتُ إِلَى أَبِي اَلْحَسَنِ عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ جَعَلَنِيَ اَللَّهُ فِدَاكَ يَا سَيِّدِي قَدْ رُوِيَ لَنَا أَنَّ اَللَّهَ فِي مَوْضِعٍ دُونَ مَوْضِعٍ (عَلَى اَلْعَرْشِ اِسْتَوىٰ)

[1] مرآۃ العقول: ۲/ ۶۷

وَأَنَّهُ يَنْزِلُ كُلَّ لَيْلَةٍ فِي النِّصْفِ الْأَخِيرِ مِنَ اللَّيْلِ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا وَرُوِيَ أَنَّهُ يَنْزِلُ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى مَوْضِعِهِ فَقَالَ بَعْضُ مَوَالِيكَ فِي ذَلِكَ إِذَا كَانَ فِي مَوْضِعٍ دُونَ مَوْضِعٍ فَقَدْ يُلَاقِيهِ الْهَوَاءُ وَيَتَكَنَّفُ عَلَيْهِ وَالْهَوَاءُ جِسْمٌ رَقِيقٌ يَتَكَنَّفُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ بِقَدْرِهِ فَكَيْفَ يَتَكَنَّفُ عَلَيْهِ جَلَّ ثَنَاؤُهُ عَلَى هَذَا الْمِثَالِ فَوَقَّعَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عِلْمُ ذَلِكَ عِنْدَهُ وَهُوَ الْمُقَدِّرُ لَهُ بِمَا هُوَ أَحْسَنُ تَقْدِيراً وَاعْلَمْ أَنَّهُ إِذَا كَانَ فِي السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَهُوَ كَمَا هُوَ عَلَى الْعَرْشِ وَالْأَشْيَاءُ كُلُّهَا لَهُ سَوَاءٌ عِلْماً وَقُدْرَةً وَمُلْكاً وَإِحَاطَةً.

محمد بن عیسیٰ سے روایت ہے کہ میں نے امام علی نقی علیہ السلام کو خط لکھا: اے میرے سید و سردار! میں آپؑ پر فدا ہوں! مجھ سے کہا گیا ہے کہ خدا ایک جگہ ہے دوسری جگہ نہیں۔ وہ عرش پر بیٹھتا ہے اور ہر رات آخر شب میں آسمان دُنیا پر اُترتا ہے اور یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ وہ آخر روز عرفہ اُترتا ہے اور اپنی جگہ چلا جاتا ہے۔ اس صورت میں ہوا اس سے ضرور ملے گی اور اس کے چار طرف ہو جائے گی کیونکہ ہوا ایک جسم لطیف ہے وہ ہر شئے کے گرد ہے۔ پس ہوا خدا کے گرد کیسے ہوگی؟

آپؑ نے جواب میں لکھا: ہر شئے کا علم اس کے پاس ہے اور اسے ہر شئے کا بہترین اندازہ ہے (اسے کسی جگہ جانے کی کیا ضرورت) جب وہ سماء دنیا میں ہو تو ایسا ہی ہے جیسے عرش پر کیونکہ چیزیں سب برابر ہیں بلحاظ علم و قدرت و ملک و احاطہ۔ [1]

بیان:

''تکنفہ و اکتنفہ'' یعنی: اس کے ساتھ احاطہ کیا۔

اور علی کے ساتھ متعدی کرنا تضمین کے لیے ہے بس وہ ایسے ہے جیسے عرش پر ہے یعنی جب وہ نازل ہوتا ہے دنیا کے آسمان کی طرف بس وہ زائل نہیں ہوتا اور منصرف نہیں ہوتا اس مقام سے جس کی نسبت دی جاتی ہے اس کی طرف اس سے پہلے اور جب وہ کسی چیز کے ساتھ ہو تو اس کی معیت اور اس کا ساتھ ہونا دوسری چیز کے ساتھ باطل نہیں ہوتا بلکہ وہ ہمیشہ ایک ہی حال میں ہے۔ اس کے قریب ہونے میں اور بعید ہونے میں بغیر کسی فرق کے ساتھ اور بتحقیق فرق اشیاء کی طرف سے ہے۔ اللہ سے ان کے قرب اور بعد میں، ان کے کمال اور نقص میں مراتب اور درجات میں فرق ہونے کی وجہ سے۔

اور مولا علیہ السلام نے جواب میں اجمال کیا اس کے نازل ہونے کے راز کے عمیق ہونے کی وجہ سے اور سائل کے اس

[1] تفسیر البرہان: ۳/ ۷۵۳

کے فہم تک نہ پہنچنے کی وجہ سے۔

تحقیق اسناد:

حدیث کی ایک سند ضعیف اور دوسری صحیح علی الظاہر ہے [1] لیکن میرے نزدیک پہلی سند موثق اور دوسری صحیح ہے۔ (واللہ اعلم)

۴۰۔باب النھی عن الصفة بغیر ما وصف به نفسه تعالی

جو اللہ تعالیٰ کی اپنی ذات کا وصف ہے اُس کے بغیر صفت کی نہی

1/325 الکافی ۱/۱۰۰/۱/۱ علی عن العباس بن معروف عن التمیمی عَنْ حَمَّادِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ اَلرَّحِيمِ بْنِ عَتِيكٍ اَلْقَصِيرِ قَالَ: كَتَبْتُ عَلَى يَدَيْ عَبْدِ اَلْمَلِكِ بْنِ أَعْيَنَ إِلَى أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ أَنَّ قَوْماً بِالْعِرَاقِ يَصِفُونَ اَللَّهَ بِالصُّورَةِ وَ بِالتَّخْطِيطِ فَإِنْ رَأَيْتَ جَعَلَنِيَ اَللَّهُ فِدَاكَ أَنْ تَكْتُبَ إِلَيَّ بِالْمَذْهَبِ اَلصَّحِيحِ مِنَ اَلتَّوْحِيدِ فَكَتَبَ إِلَيَّ سَأَلْتَ رَحِمَكَ اَللَّهُ عَنِ اَلتَّوْحِيدِ وَ مَا ذَهَبَ إِلَيْهِ مَنْ قِبَلَكَ فَتَعَالَى اَللَّهُ اَلَّذِي ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَ هُوَ اَلسَّمِيعُ اَلْبَصِيرُ﴾ تَعَالَى عَمَّا يَصِفُهُ اَلْوَاصِفُونَ اَلْمُشَبِّهُونَ اَللَّهَ بِخَلْقِهِ اَلْمُفْتَرُونَ عَلَى اَللَّهِ فَاعْلَمْ رَحِمَكَ اَللَّهُ أَنَّ اَلْمَذْهَبَ اَلصَّحِيحَ فِي اَلتَّوْحِيدِ مَا نَزَلَ بِهِ اَلْقُرْآنُ مِنْ صِفَاتِ اَللَّهِ جَلَّ وَ عَزَّ فَانْفِ عَنِ اَللَّهِ تَعَالَى اَلْبُطْلاَنَ وَ اَلتَّشْبِيهَ فَلاَ نَفْيَ وَ لاَ تَشْبِيهَ هُوَ اَللَّهُ اَلثَّابِتُ اَلْمَوْجُودُ تَعَالَى اَللَّهُ عَمَّا يَصِفُهُ اَلْوَاصِفُونَ وَ لاَ تَعْدُوا اَلْقُرْآنَ فَتَضِلُّوا بَعْدَ اَلْبَيَانِ.

ترجمہ: عبدالرحیم بن عتیک القصیر سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو خط میں لکھا کہ عراق کی ایک قوم اللہ کی تعریف صورت اور خط و خال سے کرتی ہے۔ آپؑ مجھے توحید کے بارے میں مذہب صحیح سے مطلع فرمائیں۔ آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا: خدا تم پر رحمت نازل کرے! تم نے توحید کے متعلق اور پہلے لوگوں کے مذہب کے متعلق سوال کیا ہے۔ ذات باری تعالیٰ اس سے بلندتر ہے کہ کوئی چیز اس کی مثل ہو، وہ بڑا سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ اس کا غلط وصف کرنے والے اور مخلوق سے اس کی تشبیہ دینے والا اللہ پر افتراء کرنے والوں میں ہے۔ خدا کی رحمت تم پر ہو! یہ جان لو کہ توحید کے بارے میں مذہب صحیح وہی ہے جو قرآن نے صفات باری تعالیٰ بیان کی ہیں پس بطلان اور تشبیہ کو اللہ سے دور رکھو۔ نہ تو اس کی بیان کردہ صفات کی نفی کرنی چاہیے

[1] مرآۃ العقول: ۲/۶۶

اور نہ اسے اس کی مخلوق سے تشبیہ دینی چاہیے۔اس کی ذات ثابت وموجود ہے اور بلندتر ہے ان غلط اوصاف سے جن کو لوگ اس کے متعلق بیان کرتے ہیں پس قرآن سے تجاوز نہ کرو ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔[1]

بیان:

امر دیا ہے بطلان کی نفی اور تشبیہ کی نفی کا کیونکہ ایک گروہ نے ارادہ کیا خدا کی تنزیہ کا مخلوق کے ساتھ شباہت دینے سے تو وہ بطلان اور تعطیل میں پڑ گئے۔اور دوسرے گروہ نے ارادہ کیا خدا کی صفات کے ساتھ وصف بیان کرنے کا تاکہ اس کی معرفت حاصل کریں، تو انہوں نے خدا کے لیے ایسی صفتیں ثابت کیں جو اس کی ذات کے لائق نہیں ہیں۔پس انہوں نے اس کو تشبیہ دی اس کی مخلوق کے ساتھ، خدا کو معطل اور مشبہ کے درمیان سمجھا۔

پس واجب ہے مسلمان پر صفات کی کامل طور پر نفی کا نہ کہے اور نہ ہی صفات کو ثابت کرے تشبیہ کے ساتھ

اور امام علیہ السلام کا قول کہ ''ھواللہ الثابت الموجود''

اشارہ ہے بطلان کی نفی کی طرف۔

اور امام علیہ السلام کا قول کہ: ''تعالی اللہ عما یصفہ الواصفون''۔

اشارہ ہے تشبیہ کی نفی کی طرف۔

''ولا تعدوا القرآن'' یعنی: تجاوز نہ کرو اس سے جو قرآن میں ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے۔[2]

2/326 الکافی،۱/۱۰۰/۳/۱ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ عَنِ اَلْحُسَيْنِ بْنِ اَلْحَسَنِ عَنْ بَكْرِ بْنِ صَالِحٍ عَنِ اَلْحَسَنِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدٍ اَلْخَزَّازِ وَ مُحَمَّدِ بْنِ اَلْحُسَيْنِ قَالاَ: دَخَلْنَا عَلَى أَبِي اَلْحَسَنِ اَلرِّضَا عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ فَحَكَيْنَا لَهُ أَنَّ مُحَمَّداً صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ رَأَى رَبَّهُ فِي صُورَةِ اَلشَّابِّ اَلْمُوفِقِ فِي سِنِّ أَبْنَاءِ ثَلاَثِينَ سَنَةً وَ قُلْنَا إِنَّ هِشَامَ بْنَ سَالِمٍ وَ صَاحِبَ اَلطَّاقِ وَ اَلْمِيثَمِيَّ يَقُولُونَ إِنَّهُ أَجْوَفُ إِلَى اَلسُّرَّةِ وَ اَلْبَقِيَّةُ صَمَدٌ فَخَرَّ سَاجِداً لِلَّهِ ثُمَّ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا عَرَفُوكَ وَ لاَ وَحَّدُوكَ فَمِنْ أَجْلِ ذَلِكَ وَصَفُوكَ سُبْحَانَكَ لَوْ عَرَفُوكَ لَوَصَفُوكَ بِمَا وَصَفْتَ بِهِ نَفْسَكَ سُبْحَانَكَ كَيْفَ طَاوَعَتْهُمْ أَنْفُسُهُمْ أَنْ يُشَبِّهُوكَ بِغَيْرِكَ اَللَّهُمَّ لاَ أَصِفُكَ

[1] التوحید:۲۲۶؛ بحارالانوار:۳/۲۶۱؛ عوالم العلوم:۲۰/۸۷۱؛ بحارالانوار:۵/۳۰؛ تفسیر البرھان (مقدمہ):۱/۲۲؛ مکاتیب الائمہ:۴/۲۲

[2] مراۃ العقول:۱/۳۴۶

إِلاَّ بِمَا وَصَفْتَ بِهِ نَفْسَكَ وَ لاَ أُشَبِّهُكَ بِخَلْقِكَ أَنْتَ أَهْلٌ لِكُلِّ خَيْرٍ فَلاَ تَجْعَلْنِي مِنَ اَلْقَوْمِ اَلظَّالِمِينَ ثُمَّ اِلْتَفَتَ إِلَيْنَا فَقَالَ مَا تَوَهَّمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَتَوَهَّمُوا اَللَّهَ غَيْرَهُ ثُمَّ قَالَ نَحْنُ آلُ مُحَمَّدٍ اَلنَّمَطُ اَلْأَوْسَطُ اَلَّذِي لاَ يُدْرِكُنَا اَلْغَالِي وَ لاَ يَسْبِقُنَا اَلتَّالِي يَا مُحَمَّدُ إِنَّ رَسُولَ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ حِينَ نَظَرَ إِلَى عَظَمَةِ رَبِّهِ كَانَ فِي هَيْئَةِ اَلشَّابِّ اَلْمُوَفَّقِ وَ سِنِّ أَبْنَاءِ ثَلاَثِينَ سَنَةً يَا مُحَمَّدُ عَظُمَ رَبِّي عَزَّ وَ جَلَّ أَنْ يَكُونَ فِي صِفَةِ اَلْمَخْلُوقِينَ قَالَ قُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاكَ مَنْ كَانَتْ رِجْلاَهُ فِي خُضْرَةٍ قَالَ ذَاكَ مُحَمَّدٌ كَانَ إِذَا نَظَرَ إِلَى رَبِّهِ بِقَلْبِهِ جَعَلَهُ فِي نُورٍ مِثْلِ نُورِ اَلْحُجُبِ حَتَّى يَسْتَبِينَ لَهُ مَا فِي اَلْحُجُبِ إِنَّ نُورَ اَللَّهِ مِنْهُ أَخْضَرُ وَ مِنْهُ أَحْمَرُ وَ مِنْهُ أَبْيَضُ وَ مِنْهُ غَيْرُ ذَلِكَ يَا مُحَمَّدُ مَا شَهِدَ لَهُ اَلْكِتَابُ وَ اَلسُّنَّةُ فَنَحْنُ اَلْقَائِلُونَ بِهِ.

ابراہیم محمد الخزاز اور محمد بن الحسین سے روایت ہے کہ ہم امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے بیان کیا کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شب معراج اپنے رب کو ایک کامل نوجوان کی صورت میں دیکھا جس کا سن تیس برس کا تھا اور ہم نے یہ بھی کہا کہ ہشام ابن سالم، مومن طاق اور المیثمی کہتے ہیں کہ پیٹ سے لے کر کندھوں تک اس کا جسم بھرا ہوا تھا اور پیٹ خالی تھا یعنی پیٹ بڑا نہیں تھا۔ ہماری باتیں سن کر امامؑ سجدہ میں گر گئے اور فرمایا: اے معبود! تو پاک ذات ہے لوگوں نے تجھ کو پہچانا نہیں اور تجھے واحد نہیں جانا اسی لیے تیرا وصف غلط بیان کرتے ہیں جس طرح تو نے خود اپنا وصف بیان کیا ہے۔ کیسا مطیع بنایا ان کے نفسوں نے ان کو کہ تجھے مشابہ قرار دیا تیرے غیر سے۔ خداوند! میں تیرا وہی وصف بیان کرتا ہوں جو تو نے اپنی ذات کا وصف خود بیان کیا ہے، میں تیری مخلوق سے تجھے مشابہ قرار نہیں دیتا۔ تو ہر اچھائی کا اہل ہے پس تو مجھے ظالموں میں سے قرار نہ دے۔

پھر آپؑ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: جو ذات تم اپنے خیال میں لیتے ہو وہ اللہ کا غیر ہے۔

پھر فرمایا: ہم اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور اُمتِ وسط ہیں غالی پس ہماری معرفت حاصل نہیں کر سکتا اور پیچھے آنے والا مقصر ہم پر سبقت نہیں کرتا۔ اے محمد! آ گاہ ہو کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کی عظمت پر نظر کی تو اس وقت وہ ایک کامل نوجوان کی صورت میں تھا جو تیس سال کا ہو۔ اے محمد! پاک ہے میرا رب اس سے کہ اس میں مخلوق کی صفت ہو۔

میں نے کہا: وہ کون تھا جس کے دونوں پاؤں سبزہ میں تھے؟

آپؑ نے فرمایا: جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے قلب کو دیکھا تو خدا نے ان کے لیے ایک نور کو پیدا کیا جو نور

حجاب کی طرح تھا، اس سے حجاب کے اندر کی ہر شے روشن ہوگئی ۔ یہ نور خدا سبزہ، سرخ و سفید وغیرہ تھا۔ اے محمد! جو کتاب وسنّت میں ہے، ہم اسی کی گواہی دیتے ہیں اور اسی کے قائل ہیں ۔ ①

بیان:

''**الموفق** ''یعنی: وہ شخص جو جوانی میں کمال تک پہنچے اور جمع کیا ہے تمام مخلوق اور معنی کے کمال کو جمال میں یا اس کے لیے جمع کیا ہے جس کے لیے اطاعت اور عبادت کے اسباب خوبصورت ہیں۔

و''**صاحب الطاق** ''وہ ابوجعفر محمد بن نعمان الاحول ہے جو کہ معروف ہے مومن الطاق کے نام سے۔

و''**المیثمی** ''وہ احمد بن الحسن ہے۔

و''**الصمد** ''الاجوف یعنی اندر سے خالی کے مقابلے میں ہے۔

اور ان کے کلام کی توجیہ یہ ہے کہ بتحقیق وہ گمان کرتے ہیں کہ بتحقیق عالم اور جہان سارا ایک شخص ہے اور ایک ذات ہے جس کا جسم ہے اور روح ہے اور سارا جسم اس کا جسم ہے یعنی فلک اقصی جو کچھ اس میں ہے اس کے ساتھ اور اس کا روح روح الکل ہے اور یہ سارا مل کر حق الہ کی صورت ہے۔

اور اس کو تقسیم کیا ہے الاسفل الجسمانی کی طرف جو خالی ہے اس سے جو اس میں ہے قوت امکانی اور ظلمت ھیولہ سے جو کہ شبیہ ہے خالی ہونے اور عدم کی۔

اور تقسیم کیا ہے اس کو اعلی الروحانی کی طرف جو صمد ہے کیونکہ روح عقلی اس میں بالفعل موجود ہے کسی مکان کے اور ظلمانی مادے کے محتاج ہونے کے بغیر خدا تشبیہ اور تمثیل سے بلند ہے۔

اور جب امام علیہ السلام نے ان کی یہ بات سنی جو عرفان سے خالی تھی اور ان کی اللہ کے حق میں جرات کو دیکھا جو جہل اور عصیان کی وجہ سے ان سے صادر ہوئی تھی تو۔

''سقط ساجدا للہ'' اللہ کی بارگاہ میں سجدے میں گر پڑے اللہ کی تعظیم کی وجہ سے اور اس چیز سے دوری کی وجہ سے جو ان سے واقع ہوئی تھی اللہ کے حق میں افتراء باندھتے ہوئے اور امام علیہ السلام نے ان سے انکار کرتے ہوئے سجدہ کیا پھر خدا کی تسبیح کی اس کے لیے تنزیہ اور تقدیس کی خاطر پھر ان کے نفسوں کے اتنے دور ہونے پر اس سے جو خدا نے ان کو فطرت میں توحید دی ہے، تعجب کیا، پھر خدا کو خطاب کیا اور اس کو ندا دی اپنے قدسی نفس کے ذریعے ان تشبیہ کرنے والی وصف سے برائت کے ساتھ پھر ایک کلی قاعدہ دیتے ہوئے فرمایا:

''**کل ما توھمتم من شئی فتوھموا اللہ غیرہ** ''اور یہ گزرا ہے کئی مرتبہ اہل بیت علیہم السلام کے کلام میں۔

① التوحید: ۱۱۳؛ بحار الانوار: ۴/ ۹ ۳:۵۵ / ۱۲

اور اس کے علاوہ عنقریب اس کے ساتھ موافقت رکھنے والی روایت آئے گی جو روایت ہوئی ہے امام علیہ السلام کے جدا ابو جعفر الباقر علیہ السلام سے ہے۔

"کل ما میز تموہ باوھامکم فی ادق معانیہ مخلوق مصنوع مثلکم مردود الیکم"

یعنی: جس چیز کو اپنے وہم وگمان سے سوچتے ہو اور خیال کرتے ہو کہ وہ خدا ہے اور خدا کو تصور کرتے ہو، تو جان لو کہ اشتباہ کیا ہے وہ ایسی مخلوق ہے آپ کی مخلوقات میں سے اور مصنوع ہے آپ کی مصنوعات سے جو آپ کی طرف پلٹتی ہے۔

اور شاید چیونٹی وہم کرتی ہو کہ بتحقیق خدا کے سر پر دو شاخیں ہیں جس طرح چیونٹی کے سر پر ہیں اور چیونٹی وہم کرتی ہو کہ بتحقیق دو شاخوں کا نہ ہونا نقص ہے اس کے لیے جو یہ نہیں رکھتا ہو اور اسی طرح ہے عقلاء کا حال اس چیز میں جس سے خدا کی وصف کرتے ہیں۔

و''الزبانی'' شاخ

و''النمط'' طریقہ

اور کسی چیز کی نوع اور لوگوں کا گروہ ایک امر پر ہے جس کا امام علیہ السلام نے ارادہ کیا ہے اور ہم متوسط بیچ والے طریقے پر ہیں دین کے امر سے الامر بین الامرین پر اور نوع متوسط پر اور ان میں سے جو گروہ ہے وہ قائم ہے قسط اور عدل کے ساتھ نہ افراط میں ہیں نہ تفریط میں نہ ہم غلو کرتے ہیں نہ تقصیر۔

''الغالی'' وہ جو ہم سے تجاوز کرے بغاوت اور دشمنی کے ساتھ ہمیں درک نہیں کرے گا سوا اس کے ہماری طرف پلٹائے۔

''التالی'' جو نہ ہمارے پیچھے متصل ہو گا اور نہ ہی ہم پر سبقت کر سکے گا۔

خداوند نے فرمایا: ''اور اسی طرح ہم نے آپ کو بنایا امۃ وسطا تا کہ آپ لوگوں پر گواہ ہوں۔ (البقرہ: ۱۴۳)۔''

اور حدیث نبوی میں آیا ہے کہ: اس امت کے بہترین وہ ہیں جو متوسط طریقے سے چلتے ہیں جس کے ساتھ بعد میں آنے والے ملحق ہوتے ہیں اور ان کی طرف غالی پلٹ آتے ہیں۔

پھر امام علیہ السلام نے حدیث نبوی کی جو عامہ نے نقل کی ہے تاویل کی ہے اور اس کی تصدیق کی ہے اور تصدیق کی تاکید کی حدیث کے آخر میں۔

اس قول کے ساتھ ''ما شھد له الکتاب والسنة فنحن القائلون به''

جس کی گواہی کتاب اور سنت دیں ہم اس کو بتاتے ہیں۔

سید داماد خدا رحمت کرے نے کہا: حجابات اللہ کے ملائکہ کی اقسام میں سے ہیں۔وہ جواہر قدسی ہیں اور وہ انوار عقلی ہیں جونورالانوار کے جمال کی شعاعیں ہیں جونفس کاملہ کے واسطے ہیں رب الارباب کے اتصال میں
اور حدیث میں ہے کہ "بتحقیق اللہ کے"۷۷" حجاب ہیں نور سے، اگر وہ حجاب ہٹ جائیں تو اللہ کے چہرے کا جلال جلا دے ہر اس چیز کو جس کو اس کی آنکھ دیکھے۔
اور دوسری روایت میں ہے"سبعمائۃ حجاب" سات سو حجاب ہیں۔
اور ایک اور روایت میں ہے کہ "سبعین الف حجاب" یعنی ستر ہزار حجاب۔
اور ایک اور روایت میں ہے کہ اس کا حجاب نور ہے اگر ہٹ جائے تو اس کے چہرے کا جلال جلا دے جہاں تک اس کی نگاہ جائے ان چیزوں کو اس کی مخلوق میں سے۔
اور انسانی نفس کی ملکوتی ذات جب کامل ہوتی ہے اور اس کی ھیولانی لباس جب جھٹکا کھاتا ہے تو اس کی نورانیت ان انوار کے ساتھ مناسبت رکھتی ہے اور اس کی جوہریت مشابہ ہوتی ہے۔ پھر اتصال برقرار رہتا ہے اور اس کے زمرے میں جلد آتا ہے اور اس سے استفادہ کرتا ہے اور ان کے نور اور ضوء کو مشاہدہ کرتا ہے اور اس کی ذات میں جو حقائق کی شکلیں چھپی ہیں ان کا مطالعہ کرتا ہے۔ اور اسی طرف اشارہ ہے امام علیہ السلام کے قول سے کہ فرمایا: اس کو قرار دیا نور میں حجابوں کے نور کی طرح یہاں تک کہ اس کے لیے واضح ہو کہ حجابوں میں کیا ہے۔ اور نور اخضر سبز نور، وہ نور ہے جو موکل ہے حیوانی ان ارواح کے اقالیم پر جو حیات کے چشمے ہیں، اور اس کے خضرے کے منبع ہیں۔ اور نور احمر، لال نور وہ نور ہے جو عامل ہے احسانات اور قوت اور قہر وغضب کے شہروں پر۔
و"النور الابیض" وہ نور ہے جو متولی ہے معارف اور علوم اور صناعات کے فیض دینے کا۔
اور ہمارے استاد نے خدا اس کو جنت میں سکون پذیر کرے، کہا: حجابات نورانی میں فرق ہے نور کے اعتبار سے ان میں سے بعض سبز رنگ کے ہیں اور کچھ لال رنگ کے ہیں اور سفید رنگ کے ہیں، وغیرہ۔
پس نور ابیض، سفید رنگ کا نور قریب ترین نور ہے نورالانوار کے۔
اور سبز کا نور، جو نورالانوار سے دور ہے گویا یہ ملا ہوا ہے ظلمت اور تاریکی کے حصے سے ان راتوں کو نزدیک ہونے کی وجہ سے جو تاریک ہے فلک کی تاریکی ملنے کے سبب اور لال رنگ کا نور اخضر اور ابیض کے درمیان میں ہے اور ان دو کے درمیان جو انوار ان کے مناسب ہیں ان کے درمیان میں ہے۔
اور صبح اور شفق کے انوار جو مختلف ہیں رنگوں میں ان میں شمار ہوتا ہے ان کے قریب ہونے اور بعید ہونے کی وجہ سے جیسے انوار حسی ہیں جیسے سورج کا نور۔ پس جو دن کے قریب ہے وہ سفید ہے اور جو دن سے دور ہے۔ وہ ملا ہوا

ہے تاریکی کے ساتھ وہ سبز ہے اور ان دونوں کے جو درمیان میں ہے وہ لال ہے۔ پھر وہ جوان تینوں کے درمیان رنگ ہیں دوسری مناسبت سے ہیں جیسے زرد رنگ جو لال اور سفید کے درمیان سے ہے اور نیلا جو سبز اور لال کے درمیان سے ہے۔

پس یہ الٰہی انوار واقع ہیں اللہ کی طرف صدق و عرفان کے قدموں کے ساتھ جانے والے کے راستے میں۔

اور جس راستے پر چلنے کے سواء کوئی چارہ نہیں ہے تا کہ خدا تک پہنچے۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔[1]

3/327 الکافی،۱/۴/۱۰۲/۱ علی بن محمد و محمد بن الحسن عن سھل عَنْ أَحْمَدَ بْنِ بَشِيرٍ اَلْبَرْقِيِّ عَنْ عَبَّاسِ بْنِ عَامِرٍ اَلْقَصَبَانِيِّ عَنْ هَارُونَ بْنِ اَلْجَهْمِ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَلْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا اَلسَّلاَمُ قَالَ قَالَ: لَوِ اِجْتَمَعَ أَهْلُ اَلسَّمَاءِ وَ اَلْأَرْضِ أَنْ يَصِفُوا اَللَّهَ بِعَظَمَتِهِ لَمْ يَقْدِرُوا.

ابوحمزہ سے روایت ہے کہ حضرت علی بن الحسین علیہ السلام نے فرمایا: اگر تمام آسمانوں اور زمینوں والے جمع ہو کر خدا کی عظمت کی تعریف کرنا چاہیں تو وہ اس پر قادر نہ ہوں گے۔[2]

بیان:

یعنی ان کا وصف کرنا اس کی عظمت کو جس پر وہ ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔[3]

4/328 الکافی،۱/۶/۱۰۲/۱ سھل عن محمد بن عیسی عن إبراھیم عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَكِيمٍ قَالَ: كَتَبَ أَبُو اَلْحَسَنِ مُوسَى بْنُ جَعْفَرٍ عَلَيْهِمَا اَلسَّلاَمُ إِلَى أَبِي أَنَّ اَللَّهَ أَعْلَى وَ أَجَلُّ وَ أَعْظَمُ مِنْ أَنْ يُبْلَغَ كُنْهُ صِفَتِهِ فَصِفُوهُ بِمَا وَصَفَ بِهِ نَفْسَهُ وَ كُفُّوا عَمَّا سِوَى ذَلِكَ.

محمد بن حکیم سے روایت ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے میرے والد کو خط لکھا: اللہ تعالیٰ اعلیٰ واجل واعظم ہے، اس سے کہ کوئی اس کی صفت کی حقیقت کو پہنچ سکے پس اس کی وہی تعریف کرو جو اس نے اپنے نفس کی خود کی

[1] مرآۃ العقول: ۱/ ۳۴۸

[2] الشافی فی العقائد: ۱/ ۱۵۷ و ۲/ ۱۸۰۳

[3] مرآۃ العقول: ۱/ ۳۵۰

ہے اور اس کے سوا تعریف سے بچو۔ [1]

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔ [2]

5/329 الکافی،۱/۱۰۲/۷/۱ عنه عَنِ ٱلسِّنْدِيِّ بْنِ ٱلرَّبِيعِ عَنِ اِبْنِ أَبِي عُمَيْرٍ عَنْ حَفْصٍ أَخِي مُرَازِمٍ عَنِ ٱلْمُفَضَّلِ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا ٱلْحَسَنِ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ عَنْ شَيْءٍ مِنَ ٱلصِّفَةِ فَقَالَ لاَ تَجَاوَزْ مَا فِي ٱلْقُرْآنِ.

مُفَضَّل سے روایت ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظمؑ سے صفات باری تعالیٰ کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: جو کچھ قرآن میں ہے اس سے تجاوز نہ کرو۔ [3]

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے [4] لیکن میرے نزدیک حدیث موثق ہے کیونکہ سہل اور مفضل دونوں تحقیقاً ثقہ ثابت ہیں۔(واللہ اعلم)

6/330 الکافی،۱/۱۰۲/۸/۱ عنه عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ ٱلْقَاسَانِيِّ قَالَ: كَتَبْتُ إِلَيْهِ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ أَنَّ مَنْ قِبَلَنَا قَدِ اِخْتَلَفُوا فِي ٱلتَّوْحِيدِ قَالَ فَكَتَبَ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ سُبْحَانَ مَنْ لاَ يُحَدُّ وَ لاَ يُوصَفُ (لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْبَصِيرُ).

محمد بن علی قاسانی سے روایت ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو خط لکھا کہ ہم سے پہلے لوگوں نے توحید کے بارے میں اختلاف کیا ہے؟

آپؑ نے جواب میں لکھا: خدا کے لیے حد نہیں اور صفات مخلوق سے متصف ہیں، اس کی مثل کوئی شے نہیں وہ سمیع وبصیر ہے۔ [5]

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے [6] لیکن میرے نزدیک حدیث موثق ہے جب کہ قاسانی سے مراد احمد بن محمد بن عیسیٰ ہو۔(واللہ اعلم)

---

[1] رجال الکشی:۱/۴۷۹؛ مستدرک الوسائل:۱۲/۲۵۱؛ الفصول المہمہ:۱/۱۷۲؛ ھدایۃ الامہ:۱/۱۰؛ بحار الانوار:۳/۲۶۶؛ مکاتیب الآئمہ:۴/۶۰ و ۶۱

[2] مراۃ العقول:۱/۳۵۱

[3] مشکاۃ الانوار:۱۰؛ اثبات الھداۃ:۱/۸۱

[4] مراۃ العقول:۱/۳۵۱

[5] التوحید:۱۰۱؛ بحار الانوار:۳/۳۰۳؛ تفسیر نور الثقلین:۴/۵۵۹

[6] مراۃ العقول:۱/۳۵۱

7/331 الکافی،۱/۱۰۰/۲/۱ النیسابوریان عَنِ اِبْنِ أَبِي عُمَيْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اَلْحَمِيدِ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ قَالَ: قَالَ لِي عَلِيُّ بْنُ اَلْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا اَلسَّلاَمُ يَا أَبَا حَمْزَةَ إِنَّ اَللَّهَ لاَ يُوصَفُ بِمَحْدُودِيَّةٍ عَظُمَ رَبُّنَا عَنِ اَلصِّفَةِ فَكَيْفَ يُوصَفُ بِمَحْدُودِيَّةٍ مَنْ لاَ يُحَدُّ وَ ﴿لاٰ تُدْرِكُهُ اَلْأَبْصٰارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ اَلْأَبْصٰارَ وَهُوَ اَللَّطِيفُ اَلْخَبِيرُ﴾ ۔

ابوحمزہ سے روایت ہے کہ میں نے امام زین العابدین علیہ السلام سے توحید کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: خدا کی تعریف محدود صورتوں سے نہیں کی جاتی ۔وہ اس صفت سے مُبرّ ہ ہے۔پھر بھلا اس کی محدودیت سے کیسے صفت کی جاسکتی ہے جبکہ اس کی حد مقرر ہی نہیں کی جاسکتی اور بینائیاں اس کا ادراک نہیں کرتیں بلکہ وہ بینائیوں کا اوراک کرتا ہے اور وہ لطیف وخبیر ہے۔[1]

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول کالموثق ہے۔[2] لیکن میرے نزدیک حدیث حسن ہے کیونکہ ابراہیم بن عبدالحمید تحقیقاً امامی ثابت ہے۔(واللہ اعلم)

8/332 الکافی،۱/۱۰۳/۱۱/۱ عنهما عن حماد بن عيسى عن ربعي عَنِ اَلْفُضَيْلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ: إِنَّ اَللَّهَ لاَ يُوصَفُ وَ كَيْفَ يُوصَفُ وَ قَدْ قَالَ فِي كِتَابِهِ: ﴿وَ مٰا قَدَرُوا اَللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ﴾ فَلاَ يُوصَفُ بِقَدْرٍ إِلاَّ كَانَ أَعْظَمَ مِنْ ذَلِكَ۔

فضیل بن یسار سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے سنا، آپؑ نے فرمایا: خدا کا وصف بیان نہیں کیا جاسکتا اور کیونکر بیان کیا جائے جبکہ وہ اپنی کتاب میں فرماتا ہے: ''لوگوں نے اس کی تعظیم کا حق ادا نہیں کیا۔(الانعام:۹۱)۔''پس جس انداز سے اس کی تعظیم کی جائے گی وہ اس سے کہیں زیادہ ہوگا۔[3]

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول کالصحیح ہے[4] لیکن میرے نزدیک حدیث حسن ہے۔(واللہ اعلم)

9/333 الکافی،۱/۱۰۳/۱۲/۱ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سَهْلٍ وَ عَنْ غَيْرِهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ

---

[1] تفسیر العیاشی:۱/ ۳۷۳(بفرق الفاظ)؛تفسیر البرہان:۲/ ۴۶۶؛بحارالانوار:۳/ ۳۰۸

[2] مراۃ العقول:۱/ ۳۴۷

[3] کتاب المومن:۳۰؛تفسیر البرھان:۲/ ۴۵۰و۴۶۷؛الفصول المھمہ:۱/ ۱۷۳؛تفسیر کنز الدقائق:۴/ ۳۹۰و۱۱/ ۳۳۳؛تفسیر نور الثقلین:۱/ ۷۴۴؛تفسیر الصافی:۲/ ۱۳۸و۴/ ۳۲۹؛بحارالانوار:۴/ ۳۲و۷۳/ ۳۰؛التوحید:۱۲۷

[4] مراۃ العقول:۱/ ۳۵۳

إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ عَظِيمٌ رَفِيعٌ لاَ يَقْدِرُ الْعِبَادُ عَلَى صِفَتِهِ وَ لاَ يَبْلُغُونَ كُنْهَ عَظَمَتِهِ (لاٰ تُدْرِكُهُ الْأَبْصٰارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصٰارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ) الحديث و قد مر.

عبداللہ بن سنان سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: بیشک اللہ عظیم اور رفیع ہے لوگ اُس کی صفت کو نہیں پہنچ سکتے ہیں اور نہ ہی اُس کی مکمل عظمت بیان کر سکتے ہیں: ''اُسے آنکھیں نہیں دیکھتیں اور وہ آنکھوں کو دیکھتا ہے اور وہ لطیف خبیر ہے۔ (الانعام: ۱۰۳)'' آگے حدیث وہی ہے جو اوپر گزر چکی ہے۔ [1]

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔ [2]

۴۱_باب تاویل مایوھم التشبیه

جو وہم تشبیہ کا ہوتا ہے اُس کی تاویل

1/334 الكافی،۱/۱۲۷/۶/۱ علی بن محمد و محمد بن الحسن عن سهل عن الخشاب عَنْ بَعْضِ رِجَالِهِ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ : أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ: (الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوىٰ) فَقَالَ اِسْتَوَى عَلَى كُلِّ شَيْءٍ فَلَيْسَ شَيْءٌ أَقْرَبَ إِلَيْهِ مِنْ شَيْءٍ.

خشاب نے اپنے بعض رجال سے روایت کی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ ''رحمٰن عرش پر مستوی ہے۔ (طٰہٰ:۵)'' کے کیا معنی ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: وہ ہر شئے پر غالب ہے پس کوئی شئے بہ نسبت دوسری شئے کے اس سے زیادہ قریب نہیں۔ [3]

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے [4] لیکن میرے نزدیک حدیث مرسل ہے۔ (واللہ اعلم)

---

[1] التوحید:۵۰ا؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۱۸۳؛ بحار الانوار: ۴/ ۲۹۷

[2] مرآۃ العقول: ۱/ ۳۵۴

[3] التوحید: ۳۱۶؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۲۱۱؛ تفسیر البرہان: ۳/ ۷۵۰؛ تفسیر کنز الدقائق: ۸/ ۲۸۸؛ بحار الانوار: ۳/ ۳۳۶

[4] مرآۃ العقول: ۲/ ۲۹

2/335 الکافی،۱/۱۲۸/۷/۱ بِهَذَا اَلْإِسْنَادِ عَنْ سَهْلٍ عَنِ السراد عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مَارِدٍ: أَنَّ أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ سُئِلَ عَنْ قَوْلِ اَللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ: (اَلرَّحْمٰنُ عَلَى اَلْعَرْشِ اِسْتَوىٰ) فَقَالَ اِسْتَوَى مِنْ كُلِّ شَيْءٍ فَلَيْسَ شَيْءٌ أَقْرَبَ إِلَيْهِ مِنْ شَيْءٍ.

محمد بن مادر سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے خدا کے قول: ''الرحمٰن علی العرش استویٰ'' کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: وہ ہر شئے پر غالب ہے کوئی بہ نسبت کسی شئے کے اس سے زیادہ قریب ہے۔ [1]

تحقیق اسناد:

میرے نزدیک حدیث موثق ہے۔(واللہ اعلم)

3/336 الکافی،۱/۱۲۸/۸/۱ اعنه عن محمد بن یحیی عن محمد بن الحسین عن صفوان عن البجلی قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ عَنْ قَوْلِ اَللَّهِ تَعَالَى: (اَلرَّحْمٰنُ عَلَى اَلْعَرْشِ اِسْتَوىٰ) فَقَالَ اِسْتَوَى فِي كُلِّ شَيْءٍ فَلَيْسَ شَيْءٌ أَقْرَبَ إِلَيْهِ مِنْ شَيْءٍ لَمْ يَبْعُدْ مِنْهُ بَعِيدٌ وَ لَمْ يَقْرُبْ مِنْهُ قَرِيبٌ اِسْتَوَى فِي كُلِّ شَيْءٍ.

البجلی سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے خدا کے قول: ''الرحمان علی العرش استوی'' بارے میں دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: استوی ہر شئے میں ہے کوئی چیز کسی چیز سے اس سے قریب تر نہ ہوا اور نہ دور اس سے دور رہوا اور نہ قریب قریب تر ہوا اور ہر چیز میں استویٰ کے یہی معنی ہیں۔ [2]

بیان:

امام علیہ السلام نے تفسیر کی الاستواء کی تمام چیزوں کی طرف نسبت اور عرش کے استواء کے ساتھ نتیجے میں وہ جسم ہے جو محیط ہے تمام چیزوں پر ہر اس چیز کے ساتھ جو اس میں ہے۔ جیسے آئے گی اس کی تفسیر اور ملایا استواء کو اس چیز کے ساتھ جو متعدی ہے ''علی'' کے ذریعے جیسے استیلاء اور اشراف وشرف دینا وغیرہ آیت کی موافقت کی وجہ سے۔ بس معنی یہ ہوگا کہ: اس کی نسبت ہر شئے کی طرف معتدل ہوئی ان سب پر کمال کے ساتھ اور آیت میں

[1] التوحید: ۳۱۵؛ بحار الانوار: ۳/ ۳۳۶؛ تفسیر البرہان: ۳/ ۷۵۰؛ تفسیر نور الثقلین: ۳/ ۳۶۸؛ تفسیر کنز الدقائق: ۸/ ۲۸۷؛ الاعتقادات: ۴۵؛ معانی الاخبار: ۱/ ۲۹؛ تفسیر القمی: ۲/ ۵۹

[2] التوحید: ۳۱۵؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۲۱۲؛ بحار الانوار: ۳/ ۳۳۷؛ تفسیر الصافی: ۲/ ۲۰۴؛ تفسیر البرہان: ۳/ ۷۵۰؛ تفسیر کنز الدقائق: ۵/ ۱۰۵؛ تفسیر نور الثقلین: ۳/ ۳۶۸

دلالت ہے اللہ تعالیٰ کے لیے کسی خاص مکان کے ہونے پر جو خلاف ہے اس چیز کے جو جمہور نے سمجھی ہے کہ یہ دلالت کرتی ہے مکان کے ثابت کرنے پر اور اس میں اشارہ ہے اس کی قیومی معیت کی طرف۔ اور اس کے ہر شئے کے ساتھ برابر معنوی اتصال کی طرف اس طرح کہ اس کی احدیت اور اس کے جلال کے قدس کے ساتھ یہ اتصال منافات نہ رکھتا ہو اور اس کی رحمت کا فیض سب پر ہے ایک نسبت کے ساتھ اور اس کے علم کا سب پر محیط ہونا ہے ایک طریقے سے اور اس کا ہر شئے کے قریب ہونا برابر ہے۔

اور دوسری حدیث میں لفظ ''من'' استواء کی معنی کے لیے تحقیق ہے قرب اور بعد میں۔

اور تیسری حدیث میں لفظ ''فی'' جس چیز میں استواء ہے اس کی معنی کے لیے۔ اور مقربون کے قرب کا اختلاف جیسے انبیاء اور اولیاء ان لوگوں کے ساتھ جو دور ہیں جیسے شیاطین اور کافر یہ اختلاف خدا کی طرف سے نہیں ہے بلکہ وہ ان کے نفسوں کے اختلاف کی وجہ سے ہے ان کی ذوات میں بتحقیق نسبت دی گئی ہے، استواء کی رحمن کی طرف کیونکہ وہ سب پر برابر برابر، عام اور سب کو شامل رحمت کی نسبت سے استوا ہے۔

اور یہ لفظ اسی پر ہی دلالت کرتا ہے نہ کہ اس کے غیر پر۔

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔ ①

4/337 الکافی،۱/۱۲۸/۹/۱ عَنْهُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ عِيسَى عَنِ الْحُسَيْنِ عَنِ النَّضْرِ عَنْ عَاصِمِ بْنِ حُمَيْدٍ عَنْ أَبِي بَصِيرٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: مَنْ زَعَمَ أَنَّ اللَّهَ مِنْ شَيْءٍ أَوْ فِي شَيْءٍ أَوْ عَلَى شَيْءٍ فَقَدْ كَفَرَ قُلْتُ فَسِّرْ لِي قَالَ أَعْنِي بِالْحَوَايَةِ مِنَ الشَّيْءِ لَهُ أَوْ بِإِمْسَاكٍ لَهُ أَوْ مِنْ شَيْءٍ سَبَقَهُ.

ابو بصیر سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جس نے یہ گمان کیا کہ اللہ کسی چیز سے ہے یا کسی چیز میں ہے یا کسی چیز پر ہے تو اس نے کفر کیا۔

میں نے عرض کیا: ذرا او روضاحت کیجئے۔

آپ نے فرمایا: میرا مطلب یہ ہے کہ وہ نہ کسی چیز سے گھرا ہوا ہے، نہ رُکا ہوا ہے اور نہ کسی چیز نے اس پر سبقت کی ہے۔ ②

تحقیق اسناد:

---

① مرآۃ العقول: ۲/۱۷؛ علم الیقین: ۹۲؛ مستدرک سفینۃ البحار: ۵/۳۰۸

② التوحید: ۳۱۷؛ تفسیر البرہان: ۳/۷۵۱؛ بحار الانوار: ۳/۳۳۳؛ تفسیر کنز الدقائق: ۸/۲۸۸؛ تفسیر نور الثقلین: ۳/۳۶۹

حدیث صحیح ہے۔ [1]

5/338 الکافی،۱/۱۲۸/۹/۱ وَ فِي رِوَايَةٍ أُخْرَى: مَنْ زَعَمَ أَنَّ اَللَّهَ مِنْ شَيْءٍ فَقَدْ جَعَلَهُ مُحْدَثاً وَ مَنْ زَعَمَ أَنَّهُ فِي شَيْءٍ فَقَدْ جَعَلَهُ مَحْصُوراً وَ مَنْ زَعَمَ أَنَّهُ عَلَى شَيْءٍ فَقَدْ جَعَلَهُ مَحْمُولاً.

اور ایک دوسری روایت میں ہے: جس نے گمان کیا کہ خدا کسی شئے سے ہے اس نے خدا کو حادث سمجھا اور جس نے گمان کیا کہ وہ کسی شے میں ہے تو اس نے اسے محدود بنا دیا اور جس نے گمان کیا کہ وہ کسی شئے پر ہے تو اس نے ایسی چیز بنا دیا جو اُٹھائی جائے۔ [2]

بیان:

باء "بالحوایہ" میں اور "بامساک" میں متعلق ہے اس کی محذوف تقدیر کے۔

یعنی: بقولی (فی شئے) کونہ بالحوایہ من الشئے لہ و بقولی (علی شئے) کونہ بامساک من الشئے لہ و بقولی (من شئے) کونہ من شئے سبقہ۔

اور الحوایہ تفسیر ہے "فی" کی اور الامساک تفسیر ہے "علی" کے لیے اور السبق تفسیر ہے "من" کے لیے اور نشر، غیر ترتیب اللف پر ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے۔ [3]

6/339 الکافی،۱/۱۳۴/۴/۱ العدة عن البرقي عن أبيه عن عبد الله بن بحر عن الخراز عن محمد قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ عَمَّا يَرْوُونَ أَنَّ اَللَّهَ خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ فَقَالَ هِيَ صُورَةٌ مُحْدَثَةٌ مَخْلُوقَةٌ وَ اِصْطَفَاهَا اَللَّهُ وَ اِخْتَارَهَا عَلَى سَائِرِ اَلصُّوَرِ اَلْمُخْتَلِفَةِ فَأَضَافَهَا إِلَى نَفْسِهِ كَمَا أَضَافَ اَلْكَعْبَةَ إِلَى نَفْسِهِ وَ اَلرُّوحَ إِلَى نَفْسِهِ فَقَالَ (بَيْتِيَ)(وَ نَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي).

محمد سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا: لوگ کہتے ہیں کہ خدا نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ (اس کا کیا مطلب ہے)؟

[1] مرآۃ العقول: ۲/۷
[2] سابقہ حدیث کے حوالہ جات
[3] مرآۃ العقول: ایضاً

آپؑ نے فرمایا: خدا نے آدم کو حادث مخلوق بنایا ہے اور ان کی صورت کو انتخاب کیا ہے تمام مختلف صورتوں میں سے اور پھر اس کی نسبت اپنی طرف دی جیسے کہ کعبہ کو اپنی طرف نسبت دی اور فرمایا "میرا گھر"۔ اسی طرح فرمایا: "میں نے اس میں اپنی روح کو پھونکا۔(الحجر:۲۹)۔"[1]

بیان:

جب صورت اور روح وغیرہ کو اللہ کی طرف مضاف کیا جائے تو وہم ہوتا ہے کہ اللہ کا جسم ہے جو صورت اور روح رکھتا ہے اور صورت کے غیر مخلوق ہونے کا وہم ہوتا ہے بلکہ وہ قدیم ہے۔ دفع و دور کیا ہے امام علیہ السلام نے سائل سے اس طرح کے سوال کو اس روایت میں اور بعد والی میں۔

اور جواب دیا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ بتحقیق صورت جو مضاف ہے اللہ کی طرف وہ اس کی صورت نہیں ہے بلکہ یہ اس کی مخلوق کی صورت ہے جس کو اللہ نے دوسری صورتوں میں سے چنا ہے پھر اس کو اپنی طرف نسبت دی ہے اور اسی طرح ہے کلام روح میں۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے[2] لیکن میرے نزدیک حدیث حسن ہے کیونکہ عبداللہ بن بحر تحقیقاً ثقہ ثابت ہے اور البرقی کو نجاشی کا ضعیف کہنا سہو ہے جب کہ وہ ثقہ ثابت ہے۔(واللہ اعلم)

7/340 الكافي،١/١/١٣٣/١ العدة عن ابن عيسى عن ابن أبي عمير عن ابن أذينة عن مؤمن الطاق قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ عَنِ اَلرُّوحِ اَلَّتِي فِي آدَمَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَوْلِهِ ﴿فَإِذٰا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي﴾ قَالَ هَذِهِ رُوحٌ مَخْلُوقَةٌ وَاَلرُّوحُ اَلَّتِي فِي عِيسَى مَخْلُوقَةٌ.

مؤمن طاق سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روح آدم کے متعلق سوال کیا، جس کے لیے خدا نے فرمایا: "پس جب میں اس کو برابر کرلوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں۔(الحجر:۲۹)۔" تو آپؑ نے فرمایا: یہ روح بھی مخلوق ہے اور وہ روح بھی مخلوق ہے جو عیسیٰ علیہ السلام میں تھی۔[3]

---

[1] التوحید: ۱۰۳؛ تفسیر نور الثقلین: ۳/ ۱۱ و ۴۸۵؛ بحار الانوار: ۴/ ۱۳؛ تفسیر البرہان: ۳/ ۳۶۳؛ تفسیر کنز الدقائق: ۷/ ۱۲۱ و ۵/۹ ۷۵؛ الاحتجاج: ۲/ ۳۲۳؛ مجمع البحرین: ۳/ ۳۶۸

[2] مرآۃ العقول: ۲/ ۸۲

[3] تفسیر العیاشی: ۲/ ۲۴۱؛ تفسیر البرہان: ۳/ ۳۶۴ و ۴/ ۶۸۳؛ تفسیر کنز الدقائق: ۷/ ۱۲۱؛ بحار الانوار: ۴/ ۱۳ و ۱۴/ ۲۱۸؛ تفسیر نور الثقلین: ۳/ ۱۱؛ التوحید: ۱۷۱

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔ [1]

8/341 الکافی،۱/۲/۱۳۳/۱ العدۃ عن ابن عیسی عن الحجال عن ثعلبة عن حمران قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ عَنْ قَوْلِ اَللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ: (وَ رُوحٌ مِنْهُ) قَالَ هِيَ رُوحُ اَللَّهِ مَخْلُوقَةٌ خَلَقَهَا اَللَّهُ فِي آدَمَ وَ عِيسَى.

حمران سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے خدا کے قول: ''رُوحٌ مِنۡهُ (النساء:۱۷۱)۔'' کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: وہ روح مخلوق ہے جس کو اللہ نے آدم و عیسیٰ علیہما السلام میں پیدا کیا۔ [2]

تحقیق اسناد:

حدیث حسن ہے [3] لیکن میرے نزدیک حدیث صحیح ہے۔ (واللہ اعلم)

9/342 الکافی،۱/۳/۱۳۳/۱ محمد عن أحمد عن محمد بن خالد عن القاسم بن عروة عن عبد الحمید الطائی عن محمد قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ عَنْ قَوْلِ اَللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ (وَ نَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي) كَيْفَ هَذَا اَلنَّفْخُ فَقَالَ إِنَّ اَلرُّوحَ مُتَحَرِّكٌ كَالرِّيحِ وَ إِنَّمَا سُمِّيَ رُوحاً لِأَنَّهُ اِشْتَقَّ اِسْمَهُ مِنَ اَلرِّيحِ وَ إِنَّمَا أَخْرَجَهُ عَنْ لَفْظَةِ اَلرِّيحِ لِأَنَّ اَلْأَرْوَاحَ مُجَانِسَةٌ لِلرِّيحِ وَ إِنَّمَا أَضَافَهُ إِلَى نَفْسِهِ لِأَنَّهُ اِصْطَفَاهُ عَلَى سَائِرِ اَلْأَرْوَاحِ كَمَا قَالَ لِبَيْتٍ مِنَ اَلْبُيُوتِ بَيْتِي وَ لِرَسُولٍ مِنَ اَلرُّسُلِ خَلِيلِي وَ أَشْبَاهِ ذَلِكَ وَ كُلُّ ذَلِكَ مَخْلُوقٌ مَصْنُوعٌ مُحْدَثٌ مَرْبُوبٌ مُدَبَّرٌ.

محمد سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے خدا کے قول: ''میں اپنی روح سے اس میں پھونک دوں'' کے متعلق پوچھو کہ یہ پھونکنا کیسے ہے؟

آپؑ نے فرمایا: روح ہوا کی طرح متحرک ہے اسی لیے اس کا نام روح رکھا گیا ہے کیونکہ وہ ریح سے مشتق ہے اور یہ اس لیے کہ ارواح ریح کی ہم جنس ہیں اور روح کو اپنے نفس کی طرف نسبت دی ہے۔ کیونکہ اس کا اصطفا (انتخاب) کیا ہے تمام ارواح میں جیسے کہ گھروں میں سے ایک گھر کو اپنا گھر اور رسولوں میں سے ایک رسول کو اپنا خلیل کہا اور اس کی مثل اور بھی ہیں لیکن یہ سب مخلوق ہیں۔ حادث ہیں، پرورش کیے ہوئے ہیں اور ان

---

[1] مراۃ العقول: ۲/ ۸۲

[2] الاحتجاج: ۲/ ۳۲۳؛ تفسیر نور الثقلین: ۱/ ۵۷۷؛ بحار الانوار: ۴/ ۱۲ و ۱۴/ ۲۱۹؛ تفسیر البرہان: ۲/ ۲۰۳؛ تفسیر کنز الدقائق: ۳/ ۵۹۴

[3] مراۃ العقول: ۲/ ۸۳

میں کسی مدبر کی تدبیر کا اثر ہے۔[1]

بیان:

"الروح" اگرچہ روح کا اصل جوہر اس دنیا سے نہیں ہے لیکن اس کے لیے مظاہر ہیں جسد میں۔

پہلا اس کا مظہر یہ ہے کہ اس میں لطیف بخار ہے جو دھویں کی شبیہ ہے اس کے لطیف ہونے میں اور اس کا اعتدال آسمانی جرم مثلاً ستارے وغیرہ کی طرح ہے۔

اور اس کو کہا جاتا ہے روح حیوانی جو روح امری ربانی کے برابر ہے اور اس کا مرکب ہے اس کو امام علیہ السلام نے روح نام دیا ہے اس کے مظہر کے ساتھ اس کو افہام اور سمجھنے کے قریب کرنے کی وجہ سے کیونکہ وہ حقیقت میں سمجھنے سے قاصر ہے اس کو سمجھا نہیں جا سکتا۔

جیسے اشارہ ہوا ہے اس کی طرف اللہ کے قول کے ساتھ:

کہو: روح میرے پروردگار کے امر سے ہے تمہیں علم کم دیا گیا ہے۔

کیونکہ اس کا مظہر نفخ شدہ ہے حقیقت میں اس کی اصل کے بغیر۔

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے[2] لیکن میرے نزدیک حدیث حسن ہے کیونکہ قاسم بن عروہ تحقیقاً ثقہ ثابت ہے اور اس کی روایات کو صحیح قرار دیا گیا ہے۔[3] نیز حدیث الاحتجاج میں بھی درج ہے جو توثیق ہے۔ (واللہ اعلم)

10/343 الکافی،۱/۱/۱۴۳/۱ محمد عن ابن عیسی عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَلنُّعْمَانِ عَنْ سَيْفِ بْنِ عَمِيرَةَ عَمَّنْ ذَكَرَهُ عَنِ اَلْحَارِثِ بْنِ اَلْمُغِيرَةِ اَلنَّصْرِيِّ قَالَ: سُئِلَ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ عَنْ قَوْلِ اَللَّهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى: (كُلُّ شَيْءٍ هٰالِكٌ إِلاّٰ وَجْهَهُ) فَقَالَ مَا يَقُولُونَ فِيهِ قُلْتُ يَقُولُونَ يَهْلِكُ كُلُّ شَيْءٍ إِلاَّ وَجْهَ اَللَّهِ فَقَالَ سُبْحَانَ اَللَّهِ لَقَدْ قَالُوا قَوْلاً عَظِيماً إِنَّمَا عَنَى بِذَلِكَ وَجْهَ اَللَّهِ اَلَّذِي يُؤْتَى مِنْهُ.

حارث بن مغیرہ النصری سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس قول خدا کے متعلق کہ: "ہر شے ہلاک

[1] الاحتجاج:۲/ ۳۲۳؛ التوحید:۱۷۱؛ بحارالانوار:۴/ ۱۱و۵۸/ ۲۸؛ معانی الاخبار:۱/ ۱۷؛ تفسیر البرہان:۳/ ۶۲۳؛ تفسیر الصافی:۳/ ۱۰۸؛ تفسیر نور الثقلین:۳/ ۲۱۱و۲۱۲؛ تفسیر کنز الدقائق:۷/ ۱۲۲و۵۰۲؛ مجمع البحرین:۲/ ۳۵۴

[2] مرآۃ العقول:۲/ ۸۳

[3] المناظر الناضرۃ:۱۳/ ۳۴۷؛ زبدۃ الاصول:۵/ ۱۱۰؛ المختار من کلمات:۲/ ۵۲۵

ہونے والی ہے سوائے اس کے وجہ کے (القصص:٨٨)۔'' پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا: لوگ کیا کہتے ہیں؟
راوی نے کہا: وہ کہتے ہیں ہر شے ہلاک ہونے والی ہے سوائے اللہ کے چہرے کے۔
آپؑ نے فرمایا: اللہ اس سے پاک ہے، انہوں نے بہت بری بات کہی ہے۔ اس سے مراد وہ راستہ ہے جس کے ذریعے سے وہ عطا کرتا ہے۔[1]

بیان:

امام علیہ السلام نے ان کے قول سے تعجب کیا اور اس کو عظیم قرار دیا کیونکہ وجہ اور چہرے کا اس پر اطلاق تشبیہ ہے خدا کے لیے اور تجسیم ہے۔
اور اس کو بیان کیا کہ یعنی: اللہ کا وہ وجہ و چہرہ جس سے آیا جاتا ہے یعنی جو ہدایت کرتا ہے بندوں کو اللہ کی طرف اور اس کی معرفت کی طرف وہ نبی ہیں یا وصی ہیں یا عقل کامل ہے۔ پس بتحقیق وہ اللہ کا چہرہ وہ ہے جس سے اللہ کی طرف جایا جاتا ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ چہرے کی طرف متوجہ ہونے سے اللہ کی طرف متوجہ ہونا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی طرف اس کے ذریعے متوجہ ہوتا ہے اور بندوں کے ساتھ خطاب کرتا ہے نبی اور وصی اور عقل کے ذریعے۔
اور دوسری حدیث میں وجہ کی ضمیر کو پلٹایا ہے شئے کی طرف اور وجہ الشئے یعنی وہ چیز کو اللہ کے روبرو ہو اور وہ اس کا روح اور حقیقت اور ملکوت اور اس کی معرفت کا مقام ہے۔
اور دونوں معنی متقارب ہیں اور کبھی وجہ کی تفسیر ہوتی ہے ذات کی معنی سے۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے۔[2]

11/344 الکافی،١/٢/١٤٣/١ العدة عن البرقی عن البزنطی عَنْ صَفْوَانَ الْجَمَّالِ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ: فِي قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ: (كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلاَّ وَجْهَهُ) قَالَ مَنْ أَتَى اللَّهَ بِمَا أُمِرَ بِهِ مِنْ طَاعَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَهُوَ الْوَجْهُ الَّذِي لاَ يَهْلِكُ وَ كَذَلِكَ قَالَ (مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ)۔

ترجمہ: صفوان جمال سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے: كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلاَّ وَجْهَهُ کے متعلق فرمایا: جو شخص اللہ کی طرف اس نے ذریعے سے آئے جس کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے

[1] بصائر الدرجات: ١/ ٦٦؛ تفسیر البرہان: ٣/ ٢٩٣ و ٢٩٥؛ تفسیر کنز الدقائق: ١٠/ ١١٠؛ تفسیر نور الثقلین: ٣/ ١٤٣؛ بحار الانوار: ٣/ ٥ و ٢٣/ ٢٠٠
[2] مرآۃ العقول: ٢/ ١١١

پس یہ وہ ''وجہ'' ہے جس کو ہلاکت نہیں ہوگی اور اس فرمان کہ: ''جس نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ (النساء: ۸۰)'' سے بھی یہی مراد ہے۔ [1]

بیان:

یعنی ہر شخص جو اللہ کا اور اس کے نبی کا مطیع ہے وہ اللہ کی طرف متوجہ ہے اور وہ جنت میں باقی رہے گا ہمیشہ کے لیے اور نبی اور رسول اللہ کا وجہ اور چہرہ ہے اللہ کی مخلوق میں اللہ جس کے ذریعے اپنے بندوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور جو اس کے خلاف ہو وہ جہنم میں ہے ہلاک ہونے والوں کے ساتھ۔

اور ان کا قول کہ ''وکذا لک قال''

اشارہ ہے اس طرف کہ بتحقیق اس کے رسول کے لیے اطاعت کرنا متوجہ کرتی ہے خدا کی طرف اور اس کے وجہ کی طرف اور توجہ کرتا ہے اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے اس کی مخلوق کی طرف اور یہ وہی سبب ہے جس کی وجہ سے اس کا نام وجہ اللہ ہے اور اس کی طرف اضافہ ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔ [2]

12/345 الکافی، ۱/۳/۱۴۳/۱ محمد عن ابن عیسی عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ أَبِي سَلاَّمٍ اَلنَّخَّاسِ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِنَا عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: نَحْنُ اَلْمَثَانِي اَلَّذِي أَعْطَاهُ اَللَّهُ نَبِيَّنَا مُحَمَّداً صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ نَحْنُ وَجْهُ اَللَّهِ نَتَقَلَّبُ فِي اَلْأَرْضِ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ وَ نَحْنُ عَيْنُ اَللَّهِ فِي خَلْقِهِ وَ يَدُهُ اَلْمَبْسُوطَةُ بِالرَّحْمَةِ عَلَى عِبَادِهِ عَرَفَنَا مَنْ عَرَفَنَا وَ جَهِلَنَا مَنْ جَهِلَنَا وَ إِمَامَةَ اَلْمُتَّقِينَ.

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ہم وہ مثانی ہیں جو اللہ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی اور ہم وجہ اللہ ہیں کہ ہم تمہارے روبرو زمین میں آمد و رفت رکھتے ہیں۔ اور ہم عین اللہ ہیں خدا کی مخلوق پر، ہم بندوں پر رحمت کے لیے خدا کا کھلا ہوا ہاتھ ہیں، جس نے ہمیں پہچانا اس نے ہمیں پہچانا اور جو ہم سے جاہل رہا وہ ہم سے جاہل رہا اور ہم متقیوں کے امام ہیں۔ [3]

---

[1] التوحید: ۱۴۹؛ تفسیر البرہان: ۴/ ۲۹۳؛ المحاسن: ۱/ ۲۱۹؛ اثبات الھداۃ: ۲/ ۱۱۴؛ تفسیر الصافی: ۴/ ۱۰۸؛ تفسیر کنز الدقائق: ۱۰/ ۱۱۲؛ بحار الانوار: ۴/ ۲۵؛ ۲۴/ ۲۰۱ و ۶۵/ ۹۳؛ تفسیر نور الثقلین: ۴/ ۱۳۶

[2] مراۃ العقول: ۲/ ۱۱۳

[3] بصائر الدرجات: ۱/ ۶۵؛ التوحید: ۱۵۰؛ تفسیر نور الثقلین: ۳/ ۲۹؛ تفسیر کنز الدقائق: ۷/ ۱۵۸؛ بحار الانوار: ۲۴/ ۱۹۶؛ تفسیر القمی: ۱/ ۳۷۷؛ تفسیر البرہان: ۳/ ۳۸۵؛ تفسیر العیاشی: ۲/ ۲۴۹

بیان:

''نحن المثاني'' اشارہ ہے اللہ کے اس قول کی طرف اور ہم نے دیا آپ کو سبع من المثانی اور قرآن عظیم اور مثانی مثناۃ تثنیہ میں سے کی جمع ہے اور مثانی جمع ہے مثنیة کی ثناء میں سے۔

شیخ صدوق رحمہ اللہ نے کہا: نحن المثانی کی معنی کا قول یعنی ہم ہیں وہ جن کو نبی اکرم ﷺ نے قرآن کا قرین قرار دیا اور وصیت کی کہ قرآن کے ساتھ اور ہمارے ساتھ تمسک کریں اور اپنی امت کو خبر دی کہ بتحقیق ہم جدا نہیں ہوں گے یہاں تک ہم وارد ہوں اس پر اس کے حوض پر۔

اور میں کہتا ہوں کہ:

شاید معصومین علیہم السلام شمار ہوتے ہیں ان کے اسماء اور ناموں کے اعتبار سے جو کہ سات ہیں اور اس بنا پر جائز ہے مثانی کا الثناء سے قرار دینا اور جائز ہے التثنیہ سے قرار دینا اس اعتبار سے کہ وہ قرآن کے ساتھ دوسرے ہیں یا جائز ہے قرار دینا کہ یہ کنایہ ہے ان کے عدد چودہ ۱۴ ہونے سے مثانی یعنی سات دو بار ہوں گے تو چودہ ہوں گے یعنی ان میں سے ہر ایک کو ایک قرار دینا اعتباری تغایر کے ساتھ۔

و"الظهر"

کنایہ ہے ذات سے جس طرح کسی عورت کو کہا جائے انت علی کظهر امی۔

تم مجھ پر میری ماں کی ذات کی طرح ہو، اور معصومین علیہم السلام عین اللہ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے سے اپنے بندوں کی طرف دیکھتا ہے رحمت کی نگاہ سے اور معصومین علیہم السلام اللہ کے ہاتھ ہیں کیونکہ اللہ اپنے بندوں کا مربی ہے ان کے مربی ہونے سے۔

و''امامة المتقين'' عطف ہے منصوب پر ''جعلنا'' میں۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔[1] لیکن اس کی دیگر بھی کئی اسناد ہیں جن میں سے ایک حدیث جو ہارون بن خارجہ سے الصفار نے روایت کی ہے وہ ہمارے نزدیک معتبر ہے۔ حالانکہ اس میں موسیٰ بن سعدان اور عبداللہ بن قاسم موجود ہیں جو دونوں متہم ہیں لیکن موسی بن سعدان تفسیر القمی اور کامل الزیارات کا راوی ہے جو توثیق ہے اور اسی طرح عبداللہ کامل الزیارات کا راوی ہے۔ لہٰذا ان کی توثیق بعید نہیں ہے نیز حدیث کا مضمون بھی مشہور ہے۔ (واللہ اعلم)

13/346 الكافی،۱/۱۴۴/۵/۱ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَبْدِ ٱللَّهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ عَنِ ٱلْحُسَيْنِ بْنِ ٱلْحَسَنِ عَنْ بَكْرِ

---

[1] مرآۃ العقول: ۲/ ۱۱۵

بْنِ صَالِحٍ عَنِ ٱلْحَسَنِ بْنِ سَعِيدٍ عَنِ ٱلْهَيْثَمِ بْنِ عَبْدِ ٱللَّهِ عَنْ مَرْوَانَ بْنِ صَبَّاحٍ قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ ٱللَّهِ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ: إِنَّ ٱللَّهَ خَلَقَنَا فَأَحْسَنَ خَلْقَنَا وَ صَوَّرَنَا فَأَحْسَنَ صُوَرَنَا وَ جَعَلَنَا عَيْنَهُ فِي عِبَادِهِ وَ لِسَانَهُ ٱلنَّاطِقَ فِي خَلْقِهِ وَ يَدَهُ ٱلْمَبْسُوطَةَ عَلَى عِبَادِهِ بِٱلرَّأْفَةِ وَ ٱلرَّحْمَةِ وَ وَجْهَهُ ٱلَّذِي يُؤْتَى مِنْهُ وَ بَابَهُ ٱلَّذِي يَدُلُّ عَلَيْهِ وَ خُزَّانَهُ فِي سَمَائِهِ وَ أَرْضِهِ بِنَا أَثْمَرَتِ ٱلْأَشْجَارُ وَ أَيْنَعَتِ ٱلثِّمَارُ وَ جَرَتِ ٱلْأَنْهَارُ وَ بِنَا يَنْزِلُ غَيْثُ ٱلسَّمَاءِ وَ يَنْبُتُ عُشْبُ ٱلْأَرْضِ وَ بِعِبَادَتِنَا عُبِدَ ٱللَّهُ وَ لَوْ لاَ نَحْنُ مَا عُبِدَ ٱللَّهُ.

مروان بن صباح سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہم کو پیدا کیا اور بہترین صورت دی اور ہم کو اپنے بندوں میں اپنی آنکھ قرار دیا اور اپنی مخلوق پر لسان ناطق بنایا اور بندوں پر ہم کو دست کشادہ قرار دیا، مہربانی اور رحمت کے لیے اپنا وجہ بنایا جس سے اس کی طرف توجہ کی جاتی ہے اور ہمیں اپنا دروازہ قرار دیا جس سے اس کی طرف پہنچا ہوتا ہے۔ ہم زمین و آسمان میں اس کے خزانہ ہیں۔ ہماری وجہ سے درخت پھل لاتے ہیں، ہماری وجہ سے پھل پکتے ہیں اور انہار جاری ہوتے ہیں اور ہماری وجہ سے بادل برستے ہیں اور زمین پر گھاس اُگتی ہے۔ ہماری عبادت کی وجہ سے خدا کی عبادت ہوئی اور اگر ہم نہ ہوتے تو اللہ کی عبادت نہ ہوتی۔[1]

بیان:

حسن الخلق یعنی بمزاج میں اعتدال اور اجزاء کا پورا اور برابر ہونا۔

اور حسن الصورۃ یعنی اعضاء اور شکلوں اور ہیئتوں کا مناسب ہونا۔

حسن الخلق اور حسن الصورۃ دونوں اکثر طور پر روح کی شرافت اور پاک ہونے کے حساب سے ہوتے ہیں۔ اور ان کے حسن اخلاق اور فضیلت والے ملکے کے ساتھ متصف ہونے اور باطنی بیماریوں سے سالم ہونے اور نفسانی رذائل سے سالم ہونے کے حساب سے ہوتے ہیں۔

بس کامل و اکمل روح اعدل اور معتدل مزاج کے لیے ہوتا ہے اور بتحقیق وہ عین اللہ ہیں ایک اعتبار سے کہ وہ اللہ کے مخلوقات کو دیکھنے کا وسیلہ ہیں۔

اور دوسرے اعتبار سے کہ مخلوق کے اللہ کو دیکھنے کا وسیلہ ہیں۔

[1] التوحید: ۱۵۱؛ المحتضر: ۲۲۸ و ۲۰۷؛ تفسیر کنز الدقائق: ۴/ ۱۹۳؛ بحار الانوار: ۲۴/ ۱۹۷ و ۲۵۴/ ۴؛ تفسیر البرہان: ۴/ ۲۹۴؛ تفسیر نور الثقلین: ۱/ ۲۵۰

اور لسان اللہ اس اعتبار سے ہیں کہ وہ اللہ کے کلام کا اور کلام کو بندوں تک پہنچانے کا واسطہ ہیں۔
اور ید اللہ اس اعتبار سے ہیں کہ وہ اشیاء میں تصرف رکھنے کا اللہ کا واسطہ ہیں۔
اور وجہ اللہ اس اعتبار سے ہیں کہ ان کے ذریعے بندے اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔
اور وہ باب اللہ اس اعتبار سے ہیں کہ ان کے ذریعے بندے اللہ کی رحمت کے گھر میں اور اللہ کی کرامت کے منزلوں میں داخل ہوں گے۔
اور وہ خزان اللہ اس اعتبار سے ہیں کہ بتحقیق تمام چیزوں کی حقیقتوں کا علم ان کے پاس ہے۔
اور ان کے ذریعے سے شجر ثمر دیتے ہیں، اور آخر تک جو فرمایا یعنی ان کے وجود اور ایجاد میں سے مقصود ہونے کے لیے۔
اور بتحقیق ان کی عبادت کے ذریعے اللہ کی عبادت کی گئی بس بتحقیق عبادت صحیح ہوتی ہے کامل معرفت کے ساتھ اور وہ کامل معرفت ملتی ہے ان کے ذریعے ہے۔
جیسے خدا نے فرمایا: ''اکثر مخلوق خدا پر ایمان نہیں لاتے مگر وہ مشرک ہیں۔ (یوسف:۱۰۶)۔''

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔[1] لیکن مضمون مشہور و معروف ہے۔ (واللہ اعلم)۔

14/347 الکافی،۱/۱۴۴/۶/۱ محمد عن محمد بن الحسين عن ابن بزيع عن عَمِّهِ حَمْزَةَ بْنِ بَزِيعٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ : فِي قَوْلِ اَللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ: (فَلَمَّا آسَفُونَا اِنْتَقَمْنَا مِنْهُمْ) فَقَالَ إِنَّ اَللَّهَ عَزَّ وَ جَلَّ لاَ يَأْسَفُ كَأَسَفِنَا وَ لَكِنَّهُ خَلَقَ أَوْلِيَاءَ لِنَفْسِهِ يَأْسَفُونَ وَ يَرْضَوْنَ وَ هُمْ مَخْلُوقُونَ مَرْبُوبُونَ فَجَعَلَ رِضَاهُمْ رِضَا نَفْسِهِ وَ سَخَطَهُمْ سَخَطَ نَفْسِهِ لِأَنَّهُ جَعَلَهُمُ اَلدُّعَاةَ إِلَيْهِ وَ اَلْأَدِلاَّءَ عَلَيْهِ فَلِذَلِكَ صَارُوا كَذَلِكَ وَ لَيْسَ أَنَّ ذَلِكَ يَصِلُ إِلَى اَللَّهِ كَمَا يَصِلُ إِلَى خَلْقِهِ لَكِنْ هَذَا مَعْنَى مَا قَالَ مِنْ ذَلِكَ وَ قَدْ قَالَ مَنْ أَهَانَ لِي وَلِيّاً فَقَدْ بَارَزَنِي بِالْمُحَارَبَةِ وَ دَعَانِي إِلَيْهَا وَ قَالَ (مَنْ يُطِعِ اَلرَّسُولَ فَقَدْ أَطٰاعَ اَللّٰهَ) وَ قَالَ (إِنَّ اَلَّذِينَ يُبٰايِعُونَكَ إِنَّمٰا يُبٰايِعُونَ اَللّٰهَ يَدُ اَللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ) فَكُلُّ هَذَا وَ شِبْهُهُ عَلَى مَا ذَكَرْتُ لَكَ وَ هَكَذَا اَلرِّضَا وَ اَلْغَضَبُ وَ غَيْرُهُمَا مِنَ اَلْأَشْيَاءِ مِمَّا يُشَاكِلُ ذَلِكَ وَ لَوْ كَانَ يَصِلُ إِلَى اَللَّهِ اَلْأَسَفُ وَ اَلضَّجَرُ وَ هُوَ اَلَّذِي خَلَقَهُمَا وَ

---

[1] مرآۃ العقول: ۲/۱۱۸

أَنْشَأَهُمَا لَجَازَ لِقَائِلٍ هَذَا أَنْ يَقُولَ إِنَّ اَلْخَالِقَ يَبِيدُ يَوْماً مَا لِأَنَّهُ إِذَا دَخَلَهُ اَلْغَضَبُ وَ اَلضَّجَرُ دَخَلَهُ اَلتَّغْيِيرُ وَ إِذَا دَخَلَهُ اَلتَّغْيِيرُ لَمْ يُؤْمَنْ عَلَيْهِ اَلْإِبَادَةُ ثُمَّ لَمْ يُعْرَفِ اَلْمُكَوِّنُ مِنَ اَلْمُكَوَّنِ وَ لاَ اَلْقَادِرُ مِنَ اَلْمَقْدُورِ عَلَيْهِ وَ لاَ اَلْخَالِقُ مِنَ اَلْمَخْلُوقِ تَعَالَى اَللَّهُ عَنْ هَذَا اَلْقَوْلِ عُلُوّاً كَبِيراً بَلْ هُوَ اَلْخَالِقُ لِلْأَشْيَاءِ لاَ لِحَاجَةٍ فَإِذَا كَانَ لاَ لِحَاجَةٍ اِسْتَحَالَ اَلْحَدُّ وَ اَلْكَيْفُ فِيهِ فَافْهَمْ إِنْ شَاءَ اَللَّهُ تَعَالَى.

حمزہ بن بزیع نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے خدا کے قول: ''پس جب ان لوگوں نے ہمیں غضبناک کیا تو ہم نے ان سے انتقام لے لیا۔ (الزخرف: ۵۵)۔'' کے بارے میں روایت کی ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: یقیناً اللہ کا غضب ہمارے غضب کی مانند نہیں ہے لیکن اس نے اپنے اولیاء کو خلق کیا ہوا ہے کہ وہ غضب ناک ہوتے ہیں اور وہ راضی ہوتے ہیں اور یہ اولیا اللہ کی مخلوق ہیں اور اس کے پروردہ ہیں اور ان کی رضایت کو اس نے اپنی رضایت قرار دی ہے اور ان کے غصے اور غضب کو اپنا غضب وغصہ قرار دیا ہے۔ اس نے ان کو اپنی طرف دعوت دینے والا قرار دیا ہے اور اپنی طرف لوگوں کو رہنمائی کرنے والا قرار دیا ہے۔ اسی وجہ سے ان کو یہ مقام دیا ہے اس آیت کے معنی یہ نہیں ہے کہ خدا کو غضب وغصہ ایسے ہی لاحق ہوتا ہے۔ جیسے مخلوق کو لاحق ہوتا ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ ان اولیاء کا غصہ اور غضب اس کا غضب ہے اور اس نے خود حدیث قدسی میں فرمایا ہے: ''پس جس نے امر کسی ولی کی اہانت کی تو اس نے میرے مقابل میں اعلان جنگ کر دیا اور مجھے اپنے مقابل پس جنگ کی اس نے دعوت دی ہے'' خدا نے فرمایا ہے: ''جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ (سورہ النساء: ۸۰)۔''
نیز ارشاد فرمایا: ''یقیناً یہ لوگ جو آپ کی بیعت کر رہے ہیں حقیقت میں وہ اللہ کی بیعت کر رہے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ (سورہ الفتح: ۱۰)۔'' ایسی ہی اور بھی آیات ہیں جو ان کی مثل ہیں جو میں نے آپ کے لیے بیان کی جو بیان کرتی ہیں کہ ان اولیاء خدا کی رضا وغضب و بیعت اللہ کی رضا وغضب و بیعت ہے یا ان جیسے دوسرے اور امور جو ان کو لاحق ہوتے ہیں وہ گویا اللہ کے ہیں۔ پس اگر یہ کہا جائے کہ یہ غضب وغصہ و رضا وخوشنودی خدا کو عارض ہوتی ہیں جب کہ وہ خود ان اوصاف کا خالق ہے اور ان کو ایجاد کرنے والا ہے تو ممکن ہے کہ ہم اس کے قائل ہو جائیں کہ ایک دن آئے گا جب یہ خالق ختم ہو جائے کیونکہ جب غضب وغصہ و دل تنگی اس کو لاحق ہو تو وہ متغیر ہو گا تو جب اس میں تغیر پیدا ہو جائے گا تو پھر وہ نابود بھی ہو جائے گا اور دوسرا پیدا کرنے والے اور پیدا ہونے والے کے درمیان فرق ختم ہو جائے گا۔ ایسے ہی قادر اور مقدور کے درمیان فرق ختم ہو جائے گا جب کہ اللہ اس سے بلند مرتبہ اور عالی برتر ہے، وہ اشیاء کا خلق کرنے والا ہے اور اس نے ان اشیاء کو کسی

ضرورت واحتیاج کی وجہ سے خلق نہیں کیا پس جب خلقت کسی حاجت وضرورت کی وجہ سے نہ ہو تو پھر اس کی حد بندی کرنا اور اس میں کیفیت کو بیان کرنا محال ہے۔اس کو سمجھو اور درک کرو ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ①

بیان:

''آسفونا''یعنی:اغضبونا ہمیں غضبناک کیا۔

''یبید''ہلاک کرنا۔

و''الابادۃ''یعنی ہلاکت۔

جان لو کہ:بتحقیق ولی کامل جب اپنی ذات کو اپنے دل کی وسعت اور اپنے سینے کے شرح وکھولنے کے اعتبار سے قوی کرتا ہے اور خلق اور حق کے درمیان دونوں کے ساتھ حجاب میں نہیں ہوتا دوسرے سے مشترک حد میں تمکین کے مقام میں بیٹھتا ہے تو اس وقت جو کچھ اس سے صادر ہوتا ہے اعمال اور افعال اور محنتیں مجاہدات اور مخاصمات وغیرہ وہ اللہ کے لیے ہوتے ہیں اور اللہ کے ساتھ اور اللہ سے اور فی اللہ، اللہ میں ہوتے ہیں۔پس اگر وہ غضبناک ہو تو اس کا غضبناک ہونا اللہ کے غضب کے ساتھ اور اللہ کے لیے ہے اور اگر وہ راضی ہو تو اس کی رضا و خوشنودی بھی اسی طرح ہے۔

پس اسی طرح تمام افعال میں جو وہ انجام دیتا ہے یا ان کے اثر اس سے ظاہر ہوتا ہے وہ سب اس کے وجود کی صفتیں ہیں۔جو اپنے مقامات کے حساب سے مختلف ہوتی ہیں اور وہ سب ہوتی ہیں اپنے حساب سے مثلاً: غضب غصہ جسم میں جسمانی ہے جو ظاہر ہوتا ہے خون کے سرخ ہونے اور جلد وکھال کے گرم ہونے اور چہرے کے سرخ ولال ہونے سے۔

اور غصہ نفس میں ہو تو وہ نفسانی ادراکی ہے جو ظاہر ہے ہوتا ہے انتقام کے ارادے اور غیظ وغضب کو شفا دینے سے اور غصہ عقل میں ہو تو عقلی ہے۔جو ظاہر ہوتا ہے حکم شرعی کے ذریعے کسی گروہ کو عذاب دینے سے یا ان کے ساتھ جنگ کرنے سے خدا کے دین کو بلندی دینے کی وجہ سے۔

اور اللہ میں ہو تو وہ ظاہر ہوتا ہے اس کی صفات سے جو موجود ہیں اس کی ذات کے وجود کے ذریعے اور اسی طرح ہے شہوت بس بتحقیق شہوت نبات میں یعنی:ان کا غذا اور نمو کی طرف مائل ہونا ہے۔

اور حیوان میں یعنی ان کا اپنی طبیعت کے مطابق اور شہوت کے مطابق جو چیز ہے اس کی طرف مائل ہونا ہے۔

اور شہوت انسانی نفس میں یعنی:مائل ہونا اس طرف جو ناطقہ کے مناسب ہے جیسے ملکے وملکات کے کریمی

① تفسیر البرہان:۵:۸۷۵ ؛معانی الاخبار:۱/۱۹؛التوحید:۱۶۸؛بحار الانوار:۴/۶۵؛تفسیر نور الثقلین:۴/۶۰۸؛تفسیر کنز الدقائق:۱۲/۷۷؛الفصول المہمہ:۱/۲۱۷؛تفسیر الصافی:۴/۳۹۶؛مجمع البحرین:۵/۲۳

اور شہوت عقل میں ہو تو یعنی اللہ اور اس کی صفات اور افعال کی معرفت سے خوشی حاصل کرنا اور ابتدا اور انتہا اور خلق اور امر اور فرشتے اور ملکوت کے سلسلوں میں وجود کی ترتیب کی کیفیت کی خوشی ہے۔

اور اللہ میں ہو تو یعنی: اس کی ذات کا تمام خیرات اور نیکیوں اور ان کی انتہا کا مبدأ ہونا ہے۔

اور اسی قیاس کی بنا پر دوسری صفات ہیں اور خدا اپنی ہر صفت کے حساب سے اور ہر نعت کے حساب سے جو اس کے لیے ہے ان میں اس کے لیے کوئی شئے اس کی مثل نہیں اس صفت میں کیونکہ مخلوق کبھی بھی نہیں ہوگی اپنے خالق کی طرح کسی چیز میں کیونکہ مخلوق محتاج ہے اور اس کا خالق غیر محتاج ہے۔ پس اللہ کی صفت کی کوئی حد نہیں اور نہ ہی کوئی کیفیت ہے کیونکہ کیفیت اور حد دونوں حاجت کی خاصیتیں ہیں۔

اور ان مسائل کی دقت کے لیے اور ان کے عمق کے لیے سائل کو امر دیا گیا سمجھنے کا اور اللہ کی مشیت کے ساتھ جوڑا گیا ہے جبکہ سائل کو ان میں کوئی اختیار نہیں دیا گیا جیسے جوارح کے افعال میں۔

تحقیق اسناد:

حدیث حسن ہے۔[1]

15/348 الکافی،۱/۱۴۵/۷/۱ العدة عن أحمد عن البزنطی عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حُمْرَانَ عَنْ أَسْوَدَ بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ فَأَنْشَأَ يَقُولُ اِبْتِدَاءً مِنْهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ أَسْأَلَهُ نَحْنُ حُجَّةُ اَللَّهِ وَ نَحْنُ بَابُ اَللَّهِ وَ نَحْنُ لِسَانُ اَللَّهِ وَ نَحْنُ وَجْهُ اَللَّهِ وَ نَحْنُ عَيْنُ اَللَّهِ فِي خَلْقِهِ وَ نَحْنُ وُلاَةُ أَمْرِ اَللَّهِ فِي عِبَادِهِ.

اسود بن سعید سے روایت ہے کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپؑ نے میرے سوال کیے بغیر خود ابتداء کرتے ہوئے فرمایا: ہم حجت اللہ ہیں، ہم باب اللہ ہیں، ہم لسان اللہ ہیں اور ہم وجہ اللہ ہیں، ہم اس کی مخلوق میں عین اللہ ہیں ہم اس کے بندوں میں اولی الامر ہیں۔[2]

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے[3] لیکن مضمون مشہور ہے۔ (واللہ اعلم)

---

[1] مرآۃ العقول: ۲/ ۱۱۸

[2] بصائر الدرجات: ۱/ ۶۱؛ بحار الانوار: ۲۶/ ۲۴۶ و ۲۵/ ۸۳ و ۳۶۳/ ۲۵۵؛ الخرائج والجرائح: ۱/ ۲۸۷؛ تفسیر البرہان: ۱/ ۴۰۸ و ۴/ ۲۹۴؛ عوالم العلوم: ۱۹/ ۸۴؛ المختصر: ۲۲۶

[3] مرآۃ العقول: ۲/ ۱۲۰

16/349 الکافی،۱/۱۳۵/۸/۱ محمد عن محمد بن الحسین عن البزنطی عَنْ حَسَّانَ اَلْجَمَّالِ قَالَ حَدَّثَنِي هَاشِمُ بْنُ أَبِي عُمَارَةَ اَلْجَنْبِيُّ قَالَ سَمِعْتُ أَمِيرَ اَلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ: أَنَا عَيْنُ اَللَّهِ وَ أَنَا يَدُ اَللَّهِ وَ أَنَا جَنْبُ اَللَّهِ وَ أَنَا بَابُ اَللَّهِ.

ترجمہ: ہاشم بن ابو عمارہ الجنبی سے روایت ہے کہ میں نے امیر المومنین علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا، فرما رہے تھے: میں عین اللہ ہوں، میں ید اللہ ہوں، میں جنب اللہ ہوں اور میں باب اللہ ہوں۔ [1]

تحقیق اسناد:

حدیث ہاشم بن ابی عمارہ کی وجہ سے مجہول ہے۔ [2] لیکن مضمون مشہور ہے۔ (واللہ اعلم)

17/350 الکافی،۱/۱۳۵/۹/۱ عنه عن محمد بن الحسین عن ابن بزیع عَنْ عَمِّهِ حَمْزَةَ بْنِ بَزِيعٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ أَبِي اَلْحَسَنِ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ عَلَيْهِمَا اَلسَّلاَمُ: فِي قَوْلِ اَللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ: (يَا حَسْرَتىٰ عَلىٰ مٰا فَرَّطْتُ فِي جَنْبِ اَللّٰهِ) قَالَ جَنْبُ اَللَّهِ أَمِيرُ اَلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ وَ كَذَلِكَ مَا كَانَ بَعْدَهُ مِنَ اَلْأَوْصِيَاءِ بِالْمَكَانِ اَلرَّفِيعِ إِلَى أَنْ يَنْتَهِيَ اَلْأَمْرُ إِلَى آخِرِهِمْ.

ترجمہ: علی بن سوید سے روایت ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے خدا کے قول: ”افسوس ہے اس کوتاہی پر جو میں نے جنب اللہ کے متعلق کی۔ (الزمر:۵۶)۔“ کے بارے میں فرمایا: جنب اللہ سے مراد امیر المومنین علیہ السلام اور اسی طرح ان کے بعد میں ہونے والے اوصیاء ہیں جو بہت بلند مقام پر فائز ہیں اور یہ امر ان کے آخر (حضرت حجت علیہ السلام) پر ختم ہوگا۔ [3]

تحقیق اسناد:

حدیث حسن ہے۔ [4]

18/351 الکافی،۱/۱۳۵/۱۰/۱ الاثنان عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُمْهُورٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَلصَّلْتِ عَنِ اَلْحَكَمِ وَ إِسْمَاعِيلَ اِبْنَيْ حَبِيبٍ عَنْ اَلْعِجْلِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ: بِنَا عُبِدَ اَللَّهُ وَ بِنَا عُرِفَ اَللَّهُ وَ بِنَا وُحِّدَ اَللَّهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى وَ مُحَمَّدٌ حِجَابُ اَللَّهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى.

---

[1] بصائر الدرجات:۱/۶۱؛ تفسیر کنز الدقائق:۱۲/۲۷۹و۱۱/۳۲۱؛ تفسیر نور الثقلین:۵/۶۱و۴/۴۹۴؛ تفسیر البرہان:۴/۷۱۷؛ بحار الانوار:۲۴/۱۹۴

[2] مرآۃ العقول:۲/۱۲۰

[3] بصائر الدرجات:۱/۶۲؛ تاویل الآیات:۵۰۹؛ تفسیر البرہان:۴/۷۱۷؛ تفسیر نور الثقلین:۴/۴۹۴؛ تفسیر کنز الدقائق:۱۱/۳۲۲؛ بحار الانوار:۲۴/۱۹۲

[4] مرآۃ العقول:۲/۱۲۱

العجلی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوجعفر محمد باقر علیہ السلام سے سنا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ہماری وجہ سے اللہ کی عبادت ہوئی اور ہماری وجہ سے ہی اس کی معرفت ہوئی اور ہماری وجہ سے ہی اس کی توحید ثابت ہوئی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کا حجاب ہیں۔ [1]

بیان:

یعنی: ہماری لوگوں کو تعلیم دینے اور ہدایت کرنے کے سبب سے اور ہمارے، ان کے اور اللہ کے درمیان اللہ کی عبادت کرنے اور راو راس کو پہچاننے اور اس کی وحدانیت کے اقرار کرنے کے سبب سے۔

یا مراد یہ ہے کہ بتحقیق ہمارا غیر اللہ کی عبادت نہیں کرتا اس طرح جیسے اس کی عبادت کا حق ہے اور نہیں پہچانتا اور معرفت نہیں رکھتا جیسے اس کی معرفت کا حق ہے اور اس کا موحد نہیں اور وحدانیت کا اقرار نہیں کرتا جیسے اس کی توحید کا حق ہے کیونکہ ہمارے غیر کی توحید ناقص ہے جو شرک کے ساتھ مخلوط ہے۔ جیسے سابق حدیث میں گزرا کہ ''محمد حجاب اللہ'' محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کا حجاب ہے۔ یعنی بتحقیق وہ اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان واسطہ ہے ان کے ذریعے فیض اور رحمت اور ہدایت اللہ کی طرف سے توفیق بندوں تک پہنچتے ہیں۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے [2] لیکن مضمون مشہور ہے۔ (واللہ اعلم)

19/352 الکافی، ۱/۱۱/۱۴۶/۱ العدة عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اَللَّهِ عَنْ عَبْدِ اَلْوَهَّابِ بْنِ بِشْرٍ عَنْ مُوسَى بْنِ قَادِمٍ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ زُرَارَةَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ: قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْ قَوْلِ اَللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ (وَ مٰا ظَلَمُونٰا وَ لٰكِنْ كٰانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ) قَالَ إِنَّ اَللَّهَ تَعَالَى أَعْظَمُ وَ أَعَزُّ وَ أَجَلُّ وَ أَمْنَعُ مِنْ أَنْ يُظْلَمَ وَ لَكِنَّهُ خَلَطَنَا بِنَفْسِهِ فَجَعَلَ ظُلْمَنَا ظُلْمَهُ وَ وَلاَيَتَنَا وَلاَيَتَهُ حَيْثُ يَقُولُ: (إِنَّمٰا وَلِيُّكُمُ اَللّٰهُ وَ رَسُولُهُ وَ اَلَّذِينَ آمَنُوا) يَعْنِي اَلْأَئِمَّةَ مِنَّا ثُمَّ قَالَ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ (وَ مٰا ظَلَمُونٰا وَ لٰكِنْ كٰانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ) ثُمَّ ذَكَرَ مِثْلَهُ.

زرارہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوجعفر علیہ السلام سے خدا کے قول: ''اور انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا لیکن یہ خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔ (البقرۃ: ۵۷)۔'' کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: اللہ اس سے بہت بلند و بالا و اجل ہے کہ وہ کسی پر ظلم کرے (یعنی وہ ظلم نہیں کرتا) لیکن اس نے ہمیں اپنے ساتھ متصل کیا ہے پس اس

[1] بصائر الدرجات ۱/ ۶۴؛ اثبات الھداۃ ۱/ ۸۱؛ بحار الانوار: ۲۳/ ۱۰۲

[2] مرآۃ العقول: ۲/ ۱۲۱

نے ہم پر ظلم کو اپنا ظلم قرار دیا ہے اور ہماری ولایت کو اپنی ولایت قرار دیا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے: ''ماسوا اس کے نہیں کہ اللہ تمہارا ولی ہے اور اس کا رسول اور وہ مومن بھی (تمہارے ولی ہیں) جو ایمان رکھتے ہیں: (المائدہ: ۵۵)۔'' یعنی اس سے مراد ہم میں سے آئمہؑ ہیں۔ اور پھر دوسرے مقام پر فرمایا: ''انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا حقیقت میں انہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے۔ (البقرۃ: ۵۷)۔'' اور پھر اس کے مثل بھی (آیات کو) ذکر کیا۔[1]

بیان:

''**وجعل ظلمنا ظلمه**'' یعنی:

اللہ تعالیٰ کے قول میں کہ فرمایا: ''وما ظلمونا''

''**ثم قال فی موضع آخر**'' یعنی: اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ یہی فرمایا اور اس کا پھر تکرار کیا تاکید کے لیے اور اس کے معنی کو بیان کیا۔

اور باب الاحاطہ میں گزر گیا وہ جو مناسب ہے اس باب میں مایوھم التشبیہ کی تاویل سے۔

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول مرسل ہے۔[2]

۴۲۔ باب جوامع التوحید

جوامع التوحید

1/353 الکافی،۱/۱/۱۳۴/۱ محمد وَ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ رَفَعَهُ إِلَى أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ: أَنَّ أَمِيرَ اَلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ اِسْتَنْهَضَ اَلنَّاسَ فِي حَرْبِ مُعَاوِيَةَ فِي اَلْمَرَّةِ اَلثَّانِيَةِ فَلَمَّا حَشَدَ اَلنَّاسُ قَامَ خَطِيباً فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلَّهِ اَلْوَاحِدِ اَلْأَحَدِ اَلصَّمَدِ اَلْمُتَفَرِّدِ اَلَّذِي لاَ مِنْ شَيْءٍ كَانَ وَ لاَ مِنْ شَيْءٍ خَلَقَ مَا كَانَ قُدْرَةٌ بَانَ بِهَا مِنَ اَلْأَشْيَاءِ وَ بَانَتِ اَلْأَشْيَاءُ مِنْهُ فَلَيْسَتْ لَهُ صِفَةٌ تُنَالُ وَ لاَ حَدٌّ تُضْرَبُ لَهُ فِيهِ اَلْأَمْثَالُ كَلَّ دُونَ صِفَاتِهِ تَحْبِيرُ اَللُّغَاتِ وَ ضَلَّ هُنَاكَ تَصَارِيفُ اَلصِّفَاتِ وَ حَارَ فِي مَلَكُوتِهِ عَمِيقَاتُ مَذَاهِبِ اَلتَّفْكِيرِ وَ اِنْقَطَعَ دُونَ اَلرُّسُوخِ فِي

[1] تفسیر کنز الدقائق: ۴/ ۱۳۶ و ۵/ ۲۱۴؛ تفسیر البرہان: ۲/ ۳۱۶ و ۱/ ۲۲۴؛ تفسیر نور الثقلین: ۲/ ۸۷؛ تفسیر الصافی: ۱/ ۱۳۵

[2] مرآۃ العقول: ۲/ ۱۲۲

عِلْمِهِ جَوَامِعُ اَلتَّفْسِيرِ وَ حَالَ دُونَ غَيْبِهِ اَلْمَكْنُونِ حُجُبٌ مِنَ اَلْغُيُوبِ تَاهَتْ فِي أَدْنَى أَدَانِيهَا
طَامِحَاتُ اَلْعُقُولِ فِي لَطِيفَاتِ اَلْأُمُورِ فَتَبَارَكَ اَللَّهُ اَلَّذِي لاَ يَبْلُغُهُ بُعْدُ اَلْهِمَمِ وَ لاَ يَنَالُهُ
غَوْصُ اَلْفِطَنِ وَ تَعَالَى اَلَّذِي لَيْسَ لَهُ وَقْتٌ مَعْدُودٌ وَ لاَ أَجَلٌ مَمْدُودٌ وَ لاَ نَعْتٌ مَحْدُودٌ سُبْحَانَ
اَلَّذِي لَيْسَ لَهُ أَوَّلٌ مُبْتَدَأٌ وَ لاَ غَايَةٌ مُنْتَهًى وَ لاَ آخِرٌ يَفْنَى سُبْحَانَهُ هُوَ كَمَا وَصَفَ نَفْسَهُ وَ
اَلْوَاصِفُونَ لاَ يَبْلُغُونَ نَعْتَهُ وَ حَدَّ اَلْأَشْيَاءَ كُلَّهَا عِنْدَ خَلْقِهِ إِبَانَةً لَهَا مِنْ شَبَهِهِ وَ إِبَانَةً لَهُ مِنْ
شَبَهِهَا لَمْ يَحْلُلْ فِيهَا فَيُقَالَ هُوَ فِيهَا كَائِنٌ وَ لَمْ يَنْأَ عَنْهَا فَيُقَالَ هُوَ مِنْهَا بَائِنٌ وَ لَمْ يَخْلُ مِنْهَا
فَيُقَالَ لَهُ أَيْنَ لَكِنَّهُ سُبْحَانَهُ أَحَاطَ بِهَا عِلْمُهُ وَ أَتْقَنَهَا صُنْعُهُ وَ أَحْصَاهَا حِفْظُهُ لَمْ يَعْزُبْ عَنْهُ
خَفِيَّاتُ غُيُوبِ اَلْهَوَاءِ وَ لاَ غَوَامِضُ مَكْنُونِ ظُلَمِ اَلدُّجَى وَ لاَ مَا فِي اَلسَّمَاوَاتِ اَلْعُلَى إِلَى
اَلْأَرَضِينَ اَلسُّفْلَى لِكُلِّ شَيْءٍ مِنْهَا حَافِظٌ وَ رَقِيبٌ وَ كُلُّ شَيْءٍ مِنْهَا بِشَيْءٍ مُحِيطٌ وَ اَلْمُحِيطُ بِمَا
أَحَاطَ مِنْهَا اَلْوَاحِدُ اَلْأَحَدُ (اَلصَّمَدُ) اَلَّذِي لاَ يُغَيِّرُهُ صُرُوفُ اَلْأَزْمَانِ وَ لاَ يَتَكَأَّدُهُ صُنْعُ شَيْءٍ
كَانَ إِنَّمَا قَالَ لِمَا شَاءَ (كُنْ) فَكَانَ اِبْتَدَعَ مَا خَلَقَ بِلاَ مِثَالٍ سَبَقَ وَ لاَ تَعَبٍ وَ لاَ نَصَبٍ وَ كُلُّ
صَانِعِ شَيْءٍ فَمِنْ شَيْءٍ صَنَعَ وَ اَللَّهُ لاَ مِنْ شَيْءٍ صَنَعَ مَا خَلَقَ وَ كُلُّ عَالِمٍ فَمِنْ بَعْدِ جَهْلٍ تَعَلَّمَ وَ
اَللَّهُ لَمْ يَجْهَلْ وَ لَمْ يَتَعَلَّمْ أَحَاطَ بِالْأَشْيَاءِ عِلْماً قَبْلَ كَوْنِهَا فَلَمْ يَزْدَدْ بِكَوْنِهَا عِلْماً عِلْمُهُ بِهَا
قَبْلَ أَنْ يُكَوِّنَهَا كَعِلْمِهِ بَعْدَ تَكْوِينِهَا لَمْ يُكَوِّنْهَا لِتَشْدِيدِ سُلْطَانٍ وَ لاَ خَوْفٍ مِنْ زَوَالٍ وَ لاَ
نُقْصَانٍ وَ لاَ اِسْتِعَانَةٍ عَلَى ضِدٍّ مُنَاوٍ وَ لاَ نِدٍّ مُكَاثِرٍ وَ لاَ شَرِيكٍ مُكَابِرٍ لَكِنْ خَلاَئِقُ مَرْبُوبُونَ وَ
عِبَادٌ دَاخِرُونَ فَسُبْحَانَ اَلَّذِي لاَ يَئُودُهُ خَلْقُ مَا اِبْتَدَأَ وَ لاَ تَدْبِيرُ مَا بَرَأَ وَ لاَ مِنْ عَجْزٍ وَ لاَ مِنْ
فَتْرَةٍ بِمَا خَلَقَ اِكْتَفَى عَلِمَ مَا خَلَقَ وَ خَلَقَ مَا عَلِمَ لاَ بِالتَّفْكِيرِ فِي عِلْمٍ حَادِثٍ أَصَابَ مَا خَلَقَ
وَ لاَ شُبْهَةٍ دَخَلَتْ عَلَيْهِ فِيمَا لَمْ يَخْلُقْ لَكِنْ قَضَاءٌ مُبْرَمٌ وَ عِلْمٌ مُحْكَمٌ وَ أَمْرٌ مُتْقَنٌ تَوَحَّدَ
بِالرُّبُوبِيَّةِ وَ خَصَّ نَفْسَهُ بِالْوَحْدَانِيَّةِ وَ اِسْتَخْلَصَ بِالْمَجْدِ وَ اَلثَّنَاءِ وَ تَفَرَّدَ بِالتَّوْحِيدِ وَ اَلْمَجْدِ وَ
اَلسَّنَاءِ وَ تَوَحَّدَ بِالتَّحْمِيدِ وَ تَمَجَّدَ بِالتَّمْجِيدِ وَ عَلاَ عَنِ اِتِّخَاذِ اَلْأَبْنَاءِ وَ تَطَهَّرَ وَ تَقَدَّسَ عَنْ
مُلاَمَسَةِ اَلنِّسَاءِ وَ عَزَّ وَ جَلَّ عَنْ مُجَاوَرَةِ اَلشُّرَكَاءِ فَلَيْسَ لَهُ فِيمَا خَلَقَ ضِدٌّ وَ لاَ لَهُ فِيمَا مَلَكَ نِدٌّ وَ
لَمْ يَشْرَكْهُ فِي مُلْكِهِ أَحَدٌ اَلْوَاحِدُ اَلْأَحَدُ (اَلصَّمَدُ) اَلْمُبِيدُ لِلْأَبَدِ وَ اَلْوَارِثُ لِلْأَمَدِ اَلَّذِي لَمْ
يَزَلْ وَ لاَ يَزَالُ وَحْدَانِيّاً أَزَلِيّاً قَبْلَ بَدْءِ اَلدُّهُورِ وَ بَعْدَ صُرُوفِ اَلْأُمُورِ اَلَّذِي لاَ يَبِيدُ وَ لاَ

يَنْفَدُ بِذَلِكَ أَصِفُ رَبِّي فَلاَ إِلَهَ إِلاَّ اَللَّهُ مِنْ عَظِيمٍ مَا أَعْظَمَهُ وَ مِنْ جَلِيلٍ مَا أَجَلَّهُ وَ مِنْ عَزِيزٍ مَا أَعَزَّهُ وَ تَعَالَى عَمَّا يَقُولُ اَلظَّالِمُونَ عُلُوّاً كَبِيراً.

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: امیر المومنین علیہ السلام نے جب دوسری مرتبہ لوگوں کو معاویہ کے مقابلے میں جہاد کرنے پر آمادہ کرنا چاہا تو تمام کوفہ والوں کو جمع کر کے ایک خطبہ ارشا فرمایا جس میں آپؑ نے فرمایا: تمام حمد ہے اس اللہ کے لیے جو واحد و یکتا وہ بے نیاز اور تنہا ہے جو کسی چیز سے نہیں ہے اور نا ہی اس نے اشیاء کو کسی شئے (اصل) سے خلق کیا ہے اور جو کچھ اس نے خلق کیا ہے وہ اس نے اپنی قدرت سے خلق کیا ہے یوں کہ قدرت ان اشیا سے الگ ہے اور اشیا قدرت سے الگ ہیں۔ اس کی کوئی صفت نہیں ہے جس کو بیان کیا جا سکے اور نا ہی اس کی کوئی حد ہے کہ جس پر اس کی امثال کو ذکر کیا جائے اور اس کے اوصاف کو بیان کرنے والی زبانیں متحیر و سرگردان ہیں اور بیان کرنے سے عاجز ہیں اور اس کی اوصاف بیان کرنے والے گم ہو جاتے ہیں اور اس کی سلطنت کے راستے اتنے گہرے و عمیق ہیں کہ عمیق و گہرائی کی سوچ و فکر رکھنے والے بھی اس میں سرگردان ہو جاتے ہیں اور علوم میں رسوخ رکھنے والوں کے علاوہ تمام تفاسیر کرنے والوں کے علوم منقطع ہو جاتے ہیں اور اس کے پوشیدہ و مکنون غیب کے سامنے پردے حائل ہو جاتے ہیں، عقلمند ترین دقیق و لطیف مطالب کے سامنے کم ترین درجہ پر بھی ان کی عقلیں گم ہو جاتی ہیں۔ پس برکت والا ہے اللہ کہ دور بین بھی اس کی حقیقت کو نہیں پا سکتے اور گہرائیوں میں غوطہ زن ذہن بھی اس کو نہیں پا سکتے، وہ اس سے بلند و بالا ہے کہ اس کے لیے کوئی معین وقت ہو اور نا ہی اس کے لیے کوئی اجل معین کی جا سکتی ہے اور نا ہی اس کی کوئی الفت بیان کی جا سکتی ہے۔ وہ پاک و منزہ ہے جس کی ابتدا کے لیے کوئی اول نہیں اور اس کی انتہا کے لیے کوئی غایت و آخر نہیں (نا کوئی اس کی اول مدت بیان کی جا سکتی ہے اور نہ آخری مدت بیان ہو سکتی ہے) اس کو فنا نہیں ہے پاک و منزہ ہے ایسا ہے جیسے اس نے خود بیان کیا ہے، لوگوں کی زبانیں اس کی نعت کو بیان کرنے سے قاصر ہیں اور اس نے تمام اشیاء کی حدود کو خلقت کے وقت ہی معین کر دیا تھا۔ تمام چیزوں میں سے کوئی اس کے مشابہ نہیں اور وہ ان چیزوں کے مشابہ نہیں ہے، اس کے بارے میں ممکن نہیں کہ کہا جائے کہ وہ ان میں ہے اور نہ ہی ان سے جدا و دور ہے۔ پس یہ کہا جائے گا وہ ان سے جدا ہے، بیگانہ ہے لیکن ان سے کنارہ کش نہیں ہے تا کہ کہا جائے کہ وہ کہاں ہے؟ لیکن تمام اشیاء کو اس کا علم احاطہ کیے ہوئے ہے اور اس کی تمام مصنوعات محکم ہیں اور وہ ان تمام کی حفاظت کرنے والا ہے۔ فضاؤں کے غیب اس سے پوشیدہ نہیں ہیں اور تاریکیوں میں گم شدہ بھی اس سے غائب نہیں اور نا ہی آسمانوں اور زمین کی تہہ کے اندر کی کوئی چیز اس سے مخفی ہے، وہ ہر چیز کا محافظ و نگہبان ہے اور وہ ہر چیز کا احاطہ کرنے والا ہے

اور کوئی اس کا احاطہ کرنے والا نہیں ہے۔ وہ ایک ہے، یکتا ہے، بے نیاز ہے، وہ ذات ہے کہ جس کو زمانے کے تحولات تبدیل نہیں کر سکتے کسی چیز کی تخلیق میں اس نے تھکاوٹ محسوس نہیں کی۔ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کن کہتا ہے تو وہ چیز معرض وجود میں آ جاتی ہے۔ اس نے جس چیز کو خلق کیا ہے۔ ابتدأً ہے نہ کہ اس کی کوئی سابقہ مثال کو دیکھ کر خلق کیا ہے، وہ خلقت میں تھکا نہیں اور نہ ہی رنج و زحمت اس کو لاحق ہوتی ہے۔ وہ ہر چیز کا خالق وصانع ہے، جو بھی کوئی چیز بناتا ہے تو وہ کسی اصل و مادہ سے بناتا ہے لیکن اس نے اشیاء کو کسی مادہ سے خلق نہیں کیا اور جو بھی کسی چیز کا علم حاصل کرتا ہے تو جہل کے بعد اس کا عالم بنتا ہے لیکن اللہ کا علم جہالت کے بعد نہیں اور اس نے علم حاصل نہیں کیا وہ عالم تھا، ہے اور رہے گا۔ وہ تمام اشیاء کی خلقت سے قبل ہی ان کے بارے میں جانتا تھا اور کسی چیز کے ہونے سے اس کے علم میں اضافہ نہیں ہوا۔ اس کا علم چیزوں کے ہونے سے قبل ایسے ہی تھا جیسے ان کے ہونے کے وقت تھا۔ اس نے اشیاء کو اپنی حکومت کو مضبوط بنانے کے لیے خلق نہیں کیا اور نہ ہی اس نے کسی خوف و نقصان کو دور کرنے کے لیے اشیاء کو خلق کیا ہے اور نہ ہی اپنے مقابل کے مقابل کرنے میں مدد حاصل کرنے کے لیے اشیاء کو خلق کیا ہے اور نہ ہی اپنی سلطنت کو کسی سرکش سے بچانے کے لیے اشیاء کو خلق کیا ہے اور نہ اس نے اپنے کسی شریک کے مقابل میں مدد و کمک حاصل کرنے کے لیے اشیاء کو خلق کیا ہے لیکن اس کی ساری مخلوق اس کی مربوب (پرورش شدہ) ہے اور تمام اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنے والے ہیں۔

پاک و منزہ ہے وہ ذات کہ کسی مخلوق کی خلقت نے اس کو تھکایا نہیں اور نہ ہی کسی خلق شدہ چیز کی سرپرستی کرنے میں رنج و زحمت میں مبتلا ہوا ہے اور نہ ہی وہ عاجز ہے اور کسی چیز کی خلقت میں اس کو خستگی اور ناتوانی لاحق نہیں ہوتی۔ جس کو اس نے خلق کیا اس کو وہ جانتا ہے اور جس کو وہ جانتا ہے اس کو وہ خلق کرتا ہے مخلوق میں وہ غور وفکر کرنے کا محتاج نہیں ہے اور جس کو اس نے خلق نہیں کیا اس کے بارے میں کوئی شبہ عارض نہیں ہوا جس کی وجہ سے اس نے اس کو خلق نہیں کیا۔ لیکن اس کی قضاء حتمی ہے، اس کا علم محکم ہے اور امر یقینی ہے۔ وہ اپنی ربوبیت میں یکتا ہے اور اس نے اپنے آپ کو واحدنیت میں خالص قرار دیا ہے اور بزرگی اس کے ساتھ مخصوص ہے اور وہ اس سے بلند و بالا ہے کہ کسی کو اپنا بیٹا قرار دے اور وہ اس سے پاک پاکیزہ ہے کہ وہ عورتوں میں کسی کو اپنی بیوی قرار دے اور وہ شرکاء کے ساتھ شریک ہونے میں عزوجل ہے یعنی اس کا کوئی شریک نہیں۔ جو اس نے خلق کیا ہے اس میں اس کی کوئی ضد نہیں اور اس کی مملکت میں اس کا کوئی مانند (مثل) نہیں اور اس کی سلطنت میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ ایک ہے یکتا ہے بے نیاز ہے، اس کے علاوہ کوئی ہمیشہ نہیں اور وہ ہر انجام و پایان کا وارث ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اور اس کی وحدانیت ختم ہونے والی نہیں۔ وہ زمانے کے شروع ہونے

سے قبل ہے اور تمام امور کے ختم ہونے کے بعد رہے گا۔ اس کی کوئی ابتدا نہیں اور نہ ہی اس کی کوئی انتہا ہے۔ میں اپنے رب کی ایسے ہی توصیف کرتا ہوں۔ کوئی معبود نہیں اس کے سوا اور وہ عظیم ہے کہ کیا اس کی عظمت ہے، وہ جلیل و بزرگ ہے کہ کیا اس کی جلالت ہے اور وہ ایسا عزیز ہے کہ کیا اس کی عزت ہے اور جو ظالم لوگ اس کے بارے میں بیان کرتے ہیں وہ اس سے بہت بلند و بالا ہے۔ [1]

بیان:

''النھوض'' یعنی: قیام۔

''حشد القوم'' تعاون کرنے میں قوم کو جمع کرنا۔

یا ان کو بلایا جانا تا کہ جلد آئیں جواب دیں یا ان کو ایک امر پر جمع کرنا۔

''لا من شیء کان'' جس طرح اس کا ہونا اس کے عنصر اور مادے سے یا اجزاء عینیہ سے مرکب ہونا یا کوئی چیز ہو جو اس کے جوہریات محمولہ اور اس کے مقومات ذاتیہ سے ہو یا وہ شئے اس کے جاعل ذاتی سے ہو اور اس کے وجود کے فاعل سے۔

''ولا من شیء خلق ما کان'' یہ جملہ تحقیق ہے اس ابداع اور ایجاد کی معنی کے لیے ہے نہ مادے سے اور نہ مدت سے اور یہ تمام موجود میں ہے یا اس تحقیق پر ہے جو عارفوں نے کی ہے۔

''قدرۃ'' یہ منصوب ہے تمیز کی بنا پر یا حرف جار کے حذف کرنے کی بنا پر۔

یعنی: اور لیکن اشیاء کو خلق کیا قدرت کے ساتھ یا مرفوع ہے یعنی: لہ قدرۃ او ھو قدرۃ: یعنی اس کی قدرت ہے اس کے پاس، پس بتحقیق اس کی صفت اس کی عین ذات ہے۔

''کل'' وھن اور سست وضعیف۔

''دون صفاتہ'' یعنی: ان تک پہنچنے سے پہلے۔

و''التحبیر'' تزیین وزینت۔

و''الحبرۃ'' اس کے لیے مبالغہ ہے جس کے ساتھ جمیل کی وصف بیان ہو۔

و''ضل ھنا ک تصاریف الصفات'' یعنی: ہدایت نہیں پاتا اس کی طرف صفات میں تصریف کر کے وصف بیان کرنے والا۔

"فی علمہ" متعلق ہے "انقطع" کے

[1] التوحید: ۴۱؛ بحارالانوار: ۴/ ۲۶۹ و ۵۴/ ۱۶۴؛ الغارات: ۱۷۰

یا علم میں رسوخ اور ظاہر ضمیر پلٹتی ہے خداوند متعال کی طرف۔
اور اسی طرح ہے خدا کا قول:
''اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز پر احاطہ نہیں رکھتے سوا اس چیز کے جو وہ چاہے۔(البقرۃ:۲۲۵)۔''
''دون غیبہ''یعنی: اس کے عیب تک پہنچنے سے پہلے۔
و''التیہ''
حیرت۔
اور''ادانیھا''میں ضمیر پلٹتی ہے الحجب کی طرف۔
و''الطماع''بلند، اور بلند وبالا عقول۔
''لا یبلغہ بعد الھمم''بلند و بعید ہمتیں۔
و''الھمۃ''پختہ عزم۔
اور اس کے بعد وہ متعلق ہے بلند امور کے ساتھ محقر اور حقیر کے بغیر۔
یعنی: نہیں پہنچتے اس تک وہ نفس جو پختہ ارادے رکھتے ہیں بلند ہمت والے ہیں۔
اور اگر وہ اپنی حقیقت کو طلب کرنے میں مدد کرے اور صفت کو مقدم کرے اس کے ساتھ عنایت کرتے ہوئے۔
''غوص الفطن''یعنی: ہوشیار غواص و غوطہ زن غوص کی صفت کے ساتھ استعارہ لایا ہے، پروردگار کی ان صفتوں کے جاری ہونے کے سمجھنے کے عمق کا، جو جاری و ساری بھی ہیں اور ان کی انتہا نہیں اور اس کی نعتوں اور صفتوں کے کمال نہ حد ہے نہ انتہا ہے۔
''وقت معدود''یعنی داخل ہے شمار میں اور یہ اس کے تقدس کے لیے ہے زمانے پر احاطے کے لیے
''لا اجل ممدود''اس کی واجب الوجود ذات کے دائمی ہونے کی خاطر۔
''ولا نعت محدود''یعنی: وہ ایسی صفات نہیں ہیں کہ ان کی نہایت کو ہمارے عقل محدود کر سکیں۔
''عند خلقہ''یعنی ان کی ایجاد کے وقت۔
''من شبھہ''یعنی: اس کو تشبیہ دینے سے۔
''فلم یحلل فیھا''کیسے وہ اس سے غنی ہے۔
''ولم ینأ عنھا''کیسے وہ اس کے ساتھ ہے جہاں وہ ہے۔
''ولم یخل منھا''کیسے ہے جبکہ وہ ان کا قائم کرنے والا ہے۔

''لم یعزب ''یعنی: غائب نہیں۔

''والدجی '' تاریکی، اندھیرا۔

''لکل شیٔ منها حافظ و رقیب '' یہ اشارہ ہے اس طرف کہ بتحقیق ہر ظاہر کا باطن ہے اور ہر فرشتے کے لیے ملکوت ہے اور ہر مشاہدہ ہونے والی چیز کا غیب ہے۔

و''کل شیٔ منها بشیٔ محیط ''یہ اشارہ ہے موجودات کے مرتب ہونے کی طرف اور بعض کے بعض کے لیے سبب ہونے کی طرف اور بتحقیق خدا مسبب الاسباب ہے۔

''ولا یکادہ ''یعنی: اس کو بھاری نہیں کیا۔

''فلم یزدد بکونها علما ''یعنی: کیونکہ وہ نہیں جانتا اشیاء کو اشیاء سے اور نہیں جانتا اشیاء کو زمانوں اس کے زمانوں سے منزہ ہونے کی خاطر اور اس کی ذات کے مرتبے میں، علم کے ساتھ اس کے متصف ہونے کی خاطر جیسے اس کی تحقیق گزر گئی۔

''لتشدید سلطان ''یعنی: تقویت اور قوت دینے کے لیے۔

''مناو ''معاد اور توحید صدوق میں ''مثاور'' ہے حملہ کرنے کی معنی میں۔

''داخرون ''یعنی: خوار و ذلیل۔

''ولا یوبدہ ''اس کو ثقیل نہیں کرتا۔

و''البرء ''مخلوق۔

''ولا من عجز ''یعنی: یعنی اس کا خلق کرنے پر اکتفا کرنا عجز اور عاجزی سے نہیں ہے اور نہ ہی زمانوں کے گزرنے کی وجہ سے بلکہ بتحقیق اس چیز کے لیے زیادہ امکان کے نہ ہونے کی وجہ سے اور جس چیز کو خلق کیا اس میں نقص کے قبول کرنے کی خاطر بس یہاں نقص و نقصان نقص جو قبول کرتا ہے اس کی طرف ہے نہ کہ فاعل کی طرف سے ہے۔

''المبید للابد ''ہلاک ہے ہمیشہ کے لیے یا باء کے یا پر مقدم ہونے سے ''الابادہ'' میں سے ہے یعنی اس سے تجاوز کرنے والا یا پھر ''با'' پر ''ھمزہ'' کے مؤخر ہونے سے تابید سے ہے یعنی وہ ذات جس نے ابد کو ابدی کیا یہاں تک ابد ہمیشہ ہو گیا۔

صاحب الکافی شریف رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ: یہ خطبہ مولا علیہ السلام کے مشہور خطبوں میں سے ہے یہاں تک عامہ نے بھی اس کو اخذ کیا ہے اور یہ ایک خطبہ کافی ہے اس کے لیے جو توحید کا علم طلب کرتا ہے اور اس خطبے میں تدبر کرتا

ہے اور سمجھتا ہے اس کو جو کچھ اس خطبے میں ہے بس اگر جمع ہو جن و انس کی زبانیں تو ان میں بھی ایسی زبان نہیں جس کے ساتھ توحید کو بیان کرنے میں اس جیسا خطبہ لا سکیں۔

"بابی و امی"

اس پر قادر نہیں ہیں وہ اگر مولا علیہ السلام کا بیان اور وضاحت نہ ہوتی تو لوگ نہ جانتے کہ کیسے توحید کی راہ پر چلیں کیا نہیں دیکھ رہے ہو ان کے اس قول میں "لا من شیء کان و لا من شیء خلق ما کان" بس نفی کی اپنے قول کے ساتھ "لا من شیئے کان" حدوث کے معنی کی اور کس طرح واضح کیا بغیر اصل اور مثال کے اس چیز کو جس کو وجود دیا، خلق اور اختراع کی صفت نے نفی کرتے ہوئے اس قول کی جو کسی نے کہا کہ بتحقیق تمام اشیاء وجود میں آئی ہیں بعض اشیاء بعض سے اور باطل کرتے ہوئے ثنویہ کے قول کو جو گمان کرتے ہیں کہ کوئی بھی شئے وجود نہیں لیتی سواء اصل سے اور تدبر نہیں کرتی سواء خود کو مثال میں ڈھالنے کے ساتھ۔

پس مولا علیہ السلام نے دفع کیا ہے اپنے اس قول کہ "لا من شئے خلق ما کان" کے ساتھ ثنویہ کی تمام دلیلوں اور شبہات کو کیونکہ ثنویہ میں سے اکثر لوگ عالم کے حدوث میں کہنا ہے کہ خالی نہیں ہے خالق کا اشیاء کو خلق کرنا، "من شئے" کسی چیز سے یا "من شئے" چیز کے عدم سے لا شئے سے بس ان یہ کہنا کہ من شئے خطا ہے اور ان کا قول من لا شئے متناقض اور محال ہے کیونکہ لفظ "من" شئے کا سبب بنتا ہے "و لا شئے" اس کی نفی کرتا ہے۔

پس امیر المومنین علیہ السلام نے خارج کیا بلیغ اور صحیح ترین الفاظ کے ساتھ اس لفظ کو اور فرمایا: "لا من شئے خلق ما کان" بس نفی کی "من" کی جب وہ ہو شئے کا سبب اور شئے کی نفی کی جب ہر شئے ہو مخلوق محدث نہ کہ اس اصل سے جس سے خالق نے اس کو وجود دیا جس طرح ثنویہ والوں نے کہا بتحقیق اس نے خلق کیا اصل قدیم سے پس نہیں ہو گی تدبیر سواء مثال کے ڈھالنے سے۔

پھر مولا علیہ السلام کا قول کہ "لیست لہ صفۃ تنال و لا حد یضرب لہ فیہ الامثال کل دون صفاتہ تحبیر اللغات"

پس مولا علیہ السلام نے نفی کی اس قول کے ساتھ تشبیہ دینے والوں کے اقوال کی جب انہوں نے اس کو تشبیہ دی۔

"السبیکۃ و البلورۃ" سے اور اس کے علاوہ بھی بہت سارے ان کے طولانی اقوال ہیں۔

اور ان کا کہنا کہ "جب وہ چیز جس سے دل معتقد نہ ہوں اور نہ پلٹیں ہیئت کے ثابت کرنے کی طرف تو کسی شئے کو نہیں سمجھیں گی بس صانع ثابت نہیں ہو گا۔

پس امیر المومنین علیہ السلام نے تفسیر کی بتحقیق خدا واحد ہے بغیر کسی کی کیفیت کے اور قلوب اس کی معرفت رکھتے ہیں بغیر تصویر کے اور نہ ہی اس پر احاطہ رکھتے ہیں۔

پھر مولا علیہ السلام کا قول کہ "وہ ہستی ہے جس تک نہیں پہنچتی ہیں بلند ہمت والوں کی ہمتیں اور ہوشیار غوطہ زن اس تک نہیں پہنچتے اور وہ ایسی بلند و بالا ذات ہے کہ جس کے لیے کوئی وقت معدود نہیں ہے اور نہ ہی اجل ہے اور نہ ہی محدود نعت ہے۔

پھر ان کا قول کہ وہ اشیاء میں حلول نہیں کرتا جو کہا جائے کہ اشیاء میں ہوتا ہے اور ایسے ان سے جدا نہیں ہوتا کہ کہا جائے کہ وہ ان کے مخالف ہے۔

پس مولا علیہ السلام نے نفی کی ہے ان دونوں جملوں کے ساتھ اعراض اور اجسام کی کیونکہ اجسام کی صفت میں سے ہے دور ہونا اور مخالف اور جدا ہونا اور اعراض کی صفت سے ہے ان کا اجسام میں حلول کرنے کے ساتھ ہونا بغیر کسی مس کرنے کے اور اختلاف اور دوری کے۔

پھر فرمایا لیکن اس کا علم اشیاء پر احاطہ رکھتا ہے اور ان کی خلقت کے لیے تدبر کرتا ہے۔

یعنی وہ اشیاء میں ہے احاطے اور تدبیر کے ذریعے بغیر کسی مس کرنے کے۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرفوع ہے۔ [1]

2/354 الکافی،۱/۲/۱۳۷/۱ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ أَبِي حَمَّادٍ عَنِ اَلْحُسَيْنِ بْنِ يَزِيدَ عَنِ اَلْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: إِنَّ اَللَّهَ تَبَارَكَ اِسْمُهُ وَ تَعَالَى ذِكْرُهُ وَ جَلَّ ثَنَاؤُهُ سُبْحَانَهُ وَ تَقَدَّسَ وَ تَفَرَّدَ وَ تَوَحَّدَ وَ لَمْ يَزَلْ وَ لاَ يَزَالُ وَ (هُوَ اَلْأَوَّلُ وَ اَلْآخِرُ وَ اَلظّٰاهِرُ وَ اَلْبٰاطِنُ) فَلاَ أَوَّلَ لِأَوَّلِيَّتِهِ رَفِيعاً فِي أَعْلَى عُلُوِّهِ شَامِخُ اَلْأَرْكَانِ رَفِيعُ اَلْبُنْيَانِ عَظِيمُ اَلسُّلْطَانِ مُنِيفُ اَلْآلاَءِ سَنِيُّ اَلْعَلْيَاءِ اَلَّذِي عَجَزَ اَلْوَاصِفُونَ عَنْ كُنْهِ صِفَتِهِ وَ لاَ يُطِيقُونَ حَمْلَ مَعْرِفَةِ إِلَهِيَّتِهِ وَ لاَ يَحُدُّونَ حُدُودَهُ لِأَنَّهُ بِالْكَيْفِيَّةِ لاَ يُتَنَاهَى إِلَيْهِ.

ابراہیم سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا نام مبارک ہے، اس کا ذکر بلند ہے، اور اس کی ثناء بزرگ ہے، وہ لائق تسبیح و تقدیس ہے، واحد و یکتا ہے۔ ہمیشہ سے ہے، ہمیشہ رہے گا۔ وہ اوّل ہے، وہ آخر ہے، وہ ظاہر ہے، وہ باطن ہے، وہ اوّل ہے مگر اس کی اولیت کی ابتداء نہیں، وہ اپنے مرتبہ میں سب سے بلند ہے۔ بلند ارکان اور بلند بنیاد اور عظیم قوت والا نعمتوں کا عام کرنے والا، تعریف کرنے والے اس کی صفت کی

[1] مرآۃ العقول: ۲/ ۹۰

حقیقت بیان کرنے میں عاجز ہیں اور اس کی الٰہیت کی معرفت کو اُٹھانے کی طاقت نہیں رکھتے اور اس کے اختیار کو محدود نہیں کر سکتے ہیں کیونکہ کیفیت (تغیر وتبدل) کا اس سے تعلق نہیں۔ [1]

بیان:

یہ ابراہیم شاید الصیقل ہو اور الکرخی اور البصری ہیں۔

و"الشامخ" العالی بلند۔

و"الانافة" کسی چیز پر اشراف اور زیادتی۔

و"السنا" العلو بلندی۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف علی المشہور ہے [2] لیکن میرے نزدیک حدیث موثق معتبر ہے کیونکہ صالح بن ابی حماد بعض کی تضعیف کے باوجود ثقہ ثابت ہے کیونکہ وہ تفسیر القمی کا راوی ہے [3] اسی طرح حسین بن یزید نوفلی بھی تفسیر القمی کا راوی ہے اور وہ ثقہ ہے [4] اور حسن بن علی البطائنی واقفی ہے اور اس کی تضعیف اور توثیق متعارض ہے لیکن چونکہ تفسیر القمی کا راوی ہے لہٰذا میں توثیق کو ترجیح دیتا ہوں۔ (واللہ اعلم)

3/355 الکافی،۱/۳/۱۳۷/۱ عَلِيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ اَلْمُخْتَارِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ اَلْمُخْتَارِ وَ مُحَمَّدُ بْنُ اَلْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ اَللَّهِ بْنِ اَلْحَسَنِ اَلْعَلَوِيِّ جَمِيعاً عَنِ اَلْفَتْحِ بْنِ يَزِيدَ اَلْجُرْجَانِيِّ قَالَ: ضَمَّنِي وَ أَبَا اَلْحَسَنِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ اَلطَّرِيقُ فِي مُنْصَرَفِي مِنْ مَكَّةَ إِلَى خُرَاسَانَ وَ هُوَ سَائِرٌ إِلَى اَلْعِرَاقِ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ مَنِ اِتَّقَى اَللَّهَ يُتَّقَى وَ مَنْ أَطَاعَ اَللَّهَ يُطَاعُ فَتَلَطَّفْتُ فِي اَلْوُصُولِ إِلَيْهِ فَوَصَلْتُ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ عَلَيَّ اَلسَّلاَمَ ثُمَّ قَالَ يَا فَتْحُ مَنْ أَرْضَى اَلْخَالِقَ لَمْ يُبَالِ بِسَخَطِ اَلْمَخْلُوقِ وَ مَنْ أَسْخَطَ اَلْخَالِقَ فَقَمَنٌ أَنْ يُسَلِّطَ اَللَّهُ عَلَيْهِ سَخَطَ اَلْمَخْلُوقِ وَ إِنَّ اَلْخَالِقَ لاَ يُوصَفُ إِلاَّ بِمَا وَصَفَ بِهِ نَفْسَهُ وَ أَنَّى يُوصَفُ اَلَّذِي تَعْجِزُ اَلْحَوَاسُّ أَنْ تُدْرِكَهُ وَ اَلْأَوْهَامُ أَنْ تَنَالَهُ وَ اَلْخَطَرَاتُ أَنْ تَحُدَّهُ وَ اَلْأَبْصَارُ عَنِ اَلْإِحَاطَةِ بِهِ جَلَّ عَمَّا وَصَفَهُ اَلْوَاصِفُونَ وَ تَعَالَى عَمَّا يَنْعَتُهُ اَلنَّاعِتُونَ نَأَى فِي قُرْبِهِ وَ قَرُبَ فِي نَأْيِهِ فَهُوَ فِي نَأْيِهِ قَرِيبٌ وَ فِي قُرْبِهِ بَعِيدٌ كَيَّفَ اَلْكَيْفَ فَلاَ يُقَالُ كَيْفَ وَ أَيَّنَ

[1] مسند الامام الصادق: ۲/ ۱۳۳؛ فقہ الحدیث: ۸۰

[2] مراۃ العقول: ۲/ ۹۲

[3] المفید من معجم رجال الحدیث: ۲۸۱

[4] ایضاً: ۱۸۳

اَلْأَيْنَ فَلَا يُقَالُ أَيْنَ إِذْ هُوَ مُنْقَطِعُ اَلْكَيْفُوفِيَّةِ وَ اَلْأَيْنُونِيَّةِ۔

فتح بن یزید جرجانی سے روایت ہے کہ جب میں مکہ سے خراسان واپس جا رہا تھا تو امام رضا علیہ السلام سے راستہ میں ملاقات ہوئی تو میں نے آپؑ سے سنا، آپؑ نے فرمایا: جو اللہ سے ڈرتا ہے لوگ اس سے ڈرتے ہیں اور جو اللہ کی اطاعت کرتا ہے لوگ اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ میں نے چونکہ پورا مطلب نہیں سمجھا تھا لہٰذا دوسرے وقت آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کیا۔ آپؑ نے جواب دے کر فرمایا: اے فتح! جو خدا کو راضی رکھتا ہے وہ مخلوق کی ناراضگی کی پرواہ نہیں کرتا اور جس نے خالق کو ناراض کیا تو خدا ناراض مخلوق کو اس پر مسلط کرتا ہے خالق کی تعریف ویسی ہی کرنی چاہیے جیسی خود اس نے اپنی تعریف کی ہے، کہاں تعریف ہو سکتی ہے، اس ذات کی جس کے اوراک سے حواس عاجز ہیں اور اوہام اس کو پا نہیں سکتے۔ خطرات قلبی اس کی حد بندی نہیں کر سکتے، بینائیاں اس کو دیکھنے سے قاصر ہیں، تعریف کرنے والے جتنی اس کی تعریف کرتے ہیں اس کی شان اس سے کہیں بلند و برتر ہے، وہ باوجود قریب ہونے کے دور ہے اور باوجود دور ہونے کے قریب ہے، دوری میں قربت اور قربت میں دوری ہے۔ وہ کیفیتوں کا پیدا کرنے والا ہے پس کسی کیفیت سے اس کا کیا تعلق؟ وہ جگہ کا پیدا کرنے والا ہے پس وہ کسی جگہ میں کیوں ہو، اس کے لیے نہ کیفیت ہے نہ مکانیت۔ [1]

بیان:

یعنی: ابی الحسن امام رضا علیہ السلام اور کتاب عیون اخبار الرضا علیہ السلام سے معلوم ہوتا ہے۔

''فلطفت فی الوصول الیہ'' یعنی: میں ان کے پاس گیا کسی کو پتہ نہ چلا۔

کہا جاتا ہے کہ: لطف فلان فی مذہبہ یعنی اس کے مذہب کو کوئی نہ سمجھا مذہب کے عمق کی وجہ سے۔

''و القمین'' یعنی: کسی کام کا اہل اور لائق۔

اور اسی طرح ہے ''القمن'' میم کے کسرے کے ساتھ جس طرح بعض نسخوں میں آیا ہے و ''النأی'' یعنی دور۔

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے۔ [2]

---

[1] التوحید: ۶۰؛ کشف الغمہ: ۲/ ۳۸۶؛ بحار الانوار: ۴/ ۲۹۰ و ۵/ ۷۵ و ۲۶/ ۳ و ۵۰/ ۱۷۷؛ مختصر البصائر: ۳۶۷؛ وسائل الشیعہ: ۱۲/ ۱۵۵ (مختصرا)؛ مستدرک الوسائل: ۱۲/ ۲۰۸؛ تفسیر کنز الدقائق: ۵/ ۲۵۲؛ تفسیر نور الثقلین: ۲/ ۱۰۳؛ تفسیر الصافی: ۲/ ۲۵۵

[2] مرآۃ العقول: ۲/ ۹۳

4/356 الکافی ۱/۱۳۸/۱ ۱/۴/ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ رَفَعَهُ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: بَيْنَا أَمِيرُ اَلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَخْطُبُ عَلَى مِنْبَرِ اَلْكُوفَةِ إِذْ قَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ ذِعْلِبٌ ذُو لِسَانٍ بَلِيغٍ فِي اَلْخُطَبِ شُجَاعُ اَلْقَلْبِ فَقَالَ يَا أَمِيرَ اَلْمُؤْمِنِينَ هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ قَالَ وَيْلَكَ يَا ذِعْلِبُ مَا كُنْتُ أَعْبُدُ رَبّاً لَمْ أَرَهُ فَقَالَ يَا أَمِيرَ اَلْمُؤْمِنِينَ كَيْفَ رَأَيْتَهُ قَالَ وَيْلَكَ يَا ذِعْلِبُ لَمْ تَرَهُ اَلْعُيُونُ بِمُشَاهَدَةِ اَلْأَبْصَارِ وَلَكِنْ رَأَتْهُ اَلْقُلُوبُ بِحَقَائِقِ اَلْإِيمَانِ وَيْلَكَ يَا ذِعْلِبُ إِنَّ رَبِّي لَطِيفُ اَللَّطَافَةِ لاَ يُوصَفُ بِاللُّطْفِ عَظِيمُ اَلْعَظَمَةِ لاَ يُوصَفُ بِالْعِظَمِ كَبِيرُ اَلْكِبْرِيَاءِ لاَ يُوصَفُ بِالْكِبَرِ جَلِيلُ اَلْجَلاَلَةِ لاَ يُوصَفُ بِالْغِلَظِ قَبْلَ كُلِّ شَيْءٍ لاَ يُقَالُ شَيْءٌ قَبْلَهُ وَبَعْدَ كُلِّ شَيْءٍ لاَ يُقَالُ لَهُ بَعْدٌ شَاءَ اَلْأَشْيَاءَ لاَ بِهِمَّةٍ دَرَّاكٌ لاَ بِخَدِيعَةٍ فِي اَلْأَشْيَاءِ كُلِّهَا غَيْرُ مُتَمَازِجٍ بِهَا وَلاَ بَائِنٌ مِنْهَا ظَاهِرٌ لاَ بِتَأْوِيلِ اَلْمُبَاشَرَةِ مُتَجَلٍّ لاَ بِاسْتِهْلاَلِ رُؤْيَةٍ نَاءٍ لاَ بِمَسَافَةٍ قَرِيبٌ لاَ بِمُدَانَاةٍ لَطِيفٌ لاَ بِتَجَسُّمٍ مَوْجُودٌ لاَ بَعْدَ عَدَمٍ فَاعِلٌ لاَ بِاضْطِرَارٍ مُقَدِّرٌ لاَ بِحَرَكَةٍ مُرِيدٌ لاَ بِهَمَامَةٍ سَمِيعٌ لاَ بِآلَةٍ بَصِيرٌ لاَ بِأَدَاةٍ لاَ تَحْوِيهِ اَلْأَمَاكِنُ وَلاَ تَضْمَنُهُ اَلْأَوْقَاتُ وَلاَ تَحُدُّهُ اَلصِّفَاتُ وَلاَ تَأْخُذُهُ اَلسِّنَاتُ سَبَقَ اَلْأَوْقَاتَ كَوْنُهُ وَاَلْعَدَمَ وُجُودُهُ وَاَلاِبْتِدَاءَ أَزَلُهُ بِتَشْعِيرِهِ اَلْمَشَاعِرَ عُرِفَ أَنْ لاَ مَشْعَرَ لَهُ وَبِتَجْهِيرِهِ اَلْجَوَاهِرَ عُرِفَ أَنْ لاَ جَوْهَرَ لَهُ وَبِمُضَادَّتِهِ بَيْنَ اَلْأَشْيَاءِ عُرِفَ أَنْ لاَ ضِدَّ لَهُ وَبِمُقَارَنَتِهِ بَيْنَ اَلْأَشْيَاءِ عُرِفَ أَنْ لاَ قَرِينَ لَهُ ضَادَّ اَلنُّورَ بِالظُّلْمَةِ وَاَلْيُبْسَ بِالْبَلَلِ وَاَلْخَشِنَ بِاللَّيِّنِ وَاَلصَّرْدَ بِالْحَرُورِ مُؤَلِّفٌ بَيْنَ مُتَعَادِيَاتِهَا وَمُفَرِّقٌ بَيْنَ مُتَدَانِيَاتِهَا دَالَّةً بِتَفْرِيقِهَا عَلَى مُفَرِّقِهَا وَبِتَأْلِيفِهَا عَلَى مُؤَلِّفِهَا وَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى: (وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ) فَفَرَّقَ بَيْنَ قَبْلٍ وَبَعْدٍ لِيُعْلَمَ أَنْ لاَ قَبْلَ لَهُ وَلاَ بَعْدَ لَهُ شَاهِدَةً بِغَرَائِزِهَا أَنْ لاَ غَرِيزَةَ لِمُغْرِزِهَا مُخْبِرَةً بِتَوْقِيتِهَا أَنْ لاَ وَقْتَ لِمُوَقِّتِهَا حَجَبَ بَعْضَهَا عَنْ بَعْضٍ لِيُعْلَمَ أَنْ لاَ حِجَابَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ خَلْقِهِ كَانَ رَبّاً إِذْ لاَ مَرْبُوبَ وَإِلَهاً إِذْ لاَ مَأْلُوهَ وَعَالِماً إِذْ لاَ مَعْلُومَ وَسَمِيعاً إِذْ لاَ مَسْمُوعَ۔

ترجمہ: حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: امیر المومنین علیہ السلام کوفہ کے منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک ایک بندہ جس کا نام ذعلب تھا جو قوی و بہادر اور بڑا فصیح اللسان تھا، وہ کھڑا ہوا اور عرض کیا: اے امیر المومنین علیہ السلام! کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: وائے ہو تجھ پر اے ذعلب! میں اس رب کی عبادت نہیں کرتا جس کو میں نے دیکھا نہ ہو۔
اس نے کہا: اے امیر المومنین! آپ نے اس کو کیسے دیکھا ہے؟
آپؑ نے فرمایا: وائے ہو تیرے لیے اے ذعلب! اس کو ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھا جا سکتا بلکہ میں نے اس کو دل کی آنکھوں سے ایمان کے حقائق کے ساتھ مشاہدہ کیا ہے۔
اے ذعلب! میرا رب لطیف ہے ایسا لطیف ہے کہ اس کی لطافت کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ وہ ایسا عظیم ہے کہ کوئی اس کی عظمت کو درک نہیں کر سکتا۔ وہ ایسا کبیر ہے کہ جس کی کبریائی کو کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ وہ ایسا جلیل ہے کہ اس کی جلالت کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا۔ وہ ہر چیز سے پہلے ہے کوئی چیز اس سے پہلے نہیں اور وہ ہر چیز کے بعد ہوگا کوئی چیز اس کے بعد نہیں۔ اس نے اشیاء کو بغیر غور و فکر سے خلق کیا ہے اور وہ اشیاء کو درک کرتا ہے وہ کسی حیلہ وسیلہ سے درک نہیں کرتا وہ تمام اشیاء کے ساتھ ہے لیکن وہ ان میں امتزاج نہیں رکھتا اور وہ کسی چیز سے جدا بھی نہیں ہے۔ وہ ایسا ظاہر نہیں ہے جیسے اجسام ظاہر ہوتے ہیں، وہ ایسا نور ہے کہ جس کو آنکھوں سے دیکھا نہیں جا سکتا۔ وہ دور ایسا ہے کہ اس کی دوری کے لیے مسافت نہیں ہے اور وہ ایسا قریب نہیں ہے جیسا کہ کوئی ہمسایہ ہو۔ وہ لطیف ہے لیکن جسمانی لطافت نہیں رکھتا، وہ موجود ہے لیکن عدم سے وجود میں نہیں آیا اور وہ غافل نا چار و مجبور نہیں ہے۔ وہ ہر چیز کے لیے مقدار ہے لیکن حرکت کا محتاج نہیں ہے، وہ ارادہ کرتا ہے لیکن غور و فکر کا محتاج نہیں ہے، وہ سنتا ہے لیکن کانوں کا محتاج نہیں ہے اور وہ بغیر آنکھوں کے دیکھتا ہے۔ مکان اس کا احاطہ نہیں کر سکتا اور اوقات اس کو گھیرا نہیں سکتے۔ اوصاف بیان کرنے والے اس کی حد بندی نہیں کر سکتے اور اس کو اونگھ آتی نہیں ہے اور نیند ستاتی نہیں ہے۔ اس کا ہونا اوقات سے قبل ہے اور اس کا وجود سے پہلے عدم نہیں ہے اور ابتداء ازلی ہے اور اس نے حواس ظاہری کو خلق کر کے بتایا کہ اس کے لیے حواس ظاہری نہیں ہیں۔ اس نے جوہر کو خلق کرنے اعلان کیا ہے کہ وہ جواہر نہیں ہے چیزوں کے درمیان، اس نے تضاد کو ایجاد کر کے بتایا ہے کہ اس کی کوئی ضد نہیں اور اشیاء کے درمیان مقارنت کو بنا کر اس نے بتایا کہ اس کا کوئی قرین نہیں۔ جیسے نور کی ضد ظلمت ہے اور خشکی کی ضد تری ہے، سخت کی ضد نرم ہے، سردی کی ضد گرمی ہے پس وہ متضاد قوتوں کو آپس میں ملانے والا ہے اور وہ دو ملی ہوئی چیزوں کو جدا کرنے والا ہے۔ جدائی جدا کرنے والے کو بیان کرتی ہے کہ کوئی جدا کرنے والا ہے اور تالیف و ملانا یہ ملانے والے کا پتہ دیتی ہے کہ کوئی ملانے والا ہے۔ یہ مراد ہے خدا کے اس قول سے جس میں وہ فرماتا ہے: ''اور ہر چیز کا ہم نے جوڑا پیدا کیا تا کہ تذکرہ حاصل کرو۔ (الذاریات: ۴۹)۔'' اس نے قبل اور بعد کے درمیان فرق قرار دیا تا کہ پتہ چل جائے کہ اس سے پہلے بھی کوئی نہیں اور اس کے بعد بھی کوئی

نہیں رہے گا اور اس نے غرائز کو خلق کر کے بتایا ہے کہ اس کے لیے کوئی غرائز نہیں ہیں اور ان غرائز کا کوئی خلق کرنے والا ہے اور اس نے اوقات کو خلق کر کے بتایا ہے کہ ان کو خلق کرنے والا ہے جو خود اوقات سے مبرا و منزہ ہے اور اس نے اشیاء کے درمیان حجاب بنائے ہیں تا کہ پتہ چل جائے کہ اس کے اور اس کی مخلوق کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہے وہ اس وقت رب تھا جب کوئی اس سے لینے والا نہیں تھا اور وہ اس وقت معبود تھا جب کوئی عبادت کرنے والا نہیں تھا اور وہ اس وقت عالم تھا جب کوئی معلوم نہیں تھا اور وہ اس وقت سننے والا تھا جب کوئی مسموع نہیں تھا۔ [1]

بیان:

یہ حدیث مشہور ہے عامہ اور خاصہ کے درمیان مختلف متقارب الفاظ کے ساتھ متعدد اسناد کے ساتھ۔

''بینا'' ظرف زمان ہے اور مفاجات کی معنی میں بھی آتا ہے اس کی اصل ''بین'' ہے وسط کی معنی میں اور ''نون'' کے فتح کو اشباع کیا کھینچا تو ''الف'' ہو گیا بینا ہوا اور کبھی کبھی اس پر ''ما'' کو بڑھاتے ہیں جیسے بعض نسخوں میں ''بینما'' کو۔

اور اس کی معنی ایک ہے اس کی تقدیر بین اوقات ہے اور وہ حروف ابتدا میں سے ہے اور اس کے بعد مبتدا آتا ہے۔

و''ذعلب'' ذال کے کسرے اور عین کے سکون اور ''لام'' مکسورہ کے ساتھ

و''القلوب'' پاک الباب اور نقی پرہیزگار عقل۔

''لطیف اللطافۃ'' لطیف وہ جو ان اشیاء میں نافذ ہے جن کو درک کرنا ممتنع ہے۔

جیسے آیا ہے امام رضا علیہ السلام کے کلام میں اور لطیف یعنی وہ عالم جو اپنے دقیق مصالح اور عمق کے ساتھ چلتا ہے اس تک پہنچنے میں مستصلح (صحیح اور درست کرنے والے) کی طرف نرمی اور مہربانی کے راستے پر بے رحمی کے بغیر۔

اور اللطف کا مضاف ہونا اللطافۃ کی طرف اللطف میں مبالغہ کی خاطر ہے۔

''لا یوصف باللطف'' یعنی: وہ لطف جو جسموں کی صفتوں میں سے ہے وہ بچپنہ اور ضعیفی اور قلت لاغر ہونا ہے۔

و''شاء الاشیاء'' فاعل کا صیغہ ہے تنوین کے ساتھ اور اشیاء کو نصب دی ہے اور احتمال ہے ماضی ہو اور بعض نسخوں میں شیا ''شین'' پر فتح اور ''یا'' پر شد کے ساتھ فتح اور ''ہمزہ'' مفتوح ماضی کا صیغہ ہے۔

[1] التوحید ۸ • ۳؛ بحار الانوار: ۴/ ۳۰۴؛ تفسیر البرہان: ۵/ ۱۶۷

و"الهمة" ارادے کوذات پر زائد ہے کہا جاتا ہے۔
"دراك لا بخديعة" گویا اس سے ارادہ کیا ہے کہ خدا عالم ہے ان چیزوں کا جو دل وضمیر میں ہیں بغیر کسی مکر اور حیلے کے بعض لوگ مکر و حیلے کا دامن پکڑتے ہیں تاکہ مقصود تک پہنچیں۔
"لا باستهلال رؤية" یعنی: نہ کہ آنکھوں سے۔
ابن اثیر نے کہا: اُھل و استھل یعنی دیکھا اور راھللتہ ،ابصرتہ یعنی دکھایا۔
"نائی" دور
"لطیف لا بتجسم" یعنی: بدن میں رقت کے ساتھ یہ لطیف کی معنی جسم میں ہے۔
"سبق الاوقات کونہ" مفعول کو مقدم کیا ہے تینوں فقروں میں شاید سجع اور قافیہ کی رعایت کے لیے۔
"بتشعیره المشاعر عرف ان لا مشعر له" پہچانا جاتا ہے اس کے حواس کو شعور دینے کے ساتھ اللہ سے کسی نشانی کے نہ ہونے ہو کیونکہ اس کے شعور دینے سے اس کو پہچانا جاتا ہے بتحقیق حواس محتاج ہیں ایک شعور دینے والے کی طرف جو حواس کو شعور دے بس اگر اللہ تعالیٰ کے لیے شعور دینے والا ہوتا تو اللہ محتاج ہوتا اس کی طرف جو اس کے لیے شعور دلانے والا ہو بس ممکن نہیں ہے شعور دینے والے کا اس کی ذات پر فیض دینا اس اعتبار سے کہ وہ فاقد ہے ایسا ہو تو وہ محتاج ہے اپنی ذات کے ساتھ۔
اور جاننا چاہیے بتحقیق اللہ کا کمالات کا فیض کرنا اپنے بندوں پر دلیل ہے اس پر کہ بتحقیق وہ متصف ہے فیض دینے کے ساتھ اتم و اکمل کامل طور پر جو خالی ہے ہر نقص سے اور اس کی دلالت اس کے فیض کے ساتھ متصف ہونے پر یہ ہے کہ بتحقیق کمال کا فیض دینے والے کے لیے جائز نہیں ہے اپنے ذات میں اس کمال سے ممتنع ہونا اور اس پر دلالت کہ وہ فیض دینے میں کوئی نقص نہیں رکھتا یہ ہے کہ بتحقیق نقص دلیل ہے اس محتاجی پر جو الوھیت اور ربوبیت اور حقیقی غنی ہونے وجود کے واجب ہونے کے ساتھ منافات رکھتی ہے بس جیسا کہ ہمارے لیے ہے کہ ہم استدلال لائیں اللہ کے علم اور قدرت اور ادراک کے فیض کی یعنی کہ بتحقیق وہ ان کے ساتھ متصف ہے۔
اور اسی طرح ہمارے لیے ہے کہ ہم استدلال لائیں جہل کے بعد اپنے تعلم وتعلیم کے ساتھ اور اپنی قدرت کو عاجز ہونے کے بعد حاصل کرنے کے ساتھ اور استدلال لائیں حواس کی مدد سے محسوسات کے اپنے ادراک کے ساتھ اور اپنے اس کی طرف محتاج ہونے کے ساتھ اس پر کہ بتحقیق اللہ منزہ ہے اپنے علم اور قدرت اور ادراک میں تعلم اور حاصل وکسب کرنے اور حواس سے بلکہ ذات پر زائد صفت سے منزہ ہے مطلقاً۔
کیونکہ ہمارے لیے ان صفات کا حاصل کرنا اس طرح ہے کہ ہم ان کے ساتھ متصف ہوں اور وہ متصف ہونا

غیر کے ذریعے ہے جس میں ہم محتاج ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ متصف ہو اس طریقے پر تو وہ بھی محتاج ہوگا غیر کی طرف جس طرح ہم محتاج ہیں، اور اللہ ایسا نہیں ہے۔

و''الصرد'' ٹھنڈک ٹھنڈا۔

''دالة'' یعنی یہ دلالت کرتا ہے۔

''بغرائزها'' یعنی اپنی طبیعتوں اور مزاج کے ساتھ۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرفوع ہے۔[1]

5/357 الکافی،۱/۵/۱۳۹/۱ علی بن محمد عن سهل عَنْ شَبَابٍ اَلصَّيْرَفِيِّ وَ اِسْمُهُ مُحَمَّدُ بْنُ اَلْوَلِيدِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ سَيْفِ بْنِ عَمِيرَةَ قَالَ حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ قُتَيْبَةَ قَالَ: دَخَلْتُ أَنَا وَ عِيسَى شَلَقَانُ عَلَى أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ فَابْتَدَأَنَا فَقَالَ عَجَباً لِأَقْوَامٍ يَدَّعُونَ عَلَى أَمِيرِ اَلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ مَا لَمْ يَتَكَلَّمْ بِهِ قَطُّ خَطَبَ أَمِيرُ اَلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ اَلنَّاسَ بِالْكُوفَةِ فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلَّهِ اَلْمُلْهِمِ عِبَادَهُ حَمْدَهُ وَ فَاطِرِهِمْ عَلَى مَعْرِفَةِ رُبُوبِيَّتِهِ اَلدَّالِّ عَلَى وُجُودِهِ بِخَلْقِهِ وَ بِحُدُوثِ خَلْقِهِ عَلَى أَزَلِهِ وَ بِاشْتِبَاهِهِمْ عَلَى أَنْ لاَ شِبْهَ لَهُ اَلْمُسْتَشْهِدِ بِآيَاتِهِ عَلَى قُدْرَتِهِ اَلْمُمْتَنِعَةِ مِنَ اَلصِّفَاتِ ذَاتُهُ وَ مِنَ اَلْأَبْصَارِ رُؤْيَتُهُ وَ مِنَ اَلْأَوْهَامِ اَلْإِحَاطَةُ بِهِ لاَ أَمَدَ لِكَوْنِهِ وَ لاَ غَايَةَ لِبَقَائِهِ لاَ تَشْمُلُهُ اَلْمَشَاعِرُ وَ لاَ تَحْجُبُهُ اَلْحُجُبُ وَ اَلْحِجَابُ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ خَلْقِهِ خَلْقُهُ إِيَّاهُمْ لاِمْتِنَاعِهِ مِمَّا يُمْكِنُ فِي ذَوَاتِهِمْ وَ لِإِمْكَانٍ مِمَّا يَمْتَنِعُ مِنْهُ وَ لاِفْتِرَاقِ اَلصَّانِعِ مِنَ اَلْمَصْنُوعِ وَ اَلْحَادِّ مِنَ اَلْمَحْدُودِ وَ اَلرَّبِّ مِنَ اَلْمَرْبُوبِ اَلْوَاحِدُ بِلاَ تَأْوِيلِ عَدَدٍ وَ اَلْخَالِقُ لاَ بِمَعْنَى حَرَكَةٍ وَ اَلْبَصِيرُ لاَ بِأَدَاةٍ وَ اَلسَّمِيعُ لاَ بِتَفْرِيقِ آلَةٍ وَ اَلشَّاهِدُ لاَ بِمُمَاسَّةٍ وَ اَلْبَاطِنُ لاَ بِاجْتِنَانٍ وَ اَلظَّاهِرُ اَلْبَائِنُ لاَ بِتَرَاخِي مَسَافَةٍ أَزَلُهُ نُهْيَةٌ لِمَجَاوِلِ اَلْأَفْكَارِ وَ دَوَامُهُ رَدْعٌ لِطَامِحَاتِ اَلْعُقُولِ قَدْ حَسَرَ كُنْهُهُ نَوَافِذَ اَلْأَبْصَارِ وَ قَمَعَ وُجُودُهُ جَوَائِلَ اَلْأَوْهَامِ فَمَنْ وَصَفَ اَللَّهَ فَقَدْ حَدَّهُ وَ مَنْ حَدَّهُ فَقَدْ عَدَّهُ وَ مَنْ عَدَّهُ فَقَدْ أَبْطَلَ أَزَلَهُ وَ مَنْ قَالَ أَيْنَ فَقَدْ غَيَّاهُ وَ مَنْ قَالَ عَلاَمَ فَقَدْ أَخْلَى مِنْهُ وَ مَنْ قَالَ فِيمَ فَقَدْ ضَمَّنَهُ۔

[1] مرآة العقول: ۲/ ۱۰۰

اسماعیل بن قتیبہ سے روایت ہے کہ میں اور عیسیٰ بن شَلْقَان امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ علیہ السلام نے کلام کی ابتداء یوں فرمائی کہ تعجب ہے ان لوگوں پر جو امیر المومنین علیہ السلام کے متعلق ایسے کلام کو منسوب کرتے ہیں جو آپؑ نے کبھی بیان ہی نہیں فرمایا۔ آپ علیہ السلام نے تو کوفہ میں لوگوں کے سامنے خطبہ دیتے ہوئے بیان فرمایا: حمد ہے اس خدا کے لیے جس نے اپنے بندوں کے دلوں میں اپنی حمد کا الہام کیا اور اپنی ربوبیت کی معرفت پر ان کو پیدا کیا۔ اس کی مخلوق اس کے وجود کی دلیل ہے اور اس کی مخلوق کا حادث ہونا اس کے ازلی ہونے کا ثبوت اور مخلوق کا باہم مشبہ ہونا اس کی دلیل ہے کہ اس کی ذات کے لیے مشابہت نہیں اور اس کی آیات اس کی قدرت کی گواہ ہیں۔ صفات سے اس کی ذات کا پتہ چلانا ممنوع ہے آنکھوں سے اس کی رویت ممکن نہیں اور اوہام اس کا احاطہ نہیں کر سکتے، اس کے ہونے کی مدت نہیں، اس کی بقاء کی کوئی حد نہیں، حواس اس کو پا نہیں سکتے، حجاب اس کو روک نہیں سکتے اور حجاب اس کے اور اس کی مخلوق کے درمیان مخلوق کا حادث ہونا بتاتے ہیں کیونکہ جن چیزوں کا امکان مخلوق میں ہے خالق کی طرف ان کی نسبت منع ہے اور صانع و مصنوع اور محدود کرنے والے اور ربّ اور مربوب میں فرق ہے۔ وہ واحد ہے لیکن عدد جیسا واحد نہیں، وہ خالق ہے لیکن کسی حرکت کے ساتھ نہیں، وہ دیکھنے والا ہے لیکن کسی آلہ وعضو سے نہیں، وہ سننے والا ہے مگر کسی آلہ کے ذریعہ سے نہیں، وہ حاضر ہے لیکن کی چیز سے مس ہونے والا نہیں، وہ باطن ہے لیکن کسی چیز کے اندر چھپا نہیں۔ الظاہر کے معنی یہ ہیں کہ وہ جدا ہے لیکن بلحاظ مسافت نہیں، اس کا ازلی ہونا افکار کی نگاہ سے دور ہے اور اس کا دوام عقول انسانی کی دسترس سے باہر ہے دور رس بینائیاں اس کی کہنہ ذات تک پہنچنے سے عاجز ہیں اور تیز پرواز اوہام کو اس کے وجود نے بیکار بنا دیا ہے پس جس نے اوصاف مخلوق سے خالق کو موصوف کیا اس نے خدا کے لیے حد مقرر کر دی کیونکہ مخلوق خدا کی ہر صفت کے لیے ایک حد ہے اور جس نے اس کے لیے حد بندی کی اس نے اسے شمار میں لے لیا اور جس نے اسے شمار کیا اس کی اولیت کو باطل قرار دیا، جس نے کہا کہ وہ کہاں ہے تو اس نے گمراہی اختیار کی اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کی زحمت کو اس سے متعلق کیا اور جس نے کہا کہ وہ ایک جگہ پر ہے تو اس نے دوسری کو اس سے خالی قرار دے دیا اور جس نے کہا کہ وہ کسی چیز میں ہے تو اس نے اس کو کسی چیز کے بیچ میں لے لیا۔ ①

بیان:

شلقان ''شین'' اور ''لام'' کے فتح کے پھر ''قاف'' کے ساتھ عیسیٰ بن ابی منصور کا لقب ہے۔

① التوحید: ۵۲؛ بحار الانوار: ۴/ ۲۸۴؛ تفسیر کنز الدقائق: ۱۱/ ۵۴۰؛ تفسیر نور الثقلین: ۴/ ۵۸۸

''مالم یتکلم بہ قط '' گویا امام علیہ السلام نے اس سے ارادہ کیا ہے غلو کا

''و محدوث خلقه علی ازله'' سابق حدیث میں گزری وہ چیز جو صلاحیت رکھتی تھی اس کے لیے اور اس کے مابعد کے لیے تفسیر ہو۔

''لا امد لکونه '' کیونکہ اس کا وجود محض جو بزرگ اور اعلی ہے راتوں اور دن اور مہینوں اور سالوں اور حدود او روقتوں اور گھڑیوں اور گھنٹوں سے۔

''ولا غایة لبقائه '' کیونکہ اس کی بقاء حقیقی بقاء ہے جو مقدس ہے زمانوں سے اور ان کے گزرنے سے اور مولا علیہ السلام نے خطبہ وسیلہ میں جس کا ذکر روضہ کافی میں آئے گا فرمایا: اگر کہا جائے وہ ہے تو بس یہ ازلیت کی تاویل پر ہے اور اگر کہا جائے لم یزل تو بس یہ عدم کی نفی کی تاویل پر ہے۔

''و لا امکان ''تنوین کے اور مضاف الیہ کے حذف کے ساتھ۔

یعنی: ان کی ذوات کے امکان کے لیے۔

اور شیخ صدوق ''التوحید'' میں لکھتے ہیں: مخلوق کی ذوات کے ساتھ جو چیز ممکن ہے وہ ذات خدا کے لیے ممتنع ومحال ہے۔

اور یہ حقیقت ہے اور گویا دو لفظ نسخہ برداروں کے قلم سے ساقط ہوئے ہیں۔

''بلا تاویل عدد ''جبکہ وحدت عددی بتحقیق یہ کثرت عددی کو قوام دیتی ہے اپنے تکرار کے ساتھ اور صحیح ہے اس اعتبار سے کہنا کہ بتحقیق اس کے ساتھ متصف وجود کے اعداد میں سے ایک ہے یا موجودات کے احاد میں سے ایک ہے۔ اور خداوند عزیز ایسا ہونے سے بلندو بالا و بزرگ ہے بلکہ وحدت عددی اور کثرت عددی سب اس کی حقیقی خالص وحدت کے مقابلے میں ہیں جو خود اس کی قیوم ذات ہے اور یہ وحدت حق ہے خالص اور وجوبی جو قائم بالذات ہے۔ اس کا کوئی مقابل نہیں اور اس کے لوازم میں سے ہے کثرت کی نفی کرنا اور اس کی طرف اشارہ گزر گیا ہے امام علیہ السلام کے کلام میں ہم نے اس کو نقل کیا ہے، اس کے واحد ہونے پر دلیل کے باب میں اور تمام تحقیق کے عمق کو نقل کیا۔

اور جو چیز امام سجاد علیہ السلام کی بعض دعاؤں میں وارد ہوئی ہے

ان کا قول ہے۔

''لك یا الهی وحدانیة العدد ''بس بتحقیق اس سے ارادہ کیا ہے وحدة الکثرات کی تمام واحدیت کی طرف نہ کہ اس کے لیے وحدة الوددیہ کے ثابت کرنا ہے فافہم سمجھو۔

''لا بمعنی حركة'' بلکہ ایجاد کرنے اور اختراع اور صنعت اور بغیر تدریج اور تدرج اور تعاقب اور تغیر کے فیض دینے کی معنی میں ہے

اس کو مشغول نہیں کرتی مخلوق، مخلوق سے اور اس کی صنعت، صنعت سے۔

''لا بتفريق آلة'' یعنی: نہ کہ اس کی ذات کے لیے مختلف آلے اور ہتھیار کے ساتھ۔

''باجتنان'' یعنی: چھپانے سے۔

''أزله نهيه'' منع کیا، نہی کی اس کے امر کا ضد۔

''والمجاول'' جمع ہے مجول کی اور وہ مقام ہے ہوا کے مٹی کو ساتھ لانے کا یا غم اور رنج۔

''جوائل الاوهام'' جیم کے ساتھ اوھام جائلہ۔

''فقد حده'' اس کے لیے حد معقول بنائی اس حساب سے کہ وصف اس سے تجاوز نہیں کرتی اور جس نے اس کو محدود قرار دیا اس نے اس کو شمار کیا اور داخل کیا کثرت عددی میں تو پس اس کو خارج کیا اس کی ازل ذاتی سے، ازل ذاتی یعنی: اس کی ذات کے خالص وجود کے واجب ہونے سے خارج کیا۔

''فقد اخلا منه'' یعنی وہ چیز جو کہے تحقیق وہ اس پر ضروری ہے تحقیق محول خارج ہوگا اپنے حامل سے۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔ [1]

6/358 الكافي،١/١٤٠/٦/١ وَ رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ عَنْ صَالِحِ بْنِ حَمْزَةَ عَنْ فَتْحِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ قَالَ: كَتَبْتُ إِلَى أَبِي إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ أَسْأَلُهُ عَنْ شَيْءٍ مِنَ التَّوْحِيدِ فَكَتَبَ إِلَيَّ بِخَطِّهِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الْمُلْهِمِ عِبَادَهُ حَمْدَهُ وَ ذَكَرَ مِثْلَ مَا رَوَاهُ سَهْلُ بْنُ زِيَادٍ إِلَى قَوْلِهِ: وَ قَمَعَ وُجُودُهُ جَوَائِلَ الْأَوْهَامِ ثُمَّ زَادَ فِيهِ: أَوَّلُ الدِّيَانَةِ بِهِ مَعْرِفَتُهُ وَ كَمَالُ مَعْرِفَتِهِ تَوْحِيدُهُ وَ كَمَالُ تَوْحِيدِهِ نَفْيُ الصِّفَاتِ عَنْهُ بِشَهَادَةِ كُلِّ صِفَةٍ أَنَّهَا غَيْرُ الْمَوْصُوفِ وَ شَهَادَةِ الْمَوْصُوفِ أَنَّهُ غَيْرُ الصِّفَةِ وَ شَهَادَتِهِمَا جَمِيعاً بِالتَّثْنِيَةِ الْمُمْتَنِعِ مِنْهُ الْأَزَلُ فَمَنْ وَصَفَ اللَّهَ فَقَدْ حَدَّهُ وَ مَنْ حَدَّهُ فَقَدْ عَدَّهُ وَ مَنْ عَدَّهُ فَقَدْ أَبْطَلَ أَزَلَهُ وَ مَنْ قَالَ كَيْفَ فَقَدِ اسْتَوْصَفَهُ وَ مَنْ قَالَ فِيمَ فَقَدْ ضَمَّنَهُ وَ مَنْ قَالَ عَلاَمَ فَقَدْ جَهِلَهُ وَ مَنْ قَالَ أَيْنَ فَقَدْ أَخْلَى مِنْهُ وَ مَنْ قَالَ مَا هُوَ فَقَدْ

---

[1] مرآۃ العقول: ۲/ ۱۰۳

نَعَتَهُ وَمَنْ قَالَ إِلاَمَ فَقَدْ غَيَّاهُ عَالِمٌ إِذْ لاَ مَعْلُومَ وَ خَالِقٌ إِذْ لاَ مَخْلُوقَ وَ رَبٌّ إِذْ لاَ مَرْبُوبَ وَ كَذٰلِكَ يُوصَفُ رَبُّنَا وَ فَوْقَ مَا يَصِفُهُ الْوَاصِفُونَ۔

فتح بن عبداللہ جو بنو ہاشم کا غلام تھا، وہ بیان کرتا ہے کہ میں نے حضرت ابو ابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی خدمت میں ایک خط لکھا اور اس میں توحید کے بارے میں سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے جواب اپنے ہاتھ سے تحریر فرمایا اور یوں لکھا: تمام حمد اس اللہ کے لیے ہے جس نے بندوں کے دلوں میں اپنی حمد کا خود الہام کیا اور اس کے بعد سہل بن زیاد کی روایت کو یہاں نقل کیا جس میں ذکر ہوا ہے کہ تیز و ذہین اذہان بھی اس کو درک کرنے سے عاجز ہیں اور اس کے بعد مزید اضافہ کرتے ہوئے فرمایا: ابتداء دین اس کی معرفت حاصل کرنا ہے اور معرفت کا کمال اس کی توحید کا اقرار کرنا ہے اور توحید کے اقرار کا کمال یہ ہے کہ اس سے تمام صفات انسانی کی نفی کی جائے کیونکہ تمام اوصاف گواہی دیتے ہیں کہ وہ موصوف کے غیر ہیں اور ہر موصوف گواہی دیتا ہے کہ وہ اوصاف کا غیر ہے اور دونوں گواہی دیتے کہ یہ دو الگ الگ چیزیں ہیں اور وہ ذات ازلی و ہمیشہ ہے۔ پس جس نے اس کا وصف بیان کیا اس نے اس کو محدود کیا ہے اور جس نے اس کو محدود کر دیا اس نے اسے شمار کیا ہے اور جس نے شمار کیا اس نے اس کی ہستی کا انکار کیا ہے اور جس نے کہا کہ وہ کیسا ہے تو اس نے اس کے وصف کو تلاش کیا ہے اور جس نے کہا کہ وہ کس میں ہے تو اس نے اس کو کسی کے ضمن میں قرار دیا ہے اور جس نے کہا کہ وہ فلاں چیز پر ہے تو اس نے دوسرے جہان کو اس سے خالی قرار دیا ہے اور اس سے جاہل ہے اور جس نے کہا کہ وہ فلاں جگہ ہے تو اس نے دوسرے مکان کو اس سے خالی قرار دیا ہے، جس نے کہا کہ وہ کیا ہے تو اس نے اس کی نعت و مثل بیان کی اور جس نے کہا کہ وہ کب تک ہے تو اس نے اس کی انتہا و غایت کو بیان کیا ہے۔ وہ اس وقت عالم تھا جب کوئی معلوم نہیں تھا اور وہ خالق تھا جب کوئی مخلوق نہیں تھی، وہ اس وقت رب تھا جب کوئی پرورش لینے والا نہیں تھا اور ہمارے رب کی توصیف یوں ہے جو واصف کی توصیف سے بلند و بالا ہے۔ [1]

بیان:

''بالتثنية الممتنع منه الازل'' یعنی: تثنیہ، دو ہونے سے

اور بعض نسخوں میں الممتنعة من الازل ہے

''فقد جهله'' جہل ھاء کی شد کے ساتھ اور تخفیف کا احتمال ہے

اور بعض نسخوں میں ''فقد حمله'' ہے۔

---

[1] بحار الانوار: ۵۴ / ۱۶۶ ؛ التوحید: ۵۶

اور جس نے کہا ''الی ما'' تو اس نے اس کی غایت، انتہا مشخص کی۔

اور شیخ صدوق رحمہ اللہ کے طریق سے ہے کہ اور جو کہے ''الی م'' تو اس نے اس کا وقت مشخص کیا۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔ [1]

7/359 الکافی،۱/۱۳۱/۷/۱ العدة عن البرقی عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ اَلنَّضْرِ وَ غَيْرِهِ عَمَّنْ ذَكَرَهُ عَنْ عَمْرِو بْنِ ثَابِتٍ عَنْ رَجُلٍ سَمَّاهُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ اَلسَّبِيعِيِّ عَنِ اَلْحَارِثِ اَلْأَعْوَرِ قَالَ: خَطَبَ أَمِيرُ اَلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ خُطْبَةً بَعْدَ اَلْعَصْرِ فَعَجِبَ اَلنَّاسُ مِنْ حُسْنِ صِفَتِهِ وَ مَا ذَكَرَهُ مِنْ تَعْظِيمِ اَللَّهِ جَلَّ جَلاَلُهُ قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ فَقُلْتُ لِلْحَارِثِ أَ وَ مَا حَفِظْتَهَا قَالَ قَدْ كَتَبْتُهَا فَأَمْلاَهَا عَلَيْنَا مِنْ كِتَابِهِ اَلْحَمْدُ لِلَّهِ اَلَّذِي لاَ يَمُوتُ وَ لاَ تَنْقَضِي عَجَائِبُهُ لِأَنَّهُ كُلَّ يَوْمٍ فِي شَأْنٍ مِنْ إِحْدَاثِ بَدِيعٍ لَمْ يَكُنِ اَلَّذِي (لَمْ يَلِدْ) فَيَكُونَ فِي اَلْعِزِّ مُشَارَكاً (وَ لَمْ يُولَدْ) فَيَكُونَ مَوْرُوثاً هَالِكاً وَ لَمْ تَقَعْ عَلَيْهِ اَلْأَوْهَامُ فَتُقَدِّرَهُ شَبَحاً مَاثِلاً وَ لَمْ تُدْرِكْهُ اَلْأَبْصَارُ فَيَكُونَ بَعْدَ اِنْتِقَالِهَا حَائِلاً اَلَّذِي لَيْسَتْ فِي أَوَّلِيَّتِهِ نِهَايَةٌ وَ لاَ لِآخِرِيَّتِهِ حَدٌّ وَ لاَ غَايَةٌ اَلَّذِي لَمْ يَسْبِقْهُ وَقْتٌ وَ لَمْ يَتَقَدَّمْهُ زَمَانٌ وَ لاَ يَتَعَاوَرُهُ زِيَادَةٌ وَ لاَ نُقْصَانٌ وَ لاَ يُوصَفُ بِأَيْنٍ وَ لاَ بِمَ وَ لاَ مَكَانٍ اَلَّذِي بَطَنَ مِنْ خَفِيَّاتِ اَلْأُمُورِ وَ ظَهَرَ فِي اَلْعُقُولِ بِمَا يُرَى فِي خَلْقِهِ مِنْ عَلاَمَاتِ اَلتَّدْبِيرِ اَلَّذِي سُئِلَتِ اَلْأَنْبِيَاءُ عَنْهُ فَلَمْ تَصِفْهُ بِحَدٍّ وَ لاَ بِبَعْضٍ بَلْ وَصَفَتْهُ بِفِعَالِهِ وَ دَلَّتْ عَلَيْهِ بِآيَاتِهِ لاَ تَسْتَطِيعُ عُقُولُ اَلْمُتَفَكِّرِينَ جَحْدَهُ لِأَنَّ مَنْ كَانَتِ اَلسَّمَاوَاتُ وَ اَلْأَرْضُ فِطْرَتَهُ وَ مَا فِيهِنَّ وَ مَا بَيْنَهُنَّ وَ هُوَ اَلصَّانِعُ لَهُنَّ فَلاَ مَدْفَعَ لِقُدْرَتِهِ اَلَّذِي نَأَى مِنَ اَلْخَلْقِ فَلاَ شَيْءَ كَمِثْلِهِ اَلَّذِي خَلَقَ خَلْقَهُ لِعِبَادَتِهِ وَ أَقْدَرَهُمْ عَلَى طَاعَتِهِ بِمَا جَعَلَ فِيهِمْ وَ قَطَعَ عُذْرَهُمْ بِالْحُجَجِ فَعَنْ بَيِّنَةٍ هَلَكَ مَنْ هَلَكَ وَ بِمَنِّهِ نَجَا مَنْ نَجَا وَ لِلَّهِ اَلْفَضْلُ مُبْدِئاً وَ مُعِيداً ثُمَّ إِنَّ اَللَّهَ وَ لَهُ اَلْحَمْدُ اِفْتَتَحَ اَلْحَمْدَ لِنَفْسِهِ وَ خَتَمَ أَمْرَ اَلدُّنْيَا وَ مَحَلَّ اَلْآخِرَةِ بِالْحَمْدِ لِنَفْسِهِ فَقَالَ وَ قُضِيَ (بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ قِيلَ اَلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ اَلْعَالَمِينَ) اَلْحَمْدُ لِلَّهِ اَللاَّبِسِ اَلْكِبْرِيَاءَ بِلاَ تَجْسِيدٍ وَ اَلْمُرْتَدِي بِالْجَلاَلِ بِلاَ تَمْثِيلٍ وَ اَلْمُسْتَوِي عَلَى اَلْعَرْشِ بِغَيْرِ زَوَالٍ وَ اَلْمُتَعَالِي عَلَى اَلْخَلْقِ بِلاَ

[1] مرآۃ العقول: ۲/ ۱۰۳

تَبَاعُدٍ مِنْهُمْ وَ لاَ مُلاَمَسَةٍ مِنْهُ لَهُمْ لَيْسَ لَهُ حَدٌّ يُنْتَهَى إِلَى حَدِّهِ وَ لاَ لَهُ مِثْلٌ فَيُعْرَفَ بِمِثْلِهِ ذَلَّ مَنْ تَجَبَّرَ غَيْرَهُ وَ صَغُرَ مَنْ تَكَبَّرَ دُونَهُ وَ تَوَاضَعَتِ اَلْأَشْيَاءُ لِعَظَمَتِهِ وَ اِنْقَادَتْ لِسُلْطَانِهِ وَ عِزَّتِهِ وَ كَلَّتْ عَنْ إِدْرَاكِهِ طُرُوفُ اَلْعُيُونِ وَ قَصُرَتْ دُونَ بُلُوغِ صِفَتِهِ أَوْهَامُ اَلْخَلاَئِقِ اَلْأَوَّلِ قَبْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَ لاَ قَبْلَ لَهُ وَ اَلْآخِرِ بَعْدَ كُلِّ شَيْءٍ وَ لاَ بَعْدَ لَهُ اَلظَّاهِرِ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ بِالْقَهْرِ لَهُ وَ اَلْمُشَاهِدِ لِجَمِيعِ اَلْأَمَاكِنِ بِلاَ اِنْتِقَالٍ إِلَيْهَا لاَ تَلْمِسُهُ لاَمِسَةٌ وَ لاَ تُحِسُّهُ حَاسَّةٌ (هُوَ اَلَّذِي فِي اَلسَّمٰاءِ إِلٰهٌ وَ فِي اَلْأَرْضِ إِلٰهٌ وَ هُوَ اَلْحَكِيمُ اَلْعَلِيمُ) أَتْقَنَ مَا أَرَادَ مِنْ خَلْقِهِ مِنَ اَلْأَشْبَاحِ كُلِّهَا لاَ بِمِثَالٍ سَبَقَ إِلَيْهِ وَ لاَ لُغُوبٍ دَخَلَ عَلَيْهِ فِي خَلْقِ مَا خَلَقَ لَدَيْهِ اِبْتَدَأَ مَا أَرَادَ اِبْتِدَاءَهُ وَ أَنْشَأَ مَا أَرَادَ إِنْشَاءَهُ عَلَى مَا أَرَادَ مِنَ اَلثَّقَلَيْنِ اَلْجِنِّ وَ اَلْإِنْسِ لِيَعْرِفُوا بِذَلِكَ رُبُوبِيَّتَهُ وَ تَمَكَّنَ فِيهِمْ طَاعَتُهُ نَحْمَدُهُ بِجَمِيعِ مَحَامِدِهِ كُلِّهَا عَلَى جَمِيعِ نَعْمَائِهِ كُلِّهَا وَ نَسْتَهْدِيهِ لِمَرَاشِدِ أُمُورِنَا وَ نَعُوذُ بِهِ مِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا وَ نَسْتَغْفِرُهُ لِلذُّنُوبِ اَلَّتِي سَبَقَتْ مِنَّا وَ نَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اَللَّهُ وَ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ بَعَثَهُ بِالْحَقِّ نَبِيّاً دَالاًّ عَلَيْهِ وَ هَادِياً إِلَيْهِ فَهَدَى بِهِ مِنَ اَلضَّلاَلَةِ وَ اِسْتَنْقَذَنَا بِهِ مِنَ اَلْجَهَالَةِ (مَنْ يُطِعِ اَللّٰهَ وَ رَسُولَهُ فَقَدْ فٰازَ فَوْزاً عَظِيماً) وَ نَالَ ثَوَاباً جَزِيلاً وَ مَنْ يَعْصِ اَللَّهَ وَ رَسُولَهُ (فَقَدْ خَسِرَ خُسْرٰاناً مُبِيناً) وَ اِسْتَحَقَّ عَذَاباً أَلِيماً فَأَنْجِعُوا بِمَا يَحِقُّ عَلَيْكُمْ مِنَ اَلسَّمْعِ وَ اَلطَّاعَةِ وَ إِخْلاَصِ اَلنَّصِيحَةِ وَ حُسْنِ اَلْمُؤَازَرَةِ وَ أَعِينُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ بِلُزُومِ اَلطَّرِيقَةِ اَلْمُسْتَقِيمَةِ وَ هَجْرِ اَلْأُمُورِ اَلْمَكْرُوهَةِ وَ تعاطوا الحق بينكم و تعاونوا به دونى و خذوا على يد الظالم السفيه و مروا بالمعروف و انهوا عن المنكر و اعرفوا لذوى الفضل فضلهم عصمنا الله و إياكم بالهدى و ثبتنا و إياكم على التقوى وَ أَسْتَغْفِرُ اَللَّهَ لِي وَ لَكُمْ.

حارث اعور بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نماز عصر کے بعد امیر المومنین علیہ السلام نے لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا اور اس میں جو آپؑ نے خداوند عالم کی کبریائی اور عظمت کو بیان فرمایا تو اس حسن توصیف پر لوگوں کو بہت تعجب ہوا اور اس قدر عظمت بیان کی کہ لوگوں کو اس پر بہت حیرت ہوئی۔

ابو اسحاق کا بیان ہے کہ میں نے حارث سے کہا: کیا تم نے آپ علیہ السلام کا خطبہ یاد کرلیا ہے؟

اس نے جواب دیا: میں نے تو اس کو لکھ لیا ہے اور پھر اس نے وہی خطبہ ہمیں بھی لکھوا دیا اور وہ خطبہ یہ ہے، آپ

نے فرمایا: تمام حمد ہے اس خدا کے لیے جس کو موت نہیں اور جس کی قدرت کے عجائبات ختم ہونے والے نہیں ہیں۔اس کے لیے ہر روز ایک نئی ایجاد نئی شان ہے۔اس کا کوئی بیٹا نہیں جو اس کی عزت میں شریک ہو اور کسی کا یہ بیٹا نہیں تا کہ اس نے عزت کسی سے میراث میں حاصل کی ہو۔اس کا اوہام ادراک نہیں کر سکتے تا کہ اس کے بارے میں ہلکا سا بھی اندازلگا سکیں۔اس کی ازیست کی کوئی نہایت نہیں ہے اور نہ اس کی آخرت کی کوئی حد ہے،وقت نے اس پر سبقت نہیں کی اور زمانہ اس پر مقدم نہیں ہے، زیادتی اور کمی اس کو طاری نہیں ہوتی۔اس کے بارے میں نہیں بیان کیا جاسکتا کہ وہ کہاں ہے اور کیسا ہے اور اس کی کہنہ ذات باریک سے باریک بین سے بھی مخفی ہے اور اس کی قدرت و تدبیر کی نشانیاں کائنات میں موجود ہیں کہ انسانی عقول فقط ان کو درک کر سکتے ہیں۔یہ ہی اس کے قدرت کے اسرار و راز ہیں جن کے بارے انبیاء و مرسلین نے خبر دی ہے۔پس اس کی تعریف حد سے ہوسکتی ہے اور نہ بعضیت کے ساتھ بلکہ اس کے افعال کے ساتھ اس کی تعریف کی جاسکتی ہے۔ اور اس کی آیات اس کی قدرت کے کمال کی نشانی ہیں جن کا عقل سلیم انکار نہیں کر سکتی کیونکہ آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے اندر اور اوپر ہے وہ سب اس کی صنعت ہیں،کس کی طاقت ہے کہ وہ اس کی قدرت کے عمل و داخل کو روک سکے۔خدا اپنی مخلوق سے الگ ہے کوئی چیز اس کی مثل نہیں ہے۔اس نے اپنی مخلوق کو عبادت کے لیے خلق کیا ہے اور اپنی عبادات و طاعت پر ان کو قدرت بھی عطا کی ہے اور انبیاء و مرسلین کو مبعوث کر کے اپنے بندوں پر اپنی حجت بھی تمام کی ہے،جس کو ہلاک ہونا تھا وہ نافرمانی کر کے ہلاک ہوا اور جس نے نجات پانا تھی اس نے خدا کے احسان کے ساتھ نجات پائی۔خدا اول و آخر میں صاحب فضل و بزرگی ہے۔ بے شک اللہ وہ ہے جس نے پہلے خود اپنی حمد فرمائی۔بے شک اللہ وہ ہے جس نے اپنی حمد کی ابتدا خود کی اور اپنی حمد پر ہی و دنیا کا اختتام کرے گا اور حمد کے ساتھ ہی آخرت کا اختتام کرے گا اور حمد ہے اس رب کے لیے جو عالمین کا رب ہے۔تمام حمد ہے اس اللہ کے لیے جس نے کبریائی کا لباس بغیر جسم کے پہنا،جس نے جلالت کی چادر بغیر کسی پیکر کے اوڑھی،جو بغیر کسی تغیر کے عرش پر غالب آیا اور وہ بغیر کسی زوال کے اپنی مخلوق سے بلند و بالا ہے بغیر ان سے دوری کے اور بغیر کسی اتصال و محاست کے،اس کے لیے کوئی حد نہیں ہے کہ کوئی اس حد سے تجاوز کرے اور اس کی کوئی مانند نہیں ہے تا کہ اس کی مانند و مثل کی شناخت ہو سکے۔اس کے علاوہ جو بھی جبر کرے گا وہ رسوا ہو گا اور جو اس کے علاوہ تکبر کرے گا وہ حقیر ہو گا۔تمام اشیاء اس کی عظمت کے سامنے تواضع وانکساری کرتی ہیں اور اس کی سلطنت کے سامنے رام و زبوں حال ہیں۔اس کے ادراک سے آنکھوں کی حرکت مانند پڑ گئی ہے اور اس کی حق صفت کو بیان کرنے سے خلائق کے دماغ واوہام ماند پڑ چکے ہیں۔وہ ہر چیز سے پہلے ہے اور وہ آخر ہے جو ہر چیز کے بعد ہو گا

اور اس کے بعد کوئی نہیں ہے اور تمام مقامات کی طرف منتقل ہوئے بغیر ان کا مشاہدہ کرنے والا ہے اور کوئی مس کرنے والا اس کو مس نہیں کرسکتا اور کوئی لمس وتلاش کرنے والا اس کو لمس وتلاش نہیں کرسکتا۔ وہ وہی ہے جو آسمانوں میں معبود ہے اور زمین میں بھی معبود ہے اور وہ علیم وحکیم ہے۔ اور جس کو وہ بنانا چاہتا ہے وہ اس کو بغیر کسی نمونہ کے محکم ویقین کے ساتھ بناتا ہے اور اس کو کسی چیز کے بنانے میں تھکاوٹ محسوس نہیں ہوتی اور جس چیز کی خلقت کا ارادہ کیا اس کو کردیا اور جن وانس میں سے جس کے پیدا کرنے کا اس نے ارادہ کیا اس کو بغیر روک وٹوک سے اس کو پیدا کردیا تا کہ لوگ اس کی ربوبیت کو پہچانیں اور اس کی اطاعت پر قدرت پیدا کریں۔ ہم خدا کی تمام لائق حمد چیزوں کے ذریعے حمد کرتے ہیں اور اس کی تمام نعمتوں پر اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور تمام نیک اُمور میں اس کی ہدایت کے طلب گار ہیں اور اپنی بداعمالیوں سے ان کی پناہ چاہتے ہیں اور جو گناہ ہم سے صادر ہوچکے ہیں ان پر اس سے معافی کے طلبگار ہیں اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور اس نے ان کو برحق رسول بنا کر مبعوث فرمایا ہے جو حق کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور حق کی طرف ہدایت کرتے ہیں اور اس نے ان کے ذریعے لوگوں کو ضلالت سے بچایا اور آپ ہی کی وجہ سے لوگوں کو جہالت میں غرق ہونے سے بچایا۔ پس جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی پس اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی اور بہت زیادہ ثواب کا مستحق قرار پایا اور جس نے خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اس نے بہت بڑا خسارہ ونقصان اٹھایا اور عذاب کا مستحق قرار پایا۔ پس فلاح وکامیابی حاصل کرو اس حق کو راضی وخوشی قبول کرکے اور سچے دل سے نصیحت کو قبول کرو اور ایک دوسرے کی اچھائی پر مدد کرو اور سیدھے راستے پر قائم رہو اور امور مکروہ سے بچو اور اپنے درمیان حق کا لحاظ کرو اور حق پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور ظالم وجاہل ہاتھوں کی مدد کرنے سے بچو اور ایک دوسرے کو نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو۔ اور صاحبان فضل کے فضل کی معرفت حاصل کرو اور خدا ہمیں اور آپ کو محفوظ رکھے اور ہدایت عطا کرے اور ہمیں اور تمہیں تقویٰ پر ثابت قدم رکھے اور میں خدا سے اپنے لیے اور تمہارے لیے طلب مغفرت کرتا ہوں۔ [1]

بیان:

کسی چیز میں ''حائلا'' حائل ہونا جب حال سے متغیر ہوجائے

''ولا بم'' یعنی: یعنی وصف نہیں ہوتی بما ھو کے ساتھ بلکہ اس کی وصف ہوتی ہے فعال کے ساتھ۔

جیسے ابراہیم خلیل نے کہا: میرا رب وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے۔

[1] التوحید: ۱۳۱؛ بحار الانوار: ۴ / ۲۶۴

جیسے حضرت موسیٰ کلیم نے کہا: آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے ان کا رب۔

و "محل الآخرۃ"

محل مصدر میمی ہے یعنی اس کا حلول اور لوگوں میں سے جو تصحیف کرے اور تکلف کرے اور تعسف کرے اور دوسری قسمیں، واحد کے بغیر اور آخرت یعنی: جنت اور جہنم میں داخل ہونا اور اس کا حلول تب ہوگا جب مخلوق کے درمیان اس قضاء سے فارغ ہو جو دنیا کے امر سے ہے اور دنیا کا امر ختم ہوا اور آخرت کا حلول ہو دونوں حمد کے ذریعے ہوں مخلوق کے درمیان قضاوت کرنے سے فارغ ہونے کے بعد۔

اس لیے مولا علیہ السلام نے اس پر آیت کا ذکر ختم کیا اپنے اس قول کے ساتھ فرمایا: ''طروف العیون''

الطرف یعنی آنکھوں کی پلکوں کا نظر کے ساتھ حرکت میں لانا۔

''لغوب'' تھکاوٹ

''فابخعوا'' 'با' کے پھر 'خا' کے پھر 'عین' کے ساتھ یعنی: بس پہنچے جوان پر واجب تھا ان کے ادا کرنے تک۔

ابن اثیر نے حدیث میں کہا: تمہارے پاس آئے اہل یمن رقیق قلب کے ساتھ اور اپنے غیروں سے زیادہ اطاعت کو انجام دینے والے گویا وہ اطاعت میں ذلیل بن کر اپنے قہر کے ساتھ پہنچے۔

اور جوہری نے کہا بخع بالحق یعنی اس کے لیے خاضع ہوا اور اس کا اقرار کیا اور قاموس میں بھی اس طرح ہے

"والموازرۃ"

معاونت، مدد

"دونی" میری طرف مراجعہ کرنے کے بغیر۔

"فی کل امر امر"

ہر امر میں امر کیا۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے۔[1]

8/360 الکافی،۱/۳/۱۰۵/۱ محمد بن الحسن عن سهل عن ابن بزیع عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: جِئْتُ إِلَى اَلرِّضَا عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ أَسْأَلُهُ عَنِ اَلتَّوْحِيدِ فَأَمْلَى عَلَيَّ اَلْحَمْدُ لِلَّهِ فَاطِرِ اَلْأَشْيَاءِ إِنْشَاءً وَ مُبْتَدِعِهَا اِبْتِدَاعاً بِقُدْرَتِهِ وَ حِكْمَتِهِ لاَ مِنْ شَيْءٍ فَيَبْطُلَ اَلاِخْتِرَاعُ وَ لاَ لِعِلَّةٍ فَلاَ يَصِحَّ

[1] مرآۃ العقول:۲/۱۱۱

الِابْتِدَاعُ خَلَقَ مَا شَاءَ كَيْفَ شَاءَ مُتَوَحِّداً بِذَلِكَ لِإِظْهَارِ حِكْمَتِهِ وَ حَقِيقَةِ رُبُوبِيَّتِهِ لاَ تَضْبِطُهُ الْعُقُولُ وَ لاَ تَبْلُغُهُ الْأَوْهَامُ وَ (لاٰ تُدْرِكُهُ الْأَبْصٰارُ) وَ لاَ يُحِيطُ بِهِ مِقْدَارٌ عَجَزَتْ دُونَهُ الْعِبَارَةُ وَ كَلَّتْ دُونَهُ الْأَبْصَارُ وَ ضَلَّ فِيهِ تَصَارِيفُ الصِّفَاتِ احْتَجَبَ بِغَيْرِ حِجَابٍ مَحْجُوبٍ وَ اسْتَتَرَ بِغَيْرِ سِتْرٍ مَسْتُورٍ عُرِفَ بِغَيْرِ رُؤْيَةٍ وَ وُصِفَ بِغَيْرِ صُورَةٍ وَ نُعِتَ بِغَيْرِ جِسْمٍ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ.

محمد بن زید بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت امام علی رضاعلیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؑ سے توحید کے بارے میں میں سوال کیا تو آپؑ نے مجھے اس طرح لکھوایا: تمام حمد ہے اس اللہ کے لیے جس نے تمام اشیاء کو بغیر نقش کے خلق فرمایا اور ان تمام کو اپنی قدرت و حکمت سے ابتدا میں خلق کیا اور اس نے ان کو کسی چیز سے نہیں بنایا تا کہ اس کو اختراع نہ کہا جائے اور اس کو کسی علت سے نہیں بنایا تا کہ اس کو ایجاد نہ کیا جا سکے۔ اس نے جیسا چاہا خلق کیا اور جس کو چاہا خلق کیا اور وہ اس میں اپنی حکمت وعظمت ربوبیت کی حقیقت کو ظاہر کرنے میں واحد و یکتا ہے۔ عقل اس تک رسائی حاصل نہیں کر سکتی اور اوہام اس کو درک نہیں کر سکتے اور آنکھیں اس کو دیکھ نہیں سکتیں اور کوئی اندازہ اس کا احاطہ نہیں کر سکتا، عبارات اس کو بیان کرنے سے قاصر ہیں اور بصارت اس سے عاجز ہے اور تمام اوصاف بیان کرنے والے اس کی بارگاہ میں گمراہ ہیں اور وہ بغیر پردہ کے پوشیدہ ہے اور بغیر ستر کے چھپا ہوا ہے۔ وہ بغیر رویت کے پہچانا جاتا ہے اور بغیر صورت کے متصف ہوتا ہے اور بغیر جسم کے اس کی نعت بیان کی جاتی ہے اور اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں بہت بڑا اور بلند و بالا ہے۔ [1]

بیان:

''املی علی'' یعنی مجھ کو لکھوایا۔

اس حدیث سے جو تشریح کی ضرورت ہے اس کی وضاحت پہلے ہی ابواب معرفتہ اللہ کے آخر میں گزر چکی ہے اور اول وآخر حمد اللہ ہی کے لیے ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔ [2]

---

[1] التوحید: ۹۸؛ علل الشرائع: ۱/ ۹؛ بحار الانوار: ۴/ ۲۶۳؛ تفسیر البرہان: ۵/ ۳۱۳؛ نوادر الاخبار: ۸۰

[2] مرآۃ العقول: ۲/ ۲

أبواب معرفة صفاته و أسمائه سبحانه

اللہ کی صفات اور اس کے اسماء کی معرفت کے ابواب

الآیات:

(۱) قال اللہ سبحانہ:

سُبۡحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الۡعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ ○

''آپ کا رب جو عزت کا مالک ہے ان باتوں سے پاک ہے جو یہ بیان کرتے ہیں۔'' [1]

قال تعالی:

سُبۡحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ ○

''اللہ پاک ہے ان چیزوں سے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔'' [2]

وقال جل اسمه:

وَلِلّٰهِ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰى فَادۡعُوۡهُ بِهَا ○

''اور زیبا ترین نام اللہ ہی کے لیے ہیں پس تم اسے انہی (اسمائے حسنیٰ) سے پکارو۔'' [3]

بیان:

ان آیات کی شان امام زین العابدین علیہ السلام کی زبانی مع سورۃ التوحید کی تفسیر امام محمد باقر علیہ السلام کی زبانی عنقریب ذکر کی جائے گی۔

---

[1] سورۃ الصافات: ۱۸۰

[2] سورۃ المومنون: ۹۱

[3] سورۃ الاعراف: ۱۸۰

۴۳۔ باب صفات الذات

ذاتی صفات

1/361 الکافی،۱/۱/۱۰۷/۱ علی عن الطیالسی عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَحْيَى عَنِ اِبْنِ مُسْكَانَ عَنْ أَبِي بَصِيرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ: لَمْ يَزَلِ اَللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ رَبَّنَا وَ اَلْعِلْمُ ذَاتُهُ وَ لاَ مَعْلُومَ وَ اَلسَّمْعُ ذَاتُهُ وَ لاَ مَسْمُوعَ وَ اَلْبَصَرُ ذَاتُهُ وَ لاَ مُبْصَرَ وَ اَلْقُدْرَةُ ذَاتُهُ وَ لاَ مَقْدُورَ فَلَمَّا أَحْدَثَ اَلْأَشْيَاءَ وَ كَانَ اَلْمَعْلُومُ وَقَعَ اَلْعِلْمُ مِنْهُ عَلَى اَلْمَعْلُومِ وَ اَلسَّمْعُ عَلَى اَلْمَسْمُوعِ وَ اَلْبَصَرُ عَلَى اَلْمُبْصَرِ وَ اَلْقُدْرَةُ عَلَى اَلْمَقْدُورِ قَالَ قُلْتُ فَلَمْ يَزَلِ اَللَّهُ مُتَحَرِّكاً قَالَ فَقَالَ تَعَالَى اَللَّهُ عَنْ ذَلِكَ إِنَّ اَلْحَرَكَةَ صِفَةٌ مُحْدَثَةٌ بِالْفِعْلِ قَالَ قُلْتُ فَلَمْ يَزَلِ اَللَّهُ مُتَكَلِّماً قَالَ فَقَالَ إِنَّ اَلْكَلاَمَ صِفَةٌ مُحْدَثَةٌ لَيْسَتْ بِأَزَلِيَّةٍ كَانَ اَللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ وَ لاَ مُتَكَلِّمَ.

ابوبصیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: اللہ ہمیشہ ہمارا رب ہے، علم اس کی عین ذات ہے نہ کہ معلوم اور سمع اس کی عین ذات ہے نہ کہ مسموع، بصر اس کی عین ذات ہے نہ کہ مبصر (جس کو دیکھا جائے)، قدرت اس کی عین ذات ہے نہ کہ مقدور کیونکہ جب اشیاء خلق ہوئیں تو معلوم بنی اور اس کا علم ان پر واقع ہوا تو پھر وہ معلوم بنی اور پھر اس کی سمع اس پر واقع ہوئی تو وہ مسموع بنیں، پھر بصر واقع ہوئی تو وہ مبصر قرار پائیں اور قدرت ان پر واقع ہوئی تو وہ مقدور واقع ہوئیں۔

راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے عرض کیا: خدا ہمیشہ سے متحرک نہیں ہے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: وہ اس سے بلند و بالاتر ہے کیونکہ حرکت صفت ہے جو فعل سے وجود میں آتی ہے لہذا یہ صفت قدیمی نہیں حادثہ ہے۔

میں نے کہا: کیا وہ ہمیشہ سے متکلم نہیں ہے؟

آپؑ نے فرمایا: کلام بھی صفت ہے جو محدث ہے ازلی نہیں ہے لہذا اللہ تھا لیکن متکلم نہیں تھا۔ [1]

بیان:

جان لو کہ: بتحقیق وہ اللہ تعالیٰ کی صفات سے ہیں جو ثابت ہیں اس کی ذات کے لیے ازل میں اور وہ صفات خود

[1] التوحید:۱۳۹؛ تفسیر کنز الدقائق: ۷/۱۵۱؛ ۷/۱۵۳ و ۲۳۴/۴؛ تفسیر نور الثقلین: ۳/۱۳۳؛ بحار الانوار: ۴/۷۱ و ۵۴/۱۶۱؛ الفصول المہمہ: ۱/۱۴۲؛ مجمع البحرین: ۲/۱۲۲؛ قاموس قرآن: ۳/۳۲۶

اس میں کمال ہے مطلقا اور اس کا ضد نقص ہے اور اس کو کہا جاتا ہے صفت الذات اور وہ دو قسموں کی ہیں: ایک قسم وہ ہے جس کے لیے اضافہ نہیں خدا کے غیر کی طرف بلکہ اس کے لیے ایک وجہ ہے جیسے حیات اور بقاء اور دوسری قسم وہ ہے جس کے لیے اللہ کے غیر کے لیے اضافہ ہے لیکن اضافہ تاخیر کے ساتھ ہے اس سے جیسے علم اور بصر، بس بتحقیق اس کا مطلب یہ ہے کہ ازل میں تمام چیزیں اس کے لیے ظاہر ہوئیں تمام کلیات اور جزئیات کے ساتھ تمام وقت میں اور ان کے مراتب کے حساب سے اور جس حال میں وہ ہوں، ان کے تمام اوقات اور مراتب خدا کے لیے حاصل ہوئے ازل میں زائل نہ ہونے میں اور اگر چہ وہ حاصل نہ ہوئے اپنے آپ کو اور ان کے بعض کے بعض کے ساتھ قیاس کے ذریعے متفرق اور جدا ہیں اس تحقیق پر جو گزری نفی الزمان کے باب میں اور یہ علم اور انکشاف جو خدا کو حاصل ہوا یہ اس کی ذات کے ساتھ ہے اس کی ذات سے اشیاء کے خلق کرنے سے پہلے بلکہ وہ اس کی عین ذات ہے۔

جس طرح اشارہ کیا امام علیہ السلام نے اپنے اس قول کے ساتھ کہ "لم یزل" اللہ تعالیٰ ربنا۔۔۔۔۔

خدا ہمارا ہمیشہ پروردگار ہے علم اس کی عین ذات ہے اس وقت جب کوئی معلوم موجود نہ تھا اور سننا اس کی عین ذات ہے جب کوئی سنا ہوا یا سنی جانے والی کوئی چیز موجود نہ تھی اور دیکھنا اس کی عین ذات ہے جب کوئی چیز دیکھی جانے والی نہیں تھی۔

اور اگر چہ ان کی اشیاء کی طرف نسبت مؤخر ہو اشیاء کے تاخر اور جدا ہونے کے حساب سے جو خود ان میں ہے ان میں سے بعض کے بعض پر قیاس کے ساتھ۔

جس طرح اس کی طرف اشارہ کیا امام علیہ السلام نے اپنے اس قول کے ساتھ کہ:

"پھر جب اشیاء کو وجود دیا اور معلوم موجود ہوا تو خدا کا علم اس معلوم پر منطبق ہوا اور مسموع موجود ہوا تو اس کا علم مسموع پر منطبق ہوا اور مبصر پیدا ہوا تو بصر اور دیکھنے کا علم اس پر منطبق ہوا"۔

جیسے اس کی قدرت، بتحقیق یہ ازل میں اس کی ذات ہے اس کی ذات کے ساتھ اس اعتبار سے کہ اس سے اشیاء کو خلق کرنا صحیح ہو بلکہ وہ اس کی عین ذات ہے کسی چیز کے خلق کرنے سے پہلے۔

جیسے امام علیہ السلام نے فرمایا: "قدرت اس کی ذات ہے جب کوئی مقدور جس پر قدرت ہو نہیں تھا اور اگر چہ قدرت کی نسبت اس سے مؤخر ہے"۔

جیسے مولا علیہ السلام نے فرمایا: "قدرت، مقدور پر ہے"۔

اور صفات سے جو چیز، مصالح کے حساب سے پیدا ہو خلق کے پیدا ہونے کے ساتھ اور کسی کمال کی وجہ سے اور

کبھی اس کی ضد کمال ہو اور اس کو کہا جاتا ہے صفت فعل اس کی بھی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ وہ خالص اضافہ اور نسبت ہے جو خدا کی ذات سے خارج ہے، اللہ کی ذات میں اس کے لیے معنی نہیں ہے، جو زائد ہے علم اور قدرت اور ارادے اور مشیت پر جیسے خالقیت اور رازقیت اور تکلم وغیرہ۔

اور دوسری قسم یہ کہ جس کے لیے معنی اضافے اور نسبت کے بغیر ہیں مگر بتحقیق اضافہ اور مضاف الیہ اس سے جدا نہیں ہوتے جیسے مشیت اور ارادہ پس بتحقیق ارادہ اور مشیت اللہ میں ہے، ارادے اور مشیت کی جانشینی نہیں کرتی وہ چیز جس کا ارادہ کیا گیا ہے بلکہ اس کا امر یہ ہے جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو کہتا ہے ہو جا وہ فوراً ہو جاتی ہے اور جس طرح اللہ چاہے ہو گی پس وجود میں نہیں آتیں دونوں صفتیں مگر ان کے متعلق کے وجود کے ساتھ مگر بتحقیق ارادہ جزئی اور مقارن ہو اور مشیت کلی اور متقدم ہو اور یہ دونوں قسمیں کمال ہیں۔ جب وہ خیر کے ساتھ مربوط ہوں اور اس کے ساتھ مربوط ہوں جو سزاوار ہے جیسے سزاوار ہو، نہ کہ مطلق طور پر اور اس لیے کبھی خلق کرتا ہے اور کبھی خلق نہیں کرتا اور کبھی ارادہ کرتا ہے اور کبھی ارادہ نہیں کرتا وغیرہ۔

جیسے خداوند متعال نے فرمایا: خدا تمہارے لیے آسانی کا ارادہ کرتا ہے اور تمہارے لیے مشکل کا ارادہ نہیں رکھتا۔(البقرۃ:۱۸۵)۔"

پس اگر کہا جائے کہ: اگر پیدا ہونے والی صفات متعلق اور مربوط ہیں۔خیر کے ساتھ خدا کے لیے کمال میں تو کیا ہوا کہ وہ ثابت نہیں ہوئیں خدا کے لیے ازل میں۔

ہم کہیں گے: اللہ کی ذات میں ان کے لیے مبدأ اور منشا ہے اور وہ حقیقت میں کمال ہے اور وہ ازل میں اس کی ذات کے ساتھ، اس کی ذات کا ہونا ہے، اس حساب سے کہ خلق کرتا ہے جس کو خلق کرے اور رزق دیتا ہے جس کو رزق دے اور کلام کرتا ہے جس کے ساتھ کلام کرے اور ارادہ کرتا ہے جو ارادہ کرے اور چاہتا ہے جو چاہے اور یہ ذات کی صفات میں اس کے لیے ثابت ہے اور بتحقیق یہ اضافے اور نسبتیں ان کا فروع ہیں جو ان پر مترتب ہوئے ہیں ان کی مصلحت کے مطابق، اس حساب سے کہ جب ان کی وسعت کا امکان ہو بس کوئی برائی نہیں ہے ان کے ذات سے مؤخر ہونے میں جب اس کا مبدأ، ذاتی ہو اور منشاء کمالی ہو قدیم میں۔

بلکہ ہم کہیں گے کہ: بتحقیق ارادہ اور مشیت کے لیے بھی معنی ثابت ہے ازل میں، جو ہم نے ذکر کیا اس پر زائد وجہ سے اور وہ اس کی ذات کا ازل میں بذاتہ ہونا ہے، اس اعتبار سے کہ اس کے خیر کے ساتھ اس کے خلق کرنے کا علم رکھنا کافی ہے قدرت اور اختیار کے حساب سے اور یہ ذات کی صفات سے ہے۔

پس اگر کوئی کہے کہ ارادے اور مشیت میں کیا فرق ہے بلکہ دوسری وہ چیزیں جو صفات فعل سے شمار ہوتی ہیں ان

کے درمیان اور وہ علم اور قدرت جو صفات الذات میں شمار ہوتے ہیں کے درمیان ''اس اعتبار سے کہ اول کو قرار دیا موجود فعلی اور دوسری کو قرار دیا ازلی ذاتی، ان کے ذات کی ثابت صفت ہونے میں کلی طور پر اشتراک کے ساتھ'' کیا فرق ہے؟

ہم کہیں گے کہ:

جب علم اور قدرت اور سمع اور بصر میں ثابت رہنے کی جہت ہے جو دلالت کرتی ہے مجد اور کمال پر تجدید کی جہت سے اور جو اظہر ہے اس حساب سے کہ کمالیت میں ان کے متعلق اور مربوط چیزوں کا ان کے پیچھے رہنا، کوئی قباحت نہیں رکھتا بلکہ بڑھ کر اس کو ذات کی صفات میں شمار کرتا ہے ارادے اور مشیت کے خلاف بس بتحقیق تجدید کی جہت ان جیسوں میں دلالت کرتی ہے عز اور جلال پر اور اظہر ہے ثابت رہنے کی جہت سے اس وقت جب ان کے متعلقات اور مربوط اس سے پیچھے نہ رہیں اور اس لیے اس کو فعل کی صفات میں شمار کیا ہے اور یہ اس لیے ہے کہ کیونکہ شارع کا عوامی لوگوں سے خطاب اور ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی صفات اور نعت کے بارے میں یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ وہ کون سی صفت ہے جو دلالت کرتی ہے کمال پر اور ظاہر ترین ہے عز و جلال میں والا ان صفات میں اس معنی میں کوئی فرق نہیں ہے تحقیق کے مطابق۔

اگر کہا جائے امام علیہ السلام کے اس قول و ''العلم ذاتہ'' کی معنی کیا ہے؟

اور علم کیسے عین ذات ہے جبکہ اس کا مفہوم اس چیز کا غیر ہے جو ذات سے سمجھی جاتی ہے اور اسی طرح کے دوسرے اس جیسے قول اور بتحقیق ہر صفت کا مفہوم دوسری صفت کے مفہوم کا غیر ہے بس کیسے یہ سب ایک ذات کے ساتھ متحد ہوں گے؟

ہم کہیں گے کہ: کبھی مختلف مفہومات ایک وجود کے ساتھ موجود ہوتے ہیں بس صفات مفہوم کے حساب سے اگر چہ ذات کے غیر ہیں اور ان میں بعض دوسرے بعض کے ساتھ مغایرت رکھتے ہیں مگر بتحقیق یہ وجود کے حساب سے وہ نہیں ہیں جو ذات کے پیچھے اور مخالف نہیں یعنی بتحقیق خدا کی ذات احدیت کی بزرگی یہ ہے کہ وہ اس کے عین صفات ذاتی ہیں اس معنی میں کہ بتحقیق اس کی ذات بذاتہ وجود ہے اور علم اور قدرت اور ارادہ اور سمع اور بصر ہے اور وہ عالم، قادر، حی، مرید، سمیع، بصیر موجود بھی ہے یہ سارے کمالات کے آثار اس کی ذات پر مترتب ہوتے ہیں اور وہ ہوتا ہے اپنی ذات کے اعتبار سے ان کا مبدا بغیر کسی ان کے دوسرے معانی کے احتیاج جو قائم ہیں جن کو صفات کہا جاتا ہے جو آثار کے لیے مصدر ہیں اس کی وحدت کے ساتھ منافات کی وجہ سے اور ان دونوں کی ذاتی غناء کی وجہ سے اور قدم کے ساتھ اختصاص کی وجہ سے بس اس کی ذات اس کی صفات ہیں اور

اس کی صفات اس کی ذات ہے۔

اگر آپ کہیں کہ: موجود وہ ہے جب وہ وجود کے ساتھ قائم ہو اور عالم وہ ہے جب وہ علم کے ساتھ قائم ہو اور اسی طرح دوسرے مشتقات میں۔

تو ہم کہیں گے کہ: اس طرح نہیں بلکہ موجود وہ جس کے لیے وجود ثابت ہو اور عالم وہ جس کے علم ثابت ہو اور سفید وہ جس کے لیے سفیدی ثابت ہو پھر برابر ہے چاہے اس کے عین ثبوت کے ساتھ ہو یا اس کے غیر کے ثبوت کے ساتھ ہو۔ بس بتحقیق ہم فرض کریں کسی سفیدی کو کہ وہ بذات خود قائم ہے تو ہم کہیں گے کہ بتحقیق وہ بینائی کو تقسیم کرنے والی ہے اور وہ سفید ہے اور یہی حال ہے ان کے علاوہ کا۔

پس اگر آپ کہیں کہ: اس کی ذات کی حقیقت ہمارے لیے مجہول ہے اور علم کا مفہوم ہمارے لیے معلوم ہے پس پھر کیسے ان میں سے ایک دوسرے کا عین ہوگا؟

ہم کہیں گے کہ: علم سے معلوم کا مفہوم کلی مشترک ہے مختلف وجود کے ساتھ ان کے موجود افراد پر تشکیک کے ساتھ اور جو ذات باری ہے وہ ان میں سے خاص فرد ہے اور وہ فرد اپنے نور کی شدت کی وجہ سے اور ظاہر ہونے سے دور ہونے کی وجہ سے ہمارے لیے مجہول ہے اور ہماری عقلوں اور آنکھوں سے پردے میں ہے اور اسی طرح ہے کلام دوسری صفات میں۔

امیر المومنین علیہ السلام کے کلام میں وارد ہوا ہے کہ: ''اس کے لیے اخلاص کا کمال یہ ہے کہ اس سے صفات کی نفی کی جائے''۔

اس سے مراد اس صفت کی نفی ہے جو موجود ہو ذات کے وجود کے بغیر جیسے سفیدی سفید میں نہ کہ جیسے انسان کا ناطق ہونا اور اور اکثر وہ چیز نہیں ہوتی جس پر صفت کا نام اطلاق کرے وہ ہو امر عارضی اور نہیں کہا جائے گا کسی چیز کی ذات معانی کے لیے کہ بتحقیق وہ صفات ہیں اس چیز کے لیے تو ان سے صفت کی نفی کی جائے کیا آپ نے نہیں دیکھا مولا علیہ السلام کے قول کی طرف کہ اس کے بعد فرمایا: ''جو اللہ کی وصف کرے تو اس نے اللہ کو اس کے ساتھ ملایا اور جس نے قرین بنایا اس نے دوئی کی''۔

پس جانا جائے کہ مولا نے صفت سے ارادہ کیا ہے اس چیز کا جو ذات کے ساتھ جڑ جائے جو اس میں دوری کا سبب بنے پس اللہ کے غیر میں علم کا ہونا اس کی صفت زائدہ ہے اور اللہ میں علم کا ہونا اس کی ذات ہے پس وہ خود علم ہے ایک اعتبار سے اور عالم ہے ایک اور اعتبار سے اور اسی طرح ہے دوسری صفات میں اور یہ اعتبارات عقلی کسی بھی طریقے سے اللہ کی ذات میں تکثر کے سبب نہیں بنتے اور اس کی خالص وحدانیت میں اصلاً خلل پیدا

نہیں کرتے۔

بلکہ یہ عقلی اعتبارات اس کی وحدت کو بڑھاتے ہیں کیونکہ بتحقیق اگر فرض کیا جائے کہ اس کی ذات میں کوئی چیز نہیں ہوگی ان میں سے جب وہ واحد حقیقی ہے مثلاً اگر فرض کیا جائے کہ وہ علم ہے اور وہ قدرت نہیں ہے یا وہ علم ہے تو وہ عالم نہیں ہے تو اس میں ایک ایسی جہت ہوگی جو وجوب اور وجود کی جہت کا غیر ہے اور وہ جہت، جہت امکان اور عدم ہے تو بس اس کا مرکب ہونا لازم آئے گا جو کہ محال ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے [1] لیکن میرے نزدیک حدیث حسن ہے کیونکہ محمد بن خالد الطیالسی تحقیقاً ثقہ ثابت ہے۔(واللہ اعلم)

2/362 الکافی،۱/۱۰۷/۲/۱ محمد عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَلْحُسَيْنِ عَنِ اِبْنِ أَبِي عُمَيْرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ: كَانَ اَللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ وَ لاَ شَيْءَ غَيْرُهُ وَ لَمْ يَزَلْ عَالِماً بِمَا يَكُونُ فَعِلْمُهُ بِهِ قَبْلَ كَوْنِهِ كَعِلْمِهِ بِهِ بَعْدَ كَوْنِهِ.

محمد کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوجعفر محمد باقر علیہ السلام سے سنا ہے، آپ نے فرمایا: اللہ تھا اور کوئی چیز نہ تھی اور جو کچھ ہونے والا تھا وہ سب کا عالم تھا۔ پس اس کا علم ہر چیز کے ہونے سے قبل ایسے ہی ہے جیسے اشیاء کے ہونے کے بعد اس میں کوئی فرق نہیں۔ [2]

بیان:

اس کی شرح یہ ہے کہ بتحقیق خدا سبحانہ وتعالیٰ تمام اشیاء کو درک کرتا ہے ادراک تام کے ساتھ اور اشیاء پر احاطہ رکھتا ہے، کامل احاطہ بس وہ عالم ہے اور جانتا ہے کہ کون سا حادثہ وجود میں آئے گا کس وقت وجود میں آئے گا۔ اور زمانے کے اور اس حادثہ کے درمیان جو قریب اور بعید کتنی مدت ہے۔ اور اس سے کسی چیز پر عدم کا حکم نہیں لگائے گا بلکہ وہ حکم جو ہم لگاتے ہیں کہ ماضی موجود نہیں ہے حال میں اس حکم کے بدلے وہ حکم لگائے۔ گا یہ کہ بتحقیق ہر موجود اپنے معین زمانے میں موجود ہوتا ہے وہ اس کے دوسرے زمانے میں جو زمانے اس سے پہلے تھے یا بعد میں ہوں گے موجود نہیں ہوگا اور وہ عالم ہے کہ بتحقیق ہر شخص مکان کے کسی بھی جزء میں موجود ہو اور کوئی بھی نسبت ہو اس شخص کے یا اس کے غیر کے درمیان یہ نسبت جو واقع ہوتی ہے اس کی تمام جہات میں وہ اس کو جانتا ہے اور ان کے درمیان کتنی قسمیں ہیں حکم کے مطابق وہ جانتا ہے اور حکم نہیں دے گا کسی چیز پر کہ بتحقیق وہ موجود ہے ابھی

[1] مرآۃ العقول: ۲/ ۹

[2] التوحید: ۱۴۵؛ بحار الانوار: ۲/ ۸۴ و ۵۴/ ۸۲؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۱۴۸؛ تفسیر نور الثقلین: ۵/ ۲۳۸؛ تفسیر کنز الدقائق: ۱۳/ ۷۶

یا معدوم ہے یا وہاں موجود ہے یا معدوم ہے یا حاضر ہے یا غائب ہے۔

کیونکہ خدا زمانی نہیں اور مکانی بھی نہیں بلکہ وہ ہر چیز پر احاطہ رکھتا ہے ازل اور ابد سے اور وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہیں اس کے علم کی کسی چیز پر وہ احاطہ نہیں کر سکتے مگر اس کا جو وہ چاہے۔

اور اس کی طرف اشارہ کیا ہے امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے اس قول کے ساتھ

فرمایا: ''ساری حمد ہے اس خدا کی جس پر سبقت نہیں لی اس کے حال نے یا کسی اور حال نے اس معنی میں کہ وہ اول ہو جائے اس سے پہلے کہ آخر ہو اور ظاہر ہو اس پہلے کہ باطن ہو''۔

اور مولا علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ کا ماضی میں مرے ہوؤں کا علم ایسے ہے جیسے زندہ باقی لوگوں کا علم ہے اس کا بلند آسمانوں میں رہنے والوں اور ان میں جو کچھ ہے، کا علم ایسے ہے جیسے پست زمینوں میں رہنے والوں اور جو کچھ ان میں ہے، کا علم ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔ [1]

3/363 الکافی،۱/۱۰۷/۴/۱ محمد عن سعد عن محمد بن عیسی عن النخعی: أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى أَبِي ٱلْحَسَنِ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ يَسْأَلُهُ عَنِ ٱللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ أَكَانَ يَعْلَمُ ٱلْأَشْيَاءَ قَبْلَ أَنْ خَلَقَ ٱلْأَشْيَاءَ وَ كَوَّنَهَا أَوْ لَمْ يَعْلَمْ ذَلِكَ حَتَّى خَلَقَهَا وَ أَرَادَ خَلْقَهَا وَ تَكْوِينَهَا فَعَلِمَ مَا خَلَقَ عِنْدَ مَا خَلَقَ وَ مَا كَوَّنَ عِنْدَ مَا كَوَّنَ فَوَقَّعَ بِخَطِّهِ لَمْ يَزَلِ ٱللَّهُ عَالِماً بِالْأَشْيَاءِ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ ٱلْأَشْيَاءَ كَعِلْمِهِ بِالْأَشْيَاءِ بَعْدَ مَا خَلَقَ ٱلْأَشْيَاءَ۔

النخعی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی خدمت میں ایک خط تحریر کیا اور یہ مسئلہ پوچھا: کیا اللہ نے اشیا کے خلق کا ارادہ کیا اور ان کی تکوین کا ارادہ کیا تو پھر ان کے بارے جانا اور جس کو خلق کیا تو اس کے خلق کے وقت اس کے وجود کا ارادہ کیا تو اس کے موجود ہونے کے وقت اس کو جانا؟

آپؑ نے اپنے دستخط سے جواب لکھا: اللہ ہمیشہ سے عالم تھا، عالم ہے اور عالم رہے گا اور اشیاء کے خلق کرنے سے قبل اس کا علم ایسے ہی تھا جیسے ان کے خلق کرنے کے بعد (یعنی اس کے علم میں کوئی فرق نہیں)۔ [2]

---

[1] مرآۃ العقول:۲/۱۰ (نوٹ: یہ حاشیہ چیک کریں)

[2] التوحید:۱۴۵؛ تفسیر نور الثقلین:۵۱/۴/۱۰۷/۱۲۳۸؛ تفسیر کنز الدقائق:۱۳۱/۴/۱۰۷/۶/۱۷؛ الفصول المہمہ:۱/۱۴۳؛ بحار الانوار:۴/۸۸ و ۵۴/

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔[1]

4/364 الکافی،۱/۱۰۷/۵/۱ علی بن محمد عن سهل عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ حَمْزَةَ قَالَ: كَتَبْتُ إِلَى اَلرَّجُلِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ أَسْأَلُهُ أَنَّ مَوَالِيَكَ اِخْتَلَفُوا فِي اَلْعِلْمِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَمْ يَزَلِ اَللَّهُ عَالِماً قَبْلَ فِعْلِ اَلْأَشْيَاءِ وَ قَالَ بَعْضُهُمْ لاَ نَقُولُ لَمْ يَزَلِ اَللَّهُ عَالِماً لِأَنَّ مَعْنَى يَعْلَمُ يَفْعَلُ فَإِنْ أَثْبَتْنَا اَلْعِلْمَ فَقَدْ أَثْبَتْنَا فِي اَلْأَزَلِ مَعَهُ شَيْئاً فَإِنْ رَأَيْتَ جَعَلَنِيَ اَللَّهُ فِدَاكَ أَنْ تُعَلِّمَنِي مِنْ ذَلِكَ مَا أَقِفُ عَلَيْهِ وَ لاَ أَجُوزُهُ فَكَتَبَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ بِخَطِّهِ لَمْ يَزَلِ اَللَّهُ عَالِماً تَبَارَكَ وَ تَعَالَى ذِكْرُهُ.

جعفر بن محمد بن حمزہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں خط تحریر فرمایا اور یہ مسئلہ پوچھا: آپ کے ماننے والے اللہ کے علم کے بارے میں اختلاف کررہے ہیں۔ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ اللہ اشیا کے خلق کرنے سے قبل بھی ان اشیاء کا عالم تھا اور بعض کہتے ہیں کہ ہم ایسے نہیں کہتے کہ اللہ ہمیشہ عالم ہے عالم تھا کیونکہ علم کا معنی یفعل ہے (یعنی وہ جانتا ہے یا جانے گا) پس اگر ہم نے اللہ کے لیے ازل سے علم کو ثابت کردیا تو ہم اس کے ساتھ ازل سے ایک چیز کو ثابت کررہے ہیں۔خدا مجھے آپ پر قربان کردے! اگر آپ مناسب جانتے ہیں تو اس میں ہماری رہنمائی فرمائیں اور حق کو ہمارے لیے روشن کریں۔

آپ علیہ السلام نے جواب میں تحریر کیا: اللہ ہمیشہ سے عالم ہے اس کا ذکر برکت والا ہے اور وہ بلند و بالا ہے۔[2]

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔[3] لیکن میرے نزدیک حدیث جعفر بن محمد بن حمزہ کی وجہ سے مجہول ہے۔(واللہ اعلم)

5/365 الکافی،۱/۱۰۸/۶/۱ محمد عن أحمد عن الحسين عَنِ اَلْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ اَلصَّمَدِ بْنِ بَشِيرٍ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ سُكَّرَةَ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ جُعِلْتُ فِدَاكَ إِنْ رَأَيْتَ أَنْ تُعَلِّمَنِي هَلْ كَانَ اَللَّهُ جَلَّ وَجْهُهُ يَعْلَمُ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ اَلْخَلْقَ أَنَّهُ وَحْدَهُ فَقَدِ اِخْتَلَفَ مَوَالِيكَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ قَدْ كَانَ يَعْلَمُ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ شَيْئاً مِنْ خَلْقِهِ وَ قَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّمَا مَعْنَى يَعْلَمُ يَفْعَلُ فَهُوَ اَلْيَوْمَ يَعْلَمُ أَنَّهُ لاَ غَيْرُهُ قَبْلَ فِعْلِ اَلْأَشْيَاءِ فَقَالُوا إِنْ أَثْبَتْنَا أَنَّهُ لَمْ يَزَلْ عَالِماً

[1] مرآۃ العقول:۲/۱۱

[2] بحارالانوار:۵۴/۱۶۴

[3] مرآۃ العقول:۲/۱۱

بِأَنَّهُ لاَ غَيْرَهُ فَقَدْ أَثْبَتْنَا مَعَهُ غَيْرَهُ فِي أَزَلِيَّتِهِ فَإِنْ رَأَيتَ يَا سَيِّدِي أَنْ تُعَلِّمَنِي مَا لاَ أَعْدُوهُ إِلَى غَيْرِهِ فَكَتَبَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ مَا زَالَ اَللَّهُ عَالِماً تَبَارَكَ وَ تَعَالَى ذِكْرُهُ.

فضیل بن سکرۃ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: خدا مجھے آپؑ پر قربان قرار دے! اگر آپ مناسب جانیں تو مجھے تعلیم فرمائیں کہ کیا اللہ تعالیٰ مخلوق کو خلق کرنے قبل یہ جانتا تھا کہ وہ واحد و یکتا ہے؟ اس کے بارے میں آپ کے چاہنے والے اختلاف کرتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ یقیناً تمام اشیاء کے خلق کرنے سے قبل جانتا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ معلم کا معنی فقط یعفل ہے جس کا معنی ہے کہ وہ آج جانتا ہے اور اشیاء کے خلق کے فعل کو انجام دینے سے قبل وہ نہیں جانتا تھا اور وہ استدلال کرتے ہیں کہ اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ سے جانتا تھا کہ اس کے علاوہ کوئی نہیں ہے تو پھر ہم اس کے ساتھ ازلیت میں ایک اور چیز کو ثابت کرتے ہیں تو یہ شرک ہے۔ لہٰذا آپؑ وضاحت فرمائیں تا کہ میں اس سے تجاوز نہ کروں۔

آپؑ نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیشہ سے عالم ہے۔ [1]

بیان:

اس کی تحقیق اور بیان پہلے گزر چکا ہے۔ اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے [2] لیکن میرے نزدیک حدیث فضیل بن سکرۃ کی وجہ سے مجہول ہے۔ (واللہ اعلم)

6/366 الکافی،١/١/١٠٨/١ علی عن العبیدی عن حماد عن حریز عن محمد عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ أَنَّهُ قَالَ: فِي صِفَةِ اَلْقَدِيمِ إِنَّهُ وَاحِدٌ صَمَدٌ أَحَدِيُّ اَلْمَعْنَى لَيْسَ بِمَعَانٍ كَثِيرَةٍ مُخْتَلِفَةٍ قَالَ قُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاكَ يَزْعُمُ قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ اَلْعِرَاقِ أَنَّهُ يَسْمَعُ بِغَيْرِ اَلَّذِي يُبْصِرُ وَ يُبْصِرُ بِغَيْرِ اَلَّذِي يَسْمَعُ قَالَ فَقَالَ كَذَبُوا وَ أَلْحَدُوا وَ شَبَّهُوا تَعَالَى اَللَّهُ عَنْ ذَلِكَ إِنَّهُ سَمِيعٌ بَصِيرٌ يَسْمَعُ بِمَا يُبْصِرُ وَ يُبْصِرُ بِمَا يَسْمَعُ قَالَ قُلْتُ يَزْعُمُونَ أَنَّهُ بَصِيرٌ عَلَى مَا يَعْقِلُونَهُ قَالَ فَقَالَ تَعَالَى اَللَّهُ إِنَّمَا يَعْقِلُ مَا كَانَ بِصِفَةِ اَلْمَخْلُوقِ وَلَيْسَ اَللَّهُ كَذَلِكَ.

محمد نے حضرت ابوجعفر محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے خدا کی صفت قدیم کے بارے میں فرمایا:

---

[1] التوحید: ١٤٥؛ بحارالانوار: ۴/ ٨٦ و ٥۴/ ١٦٣؛ الفصول المہمہ: ١/ ١٩٢

[2] مرآۃ العقول: ٢/ ١٢

وہ واحد ہے، صمد و بے نیاز ہے، ان کا معنی ایک ہی ہے، ان کی مختلف معانی نہیں ہیں۔
میں نے عرض کیا: میں آپ پر قربان ہو جاؤں! اہل عراق میں سے ایک قوم کو گمان یہ ہے کہ وہ ذات سنتی ہے اس وسیلہ سے کہ جس سے وہ دیکھتی نہیں اور وہ دیکھتی ہے اس وسیلہ سے کہ جس سے وہ سنتی نہیں آپ علیہ السلام نے فرمایا: وہ جھوٹے ہیں، منکر خدا ہیں اور انہوں نے خدا کو مخلوق سے تشبیہ دی ہے اور اسے مخلوق کی مانند قرار دیا ہے جو اس سے بلندو بالا ہے۔ وہ سنتا ہے اور دیکھتا ہے، وہ جس سے سنتا ہے اُسی سے دیکھتا ہے اور جس سے دیکھتا ہے اسی سے سنتا ہے۔
میں نے عرض کیا: وہ گمان کرتے ہیں کہ وہ بصیر ہے اس کا جس کو وہ درک کر سکتے ہیں؟
آپ علیہ السلام نے فرمایا: جس کا وہ درک کرتے ہیں وہ مخلوق کی صفت ہے اور اللہ مخلوق کی اوصاف سے بلندو بالا ہے وہ ایسے نہیں ہے۔ [1]

بیان:

صمد کی بعض معانی النسبۃ کے باب میں گزر چکے ہیں۔ اور عنقریب اس دوسری معانی باب معانی الاسماء میں آئیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ اور یہاں اس مقام کی مناسبت کی وجہ سے تکرار کیا ہے کافی شریف میں زندیق گروہ کی ایک طویل حدیث کے ذکر کا جس کا ذکر گزر گیا ہے، خدا کے واحد ہونے پر دلیل کے باب میں اپنے اسناد کے ساتھ اور ہم اس کے اس باب میں وہاں ذکر کرنے پر اقتصار کرتے ہیں اور جو چاہتا ہے وہاں مراجعہ کرے۔
اور شیخ صدوق نے اس مقام کی مناسبت سے اپنی کتاب التوحید میں جو نقل کیا ہے اپنی سند کے ساتھ امام صادق علیہ السلام سے اس کو ذکر کرتے ہیں۔
ان کو کہا گیا بتحقیق ایک شخص جو خود کو آپ اہل بیت علیہم السلام کے موالیوں اور دوستوں میں سمجھتا ہے کہتا ہے: خداوند ہمیشہ سننے والا ہے کسی سنے جانے والی چیز کے ساتھ اور بصیر اور دیکھنے والا ہے کسی دیکھے جانے والی چیز کے ساتھ اور علیم ہے کسی علم کا اور قادر ہے قدرت کا۔
تو امام علیہ السلام نے غضب فرمایا، ناراض ہوئے، پھر فرمایا: جو بھی یہ کہے اور اس کا عقیدہ رکھتا ہو وہ مشرک ہے اور وہ ہماری ولایت کی کوئی چیز نہیں رکھتا، بتحقیق خداوند متعال وہ واحد ذات ہے جو علامہ زیادہ عالم اور سننے والا اور دیکھنے والا اور قادر و قدرت مند ہے۔

[1] الاحتجاج: ۲/ ۳۲۲؛ عوالم العلوم: ۱۹/ ۳۴۷؛ تفسیر کنز الدقائق: ۷/ ۳۵۲؛ التوحید: ۱۴۴؛ تفسیر نور الثقلین: ۳/ ۱۳۵؛ بحار الانوار: ۴/ ۶۹؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۱۸۹

اور دوسری روایت میں ہے کہ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص ایسا کہے اور اس پر عقیدہ رکھے تو اس نے اللہ کے ساتھ دوسرے اللہ لیے (یعنی شرک کیا) اور وہ ہماری ولایت میں سے کسی چیز پر نہیں ہے۔

پھر فرمایا: خداوند متعال ہمیشہ علیم، قدیر، حی، سمیع، بصیر ہے اپنی ذات کے لیے اور جو شرک اور تشبیہ دینے والے کہتے ہیں اس سے خدا بلند و بالا ہے۔

اور شیخ صدوق کی اسناد کے ساتھ محمد بن عرفہ سے روایت ہے کہ اس نے کہا: میں نے امام رضا علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا کہ: اللہ نے اشیاء کو قدرت کے ساتھ خلق کیا ہے یا قدرت کے بغیر خلق کیا ہے؟

تو مولا علیہ السلام نے فرمایا:

جائز نہیں ہے اس کا اشیاء کو قدرت کے ذریعے خلق کرنا کیونکہ اگر تم کہو کہ خدا نے اشیاء کو قدرت کے ذریعے خلق کیا۔ گویا قدرت کو ایک چیز جو اس کا غیر ہے قرار دیا اور قدرت کو اس کے لیے ایک ہتھیار اور آلہ قرار دیا کہ خدا نے اس آلے کے ذریعے اشیاء کو خلق کیا ہے اور یہ شرک ہے اور یہ کہ جب کہو: اشیاء کو قدرت کے ساتھ خلق کیا اس صورت میں اس کی وصف بیان کی ہے اس معنی میں کہ اس نے اشیاء پر اپنے اقتدار اور قدرت رکھنے کے ساتھ ان کو خلق کیا ہے، لیکن وہ ناتوان اور عاجز اور غیر کا محتاج نہیں ہے۔

اور کتاب عیون اخبار الرضا علیہ السلام میں بڑھاتے ہوئے فرمایا ہے کہ: خداوند سبحان بذاتہ قادر ہے نہ کہ قدرت کے ذریعے قادر ہو۔

اور اپنی سند کے ساتھ ھشام بن سالم سے اس نے کہا میں ابوعبداللہ علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا:

کیا خدا کی نعت اور وصف بیان کرتے ہو؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں!

پھر فرمایا: کس طرح کرتے ہو؟

میں نے عرض کیا: وہ سمیع اور بصیر ہے۔

فرمایا: اس صفت میں مخلوق بھی مشترک ہے۔

میں نے عرض کیا: پھر کس طرح خدا کی نعت اور وصف بیان کروں؟

آپؑ نے فرمایا: خداوند نور مطلق ہے جس میں تاریکی اور ظلمت نہیں ہے اور خالص حیات ہے اور موت اس کے لیے معنی نہیں رکھتی اور خالص علم ہے کہ جس میں کوئی بھی جہل نہیں ہے اور حق مطلق ہے اور کوئی بھی باطل اس میں نہیں ہے۔

تو پھر میں جب ان کے گھر سے باہر نکلا تو توحید کا عالم ترین انسان بن گیا۔

اور شیخ صدوق کی اسناد کے ساتھ مولا صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: خدا نور ہے جس میں تاریکی اور ظلمت نہیں ہے اور وہ صدق ہے جس میں کذب نہیں ہے اور عدل ہے جس میں ظلم و جور نہیں ہے اور حق ہے جس میں باطل نہیں ہے اسی طرح وہ لا زوال ہے اور لا زوال رہے گا ابدالابدین ہے اور اسی طرح وہ تھا جب نہ زمین تھی نہ آسمان تھا نہ رات تھی نہ دن تہا نہ سورج تھا نہ چاند تھا نہ ستارے تھے نہ بادل تھے نہ بارش تھی نہ ہوائیں تھیں۔

اور نہج البلاغہ میں امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: اور اس کے لیے اخلاص کا کمال، اس سے اس کی صفات کی نفی ہے کیونکہ ہر صفت گواہی دیتی ہے کہ وہ موصوف کا غیر ہے اور ہر موصوف گواہی دیتا ہے کہ وہ صفت کا غیر ہے پس جو بھی خدا کی وصف بیان کرے اس کو دوسری چیزوں کا قرین کیا اور وہ شخص جو اس کو کسی دوسری چیز کا قرین کرے وہ اللہ کی ذات میں دوئی کا قائل ہوا اور جو اس کی ذات میں دوئی کا قائل ہوا تو وہ اللہ کے اجزاء ہونے کا قائل ہوا اور جو شخص اس کے لیے اجزاء کا قائل ہوا تو وہ اس سے جاہل ہوا۔

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔[1]

7/367 الکافی،۱/۱۰۷/۳ محمد عن محمد بن الحسین عن صفوان عن الکاهلی قَالَ: كَتَبْتُ إِلَى أَبِي اَلْحَسَنِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ فِي دُعَاءِ اَلْحَمْدُ لِلَّهِ مُنْتَهَى عِلْمِهِ فَكَتَبَ إِلَيَّ لاَ تَقُولَنَّ مُنْتَهَى عِلْمِهِ فَلَيْسَ لِعِلْمِهِ مُنْتَهًى وَلَكِنْ قُلْ مُنْتَهَى رِضَاهُ۔

کاہلی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی طرف دعا کا ایک فقرہ لکھا جس میں کہا گیا تھا:

تمام حمد ہے اس اللہ کے لیے جس کے علم کی انتہا ہے۔

آپ علیہ السلام نے جواب میں تحریر فرمایا:

''یہ ہرگز نہ کہو کہ اس کے علم کی انتہا ہے کیونکہ اس کے علم کی کوئی انتہا نہیں ہے البتہ یہ کہو کہ اس کی رضا کی انتہا ہے۔[2]

[1] مرآۃ العقول: ۲/ ۱۳

[2] التوحید: ۱۳۴؛ وسائل الشیعہ: ۷/ ۱۳۶؛ تحف العقول: ۴۰۸؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۲۲۷؛ بحار الانوار: ۱۰/ ۲۴۶ و ۷۵/ ۳۱۹؛ نوادر الاخبار: ۹۱؛ مکاتیب الائمۃ: ۴/ ۳۵۶

تحقیق اسناد:

حدیث حسن ہے۔ [1]

۴۴_باب صفات الفعل

فعلی صفات

1/368 الکافی،۱/۱۰۹/۱/۱ محمد عن ابن عیسی عن الحسین عن النضر عَنْ عَاصِمِ بْنِ حُمَيْدٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: قُلْتُ لَمْ يَزَلِ اَللَّهُ مُرِيداً قَالَ إِنَّ اَلْمُرِيدَ لاَ يَكُونُ إِلاَّ لِمُرَادٍ مَعَهُ لَمْ يَزَلِ اَللَّهُ عَالِماً قَادِراً ثُمَّ أَرَادَ.

عاصم بن حمید بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آیا اللہ ہمیشہ سے مرید ہے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: مرید اس وقت ہوتا ہے جب مراد اس کے ساتھ ہو۔ اللہ ہمیشہ سے عالم ہے قادر ہے پھر اس نے ارادہ کیا۔ [2]

بیان:

یہاں ارادے سے مراد احداث اور وجود دینا ہے جیسے اس پر روایت میں نص موجود ہے جو روایت آئے گی اس سے مراد وہ ارادہ نہیں جو اللہ کی عین ذات ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔ [3]

2/369 الکافی،۱/۱۰۹/۳/۱ القمیان عن صفوان قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي اَلْحَسَنِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ أَخْبِرْنِي عَنِ اَلْإِرَادَةِ مِنَ اَللَّهِ وَ مِنَ اَلْخَلْقِ قَالَ فَقَالَ اَلْإِرَادَةُ مِنَ اَلْخَلْقِ اَلضَّمِيرُ وَ مَا يَبْدُو لَهُمْ بَعْدَ ذَلِكَ

---

[1] مرآۃ العقول: ۲/۱۱

[2] التوحید: ۱۴۶؛ مختصر البصائر: ۳۶۵؛ الفصول المہمہ: ۱/۱۹۳؛ تفسیر کنز الدقائق: ۱۱/۱۰۴؛ بحار الانوار: ۴/۱۴۴ و ۵۴/۳۸ و ۱۴۳؛ تفسیر نور الثقلین: ۴/۳۹۷

[3] مرآۃ العقول: ۲/۱۵

مِنَ ٱلْفِعْلِ وَأَمَّا مِنَ ٱللَّهِ تَعَالَى فَإِرَادَتُهُ إِحْدَاثُهُ لاَ غَيْرُ ذَلِكَ لِأَنَّهُ لاَ يُرَوِّي وَلاَ يَهُمُّ وَلاَ يَتَفَكَّرُ وَهَذِهِ ٱلصِّفَاتُ مَنْفِيَّةٌ عَنْهُ وَهِيَ صِفَاتُ ٱلْخَلْقِ فَإِرَادَةُ ٱللَّهِ ٱلْفِعْلُ لاَ غَيْرُ ذَلِكَ يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ بِلاَ لَفْظٍ وَلاَ نُطْقٍ بِلِسَانٍ وَلاَ هِمَّةٍ وَلاَ تَفَكُّرٍ وَلاَ كَيْفَ لِذَلِكَ كَمَا أَنَّهُ لاَ كَيْفَ لَهُ.

صفوان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپ مجھے اللہ کا ارادہ اور مخلوق کے ارادہ کے بارے میں بتائیں۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: مخلوق کا ارادہ اس کی ضمیر ہے اور وہ اندرونی آواز ہے، وہ اس کے بعد مخلوق کا فعل ہوتا ہے (یعنی پہلے ضمیر کی آواز آتی ہے پھر وہ کام کرتے ہیں) لیکن اللہ کا ارادہ ہے وہ اس کا ایجاد ہونا ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے کیونکہ وہ غور وفکر نہیں کرتا، وہ ہمت نہیں کرتا، وہ تفکر نہیں کرتا، اور یہ سارے اوصاف اس سے نفی شدہ ہیں کیونکہ یہ سارے اوصاف مخلوق کے اوصاف ہیں۔ پس اللہ کا ارادہ وہی اس کا فعل ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور وہ اس کے لیے کہتا ہے کن یعنی ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے بغیر لفظ کے اور بغیر نطق لسانی اس کے ہاں ہمت کرنا اور تفکر کرنا نہیں ہے اور اس کے لیے کیف نہیں ہے (کہ یہ کیسے کرتا ہے) کیونکہ خود اس کے لیے کیف نہیں ہے۔[1]

بیان:

یہاں الضمیر یعنی فعل کا تصور کرنا۔

و ''ما یبدو لھم بعد ذلك'' یعنی ضمیر میں اور دل میں ارادہ کرنا پھر اس کو ظاہر کرنا اور وہ اس میں فائدے اور نفع کا عقیدہ ہے پھر اس کے بارے میں سوچنا پھر محنت کرنا پھر اس سے شوق بڑھانا پھر اس کی تاکید کرنا اس طرف کہ اس پر اجماع پر پہنچے جو باعث کو اس کو انجام دینے کا اور یہ سارا ارادہ ہے ہم میں جو ہماری ذات اور ہمارے کام کو کرنے کے درمیان واسطہ ہے۔

اور امام علیہ السلام کا قول: ''من الفعل'' یعنی انجام دینے کے اسباب میں سے اور احتمال ہے کہ ضمیر کا معنی یہ ہو کہ ان چیزوں کا مجموعہ جو واسطہ ہیں

و ''ملہ بدو'' یہ فعل کی معنی میں ہے یعنی انجام دینے کی معنی میں

اور ''من'' بیانیہ ہے ''ما'' کے لیے اور یہ لفظ کے ساتھ موافق تر ہے۔

اور اس کی تائید امام علیہ السلام کا قول کرتا ہے کہ فرمایا: ''لاغیر'' اور جناب قدسی میں مترتب ہوتا ہے فعل اور انجام دینا

[1] التوحید: ۱۴۷؛ عیون اخبار الرضاؑ: ۱/ ۱۱۹؛ تفسیر البرہان: ۴/ ۵۸۴ و ۳/ ۴۲۲ و ۱/ ۳۱۵؛ تفسیر کنز الدقائق: ۱۱/ ۱۰۵؛ تفسیر نور الثقلین: ۴/ ۳۹۷؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۱۹۴؛ مجمع البحرین: ۳/ ۵۶؛ مختصر البصائر: ۳۶۶؛ بحار الانوار: ۴/ ۱۳۷؛ قاموس قرآن: ۳/ ۱۴۷؛

جو کہ ارادہ ہے اس کی احدیت کی ذات پر ہونے کے اعتبار سے جو کہ ارادہ ہے دوسرے اعتبار سے کہ اس کی ذات اور فعل انجام دینے کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے اس کے افعال اختیاری یعنی صفات سے کے درمیان اور وہ حالات جو ذات کے لیے عارض ہوتے ہیں ان کے درمیان کوئی واسطہ نہیں۔

اور وہ خود ذات قیوم، واحد، احد ارادہ کرتی ہے جس کو چاہتی ہے اور انجام دیتی ہے جیسے وہ اشیاء کا علم رکھتی ہے اور جیسے اس کے افعال اختیاری کے لیے مشیت ہے وہاں نہ ارادہ اور نہ مشیت خود ذات کے مقابلے میں ہے مگر وہ خود فعل اور پیدا کرنا ہے یہاں ارادہ اور مشیت اس کے ارادے کی ہی معنی میں ہیں دوسری معنی میں۔

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔ [1]

3/370 الکافی،۱/۲/۱۰۹/۱ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ عَنِ اَلْحُسَيْنِ بْنِ اَلْحَسَنِ عَنْ بَكْرِ بْنِ صَالِحٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَسْبَاطٍ عَنِ اَلْحَسَنِ بْنِ اَلْجَهْمِ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ أَعْيَنَ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ عِلْمُ اَللَّهِ وَ مَشِيئَتُهُ هُمَا مُخْتَلِفَانِ أَوْ مُتَّفِقَانِ فَقَالَ اَلْعِلْمُ لَيْسَ هُوَ اَلْمَشِيئَةَ أَ لاَ تَرَى أَنَّكَ تَقُولُ سَأَفْعَلُ كَذَا إِنْ شَاءَ اَللَّهُ وَ لاَ تَقُولُ سَأَفْعَلُ كَذَا إِنْ عَلِمَ اَللَّهُ فَقَوْلُكَ إِنْ شَاءَ اَللَّهُ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّهُ لَمْ يَشَأْ فَإِذَا شَاءَ كَانَ اَلَّذِي شَاءَ كَمَا شَاءَ وَ عِلْمُ اَللَّهِ اَلسَّابِقُ لِلْمَشِيئَةِ۔

بکیر بن اعین بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام کی خدمت اقدس میں عرض کیا: آیا اللہ کا علم اور اس کی مشیت یہ دونوں مختلف ہیں یا دونوں متفق ہیں؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: یہ دونوں الگ الگ ہیں۔ العلم مشیت نہیں ہے۔ کیا تو دیکھتا نہیں ہے کہ جب تو کہتا ہے میں ایسا کروں گا اگر خدا نے چاہا لیکن تو یہ نہیں کہتا ہے کہ میں ایسا کروں گا اگر اللہ نے جانا اور تیرا یہ کہنا انشاء اللہ یہ دلیل ہے اس پر کہ وہ نہیں چاہتا پس جب وہ چاہے گا تو وہ ہو جائے جیسا اس نے چاہا اللہ کا علم اس کے ارادہ و مشیت سے پہلے ہے۔ [2]

بیان:

دونوں مخالف ہیں یا متفق ہیں یعنی: دونوں معانی متغایر ہیں یا ایک ہی معنی میں ہیں۔

---

[1] مرآۃ العقول: ۲/ ۱۷؛ دروس فی مسائل: ۲۵۱

[2] التوحید: ۳۴۶؛ مختصر البصائر: ۳۶۵؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۱۹۴؛ بحار الانوار: ۴/ ۱۴۴

''دلیل علی انہ لم یشأ''یعنی بعد میں نہیں چاہتا اور یہاں مشیت سے مراد وجود میں لانا اور ایجاد کرنا ہے اور اس کی مغایرت، علم کے لیے واضح ہے۔

اور مشیت اس کی ذات ہے اس اعتبار سے کہ وہ مختار ہے جس چیز کا اختیار کرے بس اس کی علم کے مغایرت اعتباری سے ہے۔

و''علم اللہ السابق المشیۃ''یعنی: اللہ کا علم سابق ہے مشیت پر،

بس علم اللہ مضاف اور مضاف الیہ مبتدا اور السابق المشیۃ اس کی خبر ہے اور یہ اس طرح ہے کہ کہا جائے زید الحسن الوجہ۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔ ①

4/371 الکافی،۱/۱۱۰/۴/۱ الثلاثۃ عن ابن أذینۃ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: خَلَقَ اَللَّهُ اَلْمَشِيئَةَ بِنَفْسِهَا ثُمَّ خَلَقَ اَلْأَشْيَاءَ بِالْمَشِيئَةِ.

ابن اذینہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ نے مشیت کو خود خلق کیا ہے اور پھر تمام اشیاء کو مشیت کے ذریعے خلق کیا ہے۔ ②

بیان:

سید داماد رہ نے کہا: یہاں مشیت سے مراد بندوں کی ان کے اختیاری افعال کے لیے مشیت ہے۔ خدا کے مخلوق کی مشیت کے مقدس ہونے کی وجہ سے جو زائد ہے اس کی ذات پر اور اشیاء کے ذریعے ان فعل مترتب ہوتے ہیں اس مشیت پر اور اس لیے شبہ پیدا ہوتا ہے کبھی مشیت وارد ہوتی ہے یہاں، اگر بندوں کے افعال ان کے ارادوں پر سبقت لیتے تو ایک ارادہ دوسرے ارادہ پر سبقت لیتا اور ارادے مسلسل رہتے انتہا تک نہ پہنچے۔

میں کہتا ہوں کہ: جو ذکر کیا ہے وہ حدیث کے ظاہر کے مخالف ہے اور کیسے اس کے لیے مشیت مخلوق نہیں ہوتی۔

اور اس میں ابن مسلم کی آنے والی حدیث نص ہے

عبد کی مشیت کے ساتھ تاویل کرنے کا احتمال نہیں عبد کی مشیت کے حدوث کے ظاہر ہونے کی وجہ سے بس یہ ذکر کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا اس کے باوجود کہ مقام اللہ کی صفات کے ذکر کا ہے اور باب کو وضع ہی اس لیے کیا گیا

---

① مرآۃ العقول: ۲/۱۶

② التوحید: ۳۴۷؛ مختصر البصائر: ۳۶۷؛ بحار الانوار: ۴/۱۴۵؛ الفصول المہمۃ: ۱/۱۹۵

ہے جس طرح وہ ظاہر ہے۔

بس حقیقت یہ ہے کہ کہا جائے کہ مشیت کے دو معانی ہیں۔

ایک: جو متعلق ہے شائی کے ساتھ اور یہ صفت کمالیہ قدیمہ ہے جو خود اس کی ذات ہے اور مشیت اللہ کی ذات ہے کہ جیسے وہ اختیار کرے وہی خیر اور صلاح ہے۔

اور دوسری: متعلق کے مشئے کے ساتھ اور وہ حادث ہے مخلوق کو پیدا کرنے کے ذریعے اور مخلوق اس سے مختلف نہیں ہوتی اور وہ اس کی ایجاد ہے اس کے اختیار کے حساب سے اور وہ اس کی ذات پر اور مخلوقات پر زائد صفت نہیں ہے بلکہ یہ نسبت ہے ان دونوں کے درمیان جو پیدا ہوتی ہے مخلوقات کے پیدا کرنے کے ذریعے ان دونوں کی فرعیت کی وجہ سے جو دونوں ایک ساتھ منتسب ہیں۔

اور آپ نے اس کی تحقیق جان لی جو ہم نے پہلے آپ کے حوالے کی ہے۔

جب اس کو آپ نے سمجھا تو ہم حدیث کی شرح اور اس کے معنی کے بیان میں اللہ کو معین قرار دیتے ہوئے کہیں گے کہ: جب یہاں شبہ کے گمان ہے اور یہ کہ اگر اللہ اشیاء کو مشیت کے ذریعے خلق کرتا ہے تو پھر مشیت کے کس کے ذریعے خلق کرتا ہے کیا ایک دوسری مشیت کے ذریعے خلق کرتا ہے مشیت کو؟ تو اس طرح یہ لازم آئے گا کہ ہر مشیت سے پہلے ایک اور مشیت ہو یہاں تک کہ اس کی کوئی انتہا نہیں ہوتی۔

بس امام علیہ السلام نے فرمایا: بتحقیق اشیاء مخلوق ہیں مشیت کے ذریعے اور خود مشیت کا خلق کرنا محتاج نہیں دوسری مشیت کا بلکہ یہ خود مخلوق ہے کیونکہ یہ نسبت اور راضافہ ہے شائی اور مشئے کے درمیان جو نسبت حاصل ہوتی ہے۔ دو وجود علمی اور عینی کے ذریعے اور اس لیے مخلوق کی نسبت دی اللہ سبحانہ وتعالی کی طرف کیونکہ دونوں وجود اس کے لیے ہیں اور اس میں ہیں اور اس سے ہیں۔

اور امام علیہ السلام کے قول میں ہے "بنفسھا" یعنی بنفسہ نہیں کہا اس میں لطیف اشارہ ہے اس کی طرف جس کی مثال یہ ہے جو کہا گیا کہ: بتحقیق اشیاء وجود لیتی ہیں وجود سے بس خود وجود دوسرے وجود کا محتاج نہیں بلکہ بتحقیق وہ وجود لیتا ہے خود فافھم راشدا سمجھو ہدایت پانے کے لیے۔

تحقیق اسناد:

حدیث حسن ہے [1] لیکن میرے نزدیک حدیث صحیح ہے۔ (واللہ اعلم)

5/372 الکافی،۱/۱۱۰/۷/۱ العدة عن البرقی عن أبیه عن ابن أبي عمیر عن ابن أذینة عن محمد عن أبي

[1] مرآۃ العقول: ۲/ ۱۸

عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: اَلْمَشِيئَةُ مُحْدَثَةٌ.

محمد سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: مشیت محدثہ (یعنی ایجاد شدہ) ہے۔ [1]

بیان:

ارادہ کیا اس مشیت سے وجود میں لانے اور ایجاد کا نہ کہ مشیت کے اس کی ذات کے ہونے کا اس حساب سے کہ جس کو چاہے اختیار کرے۔

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔ [2]

6/373 الکافی،۱/۱۱۰/۵/۱ العدة عن البرقی عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عِيسَى عَنِ اَلْمَشْرِقِيِّ حَمْزَةَ بْنِ اَلْمُرْتَفِعِ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِنَا قَالَ: كُنْتُ فِي مَجْلِسِ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ إِذْ دَخَلَ عَلَيْهِ عَمْرُو بْنُ عُبَيْدٍ فَقَالَ لَهُ جُعِلْتُ فِدَاكَ قَوْلُ اَللَّهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى (وَ مَنْ يَحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِي فَقَدْ هَوىٰ) مَا ذَلِكَ اَلْغَضَبُ فَقَالَ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ هُوَ اَلْعِقَابُ يَا عَمْرُو إِنَّهُ مَنْ زَعَمَ أَنَّ اَللَّهَ قَدْ زَالَ مِنْ شَيْءٍ إِلَى شَيْءٍ فَقَدْ وَصَفَهُ صِفَةَ مَخْلُوقٍ وَ إِنَّ اَللَّهَ تَعَالَى لاَ يَسْتَفِزُّهُ شَيْءٌ فَيُغَيِّرَهُ.

المشرقی حمزہ بن المرتفع اپنے بعض اصحاب سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حضرت ابوجعفر محمد باقر علیہ السلام کی محفل میں موجود تھے کہ آپ کی محفل میں عمرو بن عبید داخل ہوا اور کہا: میں آپ پر قربان ہو جاؤں! خدا کے اس فرمان "ہر وہ جس پر غضب واقع ہو گا وہ سقوط کر جائے گا۔ (طٰہٰ:۸۱)۔" میں اس غضب سے کیا مراد ہے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: اس کے غضب سے مراد اس کا عقاب ہے۔ اے عمرو! جو یہ گمان کرتا ہے کہ خدا ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہوتا ہے تو اس نے مخلوق کے اوصاف سے ان کی صفت بیان کی ہے اللہ تعالیٰ کو کوئی چیز اپنی حالت سے بدل نہیں سکتی تا کہ تبدیل ہو جائے۔ [3]

بیان:

حدیث کی سند کتاب "توحید صدوق" میں اس طرح ہے: احمد بن ادریس نے، احمد بن ابی عبداللہ سے، محمد بن

---

[1] مختصر البصائر: ۳۶۶؛ بحار الانوار: ۴/ ۱۴۴

[2] مراۃ العقول: ۲/ ۲۲

[3] التوحید: ۱۶۸؛ معانی الاخبار: ۱/ ۱۸؛ تفسیر نور الثقلین: ۳/ ۳۸۶؛ تفسیر الصافی: ۳/ ۳۱۴؛ بحار الانوار: ۴/ ۴۲؛ تفسیر کنز الدقائق: ۸/ ۳۳۵؛ تفسیر البرہان: ۳/ ۷۶۸؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۱۹۸؛ قاموس قرآن: ۵/ ۱۰۴؛ مجمع البحرین: ۲/ ۱۳۳

عیسیٰ الیقطینی سے، المشرقی سے،حمزہ بن الربیع سے،اس نے ان سے جوکوذ کر کیا ہے۔

اس نے کہا: میں تھا، پھر حدیث ہے۔۔۔۔۔۔۔۔

المشرقی ''فاء'' کے ساتھ اور کہا گیا ہے ''قاف'' کے ساتھ وہ ہشام بن ابراہیم العباسی اور حمزہ بن الربیع ہے اور وہ ابن الربیع المصلوب علی التشیع ہے۔

اور صدوق کی روایت میں، لایستفزہ شئ ولا یغیرہ

جیسے تم کہو کہ استفززتہ میں نے اس کو ڈرایا سرگردان کیا جزع وفزع میں مبتلا کیا اس کے دل کو حیران کیا اور اس کو خفیف کیا۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔[1]

7/374 الکافی،۱/۱۱۰/۶/۱ علی عَنْ أَبِيهِ عَنِ ٱلْعَبَّاسِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ هِشَامِ بْنِ ٱلْحَكَمِ: فِي حَدِيثِ ٱلزِّنْدِيقِ ٱلَّذِي سَأَلَ أَبَا عَبْدِ ٱللَّهِ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ فَكَانَ مِنْ سُؤَالِهِ أَنْ قَالَ لَهُ فَلَهُ رِضًا وَ سَخَطٌ فَقَالَ أَبُو عَبْدِ ٱللَّهِ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ نَعَمْ وَلَكِنْ لَيْسَ ذَلِكَ عَلَى مَا يُوجَدُ مِنَ ٱلْمَخْلُوقِينَ وَ ذَلِكَ أَنَّ ٱلرِّضَا حَالٌ تَدْخُلُ عَلَيْهِ فَتَنْقُلُهُ مِنْ حَالٍ إِلَى حَالٍ لِأَنَّ ٱلْمَخْلُوقَ أَجْوَفُ مُعْتَمِلٌ مُرَكَّبٌ لِلْأَشْيَاءِ فِيهِ مَدْخَلٌ وَ خَالِقُنَا لاَ مَدْخَلَ لِلْأَشْيَاءِ فِيهِ لِأَنَّهُ وَاحِدٌ وَاحِدِيُّ ٱلذَّاتِ وَاحِدِيُّ ٱلْمَعْنَى فَرِضَاهُ ثَوَابُهُ وَ سَخَطُهُ عِقَابُهُ مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ يَتَدَاخَلُهُ فَيُهَيِّجُهُ وَ يَنْقُلُهُ مِنْ حَالٍ إِلَى حَالٍ لِأَنَّ ذَلِكَ مِنْ صِفَةِ ٱلْمَخْلُوقِينَ ٱلْعَاجِزِينَ ٱلْمُحْتَاجِينَ.

ہشام بن الحکم نے ایک حدیث کو نقل کیا ہے کہ جس میں ایک زندیق نے امام ابوعبداللہ علیہ السلام سے سوال کیا: کہا جاتا ہے کہ وہ راضی بھی ہوتا ہے اور ناراض بھی تو اس سے کیا مراد ہے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: ہاں وہ راضی بھی ہوتا ہے اور ناراض بھی لیکن ایسے نہیں جیسے مخلوق راضی اور ناراض ہوتی ہے کہ خوشی ایک حالت ہوتی ہے جو ان پر طاری ہوتی ہے تو ان کو منتقل کر دیتی ہے ایک حال سے دوسرے حال میں کیونکہ ان کے لیے پیٹ (شکم) ہوتا ہے اور وہ مخلوق مرکب ہے مختلف اجزا سے ہر چیز کو داخل ہونے کا راہ مل جاتا ہے۔ لیکن ہمارا خالق ایسا نہیں ہے اس میں اشیاء کو مدخل حاصل نہیں کیونکہ وہ واحد ہے یکتا ہے ذات میں اور معانی میں بھی یکتا ہے پس اس کی رضا سے اس کا اجر وثواب مراد ہے اور اس کی سخط وناراضگی سے اس کا عقاب

[1] مرآۃ العقول: ۲/۲۰

مراد ہے۔اس میں کوئی چیز تاثیر نہیں کرتی تا کہ برانگیختہ ہو جائے اور ایک حال سے دوسرے حال میں بدل جائے کیونکہ یہ سارے اوصاف مخلوق کے ہیں کہ جو عاجز ومحتاج ہیں وہ ایسا نہیں ہے۔[1]

بیان:

کتاب توحید میں ہے کہ: ''ان الرضا دخال''

بتحقیق رضا اور خوشنودی حائل ہوتی ہے اور دخالت کرتی ہے ایک حال سے دوسرے حال کی طرف لے جاتی ہے

واحدی الذات احدی المعنی اس میں دونوں واو کے بغیر ہے۔

بتحقیق مخلوق اندر سے خالی ہے کیونکہ وہ حقیقت کو مخلوط کر دیتی ہے اس میں عدم اور وجود کی ترکیب ہے۔

جس طرح اس کا بیان گذرا النسبۃ کے باب میں

اور اس کی طرف اشارہ ہے امام علیہ السلام کے قول ''مرکب'' کے ساتھ۔

اور اس میں اشارہ ہے الصمد کے خدا پر اطلاق کرنے کے جواز کا اس معنی میں کہ اس کا اندر خالی نہیں ہے

"المعتمل"

وہ شخص جس کے لیے اس کا غیر کام کرے۔

اور شیخ صدوق نے کا اضافہ کیا ہے امام علیہ السلام کے قول کے بعد ''المحتاجین'' کو

اور وہ خداوند متعال ہے جو ایسا قوی اور عزیز ہے جو کو کسی چیز کی حاجت نہیں اپنی مخلوق میں اور ساری مخلوق اس کی محتاج ہے بتحقیق اس نے اشیاء کو خلق کیا ہے بغیر حاجت اور سبب کے بلکہ اختراع کیا اور ابداع کیا

امام علیہ السلام کے اس قول ''من غیر حاجۃ'' میں کہا گیا ان افعال اختیاری کی مبادی کی نفی ہے جو ہم میں پائے جاتے ہیں خدا سے اور اس کے افعال اختیاری سے۔

اور ان کا قول ''ولا سبب'' تصریح ہے اس کی کہ بتحقیق انتہائی حقیقی سبب، اس کے افعال کے لیے غایۃ الغایات ہے اس کی ذات اور کوئی امر نہیں اس کی ذات کے مخالف

ان کا کلام ختم ہوا

"الاختراع" یعنی مطلق پیدا کرنا

و''الابتداع''یعنی مثال کے بغیر پیدا کرنا

ابوجعفر محمد بن یعقوب الکلینی رحمہ اللہ نے اس باب کے آخر میں کہا: صفات الذات اور صفات الفعل میں کامل

---

[1] التوحید: ۱۶۹؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۱۹۹؛ بحار الانوار: ۳/ ۲۶؛ معانی الاخبار: ۱/ ۲۰؛ تفسیر کنز الدقائق: ۱۲/ ۲۴۶؛ تفسیر نور الثقلین: ۵/ ۴۳؛ قاموس قرآن: ۳/ ۲۴۵

قول یہ ہے کہ بتحقیق دونوں چیزوں کے ساتھ اللہ کی وصف ہوتی ہے اور دونوں وجود میں ہیں بس یہ صفت فعل ہے اور اس جملے کی تفسیر یہ ہے کہ بتحقیق تم ثابت کرو وجود میں جو وہ ارادہ کرتا ہے اور وہ جو وہ ارادہ نہیں کرتا اور وہ جو اس کو راضی کرے اور جو اس کو ناراض کرے اور کیا پسند کرتا ہے اور کیا نہیں کرتا۔

بس اگر ارادہ ہو صفات الذات سے جیسے علم اور قدرت تو جو ارادہ نہیں کرتا وہ ناقص ہو گا اس صفت کی وجہ سے کیا نہیں دیکھا ہم نہیں پاتے وجود میں ایسی چیز جو وہ نہیں جانتا ہو اور وہ چیز جس پر وہ قادر نہ ہو اور اسی طرح ہیں اس کی ازلی ذات کی صفات آخر تک۔

جو بات اس شخص نے کہی اس چیز کا یہاں داخل کرنا ضروری نہیں زیادہ بیان کرنے کے لیے لیکن اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بتحقیق خدا کی وہ صفات جو مخلوقات کی طرف نسبت کے ساتھ مختلف ہوتی ہیں تو وہ فعل کی صفات ہیں اور جو مخلوقات کی طرف نسبت سے مختلف نہیں ہوتیں بلکہ وہ سب کو شامل ہیں ایک ہی طریقے سے تو وہ ذات کی صفات ہیں اور ہم نے اس پر ابواب کے اول میں تحقیق کی اس سے بڑھنے کی ضرورت نہیں۔

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے۔ [1]

۴۵_باب حدوث الأسماء

حدوث الاسماء

1/375 الكافى،١/١/١١٢/١ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ أَبِي حَمَّادٍ عَنِ اَلْحُسَيْنِ بْنِ يَزِيدَ عَنِ اَلْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: إِنَّ اَللَّهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى خَلَقَ اِسْماً بِالْحُرُوفِ غَيْرَ مُتَصَوَّتٍ وَ بِاللَّفْظِ غَيْرَ مُنْطَقٍ وَ بِالشَّخْصِ غَيْرَ مُجَسَّدٍ وَ بِالتَّشْبِيهِ غَيْرَ مَوْصُوفٍ وَ بِاللَّوْنِ غَيْرَ مَصْبُوغٍ مَنْفِيٌّ عَنْهُ اَلْأَقْطَارُ مُبَعَّدٌ عَنْهُ اَلْحُدُودُ مَحْجُوبٌ عَنْهُ حِسُّ كُلِّ مُتَوَهِّمٍ مُسْتَتِرٌ غَيْرُ مَسْتُورٍ فَجَعَلَهُ كَلِمَةً تَامَّةً عَلَى أَرْبَعَةِ أَجْزَاءٍ مَعاً لَيْسَ مِنْهَا وَاحِدٌ قَبْلَ اَلْآخَرِ فَأَظْهَرَ مِنْهَا ثَلاَثَةَ أَسْمَاءٍ لِفَاقَةِ اَلْخَلْقِ إِلَيْهَا وَ حَجَبَ مِنْهَا وَاحِداً وَ هُوَ اَلاِسْمُ اَلْمَكْنُونُ اَلْمَخْزُونُ فَهَذِهِ اَلْأَسْمَاءُ اَلَّتِي ظَهَرَتْ فَالظَّاهِرُ هُوَ اَللَّهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى وَ سَخَّرَ سُبْحَانَهُ لِكُلِّ اِسْمٍ

[1] مرآۃ العقول: ۲/۲۱

مِنْ هَذِهِ ٱلْأَسْمَاءِ أَرْبَعَةَ أَرْكَانٍ فَذَلِكَ اِثْنَا عَشَرَ رُكْناً ثُمَّ خَلَقَ لِكُلِّ رُكْنٍ مِنْهَا ثَلاَثِينَ اِسْماً فِعْلاً مَنْسُوباً إِلَيْهَا فَهُوَ (اَلرَّحْمٰنُ اَلرَّحِيمُ) (اَلْمَلِكُ اَلْقُدُّوسُ) (اَلْخَالِقُ اَلْبَارِئُ اَلْمُصَوِّرُ) (اَلْحَيُّ اَلْقَيُّومُ لاَ تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلاَ نَوْمٌ) (اَلْعَلِيمُ اَلْخَبِيرُ) (اَلسَّمِيعُ اَلْبَصِيرُ) اَلْحَكِيمُ (اَلْعَزِيزُ اَلْجَبَّارُ اَلْمُتَكَبِّرُ) (اَلْعَلِيُّ اَلْعَظِيمُ) اَلْمُقْتَدِرُ اَلْقَادِرُ (اَلسَّلاَمُ اَلْمُؤْمِنُ اَلْمُهَيْمِنُ) اَلْبَارِئُ اَلْمُنْشِئُ اَلْبَدِيعُ اَلرَّفِيعُ اَلْجَلِيلُ اَلْكَرِيمُ اَلرَّازِقُ اَلْمُحْيِي اَلْمُمِيتُ اَلْبَاعِثُ اَلْوَارِثُ فَهَذِهِ ٱلْأَسْمَاءُ وَ مَا كَانَ مِنَ ٱلْأَسْمَاءِ اَلْحُسْنَى حَتَّى تَتِمَّ ثَلاَثَ مِائَةٍ وَ سِتِّينَ اِسْماً فَهِيَ نِسْبَةٌ لِهَذِهِ ٱلْأَسْمَاءِ اَلثَّلاَثَةِ وَ هَذِهِ ٱلْأَسْمَاءُ اَلثَّلاَثَةُ أَرْكَانٌ وَ حَجَبَ اَلاِسْمَ اَلْوَاحِدَ اَلْمَكْنُونَ اَلْمَخْزُونَ بِهَذِهِ ٱلْأَسْمَاءِ اَلثَّلاَثَةِ وَ ذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى (قُلِ اُدْعُوا اَللّٰهَ أَوِ اُدْعُوا اَلرَّحْمٰنَ أَيًّا مَا تَدْعُوا فَلَهُ ٱلْأَسْمَاءُ اَلْحُسْنىٰ).

ابراہیم بن عمر نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اسم کو حروف سے خلق کیا لیکن حروف کی آواز نہیں تھی، وہ لفظ بولا نہیں جاتا تھا اور اس کا وجود تھا لیکن جسم نہیں تھا، تشبیہ تھی لیکن وہ موصوف نہ تھا، رنگ تھا لیکن کسی پر لگا ہوا نہیں تھا، اطراف کی اس سے نفی تھی اور حدود سے دور تھا، ہر متوہم کی حس سے پوشیدہ تھا اور وہ بغیر پردے کے چھپا ہوا تھا۔ پس خدا نے اس کو ایسا کلمہ قرار دیا جو چار اجزا پر تام و مکمل ہو رہا تھا اور وہ چار اجزا ایک ساتھ تھے کوئی بھی دوسرے سے قبل نہ تھا۔ پھر خدا نے ان چار سے تین اسماء کو ظاہر کیا کیونکہ مخلوق کو ان کی احتیاج تھی اور ایک کو پوشیدہ رکھا اور وہی پوشیدہ اور خزانہ خدا میں رہا۔ پس وہ اسماء جو اس نے ظاہر فرمائے ہیں پس وہ اللہ تعالیٰ ظاہر ہے اور اس نے ان اسماء میں سے ہر اسم کے لیے چار ارکان کو مسخر فرمایا اور یہ بارہ رُکن ہو گئے اور پھر ہر رکن سے اس نے تیس اسماء کو خلق کیا جو ہر ایک فعل ہے جو انکی طرف منسوب ہے۔ لہٰذا وہ رحمن، الرحیم، ملک، قدوس، خالق، الباری، مصور، الحی القیوم ہے، اس کو نہ اونگھ آتی اور نہ نیند، وہ العلیم و خبیر ہے، سمیع و بصیر، حکیم و عزیز، جبار و مکتبر ہے، وہ العلی العظیم ہے، مقتدر و القادر ہے، اسلام، مومن، محقق، منشی (ایجاد کرنے والا) البدیع (ظاہر کرنے والا) رفیع، الجلیل، الکریم، الرازق، المحی، الممیت، الباعث اور وارث ہے۔ پس یہ اسماء ہیں اور یہی اسماء اسماء حسنیٰ ہیں یہاں تک کہ ۳۶۰ کامل و مکمل ہوتے ہیں۔ ان سب اسماء کی نسبت ان تین اسماء کی طرف ہے اور ایک اسم جو مکنوں مخزون ہے ان اسماء کی وجہ سے مکنون ہے۔ اور اللہ کے قول "خواہ اس کو اللہ کہہ کر پکارو یا الرحمٰن کہہ کر پکارو جس بھی نام سے پکارو اس کے لیے اسماء حسنیٰ

ہیں۔(الاسراء:۱۱۰)۔'' کا یہی مطلب ہے۔ ①

بیان:

اسم وہ چیز ہے جو دلالت کرتی ہے اس ذات پر جس کی کسی معین صفت کے ساتھ وصف کی جائے چاہے وہ لفظ میں ہو یا ان حقائق میں سے حقیقت ہو جو ظاہر میں موجود ہے۔

پس بتحقیق دلالت جس طرح الفاظ کے ذریعے ہوتی ہے اس طرح ذوات کے ذریعے ہوتی ہے دونوں میں کسی فرق کے بغیر اس میں کہ جس کو تاویل کیا جائے معنی کی طرف بلکہ ہر موجود، خدا سے صادر شدہ کلام کے مقام پر ہے جو دلالت کرتا ہے اس کی توحید اور تمجید پر، بلکہ وجود میں سے ہر ایک بصائر رکھنے والوں کے پاس وحدانیت کی تسبیح اور تقدیس کرنے والی ایک بولنے والی زبان ہے جس طرح خدا نے فرمایا: اور کوئی شۓ نہیں مگر اللہ کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے۔(الاسرار:۴۴)۔''

بلکہ تمام موجودات اللہ کی تسبیح اور ذکر کرتے ہیں نتیجے میں ان کی تسبیح سے سمجھا جاتا ہے اللہ کی وحدانیت اور علم اور اس کے دوسری کمال کی صفات کے ساتھ متصف ہونے اور نقص و زوال کی صفات سے تقدس کو امام علیہ السلام کا قول'' مستتر'' استتار سے ہے اور'' غیر مستر'' تستیر سے ہے اسم مفعول کا صیغہ ہے جو اشارہ ہے اس طرف کہ اس کا چھپا ہونا اور اس کا دسترس نہ ہونا بتحقیق یہ بصائر اور ابصار کے ضعیف ہونے کی وجہ سے ہے نہ کہ بتحقیق اس پر چھپے رہنے کا پردہ ہو اور گویا وہ اسم جو مذکورہ صفات کے ساتھ وصف ہوا ہے۔وہ اشارہ ہے اس مخلوق کی طرف جو اللہ نے سب سے پہلے خلق کی جیسا کہ اس کا ذکر گزر را باب العقل میں گزرا ہے یعنی نور محمدی اور روح احمدی اور عقل کلی اور اس کے چار اجزاء اشارہ ہیں اس الٰہیت کی جہت کی طرف اور عوالم ثلاثہ جو اس پر مشتمل ہیں یعنی عالم العقل جو خالی ہے مادے اور صورتوں سے اور عالم خیال جو فقط مادے خالی ہے صورتیں اس میں موجود ہیں اور عالم اجسام جو مادوں کے لیے مقارن ہے کہ طرف۔

دوسری عبارت میں یہ کہ اشارہ ہے حس اور خیال اور عقل اور سر کی طرف تیسرے کے ساتھ یعنی عقل کے ساتھ اشارہ کیا ہے ظاہر اور غیب اور غیب الغیب اور غیب الغیوب کی طرف اور چوتھے کے ساتھ یعنی سر کے ساتھ اشارہ کیا ہے ملک و ملکوت اور جبروت اور لاہوت کی طرف اور اجزاء کی معیت۔یعنی ان سے ہر ایک دوسرے کے لیے لازم ہے اور اس کا اس پر توقف کلمہ کی تمامیت میں اور اس کا مکنون جز جو سر الٰہی ہے اور غیب لاہوتی۔

امام علیہ السلام کا قول ہے کہ یہ اسماء جو ظاہر ہوئے ہیں۔

---

① التوحید:۱۹۰؛ تفسیر کنز الدقائق:۷/۵۳۲؛ عوالم العلوم:۲۰/۱۰۴؛ بحار الانوار:۴/۱۶۶؛ تفسیر نور الثقلین:۳/۲۳۲؛ مجمع البحرین:۱/۲۲۶

اس طرح میں نے دیکھا ہے کافی کے نسخوں میں اور حقیقت بھذہ الاٗسماء ہے"باء" کے ساتھ۔
جیسے اس کو نقل کیا صدوق طاب ثراہ نے "کتاب توحید" میں اور اس پر دوسری حدیث دلالت کرتی ہے جب فرمایا: اور اسم واحد مکنون مخزون کے حجاب ان تین اسماء کے ذریعے سے ہیں بس ظاہر اللہ ہے یعنی ان اسماء ثلاثة کے ذریعے جو ظاہر ہے وہ اسم اللہ ہے بس بتحقیق مسمی ظاہر ہوتا ہے اسم سے اور اسم کے ذریعے پہچانا جاتا ہے اور چاروہ ارکان حیات موت رزق اور علم جن کے لیے چار ملائکہ موکل کیے گئے ہیں وہ اسرافیل اور عزرائیل اور میکائیل اور جبرائیل ہیں پہلے کا کام صور اور مادوں کے اجساد میں روح پھونکنا ہے اور ان کو حس اور حرکت کی طاقت دینا ہے تا کہ ان کا شوق اور طلب کرنا بڑھے اور اس کے لیے ارتباط ہے مفکرہ چیزوں کے ساتھ اور وہ نہ ہوتا تو کسی کو بھی کمال کے حاصل کرنے کا شوق اور حرکت نہ ملتی۔
اور دوسرے کا کام ارواح اور صورتوں کا اجساد اور مادوں سے خالی کرنا ہے اور بدنوں سے نفسوں کا خارج کرنا ہے اور اس کے لیے ارتباط ہے مصورہ چیزوں کے ساتھ اگر وہ نہ ہوتا تو اجسام میں تبدیلیاں اور انقلاب نہ ہوتے اور نفوس میں کمال کا طلب کرنا اور فکری انتقالات نہ ہوتے اور دنیا سے خارج ہونا اور اللہ کے پاس ارواح کا قیام نہ ہوتا بلکہ تمام اشیاء ایک ہی جگہ پر مقام اول پر کھڑی رہتیں۔
اور تیسرے کا کام ہے جو جتنا لائق ہے اس کو غذا اور نموعطا کرنا ہر ایک کے میزان معلوم کے حساب سے اور اس کے لیے ارتباط ہے حفظ کے ساتھ اور اگر وہ نہ ہوتا تو ابدان میں نشوونما حاصل نہ ہوتی اور نہ ہی ارواح اور ملکوت کی بہتریوں میں بہتری آتی اور نہ ہی فطرت کے لیے علوم کا انبار ہوتا۔
اور چوتھے کا کام وحی اور تعلیم ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے بندوں تک کلام کا پہنچانا ہے اور اس کے لیے قوت نطقیہ کے ساتھ ارتباط ہے اور اگر وہ نہ ہوتا تو بیان کے ساتھ کوئی معنی فائدہ نہ دیتی اور کسی کا دل حق کے الہام کو قبول نہ کرتا۔

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے [1] لیکن میرے نزدیک حدیث موثق ہے کیونکہ صالح بن حماد تحقیقاً ثقہ ثابت ہے اور تفسیر قمی کا راوی ہے۔[2] اور اسی طرح حسن بن علی البطائنی بھی تفسیر القمی کا راوی ہے اس لیے ہم توثیق کے قائل ہیں ورنہ اس کی تضعیف کی گئی ہے البتہ وہ واقفی ہے۔(واللہ اعلم)

---

[1] مرآۃ العقول:۲/۳۰

[2] المفید من معجم رجال الحدیث:۲۸۱

2/376 الکافی،۱/۱۱۳/۲/۱ القمی عَنِ اَلْحُسَيْنِ بْنِ عَبْدِ اَللَّهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اَللَّهِ وَ مُوسَى بْنِ عُمَرَ وَ اَلْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ عُثْمَانَ عَنِ اِبْنِ سِنَانٍ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا اَلْحَسَنِ اَلرِّضَا عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ هَلْ كَانَ اَللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ عَارِفاً بِنَفْسِهِ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ اَلْخَلْقَ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ يَرَاهَا وَ يَسْمَعُهَا قَالَ مَا كَانَ مُحْتَاجاً إِلَى ذَلِكَ لِأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يَسْأَلُهَا وَ لاَ يَطْلُبُ مِنْهَا هُوَ نَفْسُهُ وَ نَفْسُهُ هُوَ قُدْرَتُهُ نَافِذَةٌ فَلَيْسَ يَحْتَاجُ أَنْ يُسَمِّيَ نَفْسَهُ وَ لَكِنَّهُ اِخْتَارَ لِنَفْسِهِ أَسْمَاءً لِغَيْرِهِ يَدْعُوهُ بِهَا لِأَنَّهُ إِذَا لَمْ يُدْعَ بِاسْمِهِ لَمْ يُعْرَفْ فَأَوَّلُ مَا اِخْتَارَ لِنَفْسِهِ (اَلْعَلِيُّ اَلْعَظِيمُ) لِأَنَّهُ أَعْلَى اَلْأَشْيَاءِ كُلِّهَا فَمَعْنَاهُ اَللَّهُ وَ اِسْمُهُ اَلْعَلِيُّ اَلْعَظِيمُ هُوَ أَوَّلُ أَسْمَائِهِ عَلاَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ.

ابن سنان بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوالحسن الرضا علیہ السلام سے پوچھا: کیا مخلوق کو خلق کرنے سے پہلے اس کا کوئی نام تھا؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ہاں

میں نے پوچھا: کیا وہ اس نام کو دیکھتا اور سنتا تھا؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: اس کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ کوئی سوال کرنے والا اور طلب کرنے والا ہی نہیں تھا تا کہ وہ اسے پکارتا اور وہ سنتا۔وہ خود ہی خود تھا اور اس کی قدرت ہر طرف نافذ تھی۔لہٰذا وہ محتاج نہیں تھا کہ وہ اپنا کوئی نام رکھتا لیکن یہ نام اس نے غیروں کے لیے رکھے ہیں تا کہ وہ اس کو پکار سکیں کیونکہ وہ اپنے لیے خود اپنا نام نہ رکھتا تو اسکی معرفت ناممکن تھی۔لہٰذا اس نے پہلے اپنے لیے نام کو اختیار کیا اور وہ نام جو اس نے سب سے پہلے اپنے لیے اختیار کیا ہے وہ العلی العظیم ہے کیونکہ وہ تمام اشیا سے بلند و بالا ہے اور عظمت والا ہے اور اس لفظ کا معنی خود ذات اللہ ہے اور اس کا نام العلی العظیم اسماء میں سے سب سے پہلا نام ہے وہ ہر چیز سے بلند و بالا ہے۔[1]

بیان:

خداوند متعال کے لیے علوم حقیقی ہیں۔جس طرح اس کے لیے اضافی علو و بلندی ہے اور پہلا خدا کی خاصیتوں میں سے ہے جس میں اس کا غیر اس کے ساتھ شریک نہیں ہے۔اس لیے اس نے اپنے لیے کہا کہا ''العلی العظیم'' اور اس کو خدا نے اپنا پہلا اسم قرار دیا اس کے غیر کے تعقل کرنے پر اس کے تعقل کے نہ رکنے کی وجہ سے۔

اور قرار دیا ''اللہ'' کو معنی کے مقام پر کیونکہ وہ ذات کے مقابلے میں ہے جس کی معنی مخلوق نہیں سمجھ سکتی اور وہ معنی

---

[1] عیون اخبار الرضاؑ:۱/۱۲۹؛ تفسیر نور الثقلین:۱/۲۶۲و۳/۲۳۲و۵/۲۹۵؛ تفسیر کنز الدقائق:۱۳/۱۹۳؛۷/۵۳۳؛ بحار الانوار:۴/۷۵و۵۴/۱۹۳؛ معانی الاخبار:۱/۲؛ التوحید:۹۱؛ تفسیر البرہان:۱/۵۲۰؛ الاحتجاج:۲/۴۱۰

مسمی ہے اور ''العلی العظیم'' اسم ہے کیونکہ وہ معنی کے سمجھنے کا وسیلہ ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف علی المشہور ہے[1] لیکن میرے نزدیک حدیث حسن ہے۔(واللہ اعلم)

3/377 الکافی، ۱/۳/۱۱۳/۱ بِهَذَا ٱلْإِسْنَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِنَانٍ قَالَ: سَأَلْتُهُ عَنِ ٱلِاسْمِ مَا هُوَ قَالَ صِفَةٌ لِمَوْصُوفٍ.

اور اسی سند کے ساتھ محمد بن سنان سے روایت ہے کہ میں نے سوال کیا: اسم کیا ہے؟
آپؑ نے فرمایا: موصوف کی صفت۔[2]

بیان:

اس میں اشارہ ہے اس طرف جس کو ہم نے ذکر کیا اسم کے معنی میں۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف علی المشہور ہے۔[3] لیکن میرے نزدیک حدیث حسن ہے (واللہ اعلم)۔

4/378 الکافی، ۱/۳/۱۱۳/۱ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَبْدِ ٱللَّهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِهِ عَنْ بَكْرِ بْنِ صَالِحٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ صَالِحٍ عَنِ ٱلْحَسَنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ ٱلْأَعْلَى عَنْ أَبِي عَبْدِ ٱللَّهِ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ قَالَ: اِسْمُ ٱللَّهِ غَيْرُهُ وَ كُلُّ شَيْءٍ وَقَعَ عَلَيْهِ اِسْمُ شَيْءٍ فَهُوَ مَخْلُوقٌ مَا خَلاَ ٱللَّهَ فَأَمَّا مَا عَبَّرَتْهُ ٱلْأَلْسُنُ أَوْ عَمِلَتِ ٱلْأَيْدِي فَهُوَ مَخْلُوقٌ وَ ٱللَّهُ غَايَةٌ مِنْ غَايَاتِهِ وَ ٱلْمُغَيَّا غَيْرُ ٱلْغَايَةِ وَ ٱلْغَايَةُ مَوْصُوفَةٌ وَ كُلُّ مَوْصُوفٍ مَصْنُوعٌ وَ صَانِعُ ٱلْأَشْيَاءِ غَيْرُ مَوْصُوفٍ بِحَدٍّ مُسَمًّى لَمْ يَتَكَوَّنْ فَيُعْرَفَ كَيْنُونِيَّتُهُ بِصُنْعِ غَيْرِهِ وَ لَمْ يَتَنَاهَ إِلَى غَايَةٍ إِلاَّ كَانَتْ غَيْرَهُ لاَ يَزِلُّ مَنْ فَهِمَ هَذَا ٱلْحُكْمَ أَبَداً وَ هُوَ ٱلتَّوْحِيدُ ٱلْخَالِصُ فَارْعَوْهُ وَ صَدِّقُوهُ وَ تَفَهَّمُوهُ بِإِذْنِ ٱللَّهِ مَنْ زَعَمَ أَنَّهُ يَعْرِفُ ٱللَّهَ بِحِجَابٍ أَوْ بِصُورَةٍ أَوْ بِمِثَالٍ فَهُوَ مُشْرِكٌ لِأَنَّ حِجَابَهُ وَ مِثَالَهُ وَ صُورَتَهُ غَيْرُهُ وَ إِنَّمَا هُوَ وَاحِدٌ مُتَوَحِّدٌ فَكَيْفَ يُوَحِّدُهُ مَنْ زَعَمَ أَنَّهُ عَرَفَهُ بِغَيْرِهِ وَ إِنَّمَا عَرَفَ ٱللَّهَ مَنْ عَرَفَهُ بِٱللَّهِ

---

[1] مرآۃ العقول: ۲/ ۳۱

[2] التوحید: ۱۹۲؛ معانی الاخبار: ۱/ ۲؛ عیون اخبار الرضا: ۱/ ۱۲۹؛ تفسیر کنز الدقائق: ۱/ ۲۵؛ تفسیر نور الثقلین: ۱/ ۱۱؛ تفسیر الصافی: ۱/ ۱۲؛ بحار الانوار: ۴/ ۱۵۹؛ تفسیر البرہان: ۱/ ۱۰۲

[3] مرآۃ العقول: ۲/ ۳۱

فَمَنْ لَمْ يَعْرِفْهُ بِهِ فَلَيْسَ يَعْرِفُهُ إِنَّمَا يَعْرِفُ غَيْرَهُ لَيْسَ بَيْنَ الْخَالِقِ وَ الْمَخْلُوقِ شَيْئٌ وَ اللّٰهُ خَالِقُ الْأَشْيَاءِ لَا مِنْ شَيْئٍ كَانَ وَ اللّٰهُ يُسَمَّى بِأَسْمَائِهِ وَهُوَ غَيْرُ أَسْمَائِهِ وَالْأَسْمَاءُ غَيْرُهُ۔

عبدالاعلیٰ نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کا نام اللہ کا غیر ہے اور ہر وہ چیز جس کا کوئی نام ہے وہ مخلوق ہے سوائے اللہ کے۔ آگاہ ہو جاؤ جس کو زبان بولے اور ہاتھ جس کو انجام دے وہ مخلوق ہے اور اللہ تمام غایات کی غایت ہے۔ اور مغیہ غایت کا غیر ہوتا ہے اور غایت موصوف ہے اور ہر موصوف مصنوع اور جو تمام اشیاء کا صانع ہے، وہ مصنوع نہیں ہے وہ کسی حد سے موصوف نہیں ہے۔ وہ خلق ہی نہیں ہوا تا کہ یہ سوال کیا جائے کہ وہ کیسے خلق ہوا ہے اور لوگ اس کی شناخت و معرفت میں جس انتہا و غایت تک جائیں گے وہ اس کا غیر اور اس کی مخلوق ہے اور جو اس حقیقت کو درک کرے گا وہ کبھی لغزش میں نہیں آئے گا اور حقیقت ہی توحید خالص ہے۔ خدا کی اجازت سے اس کی معرفت حاصل کرو۔ اس کی تصدیق کرو اور اس کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ پس جس نے یہ گمان کیا کہ وہ خدا کی معرفت حاصل کرے گا کسی حجاب یا صورت امثال کے ساتھ تو وہ شرک ہو گا کیونکہ حجاب و صورت و امثال سب اس کے غیر ہیں۔ وہ فقط واحد و یکتا ہے اور وہ موحد کیسا ہو گا جو یہ گمان کرتا ہے کہ میں نے اس کی معرفت حاصل کی اس کے غیر کے ذریعے اور اللہ کی معرفت حاصل ہوئی اسی کو جس نے خود اسی کے ذریعے اس کی معرفت حاصل کی ہے اور جس نے ایسی معرفت حاصل نہیں کی اس نے اس کی معرفت ہی حاصل نہیں کی بلکہ اس نے اس کے غیر کی معرفت حاصل کی ہے۔ خالق و مخلوق کے درمیان کوئی چیز نہیں ہے۔ اللہ اشیاء کو خالق ہے وہ کسی شئے سے نہیں ہے اور اللہ کو ناموں سے پکارا جاتا ہے جبکہ وہ اسماء کا غیر ہے اور اسماء اس کے غیر ہیں۔ [1]

بیان:

''اسم اللہ غیر اللہ'' اسم اللہ، اللہ کا غیر ہے، چاہے اس کے لفظ کا ارادہ کیا جائے یا اس کی کتابت کا ارادہ کیا جائے یا وہ مفہوم جو اپنے وجود میں اور تعقل کرنے میں غیر کا محتاج ہے۔

اور یہ حکم ظاہر ہے

''ما خلا اللہ'' یعنی: سوا اس کی ذات کے اور اللہ کی معنی اس کا مسمی ہے جس کا نام اللہ ہے

''ما عبرته الالسن'' تخفیف کے ساتھ اشارہ کیا ہے اس کے ذریعے ان اسماء کی طرف جو ملفوظ ہیں

''او عملت الایدی'' اس کے ساتھ اشارہ کیا ہے اسماء مکتوبہ کی طرف

[1] التوحید: ۱۹۲ و ۱۴۲؛ بحار الانوار: ۴/ ۱۶۰؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۲۰۵

''**فهو مخلوق**''اس میں اشارہ ہے ان کے نظریہ کے رد کرنے کی طرف جو گمان کرتے ہیں کہ بتحقیق قرآن قدیم ہے یا کلام، عین تکلم ہے یا اسم عین مسمی ہے۔

''**والله غاية من غاياته**''یعنی: اللہ کے اسم کا مفہوم ایک حد ہے حدود میں سے جس کو زبانیں بولتی ہیں اور جس کو ہاتھ لکھنے وغیرہ میں انجام دیتے ہیں جن کی انتہا ہے اس کی طرف اور المغیی اگر غین کے ساتھ ہو جیسے ان نسخوں میں پایا جاتا ہے جس کو ہم نے دیکھا ہے وہ صاحب غایت کی معنی میں ہے۔

پس مولا علیہ السلام کی اس قول ''والمغیی غیر الغایۃ'' سے مراد بتحقیق وہ جس کو زبانیں بولتی ہیں یا ہاتھ اس پر عمل کرتے ہیں دونوں سے غیر مفہوم ہے اور ان سے مفہوم ان کا موصوف جس کی وصف کی جائے وہ ہے اور کل موصوف مصنوع، ہر موصوف، مصنوع اور بنایا ہوا ہے۔

ہر موصوف، ساخت ہے کیونکہ اس کو وصف کرنے والا بناتا ہے اپنے ذہن میں۔

پس مراد یہ ہے کہ بتحقیق اسم ''اللہ'' سے مقصود اس کی ذات ہے جس کی کوئی انتہا نہیں۔

''**ولم يتناه الى غاية**''یعنی اس کی تعریف نہیں ہوتی کسی تعریف اور مفہوم اور علامت کے ساتھ۔

''**وهذا الحكم**''یعنی: حکمت اور قضاوت اور حکم دو معنی میں آیا ہے۔

''**فارعوه**''یا ''**حمزه**''وصل کے ساتھ ہے الرعایت سے حفظ کرنے کی معنی میں یا ''**حمزه**''قطع کے ساتھ الارعاء سے کان دھرنے کی معنی میں۔

حدیث تمام ہوئی جس کا بیان گزر چکا ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔[1]

۴۶_باب معانی الأسماء

اسماء کے معانی

1/379 الکافی،۱/۱۱۳/۱/۱ العدة عن البرقی عن القاسم عَنْ جَدِّهِ عَنْ عَبْدِ اَللَّهِ بْنِ سِنَانٍ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ عَنْ تَفْسِيرِ (بِسْمِ اَللَّهِ اَلرَّحْمٰنِ اَلرَّحِيمِ) قَالَ اَلْبَاءُ بَهَاءُ اَللَّهِ وَ اَلسِّينُ

[1] مرآۃ العقول:۲/۳۵

سَنَاءُ اَللّٰهِ وَ اَلْمِيمُ مَجْدُ اَللّٰهِ وَ رَوَى بَعْضُهُمْ اَلْمِيمُ مُلْكُ اَللّٰهِ وَ اَللّٰهُ إِلٰهُ كُلِّ شَيْءٍ اَلرَّحْمٰنُ بِجَمِيعِ خَلْقِهِ وَ اَلرَّحِيمُ بِالْمُؤْمِنِينَ خَاصَّةً.

عبداللہ بن سنان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام ابوعبداللہ سے بسم اللہ الرحمن الرحیم کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: با سے مراد: بہاءاللہ ہے (یعنی خدا کی روشنی و نور) اور سین سے مراد سناء اللہ (یعنی خدا کی رفعت و بلندی مراد ہے) اور ''م'' سے مراد مجداللہ یعنی خدا کی بزرگی ہے۔

اور بعض نے روایت کیا ہے کہ میم سے مراد خدا کا ملک، (حکومت و حاکمیت) ہے اور اللہ ہر ایک کا معبود ہے، جو تمام مخلوق کے لیے مہربان اور رحیم جو فقط مومنین کے لیے مخصوص ہے۔ [1]

بیان:

اس تفسیر کے ساتھ علم الحروف کی طرف اشارہ کیا ہے بتحقیق وہ علم شریف ہے ممکن ہے اس تمام علوم و معارف کلی اور جزئی استنباط ہوں مگر یہ علم مکنون ہے اپنے اہل کے پاس۔

اور گویا رحمن اس رحمت سے ہے جو تمام چیزوں پر وسعت رکھتی ہے۔

اور الرحیم اس رحمت سے ہے جس کے ساتھ جو بندے چاہتے ہیں مختص ہوں گے۔

ہمارے استاد قدس اللہ سرہ نے رحمت کے وہ معنی جو لوگوں نے سمجھا ہے اس کے تحقیق کے بعد کہا: جب ان بعض صفات کا اطلاق ہو اللہ پر تو ضروری ہے وہاں وہ صفات اعلی اور اشرف طور پر ہوں کیونکہ ہر موجود کی صفات اس کے وجود کے حساب سے ہیں بس جسم کی صفات اس کے جسمانی وجود کی طرح ہیں اور نفس کی صفات نفسانی ہیں اور عقل کی صفات عقلانی ہیں اور اللہ کی صفات الٰہی ہیں نہ ان کی طرح جو بہت سارے اہل تمیز میں سے جو ان صفات کا اللہ کے حق میں سرے سے انکار کرتے ہیں اور کہا گیا کہ بتحقیق اللہ کے اسماء بتحقیق اطلاق کرتے ہیں ان غایات کے اعتبار سے جو افعال ہیں ان مبادی کے بغیر جو انفعالات ہیں یہ کم علمی میں سے ہے اور سینہ کے تنگ ہونے کی وجہ سے ہے اور تعقل کے وسیع نہ ہونے کی وجہ سے ہے اس اعتبار سے کہ انہوں نے درک نہیں کیا وجود کے مقامات کو اور وجود کے معارج اور منازل اور احوال کو جو ہر مقام پر ہیں تو پھر وہ پھنسے ہیں اس طرح کی تعطیل میں جو خالی ہے تحصیل سے بس جو کمالی صفت موجود ہو ادنی میں وہ اعلی میں بدرجہ اولی اشرف اور ارفع اور ابسط ہوگی۔

[1] المحاسن: ۱/ ۲۳۸؛ تفسیر القمی: ۱/ ۲۷؛ التوحید: ۲۳۰؛ تفسیر نور الثقلین: ۵/ ۲۹۶؛ تفسیر البرہان: ۱/ ۱۰۱؛ تفسیر کنز الدقائق: ۱/ ۳۲؛ بحار الانوار: ۸۲/ ۵۱؛ مجمع البحرین: ۲/ ۱۷

بس اس تحقیق کو سمجھو فرصت سے کام لو بس تحقیق یہ عزیز ہے جدی طور پر۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔[1] لیکن میرے نزدیک یہ حدیث حسن ہے کیونکہ قاسم بن یحییٰ اور حسن بن راشد تحقیقاً ثقہ ثابت ہیں اور کامل الزیارات کے راوی ہیں۔ اور قاسم تفسیر قمی کا بھی راوی ہے۔[2] (واللہ اعلم)

2/380 الكافى،۱/۱۱۴/۳/۱ بهذا الإسناد عَنِ اَلْحَسَنِ بْنِ رَاشِدٍ عَنْ أَبِي اَلْحَسَنِ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ عَلَيْهِمَا اَلسَّلاَمُ قَالَ: سُئِلَ عَنْ مَعْنَى اَللَّهِ فَقَالَ اِسْتَوْلَى عَلَى مَا دَقَّ وَ جَلَّ.

الحسن بن راشد بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے سوال کیا: لفظ اللہ کا معنی کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ جو ہر چھوٹے و بڑے پر قدرت و تسلط رکھتا ہو۔[3]

بیان:

جب لفظ اللہ نام اور اسم ہے ذات احدیت قیومیت کا تو اس کی تفسیر بھی اس سے ہوگی جس سے ذات مخصوص ہے وہ اس کا سبقت دینا ہے دقیق اور جلیل پر

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔[4] لیکن میرے نزدیک حدیث حسن ہے اور اس کی وجہ اوپر حدیث میں بیان کی گئی ہے (واللہ اعلم)

3/381 الكافى،۱/۱۱۵/۳/۱ على بن محمد عن سهل عن يَعْقُوبَ بْنِ يَزِيدَ عَنِ اَلْعَبَّاسِ بْنِ هِلاَلٍ قَالَ: سَأَلْتُ اَلرِّضَا عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ عَنْ قَوْلِ اَللَّهِ (اَللَّهُ نُورُ اَلسَّمَاوَاتِ وَ اَلْأَرْضِ) فَقَالَ هَادٍ لِأَهْلِ اَلسَّمَاءِ وَ هَادٍ لِأَهْلِ اَلْأَرْضِ.

عباس بن ہلال بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے دریافت کیا: اللہ نور السموات والارض کے معنی کیا ہے؟

---

[1] مراۃ العقول: ۲/۳۸

[2] المفید من معجم رجال الحدیث: ۱۳۹ و ۴۶۶

[3] تفسیر نور الثقلین: ۱/۲۱؛ الاحتجاج: ۲/۳۸۶؛ المحاسن: ۱/۲۳۸؛ بحار الانوار: ۳/۳۳۶ و ۸۹/۲۳۸؛ تفسیر نور الثقلین: ۱/۱۲ و ۵/۲۹۶؛ تفسیر البرہان: ۱/۱۰۲؛ معانی الاخبار: ۱/۴؛ التوحید: ۲۳۰؛ تفسیر کنز الدقائق: ۱/۲۷؛ مجمع البحرین: ۶/۳۴۰

[4] مراۃ العقول: ۲/۳۹

آپ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تمام آسمان والوں اور زمین والوں کے لیے ہادی ہے۔[1]

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف علی المشہور ہے[2] لیکن میرے نزدیک حدیث موثق ہے کیونکہ سہل ثقہ عامی ہے اور عباس بن ہلال تحقیقاً ثقہ ثابت ہے اور تفسیر القمی کا راوی ہے۔[3] (واللہ اعلم)

4/382 الکافی،۱/۱۱۵/۴/۱ وَفِي رِوَايَةِ اَلْبَرْقِيِّ هُدَى مَنْ فِي اَلسَّمَاءِ وَهُدَى مَنْ فِي اَلْأَرْضِ.

اور برقی کی روایت میں ہے کہ وہ جو آسمان میں ہے اس کے لیے بھی ہدایت ہے اور جو زمین میں ہے اس کے لیے بھی ہدایت ہے۔[4]

بیان:

بعض نسخوں میں، چار جگہوں پر ھادی کے بدلے ھدیٰ آیا ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے۔[5]

5/383 الکافی،۱/۱۱۵/۵/۱ القمیان عن صفوان عَنْ فُضَيْلِ بْنِ عُثْمَانَ عَنِ اِبْنِ أَبِي يَعْفُورٍ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ عَنْ قَوْلِ اَللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ (هُوَ اَلْأَوَّلُ وَاَلْآخِرُ) وَقُلْتُ أَمَّا اَلْأَوَّلُ فَقَدْ عَرَفْنَاهُ وَأَمَّا اَلْآخِرُ فَبَيِّنْ لَنَا تَفْسِيرَهُ فَقَالَ إِنَّهُ لَيْسَ شَيْءٌ إِلاَّ يَبِيدُ أَوْ يَتَغَيَّرُ أَوْ يَدْخُلُهُ اَلتَّغَيُّرُ وَاَلزَّوَالُ أَوْ يَنْتَقِلُ مِنْ لَوْنٍ إِلَى لَوْنٍ وَمِنْ هَيْئَةٍ إِلَى هَيْئَةٍ وَمِنْ صِفَةٍ إِلَى صِفَةٍ وَمِنْ زِيَادَةٍ إِلَى نُقْصَانٍ وَمِنْ نُقْصَانٍ إِلَى زِيَادَةٍ إِلاَّ رَبَّ اَلْعَالَمِينَ فَإِنَّهُ لَمْ يَزَلْ وَلاَ يَزَالُ بِحَالَةٍ وَاحِدَةٍ هُوَ اَلْأَوَّلُ قَبْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ اَلْآخِرُ عَلَى مَا لَمْ يَزَلْ وَلاَ تَخْتَلِفُ عَلَيْهِ اَلصِّفَاتُ وَاَلْأَسْمَاءُ كَمَا تَخْتَلِفُ عَلَى غَيْرِهِ مِثْلُ اَلْإِنْسَانِ اَلَّذِي يَكُونُ تُرَاباً مَرَّةً وَمَرَّةً لَحْماً وَدَماً وَمَرَّةً رُفَاتاً وَرَمِيماً وَكَالْبُسْرِ اَلَّذِي يَكُونُ مَرَّةً بَلَحاً وَمَرَّةً بُسْراً وَمَرَّةً رُطَباً وَمَرَّةً تَمْراً فَتَتَبَدَّلُ

---

[1] التوحید:۱۵۵؛ معانی الاخبار:۱۵؛ بحارالانوار:۴/۱۵؛ تفسیر کنز الدقائق:۹/۳۰۴؛ تفسیر البرہان:۴/۲۶؛ متشابہ القرآن:۱/۹۲؛ مجمع البحرین:۳/۵۰۳

[2] مرآۃ العقول:۲/۴۰

[3] المفید من معجم رجال الحدیث:۳۰۲

[4] سابقہ کتب کے حوالہ جات

[5] مرآۃ العقول:ایضاً

عَلَيۡهِ ٱلۡأَسۡمَاءُ وَٱلصِّفَاتُ وَٱللَّهُ جَلَّ وَعَزَّ بِخِلَافِ ذَٰلِكَ.

ابن ابی یعفور بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام ابوعبداللہؑ سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ''ھوالاول ھوالاخر'' کے بارے میں سوال کیا کہ اول کے بارے میں تو معلوم ہے لیکن ھوالاخر سے کیا مراد ہے، اس کی میرے لیے تفسیر فرمائیں؟

آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے علاوہ کائنات کی ہر چیز نابود ہو گئی یا تبدیل ہو گی یا اس کو تغیر و زوال لاحق ہوتا ہے اور وہ ایک رنگ سے دوسرے رنگ کی طرف منتقل ہوتی ہے اور ایک صفت سے دوسری صفت کی طرف منتقل ہوتی ہے، کبھی کمی سے زیادتی کی طرف جاتی ہے اور کبھی زیادتی سے کمی کی طرف جاتی ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے کہ اس کو یہ حالات لاحق نہیں ہوتے۔ وہ ہمیشہ ہے اور ہمیشہ ایک حالت میں ہے اور رہے گا، وہ ہر چیز سے قبل ہے اور ہر چیز کے آخر میں ہے اور اس پر یہ اوصاف و اسما مختلف نہیں ہوتے۔ جیسا کہ اس کے غیر پر ہوتے ہیں مثلاً انسان جو پہلے مٹی پھر گوشت پھر خون پھر بوسیدہ ہڈی یا جیسے کھجور کہ۔ وہ پہلے پھول، پھر کچا خرما، پھر رطب اور تمر ہو جاتا ہے۔ پس ان کے اسماء اور اوصاف مختلف ہوتے رہتے ہیں سوائے رب العالمین کے اس پر یہ اختلاف نہیں ہوتا۔ [1]

بیان:

''یبید'' یعنی: ہلاک ہونا

و''الرفاۃ'' توڑنا، کسی چیز کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا جیسے کسی چیز کے ذرے اور ٹکڑے

و''الرمیم'' ہڈیوں کا بوسیدہ ہونا

و''البسر'' با کے ضمے کے ساتھ وہ کھجور جو پکی نہ ہو اور اس کو پکنے سے پہلے کھجور کے درخت سے گرایا جائے اس کو کہا جاتا ہے طلع خلال پھر بلح پھر بسر پھر رطب پھر تمر۔

امام علیہ السلام نے ارادہ کیا ہے بتحقیق اللہ تعالیٰ اپنے عالم کی مخلوق سے کوئی کمال کا فائدہ نہیں لیتا اس کو خلق سے پہلے بھی ان کی ضرورت نہ تھی بلکہ جیسے وہ ازل میں تھا ابد میں بھی ایسے ہی ہے اس میں تغیر کے بغیر کسی تغیر کے بس وہ پہلا ہے اور وہ اسی وقت آخر ہے جس طرح اس کے غیر کے خلاف اشیاء میں سے بس بتحقیق ان کو خلق کیا گیا ہے کن مقاصد کے لیے اور کمالات کے لیے تاکہ وہ اشیاء ان سے فائدہ لیں اور ان کی انتہا تک پہنچیں بس ان اشیاء کا

[1] التوحید: ۳۱۶: ۳؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۱۹۷؛ مجمع البحرین: ۳/ ۲۰۳؛ تفسیر نور الثقلین: ۴/ ۵ ۱۳ و ۵/ ۲۳۱؛ تفسیر کنز الدقائق: ۱۰/ ۱۱۱ و ۱۳/ ۷۱؛ تفسیر البرہان: ۵/ ۲۷۸؛ تفسیر نور الثقلین: ۵/ ۲۳۱ و ۴/ ۱۳۵؛ بحار الانوار: ۴/ ۱۸۲

پہلا ان کے آخر کا غیر ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔[1]

6/384 الکافی،۱/۱۱۶/۱/۶ الثلاثة عن ابن أذينة عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ مَيْمُونٍ اَلْبَانِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ وَ قَدْ سُئِلَ عَنِ اَلْأَوَّلِ وَ اَلْآخِرِ فَقَالَ اَلْأَوَّلُ لاَ عَنْ أَوَّلٍ قَبْلَهُ وَ لاَ عَنْ بَدْءٍ سَبَقَهُ وَ اَلْآخِرُ لاَ عَنْ نِهَايَةٍ كَمَا يُعْقَلُ مِنْ صِفَةِ اَلْمَخْلُوقِينَ وَ لَكِنْ قَدِيمٌ أَوَّلٌ آخِرٌ لَمْ يَزَلْ وَ لاَ يَزُولُ بِلاَ بَدْءٍ وَ لاَ نِهَايَةٍ لاَ يَقَعُ عَلَيْهِ اَلْحُدُوثُ وَ لاَ يَحُولُ مِنْ حَالٍ إِلَى حَالٍ (خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ)۔

میمون البان بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے سنا جبکہ آپؑ سے اول و آخر کے بارے میں سوال کیا گیا تھا تو آپؑ نے فرمایا: وہ ایسا اول ہے کہ اس سے پہلے کوئی چیز نہیں اور ابتدا اس پر سبقت نہیں رکھتی، وہ آخر ہے اور ایسا آخر ہے کہ جس کی کوئی انتہا نہیں ہے جیسا کہ مخلوقین کی یہ صفت ہے کہ وہ اول ہے تو اس کی کوئی ابتدا ہے اور وہ آخر ہے تو اس کی کوئی انتہا ہے لیکن وہ قدیم اول و آخر ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، اس کی اولیت زائل نہیں ہوئی اور اس کی آخر ہونے کی کوئی انتہا نہیں ہے اور اس کو کوئی حدوث طاری نہیں ہوا اور وہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل نہیں ہوتا وہ ہر چیز کا خالق ہے۔[2]

بیان:

امام علیہ السلام کے قول میں ''اول و آخر'' بغیر عطف کے ساتھ اس طرف اشارہ ہے کہ بتحقیق اس کی اولیت اس کی عین آخریت ہے اس لیے کہ دلالت کرے اس کے قدیم ہونے پر نہ کہ زمانی قدیم ہونے پر جو کمیت اور مقدار رکھتا ہے جس کی نہایت نہیں کیونکہ اس کا وجود زمانی نہیں بلکہ وہ زمانوں اور دہر سے فوق اور بالا ہے اس کی ازل کی طرف نسبت ایسے ہی ہے جیسے ابد کی طرف اس کی نسبت ہے اور وہ جیسا ہے ویسے ازلی ابدی ہے اور ابدی ازلی ہے بس وہ اگرچہ ازل اور ابد کے ساتھ ہے لیکن ازل میں نہیں اور ابد میں بھی نہیں جو اس کی ذات میں تغیر ہو۔

اور اسی بات کی طرف مولا علیہ السلام کے قول نے اشارہ کیا ہے ''لایقع علیہ الحدوث'' اس پر حدوث واقع نہیں ہوتا۔

[1] مرآۃ العقول: ۲/ ۴۰

[2] التوحید: ۳۱۳؛ تفسیر نور الثقلین: ۵/ ۲۳۲؛ بحار الانوار: ۴/ ۱۸۲ و ۳/ ۲۸۴؛ معانی الاخبار: ۱/ ۱۲؛ تفسیر کنز الدقائق: ۱۳/ ۷۱؛ مجمع البحرین: ۳/ ۲۰۲

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے۔ ①

7/385 الکافی،۱/۱۱۶/۷/۱ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ رَفَعَهُ إِلَى أَبِي هَاشِمٍ اَلْجَعْفَرِيِّ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ أَبِي جَعْفَرٍ اَلثَّانِي عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ فَسَأَلَهُ رَجُلٌ فَقَالَ أَخْبِرْنِي عَنِ اَلرَّبِّ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى لَهُ أَسْمَاءٌ وَ صِفَاتٌ فِي كِتَابِهِ وَ أَسْمَاؤُهُ وَ صِفَاتُهُ هِيَ هُوَ فَقَالَ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ إِنَّ لِهَذَا اَلْكَلاَمِ وَجْهَيْنِ إِنْ كُنْتَ تَقُولُ هِيَ هُوَ أَيْ إِنَّهُ ذُو عَدَدٍ وَ كَثْرَةٍ فَتَعَالَى اَللَّهُ عَنْ ذَلِكَ وَ إِنْ كُنْتَ تَقُولُ هَذِهِ اَلصِّفَاتُ وَ اَلْأَسْمَاءُ لَمْ تَزَلْ فَإِنَّ لَمْ تَزَلْ مُحْتَمِلٌ مَعْنَيَيْنِ فَإِنْ قُلْتَ لَمْ تَزَلْ عِنْدَهُ فِي عِلْمِهِ وَ هُوَ مُسْتَحِقُّهَا فَنَعَمْ وَ إِنْ كُنْتَ تَقُولُ لَمْ يَزَلْ تَصْوِيرُهَا وَ هِجَاؤُهَا وَ تَقْطِيعُ حُرُوفِهَا فَمَعَاذَ اَللَّهِ أَنْ يَكُونَ مَعَهُ شَيْءٌ غَيْرُهُ بَلْ كَانَ اَللَّهُ وَ لاَ خَلْقَ ثُمَّ خَلَقَهَا وَسِيلَةً بَيْنَهُ وَ بَيْنَ خَلْقِهِ يَتَضَرَّعُونَ بِهَا إِلَيْهِ وَ يَعْبُدُونَهُ وَ هِيَ ذِكْرُهُ وَ كَانَ اَللَّهُ وَ لاَ ذِكْرَ وَ اَلْمَذْكُورُ بِالذِّكْرِ هُوَ اَللَّهُ اَلْقَدِيمُ اَلَّذِي لَمْ يَزَلْ وَ اَلْأَسْمَاءُ وَ اَلصِّفَاتُ مَخْلُوقَاتٌ وَ اَلْمَعَانِي وَ اَلْمَعْنِيُّ بِهَا هُوَ اَللَّهُ اَلَّذِي لاَ يَلِيقُ بِهِ اَلاِخْتِلاَفُ وَ لاَ اَلاِئْتِلاَفُ وَ إِنَّمَا يَخْتَلِفُ وَ يَأْتَلِفُ اَلْمُتَجَزِّئُ فَلاَ يُقَالُ اَللَّهُ مُؤْتَلِفٌ وَ لاَ اَللَّهُ قَلِيلٌ وَ لاَ كَثِيرٌ وَ لَكِنَّهُ اَلْقَدِيمُ فِي ذَاتِهِ لِأَنَّ مَا سِوَى اَلْوَاحِدِ مُتَجَزِّئٌ وَ اَللَّهُ وَاحِدٌ لاَ مُتَجَزِّئٌ وَ لاَ مُتَوَهَّمٌ بِالْقِلَّةِ وَ اَلْكَثْرَةِ وَ كُلُّ مُتَجَزِّئٍ أَوْ مُتَوَهَّمٍ بِالْقِلَّةِ وَ اَلْكَثْرَةِ فَهُوَ مَخْلُوقٌ دَالٌّ عَلَى خَالِقٍ لَهُ فَقَوْلُكَ إِنَّ اَللَّهَ قَدِيرٌ خَبَّرْتَ أَنَّهُ لاَ يُعْجِزُهُ شَيْءٌ فَنَفَيْتَ بِالْكَلِمَةِ اَلْعَجْزَ وَ جَعَلْتَ اَلْعَجْزَ سِوَاهُ وَ كَذَلِكَ قَوْلُكَ عَالِمٌ إِنَّمَا نَفَيْتَ بِالْكَلِمَةِ اَلْجَهْلَ وَ جَعَلْتَ اَلْجَهْلَ سِوَاهُ وَ إِذَا أَفْنَى اَللَّهُ اَلْأَشْيَاءَ أَفْنَى اَلصُّورَةَ وَ اَلْهِجَاءَ وَ اَلتَّقْطِيعَ وَ لاَ يَزَالُ مَنْ لَمْ يَزَلْ عَالِماً فَقَالَ اَلرَّجُلُ فَكَيْفَ سَمَّيْنَا رَبَّنَا سَمِيعاً فَقَالَ لِأَنَّهُ لاَ يَخْفَى عَلَيْهِ مَا يُدْرَكُ بِالْأَسْمَاعِ وَ لَمْ نَصِفْهُ بِالسَّمْعِ اَلْمَعْقُولِ فِي اَلرَّأْسِ وَ كَذَلِكَ سَمَّيْنَاهُ بَصِيراً لِأَنَّهُ لاَ يَخْفَى عَلَيْهِ مَا يُدْرَكُ بِالْأَبْصَارِ مِنْ لَوْنٍ أَوْ شَخْصٍ أَوْ غَيْرِ ذَلِكَ وَ لَمْ نَصِفْهُ بِبَصَرِ لَحْظَةِ اَلْعَيْنِ وَ كَذَلِكَ سَمَّيْنَاهُ لَطِيفاً لِعِلْمِهِ بِالشَّيْءِ اَللَّطِيفِ مِثْلِ اَلْبَعُوضَةِ وَ أَخْفَى مِنْ ذَلِكَ وَ مَوْضِعِ اَلنُّشُوءِ مِنْهَا وَ اَلْعَقْلِ وَ اَلشَّهْوَةِ لِلسِّفَادِ وَ اَلْحَدَبِ عَلَى نَسْلِهَا وَ إِقَامِ بَعْضِهَا عَلَى بَعْضٍ وَ نَقْلِهَا اَلطَّعَامَ وَ اَلشَّرَابَ إِلَى أَوْلاَدِهَا فِي

① مرآۃ العقول: ۲/ ۴۱

اَلْجِبَالِ وَ اَلْمَفَاوِزِ وَ اَلْأَوْدِيَةِ وَ اَلْقِفَارِ فَعَلِمْنَا أَنَّ خَالِقَهَا لَطِيفٌ بِلاَ كَيْفٍ وَ إِنَّمَا اَلْكَيْفِيَّةُ لِلْمَخْلُوقِ اَلْمُكَيَّفِ وَ كَذَلِكَ سَمَّيْنَا رَبَّنَا قَوِيّاً لاَ بِقُوَّةِ اَلْبَطْشِ اَلْمَعْرُوفِ مِنَ اَلْمَخْلُوقِ وَ لَوْ كَانَتْ قُوَّتُهُ قُوَّةَ اَلْبَطْشِ اَلْمَعْرُوفِ مِنَ اَلْمَخْلُوقِ لَوَقَعَ اَلتَّشْبِيهُ وَ لاَحْتَمَلَ اَلزِّيَادَةَ وَ مَا اِحْتَمَلَ اَلزِّيَادَةَ اِحْتَمَلَ اَلنُّقْصَانَ وَ مَا كَانَ نَاقِصاً كَانَ غَيْرَ قَدِيمٍ وَ مَا كَانَ غَيْرَ قَدِيمٍ كَانَ عَاجِزاً فَرَبُّنَا تَبَارَكَ وَ تَعَالَى لاَ شِبْهَ لَهُ وَ لاَ ضِدَّ وَ لاَ نِدَّ وَ لاَ كَيْفَ وَ لاَ نِهَايَةَ وَ لاَ تَبْصَارَ بَصَرٍ وَ مُحَرَّمٌ عَلَى اَلْقُلُوبِ أَنْ تُمَثِّلَهُ وَ عَلَى اَلْأَوْهَامِ أَنْ تَحُدَّهُ وَ عَلَى اَلضَّمَائِرِ أَنْ تُكَوِّنَهُ جَلَّ وَ عَزَّ عَنْ أَدَاةِ خَلْقِهِ وَ سِمَاتِ بَرِيَّتِهِ وَ تَعَالَى عَنْ ذَلِكَ عُلُوّاً كَبِيراً۔

ابو ہاشم جعفری بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت امام ابوجعفر ثانی جواد علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے آپؑ کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ مجھے رب تبارک وتعالیٰ کے بارے اور اس کے اسماء وصفات جو قرآن میں ذکر ہوئے ہیں، ان کے بارے میں بیان فرمائیں کیا وہ اسماء وصفات وہی رب ہیں؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: تیری اس کلام کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں: اگر تو یہ کہنا چاہتا ہے کہ یہ ساری صفات واسماء ہی رب ہیں تو پھر خدا کا متعدد و تکثر ہونا لازم آئے گا اور وہ اس سے بلند وبالاتر ہے کہ اس میں تعدادو کثرت پائی جائے اور اگر تیری مراد ہے کہ یہ اسماء وصفات ہمیشہ سے ہیں تو پھر بھی اس میں دو احتمال ہیں:

اگر تو یہ کہنا چاہتا ہے کہ وہ ہمیشہ سے ان کے بارے میں جانتا تھا کہ فقط وہ ہی ان اسماء اور اوصاف کا حق دار ہے تو یہ عین توحید ہیں اور یہ درست ہے کہ وہ ان کے بارے میں جانتا تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ وہ ان کا حق دار ہے۔ اور اگر تیری مراد یہ ہے کہ ان کی یہ تصویر اور ان کے ہجے اور حروف کی تقطیع ہمیشہ سے ہے تو معاذ اللہ پھر اس کا معنی ہے کہ تو اللہ کے علاوہ کسی اور چیز کے ہمیشہ ہونے کا قائل ہے ایسا نہیں ہے۔ فقط اللہ تھا اور کوئی مخلوق نہیں تھی اور جب خدا نے خلق کو خلق کیا تو پھر اس نے اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان ان اسماء واوصاف کے الفاظ کو خلق کیا تاکہ وہ اس کے اور مخلوق کے درمیان وسیلہ بن سکیں۔ تاکہ اس کی مخلوق اس کی بارگاہ میں ان کے ذریعے اپنی التجاء وتضرع کرے اور وہ ان کے ذریعے اس کی معرفت حاصل کرے اور عبادت کرے اور اس کا ذکر کرے۔ کیونکہ وہ تھا لیکن اس کا ذکر نہیں تھا (کیونکہ کوئی ذکر کرنے والا نہیں تھا) اور اپنے ذکر کے ہونے سے وہ مذکور ہوا ہے۔ وہ اللہ (یعنی ذات اقدس) وہ قدیم ہے جو ہمیشہ سے ہے باقی اس کے اسماء وصفات ساری اس کی مخلوق ہیں اور ان کے معانی ان کا مصداق ومعنی ایک ہی ہے جو اس کی ذات ہے جس کو لفظ اللہ بیان کرتا ہے وہ اللہ کہ جس میں اختلاف یعنی جدا جدا ہونا اور ملنا ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ یہ اختلاف یعنی جدا جدا ہونا یا جدا جدا ہونے کے

بعد ملنا یہ اس میں ہوتا ہے جس کے اجزا ہوں ۔لہٰذا یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ جدا ہوتا ہے اور نہ ہی اللہ میں قلت و کثرت پائی جاتی ہے، وہ اپنی ذات میں قدیم ہے، وہ فقط ایک واحد ہے کہ جس کے اجزا نہیں ہیں اور اس کے علاوہ جو بھی واحد ہے اس کے اجزا ہیں مگر اس کے بارے میں اجزا قلت و کثرت کا وہم نہیں ۔ ہر وہ جس میں قلت و کثرت متصور ہو وہ مخلوق ہے جو بیان کرتی ہے کہ اس کا کوئی خالق ہے جس نے اسے خلق کیا ہے ۔اب جو کہا جاتا ہے کہ اللہ قادر ہے تو اس سے مراد ہے کہ اس کے بارے میں خبر دی جاری ہی ہے کہ عاجز نہیں ہے اور کوئی چیز اس کو عاجز نہیں کر سکتی گویا اس سے عجز کی نفی کی جارہی ہے اور عجز کو اس کے علاوہ کے لیے ثابت کیا جا رہا ہے کہ اس کے علاوہ جو بھی ہے وہ بہر حال عاجز ہے ۔ ایسے ہی جب کہا جاتا ہے کہ وہ عالم ہے اس سے مراد ہے کہ اس سے جہل کی نفی کی جارہی ہے نہ کہ علم کو ثابت کیا جارہا ہے بلکہ کہا جارہا ہے کہ اس ذات کے علاوہ جو بھی ہے اس کے لیے بہر حال جہل ہے ۔لہٰذا جب خدا تمام اشیاء کو فنا کردے گا تو یہ حروف اور اس کے مرکبات بھی فناء ہو جائیں گے لیکن وہ ہمیشہ رہے گا اور وہ ہمیشہ عالم رہے گا۔

اس شخص نے پھر عرض کیا: اگر ایسے ہی ہے تو پھر اس کو ہم سننے والا کیسے کہہ سکتے ہیں اور اس کا نام سمیع کیسے رکھ سکتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: جیسے اس مراد یہ ہے کہ جو کچھ کان سن سکتے ہیں وہ اس سے مخفی نہیں ہے لیکن ہم اس کو مخلوق کے سننے کی طرف سے متصف نہیں کہہ سکتے کہ جیسے ہم کانوں سے سنتے ہیں ویسے ہی وہ سنتا ہے ایسا نہیں ہے ۔ایسے ہی جب اس کو بصیر کہتے ہیں تو اس سے مراد ہے کہ جو کچھ آنکھیں دیکھ سکتی ہیں وہ اس سے پوشیدہ وہ مخفی نہیں ہے خواہ وہ رنگ و اشخاص وغیرہ ہی ہو تو یہ آنکھوں سے دیکھا جاتا ہے لیکن خدا سے مخفی نہیں ہیں لیکن یہ مراد نہیں ہے کہ وہ سر والی آنکھوں سے دیکھتا ہے جیسے کہ ہم دیکھتے ہیں ۔ ایسے ہی ہم اس کو لطیف کہتے ہیں تو اس سے مراد ہے کہ وہ لطیف سے لطیف تر مخلوق کو بھی جانتا ہے حتیٰ کہ مچھر اور اس سے چھوٹی مخلوق جو ہماری نظروں سے نہیں دکھائی دیتی وہ اس کا عالم ہے، اس کو بھی جانتا ہے اور اس کی ضروریات کو بھی جانتا ہے، اسکے نشوونما کو، اس کے کھانے کی اشیاء، اس کی شہوت کے زمان کو اور اولاد سے مہر و محبت کو بھی جانتا ہے ۔ وہ کہاں سوار ہوئے ہیں اور جو کھانے و پینے کے لیے جمع کرتے ہیں اس کو بھی جانتا ہے ۔ان صحراؤں اور پہاڑوں کا وہ خالق ہے تو ہمیں معلوم ہو کہ ان لطیف اشیاء کا خالق بھی ہے، وہ لطیف ہے اور اس کی کوئی کیفیت نہیں ہے ۔ وہ مخلوق میں کیفیت کو خلق کرنے والا ہے اس کی کیفیت نہیں ہے ۔ ایسے ہی جب ہم رب کو قوی کہتے ہیں تو اس سے مراد وہ قوت و طاقت نہیں جو مخلوق میں ہے کہ اپنے سے کم کو زیر کرنا اور مارنا اور اگر خدا کی قوت وہی ہو جو مخلوق والی ہے تو وہ مخلوق کے مشابہ ہو جائے گا اور اس میں کمی و زیادتی کا احتمال ہو گا اور جس میں زیادتی کا احتمال ہو اس میں کمی کا احتمال ہوتا ہے اور جس سے

کمی کا احتمال ہو وہ قدیم نہیں ہوتا۔ جو ناقص ہو وہ غیر قدیم ہے اور جو غیر قدیم ہے وہ عاجز ہے۔ ہمارا رب جو برکت والا ہے وہ اس سے بلند و بالا ہے۔ نہ اس کی شبیہ ہے نہ اس کی ضد ہے اور نہ اس کی کوئی کیفیت ہے اور نہ اس کی کوئی نہایت و انتہا ہے اور نہ آنکھیں اسے دیکھ سکتی ہیں۔ دلوں پر حرام ہے کہ وہ اس کی کوئی تصویر کشی کریں اور اوہام پر حرام ہے کہ وہ اس کی کوئی حد معین کریں اور ضمائر پر حرام ہے کہ وہ گمان کریں کہ وہ خلق شدہ ہے۔ وہ مخلوق کے کلمات اور ان کے علامات و نشانیوں سے بلند و بالا ہے وہ بہت بلند و بالا ہے۔[1]

بیان:

توحید صدوق میں اس روایت کی سند کے مرفوع ہونے کو رفع کیا ہے محمد بن بشر کے ساتھ اس کا قول "ہو ھی ذکرہ" کبھی قرار دیا جاتا ہے "تاء" میں ضمیر کو ذکر کی معنی میں اور اس چیز میں جس کے ساتھ ذکر کا ارادہ کیا جائے اور اس میں تکلف ہے اس کے مابعد میں "تاء" کے فاقد ہونے کی وجہ سے

کیا گیا ہے اس کا قول کہ معانی ہے اس کی خبر محذوف ہے جو مخلوقات ہے اور اس کو مبتدا قرار دینا بہتر ہے اور اس کو قرار دیا جائے ایسا کہ جس سے عطف تفسیر کا اس کے لیے قصد ہو مجرور ضمیر کے اسماء اور صفات کی طرف پلٹانے کے ذریعے۔

اور بعض نسخوں میں مخلوقات المعانی بغیر "واؤ" کے ہے۔

"**ولا یزال من لم یزل عالما**" یعنی: عالم زائل نہیں ہوگا، ہمیشہ ہوگا، اس سے قصد کیا ہے کہ بتحقیق اس کی عالمیت اور اس کی دوسری ذاتی صفات، خود اس کی ذات احدیت اور قدیم ہیں نہ کہ اسماء اور صفات کے ذریعے

"**بالسمع المعقول**" یعنی: محبوس

و"**موضع النشوء**" ان سے مراد نشو و نما کی جگہ ہے یعنی: اس کے علم کے لیے ان سے نشو کا مقام ہے جو نشات لے وہ نشات لے گا، النماء کی معنی میں اور کہا گیا ہے بلکہ وہ "واؤ" اور تاء کے ساتھ ہے نشے کی معنی میں ہے عقل کے قریب ہونے اور عقل کے ساتھ ملنے کی وجہ سے، بتحقیق جسد کا عقل سے ملنا جسد کے روح کے ساتھ ملنے کی معنی کو شامل ہے۔

و"**السفاد**" "سین" کے کسرے کے ساتھ "فاء" سے پہلے، مذکر کا مونث پر شیفتہ ہونا۔

و"**الحدب**" "حاء اور دال" کی تحریک حرکت کے ساتھ یعنی: قوم پر شفقت کرنا۔

و"**اقام**" بعض "ہمزہ" کے کسرے کے ساتھ پڑھتے ہیں یعنی: ان کا کسی امر پر ڈٹ کر کھڑا ہونا طاقت کے

---

[1] التوحید: ۹۳؛ تفسیر کنز الدقائق: ۱۳ / ۵۷؛ تفسیر نور الثقلین: ۵ / ۴۳۳؛ الفصول المہمہ: ۱ / ۱۹۲؛ عوالم العلوم: ۲۳ / ۵۴۳؛ بحار الانوار: ۴ / ۱۵۳؛ الاحتجاج: ۲ / ۳۳۲

ساتھ اس امر کی حفاظت کرنا ان کے احوال اور اصل کی حفاظت کرنا۔

اور توحید صدوق میں اور بعض کے دوسرے بعض سے روایت کو سمجھنے کی موافقت ہے جو اس باب کے بعد میں آنے والے باب میں آئے گی۔

اور کہا گیا ہے کہ للطیف کی معنی لطف کا فاعل ہے اور وہ چیز جو بندے کو اطاعت کے قریب کرے اور معصیت سے دور کرے اور ممکن ہے دونوں معنی کو جمع کیا جائے یعنی کہا جائے لطیف وہ شخص جو مصلحتوں کے دقایق اور عمق کو جانتا ہے پھر لطف کرتا ہے پھر صلاح اور نیکی کے طلب کرنے والے کو اس کے پہنچنے میں مہربانی کے راستے پر آنے کا لطف کرتا ہے بغیر بغض کے۔

بس جب اس کام میں مہربانی جمع ہو اور ادراک میں لطف جمع ہو تو لطف کی معنی کامل ہوتی ہے۔

"**والقفر**" قاف کے مقدم ہونے کے ساتھ، یعنی وہ خشک بیابان جس میں نہ نبات ہو نہ پانی ہو۔

و"التبصار" بصر سے۔

"عن أدات خلقه" یہ أدات یا "حمزہ" کی فتح کے ساتھ ہے آلۃ کی معنی میں اور دائرے والی اور گول (ۃ) تاء کے ساتھ نہیں لکھا جاتا کیونکہ وہ وقف کے مقام پر نہیں ہے یا أدات حمزے کے کسرے کے ساتھ ہوگا مدد کی معنی میں یا جمع کرنے کی معنی میں۔

"الادۃ" وزن اور ثقل کی معنی میں

"**والسمۃ**" سین کے کسرے کے ساتھ یعنی: علامت اور نشانی

تحقیق اسناد:

حدیث مرفوع ہے۔[1] اور اس کی التوحید والی سند حسن ہے کیونکہ محمد بن ابی عبداللہ اور محمد بن بشیر دونوں ثقہ ثابت ہیں۔ (واللہ اعلم)

8/386 الکافی،۱/۸/۱۱۷/۱ علی بن محمد عن سهل عن السراد عَمَّنْ ذَكَرَهُ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ عِنْدَهُ اَللَّهُ أَكْبَرُ فَقَالَ اَللَّهُ أَكْبَرُ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ فَقَالَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ حَدَّدْتَهُ فَقَالَ اَلرَّجُلُ كَيْفَ أَقُولُ قَالَ قُلْ اَللَّهُ أَكْبَرُ مِنْ أَنْ يُوصَفَ.

السراد نے اُس شخص سے روایت کی ہے جس نے اس کا ذکر کیا، اس کا بیان ہے کہ حضرت ابوعبداللہ امام صادق علیہ السلام سے ایک شخص نے عرض کیا: اللہ اکبر سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: یہ مراد ہے کہ اللہ ہر چیز سے بڑا ہے۔

[1] مرآۃ العقول: ۲/۴۸

اس نے عرض کیا: ہر شئے سے بڑا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: تو نے تو اللہ کی حد بیان کر دی ہے۔

اس نے عرض کیا: تو میں کیسے کہوں؟ پھر کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: کہو کہ اللہ اس سے بہت بڑا ہے کہ اس کی توصیف کی جائے۔[1]

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف علی المشہور ہے[2] لیکن میرے نزدیک حدیث مرسل ہے۔(واللہ اعلم)

9/387 الکافی،۱/۹/۱۱۸/۱ و رواه محمد عن ابن عيسى عَنْ مَرْوَكِ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ جُمَيْعِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ: أَيُّ شَيْءٍ اَللَّهُ أَكْبَرُ فَقُلْتُ اَللَّهُ أَكْبَرُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ فَقَالَ وَ كَانَ ثَمَّ شَيْءٌ فَيَكُونُ أَكْبَرَ مِنْهُ فَقُلْتُ وَمَا هُوَ قَالَ اَللَّهُ أَكْبَرُ مِنْ أَنْ يُوصَفَ.

جمیع بن عمیر نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے (مجھ سے) فرمایا: اللہ کس شئے سے بڑا ہے؟

میں نے عرض کیا: اللہ ہر چیز سے بڑا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اس سے مراد ہے کہ وہ تھا، پھر اشیاء ہوئیں اور پھر وہ ان سے بڑا ہوا۔

میں نے عرض کیا: پھر کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: مراد یہ ہے کہ وہ اس سے بہت بڑا ہے کہ کوئی اس کی توصیف کرے۔[3]

بیان:

''حدوتہ'' پہلے ''دال'' کی شد کے ساتھ التحدید سے ہے یعنی: قرار دیا اس کے لیے حد محدود کو اور یہ اس لیے ہے کہ اس کو اشیاء کے مقابلے میں قرار دیا ہے اور اس کو حد میں قرار دیا ہے اور اشیاء کو دوسری حد میں اور ان دونوں میں وزن کرنے والے کی حد میں قرار دیا اس کے باوجود کہ وہ ہر شئے پر محیط ہے خارج نہیں ہوتی اس کی معیت اور ساتھ ہونے سے اور اس کی قیومیت سے کوئی چیز۔

[1] التوحید: ۳۱۲؛ فلاح السائل: ۹۹؛ تفسیر کنز الدقائق: ۷/ ۵۴۳؛ وسائل الشیعہ: ۷/ ۱۹۱؛ مستدرک الوسائل: ۵/ ۳۲۸؛ تفسیر نور الثقلین: ۳/ ۲۳۹؛ تفسیر الصافی: ۳/ ۲۲۸؛ معانی الاخبار: ۱/ ۱۱؛ بحار الانوار: ۸۱/ ۳۶۶ و ۹۰/ ۲۱۹؛ المحاسن: ۱/ ۲۴۱

[2] مرآۃ العقول: ۲/ ۴۸

[3] التوحید: ۳۱۳؛ تفسیر نور الثقلین: ۳/ ۲۳۹؛ وسائل الشیعہ: ۷/ ۱۹۱؛ تفسیر کنز الدقائق: ۷/ ۵۴۳؛ معانی الاخبار: ۱/ ۱۱؛ المحاسن: ۱/ ۲۴۱؛ بحار الانوار: ۹۰/ ۲۱۸

جس طرح اس کی طرف اشارہ کیا ہے اپنے اس قول کے مطابق کہ: اور ہو وہاں شئے یعنی: اس کی واسعہ ذات کے ملاحظہ کے ساتھ اور اس کے ہر شئے پر احاطے کے ساتھ اور اس کی ہر شئے کے ساتھ معیت کہ کوئی چیز باقی نہیں رہتی جس کی نسبت دی جائے اس کی طرف اکبریت کے ذریعے بلکہ ہر شی ہلاک ہونے والی ہے اس کے کریم چہرے کے سواء اور ہر وجود اور کمال اس کی ذات کے مرتبے میں اور اس کے قدیم وجود میں فانی ہے

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے۔ [1]

10/388 الکافی،۱/۱۱۸/۱۰/۱ علی عن العبیدی عن یونس عَنْ هِشَامِ بْنِ اَلْحَكَمِ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ عَنْ سُبْحَانَ اَللَّهِ فَقَالَ أَنَفَةٌ لِلَّهِ.

ہشام بن حکم بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے سوال کیا: سبحان اللہ سے کیا مراد ہے؟ آپؑ نے فرمایا: خدا کو پاک ومنزہ قرار دینا ہر عیب سے۔ [2]

بیان:

یعنی: تنزیہ ہے (منزہ کرنا) اس کی ذات احدیت کے لیے ہر اس چیز سے جو اس کی ذات کی لائق نہیں ہے کہا جاتا ہے انف من شئے یعنی جب اس چیز سے کراہت اور نفرت ہو اور اپنی ذات کو اس پر شرف دے و ''سبحان'' مصدر ہے جو منصوب ہے مضمر فعل کے ذریعے۔

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے [3]

11/389 الکافی،۱/۱۱۸/۱۱/۱ أَحْمَدُ بْنُ مِهْرَانَ عَنْ عَبْدِ اَلْعَظِيمِ بْنِ عَبْدِ اَللَّهِ اَلْحَسَنِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَسْبَاطٍ عَنْ سُلَيْمَانَ مَوْلَى طِرْبَالٍ عَنْ هِشَامٍ اَلْجَوَالِيقِيِّ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ عَنْ قَوْلِ اَللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ (سُبْحَانَ اَللَّهِ) مَا يُعْنَى بِهِ قَالَ تَنْزِيهُهُ.

ہشام جوالیقی نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے خدا کے قول: ''سبحان اللہ'' کے بارے

---

[1] مرآۃ العقول: ۲/۴۹

[2] معانی الاخبار: ۱۱/۱۰/۱۱۸/۱۹؛ تفسیر العیاشی: ۲/۲۷۶؛ التوحید: ۳۱۲؛ تفسیر نور الثقلین: ۲/۸۷۴؛ تفسیر کنز الدقائق: ۶/۳۹۸؛ تفسیر البرہان: ۵/۳۵۰؛ بحار الانوار: ۹۰/۱۷۶؛ مجمع البحرین: ۵/۲۸

[3] مرآۃ العقول: ۲/۴۹

میں سوال کیا کہ اس سے کیا مراد ہے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: اس کی تنزیہ مراد ہے (یعنی اس کو ہر عیب ونقص سے پاک ومنزہ قرار دینا)۔ [1]

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے [2] لیکن میرے نزدیک حدیث موثق کالصحیح ہے کیونکہ علی بن اسباط ثقہ ثابت ہے اور تفسیر القمی اور کامل الزیارات کا راوی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس نے فطحی مذہب سے رجوع کر لیا تھا [3] اور سلیمان مولی طربال بھی ثقہ ثابت ہے اور وہ کامل الزیارات کا راوی ہے [4] (واللہ اعلم)

12/390 الکافی،۱/۱۱۸/۱۲/۱ علی بن محمد و محمد بن الحسن عن سھل و محمد عن ابن عیسی جمیعاً عَنْ أَبِي هَاشِمٍ اَلْجَعْفَرِيِّ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا جَعْفَرٍ اَلثَّانِيَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ مَا مَعْنَى اَلْوَاحِدِ فَقَالَ إِجْمَاعُ اَلْأَلْسُنِ عَلَيْهِ بِالْوَحْدَانِيَّةِ كَقَوْلِهِ تَعَالَى (وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اَللَّهُ).

ابو ہاشم جعفری بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام حضرت ابوجعفر ثانی جواد علیہ السلام سے دریافت کیا کہ واحد سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جس کی وحدانیت پر تمام زبانیں جمع ہو جائیں جیسا کہ خدا کا فرمان ہے: ''اگر تم ان سے سوال کرو کہ ان کا خالق کون ہے تو ضرور جواب دیں گے کہ اللہ ہے۔(الزخرف:۸۷)۔'' [5]

بیان:

جیسے بتحقیق فطرت اولی کے حساب سے انسانی فطرت جلب کی گئی ہے اس طرف کہ اعتراف کرے کہ بتحقیق اللہ واحد لاشریک لہ ہے اور اگر اغراض نفسانی نہ ہوتے تو فطرت میں دو چیزوں کا اختلاف نہ ہوتا اور اس لیے خدا نے ان سے سوال کیا کہ ''الست بربکم'' کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں۔

تو انہوں نے کہا: کیوں نہیں!

اتفاق کے ساتھ

---

[1] التوحید:۱۲ ۳؛ تفسیر نور الثقلین:۲/۸ ۷ ۴ و ۵/ ۲۹۷؛ معانی الاخبار:۱/ ۹؛ تفسیر البرہان:۳/ ۲۱۵ و ۵/ ۵۰ ۳؛ تفسیر کنز الدقائق:۲/ ۳۹۸؛ بحار الانوار: ۹۰/ ۱۱۷

[2] مرآۃ العقول:۲/ ۴۹

[3] المفید من معجم رجال الحدیث:۳۸۵

[4] ایضاً:۲۶۹

[5] تفسیر البرہان:۱/ ۶۷ ۳؛ تفسیر کنز الدقائق:۱۲/ ۱۰۸؛ تفسیر نور الثقلین:۴/ ۶۱۸؛ عوالم العلوم:۲۳/ ۸۱؛ بحار الانوار:۳/ ۲۰۸؛ التوحید:۸۳؛ تفسیر الصافی:۴/ ۳۹ ۱؛ معانی الاخبار:۱/ ۵

اور اسی طرح ہے فطرت ثانیہ، اور اگر ان کی طبیعتوں کا کوئی دوسرا اور غرض اور مقصد نہ ہوتا اور ان سے سوال کیا جاتا کہ خالق کون ہے تو وہ ضرور کہتے کہ اللہ۔

روایت ہے کہ ایک زندیق امام صادق علیہ السلام کی بارگاہ میں داخل ہوا۔

پھر اس نے سوال کیے صانع کے ثابت کرنے پر دلیل کیا ہے تو مولا علیہ السلام نے اس کو بتائے اور پھر اس سے سوال کیا: کہاں سے تو نے قبول کیا اور قصہ کیا ہے؟

تو زندیق نے کہا: میں دریا میں کشتی پر سفر کر رہا تھا اور ایک مرتبہ بہت ساری ہوا نے مجھے گھیر لیا اور موجیں اٹھیں اور کشتی ٹوٹ گئی اور میں اس کے ایک لکڑی کے پھٹے پر لٹک گیا اور موجیں جاری رہیں اور انہوں نے مجھے دھکیل کر ساحل تک پہنچا دیا اور میں نجات پا گیا۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا:

یا اس وقت جب کشتی ٹوٹی اور موجوں نے تمہیں گھیر دیا تھا تو اس وقت تو اپنے دل کو دیکھا تھا کہ کس طرح وہ نجات پانے کے لیے گڑگڑا رہا تھا اور تضرع کر رہا تھا جس کو گڑگڑا کر تیرا دل پکار رہا تھا وہی تیرا خدا ہے بس زندیق نے اس کا اعتراف کیا اور اس کا عقیدہ اچھا ہوا۔

اور یہ خدا کے قول سے ہے کہ

''جب تمہیں دریا میں کوئی خوف وخطر پہنچے تو اس وقت ایک خدا کے سوا باقی سب خدا جن کو تم پکارتے ہو تمہاری یاد سے چلے جاتے ہیں۔(الاسراء:٦٧)۔''

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔[1]

13/391 الکافی،١/١/١٢٣/١ علی بن محمد و محمد بن الحسن عن سهل عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَلْوَلِيدِ وَلَقَبُهُ شَبَابٌ اَلصَّيْرَفِيُّ عَنْ دَاوُدَ بْنِ اَلْقَاسِمِ اَلْجَعْفَرِيِّ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي جَعْفَرٍ اَلثَّانِي عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ جُعِلْتُ فِدَاكَ مَا (اَلصَّمَدُ) قَالَ اَلسَّيِّدُ اَلْمَصْمُودُ إِلَيْهِ فِي اَلْقَلِيلِ وَ اَلْكَثِيرِ.

داؤد بن القاسم الجعفری بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام ابوجعفر الثانی جواد علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: خدا مجھے آپ پر قربان قرار کرے! الصمد سے کیا مراد ہے؟

---

[1] مرآة العقول: ٢/ ٤٩

آپؑ نے فرمایا: وہ سردار کہ جس کی طرف قلیل وکثیر میں حاجت ہو۔ [1]

بیان:

''المصمود الیه'' یعنی مقصود

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف علی المشہور ہے [2] لیکن میرے نزدیک حدیث محمد بن ولید شباب الصیرفی کی وجہ سے مجہول ہے۔ (واللہ اعلم)

14/392 الکافی،۱/۱۲۳/۲/۱ العدۃ عن البرقی عن العبیدی عن یونس عَنِ اَلْحَسَنِ بْنِ اَلسَّرِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ يَزِيدَ اَلْجُعْفِيِّ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ عَنْ شَيْءٍ مِنَ اَلتَّوْحِيدِ فَقَالَ إِنَّ اَللَّهَ تَبَارَكَتْ أَسْمَاؤُهُ اَلَّتِي يُدْعَا بِهَا وَ تَعَالَى فِي عُلُوِّ كُنْهِهِ وَاحِدٌ تَوَحَّدَ بِالتَّوْحِيدِ فِي تَوَحُّدِهِ ثُمَّ أَجْرَاهُ عَلَى خَلْقِهِ فَهُوَ وَاحِدٌ صَمَدٌ قُدُّوسٌ يَعْبُدُهُ كُلُّ شَيْءٍ وَ يَصْمُدُ إِلَيْهِ كُلُّ شَيْءٍ وَ (وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْماً).

جابر بن یزید الجعفی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوجعفر محمد باقر علیہ السلام سے توحید کے بارے میں سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کے تمام اسماء جن کے ذریعے خدا کو پکارا جاتا ہے وہ بابرکت ہیں اور وہ اپنی حقیقت میں بہت بلند وعلو مرتبہ رکھتا ہے وہ یکتا ہے اور وہ اپنی توحید میں منفرد ہے پس اس نے اس توحید کو اپنی مخلوق میں جاری کر دیا ہے پس وہ واحد ہے صمد ہے قدوس ہے۔ ہر چیز اس کی عبادت کرتی ہے اور ہر چیز اس کی طرف محتاج ہے اور ہر چیز سے اس کا علم وسیع ہے اور وہ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ [3]

بیان:

''توحد بالتوحید فی توحدہ'' یعنی: بتحقیق ہر ایک خدا کے بغیر اپنے توحد میں اکیلے ہونے میں اکیلا نہیں ہے جبکہ کبھی کبھی اس کے لیے اس کے توحد میں اس جیسے موجود یا مفروض اس کو مل جاتے ہیں۔

بس خداوند جیسے اپنی الٰہیت میں لاشریک ہے ایسے وہ اپنے احدیت میں لاشریک ہے اور یہ اس لیے ہے کہ اس کی وحدت، اس وحدت عددی کی جنس سے نہیں جو باب اعداد میں داخل ہے اور نہ ہی وہ مبہم وحدت جس کے

[1] معانی الاخبار: ۱/ ۹؛ التوحید: ۹۴؛ عوالم العلوم: ۲۳/ ۲۰۹؛ تفسیر البرہان: ۵/ ۸۰۱؛ بحار الانوار: ۳/ ۲۲۰؛ قاموس القرآن: ۴/ ۱۵۲؛ مجمع البحرین: ۳/ ۸۸

[2] مرآۃ العقول: ۲/ ۲۰

[3] التوحید: ۹۳؛ تفسیر کنز الدقائق: ۱۴/ ۵۱۰؛ تفسیر البرہان: ۵/ ۸۰۱؛ تفسیر نور الثقلین: ۵/ ۷۱۱؛ بحار الانوار: ۳/ ۲۲۰

ذریعے انواع اور اجناس کی وصف بیان ہوتی ہے۔

''**ثم اجراه علی خلقه** ''یعنی: پھر جاری ہوتا ہے مخلوق پر اس کی توحید کا سایہ جس طرح وجود کا فیض مخلوق پر جاری ہوتا ہے بس نتیجے میں ہر شئے میں وحدت اس کا عین وجود بالذات ہے اور اس کا غیر اعتباری ہے اور اس میں کثرت کا شائبہ ہے اس لیے فرمایا: ''فھو واحد صمد''

یعنی: فقط وہ واحد ہے اور وہ ایسا واحد ہے جو اپنے وجود میں صمد ہے۔

"قدوس" یعنی وحدت میں

اس کے ساتھ کثرت ممزوج نہیں ہوتی بس اس لیے ہر شئے اس کی عبادت کرتی ہے اپنے کمال کے کامل ہونے کے لیے

و "**یصمد الیه کل شیء** "تفرقے اور کثرت کے عالم سے بچنے کے لیے عالم جمعیت اور وحدت کی طرف

اور ان کا قول ''وسع کل شئے علما'' اشارہ ہے اس طرف کہ بتحقیق اس کی ذات کی وحدت اس کے اس علم کی طرح ہے جو خود اس کی ذات ہے

''**وسعت کل شیء** '' شئے کیونکہ بتحقیق وہ ہر شئے کے ساتھ ہے نہ کہ ان کے ساتھ ملا ہوا ہو اور نہ ہی ان سے جدا ہو۔

جیسے امیر المومنین علیہ السلام سے نقل ہوا ہے۔

اس طرح ہمارے استاد قدس سرہ نے اس حدیث کے معنی کو بیان کیا کہ محمد بن یعقوب الکلینی طاب ثراہ نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہا: یہ معنی صحیح ہے الصمد کی تاویل میں نہ کہ وہ معنی جو تشبیہ کرنے والوں نے کیا ہے کہ وہ اندر سے خالی جس کا جوف نہیں ہے کیونکہ یہ نہیں ہوگا مگر جسم کی صفت سے اور خداوند اس سے متعال اور اعلی ہے اور وہ اعظم اور اجل ہے ان اوہام سے جو اس کی صفت پر واقع ہوتے ہیں۔

اگر صمد کی تاویل اللہ کی صفت میں المصمت ہوتی یعنی اندر سے خالی تو یہ اللہ کے قول کے مخالف ہوتی کہ فرمایا: ''اس کی جیسی کوئی چیز نہیں ہے'' کیونکہ یہ اجسام کی صفت ہے جو کہ اندر سے خالی ہیں جن کے اجواف نہیں ہیں جیسے دریا اور حدید اور دوسری وہ اشیاء جن کے اجواف نہیں ہیں اور خدا ان سے بالا ہے علو کبیر کے حساب سے۔ بس وہ جو ان روایات میں اس کے بارے میں آیا ہے اس کو عالم امام علیہ السلام زیادہ جانتے ہیں جیسے یہ فرمایا: کہ بتحقیق الصمد وہی مصمود الیہ کا سید ہے

یہ صحیح معنی ہے اور موافق ہے اللہ تعالی کے قول کے ساتھ کہ کہا لیس کمثلہ شئے۔کوئی شے اس کی مثل نہیں)۔

المصمود الیہ کا معنی لغت میں مقصود ہے۔
ابو طالب علیہ السلام نے بعض جگہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح کرتے ہوئے فرمایا:
قسم ہے جمرہ عقبہ کی، جب اس پر پتھر پھینکنے کے لیے اس کی طرف قصد کریں، متوجہ ہوں
صمد والیھا یعنی: اس کی طرف متوجہ ہوں اسے پتھر ماریں
جنادل یعنی وہ چھوٹے پتھر جن کو جمار کہتے ہیں۔
بعض جاہلیت کے شعرا نے کہا کہ:
میں گمان نہیں رکھتا کہ مکے کے اطراف میں خدا کا کوئی ظاہر گھر ہو جس کی طرف متوجہ ہوں اور اس کا قصد کریں۔
ابن الزبرقان نے کہا:
رھیبہ (ایک شخص کا نام ہے) نہیں مگر سید صمد ہے۔ یعنی رھیبہ ایسا شخص ہے جس کی طرف لوگ متوجہ ہیں اور وہ ان کا مقصود ہے۔
اور شداد ابن معاویہ نے حذیفہ بن بدر کے لیے کہا: میں نے اس کے اوپر تلوار بلند کی اور اس کو کہا اے حذیفہ اس کو پکڑو کہ تم سید صمد ہو۔
یعنی مورد توجہ و مقصود ہو۔
اور اس طرح کی بہت ساری مثالیں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ وہ سید الصمد ہے جس کی طرف تمام مخلوق، جن وانس سے، اس کی طرف توجہ کرتی ہے اور اس سے حاجتیں چاہتی ہے اور مصیبتوں میں اس کی پناہ لیتی ہے اور دکھ تکلیف کی وقت اس کی امید کرتی ہے اور ہمیشہ نعمتوں کی امید اس سے کرتی ہے تاکہ ان سے دکھ تکلیفیں دور کرے۔
ان کا کلام ختم ہوا۔
اور میں کہتا ہوں کہ:
اور آپ نے جانا کہ صمد کی تاویل اس معنی میں ہے کہ جس کا جوف نہ ہو، وہ بھی صحیح ہے جو ہم نے آپ کے لیے بیان کیا پہلے النسبۃ کے باب میں اور آپ نے جانا کہ اس میں اہل العصمۃ علیہم السلام سے روایات بھی آئی ہیں اور ہمارے استاد ابو جعفر الکلینی رحمہ اللہ نے اس کا اعتراف کیا۔
وہ معنی جو اس نے ذکر کی ہیں ان کے صحت کے ساتھ کوئی منافات نہیں ہے بلکہ اس کی دوسرے معانی بھی ہیں جو سب صحیح ہیں اور اہل لغت والوں کے ساتھ موافقت رکھتی ہیں۔ ابن اثیر نے النھایہ میں اسماء اللہ میں کہا: الصمد وہی سید ہے جس پر سیادت اور بزرگی ختم ہو۔
اور کہا گیا ہے کہ: وہ دائم باقی ہے۔

اور کہا گیا ہے کہ: وہ جس کا جوف نہیں ہے۔

اور کہا گیا ہے کہ: وہ ہستی جس کی طرف حاجتوں میں توجہ اور قصد کیا جائے۔

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول کالصحیح ہے [1] لیکن میرے نزدیک حدیث حسن ہے۔ (واللہ اعلم)

۴۷۔ باب فرق ما بين المعانی التی تحت أسماء الله تعالى وأسماء المخلوقين

اللہ تعالیٰ کے اسماء اور مخلوق کے اسماء کے معانی میں فرق

1/393 الكافی، ۱/۱۱۸/۱ علی عَنِ ٱلْمُخْتَارِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ ٱلْمُخْتَارِ ٱلْهَمْدَانِيِّ وَ مُحَمَّدُ بْنُ ٱلْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ ٱللَّهِ بْنِ ٱلْحَسَنِ ٱلْعَلَوِيِّ جَمِيعاً عَنِ ٱلْفَتْحِ بْنِ يَزِيدَ ٱلْجُرْجَانِيِّ عَنْ أَبِي ٱلْحَسَنِ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ: (وَهُوَ ٱللَّطِيفُ ٱلْخَبِيرُ) (ٱلسَّمِيعُ ٱلْبَصِيرُ) ٱلْوَاحِدُ ٱلْأَحَدُ (ٱلصَّمَدُ. لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ. وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُواً أَحَدٌ) لَوْ كَانَ كَمَا يَقُولُ ٱلْمُشَبِّهَةُ لَمْ يُعْرَفِ ٱلْخَالِقُ مِنَ ٱلْمَخْلُوقِ وَلاَ ٱلْمُنْشِئُ مِنَ ٱلْمُنْشَإِ لَكِنَّهُ ٱلْمُنْشِئُ فَرْقٌ بَيْنَ مَنْ جَسَّمَهُ وَصَوَّرَهُ وَأَنْشَأَهُ إِذْ كَانَ لاَ يُشْبِهُهُ شَيْءٌ وَلاَ يُشْبِهُ هُوَ شَيْئاً قُلْتُ أَجَلْ جَعَلَنِيَ ٱللَّهُ فِدَاكَ لَكِنَّكَ قُلْتَ ٱلْأَحَدُ ٱلصَّمَدُ وَقُلْتَ لاَ يُشْبِهُهُ شَيْءٌ وَٱللَّهُ وَاحِدٌ وَٱلْإِنْسَانُ وَاحِدٌ أَلَيْسَ قَدْ تَشَابَهَتِ ٱلْوَحْدَانِيَّةُ قَالَ يَا فَتْحُ أَحَلْتَ ثَبَّتَكَ ٱللَّهُ إِنَّمَا ٱلتَّشْبِيهُ فِي ٱلْمَعَانِي فَأَمَّا فِي ٱلْأَسْمَاءِ فَهِيَ وَاحِدَةٌ وَهِيَ دَالَّةٌ عَلَى ٱلْمُسَمَّى وَذَلِكَ أَنَّ ٱلْإِنْسَانَ وَإِنْ قِيلَ وَاحِدٌ فَإِنَّهُ يُخْبَرُ أَنَّهُ جُثَّةٌ وَاحِدَةٌ وَلَيْسَ بِاثْنَيْنِ وَٱلْإِنْسَانُ نَفْسُهُ لَيْسَ بِوَاحِدٍ لِأَنَّ أَعْضَاءَهُ مُخْتَلِفَةٌ وَأَلْوَانَهُ مُخْتَلِفَةٌ وَمَنْ أَلْوَانُهُ مُخْتَلِفَةٌ غَيْرُ وَاحِدٍ وَهُوَ أَجْزَاءٌ مُجَزَّاةٌ لَيْسَتْ بِسَوَاءٍ دَمُهُ غَيْرُ لَحْمِهِ وَلَحْمُهُ غَيْرُ دَمِهِ وَعَصَبُهُ غَيْرُ عُرُوقِهِ وَشَعْرُهُ غَيْرُ بَشَرِهِ وَسَوَادُهُ غَيْرُ بَيَاضِهِ وَكَذَلِكَ سَائِرُ جَمِيعِ ٱلْخَلْقِ فَٱلْإِنْسَانُ وَاحِدٌ فِي ٱلاِسْمِ وَلاَ وَاحِدٌ فِي ٱلْمَعْنَى

[1] مرآۃ العقول: ۲/ ۴۲

وَ اَللَّهُ جَلَّ جَلاَلُهُ هُوَ وَاحِدٌ لاَ وَاحِدَ غَيْرُهُ لاَ اِخْتِلاَفَ فِيهِ وَ لاَ تَفَاوُتَ وَ لاَ زِيَادَةَ وَ لاَ نُقْصَانَ فَأَمَّا اَلْإِنْسَانُ اَلْمَخْلُوقُ اَلْمَصْنُوعُ اَلْمُؤَلَّفُ مِنْ أَجْزَاءٍ مُخْتَلِفَةٍ وَ جَوَاهِرَ شَتَّى غَيْرَ أَنَّهُ بِالاِجْتِمَاعِ شَيْءٌ وَاحِدٌ قُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاكَ فَرَّجْتَ عَنِّي فَرَّجَ اَللَّهُ عَنْكَ فَقَوْلَكَ (اَللَّطِيفُ اَلْخَبِيرُ) فَسِّرْهُ لِي كَمَا فَسَّرْتَ اَلْوَاحِدَ فَإِنِّي أَعْلَمُ أَنَّ لُطْفَهُ عَلَى خِلاَفِ لُطْفِ خَلْقِهِ لِلْفَصْلِ غَيْرَ أَنِّي أُحِبُّ أَنْ تَشْرَحَ ذَلِكَ لِي فَقَالَ يَا فَتْحُ إِنَّمَا قُلْنَا اَللَّطِيفُ لِلْخَلْقِ اَللَّطِيفِ وَ لِعِلْمِهِ بِالشَّيْءِ اَللَّطِيفِ أَ وَ لاَ تَرَى وَفَّقَكَ اَللَّهُ وَ ثَبَّتَكَ إِلَى أَثَرِ صُنْعِهِ فِي اَلنَّبَاتِ اَللَّطِيفِ وَ غَيْرِ اَللَّطِيفِ وَ مِنَ اَلْخَلْقِ اَللَّطِيفِ وَ مِنَ اَلْحَيَوَانِ اَلصِّغَارِ وَ مِنَ اَلْبَعُوضِ وَ اَلْجِرْجِسِ وَ مَا هُوَ أَصْغَرُ مِنْهَا مَا لاَ يَكَادُ تَسْتَبِينُهُ اَلْعُيُونُ بَلْ لاَ يَكَادُ يُسْتَبَانُ لِصِغَرِهِ اَلذَّكَرُ مِنَ اَلْأُنْثَى وَ اَلْحَدَثُ اَلْمَوْلُودُ مِنَ اَلْقَدِيمِ فَلَمَّا رَأَيْنَا صِغَرَ ذَلِكَ فِي لُطْفِهِ وَ اِهْتِدَائَهُ لِلسِّفَادِ وَ اَلْهَرَبِ مِنَ اَلْمَوْتِ وَ اَلْجَمْعَ لِمَا يُصْلِحُهُ وَ مَا فِي لُجَجِ اَلْبِحَارِ وَ مَا فِي لِحَاءِ اَلْأَشْجَارِ وَ اَلْمَفَاوِزِ وَ اَلْقِفَارِ وَ إِفْهَامَ بَعْضِهَا عَنْ بَعْضٍ مَنْطِقَهَا وَ مَا يَفْهَمُ بِهِ أَوْلاَدُهَا عَنْهَا وَ نَقْلَهَا اَلْغِذَاءَ إِلَيْهَا ثُمَّ تَأْلِيفَ أَلْوَانِهَا حُمْرَةٍ مَعَ صُفْرَةٍ وَ بَيَاضٍ مَعَ حُمْرَةٍ وَ أَنَّهُ مَا لاَ تَكَادُ عُيُونُنَا تَسْتَبِينُهُ لِدَمَامَةِ خَلْقِهَا لاَ تَرَاهُ عُيُونُنَا وَ لاَ تَلْمِسُهُ أَيْدِينَا عَلِمْنَا أَنَّ خَالِقَ هَذَا اَلْخَلْقِ لَطِيفٌ لَطُفَ بِخَلْقِ مَا سَمَّيْنَاهُ بِلاَ عِلاَجٍ وَ لاَ أَدَاةٍ وَ لاَ آلَةٍ وَ أَنَّ كُلَّ صَانِعِ شَيْءٍ فَمِنْ شَيْءٍ صَنَعَ وَ اَللَّهُ اَلْخَالِقُ اَللَّطِيفُ اَلْجَلِيلُ خَلَقَ وَ صَنَعَ لاَ مِنْ شَيْءٍ.

فتح بن یزید الجرجانی سے روایت ہے کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا، آپؑ نے فرمایا: اللہ لطیف وخبیر، سمیع وبصیر، واحد، احد، الصمد، نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے اور نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے کوئی اس کا کفو نہیں ہے وہ احد ہے۔ اگر خدا ایسا ہوتا جیسا کہ مشتبہ فرقہ قائل ہے۔ تو پھر خالق کو مخلوق سے پہچانا نہ جا سکتا۔ ایجاد کرنے والے اور ایجاد ہونے والے کے درمیان فرق معلوم ہو سکتا ہے اور وہ جس نے صورت وجسم عطا کیا ہے اور وہ جس کو جسم وصورت دی گئی ہے اس کے درمیان فرق ہی نہ رہتا۔ جبکہ کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں اور وہ کسی چیز کی مانند نہیں ہے۔

میں نے عرض کیا: خدا مجھے آپؑ پر قربان کرے! آپؑ نے فرمایا ہے کہ وہ واحد ہے، وہ یکتا ہے، وہ بے نیاز ہے کوئی چیز اس کی مانند نہیں وہ کسی چیز کی مانند نہیں ہے۔ حالانکہ خدا بھی واحد ہے اور انسان بھی واحد ہے کیا تو اس

کی وحدت انسان کی وحدت کی مانند نہیں ہے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے فتح! خدا تجھے زندہ وسلامت رکھے! تو نے بڑی محال چیز کے بارے میں گفتگو کر دی ہے۔تشبیہ جو ذکر کی گئی ہے وہ تشبیہ معانی میں مراد ہے اور اسماء کی نیت سے یہ واحد ہے اور یہ مسمیٰ پر دلالت ہے۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ جب یہ کہا جاتا ہے کہ انسان واحد ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ آپ خبر دے رہے ہیں کہ وہ انسان ایک جبثہ وایک پیکر وجسم ہے اور دو پیکر وجسم نہیں ہیں لیکن خود انسان ایک نہیں ہے کیونکہ اس کے اعضا مختلف ہیں اور بہت زیادہ ہیں اور ان کے رنگ مختلف ہیں اور جس کے اجزا ور رنگ مختلف ہوں وہ ایک نہیں ہو سکتا۔اس کے اجزا قابل تقسیم ہیں ایک جیسے نہیں ہیں۔اس کا خون اس کے گوشت سے جدا ہے اور گوشت خون سے جدا ہے، اس کے پٹھے اس کی رگوں سے الگ ہیں، اس کے بال اس کی جلد سے الگ ہیں، اس کی سفیدی اس کی سیاہی سے الگ ہے اور ایسے ہی باقی تمام مخلوق ہے۔پس انسان اسم میں واحد ہے معنی میں واحد نہیں ہے۔اللہ جل جلالہ وعز شانہ ایسا واحد ہے کہ اس کی مثل کوئی بھی واحد نہیں، وہ ذات میں یکتا ہے، اس کے اجزا میں اختلاف نہیں اور نہ اس کے اجزا میں اتصال ہے، اس میں کمی وزیادتی نہیں۔اور انسان مخلوق ہے جس کو بنایا گیا ہے اور وہ مختلف اجزا کا مجموعہ ہے، اس میں مختلف قسم کے جواہر ہیں اور تمام اجزا و جواہر مختلف کے اجتماع کے باوجود انسان ایک ہے۔جبکہ خدا ایسا واحد نہیں ہے۔

راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے عرض کیا: خدا مجھے آپؑ پر قربان کرے! آپؑ نے میرے لیے آسانی کر دی ہے اور راحت عطا کی ہے اور پریشانی کم کی ہے۔خدا آپ کو راحت عطا فرمائے اور آپ کے لیے آسانی قرار فرمائے۔

پس اس کے قول: ''اللہ لطیف وخبیر ہے'' کی بھی ایسے ہی تفسیر فرمائیں جیسے آپ نے واحد کی تفسیر فرمائی ہے۔اگرچہ میں جانتا ہوں کہ خدا کا لطف اس کی مخلوق کے لطف کے خلاف والگ ہے ان میں فرق ہے مگر میں چاہتا ہوں کہ آپؑ اس کی وضاحت فرمادیں۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے فتح! وہ لطیف ہے تو اپنی لطیف مخلوق کے سبب ہے اور اس وجہ سے کہ وہ شئی لطیف کو جاننے والا ہے۔خدا تجھے ثابت قدم رکھے اور تجھے توفیق دے کیا تو اس کی لطیف مخلوق کی خلقت کی طرف نہیں دیکھتا اور یہ چھوٹے حیوان وکیڑے مکوڑے، مچھر و پستو اور ان سے بھی چھوٹے (جراثیم) جن کو آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں بلکہ ان کے چھوٹے چھوٹے ہونے کی وجہ سے یہ بھی معلوم نہیں ہوتا ہے کہ ان میں نر کون ہے اور مادہ کون ہے اور نوزائدہ کون ہے اور ان کے پہلے والے کو معلوم نہیں کیا جا سکتا۔ہم دیکھتے ہیں کہ اس

ذات نے اپنے لطف سے ان کو ہدایت دی ہے کہ جس سے چلتے ہیں، پھرتے ہیں، کھاتے ہیں اور نرا پنی مادہ کے قریب جاتا ہے اور نسل کی افزائش ہوتی ہے اور وہ موت سے فرار کرتے ہیں اور جوان کے لیے مناسب و اصلاح ہے اس کو وہ اپنے لیے ذخیرہ کرتے ہیں اور ان جانوروں کو دیکھیں جو سمندر کی لہروں میں ہیں جو درختوں کے اندر ہونے والے سوراخوں میں ہیں، جو صحراؤں اور بیابانوں میں ہوتے ہیں وہ اپنی زبانوں میں ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہیں اور ان کا شعور جس سے وہ اپنی اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں اور پھر ان کے لیے غذا لے کر آتے ہیں۔ پھر رنگوں میں کیسا امتزاج رکھا ہے کہ کوئی سیاہ ہے تو کوئی سفید، کوئی سرخ ہے تو کوئی زرد، اور کسی میں سرخی و سفید اور کسی میں سرخی و زردی کو جمع کر دیا ہے۔ اور بعض ان میں اتنے چھوٹے ہوتے ہیں کہ ہماری نظروں سے دیکھے نہیں جا سکتے اور بعض ایسے ہیں کہ ان کی آنکھیں نہیں ہیں۔ پس جس نے ان لطیف مخلوقات کو خلق کیا ہے وہ خالق لطیف ہے اس نے اپنے لطف سے ان کو خلق کیا ہے، اس نے ان کو خلق کرنے میں کوئی تکلیف نہیں اُٹھائی اور کوئی آلات و اوزار استعمال نہیں کیے۔ پس ہر صانع اپنی شئے سے کہ جس کو اس نے خلق کیا ہے، پہچانا جاتا ہے پس اللہ وہ خالق لطیف و جلیل ہے جس نے ان کو خلق کیا اور پھر ان کی خلقت کسی چیز سے نہیں۔ [1]

بیان:

جیسے کتاب عیون اخبار میں امام علی زمانہ علیہ السلام سے شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ اشکال گواہ ہے اور راور شیخ کتاب توحید میں کفوا احد کے قول کے بعد اشیا کو پیدا کرنے والا اور اجسام کو مجسم کرنے والا اور راور صورتوں کو تصویر دینے والا ہے۔

اور اگر ایسا ہوتا کہ جو وہ کہتے ہیں تو خالق مخلوق سے نہیں پہچانا جاتا اور گویا یہ زیادہ عبارت صاحب الکافی کے قلم سے ساقط ہو گئی ہے جیسے ان کو قول ہے کہ ''کمایقولون'' یعنی جیسے تشبیہ دینے والے کہتے ہیں۔

اور الکافی شریف کے بعض نسخوں میں کبھی کبھار پایا جاتا ہے اور اگر ایسے ہوتا جیسے مشبہ یعنی تشبیہ دینے والے کہتے ہیں تو خالق کو نہیں پہچانا جاتا

''**لکنه المنشیٔ**'' یا یہ کلام تام ہے اور اس کے بعد میں آنے والا دوسرا کلام ہے یا **المنشیٔ** بدل ہے ضمیر کا اور اس کا مابعد اس کی خبر ہے۔

''**فرق**'' یا فعل ماضی ہے یا تنوین کے ساتھ ہے

[1] التوحید: ۶۰ و ۱۸۵؛ عیون اخبار الرضاؑ: ۱ / ۱۲۷؛ تفسیر کنز الدقائق: ۴ / ۲۱۶ و ۱۴ / ۵۰۹؛ بحار الانوار: ۴ / ۱۷۳ و ۲۹۰؛ تفسیر نور الثقلین: ۱ / ۱۰ و ۵ / ۵۰۹؛ تفسیر البرہان: ۵ / ۴۴۲؛ الفصول المہمہ: ۱ / ۲۰۶

''بین من جسمه ''یعنی اس کے اور جس نے اس کو جسم دیا کے درمیان فرق ہے۔
''أجل'' یہ حرف ایجاب ہے ''ہاں'' کی معنی میں مگر بتحقیق وہ اس سے بہترین ہے تصدیق میں
''و نعم'' استفہام میں اس سے بہتر ہے۔
''أحلت'' یعنی آیا ہے محال کے ساتھ۔
''ثبتك الله'' یعنی حق پر
''انما التشبیه فی المعانی'' کہا گیا ہے اس کی معنی یہ ہے کہ حقیقت اور ذات میں تشبیہ نہیں ہے۔
اور بتحقیق تشبیہ فقط مفہومات میں ہے جو ایک لفظ کے ذریعے اس پر دلالت کرتی ہے۔
میں کہتا ہوں:
بلکہ وہ تشبیہ جو اس سے ممنوع ہے وہ ہے جو معانی میں ہو یعنی: جب اس کی ذات کی تشبیہ دی جائے کسی چیز کی طرف مخلوق میں سے نہ کہ وہ تشبیہ جو اسماء میں ہو ایک لفظ کے ساتھ جو اس پر اطلاق کرے اور اس کے مخلوق پر اس معنی کے متعدد ہونے کے ساتھ جس لفظ مراد ہو۔
و''کذلك سائر جمیع الخلق ''یعنی اگر ان میں سے ہر ایک ہو واحد، ایک، بسیط خارج میں بس اگر ایسا ہو تو وہ متعدد، مرکب اور اجزاء والے ہیں پھر وہ چاہے اس جنس سے ہوں اور فصل سے اور ماہیت اور انیت سے ہوں جو ایک دوسرے کے مغایر ہیں۔
پس خالص وحدانیت اور اکیلا اور ایک اور واحد ہونا نہیں ہے سواء خداوند کے
''من اجزاء مختلفة'' یہ ظرف خبر ہے الانسان کے لیے یا المولف خبر ہے یا المصنوع خبر ہے
''للخلق اللطیف'' یہاں الخلق مصدر کی معنی میں ہے۔
''لعلمه بالشیء اللطیف'' الخلق کے لیے بدل ہے یا علت ہے۔
اور کتاب کے بعض نسخوں میں اور شیخ صدوق کی دو کتابوں میں ''ولعلمه'' واؤ کے ساتھ ہے جو بہتر اور حق ہے تاکہ وہ دوسری علت ہو خدا کے لطیف نام رکھنے کے لیے
و''الجرجس'' دونوں 'جیم' کے کسرے کے ساتھ اور دونوں 'جیم' کے درمیان راء ہے اور سین مھمل ہے یعنی چھوٹا مچھر اور اسے قرقس بھی کہا جاتا ہے۔
''وما فی لجج البحار ''یعنی: ان سے،
اور بعض نسخوں میں ''مما'' ہے جو من بیانیہ ہے یا بیان ہے اس چیز کے لیے جو اس کی صلاحیت رکھتی ہو اور یہ واضح

تر ہے۔

و" اللحاء " لام کے کسرے اور حاء کے مہمل ہونے اور مد کے ساتھ درخت کی کھال کی معنی میں۔

و" بیاض " کتاب عیون اخبار الرضا کے نسخوں میں نصب کے ساتھ ہے جو ظاہر اور واضح ہے۔

" لدمامة خلقها " دال کے فتح کے ساتھ یعنی حقارت۔

" بلا علاج " مباشرت علاج کے بغیر۔

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے۔[1]

2/394 الکافی،۱/۲/۱۲۰/۱ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ مُرْسَلاً عَنْ أَبِي اَلْحَسَنِ اَلرِّضَا عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ قَالَ: إِعْلَمْ عَلَّمَكَ اَللَّهُ اَلْخَيْرَ أَنَّ اَللَّهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى قَدِيمٌ وَ اَلْقِدَمُ صِفَتُهُ اَلَّتِي دَلَّتِ اَلْعَاقِلَ عَلَى أَنَّهُ لاَ شَيْءَ قَبْلَهُ وَ لاَ شَيْءَ مَعَهُ فِي دَيْمُومِيَّتِهِ فَقَدْ بَانَ لَنَا بِإِقْرَارِ اَلْعَامَّةِ مُعْجِزَةُ اَلصِّفَةِ أَنَّهُ لاَ شَيْءَ قَبْلَ اَللَّهِ وَ لاَ شَيْءَ مَعَ اَللَّهِ فِي بَقَائِهِ وَ بَطَلَ قَوْلُ مَنْ زَعَمَ أَنَّهُ كَانَ قَبْلَهُ أَوْ كَانَ مَعَهُ شَيْءٌ وَ ذَلِكَ أَنَّهُ لَوْ كَانَ مَعَهُ شَيْءٌ فِي بَقَائِهِ لَمْ يَجُزْ أَنْ يَكُونَ خَالِقاً لَهُ لِأَنَّهُ لَمْ يَزَلْ مَعَهُ فَكَيْفَ يَكُونُ خَالِقاً لِمَنْ لَمْ يَزَلْ مَعَهُ وَ لَوْ كَانَ قَبْلَهُ شَيْءٌ كَانَ اَلْأَوَّلَ ذَلِكَ اَلشَّيْءُ لاَ هَذَا وَ كَانَ اَلْأَوَّلُ أَوْلَى بِأَنْ يَكُونَ خَالِقاً لِلْأَوَّلِ ثُمَّ وَصَفَ نَفْسَهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى بِأَسْمَاءٍ دَعَا اَلْخَلْقَ إِذْ خَلَقَهُمْ وَ تَعَبَّدَهُمْ وَ اِبْتَلاَهُمْ إِلَى أَنْ يَدْعُوهُ بِهَا فَسَمَّى نَفْسَهُ سَمِيعاً بَصِيراً قَادِراً قَائِماً نَاطِقاً ظَاهِراً بَاطِناً لَطِيفاً خَبِيراً قَوِيّاً عَزِيزاً حَكِيماً عَلِيماً وَ مَا أَشْبَهَ هَذِهِ اَلْأَسْمَاءَ فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ مِنْ أَسْمَائِهِ اَلْقَالُونَ اَلْمُكَذِّبُونَ وَ قَدْ سَمِعُونَا نُحَدِّثُ عَنِ اَللَّهِ أَنَّهُ لاَ شَيْءَ مِثْلُهُ وَ لاَ شَيْءَ مِنَ اَلْخَلْقِ فِي حَالِهِ قَالُوا أَخْبِرُونَا إِذَا زَعَمْتُمْ أَنَّهُ لاَ مِثْلَ لِلَّهِ وَ لاَ شِبْهَ لَهُ كَيْفَ شَارَكْتُمُوهُ فِي أَسْمَائِهِ اَلْحُسْنَى فَتَسَمَّيْتُمْ بِجَمِيعِهَا فَإِنَّ فِي ذَلِكَ دَلِيلاً عَلَى أَنَّكُمْ مِثْلُهُ فِي حَالاَتِهِ كُلِّهَا أَوْ فِي بَعْضِهَا دُونَ بَعْضٍ إِذْ جَمَعْتُمُ اَلْأَسْمَاءَ اَلطَّيِّبَةَ قِيلَ لَهُمْ إِنَّ اَللَّهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى أَلْزَمَ اَلْعِبَادَ أَسْمَاءً مِنْ أَسْمَائِهِ عَلَى اِخْتِلاَفِ اَلْمَعَانِي وَ ذَلِكَ كَمَا يَجْمَعُ اَلاِسْمُ اَلْوَاحِدُ مَعْنَيَيْنِ مُخْتَلِفَيْنِ وَ اَلدَّلِيلُ عَلَى ذَلِكَ قَوْلُ اَلنَّاسِ اَلْجَائِزُ عِنْدَهُمُ اَلشَّائِعُ وَ هُوَ اَلَّذِي خَاطَبَ اَللَّهُ بِهِ اَلْخَلْقَ فَكَلَّمَهُمْ بِمَا

---

[1] مرآۃ العقول:۲/ ۵۳

يَعْقِلُونَ لِيَكُونَ عَلَيْهِمْ حُجَّةً فِي تَضْيِيعِ مَا ضَيَّعُوا فَقَدْ يُقَالُ لِلرَّجُلِ كَلْبٌ وَ حِمَارٌ وَ ثَوْرٌ وَ سُكَّرَةٌ وَ عَلْقَمَةٌ وَ أَسَدٌ كُلُّ ذَلِكَ عَلَى خِلاَفِهِ وَ حَالاَتِهِ لَمْ تَقَعِ اَلْأَسَامِي عَلَى مَعَانِيهَا اَلَّتِي كَانَتْ بُنِيَتْ عَلَيْهِ لِأَنَّ اَلْإِنْسَانَ لَيْسَ بِأَسَدٍ وَ لاَ كَلْبٍ فَافْهَمْ ذَلِكَ رَحِمَكَ اَللَّهُ وَ إِنَّمَا سُمِّيَ اَللَّهُ تَعَالَى بِالْعِلْمِ بِغَيْرِ عِلْمٍ حَادِثٍ عَلِمَ بِهِ اَلْأَشْيَاءَ اِسْتَعَانَ بِهِ عَلَى حِفْظِ مَا يُسْتَقْبَلُ مِنْ أَمْرِهِ وَ اَلرَّوِيَّةِ فِيمَا يَخْلُقُ مِنْ خَلْقِهِ وَ يُفْسِدُ مَا مَضَى مِمَّا أَفْنَى مِنْ خَلْقِهِ مِمَّا لَوْ لَمْ يَحْضُرْهُ ذَلِكَ اَلْعِلْمُ وَ يَغِيبُهُ كَانَ جَاهِلاً ضَعِيفاً كَمَا أَنَّا لَوْ رَأَيْنَا عُلَمَاءَ اَلْخَلْقِ إِنَّمَا سُمُّوا بِالْعِلْمِ لِعِلْمٍ حَادِثٍ إِذْ كَانُوا فِيهِ جَهَلَةً وَ رُبَّمَا فَارَقَهُمُ اَلْعِلْمُ بِالْأَشْيَاءِ فَعَادُوا إِلَى اَلْجَهْلِ وَ إِنَّمَا سُمِّيَ اَللَّهُ عَالِماً لِأَنَّهُ لاَ يَجْهَلُ شَيْئاً فَقَدْ جَمَعَ اَلْخَالِقَ وَ اَلْمَخْلُوقَ اِسْمُ اَلْعَالِمِ وَ اِخْتَلَفَ اَلْمَعْنَى عَلَى مَا رَأَيْتَ وَ سُمِّيَ رَبُّنَا سَمِيعاً لاَ بِخَرْتٍ فِيهِ يَسْمَعُ بِهِ اَلصَّوْتَ وَ لاَ يُبْصِرُ بِهِ كَمَا أَنَّ خَرْتَنَا اَلَّذِي بِهِ نَسْمَعُ لاَ نَقْوَى بِهِ عَلَى اَلْبَصَرِ وَ لَكِنَّهُ أَخْبَرَ أَنَّهُ لاَ يَخْفَى عَلَيْهِ شَيْءٌ مِنَ اَلْأَصْوَاتِ لَيْسَ عَلَى حَدِّ مَا سُمِّينَا نَحْنُ فَقَدْ جَمَعَنَا اَلاِسْمُ بِالسَّمْعِ وَ اِخْتَلَفَ اَلْمَعْنَى وَ هَكَذَا اَلْبَصَرُ لاَ بِخَرْتٍ مِنْهُ أَبْصَرَ كَمَا أَنَّا نُبْصِرُ بِخَرْتٍ مِنَّا لاَ نَنْتَفِعُ بِهِ فِي غَيْرِهِ وَ لَكِنَّ اَللَّهَ بَصِيرٌ لاَ يَحْتَمِلُ شَخْصاً مَنْظُوراً إِلَيْهِ فَقَدْ جَمَعَنَا اَلاِسْمُ وَ اِخْتَلَفَ اَلْمَعْنَى وَ هُوَ قَائِمٌ لَيْسَ عَلَى مَعْنَى اِنْتِصَابٍ وَ قِيَامٍ عَلَى سَاقٍ فِي كَبَدٍ كَمَا قَامَتِ اَلْأَشْيَاءُ وَ لَكِنْ قَائِمٌ يُخْبِرُ أَنَّهُ حَافِظٌ كَقَوْلِ اَلرَّجُلِ اَلْقَائِمُ بِأَمْرِنَا فُلاَنٌ وَ اَللَّهُ هُوَ اَلْقَائِمُ عَلَى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَ اَلْقَائِمُ أَيْضاً فِي كَلاَمِ اَلنَّاسِ اَلْبَاقِي وَ اَلْقَائِمُ أَيْضاً يُخْبِرُ عَنِ اَلْكِفَايَةِ كَقَوْلِكَ لِلرَّجُلِ قُمْ بِأَمْرِ بَنِي فُلاَنٍ أَيِ اِكْفِهِمْ وَ اَلْقَائِمُ مِنَّا قَائِمٌ عَلَى سَاقٍ فَقَدْ جَمَعَنَا اَلاِسْمُ وَ لَمْ نَجْمَعِ اَلْمَعْنَى وَ أَمَّا اَللَّطِيفُ فَلَيْسَ عَلَى قِلَّةٍ وَ قَضَافَةٍ وَ صِغَرٍ وَ لَكِنْ ذَلِكَ عَلَى اَلنَّفَاذِ فِي اَلْأَشْيَاءِ وَ اَلاِمْتِنَاعِ مِنْ أَنْ يُدْرَكَ كَقَوْلِكَ لِلرَّجُلِ لَطُفَ عَنِّي هَذَا اَلْأَمْرُ وَ لَطُفَ فُلاَنٌ فِي مَذْهَبِهِ وَ قَوْلِهِ يُخْبِرُكَ أَنَّهُ غَمَضَ فِيهِ اَلْعَقْلُ وَ فَاتَ اَلطَّلَبُ وَ عَادَ مُتَعَمِّقاً مُتَلَطِّفاً لاَ يُدْرِكُهُ اَلْوَهْمُ فَكَذَلِكَ لَطُفَ اَللَّهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى عَنْ أَنْ يُدْرَكَ بِحَدٍّ أَوْ يُحَدَّ بِوَصْفٍ وَ اَللَّطَافَةُ مِنَّا اَلصِّغَرُ وَ اَلْقِلَّةُ فَقَدْ جَمَعَنَا اَلاِسْمُ وَ اِخْتَلَفَ اَلْمَعْنَى وَ أَمَّا اَلْخَبِيرُ فَالَّذِي لاَ يَعْزُبُ عَنْهُ شَيْءٌ وَ لاَ يَفُوتُهُ لَيْسَ لِلتَّجْرِبَةِ وَ لاَ لِلاِعْتِبَارِ بِالْأَشْيَاءِ فَعِنْدَ اَلتَّجْرِبَةِ وَ اَلاِعْتِبَارِ عِلْمَانِ وَ لَوْ لاَهُمَا مَا عُلِمَ لِأَنَّ مَنْ كَانَ كَذَلِكَ كَانَ جَاهِلاً وَ اَللَّهُ لَمْ يَزَلْ خَبِيراً بِمَا

يَخْلُقُ وَ الْخَبِيرُ مِنَ النَّاسِ الْمُسْتَخْبِرُ عَنْ جَهْلٍ الْمُتَعَلِّمُ فَقَدْ جَمَعَنَا الِاسْمُ وَ اخْتَلَفَ الْمَعْنَى وَ أَمَّا الظَّاهِرُ فَلَيْسَ مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ عَلَا الْأَشْيَاءَ بِرُكُوبٍ فَوْقَهَا وَ قُعُودٍ عَلَيْهَا وَ تَسَنُّمٍ لِذُرَاهَا وَ لَكِنْ ذَلِكَ لِقَهْرِهِ وَ لِغَلَبَتِهِ الْأَشْيَاءَ وَ قُدْرَتِهِ عَلَيْهَا كَقَوْلِ الرَّجُلِ ظَهَرْتُ عَلَى أَعْدَائِي وَ أَظْهَرَنِي اللَّهُ عَلَى خَصْمِي يُخْبِرُ عَنِ الْفَلْجِ وَ الْغَلَبَةِ فَهَكَذَا ظُهُورُ اللَّهِ عَلَى الْأَشْيَاءِ وَ وَجْهٌ آخَرُ أَنَّهُ الظَّاهِرُ لِمَنْ أَرَادَهُ وَ لَا يَخْفَى عَلَيْهِ شَيْءٌ وَ أَنَّهُ مُدَبِّرٌ لِكُلِّ مَا بَرَأَ فَأَيُّ ظَاهِرٍ أَظْهَرُ وَ أَوْضَحُ مِنَ اللَّهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى لِأَنَّكَ لَا تَعْدَمُ صَنْعَتَهُ حَيْثُمَا تَوَجَّهْتَ وَ فِيكَ مِنْ آثَارِهِ مَا يُغْنِيكَ وَ الظَّاهِرُ مِنَّا الْبَارِزُ بِنَفْسِهِ وَ الْمَعْلُومُ بِحَدِّهِ فَقَدْ جَمَعَنَا الِاسْمُ وَ لَمْ يَجْمَعْنَا الْمَعْنَى وَ أَمَّا الْبَاطِنُ فَلَيْسَ عَلَى مَعْنَى الِاسْتِبْطَانِ لِلْأَشْيَاءِ بِأَنْ يَغُورَ فِيهَا وَ لَكِنْ ذَلِكَ مِنْهُ عَلَى اسْتِبْطَانِهِ لِلْأَشْيَاءِ عِلْماً وَ حِفْظاً وَ تَدْبِيراً كَقَوْلِ الْقَائِلِ أَبْطَنْتُهُ يَعْنِي خَبَّرْتُهُ وَ عَلِمْتُ مَكْتُومَ سِرِّهِ وَ الْبَاطِنُ مِنَّا الْغَائِبُ فِي الشَّيْءِ الْمُسْتَتِرُ وَ قَدْ جَمَعَنَا الِاسْمُ وَ اخْتَلَفَ الْمَعْنَى وَ أَمَّا الْقَاهِرُ فَلَيْسَ عَلَى مَعْنَى عِلَاجٍ وَ نَصَبٍ وَ احْتِيَالٍ وَ مُدَارَاةٍ وَ مَكْرٍ كَمَا يَقْهَرُ الْعِبَادُ بَعْضُهُمْ بَعْضاً وَ الْمَقْهُورُ مِنْهُمْ يَعُودُ قَاهِراً وَ الْقَاهِرُ يَعُودُ مَقْهُوراً وَ لَكِنْ ذَلِكَ مِنَ اللَّهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى عَلَى أَنَّ جَمِيعَ مَا خَلَقَ مُلَبَّسٌ بِهِ الذُّلُّ لِفَاعِلِهِ وَ قِلَّةُ الِامْتِنَاعِ لِمَا أَرَادَ بِهِ لَمْ يَخْرُجْ مِنْهُ طَرْفَةَ عَيْنٍ أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ وَ الْقَاهِرُ مِنَّا عَلَى مَا ذَكَرْتُ وَ وَصَفْتُ فَقَدْ جَمَعَنَا الِاسْمُ وَ اخْتَلَفَ الْمَعْنَى وَ هَكَذَا جَمِيعُ الْأَسْمَاءِ وَ إِنْ كُنَّا لَمْ نَسْتَجْمِعْهَا كُلَّهَا فَقَدْ يَكْتَفِي الِاعْتِبَارُ بِمَا أَلْقَيْنَا إِلَيْكَ وَ اللَّهُ عَوْنُكَ وَ عَوْنُنَا فِي إِرْشَادِنَا وَ تَوْفِيقِنَا.

حضرت امام ابوالحسن الرضاعلیہ السلام نے (اپنے ایک صحابی سے) فرمایا: خدا آپ کو خیر و نیکی کی تعلیم عطا کرے جان لو کہ اللہ تبارک وتعالی ہے اور قدیم خدا کی وہ صفت ہے جو ہر عقل کے لیے بیان کرتی ہے کہ اللہ ہمیشہ سے ہے اور اس سے قبل کوئی چیز نہیں ہے اور اس ذات کے ساتھ بھی کوئی چیز نہیں اور وہ اپنی قدیمیت (ہمیشگی) میں اپنا کوئی شریک نہیں رکھتا۔ پس اس معجزہ صفت کا ہر عام وخاص عاقل اعتراف کرتا ہے کیونکہ اس نے ہمارے لیے روشن کیا ہے کہ کوئی چیز اس کے ساتھ نہیں اور نہ کوئی چیز اس سے قبل ہے۔ اس سے ہی ان لوگوں کا قول باطل ہو جاتا ہے جو اس کے قائل ہیں اور ان کا گمان باطل ہے کہ اس سے قبل یا اس کے ساتھ ہمیشہ سے کوئی ہے اور کوئی اس چیز کا خالق کیسے ہو سکتا ہے جو چیز ہمیشہ اس کے ساتھ ساتھ ہو۔ ایسے ہی کوئی چیز اس سے قبل اور پہلے بھی نہیں ہو

سکتی کیونکہ اگر کوئی چیز اللہ سے قبل ہوتو پھر یہ اول نہیں ہوسکتا اور پھر نہ صرف یہ کہ وہ چیز جو قبل ہے وہ اول ہو بلکہ اس کے لیے سزاوار ہے کہ وہ دوسروں کی خالق ہو۔ جبکہ خدا نے خود اپنی توصیف میں ذکر کیا ہے کہ میں اول ہوں قدیم ہوں میں ہر چیز کا خالق ہوں۔ اور پھر اس نے اپنی مخلوق کو دعوت دی ہے کہ وہ ان سب کا خالق ہے اور باقی سب مخلوق ہے لہٰذا مجھے پکارو اور میں نے ان کو خلق کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں اور ان کو مامور کیا ہے کہ وہ اس کو پکاریں لہٰذا میں نے اپنا نام خود رکھا ہے کہ وہ سمیع وبصیر ہے، وہ قادر ہے، قائم ہے، ناطق وظاہر ہے، باطن ولطیف ہے۔ خبیر وقوی ہے، عزیز وحکیم ہے اور علیم ہے اور جو جن کے مشابہ اسماء ہیں ان کو اس نے اپنا نام قرار دیا ہے۔ پس ان اسماء کو غالیوں نے اور توحید کے منکرین نے دیکھا اور دوسری طرف سے انہوں نے ہم سے سنا ہے کہ ہم نے بتایا ہے کہ کوئی چیز اس کی مانند نہیں ہے اور کوئی مخلوق کسی حالت میں اس کی مانند نہیں ہے تو انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ تم لوگ کہتے ہو کہ اللہ کی کوئی نظیر ومثل نہیں اور اس کی مانند ومشابہ کوئی نہیں ہے تو پھر تم نے اسماء حسنیٰ کو خود اس کا شریک کیوں قرار دیا ہے؟ چنانچہ یہ اسماء حسنیٰ سے نام رکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ تم تمام حالات میں اس کی مانند ہو یا بعض حالات میں اس کی مانند ہو کیوں کہ تم نے اس کے اسماء حسنیٰ کو اپنے لیے نام رکھا ہے۔ لیکن ہم ان کو اس کا جواب دیتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے بعض کو یہ نام عطا کیے ہیں لیکن دونوں ناموں کے معنی میں اختلاف ہے۔ لہٰذا نام لفظ میں ایک جیسے ہیں لیکن معنی میں مختلف ہیں اور اس کی دلیل لوگوں کا اپنا قول ہے کہ یہ ان کے نزدیک قابل قبول ہے اور مشہور بھی ہے اور خدا نے بھی ان کو اسی روش کے تحت خطاب کیا ہے۔ جو وہ سمجھتے ہیں اس پر ہی وہ ان سے خطاب کرتا ہے تاکہ جو ان میں مشہور وروشن ہے اس کے تحت ان پر حجت تمام ومکمل ہو۔ مثلاً بعض اوقات ایک مرد دوسرے کو شیر کہتا ہے یا گدھا یا گائے کہتا ہے، شکرہ یا بعض کو کتا کہہ دیا جاتا ہے حالانکہ یہ سارے جانور اپنے حالات اور معانی میں انسان سے مختلف ہیں اور یہ سارے اپنے معانی پر نہیں بولے جاتا جن کے لیے ان اسماء کو بنایا گیا ہے کیونکہ انسان نہ شیر ہے اور نہ ہی کتا ہے اور اس کو سمجھو اور درک کرو، خدا تم پر رحم فرمائے۔

ایسے ہی اگر اللہ کا نام عالم رکھا گیا ہے تو علم حادث کی وجہ سے عالم نہیں رکھے گا کہ جن کے ذریعے وہ اشیاء کو جانتا ہو اور آنے والے امور کو یاد رکھتا ہو، اس علم میں مدد حاصل کرتا ہو اور وہ اپنی مخلوق میں تفکر کرتا ہو اور جو کچھ مخلوق نے انجام دیا ہے اس کے تباہ وہ برباد کرنے میں اس سے مدد حاصل کرتا ہو اور اگر وہ علم اس کے پاس نہ ہوتا تو وہ نادان وناتوان ہو جاتا۔ لیکن اس کے برخلاف انسان کو جو عالم کہا جاتا ہے وہ اس کے حادث علم کی وجہ سے کہا جاتا ہے کیونکہ انسان میں جہالت تھی اور بعض اوقات انسان کا حاصل شدہ علم اس سے جدا ہو جاتا ہے اور پھر وہ

جاہل ہو جاتا ہے۔ پس خدا کو عالم کہا جاتا ہے تو مراد ہے کہ وہ جاہل نہیں تھا، نہیں ہے اور نہیں ہو گا اور وہ کسی چیز سے جاہل نہیں ہے۔ خالق اور مخلوق کے درمیان یہ اسم عالم شریک ہے دونوں میں جمع ہے لیکن معانی میں فرق ہے جیسا کہ تم دیکھتے ہو۔

ایسے ہی اللہ کو سمیع کہا جاتا ہے تو وہ اس وجہ سے نہیں کہ کانوں کے سوراخوں سے سنتا ہے اور وہ ان سے دیکھ نہیں سکتا جیسے کہ ہم کانوں کے سوراخوں سے سنتے ہیں اور ان کے ذریعے دیکھ نہیں سکتے اور اس سے اس سننے کے علاوہ کوئی فائدہ حاصل نہیں کرتے ایسے خدا نہیں ہے۔ ایسے ہی خدا دیکھتا ہے لیکن آنکھوں سے نہیں دیکھتا جیسا کہ ہم آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور ہم ان آنکھوں سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکتے۔ لیکن خدا دیکھنے والا ہے جس سے چاہے دیکھ لے۔ وہ نادان نہیں ہے پس دیکھنے والے اسم بصیر میں وہ ہمارے ساتھ شریک ہے لیکن معانی میں اختلاف ہے۔

ایسے ہی وہ قائم ہے لیکن اس معانی میں نہیں ہے کہ وہ سیدھا کھڑا ہے اور اس نے اپنا بوجھ دونوں قدموں پر ڈالا ہوا ہے جیسا کہ دوسری چیزیں ایسے ہی کھڑی ہوتیں ہیں بلکہ خدا کے قائم اور کھڑے ہونے سے مراد ہے۔ کہ خدا ہر چیز کا محافظ ہے اور ان کی نگہداری کرنے والا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں ہمارے امر کے ساتھ قائم ہے۔ پس خدا ہر نفس پر جو وہ کرتا ہے اس کا محافظ و نگہبان ہے اور مومنوں کی زبان میں قائم کا معنی ہے کہ وہ باقی ہے اور سرپرست کے معنی میں لوگ اسے قرار دیتے ہیں یا کہا جاتا ہے کہ فلاں کی اولاد اس کے امر کے ساتھ قائم ہے تو مراد ہے کہ وہ ان کا سرپرست ہے۔ پس ہم جو قیام کرتے ہیں وہ دونوں پاؤں پر کھڑے ہوتے ہیں۔ جبکہ خدا ایسا نہیں ہے۔ یہ دونوں ایک نام میں شریک ہیں لیکن دونوں کے معانی الگ الگ ہیں۔ ہم اس کے لفظ میں اس کے ساتھ تو جمع ہیں لیکن معانی میں الگ الگ ہیں۔ ایسے ہی لفظ لطیف وہ کم دبلا یا چھوٹا ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ وہ لطیف ہے کہ وہ اشیاء میں نفوذ رکھتا ہے کہ ہر چیز کو جانتا ہے اور ہر چیز میں اس کا حکم نافذ ہے اور اشیاء کا اس کو درک کرنا ناممکن ہے جبکہ وہ ہر چیز کو درک کرتا ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ فلاں کا امر میرے لیے باریک ہو گیا ہے تو مراد ہے کہ وہ پوشیدہ ہو گیا ہے ایسے ہی اگر بولا جائے کہ فلاں شخص اپنی راہ و روش میں باریک ہو گیا ہے تو مراد ہے کہ وہ عقل میں ڈوب کر رہ گیا ہے اور اس کی تلاش و جستجو ختم نہیں ہوئی۔ عقل اس کا ادراک نہیں کر سکتی۔ پس یہ معنی ہے اللہ کے لطیف ہونے کا کہ وہ قابل ادراک نہیں۔ یہ لفظ میں اس کے ساتھ شریک ہے لیکن معانی الگ الگ ہیں۔ وہ خبیر ہے آگاہ ہے یعنی جس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں اور کوئی چیز اس کے ہاتھوں سے نکل نہیں گئی اور خدا کا خبیر ہونا تجربہ اور آزمائش کی وجہ سے نہیں ہے۔ جیسا کہ انسان

آزمائشوں اور تجربہ سے خبیر ہوتا ہے اگر آزمائش و تجربہ ہو تو وہ خبیر ہے ورنہ نہیں جبکہ خدا ایسے نہیں ہے بلکہ خدا اپنی مخلوق کے بارے میں ہمیشہ خبیر و آگاہ ہے اس میں جہالت نہیں جب کہ لوگوں میں آگاہ وہ ہے جو پہلے نادان جاہل تھا اور تجربہ کے بعد آگاہ ہوا ہے پس لفظ خبیر میں دونوں شریک ہیں لیکن دونوں کے معانی الگ الگ ہیں۔ ایسے ہی ظاہر ہونا ہے کہ اس کا اس طرح نہیں ہے کہ ہر چیز سے اوپر ہے اور بلند چوٹی پر ہونے کی وجہ سے ظاہر ہے جیسا کہ مخلوق میں ظاہر ہونے کے لیے ہے بلکہ مراد ہے وہ ہر چیز پر غالب ہے اور ہر چیز پر قدرت و تسلط رکھتا ہے۔ جیسے کہ کوئی بندہ کہتا ہے کہ خدا نے مجھے دشمنوں پر غلبہ دیا ہے اور غالب کیا ہے تو خدا ظاہر ہے اس غلبہ اور غلب ہونے کے معنی ہیں۔ اللہ اور مخلوق لفظ میں شریک ہیں لیکن معانی الگ الگ ہیں۔ ایسے ہی مدبر ہونا ہے کہ وہ ہر چیز کا مدبر ہے جس کو اس سے خلق کیا ہے تو پھر اللہ سے واضح و روشن و ظاہر تر کون ہو سکتا ہے کیونکہ تم جہاں بھی ہو اس کی صفت کو پاؤ گے۔ خود تمہارے اندر اس کی قدرت کے آثار نمایاں ہیں ظاہر کا لفظ جس معنی میں ہمارے لیے بولا جاتا ہے اور وہ اس ذات کے لیے نہیں ہے الفاظ ایک جبکہ معانی الگ الگ ہیں۔ اسی طرح خدا باطن ہے سے مراد یہ نہیں ہے کہ اللہ چیزوں کے اندر ہے، یہ معنی مراد نہیں ہے بلکہ مراد ہے، اس کا علم و نگہداری اور تدبیر اشیا کے اندرون تک ہے اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔ ایسے ہی جیسے کوئی کہتا ہے کہ میں اس کے باطن میں ہوں یعنی میں اس کو خوب جانتا ہوں اور میں اس کے پوشیدہ رازوں کو جانتا ہوں اور ہمارے انسانوں میں باطن میں وہ ہے جو کسی چیز کے اندر چھپ جائے پس خالق و مخلوق لفظ میں شریک ہیں لیکن معانی الگ الگ ہیں اور قاہر ہونا تو خدا کے لیے اس معنی میں ہے کہ تمام مخلوقات جن کو اس نے خلق کیا ہے وہ سارے اس کے سامنے لباس خواری و بدحالی کو زیب تن کیے ہوئے ہیں اور کوئی ایک لحظہ کے لیے بھی اس کے حکم کے سامنے سر پیچھے نہیں کر سکتا اور کوئی اس کی حکومت سے نکل نہیں سکتا۔ جبکہ ہمارے ہاں قاہر وہ ہے جو دوسروں کو رنج و زحمت میں مبتلا کر دے لہٰذا الفاظ الگ نہیں لیکن معانی الگ الگ ہیں پس ایسے ہی اس کے دوسرے اسماء ہیں ہم نے تمام کو بیان نہیں کیا بلکہ صرف ایک مقدار کو بیان کر دیا ہے اور نصیحت و سبق حاصل کرنے کے لیے اتنے ہی کافی ہیں۔ خدا تیرا اور ہمارا حامی و مددگار ہو اور ہمیں ہدایت و توفیق عطا فرمائے۔ [1]

بیان:

اس روایت کو شیخ صدوق نے کتاب عیون اور توحید میں اس طرح کی سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔ احمد بن محمد بن

---

[1] التوحید: ۱۸۶؛ عیون اخبار الرضا: ۱/ ۱۴۵؛ تفسیر البرہان: ۲/ ۴۶۳؛ بحار الانوار: ۴/ ۱۷۶؛ تفسیر الصافی: ۲/ ۱۴۵؛ تفسیر نور الثقلین: ۵/ ۲۳۴؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۲۰۸؛ تفسیر کنز الدقائق: ۴/ ۱۷۱؛ الاحتجاج: ۲/ ۳۹۷

الدقاق سے،محمد بن یعقوب الکلینی سے،علی بن محمد المعروف بعلان سے،محمد بن عیسیٰ سے،الحسین بن خالد سے، ابی الحسن الرضاعلیہ السلام سے۔

''الحدیث''ان کافرمان

''معجز ۃالصفۃ''العیون میں ''مع معجز ۃالصفۃ''اور یہ صحیح ہے گویا الکافی شریف کے نسخہ برداروں کے قلم سے ساقط ہوگیا ہے اور متکلف کے لیے جواس میں ہے اس کی توجیہ کرنا ہے یعنی اس کو پڑھے معجز ۃالصفۃ جیم کے فتح کے ساتھ اور الصفۃ کی جر کے ساتھ، عامہ کے لیے یعنی وہ لوگ جن کو عاجز کیا صفت نے اپنے حاصل ہونے سے۔

یا ''جیم'' کے کسرے اور رفع کے ساتھ ہے تاکہ فاعل ہو''بان'' کا اور اس کا مابعد اس کا بدل ہوگا یعنی: ہمارے لیے ہے کہ ہم بھی عام لوگوں کی طرح اقرار کریں کہ اللہ قدیم ہے۔

''**معجزة هذه الصفة**''یعنی: اس سے عاجز کرنا اس شخص کو جوگمان کرتا ہے کہ بتحقیق اللہ تعالیٰ سے پہلے کوئی شئے تھی یا اس کے ساتھ کوئی شئے تھی یعنی وہ خالق ہے اول کے لیے العیون میں یعنی خالق ہے ثانی کے لیے اور وہ واضح تر اور حقیقت ہے۔

''**قائما ناطقا**''کتاب العیون میں ان دونوں لفظ کی جگہ پر''قاھراحیاقیوما'' ہے اور وہ ہے جس کے ذریعے اللہ نے خطاب کیا مخلوق کے ساتھ اس اعتبار سے یہودیوں کو مثال دی گدھے کے ذریعے ان کے شہروں کے لیے اور بلعم کے لیے کتے کے ذریعے اس میں ہدایت کی تاثیر کے نہ ہونے کی وجہ سے اور قدرت کو بیان کیا ہے الید کے ساتھ، اکثر اس کی قدرت کے ہاتھ کے ساتھ جاری ہونے کی وجہ سے۔

''**و علقمة**''درخت ہے بنام شجر الرمیم پر پیش کے ساتھ جو عربستان میں ہوتا ہے۔ جو خوشبودار اور تلخ ہوتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ العلقمہ یعنی: حنظل اور ہر شئے جو تلخ ہو اسے مر کہتے ہیں

''علیہ''کتاب العیون میں ''علیھا'' ہے اور یہ اظہر ہے

''یعینہ''الاعانۃ سے اور اسی طرح پایا گیا ہے نسخوں میں بغیر جزم کے ساتھ۔

اور کتاب عیون میں ''ویعنہ'' ہے جزم کے ساتھ مجزوم، اور یہ صحیح ہے۔

اور لوگوں میں سے جو تکلف کرے اس میں تو اس کو قرار دے گا غائب یعنی اس سے غائب ہو جائے گا۔

تغیبہ: ''باء'' کے ساتھ، فعل ماضی ہے باب تفعل سے مادہ غیبت دے یعنی اس سے خود کو غائب کرے گا۔

اور کتاب العیون کے بعض نسخوں میں: فکر کرنا اس میں جو خلق کرے وہ جس نے اس کو خلق کیا ہے اور گزرے ہوئے کی خوشنودی اس چیز سے جس کو جس نے خلق کیا ہے فنا کیا اس سے کہ اگر اس کو یہ علم اور خوشنودی حاضر نہ کرتے تو وہ جاہل اور ضعیف ہوتا۔

''بخرت''''خاء'' کے ضمے کے ساتھ یعنی: وہ صماخ الاذن ہے جہاں سے آواز جائے اور سوئی کا سوراخ۔

''فی کبد''یعنی: شدت اور تھک۔

''وقضافۃ''''قاف''اور''ضاد''اور پھر''فاء''کے ساتھ یعنی: دقت اور کمزوری۔

اور''قولہ''جر کے ساتھ عطف ہوا ہے''مذھبہ''پر جو تجھے بتاتا ہے کہ مبتدا محذوف کی خبر ہے یعنی: ھذا القول اور ایک نسخے میں''وقولک بخبرک''ہے۔

''غمض فیه العقل ''غمض کی''میم''کے فتح کے اور ضمہ کے ساتھ، چھپے ہوئے کی معنی میں شدید عمق اور گہرائی۔

''والغامض''یعنی وہ کلام جو عمیق ہو واضح نہ ہو۔

اور شیخ صدوق کے دونوں کتابوں میں غمض فبھر العقل ہے جو کہ اصح ہے''بھرہ''سے۔

''المستخبر عن جھل''یعنی: سابق جہل کے بعد علم کے ساتھ متصف۔

''المتعلم ''یعنی: اس کے غیر سے۔

''وتسنم لذراها ''یعنی: اس کے اعلیٰ کرنے کے لیے ارتفاع اور ہر شئے جو کسی اور شئے کو بلند کرے۔

''عن الفلج ''یعنی: ظفر اور کامیابی

''ولا یخفی علیه شیئ '' کہا گیا ہے کہ یہ دوسری وجہ ہے اللہ کی ظاہریت کے لیے اس کے لیے کہ جس کے لیے ظاہر ہونے کا ارادہ کرے، بس بتحقیق اللہ کے لیے ہر شئے کا ظہور ہے بتحقیق اس کی ذات خود اپنی ذات کے لیے ظہور ہے۔

میں کہتا ہوں کہ:

اور وجہ کا متعدد ہونا بعید ہے اس سے اور یہ کہنا اولی ہے کہ اللہ سبحانہ اشیاء پر محیط ہے اور اس کے لیے معیت ہے ہر شئے کے ساتھ بس اس پر کوئی شئے چھپتی نہیں ہے یہی ملازمہ ہے اس کا کہ ہر شئے کے لیے اس کا ظہور ہے اور اسی طرح، اس کی تدبیر اشیاء کے لیے مستلزم ہے ان کے پاس اللہ کے ظہور کی، بس گویا اس کا ظہور تاکید کرتا ہے اس شخص کے لیے جس کا وہ ارادہ کرے دونوں امر کے ساتھ۔

امام سید الشہداء علیہ السلام نے دعاء عرفہ میں فرمایا کہ:

کس طرح ایسی چیز کے ساتھ تیرے وجود پر استدلال کیا جائے کہ وہ موجود چیز خود اپنے وجود میں تیری محتاج ہے۔

کیا ہمارے لیے تیرے غیر کا وہ ظہور ہے جو تجھ میں نہ ہوتا کہ تیرے ظہور کا وسیلہ ہو؟

تو کب چھپا ہے جو کسی دلیل کے محتاج بنیں جو تیری طرف رہنمائی کرے اور تو کب دور ہوا ہے جو تیرے آثار

ہمیں تیرے ساتھ ملائیں۔
اندھی ہے وہ آنکھ جو تجھے خود پر نگہبان نہ دیکھے۔
اور نقصان دہ ہے بندے کی وہ تجارت جس میں اس کے لیے تیری محبت کا حصہ قرار نہیں دیا
''ابطنته'' شاید یہ بطنتہ کی معنی میں ہو اور ''حمزہ'' استفہام کے لیے ہو۔
الجوہری نے کہا:
بطنت الامر اذا عرفت باطنه ومنه۔
یعنی میں نے اسماء اللہ میں، امر کے باطن کو جانا یا اس کے باطن سے عرفان پایا۔
اور باطن ہم سے غائب ہے شئے میں اور اندر کی آنکھیں شئے میں چھپی ہیں۔
اور یہ موافق تر ہے اپنے ماقبل سے۔
''وقلة الامتناع لما ارادبه'' ارادہ کیا عدم کی قلت کے ساتھ۔
ابن اثیر نے کہا: حدیث میں ہے بتحقیق امام علیہ السلام لغت کا ارادہ قلت سے کرتے تھے یعنی اصلا لغت کو نہیں لاتے تھے۔
اور یہ لفظ استعمال ہوتا ہے شئے کی اصل میں نفی میں جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ: فقليلا ما يومنون
وہ جو ایمان لائے قلیل ہیں۔
''لم يخرج منه طرفة عين'' کیونکہ ذات اپنی حد میں ہلاک ہونے کے امکان میں باطل ہے اس حساب سے کہ
اس کا جوہر آزال اور آباد سب میں ہے۔
بس جب تک حق تعالیٰ ہوگا تو جو اس پر فیض لے گا اور اس کے جوہر کے لیے کہے گا کن فیکون
اور متحقق ہوگی جب فیض لینے سے روکے گا۔
''کن'' یہ قول ان کے جوہر کے لیے ہے پلٹتا ہے اس کا نفس اس کے ذاتی ہلاک ہونے کی طرف اور اس کی ذات
پلٹتی ہے اس کے بطلان سرمدی کی طرف۔
اور اگر لغزش اور انحراف کی طرف رخ کرے تو اس کو کوئی بھی اس سے محفوظ نہیں کرسکتا۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے [1] لیکن اس کی دوسری سند جو شیخ صدوق نے درج کی ہے حسن ہے۔ (واللہ اعلم)

[1] مراۃ العقول: ۲/ ۶۰

۴۸۔باب النوادر

النوادر

1/395 الکافی،۱/۱۴۳/۴ الحسین بن محمد و محمد جمیعا عن أحمد بن إسحاق عن سعدان بن مسلم عن ابن عمار عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ : فِي قَوْلِ اَللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ: (وَ لِلّٰهِ اَلْأَسْمٰاءُ اَلْحُسْنىٰ فَادْعُوهُ بِهٰا) قَالَ نَحْنُ وَ اَللَّهِ اَلْأَسْمَاءُ اَلْحُسْنَى اَلَّتِي لاَ يَقْبَلُ اَللَّهُ مِنَ اَلْعِبَادِ عَمَلاً إِلاَّ بِمَعْرِفَتِنَا.

ابن عمار سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے خدا کے قول: ''اچھے اچھے نام خدا ہی کے خاص ہیں تو اسے انہی ناموں سے پکارو۔(الاعراف:۱۸۰)۔'' کے متعلق فرمایا: خدا کی قسم! ہم ہیں اللہ کے اسماء الحسنیٰ کہ جن کے بغیر اللہ تعالیٰ کے بندوں کا کوئی عمل قابل قبول نہیں کرے گا مگر یہ کہ ہماری معرفت سے۔[1]

بیان:

اس حدیث کی شرح کا بیان پہلے گزر چکا ہے اور ہم اس بیان کو بڑھاتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

جس طرح بتحقیق اسم دلالت کرتا ہے مسمیٰ پر اور مسمیٰ کے لیے نشانی ہوتی ہے اسی طرح اہل بیت علیہم السلام اللہ پر دلیلیں ہیں جو لوگوں کو اللہ کی طرف ہدایت کرتے ہیں اور اہل بیت علیہم السلام اللہ کی صفتوں کے حسن اور ان کے آثار کی نشانی ہیں

''فادعوہ بھا ''یعنی: اللہ کو پکارو اور اس کی طرف قریب ہونے کو طلب کرو ان صفات و اسماء کی معرفت کے سبب بتحقیق اللہ تعالیٰ کی معرفت اہل بیت علیہم السلام کی معرفت کے ساتھ مربوط ہے اور عبادت قبول نہیں ہوتی سواء معبود کی اس معرفت کے جو موقوف ہے اہل بیت علیہم السلام کی معرفت پر۔

اللہ تعالیٰ کی صفات اور اسماء کی معرفت کے باب کا آخر ہے یہ۔

الحمد للہ اولاو آخرا۔

اللہ تعالیٰ کی مخلوقات اور افعال کی معرفت کے باب۔

[1] تفسیر العیاشی:۲/۴۲؛تفسیر نور الثقلین:۲/۱۰۳؛تفسیر کنز الدقائق:۵/۲۵۱؛تفسیر البرہان:۲/۶۱۷؛تاویل الآیات:۱/۱۹۴؛تفسیر الصافی:۲/۲۵۵؛ مستدرک الوسائل:۵/۲۲۹؛بحار الانوار:۲۵/۴

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے [1] لیکن میرے نزدیک حدیث حسن یا صحیح ہے کیونکہ سعدان بن مسلم ثقہ ثابت ہے اور وہ تفسیر القمی اور کامل الزیارات کا راوی بھی ہے۔(واللہ اعلم)

---

[1] مرآۃ العقول: ۲/ ۱۱۵

أبواب معرفة مخلوقاته وأفعاله تبارک وتعالی

اللہ تعالیٰ کی مخلوقات اور اُس کے افعال کے ابواب

الآیات:

قال اللہ سبحانہ: اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ○ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ○ [1]

''وہ رحمٰن جس نے عرش پر اقتدار قائم کیا'' ○ ''جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور جو کچھ زمین کی تہہ میں ہے سب کا وہی مالک ہے۔

وقال عزوجل: وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۔ [2]

''اس کی کُرسی آسمانوں اور زمین پر چھائی ہوئی ہے اور ان دونوں کی نگہداری اس کے لیے کوئی کار گراں نہیں ہے''

وقال تعالی: وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ۔ [3]

''اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے''

وقال: (مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا)۔ [4]

''کوئی جاندار ایسا نہیں جس کی پیشانی اللہ کی گرفت میں نہ ہو''

وقال جل ذکرہ: (اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ) [5]

''آگاہ رہو! خلقت اُسی کی ہے اور امر بھی اُسی کا ہے، بڑا بابرکت ہے اللہ جو عالمین کا رب ہے''

بیان:

عنقریب ان ابواب میں وہ بیان آئے گا جو ان آیات کی شرح کرے گا۔

---

[1] سورۃ طٰہٰ: ۵۔۶

[2] سورۃ البقرۃ: ۲۵۵؛ وفی بعض النسخ زاد فیہ (وھو العلی العظیم)

[3] سورۃ الانعام: ۱۸ او ۶۱

[4] سورۃ ھود: ۵۶

[5] سورۃ الاعراف: ۵۴

۴۹ ـ باب العرش والکرسی

باب عرش اور کرسی

1/396 الکافی ۱/۱/۱۲۹/۱ العدة عن البرقی رَفَعَهُ قَالَ: سَأَلَ اَلْجَاثَلِيقُ أَمِيرَ اَلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ فَقَالَ أَخْبِرْنِي عَنِ اَللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ يَحْمِلُ اَلْعَرْشَ أَمِ اَلْعَرْشُ يَحْمِلُهُ فَقَالَ أَمِيرُ اَلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ اَللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ حَامِلُ اَلْعَرْشِ وَ اَلسَّمَاوَاتِ وَ اَلْأَرْضِ وَ مَا فِيهِمَا وَ مَا بَيْنَهُمَا وَ ذَلِكَ قَوْلُ اَللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ: (إِنَّ اَللّٰهَ يُمْسِكُ اَلسَّمٰاوٰاتِ وَ اَلْأَرْضَ أَنْ تَزُولاٰ وَ لَئِنْ زٰالَتٰا إِنْ أَمْسَكَهُمٰا مِنْ أَحَدٍ مِنْ بَعْدِهِ إِنَّهُ كٰانَ حَلِيماً غَفُوراً) قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنْ قَوْلِهِ (وَ يَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰانِيَةٌ) فَكَيْفَ قَالَ ذَلِكَ وَ قُلْتَ إِنَّهُ يَحْمِلُ اَلْعَرْشَ وَ اَلسَّمَاوَاتِ وَ اَلْأَرْضَ فَقَالَ أَمِيرُ اَلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ إِنَّ اَلْعَرْشَ خَلَقَهُ اَللَّهُ تَعَالَى مِنْ أَنْوَارٍ أَرْبَعَةٍ نُورٍ أَحْمَرَ مِنْهُ اِحْمَرَّتِ اَلْحُمْرَةُ وَ نُورٍ أَخْضَرَ مِنْهُ اِخْضَرَّتِ اَلْخُضْرَةُ وَ نُورٍ أَصْفَرَ مِنْهُ اِصْفَرَّتِ اَلصُّفْرَةُ وَ نُورٍ أَبْيَضَ مِنْهُ اِبْيَضَّ اَلْبَيَاضُ وَ هُوَ اَلْعِلْمُ اَلَّذِي حَمَّلَهُ اَللَّهُ اَلْحَمَلَةَ وَ ذَلِكَ نُورٌ مِنْ عَظَمَتِهِ فَبِعَظَمَتِهِ وَ نُورِهِ أَبْصَرَ قُلُوبُ اَلْمُؤْمِنِينَ وَ بِعَظَمَتِهِ وَ نُورِهِ عَادَاهُ اَلْجَاهِلُونَ وَ بِعَظَمَتِهِ وَ نُورِهِ اِبْتَغَى مَنْ فِي اَلسَّمَاوَاتِ وَ اَلْأَرْضِ مِنْ جَمِيعِ خَلاَئِقِهِ إِلَيْهِ اَلْوَسِيلَةَ بِالْأَعْمَالِ اَلْمُخْتَلِفَةِ وَ اَلْأَدْيَانِ اَلْمُشْتَبِهَةِ فَكُلُّ مَحْمُولٍ يَحْمِلُهُ اَللَّهُ بِنُورِهِ وَ عَظَمَتِهِ وَ قُدْرَتِهِ لاَ يَسْتَطِيعُ لِنَفْسِهِ ضَرّاً وَ لاَ نَفْعاً وَ لاَ مَوْتاً وَ لاَ حَيَاةً وَ لاَ نُشُوراً فَكُلُّ شَيْءٍ مَحْمُولٌ وَ اَللَّهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى اَلْمُمْسِكُ لَهُمَا أَنْ تَزُولاَ وَ اَلْمُحِيطُ بِهِمَا مِنْ شَيْءٍ وَ هُوَ حَيَاةُ كُلِّ شَيْءٍ وَ نُورُ كُلِّ شَيْءٍ سُبْحَانَهُ وَ تَعَالَى عَمَّا يَقُولُونَ عُلُوّاً كَبِيراً قَالَ لَهُ فَأَخْبِرْنِي عَنِ اَللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ أَيْنَ هُوَ فَقَالَ أَمِيرُ اَلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ هُوَ هَاهُنَا وَ هَاهُنَا وَ فَوْقُ وَ تَحْتُ وَ مُحِيطٌ بِنَا وَ مَعَنَا وَ هُوَ قَوْلُهُ: (مٰا يَكُونُ مِنْ نَجْوىٰ ثَلاٰثَةٍ إِلاّٰ هُوَ رٰابِعُهُمْ وَ لاٰ خَمْسَةٍ إِلاّٰ هُوَ سٰادِسُهُمْ وَ لاٰ أَدْنىٰ مِنْ ذٰلِكَ وَ لاٰ أَكْثَرَ إِلاّٰ هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مٰا كٰانُوا) فَالْكُرْسِيُّ مُحِيطٌ بِالسَّمَاوَاتِ وَ اَلْأَرْضِ (وَ مٰا بَيْنَهُمٰا وَ مٰا تَحْتَ اَلثَّرىٰ وَ إِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَإِنَّهُ يَعْلَمُ اَلسِّرَّ وَ أَخْفَى) وَ ذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى: (وَسِعَ كُرْسِيُّهُ اَلسَّمٰاوٰاتِ وَ اَلْأَرْضَ وَ لاٰ يَؤُدُهُ حِفْظُهُمٰا وَ هُوَ اَلْعَلِيُّ اَلْعَظِيمُ) فَالَّذِينَ يَحْمِلُونَ اَلْعَرْشَ هُمُ اَلْعُلَمَاءُ اَلَّذِينَ

حَمَّلَهُمُ اَللَّهُ عِلْمَهُ وَ لَيْسَ يَخْرُجُ عَنْ هَذِهِ اَلْأَرْبَعَةِ شَيْءٌ خَلَقَ اَللَّهُ فِي مَلَكُوتِهِ اَلَّذِي أَرَاهُ اَللَّهُ أَصْفِيَائَهُ وَ أَرَاهُ خَلِيلَهُ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ فَقَالَ: (وَ كَذٰلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ اَلسَّمٰاوٰاتِ وَ اَلْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ اَلْمُوقِنِينَ) وَ كَيْفَ يَحْمِلُ حَمَلَةُ اَلْعَرْشِ اَللَّهَ وَبِحَيَاتِهِ حَيِيَتْ قُلُوبُهُمْ وَ بِنُورِهِ اِهْتَدَوْا إِلَى مَعْرِفَتِهِ.

برقی نے مرفوع روایت کیا ہے کہ ایک جاثلیق نے امیر المومنین علیہ السلام سے سوال کیا: آپ بتائیں کہ خداوند تعالیٰ نے عرش کو اُٹھایا ہوا ہے یا عرش نے خدا کو اٹھایا ہوا ہے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ عرش، آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو اُٹھائے ہوئے ہے اور اس کے بارے خدا نے خود فرمایا ہے: ''اللہ آسمانوں اور زمینوں کو یقیناً تھامے ہوئے کہ یہ اپنی جگہ چھوڑ نہ جائیں اور اگر یہ اپنی جگہ چھوڑ جائیں تو اللہ کے علاوہ کوئی ان کو تھام نہیں سکتا۔ یقیناً وہ بڑا بردبار اور بخشنے والا ہے۔ (سورہ فاطر: ۴۱)۔''

پھر اس عرض کیا: آپ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں بتائیں: ''اس دن آٹھ فرشتے آپ کے رب کے عرش کو اوپر اٹھائے ہوں گے۔ (سورۃ الحاقہ: ۱۷)۔''

پس خدا تو یہ کہتا ہے پھر آپ نے کیسے فرمایا ہے کہ اللہ عرش، آسمانوں اور زمین کو اٹھائے ہوئے ہے؟

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: خدا نے عرش کو چار انوار سے خلق کیا ہے: سرخ نور سے اور تمام چیزوں کی سرخی اسی سے ہے۔ سبز نور سے اور تمام چیزوں کا سبزہ اسی نور سے ہے، زرد نور سے اور تمام اشیاء کی زردی اسی نور سے ہے اور سفید نور سے اور تمام اشیاء کی سفیدی اسی نور سے ہے۔ اور وہ علم ہے جو اس نے اُٹھانے والوں کو عطا کیا ہے اور وہ نور اس کی عظمت کا نور ہے اور خدا اپنی عظمت اور نور سے مومنین کے دلوں کو منور کرتا ہے اور ان کے دلوں میں دیکھتا ہے اور اسی وجہ سے نادان و جاہل اس سے دشمنی کرتے ہیں اور اس کی عظمت اور اس نور کی وجہ سے تمام مخلوق جو آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہ اس کی بارگاہ میں اسے وسیلہ قرار دیتے ہیں جب کہ ان کے ایمان مختلف ہیں اور ان کے ادیان مختلف ہیں۔ پس تمام کو اللہ نے اپنے نور اور عظمت اور قدرت سے اٹھایا ہوا ہے۔ اس انداز سے کوئی چیز اپنے نفس کے لیے ضرر، نقصان، موت و حیات اور شعور کی استطاعت نہیں رکھتی۔ پس ہر چیز محمول ہے اور خدا نے اس کو تھاما ہوا ہے اور وہ احاطہ کیے ہوئے ہے اور ہر چیز کو اپنی جگہ سے گرنے سے روکا ہوا ہے اور وہ ہی ہر چیز کو زندگی دینے والا ہے اور ہر چیز کا نور ہے اور جو کچھ اس کے بارے میں یہ لوگ کہتے ہیں وہ اس سے بلند و بالا ہے۔

اس نے عرض کیا: آپ بتائیں کہ خدا کہاں ہے؟

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: وہ اس جگہ ہے، اُس جگہ ہے، وہ ہر جگہ ہے اوپر نیچے وہ ہمارا احاطہ کیے ہوئے ہے اور وہ ہمارے ساتھ ہے اور اس کے بارے میں اس نے خود فرمایا ہے: "جہاں بھی تم تین سرگوشی کرو گے میں وہاں چوتھا ہوں اور جہاں چار سرگوشی کرو گے میں وہاں پانچواں ہوں اور جہاں تم پانچ سرگوشی کرو گے میں وہاں چھٹا ہوں گا۔اور نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہے وہ جہاں کہیں ہوں۔(البقرۃ:۲۵۵)۔"پس اس پر اس کی کرسی آسمانوں وزمین، ہواؤں اور فضا حتیٰ کہ تحت الثریٰ کا بھی احاطہ کیے ہوئے ہے "اور اگر تم اپنی آواز بلند کرو تو وہ پوشیدہ اور ظاہر سب کو جانتا ہے۔(طٰہٰ:۷)۔"

اور یہی خدا نے فرمایا ہے: "اس کی کرسی آسمانوں زمین سے زیادہ وسیع ہے اور ان دونوں کی حفاظت اس کے لیے کوئی مشکل نہیں ہے وہ بزرگ وبالا ہے۔(البقرۃ:۲۵۵)۔"پس اس کے عرش کو اُٹھانے والے علماء ہیں جو اس کے علم کو اُٹھائے ہوئے ہیں اور خدا نے ان کو اپنا علم عطا کیا ہے اور خدا نے ملکوت میں جو کچھ خلق کیا ہے وہ اس نے اپنے خلیل (ابراہیمؑ) کو دکھایا جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے: "اور ہم نے ایسے ہی ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی سلطنت دکھائی تا کہ وہ ہمارا یقین کرنے والا ہو جائے۔(الانعام:۷۵)۔" اور عرش خدا کو کیسے اٹھا سکتا ہے اور وہ اپنی حیات سے دلوں کو زندہ کرتا ہے اور وہ اپنے نور سے اپنی معرفت کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ [1]

بیان:

کبھی عرش سے ارادہ کیا جاتا ہے اس جسم کا جو تمام اجسام پر محیط ہے۔

اور کبھی ارادہ کیا جاتا ہے عرش کے جسم کے ساتھ تمام اجسام کو یعنی تمام عالم جسمانی کو اور کبھی ارادہ کیا جاتا ہے۔ عرش سے اس سارے مجموعے کو جو اس کے اور اللہ کے درمیان میں ہے ان ارواح اور عقول کو جن سے اجسام متقوم ہوتے ہیں یعنی تمام عوالم ملک اور ملکوت اور جبروت کے ساتھ، سب کے سب سواء خدا کے اور کبھی عرش سے ارادہ کیا جاتا ہے اللہ کے اس علم کو جو اللہ کے غیر کے ساتھ متعلق ہے۔اور کبھی عرش سے ارادہ کیا جاتا ہے اللہ کے اس علم کو جس کو فقط انبیاء اور رسول اور اس کی حجتیں جانتے ہیں اور یہ وہی ہے جس کی اس حدیث میں اور اس کے مابعد میں تفسیر بیان کی گئی ہے۔

اور بتحقیق ان سب کی طرف اشارہ آئے گا اہل بیت علیہم السلام کے کلام میں

اور امام صادق علیہ السلام سے سوال ہوا کہ: عرش اور کرسی کیا ہیں؟

[1] تفسیر نورالثقلین:۱/۲۳۲ و۷/۵ ۴۰۵؛ تفسیر کنز الدقائق:۴/۲۶ ۳ و۱۳/۳۱۱؛ ارشاد القلوب:۲/۲۹۹؛ بحارالانوار:۵۵/۹؛ تفسیر البرہان:۳/۷۵۱

آپؑ نے فرمایا:

عرش ایک معنی میں تمام مخلوق کا مجموعہ ہے اور کرسی اس کا برتن ہے اور دوسری معنی میں عرش وہ علم ہے کہ جس پر خدا نے، انبیاء اور رسولوں اور اپنی حجتوں کو مطلع کیا ہے اور کرسی وہ علم ہے جس پر خدا نے، انبیاء اور رسولوں اور حجتوں میں سے کسی کو بھی مطلع نہیں کیا۔

اور تمام مخلوق سے مراد تمام عالم جسمانی کا مجموعہ ہے اور اس کا برتن عالم ملکوت اور جبروت ہیں جن کی وجہ سے ان کا استقرار، ثابت رہنا اور قائم رہنا ہے۔

اور عنقریب کرسی کے بارے میں تمام کلام آئے گا ان شاء اللہ

اور ثابت ہوا کہ علم اور معلوم ذات کے حساب سے متحد ہیں اعتباری حساب سے ایک دوسرے کے غیر ہیں

بس عرش کی ساری معنائیں ایک دوسرے کے قریب ہیں اور اس کے قوائم عالم کے ارکان ہیں جن پر تمام مخلوق کی بنیاد رکھی ہے۔

باب حدث الاسماء میں پہلے گزر چکا ہے جو ہم نے اشارہ کیا ان کی طرف اور جو ملائکہ اس پر موکل ہیں، کی طرف۔

اور اس کو اٹھانے والے سے مراد وہ موکل ارواح ہیں جن کے تدبیر کے ذریعے وہ قائم ہے پہلے معانی کی بنا پر اور دوسرے معانی کی بنا پر مراد علم کو اٹھانے والے ہیں اور اس کی شرح آئے گی ان شاء اللہ۔

اور چار قسم کے انوار وہ قدسی عقلی جواہر ہیں جو اللہ کے وجود کے واسطے ہیں اور ان کے رنگ کنایہ ہے ان کے اقسام کے مختلف ہونے کا جو چاروں قسم کے مختلف ہونے کا سبب ہیں اس حسی عالم میں جیسے عناصر اور اخلاط اور حیوانات کی جنسیں یعنی انسان اور بہائم شیر پرندے اور انسان کے مراتب یعنی نفس جو حس کرتا ہے اور وہ نفس جو خیال کرتا ہے اور عقل اور تولید ہونے والے اجناس جیسے معدن اور نبات اور حیوان اور انسان۔

اور ''ھو'' کی ضمیر امام علیہ السلام کے قول میں وہ علم ہے، اور وہ ضمیر عرش کی طرف پلٹتی ہے نہ سفید رنگ کا نور جیسے اس کی عظمت سے گمان کیا جاتا ہے اور اس کا نور مومنین کے قلوب کو بصیرت دیتا ہے کیونکہ عقل کے نور سے دل کی آنکھیں بنتی ہیں اور ان دونوں کے ذریعے ان کے ساتھ جاہل لوگ دشمنی کرتے ہیں کیونکہ جہل وہ ظلمت اور تاریکی کی منشا ہے جو نور کا ضد ہے اور دشمنی دو ایک دوسرے کے ساتھ ضد والی چیزوں میں ہوتی ہے۔ اور ان دونوں کے ذریعے اللہ کی طرف وسیلہ قرار دیا جاتا ہے کیونکہ ہر شئے پلٹتی ہے اپنے اصل اور غایت کی طرف اور ہر شئے کا منشا پہلے مخلوق کا نور ہے جو نور عظمت سے ہے جیسے اس کا بیان گزر گیا کئی مرتبہ۔

اور تثنیہ کی مجرور ضمیر ''الممسک لھما'' میں پلٹتی ہے آسمانوں اور زمین کی طرف اور ''المحیط'' یا مجرور ہے اس پر عطف ہونے کی وجہ سے یا مرفوع ہے الممسک پر عطف ہونے کی وجہ سے۔

اور یہ زیادہ منسوب ترین ہے قول سے اور دوسری بنا پر ضمیروں کا المحیط متعلق ہے یعنی کہا جائے: والمحیط بھما۔

''بما حویاہ من شیٔ'' اور اول کے استلزام سے مجرور پر جار کے تکرار کے بغیر ضمیر پر عطف کرنے کا وہم ہوتا ہے اور یہ ان چیزوں میں سے جو جائز نہیں ہیں بس اس کو دفع کریں تو اس کا جائز نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ وہ اس چیز میں سے ہے جو معصومین علیہم السلام کے کلام میں واقع ہوا ہے۔

''و کیف یحمل حملة العرش الله'' یہ قول رد کرتا ہے اس چیز کو جو سائل کے قول سے لازم آتی ہے کہ جس نے عرش کو اٹھایا ہے اس کے اٹھانے والا اللہ ہے۔

اور حملة کی ''تاء'' کو ضمیر میں تبدیل کرنا اور اس کو مفعول مطلق قرار دینا جیسے بعض شارحین نے کیا ہے یہ تحریف اور تصحیف ہے جس کو نسخے اور فصاحت قبول نہیں کرتی اور نہ ہی جمع کی ضمیریں قبول کرتی ہیں جو اس کے بعد میں ہیں۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرفوع ہے۔[1]

2/397 الکافی، ۱/۲/۱۳۰/۱ القمیان عن صفوان قَالَ: سَأَلَنِي أَبُو قُرَّةَ اَلْمُحَدِّثُ أَنْ أُدْخِلَهُ عَلَى أَبِي اَلْحَسَنِ اَلرِّضَا عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ فَاسْتَأْذَنْتُهُ فَأَذِنَ لِي فَدَخَلَ فَسَأَلَهُ عَنِ اَلْحَلاَلِ وَ اَلْحَرَامِ ثُمَّ قَالَ لَهُ أَ فَتُقِرُّ أَنَّ اَللَّهَ مَحْمُولٌ فَقَالَ أَبُو اَلْحَسَنِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ كُلُّ مَحْمُولٍ مَفْعُولٌ بِهِ مُضَافٌ إِلَى غَيْرِهِ مُحْتَاجٌ وَ اَلْمَحْمُولُ اِسْمُ نَقْصٍ فِي اَللَّفْظِ وَ اَلْحَامِلُ فَاعِلٌ وَ هُوَ فِي اَللَّفْظِ مِدْحَةٌ وَ كَذَلِكَ قَوْلُ اَلْقَائِلِ فَوْقَ وَ تَحْتَ وَ أَعْلَى وَ أَسْفَلَ وَ قَدْ قَالَ اَللَّهُ (وَ لِلّٰهِ اَلْأَسْمٰاءُ اَلْحُسْنىٰ فَادْعُوهُ بِهٰا) وَ لَمْ يَقُلْ فِي كُتُبِهِ إِنَّهُ اَلْمَحْمُولُ بَلْ قَالَ إِنَّهُ اَلْحَامِلُ فِي اَلْبَرِّ وَ اَلْبَحْرِ وَ اَلْمُمْسِكُ اَلسَّمَاوَاتِ وَ اَلْأَرْضَ أَنْ تَزُولاَ وَ اَلْمَحْمُولُ مَا سِوَى اَللَّهِ وَ لَمْ يُسْمَعْ أَحَدٌ آمَنَ بِاللَّهِ وَ عَظَمَتِهِ قَطُّ قَالَ فِي دُعَائِهِ يَا مَحْمُولُ قَالَ أَبُو قُرَّةَ فَإِنَّهُ قَالَ (وَ يَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰانِيَةٌ) وَ قَالَ (اَلَّذِينَ يَحْمِلُونَ اَلْعَرْشَ) فَقَالَ أَبُو اَلْحَسَنِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ اَلْعَرْشُ لَيْسَ هُوَ اَللَّهَ وَ اَلْعَرْشُ اِسْمُ

[1] مرآة العقول: ۲/۷۵

عِلْمٍ وَ قُدْرَةٍ وَ عَرْشٍ فِيهِ كُلُّ شَيْءٍ ثُمَّ أَضَافَ الْحَمْلَ إِلَى غَيْرِهِ خَلْقٍ مِنْ خَلْقِهِ لِأَنَّهُ اسْتَعْبَدَ خَلْقَهُ بِحَمْلِ عَرْشِهِ وَ هُمْ حَمَلَةُ عِلْمِهِ وَ خَلْقاً يُسَبِّحُونَ حَوْلَ عَرْشِهِ وَ هُمْ يَعْمَلُونَ بِعِلْمِهِ وَ مَلَائِكَةً يَكْتُبُونَ أَعْمَالَ عِبَادِهِ وَ اسْتَعْبَدَ أَهْلَ الْأَرْضِ بِالطَّوَافِ حَوْلَ بَيْتِهِ وَ اللَّهُ (عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى) كَمَا قَالَ وَ الْعَرْشُ وَ مَنْ يَحْمِلُهُ وَ مَنْ حَوْلَ الْعَرْشِ وَ اللَّهُ الْحَامِلُ لَهُمْ الْحَافِظُ لَهُمْ الْمُمْسِكُ الْقَائِمُ عَلَى كُلِّ نَفْسٍ وَ فَوْقَ كُلِّ شَيْءٍ وَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَ لَا يُقَالُ مَحْمُولٌ وَ لَا أَسْفَلُ قَوْلاً مُفْرَداً لَا يُوصَلُ بِشَيْءٍ فَيَفْسُدُ اللَّفْظُ وَ الْمَعْنَى قَالَ أَبُو قُرَّةَ فَتُكَذِّبُ بِالرِّوَايَةِ الَّتِي جَاءَتْ أَنَّ اللَّهَ إِذَا غَضِبَ إِنَّمَا يُعْرَفُ غَضَبُهُ أَنَّ الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ يَجِدُونَ ثِقْلَهُ عَلَى كَوَاهِلِهِمْ فَيَخِرُّونَ سُجَّداً فَإِذَا ذَهَبَ الْغَضَبُ خَفَّ وَ رَجَعُوا إِلَى مَوَاقِفِهِمْ فَقَالَ أَبُو الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَخْبِرْنِي عَنِ اللَّهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى مُنْذُ لَعَنَ إِبْلِيسَ إِلَى يَوْمِكَ هَذَا هُوَ غَضْبَانُ عَلَيْهِ فَمَتَى رَضِيَ وَ هُوَ فِي صِفَتِكَ لَمْ يَزَلْ غَضْبَانَ عَلَيْهِ وَ عَلَى أَوْلِيَائِهِ وَ عَلَى أَتْبَاعِهِ كَيْفَ تَجْتَرِئُ أَنْ تَصِفَ رَبَّكَ بِالتَّغْيِيرِ مِنْ حَالٍ إِلَى حَالٍ وَ أَنَّهُ يَجْرِي عَلَيْهِ مَا يَجْرِي عَلَى الْمَخْلُوقِينَ سُبْحَانَهُ وَ تَعَالَى لَمْ يَزُلْ مَعَ الزَّائِلِينَ وَ لَمْ يَتَغَيَّرْ مَعَ الْمُتَغَيِّرِينَ وَ لَمْ يَتَبَدَّلْ مَعَ الْمُتَبَدِّلِينَ وَ مَنْ دُونَهُ فِي يَدِهِ وَ تَدْبِيرِهِ وَ كُلُّهُمْ إِلَيْهِ مُحْتَاجٌ وَ هُوَ غَنِيٌّ عَمَّنْ سِوَاهُ.

صفوان کا بیان ہے کہ مجھے ابوقرہ محدث نے کہا ہے کہ مجھے ابوالحسن امام رضا علیہ السلام کی خدمت لے جایا جائے۔ پس میں نے آپ علیہ السلام سے اس کے لیے اذن طلب کیا۔ آپ علیہ السلام نے اس کو اذن دخول دیا اور اس نے آپ علیہ السلام سے حلال وحرام کے مسائل پوچھے اور پھر عرض کیا: کیا خدا محتاج ہے کہ اس کو اٹھایا جائے۔

امام ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا: ہر محمول مفعول بہ ہے اور غیر کی طرف اس کی نسبت ہے اور غیر کا محتاج ہے اور محمول ہونا خود لفظ میں نقص ہے اور اُٹھانے والا فاعل ہے اور خود اس کے لفظ میں ایک مدحت ہے اور ایسے ہی کہنے والے کا قول جو کہتا ہے کہ وہ اوپر ہے، نیچے ہے اور اعلا و اسفل ہے تو یہ سب نقص ہیں اور خدا نے اپنے قرآن میں فرمایا ہے: ''اس کو اسماء حسنیٰ سے پکارو اس کے لیے تمام اسماء حسنیٰ ہیں۔'' ان اسماء حسنیٰ میں اللہ نے محمول کو ذکر نہیں کیا بلکہ یہ فرمایا ہے کہ وہ حامل ہے دریاؤں اور صحراؤں کا اور وہ آسمانوں و زمین کو تھامے ہوئے اور روکے ہوئے ہے کہ وہ گر نہ جائیں۔ پس اللہ کے علاوہ ہر چیز محمول ہے لیکن اللہ محمول نہیں ہے۔ جو بھی خدا اور اس کی

عظمت پر ایمان رکھتا ہے اس سے کبھی نہیں سنا گیا کہ اس نے اپنی دعا میں فرمایا ہو: یا "محمول"۔

ابوقرہ محدث نے عرض کیا: یہ جو خدا فرماتا ہے: "اس دن تیرے رب کے عرش کو آٹھ نے اٹھایا ہوا ہو گا۔ (الحاقۃ: ۱۷)۔" (وہ جنہوں نے عرش کو اٹھایا ہوا ہو گا وہ کون ہے؟)

آپؑ نے فرمایا: عرش اللہ نہیں ہے بلکہ عرش اس کے علم اور قدرت کا نام ہے اور عرش میں تمام اشیا ہیں۔ پھر اس کے حمل کی نسبت اس نے غیر کی طرف دی ہے جو اس کی ایک مخلوق ہے اور حمل کی نسبت اپنی طرف نہیں دی اور اس کی وجہ یہ بیان کرنا چاہتا ہے کہ وہ مخلوق ہے کہ جن کی عبادت فقط یہی ہے۔ پس حاملان عرش اس کے علم کے حاملان ہیں جو مخلوق ہیں۔ اور وہ عرش کے گرد تسبیح کر رہے ہیں اور اس کے علم کے تحت عمل کرتے ہیں اور ملائکہ بندوں کے اعمال کو لکھتے ہیں اور اہل زمین خانہ خدا کا طواف کر کے عبادت کرتے ہیں۔ پس خدا عرش پر تسلط رکھتا ہے جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے کہ عرش اور جنہوں نے اس کو اٹھایا ہوا ہے اور جو اس کے ارد گرد طواف کر رہے ہیں، وہ سب کو اٹھانے والا ہے، سب کی حفاظت کرنے والا ہے اور سب کو روکنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر قائم ہے۔ اس کو محمول نہیں کہا جائے گا اور اس کو اسفل نہیں کہا جائے گا، اکیلا ہے، وہ کسی چیز سے ملا ہوا نہیں ہے تا کہ لفظ اور معنی دونوں فاسد ہو جائیں اور اس کے علاوہ یہ نقص احتیاج پر دلالت کرتے ہیں۔

ابوقرہ محدث نے عرض کیا: کیا آپ اس روایت کی تکذیب کرتے ہیں جس میں کہا گیا ہے کہ جب خدا غضب ناک ہوتا ہے تو وہ فرشتے جنہوں نے عرش کو اٹھایا ہوا ہوتا ہے وہ اپنے کندھوں پر اس کے بوجھ کی سنگینی محسوس کرتے ہیں اور پھر وہ سجدے میں گر جاتے ہیں اور جب اس کا غضب ختم ہو جاتا ہے تو وہ ثقل ختم ہو جاتا ہے اور وہ فرشتے اپنی جگہ پر آ جاتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: اچھا مجھے بتاؤ خدا نے جب سے ابلیس پر لعنت کی ہے اور اس پر غضبناک ہوا ہے تو کیا آج تک اس پر راضی ہوا ہے؟ تو وہ تیرے بیان کے تحت ہمیشہ سے شیطان اور اس کے پیروکاروں پر غضب ناک ہے (تو پھر اس زمانہ سے آج تک حاملان عرش پھر سجدے میں رہنے چاہئیں) تو پھر تو کیسے جرأت کرتا ہے کہ اپنے رب کو ایک حال سے دوسرے حال کی طرف تبدیل ہونے کی نسبت دے رہا ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ جو مخلوق پر وارد ہوتا ہے وہ اس پر بھی وارد ہوتا ہے حالانکہ وہ منزہ و بلند و بالا ہے، وہ زائل ہونے والوں کے ساتھ زائل نہیں ہوتا اور تبدیل ہونے والوں کے ساتھ تبدیل نہیں ہوتا اور عوض ہونے والوں کے ساتھ عوض نہیں ہوتا۔ اور جو اس کے علاوہ ہے وہ اس کی قدرت و تدبیر میں ہے اور ہر چیز اس کی محتاج ہے وہ کسی کا محتاج نہیں فقط وہ ہی غنی ہے۔ ۞

۞ تفسیر البرہان: ۳/ ۵۲۷ و ۴/ ۴۴۷؛ بحار الانوار: ۵۵/ ۱۴

بیان:

''المحمول اسم نقص'' جان لو کہ بتحقیق ہر لفظ الفاظ کمالیہ سے نہیں ہوتا کہ جس میں ہم تصور اور تعقل کرتے ہیں بس بتحقیق جائز نہیں ہے ایسے لفظ کا اللہ سبحانہ وتعالی پر اطلاق کرنا کسی بھی وجہ سے اصلا
لیکن الفاظ کمالیہ میں اگر شریعت کے مطابق کوئی اشکال نہ ہو تو اس کے ساتھ اللہ کا نام رکھا جا سکتا ہے جیسے واجب الوجود بس اس کا اطلاق خداوند کے اوپر جائز ہے تعریف اور توصیف کرنے کے لیے اور اگر چہ تعریف کرنے کے لیے ان الفاظ کے ساتھ اللہ کا نام رکھنے کا اذن وارد ہوا ہے جیسے''الحی''''والعالم''
''وکذلک قول القائل''یعنی: بتحقیق مدحت اور تعریف میں فوق اور اعلی کی معنی جیسے لفظ جیسے حامل اور تحت یعنی نیچے اور اسفل یعنی بہت نیچے یہ اسم نقص ہیں محمول کی طرح۔
''وعرش فیه کل شیء''جر کے ساتھ علم اور قدرت پر عطف کرتے ہوئے یعنی: عرش جسمانی کا نام و''خلقا''عطف ہے''خلقه''پر اور اسی طرح''ملائکہ''
یعنی: مخلوق اور ملائکہ کو اپنا بندہ کرنا۔
اور گویا خلق اول کنایہ ہے ملائکہ مقربین اور کاملہ نفسوں سے اور اسی لیے ان کو مضاف کیا اللہ کی طرف اور خلق ثانی کنایہ ہے ملائکہ مدبرین اور نفس سماویہ سے اور اس لیے ان کی نسبت دی عرش کے اطراف کی طرف اور عمل کی طرف بعض نسخوں میں میم کے لام پر مقدم ہونے کے ساتھ ذکر ہوا ہے۔
اور ملائکہ کنایہ ہے ان موکلین ملائکہ سے جو موکل ہیں بنی آدم پر اور ارضی نفسوں پر اور اہل ارض، بنی آدم کے اجساد پر۔
''العرش ومن یحمله ومن حول العرش''یعنی: سب پر برابر دسترس رکھتا ہے۔
''قولا مفردا''اسفل کے ساتھ تعلق رکھتا ہے فقط یعنی اس کے ساتھ اور اعلی کہنے کے بغیر۔
''فمتی رضی''یعنی: جب اس کے غضبناک ہونے کا حال خوشنود ہونے کے حال کا غیر ہو۔
اور ثابت ہوا اس کا ابلیس پر غضب تیرے گمان میں اس معینہ مدت میں بس نہیں ہے اللہ تعالی کے لیے کسی ایک سے خوشنودی کی حالت اس مدت میں اصلا۔
''لم یزل''زاء کے ضمہ کے ساتھ زوال سے

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔[1]

[1] مراۃ العقول: ۲/۸۷

3/398 الکافی ۱/۱۳۲/۷/۱ محمد بن الحسن عن سهل عن السراد عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ دَاوُدَ الرَّقِّيِّ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ: (وَ كَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ) فَقَالَ مَا يَقُولُونَ قُلْتُ يَقُولُونَ إِنَّ الْعَرْشَ كَانَ عَلَى الْمَاءِ وَ الرَّبُّ فَوْقَهُ فَقَالَ كَذَبُوا مَنْ زَعَمَ هٰذَا فَقَدْ صَيَّرَ اللّٰهَ مَحْمُولاً وَ وَصَفَهُ بِصِفَةِ الْمَخْلُوقِ وَ لَزِمَهُ أَنَّ الشَّيْءَ الَّذِي يَحْمِلُهُ أَقْوَى مِنْهُ قُلْتُ بَيِّنْ لِي جُعِلْتُ فِدَاكَ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ حَمَّلَ دِينَهُ وَ عِلْمَهُ الْمَاءَ قَبْلَ أَنْ يَكُونَ أَرْضٌ أَوْ سَمَاءٌ أَوْ جِنٌّ أَوْ إِنْسٌ أَوْ شَمْسٌ أَوْ قَمَرٌ فَلَمَّا أَرَادَ اللّٰهُ أَنْ يَخْلُقَ الْخَلْقَ نَثَرَهُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ لَهُمْ مَنْ رَبُّكُمْ فَأَوَّلُ مَنْ نَطَقَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ وَ الْأَئِمَّةُ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ فَقَالُوا أَنْتَ رَبُّنَا فَحَمَّلَهُمُ الْعِلْمَ وَ الدِّينَ ثُمَّ قَالَ لِلْمَلاَئِكَةِ هٰؤُلاَءِ حَمَلَةُ دِينِي وَ عِلْمِي وَ أُمَنَائِي فِي خَلْقِي وَ هُمُ الْمَسْئُولُونَ ثُمَّ قَالَ لِبَنِي آدَمَ أَقِرُّوا لِلّٰهِ بِالرُّبُوبِيَّةِ وَ لِهٰؤُلاَءِ النَّفَرِ بِالْوَلاَيَةِ وَ الطَّاعَةِ فَقَالُوا نَعَمْ رَبَّنَا أَقْرَرْنَا فَقَالَ اللّٰهُ لِلْمَلاَئِكَةِ اشْهَدُوا فَقَالَتِ الْمَلاَئِكَةُ شَهِدْنَا عَلَى أَنْ لاَ يَقُولُوا غَداً (إِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غَافِلِينَ. أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا ذُرِّيَّةً مِنْ بَعْدِهِمْ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ) يَا دَاوُدُ وَلاَيَتُنَا مُؤَكَّدَةٌ عَلَيْهِمْ فِي الْمِيثَاقِ.

داود الرقی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام سے خدا کے قول: ''اور اس کا عرش پانی پر ہے۔'' کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: لوگ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

میں نے عرض کیا: لوگ کہتے ہیں کہ خدا کا عرش پانی ہے اور خدا عرش کے اوپر ہے۔

آپؑ نے فرمایا: وہ جھوٹ بولتے ہیں جو یہ گمان کرتا ہے اس نے خدا کو محمول قرار دیا ہے اور اس نے خدا کی توصیف مخلوق کے اوصاف کے ساتھ کی ہے۔ اس سے لازم آتا ہے کہ جس نے خدا کو اٹھایا ہوا ہے وہ خدا سے زیادہ طاقت ور و قوی ہے۔

میں نے عرض کیا: آپ میرے لیے بیان کریں کہ اس سے کیا مراد ہے؟ خدا مجھے آپ پر قربان کردے! آپ علیہ السلام نے فرمایا: اس سے مراد ہے کہ زمین و آسمان و جن و انس و سورج و چاند و ستاروں کی تخلیق سے قبل اس نے اپنا دین و علم پانی کو عطا فرمایا تھا اور پھر جب خدا نے اشیا کی خلقت کا ارادہ فرمایا تو ان کو اپنے سامنے ظاہر فرمایا اور ان سے سوال کیا: تمہارا رب کون ہے؟ تو سب سے پہلے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بولے اور ان کے بعد امیر المومنین

علی علیہ السلام بولے اور ان کے بعد دوسرے آئمہ ہدی علیہم السلام بولے اور عرض کیا: تو ہمارا رب ہے۔ تو خدا نے اپنا دین وعلم انہیں عطا کیا پھر فرمایا: ملائکہ یہ ہیں جو میرے دین وعلم کو اُٹھانے والے ہیں اور میری مخلوق پر میرے امین ہیں اور میری مخلوق میں ہیں جن سے سوال کیا جائے گا۔ اس کے بعد خدا نے اولاد آدم سے فرمایا: میری ربوبیت کا اور ان کی ولایت کا اقرار کرو اور ان کی اطاعت کو اپنے اوپر لازم قرار دو۔ اُنھوں نے عرض کیا: ہاں، ہمارے رب ہم اس کا اقرار کرتے ہیں۔ پھر خدا نے ملائکہ سے فرمایا: ان کے اقرار پر گواہ رہنا، ملائکہ نے عرض کیا! اے ہمارے رب! ہم اس پر گواہ ہیں۔ اب کل یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم غافل تھے یا یہ کہ ہمارے آباؤ اجداد نے اس سے قبل شرک کیا تھا اور ہم ان کے بعد والی ذریت ہیں تو کیا تو باطل پرستوں کے فعل کی وجہ سے ہمیں ہلاک کردے گا۔

اے داود: عہد میثاق میں ہماری ولایت کی ان پر بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے۔ [1]

بیان:

کبھی ماء (پانی) سے ارادہ کیا جاتا ہے وہ جسمانی مادہ جس سے جہل اور اس کے لشکر اور آگ کو خلق کیا۔

اور لفظ ''الاجاج'' کے ساتھ اس کی تعریف گزری الجہل والعقل کی حدیث میں گزری ہے اور جیسے باب طینۃ المؤمن والکافر میں آئے گا۔

اور کبھی ''ماء'' سے ارادہ کیا جاتا ہے اصفیاء اور رجنت کو جن کو اس ماء سے خلق کیا گیا، اللہ تعالیٰ سے کمالات کو قبول کرنے کے اعتبار سے اس پر فیض ہونے کے ذریعے۔

اور ''العذب'' کے ساتھ ماء کی صفت لاتے ہیں جیسے باب طینۃ میں آئے گا اور اس سے یہاں یہی مراد ہے، اور موجودات مذکورہ پر دین اور علم کے اٹھانے کی قابلیت ذات اور مرتبے کے ساتھ ہے نہ زمانے کے ساتھ ہے اور یہ قوی ترین اور شدید ترین ہے اس کے ذاتی تعلق و ربط کی وجہ سے۔

''**نثرھم**'' یعنی: ان کی ماہیتیں اور حقائق اس کے علم کے سامنے بکھر گئے بس حقائق سے چاہا کہ کلام کریں اپنے جواہر کی قابلیت کی زبانوں کے ساتھ اور اپنی ذات کی صلاحیتوں کی زبانوں کے ساتھ، اس میں اشارہ ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرف کہ فرمایا: ''اور جب تیرے پروردگار نے بنی آدم سے ان کی ذریت کو ظاہر کیا اور عہد لیا''

---

[1] التوحید: ۳۱۹؛ المحتضر: ۲۶؛ مختصر البصائر: ۵۰۱ و ۳۹۷؛ اثبات الہداۃ: ۲/۱۱؛ تفسیر البرہان: ۳/۷۹؛ بحار الانوار: ۲۴/۲۷۷ و ۳/۳۳۴ و ۵۴/۹۵ و ۵/۲۴۴؛ تفسیر کنز الدقائق: ۵/۲۳۰ و ۲۶/۱۲؛ علل الشرائع: ۱/۱۱۸؛ تفسیر نور الثقلین: ۲/۹۲؛ کلیات حدیث قدسی: ۴۸۶

یعنی: ان کے نفسوں کے ان کے آباء کی عقلی صلبوں میں ہونے کے وقت اور اصلی معدن میں ہونے کے وقت
یعنی: ان کو گواہ قرار دیا درحالانکہ وہ ان حقائق میں رقیق تھے اور آباء کا ذکر ظہور کے ساتھ کیا کیونکہ ان میں سے
ہر ایک نفسوں کے لطائف کا مظہر تھا یا یہ کہ وہ وہاں اس کے پاس ظاہر تھے ان کی عقلی، نوری صورتوں میں ہونے
کی وجہ سے کہ جن کی ذات اور حقیقت ظاہر تھی۔

''**واشهدهم علی انفسهم**'' یعنی: اللہ نے ان کو عطا کیا ان کی عقلی ذاتوں کا اور نوری ہویت کا شہود، یعنی
ان کو اپنی عقلی ذاتوں کو دکھا کر گواہ کیا، اس ادراک، عقلی عالم میں بس وہ اس عقلی قوت کی وجہ سے اس کے لائق
ہوئے کہ خدا کا خطاب سنا

''**ألست بربكم**'' جس طرح وہ خطاب سنتے ہیں اس دنیا میں بدنی قوت کے ساتھ ایسے وہ خطاب سنا اور ان
عقول کی زبانوں کے ساتھ کہا بلی۔

''بلی'' ہاں! تو وہ ہمارا پروردگار ہے کہ جس نے ہمیں عطا کیا ربانی، قدسی وجود ہم نے تیرا کلام سنا اور تیرے
خطاب کا جواب دیا۔

اور امام صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ: کس طرح انہوں نے جواب دیا جبکہ وہ ذر تھے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: ان کو عالم میثاق میں ایسا بنایا کہ جب ان سے سوال کرے تو وہ اس کا جواب دے سکیں
اور شاید امام علیہ السلام نے ارادہ کیا ہے کہ بتحقیق خدا نے ان کے لیے اپنی ربوبیت کی دلیلیں قائم کی اور ان کے عقلوں
میں ان چیزوں کو ڈالا جو ان کو پروردگار کی ربوبیت کے اقرار کرنے کی طرف بلائیں یہاں تک کہ وہ ہو گئے اس
منزل و مقام پر کہ ان کو کہا گیا کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں انہوں نے کہا (کیوں نہیں؟) ہاں تو پروردگار
ہے۔

پس ان کی یہ طاقت نازل ہوئی علم کے ساتھ اور اس علم سے ان کی اس کام پر دسترسی نازل ہوئی اعتراف اور
گواہی کے رتبے پر، تمثیل کے طریقے پر۔

اور اس کی مثال اللہ کے قول میں ہے کہ فرمایا: بتحقیق ہمارا کہنا اور قول کسی شئے کے لیے جب ہم اس کا ارادہ
کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ کن ہو جا فیکون وہ فوراً ہو جاتی ہے۔

اور خداوند متعال کا قول ہے کہ: ''بس اس نے آسمان اور زمین کو فرمایا کہ سب (خدا کی اطاعت کی طرف) آؤ
شوق اور رغبت کے ساتھ یا کراہت کے ساتھ''۔

تو انہوں نے عرض کیا: ہم شوق اور رغبت کے ساتھ آئیں گے

اور یہ واضح ہے کہ وہ وہاں والا قول نہیں ہے بتحقیق وہ تمثیل اور تصویر ہے معنی کی

اور اس حدیث کا ذکر باب اخذ المیثاق بولا تھم علیھم السلام میں سند کے ساتھ آئے گا ان شاء اللہ۔

اور بعید نہیں ہے کہ وہ کلام ملکوتی زبان کے ساتھ ہوا ہو اس عالم مثالی میں جو عالم عقلی کا غیر ہے بس ہر چیز کے لیے ملکوت ہے عالم مثال میں جیسے خدا نے فرمایا: ''بس منزہ ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ہر شئے کا ملکوت ہے''۔

اور ملکوت ملک کا باطن ہے جو تمام حیات ہے۔

جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور بتحقیق آخرت کا گھر حیات اور زندگی ہے''۔

کیونکہ آخرت کا گھر ملکوت کی جنس سے ہے بس ہر ذرے کے لیے ملکوتی زبان ہے جو تسبیح اور تحمید اور توحید اور تمجید کرتی ہے اس زبان کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتھیلی پر سنگریزوں نے کلام کیا اور اسی زبان کے ساتھ زمین قیامت کے دن بات کرے گی۔

قیامت کے دن زمین اپنی خبریں بتائی گی۔

اور اسی زبان کے ساتھ جوارح کلام کریں گے۔

اس خدا نے جس نے ہر شئے کو نطق دیا ہمیں بھی نطق دیا۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف علی المشہور ہے [1] لیکن میرے نزدیک حدیث موثق ہے کیونکہ سہل ثقہ ثابت ہے اور عبدالرحمٰن بن کثیر کو نجاشی نے ضعیف کہا ہے لیکن تفسیر قمی اور کامل الزیارات کا راوی ہے جو توثیق ہے اور ہم اسے ترجیح دیتے ہیں اور اسی طرح داؤد رقی بھی تفسیر قمی کا راوی ہے اور یہ توثیق راجح ہے لہٰذا حدیث کا ضعیف ہونا اشکال سے خالی نہیں ہے (واللہ اعلم)

4/399 الكافی،۱/۱۳۲/۶/۱ محمد عن ابن عيسى عن البزنطی عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَلْفُضَيْلِ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: حَمَلَةُ اَلْعَرْشِ وَ اَلْعَرْشُ اَلْعِلْمُ ثَمَانِيَةٌ أَرْبَعَةٌ مِنَّا وَ أَرْبَعَةٌ مِمَّنْ شَاءَ اَللَّهُ.

ابوحمزہ نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: عرش سے مراد اس کا علم ہے اور اس کے علم کو اٹھانے والے آٹھ افراد ہیں۔ چار ہم میں سے ہیں اور چار جن کو خدا چاہے گا۔ [2]

---

[1] مراۃ العقول: ۲/ ۸۲

[2] تفسیر کنز الدقائق: ۱۳/ ۳۱۳؛ تفسیر نور الثقلین: ۵/ ۴۰۶؛ تفسیر الصافی: ۵/ ۲۱۹؛ تفسیر البرہان: ۵/ ۴۷۳؛ التحقیق فی کلمات القرآن: ۸/ ۸۹؛ مجمع البحرین: ۴/ ۱۴۲

بیان:

''منا'' یعنی: ہم اہل بیت علیہم السلام سے

''ممن شاء اللہ'' اس کے ساتھ کنایہ پیش کیا ہے ان انبیاء علیہم السلام سے جو ان سے پہلے تھے۔

اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ہے انہوں نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو عرش کے حامل چار اولین سے ہوں گے جو نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام ہیں۔

اور چار آخرین سے ہوں گے جو محمد اور علی اور حسن اور حسین علیہم السلام ہیں۔

اور شیخ صدوق قدس سرہ کی کتاب اعتقادات میں ہے کہ بس وہ عرش جس سے مراد تمام مخلوق ہے اس کو اٹھایا ہے چار ملائکہ نے ان میں سے ہر ایک کی آٹھ وہ آنکھیں ہیں جن میں سے ہر آنکھ اس دنیا کے برابر ہے ان میں سے ایک بنی آدم کی شکل میں ہے جو اللہ تعالیٰ سے آدم کے بیٹوں کے لیے رزق طلب کرتی ہے اور ان میں سے دوسری بیل کی شکل میں ہے جو اللہ تعالیٰ سے تمام حیوانوں کے لیے رزق طلب کرتی ہے اور پھر ایک تیسری آنکھ شیر کی شکل میں ہے جو شیروں کے لیے اللہ سے رزق طلب کرتی ہے اور ایک مرغے کی شکل میں ہے جو اللہ سے پرندوں کے لیے رزق طلب کرتی ہے اور یہ چاروں جب قیامت کا دن ہوگا آٹھ ہو جائیں گی اور عرش وہی علم ہے۔

بس اس کو اٹھایا ہے اولین میں سے چار نے اور آخرین میں سے چار نے،

بس چار اولین میں سے نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام ہیں۔

اور چار آخرین میں سے محمد اور علی اور حسن اور حسین علیہم السلام ہیں۔

اس طرح روایت کیا اسانید صحیحہ کے ساتھ آئمہ معصومین علیہم السلام سے عرش کے بارے میں اور ان کو اٹھانے والوں کے بارے میں۔

کلام شیخ صدوق قدس سرہ ختم ہوا۔

اور ملائکہ کا انواع عقلیہ رکھنے والوں سے کنایہ ہونے کو تشبیہ دینا اس بنا پر ہے جو حکماء کی رائے ہے اور چاروں ہیں اسأت اولی کی جانب جن کی تفصیل کو ذکر کیا گیا اور وہ ان انواع کی اس صورت پر تربیت لیتے ہیں اور فیض لیتے ہیں جس کی طرف محتاج ہیں اور آٹھ ہوں گے پلٹنے میں اور اس آخرت کے عالم کی جانب میں جن کی طرف پہنچیں گی انواع اس نشات میں کمالات کو حاصل کرنے کے بعد اور یہ وہاں علم کو اٹھانے والے ہیں اور ان کی آنکھیں کنایہ ہیں ان کے ان علوم کے اقسام سے جس کے وہ محتاج ہیں انواع کی تربیت کرنے میں بس علم کے

ذریعے دیکھتے ہیں جہان کو جس طرح آنکھ سے دیکھنے والا دیکھتا ہے اور ان کا عدد علم کے اٹھانے والوں کے عدد کے مطابق ہے گویا وہ دیکھتے ہیں اپنے علوم کے ذریعے بس نتیجے میں ان میں سے ہر ایک کے لیے علم اور خاص کمال ہے جو خاص مزاج چاہتا ہے۔

اور دنیا کے برابر ہے کنایہ ہے ان کے تمام علم کے شامل ہونے سے اور ان کے انواع کی تمام جزئیات کی تدبیر سے۔

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے [1] لیکن میرے نزدیک حدیث حسن کالصحیح ہے کیونکہ محمد بن فضیل تحقیقاً ثقہ ثابت ہے اور البزنطی اس سے روایت کر رہا ہے جس پر اجماع ہے کہ سوائے کے کسی سے روایت ہی نہیں کرتا۔۔(واللہ اعلم)

5/400 الكافي،١/٣/١٣٢/١ النيسابوريان عن حماد بن عيسى عن ربعي عَنِ اَلْفُضَيْلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ عَنْ قَوْلِ اَللَّهِ جَلَّ وَ عَزَّ (وَسِعَ كُرْسِيُّهُ اَلسَّمٰاوٰاتِ وَ اَلْأَرْضَ) فَقَالَ يَا فُضَيْلُ كُلُّ شَيْءٍ فِي اَلْكُرْسِيِّ اَلسَّمَاوَاتُ وَ اَلْأَرْضُ وَ كُلُّ شَيْءٍ فِي اَلْكُرْسِيِّ.

فضیل بن یسار بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام سے خدا کے فرمان "اس کی کرسی آسمانوں اور زمین سے وسیع ہے۔(البقرۃ: ۲۵۵)۔" کے بارے میں پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: اے فضیل: آسمان و زمین کرسی میں ہیں اور ہر چیز کرسی کے اندر ہے۔ [2]

بیان:

گویا کہ کرسی سے مراد اس حدیث میں اور اس کے مابعد والی حدیث میں علم ہے اور یہ تائید کرتی ہے اس روایت کی جس کو شیخ صدوق نے اپنی کتاب توحید میں اپنی اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے حفص بن غیاث سے اس نے کہا: میں نے ابا عبداللہ علیہ السلام سے خدا کے اس قول کے بارے میں پوچھا: وسع کرسیہ السموات والارض تو انہوں نے فرمایا:

یعنی اللہ کا علم آسمانوں اور زمین پر وسعت رکھتا ہے۔

اور کرسی سے کبھی ارادہ کیا جاتا ہے اس جسم کا جو اس عرش کے نیچے ہے جو پہلا ہے وہ جو آسمانوں اور زمین کے بغیر

---

[1] مراۃ العقول: ۲/ ۸۰

[2] التوحید: ۳۲۷؛ بحار الانوار: ۵۵/ ۲۹؛ تفسیر نور الثقلین: ۱/ ۲۶۰؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۲۱۳؛ تفسیر البرہان: ۱/ ۵۱۲؛ تفسیر کنز الدقائق: ۲/ ۴۰۱؛ مجمع البحرین: ۴/ ۹۹؛ تفسیر العیاشی: ۱/ ۱۳۷

ہے اس کی عالم جسمانی پر مشتمل ہونے کی وجہ سے گویا اس کا مستقر ہے اور عرش اس کے اوپر گویا اس کی چھت ہے اور حدیث میں سات آسمان اور زمینیں کرسی کے ساتھ ایک حلقے کی طرح ہیں ایک بیابان میں ملے ہوئے اور عرش کی کرسی پر فضیلت ایسے ہے جیسے وہ بیابان ان حلقوں کے لیے۔

اور کبھی ارادہ کیا جاتا ہے کرسی سے عرش کے برتن کا جس طرح حدیث میں گزرا اور گویا اس کے ساتھ اشارہ کیا گیا ہے علم کی طرف اور ملکوت اور جبروت کے عالم کی طرف اس عالم جسمانی کے مجموعے کے استقرار کی خاطر جس عالم پر عرش موجود ہے اور اس کا ان دونوں کے ذریعے قائم ہونا ہے اور کبھی کرسی سے مراد وہ علم ہوتا ہے جس علم کی خدا کے سواء کوئی بھی اطلاع نہیں رکھتا اور یہ بھی حدیث میں گزر چکا ہے اور کبھی کبھار کہا جاتا ہے کہ بتحقیق عرش کا کرسی میں ہونا منافات نہیں رکھتا کرسی کے عرش میں ہونے کے ساتھ کیونکہ ان دونوں ہونے میں سے ایک اپنے طریقے پر ہے اور دوسرے اپنے دوسرے طریقے پر ہے کیونکہ ان دونوں میں ایک کا عقلی اجمالی ہونا ہے اور دوسرا نفسانی اور تفصیل کے ساتھ ہے اور کبھی کرسی کو کنایہ قرار دیا جاتا ہے الملک سے کیونکہ وہ الملک کی مستقر ہے اس کو ثابت رکھنے والی ہے اور کبھی کہا جاتا ہے کہ کرسی اللہ کی عظمت کی تصویر ہے اور عظمت کی ایک خیالی تمثیل ہے نہ کرسی ہے نہ اس پر بیٹھنا پایا جاتا ہے اور نہ ہی اس سے اٹھنا۔

جیسے خدا کا قول ہے کہ:

اور قیامت کے دن زمین ساری اس کے قبضہ قدرت میں ہے اور آسمان اس کی سلطنت کے ہاتھ کے ماتحت ہیں اور یہ ظاہرین کا مذہب ہے اور ہم نے جو پہلے کہا وہ راسخون فی العلم کا مذہب اور مسلک تھا۔

تحقیق اسناد:

حدیث کا صحیح ہے۔ [1]

6/401 الکافی،۱/۱۳۲/۲/۱ محمد عن ابن عیسی عن الحجال عَنْ ثَعْلَبَةَ عَنْ زُرَارَةَ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ عَنْ قَوْلِ اَللَّهِ جَلَّ وَعَزَّ: (وَسِعَ كُرْسِيُّهُ اَلسَّمٰاوٰاتِ وَاَلْأَرْضَ) اَلسَّمَاوَاتُ وَاَلْأَرْضُ وَسِعْنَ اَلْكُرْسِيَّ أَمِ اَلْكُرْسِيُّ وَسِعَ اَلسَّمَاوَاتِ وَاَلْأَرْضَ فَقَالَ بَلِ اَلْكُرْسِيُّ وَسِعَ اَلسَّمَاوَاتِ وَاَلْأَرْضَ وَاَلْعَرْشَ وَكُلَّ شَيْءٍ وَسِعَ اَلْكُرْسِيُّ.

ترجمہ: زرارہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام سے خدا کے اس فرمان: "وَسِعَ كُرْسِيُّهُ اَلسَّمٰاوٰاتِ وَاَلْأَرْضَ" کے بارے میں سوال کیا کہ آسمان و زمین زیادہ وسیع ہیں یا کرسی زیادہ وسیع ہے؟

[1] مرآۃ العقول: ۲/۷۸؛ شرح بحار الانوار: ۲/۲۶۷

آپ علیہ السلام نے فرمایا: بلکہ اس کی کرسی آسمانوں، زمین اور عرش سے وسیع ہے اور کرسی سب سے زیادہ وسیع ہے۔ [1]

بیان:

''وسع الکرسی ''یعنی علم اور جسمانی مادے سے خالی عالموں پر اور علم پر کرسی وسعت رکھتی ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔ [2]

7/402 الکافی،١/٥/١٣٢/١ محمد عن أحمد عن الحسین عن فضالة عن ابن بکیر عن زرارة قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ عَنْ قَوْلِ اَللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ: (وَسِعَ كُرْسِيُّهُ اَلسَّمٰاوٰاتِ وَ اَلْأَرْضَ) اَلسَّمَاوَاتُ وَ اَلْأَرْضُ وَسِعْنَ اَلْكُرْسِيَّ أَوِ اَلْكُرْسِيُّ وَسِعَ اَلسَّمَاوَاتِ وَ اَلْأَرْضَ فَقَالَ إِنَّ كُلَّ شَيْءٍ فِي اَلْكُرْسِيِّ.

زرارہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے خداوند تعالی کے قول: (وَسِعَ كُرْسِيُّهُ اَلسَّمٰاوٰاتِ وَ اَلْأَرْضَ) کے بارے میں سوال کیا کہ کیا آسمان وزمین کرسی سے وسیع ہیں یا کرسی آسمان وزمین سے زیادہ وسیع ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ہر چیز کرسی میں ہے۔ [3]

تحقیق اسناد:

حدیث موثق کالصحیح ہے۔ [4] یا پھر حدیث صحیح ہے۔ [5]

---

[1] التوحید: ٣٢٧؛ الفصول المہمہ: ١/ ٢١٣؛ تفسیر البرہان: ١/ ٥١٦؛ تفسیر نور الثقلین: ١/ ٢٦٠؛ تفسیر کنز الدقائق: ٢/ ٤٠٣

[2] مرآۃ العقول: ٢/ ٧٩

[3] التوحید: ٣٢٨؛ تفسیر العیاشی: ١/ ١٣٧؛ تفسیر البرہان: ١/ ٥١٦؛ تفسیر القمی: ١/ ٨٥؛ تفسیر کنز الدقائق: ٢/ ٤٠٢؛ الفصول المہمہ: ١/ ٢١٣؛ بحار الانوار: ٥٥/ ٢٢؛ تفسیر نور الثقلین: ١/ ٢٦٠

[4] مرآۃ العقول: ٢/ ٧٩

[5] البراهین الواضحہ: ٢/ ٢٣٠

۵۰_باب البداء

باب البداء

1/403 الکافی،۱/۱۴۶/۱/۱ محمد عن ابن عیسی عن الحجال عن ثعلبة عن زرارة عَنْ أَحَدِهِمَا عَلَيْهِمَا اَلسَّلاَمُ قَالَ: مَا عُبِدَ اَللَّهُ بِشَيْءٍ مِثْلِ اَلْبَدَاءِ.

زرارہ سے روایت ہے کہ امامین علیہما السلام میں سے ایک نے فرمایا: بدا کی مثل کسی اور چیز کے ساتھ خدا کی عبادت نہیں کی گئی۔ [1]

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔ [2]

2/404 الکافی،۱/۱۴۶/۱/۱ وَفِي رِوَايَةِ اِبْنِ أَبِي عُمَيْرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ: مَا عُظِّمَ اَللَّهُ بِمِثْلِ اَلْبَدَاءِ.

ہشام بن سالم کی روایت میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: کوئی چیز ایسی نہیں جس نے عظمت خدا کو بداء کی مثل بیان و روشن کیا ہو۔ [3]

بیان:

اس کے لیے اس امر میں بدا ہوا۔

بدآ مد کے ساتھ ہے یعنی: اس کے لیے اس چیز میں کوئی امر ظاہر ہوا، پیدا ہوا و جو دلیا۔

اور بتحقیق اللہ کی عبادت نہیں ہوئی اور اس کی عظمت بیان نہیں ہوئی کسی چیز کے ساتھ جیسے بدآء سے ہوئی ہے۔

کیونکہ دعا کی قبولیت کا دارومدار اور خدا کی طرف رغبت کا اور خدا سے خوف اور تمام امور کو اس کے حوالے کرنا اور خوف اور امید و رجاء کے درمیان تعلق اور اس جیسی دوسری مثالیں سب اس کی عبودیت کے ارکان میں سے ہیں۔

بس اگر کہا جائے کہ: کس طرح اللہ کی طرف بدآء کی نسبت دینا صحیح ہے اس کے باوجود کہ اس کا علم ہر شئے پر احاطہ رکھتا

[1] التوحید: ۳۳۱؛ تفسیر نور الثقلین: ۲/ ۵۱۶؛ بحار الانوار: ۴/ ۱۰۷؛ تفسیر کنز الدقائق: ۶/ ۴۷۲؛ سفینۃ البحار: ۱/ ۲۳۶

[2] مرآۃ العقول: ۲/ ۱۲۳

[3] التوحید: ۳۳۳؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۲۲۰؛ تفسیر نور الثقلین: ۲/ ۵۱۶؛ مجمع البحرین: ۱/ ۴۵؛ بحار الانوار: ۴/ ۱۰۷

ہے ازل وابد میں جس چیز پر وہ نفس امر میں ہے اور اس کے باوجود کہ وہ تغیر اور تبدیلی سے مقدس ہے؟
بس جان لو کہ: قوت منطبعہ فلکیہ تفاصیل کے ساتھ احاطہ نہیں رکھتی ان امور پر جو عنقریب واقع ہوں گے ایک دفعہ میں اچانک ان امور کی انتہا نہ ہونے کی وجہ سے بلکہ اس میں چھپتے ہیں حوادث ایک ایک چیز ہو کر اور سارے مل کر بس سب اپنے اسباب اور علتوں کے ساتھ ایک ثابت نظام اور جاری روش پر ہیں۔
بس اگر کوئی چیز عالم کون اور فساد میں پیدا ہو تو تحقیق وہ ان افلاک کی حرکتوں کے لوازمات میں سے جو اللہ کے لیے مسخر ہیں اور افلاک کی برکتوں کا نتیجہ ہیں بس وہ حرکات اور نتائج جانتے ہیں کہ تحقیق جب بھی ایسا ہو جائے تو ویسا ہوگا بس جب بھی ان کو علم حاصل ہوتا ہے کسی امر کے پیدا ہونے کے اسباب کا جو اس عالم اور جہان میں ہیں تو اس میں ان کے واقع ہونے کا حکم دیتی ہیں بس نقش ہو جاتا ہے اس میں یہ حکم اور کبھی کبھار بعض وہ اسباب جو پیدا ہونے والی چیز کے واقع ہونے کا سبب ہیں موخر ہوتے ہیں اس چیز کے خلاف جس کا باقی اسباب موجب ہیں۔
اگر یہ سبب نہ ہوتا اور اس کے لیے یہ علم حاصل نہ ہوتا اس سبب کے دوسرے سبب کے علم کی اطلاع کے نہ ہونے کی وجہ سے تو اس کے وقت نہ آتے اور اس پر اطلاع پیدا کرے تو پہلے حکم کے خلاف حکم دیتی ہیں، نتیجے میں مٹایا جاتا اس سے سابق حکم کے نقش کو اور لکھا جاتا دوسرا حکم۔
مثلاً: جب اس کے لیے زید کی موت کا علم حاصل ہو کے مرض کی وجہ سے کہ فلاں رات میں فلاں اسباب کے ذریعے ہوگی۔ اور اس کو اس کے صدقے دینے کا حکم حاصل نہ ہو (جو تصدق اور صدقے کا اس وقت کے قبیل سے آئے گا) اس کے صدقے دینے کے اسباب کی اطلاع نہ ہونے کی وجہ سے پھر اس کو جان لے کہ زید کی موت فلاں اسباب کے ساتھ مشروط ہے۔ یعنی جب تک صدقہ نہ دے تو پہلے اس کی موت کا حکم دیا جائے گا۔ اور پھر اس کی موت سے برائت کا حکم ہوگا۔ اور اگر اسباب ہوں امر کے واقع کرنے کے لیے اور نہ کہ اس کی مثال کے واقع ہونے کے لیے اور اس کو حاصل نہ ہو ان میں سے ایک کے رجحان کا علم بعد میں اس رجحان کے سبب کے وقت نہ آنے کی وجہ سے پھر اس کے لیے اس امر کے واقع ہونے اور نہ ہونے میں شک ہو۔ بس نتیجے میں ایک مرتبہ اس میں واقع ہونے کا حکم نقش ہوگا اور دوسری مرتبہ واقع نہ ہونے کا حکم نقش ہوگا بس یہ ہے سبب، بدا میں اور محو اور اثبات اور شک اور ان جیسی چیزیں جو عالم کے امور میں ہیں۔
اور ان سب چیزوں کی نسبت خدا کی طرف دی جاتی ہے بس اس لیے کہ جو کچھ ملکوتی عالم میں جاری ہوتا ہے۔ بتحقیق وہ خدا کے ارادے کے ساتھ جاری ہوتا ہے بلکہ ان کا فعل بعینہ خدا کا فعل ہے اس اعتبار سے کہ وہ اللہ کی معصیت نہیں کرتے اور اللہ انہیں امر نہیں دیتا اور وہ انجام دیتے ہیں وہ چیز جس کا ان کو امر دیا گیا ہو بس نتیجے میں

ان کو کسی فعل اور کسی چیز کے انجام دینے پر دعوت نہیں دیتا سواء اللہ کے ارادے کے یعنی اللہ کا ارادہ ان کو انجام دینے کی دعوت دیتا ہے اللہ کے ارادے میں ان کے ارادے کے فانی ہونے کی خاطر اور ان کی مثال انسان کے حواس کی مثال جیسی ہے جب کسی محسوس چیز کی وجہ سے انسان مغموم ہو تو وہ محسوس چیز اس کے لیے تصویر کی طرح ہو جاتی ہے اس کو غم دینے کی وجہ سے۔

اور اللہ کا ارادہ ایک دفعہ ہوتا ہے بس تمام لکھی ہوئی چیزیں ان الواح اور صحیفوں میں ہیں بس وہ بھی اللہ کی لکھی ہوئی چیز ہے اس سابقہ پہلے قلم کے ساتھ لکھی ہوئی قضا کے بعد، بس صحیح ہے اس اعتبار سے اس جیسی مثالوں کے ساتھ اللہ کی وصف بیان کرنا اگر چہ اس جیسے امور تبدیل ہوتے ہیں اور اللہ کی ذات منزہ ہے ان سے

بس ہر وہ چیز جو موجود ہے یا عنقریب وجود میں آئی گی وہ اس کی ربوبیت کے عالم سے خارج نہیں ہے۔

اور اس کی جیسی بات باب تاویل میں حدیث میں گزر چکی ہے جس کا تشبیہ کرنے والے وہم کرتے ہیں کہ بتحقیق تاسف اور افسوس اور مظلومیت کی نسبت اللہ کی طرف دی جاسکتی ہے۔ بتحقیق یہ اللہ کو بعض بندوں کے ساتھ مخلوق کرنے کے اعتبار سے ہے۔

اور ساری حمد اللہ کی ہے اس کے علم کے عمق کو ہمارے سمجھنے پر۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے [1] لیکن التوحید میں اس کی مکمل سند درج ہے اور وہ صحیح ہے۔ [2] (واللہ اعلم)

3/405 الکافی،۱/۲/۱۴۶/۱ الثلاثة عَنْ هِشَامِ بْنِ سَالِمٍ وَ حَفْصِ بْنِ اَلْبَخْتَرِيِّ وَ غَيْرِهِمَا عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: فِي هَذِهِ اَلْآيَةِ: (يَمْحُوا اَللَّهُ مَا يَشٰاءُ وَ يُثْبِتُ) قَالَ فَقَالَ وَ هَلْ يُمْحَى إِلاَّ مَا كَانَ ثَابِتاً وَ هَلْ يُثْبَتُ إِلاَّ مَا لَمْ يَكُنْ.

ہشام بن سالم اور حفص بن البختری وغیرہما سے روایت ہے کہ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے خدا کے فرمان: "اللہ جو چاہتا ہے محو کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے۔ (الرعد:۳۹)" کے بارے میں فرمایا: محو وہی چیز ہوتی ہے جو ثابت ہو اور ثابت اس کو کیا جاتا ہے جو پہلے ثابت نہ ہو۔ [3]

---

[1] مراۃ العقول:۲/۱۳۶

[2] المعارف:۲۷؛ معرفت قرآنی:۲/۲۶۵

[3] التوحید:۳۳۳؛ تفسیر العیاشی:۲/۲۱۵؛ تفسیر الصافی:۳/۷۶؛ تفسیر کنز الدقائق:۲/۳۶۸؛ الفصول المہمہ:۱/۲۱۹؛ تفسیر البرہان:۳/۲۶۳و۲۶۸؛ بحار الانوار:۴/۱۱۸و۱۰۸؛ تفسیر نور الثقلین:۲/۵۱۰و۵۱۲

بیان:

یعنی: بتحقیق اس آیت میں اللہ کے لیے بدآء کے ہونے کے ثبوت پر دلالت ہے۔ بس کوئی دلیل نہیں ہے اس کے ذریعے ہم پر مخالفوں کے انکار اور اعتراض کے لیے۔ اور بتحقیق اللہ کے لیے بدآء کے ہونے کا قول اہل بیت علیہم السلام کے مذہب میں سے ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث حسن ہے۔[1]

4/406 الکافی،۱/۱۴۷/۳/۱ الثلاثة عن هشام بن سالم عن محمد عَنْ أَبِي عَبْدِ ٱللَّهِ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ قَالَ: مَا بَعَثَ ٱللَّهُ نَبِيّاً حَتَّى يَأْخُذَ عَلَيْهِ ثَلاَثَ خِصَالٍ ٱلْإِقْرَارَ لَهُ بِٱلْعُبُودِيَّةِ وَخَلْعَ ٱلْأَنْدَادِ وَأَنَّ ٱللَّهَ يُقَدِّمُ مَا يَشَاءُ وَيُؤَخِّرُ مَا يَشَاءُ.

حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ نے کسی نبی کو اس وقت تک مبعوث نہیں فرمایا جب تک اس سے تین خصال کا اقرار نہیں لیا: وہ اپنے بندے ہونے کا اقرار کرے، خدا کا شریک اور اس کے مانند نہ قرار دینے کا اقرار اور اقرار کرے کہ خدا جسے چاہے مقدم کرے اور جس کو چاہے موخر کرے۔[2]

تحقیق اسناد:

حدیث حسن ہے[3] لیکن میرے نزدیک حدیث صحیح ہے۔ (واللہ اعلم)

5/407 الکافی،۱/۱۴۷/۱۶۵/۸ سهل عن الريان بن الصلت عن يونس رَفَعَهُ قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ ٱللَّهِ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ: إِنَّ ٱللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يَبْعَثْ نَبِيّاً قَطُّ إِلاَّ صَاحِبَ مِرَّةٍ سَوْدَاءَ صَافِيَةٍ وَمَا بَعَثَ ٱللَّهُ نَبِيّاً قَطُّ حَتَّى يُقِرَّ لَهُ بِٱلْبَدَاءِ.

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: بے شک خدا نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا سوائے اس کے کہ وہ صاحب حکمت و پاک و معصوم تھا، اور کبھی بھی خدا نے کسی پیغمبر علیہ السلام کو نہیں بھیجا سوائے اس کے کہ اس سے بداء کا اقرار لیا۔[4]

---

[1] مرآۃ العقول: ۲/ ۱۳۷

[2] التوحید: ۳۳۳؛ بحار الانوار: ۴/ ۱۰۸؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۲۲۰؛ تفسیر کنز الدقائق: ۷/ ۳۷۴؛ تفسیر البرہان: ۳/ ۲۶۷؛ تفسیر نور الثقلین: ۲/ ۵۱۲؛ تفسیر العیاشی: ۲/ ۲۱۵؛ اثبات الہداۃ: ۵/ ۳۷۳ و ۳۸۲؛ الاعتقادات: ۴۰؛ المحاسن: ۱/ ۲۳۳؛ عدۃ الداعی: ۸۱؛ مختصر البصائر: ۵۹؛ سفینۃ البحار: ۱/ ۲۳۶

[3] مرآۃ العقول: ۲/ ۱۳۷

[4] تفسیر البرہان: ۵/ ۱۹۱؛ مجمع البحرین: ۳/ ۴۸۱

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے[1] یا پھر ضعیف مرسل ہے۔[2]

6/408 الکافی،۱/۱۴۸/۳۱/۱ العدۃ عن البرقی عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِنَا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو اَلْكُوفِيِّ أَخِي يَحْيَى عَنْ مُرَازِمِ بْنِ حَكِيمٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ: مَا تَنَبَّأَ نَبِيٌّ قَطُّ حَتَّى يُقِرَّ لِلَّهِ بِخَمْسِ خِصَالٍ بِالْبَدَاءِ وَ اَلْمَشِيئَةِ وَ اَلسُّجُودِ وَ اَلْعُبُودِيَّةِ وَ اَلطَّاعَةِ.

ترجمہ: مرازم بن حکیم سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا، آپؑ نے فرمایا: کوئی نبی، نبی نہیں بنایا گیا مگر پانچ خصلتوں کا اقرار کرنے کے بعد: بداء، مشیت، سجود، بندگی اور اطاعت۔[3]

بیان:

''المشیئۃ'' شئے تحقیق ہر وہ شئے جو اس عالم میں واقع ہوتی ہے وہ اللہ کی مشیت کے ذریعے واقع ہوتی ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے[4] لیکن اس کی دوسری سند جو التوحید میں ہے وہ صحیح ہے۔ (واللہ اعلم)

7/409 الکافی،۱/۱۴۸/۱۵/۱ التھذیب،۹/۱۰۲/۱۸۱/۱ علی عَنْ أَبِيهِ عَنِ اَلرَّيَّانِ بْنِ اَلصَّلْتِ قَالَ سَمِعْتُ اَلرِّضَا عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ: مَا بَعَثَ اَللَّهُ نَبِيّاً قَطُّ إِلاَّ بِتَحْرِيمِ اَلْخَمْرِ وَ أَنْ يُقِرَّ لِلَّهِ بِالْبَدَاءِ.

ترجمہ: ریان بن صلت سے روایت ہے کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام کو فرماتے سنا، آپؑ نے فرمایا: خدا نے کسی نبی کو مبعوث نہیں کیا مگر یہ کہ اس پر شراب کو حرام کیا اور اللہ کے لیے بداء کا اس سے قرار لیا۔[5]

بیان:

اس حدیث کو نقل کیا ہے کتاب التھذیب میں محمد بن یعقوب سے اور اس کے آخر میں یہ زیادہ کیا ہے کہ: اور بتحقیق اللہ انجام دیتا ہے وہ جو چاہتا ہے اور رکند راس کی میراث میں ہے۔

---

[1] مرآۃ العقول:۲/۲۶ ۳۱

[2] الشافعۃ الموجاۃ:۲/۴۹۹

[3] اثبات الھداۃ:۵/۷۵ ۳؛ التوحید:۳۳۳؛ المحاسن:۲۳۴؛ تفسیر کنز الدقائق:۶/۴۷۴؛ بحار الانوار:۴/۱۰۸؛ تفسیر نور الثقلین:۲/۵۱۷

[4] مرآۃ العقول:۲/۱۴۱

[5] التوحید:۳۳۳؛ بحار الانوار:۴/۱۰۸؛ وسائل الشیعہ:۲۵/۳۰۰؛ غیبت طوسی (مترجم از مترجم کتاب ہذا):۴۲۳ ح ۴۱۹ (مطبوعہ تراب پبلیکیشنز لاہور)؛ تفسیر القمی:۱/۹۴؛ بحار الانوار:۴/۱۰۸ و ۷۶/۱۳۵؛ تفسیر کنز الدقائق:۲/۲۳۲ و ۷؛ تفسیر البرہان:۲/۳۰۰؛ ھدایۃ الامہ:۸/۲۲۶

تحقیق اسناد:

حدیث حسن ہے۔ [1]

8/410 الکافی،۱/۱۴۸/۱۲/۱ علی عن العبیدی عن یونس عَنْ مَالِكٍ اَلْجُهَنِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ: لَوْ عَلِمَ اَلنَّاسُ مَا فِي اَلْقَوْلِ بِالْبَدَاءِ مِنَ اَلْأَجْرِ مَا فَتَرُوا عَنِ اَلْكَلاَمِ فِيهِ.

مالک الجہنی سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے سنا، آپ نے فرمایا: اگر لوگ جانتے کہ اقرار بداء میں کتنا ثواب عظیم ہے تو وہ اس کے متعلق گفتگو کرنے سے روگردانی نہ کرتے۔ [2]

بیان:

اور یہ اس لیے ہے کہ بندوں کے اکثر مصالح موقوف ہیں بداء کے قول پر بس نتیجے میں اگر وہ عقیدہ رکھیں گے کہ ہر چیز جو ازل میں مقدر ہوئی ہے اس کا واقع ہونا ضروری، حتمی ہے تو وہ اللہ کو کسی چیز میں نہیں پکاریں گے اپنے مطالب اور حاجتوں میں سے اور اس کی بارگاہ میں گڑگڑانا چھوڑ دیں گے۔ اس کی بارگاہ میں خاضع نہیں ہوں گے۔ اور اس سے نہیں ڈریں گے اور اس کی امید نہیں رکھیں گے۔ اور اس جیسی دوسری مثالیں
اور دونوں امر کے درمیان منافات کا نہ ہونا ان کو نہیں سمجھنے دے گا ذرہ ذرہ مگر ایک ہی چیز سمجھیں گے۔ اور اس کا راز یہ ہے کہ بتحقیق یہ تمام امور سارے اسباب سے ہیں اور ان کو مقدر کیا گیا ہے ازل میں کہ یہی محقق ہوں گے نہ کہ ان کا غیر۔

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے [3] لیکن میرے نزدیک حدیث حسن ہے کیونکہ مالک الجہنی تحقیقاً ثقہ ثابت ہے اس لیے کہ وہ کامل الزیارات کا راوی ہے اور یہ توثیق ہے اور محمد بن عیسیٰ کے بارے میں پہلے بیان ہو چکا کہ وہ ثقہ جلیل ثابت ہے اور اس کو ضعیف کہنا سہو ہے۔ (واللہ اعلم)

9/411 الکافی،۱/۱۴۷/۳/۱ محمد عن أحمد عن ابن فضال عَنِ اِبْنِ بُكَيْرٍ عَنْ زُرَارَةَ عَنْ حُمْرَانَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: سَأَلْتُهُ عَنْ قَوْلِ اَللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ: (قَضىٰ أَجَلاً وَ أَجَلٌ مُسَمًّى عِنْدَهُ)

---

[1] مرآۃ العقول: ۲/ ۱۳۲

[2] تفسیر کنز الدقائق: ۲/ ۶ ۷؛ بحار الانوار: ۴/ ۱۳۳؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۲۵۲؛ التوحید: ۳۳۴

[3] مرآۃ العقول: ۲/ ۱۳۱

قَالَ هُمَا أَجَلاَنِ أَجَلٌ مَحْتُومٌ وَ أَجَلٌ مَوْقُوفٌ.

حمران نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے خدا کے فرمان: ''پھر ایک مدت کا تعین کیا اور مدت حتمی اس کے پاس ہے۔(الانعام: ۲)'' کے بارے میں دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: دو اجلیں (مدتیں) ہیں: ایک وہ ہے جو حتمی ہے اور دوسری وہ ہے جو مشروط ہے۔ [۱]

تحقیق اسناد:

حدیث حسن یا موثق ہے۔ [۲]

10/412 الکافی،۱/۱۴۷/۶/۱ النیسابوریان عَنْ حَمَّادِ بْنِ عِيسَى عَنْ رِبْعِيٍّ عَنِ اَلْفُضَيْلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ: اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ فَعِلْمٌ عِنْدَ اَللَّهِ مَخْزُونٌ لَمْ يُطْلِعْ عَلَيْهِ أَحَداً مِنْ خَلْقِهِ وَ عِلْمٌ عَلَّمَهُ مَلاَئِكَتَهُ وَ رُسُلَهُ فَمَا عَلَّمَهُ مَلاَئِكَتَهُ وَ رُسُلَهُ فَإِنَّهُ سَيَكُونُ لاَ يُكَذِّبُ نَفْسَهُ وَ لاَ مَلاَئِكَتَهُ وَ لاَ رُسُلَهُ وَ عِلْمٌ عِنْدَهُ مَخْزُونٌ يُقَدِّمُ مِنْهُ مَا يَشَاءُ وَ يُؤَخِّرُ مِنْهُ مَا يَشَاءُ وَ يُثْبِتُ مَا يَشَاءُ.

فضیل بن یسار بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام ابوجعفر محمد باقر علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: علم دو طرح کے ہیں: ایک وہ علم ہے جو اللہ کے خزانے میں محفوظ ہے جسے اللہ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا اور یہ وہ علم ہے جو اللہ نے ملائکہ وانبیاء ورسل کو عطا کیا ہے پس وہ علم جو اللہ نے ملائکہ اور انبیاء مرسلین کو عطا کیا ہے وہ علم ہے جو ہو کر رہے گا تاکہ اس کی اور اس کے ملائکہ وانبیاء کی تکذیب نہ ہو اور دوسرا وہ علم ہے جو اس کے خزانوں میں محفوظ ہے تو اس میں سے جس کو چاہتا ہے مقدم کر دیتا ہے اور جس کو چاہے موخر کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے۔ [۳]

بیان:

اور یہ اس لیے ہے کہ کائنات کی تمام صورتیں ام الکتاب میں چھپی ہوئی ہیں جس کو ''اللوح المحفوظ'' کہا جاتا ہے۔

---

[۱] تفسیر العیاشی: ۱/ ۳۵۴؛ بحارالانوار: ۵/ ۱۴۰؛ تفسیر البرہان: ۲/ ۴۰۱؛ تفسیر نور الثقلین: ۱/ ۷۰۴؛ تفسیر کنز الدقائق: ۴/ ۲۹۱؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۲۲۰؛ غیبت نعمانی (مترجم): ۴۰۱ ح ۴۱۰ (مطبوعہ تراب پبلیکیشنز)

[۲] مرآۃ العقول: ۲/ ۱۳۸

[۳] المحاسن: ۱/ ۲۴۳؛ تفسیر الصافی: ۳/ ۷۵؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۲۲۲؛ بحارالانوار: ۴/ ۱۱۳؛ تفسیر البرہان: ۳/ ۲۶۵؛ تفسیر کنز الدقائق: ۲/ ۱۷۷ و ۲/ ۳۷۷؛ تفسیر نور الثقلین: ۲/ ۵۱۹؛ تفسیر العیاشی: ۲/ ۲۱۷؛ التوحید: ۴۴۳؛ عیون اخبار الرضاؑ: ۱/ ۱۷۹

ایک مرتبہ وہ عالم عقلی اور خلق اول ہیں، اور دوسری کتاب ''المحو و الاثبات'' میں ہیں، اور وہ عالم نفسی اور خلق ثانی ہے اور انبیاء اور رسولوں کی اطلاع پہلے پر ہے اکثر اور وہ محفوظ ہے محو و اثبات سے اور اس کا حکم حتمی ہے ثانی کے خلاف بس بتحقیق یہ موقوف ہیں اور اول میں اثبات محو ہے ثانی میں اور اس میں اثبات الاثبات ہے اور محو الاثبات ہے حکم کے واقع ہونے کے اور دوسرے امر کے پیدا ہونے کے وقت بس وہ محو کرنے سے مقدس ہے جو حکم کرتا ہے امور اور عواقب امور کے اختلاف کے ذریعے مفصل لکھا ہوا حکم عزیز علیم کی تقدیر کی ساتھ

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول کالصحیح ہے [1] لیکن میرے نزدیک حدیث صحیح ہے کیونکہ محمد بن اسماعیل تحقیقاً ثقہ ثابت ہے اور کامل الزیارات کا راوی ہے۔(واللہ اعلم)

11/413 الکافی،۱/۱۴۷/۱ بهذا الإسناد عن الفضيل قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ يَقُولُ: مِنَ ٱلْأُمُورِ أُمُورٌ مَوْقُوفَةٌ عِنْدَ ٱللَّهِ يُقَدِّمُ مِنْهَا مَا يَشَاءُ وَ يُؤَخِّرُ مِنْهَا مَا يَشَاءُ.

فضیل بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام ابوجعفر علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: امور میں سے کچھ امور ایسے ہیں جو اللہ کے نزدیک مشروط و موقوف ہیں وہ جس کو چاہتا ہے مقدم کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے مؤخر کرتا ہے۔ [2]

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول کالصحیح ہے [3] لیکن میرے نزدیک حدیث صحیح ہے (واللہ اعلم)

12/414 الکافی،۱/۱۴۷/۸ العدة عن ابن عيسى عَنِ اِبْنِ أَبِي عُمَيْرٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ سَمَاعَةَ عَنْ أَبِي بَصِيرٍ وَ وُهَيْبِ بْنِ حَفْصٍ عَنْ أَبِي بَصِيرٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ ٱللَّهِ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ قَالَ: إِنَّ لِلَّهِ عِلْمَيْنِ عِلْمٌ مَكْنُونٌ مَخْزُونٌ لاَ يَعْلَمُهُ إِلاَّ هُوَ مِنْ ذَلِكَ يَكُونُ ٱلْبَدَاءُ وَ عِلْمٌ عَلَّمَهُ مَلاَئِكَتَهُ وَ رُسُلَهُ وَ أَنْبِيَاءَهُ فَنَحْنُ نَعْلَمُهُ.

ابوبصیر نے بیان کیا کہ حضرت امام ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کے دو علم ہیں: وہ علم ہے جو مکنون (پوشیدہ) ہے

---

[1] مرآۃ العقول: ۲/۱۴۰

[2] المحاسن: ۱/۲۴۳؛ تفسیر العیاشی: ۲/۲۱۷؛ بحار الانوار: ۴/۱۱۹؛ الفصول المہمہ: ۱/۲۲۱؛ تفسیر کنز الدقائق: ۶/۴۷۷؛ تفسیر نور الثقلین: ۲/۵۱۹؛ تفسیر البرہان: ۳/۲۶۸؛ مجمع البحرین: ۵/۱۳۰

[3] مرآۃ العقول: ۲/۱۴۰

اور خدا کے خزانوں میں محفوظ ہے جس کے بارے میں سوائے اس کے کوئی نہیں جانتا اور بداء اس علم میں سے ہے اور دوسرا علم وہ ہے جس کی وہ ملائکہ اور انبیاء و مرسلین کو تعلیم دیتا ہے اور ہم اس علم کو جاننے والے ہیں۔[1]

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے[2] لیکن میرے نزدیک ایک سند صحیح ہے کیونکہ سماعہ امامی ثابت ہے اور واقفی نہیں ہے اور دوسری سند وھیب بن حفص کی وجہ سے موثق ہے اور کوئی راوی مجہول نہیں ہے۔ (واللہ اعلم)

13/415 الکافی،۱/۲۵۶/۱/۲/۱ محمد عن بنان عن السراد عن ابن رئاب عَنْ سَدِيرٍ اَلصَّيْرَفِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ حُمْرَانَ بْنَ أَعْيَنَ يَسْأَلُ أَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ عَنْ قَوْلِ اَللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ: (بَدِيعُ اَلسَّمَاوَاتِ وَ اَلْأَرْضِ) قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ إِنَّ اَللَّهَ عَزَّ وَ جَلَّ اِبْتَدَعَ اَلْأَشْيَاءَ كُلَّهَا بِعِلْمِهِ عَلَى غَيْرِ مِثَالٍ كَانَ قَبْلَهُ فَابْتَدَعَ اَلسَّمَاوَاتِ وَ اَلْأَرَضِينَ وَلَمْ يَكُنْ قَبْلَهُنَّ سَمَاوَاتٌ وَلاَ أَرَضُونَ أَمَا تَسْمَعُ لِقَوْلِهِ تَعَالَى: (وَ كَانَ عَرْشُهُ عَلَى اَلْمَاءِ) فَقَالَ لَهُ حُمْرَانُ أَ رَأَيْتَ قَوْلَهُ جَلَّ ذِكْرُهُ: (عَالِمُ اَلْغَيْبِ فَلاَ يُظْهِرُ عَلىٰ غَيْبِهِ أَحَداً) فَقَالَ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ: (إِلاّٰ مَنِ اِرْتَضىٰ مِنْ رَسُولٍ) وَ كَانَ وَ اَللَّهِ مُحَمَّدٌ مِمَّنِ اِرْتَضَاهُ وَ أَمَّا قَوْلُهُ (عَالِمُ اَلْغَيْبِ) فَإِنَّ اَللَّهَ عَزَّ وَ جَلَّ عَالِمٌ بِمَا غَابَ عَنْ خَلْقِهِ فِيمَا يَقْدِرُ مِنْ شَيْءٍ وَ يَقْضِيهِ فِي عِلْمِهِ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَهُ وَ قَبْلَ أَنْ يُفْضِيَهُ إِلَى اَلْمَلاَئِكَةِ فَذَلِكَ يَا حُمْرَانُ عِلْمٌ مَوْقُوفٌ عِنْدَهُ إِلَيْهِ فِيهِ اَلْمَشِيئَةُ فَيَقْضِيهِ إِذَا أَرَادَ وَ يَبْدُو لَهُ فِيهِ فَلاَ يُمْضِيهِ فَأَمَّا اَلْعِلْمُ اَلَّذِي يُقَدِّرُهُ اَللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ فَيَقْضِيهِ وَ يُمْضِيهِ فَهُوَ اَلْعِلْمُ اَلَّذِي اِنْتَهَى إِلَى رَسُولِ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ ثُمَّ إِلَيْنَا.

حمران بن اعین نے امام محمد باقر علیہ السلام سے خدا کے قول: ''وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے (البقرہ: ۱۱۷؛ انعام: ۲)۔'' کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایجاد کیا تمام اشیاء کو اپنے علم سے بغیر اس کے کہ کوئی مثال اس سے پہلے ہو، اس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا: اس سے پہلے آسمان و زمین نہ تھے۔ کیا تم نے خدا تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا: ''اس کا عرش پانی پر تھا۔''

حمران نے کہا: کیا آپؑ نے اس آیت پر غور کیا ہے جس میں وہ فرماتا ہے: ''وہ عالم الغیب ہے نہیں مطلع ہوتا اس کے غیب پر کوئی۔ (الجن: ۲۶)۔''

[1] بصائر الدرجات: ۱/ ۱۹۰؛ تفسیر نور الثقلین: ۲/ ۵۱۹؛ تفسیر کنز الدقائق: ۲/ ۱۷۷؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۲۲۵؛ بحار الانوار: ۴/ ۱۰۹ و ۲۶/ ۱۶۳

[2] مرآۃ العقول: ۲/ ۱۴۰

آپؑ نے فرمایا: اس کے آگے یہ بھی تو ہے: ''مگر اپنے رسولوں میں سے جس کو بھی چن لے۔ (الجن: ۲۶)۔'' اور واللہ! محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں میں سے ہیں جن کو اللہ نے منتخب کیا ہے۔ اور اس کا قول: ''عالم الغیب'' تو اس کا مطلب ہے کہ خداوند عالم علیم ہے ہر اس چیز پر جو غائب ہے اس کی مخلوق پر پس اس چیز کے متعلق مقدر کرتا ہے، پھر اس کا حکم دیتا ہے، اور اپنے علم سے طے کرتا ہے قبل اس کے پیدا کرنے کے اور قبل اسکے کہ ملائکہ کو اس کا علم ہو۔ اے حمران! خدا کا علم اس پر موقوف ہوتا ہے جس پر اس کی مشیت ہو اور جب وہ ارادہ کرتا ہے تو اس کا حکم کرتا ہے اور (اگر) اسے اس میں بداء ہو جاتا ہے تو پھر اسے جاری نہیں کرتا۔ اور وہ علم جس کو وہ مقدر کرتا ہے، اس کا حکم دیتا ہے اور اس کو جاری کرتا ہے تو اسے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر منتہی کرتا ہے اور پھر ہم تک پہنچا دیتا ہے۔ [۱]

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے [۲] لیکن میرے نزدیک حدیث حسن ہے کیونکہ عبداللہ بن محمد بن عیسیٰ تحقیقاً ثقہ ثابت ہے اور دوسری سند بصائر میں ہے جو صحیح ہے (واللہ اعلم)

14/416 الکافی، ۱/۱۴۸/۹/۱ محمد عن أحمد عن الحسین عن السراد عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: مَا بَدَا لِلّٰهِ فِي شَيْءٍ إِلاَّ كَانَ فِي عِلْمِهِ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ لَهُ.

عبداللہ بن سنان بیان کرتے ہیں کہ امام ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: خدا کو جس چیز کے بارے میں بداء ہوتا ہے تو وہ بداء ہونے سے قبل اس کے علم میں ہوتی ہے۔ [۳]

بیان:

اور یہ کہ بتحقیق بداء کی منشا اس سے نہیں ہے اور نہ ہی خلق اول سے ہے بلکہ بتحقیق وہ پیدا ہوتا ہے خلق ثانی میں جس طرح آپ نے جانا۔

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔ [۴]

---

[۱] بصائر الدرجات: ۱/ ۱۱۳؛ تفسیر البرہان: ۱/ ۳۱۵ و ۵/ ۵۱۳ و ۲/ ۴۹۰؛ تفسیر الصافی: ۱/ ۱۸۴؛ تفسیر نور الثقلین: ۱/ ۱۱۹ و ۵/ ۴۳۱؛ تفسیر کنز الدقائق: ۲/ ۲۹ و ۱۳/ ۴۸۹؛ عوالم العلوم: ۱۹/ ۱۹۱

[۲] مرآۃ العقول: ۳/ ۱۱۲

[۳] الفصول المہمہ: ۱/ ۲۲۱؛ تفسیر کنز الدقائق: ۹/ ۴۷۳؛ تفسیر نور الثقلین: ۲/ ۵۱۶؛ مجمع البحرین: ۱/ ۴۵

[۴] مرآۃ العقول: ۲/ ۱۴۰؛ بدایۃ المعارف: ۱۹۶؛ علم الیقین: ۲۴۶؛ البداء موسوی: ۱۲۵؛ حق الیقین شبر: ۱۱۰

15/417 الکافی،۱/۱۴۸/۱۰/۱عنه عن أحمد عن ابن فضال عَنْ دَاوُدَ بْنِ فَرْقَدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ الْجُهَنِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَبْدُ لَهُ مِنْ جَهْلٍ.

امام ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: خدا کو بداء جہالت کی وجہ سے نہیں ہوتا۔[1]

بیان:

اور یہ اس کے علم کے چیز ہونے اور کیسے ہونے اور عنقریب ہونے اور عنقریب کس طرح ہونے کے احاطے کی وجہ سے ہے۔ ازل اور ابد سے اور تحقیق بداء پیدا ہوتا ہے۔ واسطوں سے ان مصالح کی خاطر جو مخلوق کی طرف پلٹتے ہیں۔

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے۔[2]

16/418 الکافی،۱/۱۴۸/۱۱/۱علی عن العبیدی عن یونس عَنْ مَنْصُورِ بْنِ حَازِمٍ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ هَلْ يَكُونُ الْيَوْمَ شَيْءٌ لَمْ يَكُنْ فِي عِلْمِ اللَّهِ بِالْأَمْسِ قَالَ لاَ مَنْ قَالَ هَذَا فَأَخْزَاهُ اللَّهُ قُلْتُ أَ رَأَيْتَ مَا كَانَ وَ مَا هُوَ كَائِنٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ أَ لَيْسَ فِي عِلْمِ اللَّهِ قَالَ بَلَى قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ الْخَلْقَ.

منصور بن حازم کا بیان ہے کہ میں نے امام ابوعبداللہ علیہ السلام سے پوچھا: کیا کوئی چیز ایسی ہے جو گزشتہ کل اللہ کے علم میں نہ ہو اور آج ہوئی ہو؟

آپؑ نے فرمایا: (ہرگز نہیں)۔ جو یہ عقیدہ رکھے خدا اس کو رسوا کرے۔

پھر میں نے عرض کیا: آپؑ جانتے ہیں کہ جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے کیا وہ اللہ کے علم میں نہیں تھا؟

آپ نے فرمایا: ہاں، مخلوق کی خلقت سے قبل وہ ہر چیز کو جانتا تھا۔[3]

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔[4]

---

[1] الفصول المہمہ:۱/۲۲۲؛ تفسیر کنز الدقائق:۶/۳۷۳؛ مجمع البحرین:۱/۴۵

[2] مرآۃ العقول:۲/۱۴۰

[3] التوحید:۳۳۴؛ بحار الانوار:۴/۸۹ و ۵۴/۴۶؛ تفسیر نور الثقلین:۵/۸ و ۲۳۸/۵۱۲؛ تفسیر کنز الدقائق:۱۳/۷۶؛ الفصول المہمہ:۱/۲۲۶

[4] مرآۃ العقول:۲/۱۴۱؛ موسوعہ العلامہ البلاغی:۶/۱۷۹؛ اربع رسائل بلاغی:۷۲

17/419 الكافي،۱/۱۴۸/۱۴/۱ العدة عن أحمد عن جعفر بن محمد عن يونس عَنْ جَهْمِ بْنِ أَبِي جَهْمَةَ عَمَّنْ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي عَبْدِ ٱللَّهِ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ قَالَ: إِنَّ ٱللَّهَ عَزَّ وَ جَلَّ أَخْبَرَ مُحَمَّداً صَلَّى ٱللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ بِمَا كَانَ مُنْذُ كَانَتِ ٱلدُّنْيَا وَ بِمَا يَكُونُ إِلَى اِنْقِضَاءِ ٱلدُّنْيَا وَ أَخْبَرَهُ بِٱلْمَحْتُومِ مِنْ ذَلِكَ وَ اِسْتَثْنَى عَلَيْهِ فِيمَا سِوَاهُ.

امام ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: خداوند تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو کچھ ہو چکا تھا اس کا علم عطا کیا اور قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا اس کا علم بھی عطا فرمایا سوائے ان امور کے جس کا اس نے استثناء کیا ہے۔ [1]

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے۔ [2]

۱۵۱ _ باب أسباب الفعل

فعل کے اسباب

1/420 الكافي،۱/۱۴۸/۱۶/۱ الاثنان قَالَ: سُئِلَ ٱلْعَالِمُ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ كَيْفَ عِلْمُ ٱللَّهِ قَالَ عَلِمَ وَ شَاءَ وَ أَرَادَ وَ قَدَّرَ وَ قَضَى وَ أَمْضَى فَأَمْضَى مَا قَضَى وَ قَضَى مَا قَدَّرَ وَ قَدَّرَ مَا أَرَادَ فَبِعِلْمِهِ كَانَتِ ٱلْمَشِيئَةُ وَ بِمَشِيئَتِهِ كَانَتِ ٱلْإِرَادَةُ وَ بِإِرَادَتِهِ كَانَ ٱلتَّقْدِيرُ وَ بِتَقْدِيرِهِ كَانَ ٱلْقَضَاءُ وَ بِقَضَائِهِ كَانَ ٱلْإِمْضَاءُ وَ ٱلْعِلْمُ مُتَقَدِّمٌ عَلَى ٱلْمَشِيئَةِ وَ ٱلْمَشِيئَةُ ثَانِيَةٌ وَ ٱلْإِرَادَةُ ثَالِثَةٌ وَ ٱلتَّقْدِيرُ وَاقِعٌ عَلَى ٱلْقَضَاءِ بِٱلْإِمْضَاءِ فَلِلَّهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى ٱلْبَدَاءُ فِيمَا عَلِمَ مَتَى شَاءَ وَ فِيمَا أَرَادَ لِتَقْدِيرِ ٱلْأَشْيَاءِ فَإِذَا وَقَعَ ٱلْقَضَاءُ بِٱلْإِمْضَاءِ فَلاَ بَدَاءَ فَٱلْعِلْمُ فِي ٱلْمَعْلُومِ قَبْلَ كَوْنِهِ وَ ٱلْمَشِيئَةُ فِي ٱلْمُنْشَإِ قَبْلَ عَيْنِهِ وَ ٱلْإِرَادَةُ فِي ٱلْمُرَادِ قَبْلَ قِيَامِهِ وَ ٱلتَّقْدِيرُ لِهَذِهِ ٱلْمَعْلُومَاتِ قَبْلَ تَفْصِيلِهَا وَ تَوْصِيلِهَا عِيَاناً وَ وَقْتاً وَ ٱلْقَضَاءُ بِٱلْإِمْضَاءِ هُوَ ٱلْمُبْرَمُ مِنَ ٱلْمَفْعُولاَتِ ذَوَاتِ ٱلْأَجْسَامِ ٱلْمُدْرَكَاتِ بِٱلْحَوَاسِّ مِنْ ذَوِي لَوْنٍ وَ رِيحٍ وَ وَزْنٍ وَ كَيْلٍ وَ مَا دَبَّ وَ دَرَجَ مِنْ

---

[1] تفسیر نور الثقلین: ۲/ ۵۱۷؛ تفسیر کنز الدقائق: ۶/ ۴۷۴؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۲۲۵

[2] مرآۃ العقول: ۲/ ۱۴۲

إِنْسٍ وَ جِنٍّ وَ طَيْرٍ وَ سِبَاعٍ وَ غَيْرِ ذَلِكَ مِمَّا يُدْرَكُ بِالْحَوَاسِّ فَلِلَّهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى فِيهِ الْبَدَاءُ مِمَّا لاَ عَيْنَ لَهُ فَإِذَا وَقَعَ الْعَيْنُ الْمَفْهُومُ الْمُدْرَكُ فَلاَ بَدَاءَ وَ اللَّهُ) يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ (فَبِالْعِلْمِ عَلِمَ الْأَشْيَاءَ قَبْلَ كَوْنِهَا وَ بِالْمَشِيئَةِ عَرَّفَ صِفَاتِهَا وَ حُدُودَهَا وَ أَنْشَأَهَا قَبْلَ إِظْهَارِهَا وَ بِالْإِرَادَةِ مَيَّزَ أَنْفُسَهَا فِي أَلْوَانِهَا وَ صِفَاتِهَا وَ بِالتَّقْدِيرِ قَدَّرَ أَقْوَاتَهَا وَ عَرَّفَ أَوَّلَهَا وَ آخِرَهَا وَ بِالْقَضَاءِ أَبَانَ لِلنَّاسِ أَمَاكِنَهَا وَ دَلَّهُمْ عَلَيْهَا وَ بِالْإِمْضَاءِ شَرَحَ عِلَلَهَا وَ أَبَانَ أَمْرَهَا وَ (ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ).

معلّی بن محمد بیان کرتے ہیں کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ اللہ کا علم کیسا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ جانتا ہے، وہ چاہتا ہے، وہ ارادہ کرتا ہے، وہ مقدر کرتا ہے اور وہ حکم کرتا ہے اور پھر اس کو جاری کرتا۔ پس جس کو جاری کرتا ہے اس کا حکم کرتا ہے، جس کا حکم کرتا ہے اس کو مقدر کرتا ہے اور جس کو مقدر کرتا ہے اسی کا ارادہ کرتا ہے اور جس کا ارادہ کرتا ہے اسی کو چاہتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اس کو جانتا ہے۔ پس اس کی مشیت اس کے علم کی وجہ سے ہے اور اس کا ارادہ اس کی مشیت کی وجہ سے ہے اور اس کا ارادہ اس کی تقدیر کی بنا پر ہے اور اس کی تقدیر کی وجہ سے قضاوت و حکم ہے اور اس کی قضاوت و حکم کی وجہ سے امضاء و حکم کا جاری کرنا ہے۔ پس اس کا علم اس کی مشیت پر مقدم ہے اور اس کی مشیت کا دوسرا نمبر ہے اور ارادہ تیسرے نمبر پر ہے اور تقدیر قضاوت پر واقع ہوتی ہے اور اس سے امضاء ہے۔ پس اللہ تبارک وتعالی جو جانتا ہے اس میں اس کے لیے بداء ہے۔ پس وہ جس کو چاہتا ہے مقدم کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے موخر کر دیتا ہے اور یہ اس وقت تک جب اشیاء کی تقدیر کا ارادہ کرتا ہے۔ جب اس کا حکم ہو جائے اور اجرا ہو جائے تو اس وقت بداء نہیں ہو سکتی۔ پس وہ معلوم کے ہونے سے قبل اس کو جانتا ہے اور اس کی مشیت اس چیز کے بارے میں کہ جس میں مشیت رکھتا ہے وہ اس سے قبل ہے اور اس کا ارادہ مراد سے قبل ہوتا ہے اور اُن معلومات کی تقدیر اور ان اشیاء کا ایک دوسرے سے ملا ہونا، زمانے اور اشخاص کے اعتبار سے۔ ان کی تفصیل سے پہلے ہے، اس کے حکم کا جاری ہونا مفعولات میں یقینی و حتمی ہے۔ اجسام حواس ظاہری کے درک ہوتے ہیں۔ وہ اجسام کا رنگ دار ہونا اور بو دار ہونا، وزن رکھنے والا ہونا، پیمانہ دار ہونا، جو زمین سے اُگتے ہیں، جن وانس ہیں، چوپائے، پرندے، درندے وغیرہ وغیرہ یہ سارے وہ اجسام ہیں جو حواس سے درک ہوتے ہیں۔ پس اللہ کے لیے ان امور میں بداء ہے جن کو دیکھا نہیں جا سکتا اور وہ چیز کہ اس پر درک کرنے والی آنکھ واقع ہو جائے پھر اس میں بداء نہیں ہے۔ اللہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اور جو

نہیں چاہتا وہ نہیں کرتا۔ وہ اپنے علم کے ذریعے چیزوں کے ہونے سے قبل ان کو جانتا ہے اور اپنی مشیت کے ذریعے ان اشیا کے اوصاف کو جانتا ہے اور ان کی حدود کو جانتا ہے اور ان کے ظاہر ہونے سے قبل ان کو ایجاد کرتا ہے اور وہ اپنے ارادہ سے اجسام اور رنگوں میں ان کے اوصاف میں تمیز دیتا ہے اور اپنی تقدیر سے ان کے لیے اوقات کو معین ومقرر کرتا ہے اور ان کا اول وآخر کو جانتا ہے اور اپنی قضا کے لیے لوگوں کے مقامات کو بیان کرتا ہے اور ان کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور اپنا امضا (حکم کے اجراء) کے لیے ان کی علتوں کو لوگوں کے لیے واضح وروشن کرتا ہے اور ان کے امر کو ظاہر کرتا ہے اور یہ اس عزیز وعلیم بادشاہ کی تقدیر ہے۔[1]

بیان:

مشیت اور ارادے کے درمیان فرق کلی اور جزئی اور مقدم اور مقارن کا ہے اور اسی طرح قضاء وقدر کے درمیان ہے فرق مشہور کی بنا پر۔

لیکن روایات میں قضا حکم اور ایجاب کی معنی میں ہے بس قدر سے موخر ہے۔

س ''الامضاء ''یعنی: خارج میں کسی چیز کا ایجاد کرنا

''فامضیٰ الی ماقضی ''یہ قول اشارہ ہے ان امور کے درمیان ذاتی ترتیب پر۔

''فبعلمہ کانت المشیۃ ''اور یہ قول اشارہ ہے بعض کی بعض کے لیے سبیت کی طرف۔

''والعلم یتقدم المشیۃ ''علیت اور معلولیت کی تصریح کے ساتھ

اور ''فللہ البداء ''یہ قول اشارہ ہے ان مراتب سے بدآء کے مقام کی تعیین کی طرف اور وہ وسط میں واقع ہوتا ہے نہ دونوں اطراف میں۔

اور ''فالعلم بالمعلوم قبل کونہ'' آخر تک۔

یہ قول اشارہ ہے اس طرف کہ بتحقیق موجودات جو واقع ہیں اکوان میں ان کے لیے عالم کونی میں تحقق پانے سے پہلے علم الٰہی میں وجود اور تحقق کے قسم ہیں

''قبل تفصیلھا ''یعنی: بعض کا بعض سے فرق اور جدا ہونا

''وتوصیلھا ''یعنی: بعض کی بعض کے ترکیب

''ومادب ودرج ''یعنی: حرکت کرنا اور پیدل چلنا۔

[1] التوحید: ۳۳۴؛ تفسیر کنز الدقائق: ۹/ ۶۴ و ۱۱۳/ ۷۷؛ تفسیر نور الثقلین: ۴/ ۸۵ و ۳؛ مختصر البصائر: ۲۸۸؛ بحار الانوار: ۵/ ۱۰۲

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔[1] لیکن میرے نزدیک حدیث حسن کالصحیح ہے کیونکہ معلی بن محمد تحقیقاً ثقہ جلیل ثابت ہے اور تفسیر القمی کا راوی ہے۔[2] تو یہ توثیق نجاشی کی تضعیف پر راجح ہے۔(واللہ اعلم)

2/421 الكافی،۱/۱/۱۴۹/۱ العدة عن البرقی عن أبيه و محمد عن ابن عيسى عن الحسين و محمد بن خالد جميعاً عن فضالة عن محمد بن عمارة الكافی، علی عن أبيه عن محمد بن حفص عن محمد بن عمارة عن حريز و ابن مسكان جميعاً عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ أَنَّهُ قَالَ: لاَ يَكُونُ شَيْءٌ فِي اَلْأَرْضِ وَ لاَ فِي اَلسَّمَاءِ إِلاَّ بِهَذِهِ اَلْخِصَالِ اَلسَّبْعِ بِمَشِيئَةٍ وَ إِرَادَةٍ وَ قَدَرٍ وَ قَضَاءٍ وَ إِذْنٍ وَ كِتَابٍ وَ أَجَلٍ فَمَنْ زَعَمَ أَنَّهُ يَقْدِرُ عَلَى نَقْضِ وَاحِدَةٍ فَقَدْ كَفَرَ.

امام ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: زمین و آسمان میں جو کچھ ہے ان سات خصال کے سبب ہیں: مشیت، ارادہ، قدر، قضا، اذن، کتاب اجل۔

اگر کوئی گمان کرے کہ وہ ان میں کسی ایک کو کم کرسکتا ہے تو وہ کافر ہے۔[3]

تحقیق اسناد:

حدیث دونوں سندوں سے مجہول ہے۔[4]

3/422 الكافی،۱/۲/۱۴۹/۱ علی عَنْ أَبِيهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ عِمْرَانَ عَنْ أَبِي اَلْحَسَنِ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ عَلَيْهِمَا اَلسَّلاَمُ قَالَ: لاَ يَكُونُ شَيْءٌ فِي اَلسَّمَاوَاتِ وَ لاَ فِي اَلْأَرْضِ إِلاَّ بِسَبْعٍ بِقَضَاءٍ وَ قَدَرٍ وَ إِرَادَةٍ وَ مَشِيئَةٍ وَ كِتَابٍ وَ أَجَلٍ وَ إِذْنٍ فَمَنْ زَعَمَ غَيْرَ هَذَا فَقَدْ كَذَبَ عَلَى اَللَّهِ أَوْ رَدَّ عَلَى اَللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ.

امام ابوالحسن موسیٰ بن جعفر الکاظم علیہ السلام نے فرمایا: تمام آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ فقط ان سات خصال کی وجہ سے ہے: قضا، قدر، ارادہ، مشیت، کتاب، اجل اور اذن، پس جو ان کے علاوہ کسی چیز کا گمان کرے تو وہ

[1] مرآۃ العقول: ۲/۱۴۹

[2] المفید من معجم رجال الحدیث: ۶۱۳

[3] الفصول المہمہ: ۱/۲۱۸؛ المحاسن: ۱/۲۴۴؛ بحار الانوار: ۵/۱۲۱

[4] مرآۃ العقول: ۲/۱۵۰

جھوٹا ہے یا اس نے خدا کو رد کر دیا ہے۔ [1]

بیان:

''الاذن'' یعنی: امضاء (سگنیچر صحیح لگانا)

و''الکتاب'' الواح میں ثابت کرنا

و''الاجل'' وقت کو معین کرنا

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے۔ [2]

4/423 الکافی، ۱/۱/۱۵۰/۱ علی بن محمد بن عبد الله عن البرقی عن أبیه عن الدیلمی عَنْ عَلِيِّ بْنِ إِبْرَاهِيمَ اَلْهَاشِمِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا اَلْحَسَنِ مُوسَى بْنَ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ: لاَ يَكُونُ شَيْءٌ إِلاَّ مَا شَاءَ اَللَّهُ وَ أَرَادَ وَ قَدَّرَ وَ قَضَى قُلْتُ مَا مَعْنَى شَاءَ قَالَ اِبْتِدَاءُ اَلْفِعْلِ قُلْتُ مَا مَعْنَى قَدَّرَ قَالَ تَقْدِيرُ اَلشَّيْءِ مِنْ طُولِهِ وَ عَرْضِهِ قُلْتُ مَا مَعْنَى قَضَى قَالَ إِذَا قَضَى أَمْضَاهُ فَذَلِكَ اَلَّذِي لاَ مَرَدَّ لَهُ.

علی بن ابراہیم ہاشمی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے سنا آپؑ نے فرمایا:

کوئی چیز اس وقت ہوتی ہے جب اللہ چاہتا ہے اور پھر وہ ارادہ کرتا ہے اور اس کو مقدر کرتا ہے اور پھر حکم کرتا ہے۔

راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے عرض کیا: شاء (چاہنے) کا معنی کیا ہے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: اس سے مراد ہے کہ فعل کی ابتداء کرنا۔

میں نے عرض کیا قدر کا کیا معنی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: شئی کو تقدیر و مقدر کرنا اس کے طول و عرض کے اعتبار سے میں نے عرض کیا: قضا کا کیا معنی ہے؟

فرمایا: پھر اس کے ہر حکم کو جاری کرنا پس اس کا رد کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ [3]

بیان:

''ابتداء الفعل'' مصدر کی بنا پر ہے اس کی قرائت تا کہ یہ اس کا نظیر اور مثال موافقت کر بدرجہ اولی۔

---

[1] الخصال: ۲/۵۹۳؛ الفصول المہمہ: ۱/۲۱۹؛ بحار الانوار: ۵/۸۸

[2] مراۃ العقول: ۲/۱۵۱

[3] المحاسن: ۱/۲۴۴؛ تفسیر کنز الدقائق: ۹/۹۴۳؛ تفسیر نور الثقلین: ۳/۳؛ بحار الانوار: ۵/۱۲۲؛ مجمع البحرین: ۱/۲۵۶

ہم نے اور کافی شریف کے نسخوں میں ارادے کی معنی کے بارے میں سوال اور جواب کو نہیں پایا اور بتحقیق اس کو ہم نے کتاب الاحتجاج سے لکھا ہے۔

''إذا قضى امضاه''یعنی: بتحقیق قضا یعنی جس چیز پر امضاء ہوا اور وہی حکم اور ایجاب ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے [1] لیکن اس کی دوسری سند المحاسن میں ہے جو صحیح ہے۔ [2] (واللہ اعلم)

5/424 الكافی،۱/۱۵۰/۲/۱ علی عن العبیدی عن یونس عن أبان عَنْ أَبِي بَصِيرٍ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ شَاءَ وَ أَرَادَ وَ قَدَّرَ وَ قَضَى قَالَ نَعَمْ قُلْتُ وَ أَحَبَّ قَالَ لاَ قُلْتُ وَ كَيْفَ شَاءَ وَ أَرَادَ وَ قَدَّرَ وَ قَضَى وَ لَمْ يُحِبَّ قَالَ هَكَذَا خَرَجَ إِلَيْنَا.

ابو بصیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام ابو عبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: جب اللہ چاہتا ہے ارادہ کرتا ہے اور مقدر کرتا ہے اور پھر اس کا حکم کرتا ہے (ایسے ہی ہے)؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: ہاں

میں نے عرض کیا: آیا اس کو پسند بھی کرتا ہے یعنی اس کو محبوب قرار دیتا ہے؟

فرمایا: نہیں۔

میں نے عرض کیا: یہ کیسے؟ وہ چاہے اور ارادہ کرے اور مقدر کرے اور حکم بھی صادر کرے لیکن اس کو پسند نہ کرتا ہوں؟

آپؑ نے فرمایا: ایسے ہی ہمارے تک آیا ہے۔ [3]

بیان:

شاید امام علیہ السلام نے سوال کو بیان نہیں کیا اور اس میں امر کو مبہم رکھا ہے جواب کی دقت کی وجہ سے اس اعتبار سے کہ اس تک نہ پہنچیں اکثر لوگوں کی فہم اور سوچیں اور ممکن ہے اشارہ کیا ہو اس سے نور کے جلوے کی طرف اس شخص کے لیے جو اس کا اہل ہو اس زمانے میں جس میں وہ ان لوگوں کو پائے جو عمق تک جاتے ہیں جیسے اشارہ کیا اس کی طرف عاصم بن حمید کی حدیث میں النسبۃ کے باب میں یعنی کہا جائے گا کہ بتحقیق مشیت اور ارادے اور تقدیر اور قضا سب اللہ کے افعال سے ہیں اور یہ اشیاء میں اللہ کا حکم ہے اس کے علم کی حد پر اور مشیت اور ارادہ اور قضا

[1] مرآۃ العقول: ۱/ ۱۵۵

[2] مرآۃ العقول: ایضاً

[3] تفسیر نور الثقلین: ۴/ ۳۰؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۲۳۱؛ تفسیر کنز الدقائق: ۹/ ۳۶۴

ہونے والی چیز جو واقع ہو وجود میں بتحقیق یہ کبھی کبھار اس بندے کا فعل ہے جو اسے اللہ سے طلب کرتا ہے اپنی استعداد اور صلاحیت کے ساتھ اور وہ فعل ہوتا ہے محبوب اور پسندیدہ جیسے ایمان اور اطاعت اور کبھی وہ فعل مبغوض اور مسخوط ہوتا ہے جیسے کفر اور معاصی۔

کوئی شک نہیں ہے کہ بتحقیق حکم، محکوم بہ کا غیر اور محکوم علیہ ہوتا ہے ان دونوں کے ذریعے نسبت کے قائم ہونے کی وجہ سے۔

بس لازم نہیں ہے اس حکم کے خیر ہونے سے جو حق کی طرف سے ہے، وہ محکوم بہ ہونا جو بندے کی طرف سے خیر اور محبوب ہو۔ اور یہ تحقیق ہے اس مشہور شبہ سے نجات پانے میں جو بتحقیق یہ ہے کہ رضا کا واجب ہونا ثابت ہوا ہے قضا کے ساتھ اور رضا کا جائز نہ ہونا ثابت ہوا ہے کفر اور معاصی کے ساتھ بس جب کفر اور معاصی، قضاء کے ساتھ ہو تو توفیق کس طرح ہوگی۔

اور یہاں بہت بلند راز ہیں اس شخص کے لیے جو ان تک پہنچے۔

تحقیق اسناد:

حدیث موثق کالصحیح ہے۔[1] لیکن میرے نزدیک حدیث حسن ہے۔ (واللہ اعلم)

6/425 الکافی،۱/۱۵۰/۳/۱ علی عَنْ أَبِیهِ عَنْ عَلِیِّ بْنِ مَعْبَدٍ عَنْ وَاصِلِ بْنِ سُلَیْمَانَ عَنْ عَبْدِ اَللَّهِ بْنِ سِنَانٍ عَنْ أَبِی عَبْدِ اَللَّهِ عَلَیْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ سَمِعْتُهُ یَقُولُ: أَمَرَ اَللَّهُ وَ لَمْ یَشَأْ وَ شَاءَ وَ لَمْ یَأْمُرْ أَمَرَ إِبْلِیسَ أَنْ یَسْجُدَ لِآدَمَ وَ شَاءَ أَنْ لاَ یَسْجُدَ وَلَوْ شَاءَ لَسَجَدَ وَ نَهَی آدَمَ عَنْ أَکْلِ اَلشَّجَرَةِ وَ شَاءَ أَنْ یَأْکُلَ مِنْهَا وَلَوْ لَمْ یَشَأْ لَمْ یَأْکُلْ.

عبداللہ بن سنان بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام ابو عبداللہ علیہ السلام سے سنا ہے، آپؑ نے فرمایا: بعض اوقات اللہ کسی کام کا حکم دیتا ہے لیکن وہ چاہتا نہیں ہے کہ وہ کام انجام دیا جائے اور بعض اوقات وہ چاہتا ہے لیکن حکم نہیں دیتا۔ جیسا کہ ابلیس کو آدمؑ کے سجدہ کا حکم دیا لیکن چاہتا تھا کہ وہ سجدہ نہ کرے ورنہ اگر وہ چاہتا تو ابلیس ضرور سجدہ کرتا۔ ایسے ہی اللہ نے آدم کو حکم دیا کہ اس درخت سے نہ کھانا لیکن وہ چاہتا تھا کہ وہ کھائے ورنہ اگر نہ چاہتا تو آدم کبھی بھی نہ کھا سکتا۔[2]

---

[1] مرآۃ العقول: ۲/۱۵۶

[2] تفسیر البرہان: ۱/ ۱۸۳؛ تفسیر کنز الدقائق: ۱/ ۳۶۴؛ تفسیر نور الثقلین: ۱/ ۶۲؛ مجمع البحرین: ۱/ ۲۵۶

بیان:

اس کلام کا راز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے اس کے بندوں کی طرف نسبت کے دو امر ہیں ایک امر ارادی ایجادی اور دوسرا امر تکلیفی ایجابی ہیں۔

اور پہلا امر ارادی ایجادی وہ ہے جو انبیاء کے واسطے کے بغیر ہے جس میں جس چیز کا امر دیا گیا ہے اور طلب کیا گیا ہے، اس کے عصیان کا احتمال نہیں ہے۔ اور اللہ کی مشیت موافق ہے طرداً اور بالعکس ہونے میں کہ جس سے یقینی طور پر اختلاف نہیں کیا جاتا بس لامحالہ واقع ہوگی وہ چیز جس کا امر کیا گیا ہے۔

اور اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اللہ کے اس قول کے ساتھ کہ فرمایا: ''ہمارا امر کسی چیز کے لیے جب ہم ارادہ کرتے ہیں اس کا تو ہم کہتے ہیں کہ ہو جا وہ فوراً ہو جاتی ہے۔ (النحل: ۴۰)۔''

اور دوسرا امر تکلیفی ایجابی یہ وہ امر ہے کہ جو انبیاء کے واسطے کے ساتھ ہوتا ہے جو کہ طلب کیا گیا ہے کبھی واقع ہوتا ہے بس اللہ کی مشیت اس کے ساتھ موافق ہے اور واقع ہوتا ہے مامور بہ یعنی جس کا امر کیا گیا ہے اس میں معصیت کے بغیر جیسے وہ اوامر جن کے ذریعے اللہ نے اپنی اطاعت کرنے والوں کو مکلف کیا ہے اور کبھی ہوتا ہے خود وہی امر مامور بہ کے واقع ہونے کے بغیر ان مصالح اور حکم کی وجہ سے جو بندوں کی طرف پلٹتے ہیں۔

بس یہ امر وہ ہے جو مشیت کے اور ارادے کے ساتھ موافقت نہیں رکھتا یعنی اللہ نے ارادے کے ذریعے مامور بہ کے واقع ہونے کو نہیں چاہا ہے اور اگر چاہے تو اس کا امر دے گا اور ارادہ کرے گا اور اس وجہ سے مامور بہ واقع نہیں ہوتا۔

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے۔ [1]

7/426 الکافی،۱/۱۵۱/۴/۱ علی عَنِ اَلْمُخْتَارِ بْنِ مُحَمَّدٍ اَلْهَمْدَانِيِّ وَ مُحَمَّدُ بْنُ اَلْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ اَللَّهِ بْنِ اَلْحَسَنِ اَلْعَلَوِيِّ جَمِيعاً عَنِ اَلْفَتْحِ بْنِ يَزِيدَ اَلْجُرْجَانِيِّ عَنْ أَبِي اَلْحَسَنِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: إِنَّ لِلَّهِ إِرَادَتَيْنِ وَ مَشِيئَتَيْنِ إِرَادَةَ حَتْمٍ وَ إِرَادَةَ عَزْمٍ يَنْهَى وَ هُوَ يَشَاءُ وَ يَأْمُرُ وَ هُوَ لاَ يَشَاءُ أَ وَ مَا رَأَيْتَ أَنَّهُ نَهَى آدَمَ وَ زَوْجَتَهُ أَنْ يَأْكُلاَ مِنَ اَلشَّجَرَةِ وَ شَاءَ ذَلِكَ وَ لَوْ لَمْ يَشَأْ أَنْ يَأْكُلاَ لَمَا غَلَبَتْ مَشِيئَتُهُمَا مَشِيئَةَ اَللَّهِ تَعَالَى وَ أَمَرَ إِبْرَاهِيمَ أَنْ يَذْبَحَ إِسْحَاقَ وَ لَمْ يَشَأْ أَنْ يَذْبَحَهُ وَ لَوْ شَاءَ لَمَا غَلَبَتْ مَشِيئَةُ إِبْرَاهِيمَ مَشِيئَةَ اَللَّهِ تَعَالَى.

---

[1] مرآۃ العقول: ۲/۱۵۷

فتح بن یزید الجرجانی نے امام ابوالحسن علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کے دو ارادے ہیں اور مشیت خدا بھی دو طرح کی ہیں: ارادہ حتمیہ ارادہ عزمیہ۔ بعض اوقات جس کو چاہتا ہے کہ واقع ہو اس سے نہی کر دیتا ہے اور بعض اوقات جس کو چاہتا ہے کہ واقع نہ ہو اس کا امر کر دیتا ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ نے آدمؑ اور اس کی زوجہ کو حکم دیا کہ وہ دونوں اس درخت کے قریب نہ جائیں اور اس کے پھل کو نہ کھائیں۔ لیکن چاہتا ہے کہ وہ کھائیں تو اگر خدا یہ نہ چاہتا کہ وہ کھائیں تو ہرگز نہ کھاتے کیونکہ یہ نہیں ہوسکتا کہ ان کی چاہت و ارادہ خدا کی چاہت و ارادہ پر غالب آجائے۔ ایسے ہی خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بیٹے اسحاق [1] کو ذبح کرنے کا حکم دیا تھا لیکن خدا چاہتا نہیں تھا کہ وہ ذبح ہو۔ اگر خدا چاہتا تو وہ ضرور ذبح ہو جاتا کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی چاہت خدا کی چاہت پر غالب نہیں آسکتی۔ [2]

بیان:

''لما غلبت مشیة ابراهیم مشیة الله'' یعنی: اس کی طبعی محبت اپنے بیٹے کی بقاء کے لیے۔
اور یہ منافات نہیں رکھتا اس کی اطاعت کرنے کے ارادے کے ساتھ اور اللہ کے امر کے لیے تسلیم ہونے کے ساتھ۔ اور اللہ کے امر کے لیے تسلیم ہونے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اللہ کے اس قول کے ذریعے کہ فرمایا:
''پس جب وہ دونوں حق کے امر کے لیے تسلیم ہو گئے تو اس کو قتل کرنے کے منہ کے بل لٹایا یا گرایا۔ (الصافات: ۱۰۳)۔''

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے۔ [3]

8/427 الکافی، ۱/۱۵۱/۵/۱ علی عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مَعْبَدٍ عَنْ دُرُسْتَ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ يَقُولُ: شَاءَ وَ أَرَادَ وَلَمْ يُحِبَّ وَلَمْ يَرْضَ شَاءَ أَنْ لاَ يَكُونَ شَيْءٌ إِلاَّ بِعِلْمِهِ وَ أَرَادَ مِثْلَ ذَلِكَ وَلَمْ يُحِبَّ أَنْ يُقَالَ ثَالِثُ ثَلاَثَةٍ وَلَمْ يَرْضَ لِعِبَادِهِ اَلْكُفْرَ.

فضیل بن یسار کا بیان ہے کہ میں نے امام ابوعبداللہ علیہ السلام سے سنا ہے، آپ نے فرمایا: اللہ چاہتا ہے اور ارادہ بھی کرتا ہے لیکن وہ پسند نہیں کرتا اور اس پر راضی نہیں ہوتا۔ وہ چاہتا ہے کہ یہ چیز نہ ہو لیکن وہ اپنے علم سے جانتا

---

[1] مشہور قول کی بنا پر تو وہ جناب اسماعیلؑ تھے۔ واللہ اعلم۔ (مترجم)

[2] تفسیر نور الثقلین: ۱/ ۶۲؛ تفسیر کنز الدقائق: ۱۱/ ۱۶۲ و ۱/ ۳۶۴؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۲۳۰؛ تفسیر البرہان: ۱/ ۱۸۳؛ بحار الانوار: ۴/ ۲۹۰؛ التوحید: ۶۰؛ مجمع البحرین: ۱/ ۲۵۶

[3] مراۃ العقول: ۲/ ۱۶۱

ہے کہ وہ ہوگی۔ایسے ہی وہ ارادہ کرتا ہے لیکن وہ اس کو پسند نہیں کرتا کہ وہ اس کو تین خداؤں میں سے تیسرا خدا کہا جائے کیونکہ خدا اپنے بندوں سے کفر کو پسند نہیں کرتا۔ [1]

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے [2] لیکن میرے نزدیک حدیث موثق ہے کیونکہ علی بن معبد ثقہ ثابت ہے اور شیخ نے اس کی تعریف کی ہے اور درست بن ابی منصور واقفی ہے مگر ثقہ ہے اور تفسیر القمی کا راوی ہے۔ [3] (واللہ اعلم)

9/428 الکافی،۱/۱/۱۵۲/۱ علی عن العبیدی عن یونس عَنْ حَمْزَةَ بْنِ مُحَمَّدٍ اَلطَّيَّارِ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: مَا مِنْ قَبْضٍ وَ لاَ بَسْطٍ إِلاَّ وَ لِلَّهِ فِيهِ مَشِيئَةٌ وَ قَضَاءٌ وَ اِبْتِلاَءٌ.

حمزہ بن محمد الطیار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: خدا کی طرف سے جو تنگی اور فراخی آتی ہے اس میں خدا کی طرف سے مشیت، حکم اور آزمائش ہوتی ہے۔ [4]

تحقیق اسناد:

حدیث حسن ہے۔ [5]

10/429 الکافی،۱/۲/۱۵۲/۱ العدة عن البرقی عن أبیه عن فضالة عن عَنْ حَمْزَةَ بْنِ مُحَمَّدٍ اَلطَّيَّارِ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: إِنَّهُ لَيْسَ شَيْءٌ فِيهِ قَبْضٌ أَوْ بَسْطٌ مِمَّا أَمَرَ اَللَّهُ بِهِ أَوْ نَهَى عَنْهُ إِلاَّ وَ فِيهِ لِلَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ اِبْتِلاَءٌ وَ قَضَاءٌ.

حمزہ بن محمد الطیار نے امام ابوعبداللہ علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: خدا جو حکم کرتا ہے یا جس سے نہی فرماتا ہے اور وہ چیز کہ جس سے تنگی کرتا ہے یا کسی چیز میں فراخی کرتا ہے یہ سب خدا کی طرف سے آزمائش اور قضا ہے۔ [6]

---

[1] التوحید:۳۳۹؛الفصول المہمہ:۱/۲۳۰؛معانی الاخبار:۱۷۰؛تفسیر نور الثقلین:۴/۴۷۸؛تفسیر البرہان:۲/۳۹۱؛تفسیر کنز الدقائق:۱۱/۲۸۲؛ الاعتقادات:۳۰؛بحار الانوار:۵/۵۱و۸۹و۱۰۶

[2] مرآۃ العقول:۲/۱۶۲

[3] المفید من معجم رجال الحدیث:۲۱۸

[4] المحاسن:۱/۲۸۳؛تفسیر القمی:۱/۲۷؛التوحید:۳۳۰؛تفسیر نور الثقلین:۵/۲۹۶؛تفسیر البرہان:۱/۱۰۱؛تفسیر کنز الدقائق:۱/۳۲؛بحار الانوار:۸۲/۵۱؛مجمع البحرین:۶/۱۷

[5] مرآۃ العقول:۲/۱۶۵

[6] التوحید:۳۵۴؛المحاسن:۱/۲۷۸؛بحار الانوار:۵/۲۱۷

بیان:

اللہ کی طرف سے مبتلا کرنا اظہار ہے اس چیز کا جواس نے ہمارے لیے لکھی ہے یا جو ہمارا مقدر کیا اور ظاہر کرنا ہے اس چیز کا جواس نے ہم میں ودیعہ کی ہے تحفہ کے عنوان پر دی ہے اور ہماری طبیعت اور مزاج میں بالقوہ رکھی ہے اس اعتبار سے کہ اس پر عقاب اور ثواب کو مترتب کرے۔ بس جو چیز بالقوہ کے حال سے نکل کر فعل اور انجام دینے کی طرف خارج نہ ہو وہ بعد میں نہیں پائی جائے گی۔ اور اگر چہ وہ چیز خدا کے علم میں معلوم ہو بس اس کا پھل حاصل نہیں ہوگا اور اس کی تبعیت لازمی ہے۔

اور اس لیے خدا نے کہا: ''اور ہم ضرور بہ ضرور ان کو مبتلا کریں گے، آزمائیں گے یہاں تک کہ ہم جان لیں تم میں سے مجاہدوں کو اور صبر کرنے والوں کو۔ (محمد: ۳۱)۔''

اور اس طرح مثالیں یعنی ہم ان کو جانتے ہیں جو موصوف ہیں اس صفت کے ساتھ اس حساب سے کہ اس صفت پر جزاء مترتب ہوتی ہے۔ اور اس مبتلا کرنے اور آزمانے سے پہلے بس ہم تحقیق جانتے ہیں ان کو کہ وہ جہاد اور صبر کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

تحقیق اسناد:

حدیث حسن ہے۔[1]

11/430 الکافی، ۱/۱۵۲/۶/۱ محمد عن أحمد عن البزنطی قَالَ قَالَ أَبُو اَلْحَسَنِ اَلرِّضَا عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ: قَالَ اَللَّهُ يَا اِبْنَ آدَمَ بِمَشِيئَتِي كُنْتَ أَنْتَ اَلَّذِي تَشَاءُ لِنَفْسِكَ مَا تَشَاءُ وَ بِقُوَّتِي أَدَّيْتَ فَرَائِضِي وَ بِنِعْمَتِي قَوِيتَ عَلَى مَعْصِيَتِي جَعَلْتُكَ سَمِيعاً بَصِيراً قَوِيّاً (مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اَللَّهِ وَ مَا أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ) وَ ذَاكَ أَنِّي أَوْلَى بِحَسَنَاتِكَ مِنْكَ وَ أَنْتَ أَوْلَى بِسَيِّئَاتِكَ مِنِّي وَ ذَاكَ أَنَّنِي لاَ أُسْأَلُ عَمَّا أَفْعَلُ (وَ هُمْ يُسْئَلُونَ).

البزنطی کا بیان ہے کہ امام ابوالحسن الرضاعلیہ السلام نے فرمایا: اللہ فرماتا ہے: اے فرزند آدم: یہ میری مشیت و چاہت ہے کہ جو تو اپنے لیے چاہتا ہے اس کو انجام دیتا ہے۔ یہ میری دی ہوئی طاقت ہے کہ جس کے ذریعے تو میرے واجبات کو انجام دیتا ہے، یہ میری نعمت ہے کہ تو میری دی ہوئی طاقت سے نافرمانی انجام دیتا ہے۔ میں نے تجھے سننے والا، دیکھنے والا، طاقتور اور قوی بنایا ہے۔ پس جو نیکی تجھے ملتی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو برائی تجھے

[1] مرآۃ العقول: ۲/ ۱۶۵

ملتی ہے وہ تیری طرف سے ہے اور میں تیری حسنات کا تجھ سے زیادہ سزاوار ہوں اور تو اپنی بدیوں اور برائیوں کے لیے میری نسبت زیادہ سزوار ہے۔اسی وجہ سے جو میں کرتا ہوں اس کے بارے میں مجھ سے سوال نہیں کیا جائے گا لیکن تم سے سوال کیا جائے گا۔[1]

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔[2]

12/431 الكافى، ١/١٥٩/١٢/١ محمد بن أبي عبد الله و غيره عن سهل عن البزنطى قُلْتُ لِأَبِي ٱلْحَسَنِ ٱلرِّضَا عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ إِنَّ بَعْضَ أَصْحَابِنَا يَقُولُ بِالْجَبْرِ وَ بَعْضَهُمْ يَقُولُ بِالاِسْتِطَاعَةِ قَالَ فَقَالَ لِي اُكْتُبْ (بِسْمِ ٱللّٰهِ ٱلرَّحْمٰنِ ٱلرَّحِيمِ) قَالَ عَلِيُّ بْنُ ٱلْحُسَيْنِ قَالَ ٱللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ يَا اِبْنَ آدَمَ الحديث- قال فى آخره قَدْ نَظَمْتُ لَكَ كُلَّ شَيْءٍ تُرِيدُ.

البزنطی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام رضاعلیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: ہمارے بعض دوست جبر کے قائل ہیں اور بعض استطاعت کے قائل ہیں۔

آپ علیہ السلام نے مجھے فرمایا: لکھو: بِسْمِ ٱللّٰهِ ٱلرَّحْمٰنِ ٱلرَّحِيمِ۔علی بن حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: آگے وہی حدیث ہے البتہ اس کے آخر میں یہ فرمایا کہ میں نے ہر اس شئے کا انتظام کیا ہے جو تو چاہتا ہے۔[3]

بیان:

بتحقیق اللہ اولی ہے بندے کی نیکیوں سے کیونکہ قوت قاھرہ تاثیر کے مستقل ہونے میں واسطے نہیں رکھتی اور عبد اولی ہے اپنے برائیوں کے ساتھ اللہ سے کیونکہ نقائص اور شرور تضاد کے جہان میں نازل شدہ ماہیات کے لوازمات میں سے ہیں اور لیکن بتحقیق بندے سے جو اس نے شرور کو انجام نہیں دیا ہو سوال نہیں کیا جائے گا بس اللہ کے فعل میں غایت اس کی ذات پر زائد نہیں ہے۔اور اس کو جانتا ہے اپنی ذات کے ذریعے جبکہ غنی مطلق کے

[1] قرب الاسناد: ۳۴۷؛ تفسیر العیاشی: ۱/ ۲۵۸؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۲۲۹؛ تفسیر الصافی: ۱/ ۴۷۲؛ بحار الانوار: ۵/ ۵۶؛ تفسیر کنز الدقائق: ۸/ ۴۰۰؛ تفسیر نور الثقلین: ۳/ ۴۱۹ و ۵۱۹؛ کلیات حدیث قدسی: ۶۹۷

[2] مرأة العقول: ۲/ ۱۶۳

[3] قرب الاسناد: ۳۵۴؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۲۳۶؛ کلیات حدیث قدسی: ۶۲۶؛ عیون اخبار الرضا: ۱/ ۱۴۴؛ التوحید: ۳۳۸؛ بحار الانوار: ۵/ ۵۷؛ فقہ الرضا: ۳۴۹

ساتھ امر کا اولی ہونا، قصد کرنا متصور نہیں ہوگا والا اس شی میں اس کے لیے جو اولی ہے اس کے حصول میں فقیر ہوا۔

اور یہ تحقیق محتاج ہے ایک بسیط کلام کی کہ یہاں اس کی جگہ نہیں ہے۔

بس ان کو ڈھونڈھنا چاہیئے ہماری کتابوں میں جن ہم نے تالیف کیا ہے اصول اصول دین میں

اور عنقریب آئے گا وہ بیان جو اس حدیث کی زیادہ تشریح کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

اور وہ چیز جو دوسری روایت کے آخر میں احتمال ہے اس کا اللہ کے کلام سے ہونا اور اس کا معنی ہوگا میں نے تیری معاش اور معاد کے نظام کو منظم کیا ہے۔ اور تجھ پر خیر کے راستے آسان کیے اور تیرے لیے سعادت اور شقاوت کے راستے کھولے بغیر کسی جبر اور تنگی کے اور بغیر روک ٹوک کے بس اگر تو نے اطاعت کی اور خیر اور سعادت کے راستے پر چلا تو تیرے لیے اجر اور ثواب ہے اور میرے لیے تجھ پر فضیلت اور احسان ہے اور اگر معصیت کی اور شقاوت کے راستے پر چلا تو تیرے لیے عذاب لازمی ہے حساب اور عقاب ہے اور میرے لیے تجھ پر حجت اور عتاب ہے۔

اور احتمال ہے حضرت ابی الحسن الرضا اور علی ابن الحسین علیہم السلام کے کلام سے ہو اور اس کا معنی وہ ہوگا جس کو میں نے تیرے لیے بیان کیا اس مسئلے میں ابہام اور اشتباہ نہیں ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف علی المشہور ہے [1] لیکن میرے نزدیک حدیث موثق کالصحیح ہے کیونکہ سہل ثقہ عامی ہے اور اس کی دوسری سند "العیون" میں ہے جو صحیح ہے نیز "التوحید" والی سند بھی صحیح ہے۔ (واللہ اعلم)

۵۲_باب السعادة و الشقاوة

سعادت وشقاوت

1/432 الکافی،۲/۱/۱۵۲/۱ النیسابوریان عن صفوان عَنْ مَنْصُورِ بْنِ حَازِمٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: إِنَّ اَللَّهَ خَلَقَ اَلسَّعَادَةَ وَ اَلشَّقَاءَ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ خَلْقَهُ فَمَنْ خَلَقَهُ اَللَّهُ سَعِيداً لَمْ يُبْغِضْهُ أَبَداً وَإِنْ عَمِلَ شَرّاً أَبْغَضَ عَمَلَهُ وَلَمْ يُبْغِضْهُ وَإِنْ كَانَ شَقِيّاً لَمْ يُحِبَّهُ أَبَداً وَإِنْ عَمِلَ

[1] مرآۃ العقول: ۲/ ۱۹۵

صَالِحاً أَحَبَّ عَمَلَهُ وَ أَبْغَضَهُ لِمَا يَصِيرُ إِلَيْهِ فَإِذَا أَحَبَّ اللَّهُ شَيْئاً لَمْ يُبْغِضْهُ أَبَداً وَ إِذَا أَبْغَضَ شَيْئاً لَمْ يُحِبَّهُ أَبَداً.

منصور بن حازم بیان کرتے ہیں کہ امام ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سعادت اور شقاوت کو مخلوق سے قبل خلق فرمایا۔ پس خدا نے جس کو سعید و سعادت مند خلق کیا ہے اس پر کبھی غضب ناک نہیں ہوتا خواہ وہ برا عمل ہی کیوں نہ کرے۔ خدا اس کے عمل کو پسند نہیں کرتا لیکن اس پر غضب ناک نہیں ہوتا۔ اور جس کو شقی و بد بخت خلق کیا ہے اس کو وہ کبھی پسند نہیں کرتا خواہ وہ نیک اعمال بھی انجام دے وہ اس کے اعمال کو پسند کرتا ہے لیکن اس سے محبت نہیں کرتا اس انجام کی وجہ سے کہ جس کی طرف وہ جا رہا ہے پس خدا جس چیز سے محبت کرتا ہے پھر اس پر غضب ناک نہیں ہوگا اور جس چیز پر غضب ناک ہو پھر کبھی اس سے محبت نہیں کرتا۔ [1]

بیان:

خیر اور شر میں نفسوں کے تفاوت میں راز ہے اور نفسوں کا اختلاف سعادت اور شقاوت میں وہی صلاحیتوں کا اختلاف ہے اور حقائق کا مختلف اور متنوع ہونے میں ہے۔ بس بتحقیق نچلے مادے ماہیت اور خلقت کے حساب سے لطافت اور کثافت میں مختلف اور متبائن ہیں اور ان کو ملایا ہوا ہے قرب اور بعد میں مختلف طریقے سے اعتدال حقیقی سے اور ان انسی ارواح سے صفا اور کدورت میں مختلف ہیں جو ان کے مقابلے میں ہیں اور قوت اور ضعف اللہ سے قرب اور بعد کے درجات میں مترتب ہیں ان کے متحقق اور متقرر رہونے کی وجہ سے بتحقیق ہر مادے کے مقابلے میں ایک مناسب صورت ہے بس اجود اور بہترین کمالات، صلاحیتوں کے کامل ہونے کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ اور بدترین کمالات، صلاحیتوں کے ناقص ہونے کی وجہ سے ہیں۔ جس طرح اس کی طرف امام علیہ السلام کے قول نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

''لوگ بھی سونے اور چاندی کی طرح معدن ہیں وہ لوگ جو جاہلیت کے زمانے میں بہترین تھے وہ اسلام کے زمانے میں بھی بہترین ہیں''۔

بس ممکن نہیں ہے مخلوقات میں سے کسی کا وجود میں ظاہر ہونا ذات اور صفت اور فعل کے اعتبار سے سواء اس کی قابلیت اور ذاتی صلاحیت کی مقدار کے ساتھ۔

اور یہ ثابت ہے کہ خدا کے لیے صفات اور اسماء ہیں جو متقابل ہیں یہ اوصاف کمال اور اوصاف جلال سے ہیں اور ان کے لیے مختلف مظاہر ہیں جن کے ذریعے ظاہر ہوتا ہے ان اسماء کا اثر ہے۔ بس ہر ایک اسم سے اللہ کے

---

[1] التوحید: ۳۵۷؛ المحاسن: ۱/ ۲۹۷؛ تفسیر نور الثقلین: ۲/ ۳۹۶؛ عوالم العلوم: ۲۰/ ۳۴۷؛ تفسیر کنز الدقائق: ۲/ ۲۴۳؛ بحار الانوار: ۵/ ۱۵۷

ارادے اور قدرت کا تعلق، سبب ہے اس مخلوق کے ایجاد کرنے کا جو دلالت کرتی ہے اسی اسم پر اس صفت اور اسم کے ساتھ متصف ہونے کے اعتبار سے۔ بس اس لیے اللہ کی رحمت اقتضا کرتی ہے تمام مخلوقات کے ایجاد کرنے کی تا کہ وہ ہوں اللہ اسماء حسنیٰ اور صفات علیا کے مظہر۔

مثلاً: جب اللہ قہار ہے تو اس کے مظاہر میں بھی وہ قہریت پائی جائے گی جس کے قہر کا اثر مترتب ہوتا ہے جیسے جحیم اور جحیم و جہنم کے رہنے والے قہر کا اثر رکھتے ہیں۔

اور جب معاف کرنے والا غفور ہے تو اس کے مظاہر میں بھی اس کے عفو و معافی اور بخشش پائی جائے کہ اور اس میں اس کی رحمت کے آثار ظاہر ہوں گے اور اسی پر قیاس کرو۔

بس ملائکہ اور ان کے ساتھ جو شباہت رکھے نیک لوگوں میں سے اور اہل جنت سے وہ لطف کے مظاہر ہیں اور شیاطین اور رجوان کو پسند کرتے ہیں اشرار اور اہل جہنم وہ قہر کے مظاہر ہیں اور ان دونوں میں، لطف اور قہر میں سے سعادت اور شقاوت ظاہر ہوتی ہے اور شقی اور سعید ان میں سے ہیں بس کوئی دلیل نہیں اللہ کی طرف ظلم اور قبائح کی نسبت دینے کی کیونکہ بتحقیق یہ ترتیب اور لطف کے راستے میں فرق کے واقع ہونے میں اور قہر کے راستے میں واقع ہونے میں تمیز ہے وجود اور ایجاد کی ضروریات سے اور حکمت اور عدالت کی مقتضیات سے۔ اور یہاں سے ہے کہ بعض علماء نے کہا: حیف ہے کیوں ظلم کی نسبت نہیں دیتے مجازی بادشاہ کی طرف اس اعتبار سے کہ وہ کسی کو اپنے تصرف میں قرار دیتا ہے وزیر اور قریب بنا کر اور بعض کو کوڑا کرکٹ اور دور بنا کر، کیونکہ یہ سب اس کی مملکت کی ضروریات میں سے ہے اور ظلم کی نسبت دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے ہر بندے کی تخصیص میں جس کے ساتھ وہ مخصوص ہے اس کے باوجود کہ ہر ایک ان میں سے اپنی مقام میں ضروری ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول کالصحیح ہے[1] لیکن میرے نزدیک حدیث حسن کالصحیح ہے کیونکہ محمد بن اسماعیل ثقہ ثابت ہے اور تفسیر القمی کا راوی ہے اور اس کی دوسری سند التوحید میں ہے جو صحیح ہے اور المحاسن والی سند بھی صحیح ہے۔ (واللہ اعلم)

2/433 الکافی، ۱/۲/۱۵۳/۱ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ رَفَعَهُ عَنِ اَلْعَقَرْقُوفِيِّ عَنْ أَبِي بَصِيرٍ قَالَ: كُنْتُ بَيْنَ يَدَيْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ جَالِساً وَ قَدْ سَأَلَهُ سَائِلٌ فَقَالَ جُعِلْتُ فِدَاكَ يَا اِبْنَ رَسُولِ اَللَّهِ مِنْ أَيْنَ لَحِقَ اَلشَّقَاءُ أَهْلَ اَلْمَعْصِيَةِ حَتَّى حَكَمَ اَللَّهُ لَهُمْ فِي عِلْمِهِ بِالْعَذَابِ عَلَى عَمَلِهِمْ فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ أَيُّهَا اَلسَّائِلُ حُكْمُ اَللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ لاَ يَقُومُ لَهُ أَحَدٌ مِنْ خَلْقِهِ بِحَقِّهِ فَلَمَّا

[1] مرآۃ العقول: ۲/۱۶۶

حَكَمَ بِذَلِكَ وَهَبَ لِأَهْلِ مَحَبَّتِهِ اَلْقُوَّةَ عَلَى مَعْرِفَتِهِ وَوَضَعَ عَنْهُمْ ثِقْلَ اَلْعَمَلِ بِحَقِيقَةِ مَا هُمْ أَهْلُهُ وَ وَهَبَ لِأَهْلِ اَلْمَعْصِيَةِ اَلْقُوَّةَ عَلَى مَعْصِيَتِهِمْ لِسَبْقِ عِلْمِهِ فِيهِمْ وَ مَنَعَهُمْ إِطَاقَةَ اَلْقَبُولِ مِنْهُ فَوَافَقُوا مَا سَبَقَ لَهُمْ فِي عِلْمِهِ وَلَمْ يَقْدِرُوا أَنْ يَأْتُوا حَالاً تُنْجِيهِمْ مِنْ عَذَابِهِ لِأَنَّ عِلْمَهُ أَوْلَى بِحَقِيقَةِ اَلتَّصْدِيقِ وَهُوَ مَعْنَى شَاءَ مَا شَاءَ وَهُوَ سِرُّهُ.

ابوبصیر بیان کرتے ہیں کہ میں امام ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت اقدس موجود تھا کہ آپؑ سے ایک سائل نے سوال کیا اور کہا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند! میں آپ پر قربان ہو جاؤں! گنہگار و اہل معصیت کو شقاوت و بدبختی کہاں سے لاحق ہو جاتی ہے یہاں تک کہ خدا اپنے علم کے تحت ان کے لیے عذاب کا حکم لگا دیتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اے سوال کرنے والے! اللہ کی مخلوق میں سے کسی میں ہمت و طاقت نہیں ہے کہ وہ اس کی کما حقہ اطاعت کرے۔ لیکن جب وہ ان کو اطاعت کا حکم دیتا ہے جو اہل محبت ہوتے ہیں جن کو خدا اپنی معرفت حاصل کرنے کی قوت عطا کرتا ہے اور حقیقی عمل کا بوجھ ان سے اٹھالیتا ہے اور ان کو وہ حکم دیتا ہے کہ جس کے سزاوار ہیں اور جو اس کے علم میں اہل معصیت و گنہگار ہوتے ان کو بھی وہ قوت و طاقت عطا کرتا ہے کہ وہ معصیت انجام دیں جس کا علم اسے پہلے ہی ہے کہ وہ انجام دیں گے اور پھر ان سے اپنی توفیق اور قبول کرنے کی صلاحیت کو سلب کر لیتا ہے۔ پس ان کا عمل اسی کے موافق ہو جاتا ہے جو پہلے ہی خدا کے علم میں گزر چکا ہے اور وہ حالت کو بدلنے پر قادر نہیں ہو سکتے تاکہ عذاب سے نجات حاصل کر لیں کیونکہ اس کا علم حقیقت کی تصدیق کے لیے زیادہ سزاوار ہے اور یہی معنی ہے اس کا کہ اس نے جو چاہا سو چاہا اور یہ اس کا ایک راز ہے۔[1]

بیان:

ممکن ہے اشارہ کیا ہو اس کے راز کے اہل کی طرف جو گہرائی تک جاتے ہیں اگرچہ اہل ظاہر اس کے فہم سے معزول ہیں یعنی کہا جائے کہ جب مخلوق اللہ کی معلوم ہے اور وہ ان کا عالم ہے اور معلوم، عالم کو عطا کرتا ہے۔ اور عالم کو قرار دیتا ہے ایسا کہ وہ اس کو درک کرے اس میں جو کچھ ہے اور علم کا کوئی اثر نہیں ہے۔ معلوم میں کہ معلوم کسی ایسی چیز کو پیدا کرے جو اس کی ذات میں نہیں ہے بلکہ علم معلوم کا تابع ہے اور معلوم پر جو حکم ہے۔ وہ علم کا تابع ہے بس نتیجے میں عالم سے معلوم پر حکم نہیں ہوتا۔ مگر معلوم کے ذریعے اور اس چیز کے ذریعے جس کی معلوم اقتضا کرتا ہے، اس کی کلی اور جزئی صلاحیت کے حساب سے، بس خدا مخلوق پر کفر اور عصیان مقدر نہیں کرتا بلکہ خود ان کی ذات کی اقتضا اور طلب ان کی زبانوں کی صلاحیت انہیں کافر اور عاصی قرار دیتی ہے۔ جس طرح خود کتے

[1] التوحید: ۵۳ ۳؛ تفسیر کنز الدقائق: ۶/ ۲۴۳ ؛ تفسیر نور الثقلین: ۲/ ۹۶ ۳؛ بحار الانوار: ۵/ ۱۵۶

کی شکل اپنے آپ پر نجاست کا حکم طلب کرتی ہے۔ پس یہ چیزیں اللہ کے علم میں ہیں اور مخلوقات کے عینی وجود میں ظاہر ہوتی ہیں، بس حق کے لیے ہے مگر ان پر وجود کا فیض دینا اور حکم ان کے لیے ہے اور ان پر ہے بس وہ حمد نہیں کرتے مگر اگر حمد کرتے ہیں تو وہ اپنی کرتے ہیں اور وہ مذمت نہیں کرتے مگر اگر مذمت کریں تو وہ اپنی مذمت کرتے ہیں اور حق کے لیے باقی نہیں رہتی سواء وجود کے فیض دینے کی حمد کے، کیونکہ حمد حق تعالٰی کے لیے ہے نہ مخلوقات کے لیے۔ اور اس لیے خدا نے فرمایا: ''میری پاس میرے قول اور وعدے میں کوئی تبدیلی نہیں ہے اور میں بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ (ق:۲۹)۔'' یعنی: اور ان پر مقدر کرتا ہے وہ کفر جو ان کو شقی کر دیتا ہے اور ان سے طلب کرتا ہے وہ چیز جو ان کی وسعت میں نہیں ہے کہ اس کو ادا کر سکیں بلکہ ہم ان سے کچھ نہیں کرواتے مگر ہم ان کو جانتے ہیں اور ہم ان سے کچھ نہیں جانتے سواء اس کے کہ جو کچھ یہ اپنے نفسوں سے اپنے عمل کی معلومات دیں بس وہ عمل اگر ظلم ہو تو وہ ظالم ہیں۔ اس لیے خدا نے فرمایا: ''اور لیکن وہ اپنی ذات پر ظلم کرتے ہیں۔ (التوبہ:۷۰)۔''

اور حدیث میں ہے کہ: جو شخص خیر پائے بس اس کو چاہیئے حمد کرے اور جو شخص خیر کا غیر یعنی شر پائے تو وہ اپنے آپ کو ہی ملامت کرے۔ جیسے کہا گیا ہے۔ پس اگر کہا جائے کہ: اگر معلومات حق سبحانہ کو علم دیتی ہیں اپنی ذات سے، سو پھر اللہ کا علم موقوف ہوا معلومات پر اور جس کی وصف کسی چیز پر موقوف ہو تو وہ محتاج ہے اس چیز کا اور میرا علم اللہ کے لیے وصف کرے تو اس نے میری ذاتی وصف کی بس اس سے لازم آتا ہے کہ اللہ اپنی ذات میں محتاج ہے شئے کا جبکہ اللہ بلند و بالا ہے اس سے علو کبیر کے حساب سے۔ ہم کہیں گے: امر اس طرح نہیں ہے بلکہ اللہ سبحانہ و تعالٰی جانتا ہے معلومات کو اپنی اصلی ذاتی علم کے ذریعے جو اللہ سے ہے وہ غیر مستفاد ہے اس چیز سے جس پر وہ ہے اس چیز میں کہ جس کی مخلوقات اقتضا کرتی ہیں ان کے ذوات کے حساب سے بتحقیق مخلوقات اپنی ذات میں اقتضا کرتی ہیں اس چیز کی جس پر وہ ہیں علم میں ان کی ذات سے۔

پس آپ کہو کہ پھر تو اللہ کے اس قول کا فائدہ نہیں ہے کہ فرمایا: ''اور اگر وہ چاہے تو ہم سب کو ہدایت کر دیتا۔ (النحل:۹)۔''

ہم کہیں گے کہ: ''لو'' حرف امتناع ہے امتناع کے لیے یعنی جو چیز ممتنع ہے اس کے ممتنع کے لیے ''لو'' کو لایا جاتا ہے بس اللہ نہیں چاہتا مگر وہ چیز چاہتا ہے جس پر امر ہے اور لیکن خود ممکن وجود قابل ہے شئے کے لیے اور اس کا نقیض عقل کی دلیل کے حکم میں ہے اور ان دو معقول حکموں میں سے جو واقع ہو بس وہی حکم اس پر ممکن ہے۔ اس کے ثابت ہونے کے حال میں، علم میں، بس اللہ کی مشیت تعلق کے اعتبار سے واحد ہے اور وہ نسبت ہے جو تابع

ہے علم کی اور علم وہ نسبت ہے جو تابع ہے معلوم کا اور معلوم آپ خود ہو اور آپ کے حالات ہیں، بس مشیت کا نہ ہونا معلل ہے، ان سب کی ہدایت کرنے کی عطا کے نہ ہونے میں، ان کی صلاحیتوں کے درمیان فرق ہونے کی وجہ سے اور بعض کے ہدایت کو قبول نہ کرنے کی وجہ سے اور یہ اس لیے ہے کہ بتحقیق حق کے حق میں اختیار کے ساتھ مشیت کی وحدانیت، تعارض رکھتی ہے، بس حق کی طرف نسبت، اس چیز کے ممکن ہونے کے حساب سے ہے نہ کہ اس چیز کے حساب سے ہو کہ جس پر حق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور لیکن میری طرف سے قول ثابت ہوا۔ (سجدہ: ۱۳)۔''

اور فرمایا: ''آیا بس جس پر کلمہ عذاب محقق و ثابت ہے؟۔ (الزلز: ۱۹)۔''

اور فرمایا: ''میرے پاس قول تبدیل نہیں ہوتا۔ (ق: ۲۹)۔''

پس یہ چیز وہ ہے جو جناب حق کے لائق ہے اور وہ ہے جو پلٹتے ہے اللہ کے اس قول کی طرف کہ فرمایا:

''اگر ہم چاہتے تو ہر ایک کو ہدایت کرتے۔ (سجدہ: ۱۳)۔''

پس نہیں چاہا کیونکہ بتحقیق ممکن، ہدایت اور گمراہی کے قابل ہے پھر جس کے قابل بنے،

پس یہ تقسیم کرنے کی جگہ ہے اور نفس الامر میں حق کے لیے اس میں کوئی چیز نہیں سواء امر واحد کے۔

پھر اگر آپ کہیں کہ مخلوقات کی حقائق اور صلاحیتیں حق تعالیٰ سے فیض لیتی ہیں بس وہ ان کو اس طرح قرار دیتا ہے؟

تو ہم کہیں گے کہ حقائق جعل شدہ نہیں ہیں بلکہ یہ اسماء الٰہی کی علمی شکلیں ہیں اور جو مجعول ہے اور بنایا ہوا ہے وہ ان کے خارجی وجود ہیں اور وجودات تابع ہیں حقائق کے اور ہمیں ان اسرار اور راز کو کھولنے سے قلم کو اٹھا دینا چاہیے بتحقیق یہ وہ راز ہیں جن کو ظاہر کرنے سے روکا گیا ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرفوع ہے۔[1]

3/434 الکافی، ۱/۱۵۴/۳/۱ العدة عن البرقی عن أبیه عن النضر عَنْ يَحْيَى بْنِ عِمْرَانَ اَلْحَلَبِيِّ عَنْ مُعَلَّى بْنِ ابی عُثْمَانَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حَنْظَلَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ أَنَّهُ قَالَ: يُسْلَكُ بِالسَّعِيدِ فِي طَرِيقِ اَلْأَشْقِيَاءِ حَتَّى يَقُولَ اَلنَّاسُ مَا أَشْبَهَهُ بِهِمْ بَلْ هُوَ مِنْهُمْ ثُمَّ يَتَدَارَكُهُ اَلسَّعَادَةُ وَ قَدْ يُسْلَكُ بِالشَّقِيِّ فِي طَرِيقِ اَلسُّعَدَاءِ حَتَّى يَقُولَ اَلنَّاسُ مَا أَشْبَهَهُ بِهِمْ بَلْ هُوَ مِنْهُمْ ثُمَّ

---

[1] مرآۃ العقول: ۲/ ۱۷۰

يَتَدَارَكُهُ ٱلشَّقَاءُ إِنَّ مَنْ كَتَبَهُ ٱللَّهُ سَعِيداً وَإِنْ لَمْ يَبْقَ مِنَ ٱلدُّنْيَا إِلاَّ فُوَاقُ نَاقَةٍ خَتَمَ لَهُ بِالسَّعَادَةِ.

علی بن حنظلہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: بعض اوقات سعید اہل شقاوت کے راستہ پر چلتا ہے یہاں تک کہ لوگ اس کے بارے میں کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ وہ اہل شقاوت میں سے ہے اور پھر اُسے سعادت کھینچ لیتی ہے اور وہ راستہ چھوڑ کر سعادت کے راستہ کا راہی ہو جاتا ہے اور بعض اوقات شقی انسان اہل سعادت کے راستہ پر چل پڑتا ہے حتی کہ لوگ کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ یہ سعادت مند لوگوں میں سے ہے اور پھر شقاوت اس کو کھینچ لیتی ہے اور وہ اہل شقاوت کے راستے پر چلنا شروع کر دیتا ہے۔ یقیناً خدا نے اس سے پہلے شخص کو لوح محفوظ میں سعادت مند قرار دیا ہے تو اس کا انجام کار سعادت مندی ہے خواہ اس کی زندگی کے چند لمحات ہی باقی بچ گئے ہوں۔ [1]

بیان:

''الفواق'' دو بار اونٹنی سے دودھ نکالنے کے درمیان کے وقت کو کہتے ہیں۔

کیونکہ جب آپ اونٹنی کا دودھ نکالتے ہو تو پھر کچھ دودھ نکال کر اسے کچھ وقت چھوڑتے ہو، تاکہ اس کا بچہ اس کا دودھ پیئے اور اونٹنی پھر سے دودھ دینے کے لیے آمادہ ہو پھر اس کا بچہ ہٹا کر آپ دودھ نکالتے ہو۔

جیسے کہا جاتا ہے میں اس کے پاس نہیں تھا سوا فواق جتنا وقت۔

اور حدیث میں ہے کہ: عیادت اونٹنی کے فواق کے جتنا وقت لیتی ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے [2] لیکن میرے نزدیک حدیث حسن ہے کیونکہ علی بن حنظلہ مقبول الروایۃ ہے [3] اور ثقہ علی التحقیق ثابت ہے۔ (واللہ اعلم)

[1] المحاسن: ۱/ ۲۸۰؛ التوحید: ۳۵۷؛ تفسیر نور الثقلین: ۲/ ۳۹۷؛ بحار الانوار: ۵/ ۱۵۹؛ تفسیر کنز الدقائق: ۶/ ۲۴۴

[2] مرآۃ العقول: ۲/ ۱۷۰

[3] المفید من معجم رجال الحدیث: ۳۹۴

۵۳_باب الخير و الشر

خیر وشر

1/435 الکافی،۱/۱۵۴/۱/۲ العدة عن البرقی عن السراد وَ عَلِيِّ بْنِ اَلْحَكَمِ عَنْ ابن وَهْبٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ: إِنَّ مِمَّا أَوْحَى اَللَّهُ إِلَى مُوسَى عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ وَ أَنْزَلَ عَلَيْهِ فِي اَلتَّوْرَاةِ أَنِّي (أَنَا اَللَّهُ لاَ إِلَهَ إِلاَّ أَنَا) خَلَقْتُ اَلْخَلْقَ وَ خَلَقْتُ اَلْخَيْرَ وَ أَجْرَيْتُهُ عَلَى يَدَيْ مَنْ أُحِبُّ فَطُوبَى لِمَنْ أَجْرَيْتُهُ عَلَى يَدَيْهِ وَ (أَنَا اَللَّهُ لاَ إِلَهَ إِلاَّ أَنَا) خَلَقْتُ اَلْخَلْقَ وَ خَلَقْتُ اَلشَّرَّ وَ أَجْرَيْتُهُ عَلَى يَدَيْ مَنْ أُرِيدُهُ فَوَيْلٌ لِمَنْ أَجْرَيْتُهُ عَلَى يَدَيْهِ.

ابن وہب بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام ابوعبداللہ علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: خدا نے موسیٰ علیہ السلام پر جو وحی فرمائی اور جو کچھ اس نے تورات میں نازل کیا ان میں سے ایک یہ ہے کہ یقیناً میں اللہ ہوں اور میرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے میں نے مخلوق کو خلق کیا اور خیر کو بھی میں نے ہی خلق کیا ہے اور میں نے اپنی مخلوق میں سے جس کو پسند کیا ہے اس کے ہاتھ سے خیر کو جاری کیا اور طوبیٰ ہے اس کے لیے جس کے ہاتوں پر خیر کو جاری کیا گیا۔ میں اللہ ہوں اور میرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ میں نے ہی مخلوق کو خلق کیا اور میں نے ہی شر کو بھی خلق کیا ہے اور پھر میں نے اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہا اس کے ہاتھوں پر شر کو جاری کر دیا۔ پس ویل ہے اس کے لیے جس کے ہاتھوں پر شر کو جاری کیا گیا۔[1]

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔[2]

2/436 الکافی،۱/۱۵۴/۱/۲ العدة عن البرقی عن أبيه عن ابن أبي عمير عن محمد بن حكيم عن محمد قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ: إِنَّ فِي بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اَللَّهُ مِنْ كُتُبِهِ أَنِّي (أَنَا اَللَّهُ لاَ إِلَهَ إِلاَّ أَنَا) خَلَقْتُ اَلْخَيْرَ وَ خَلَقْتُ اَلشَّرَّ فَطُوبَى لِمَنْ أَجْرَيْتُ عَلَى يَدَيْهِ اَلْخَيْرَ وَ وَيْلٌ لِمَنْ أَجْرَيْتُ عَلَى يَدَيْهِ اَلشَّرَّ وَ وَيْلٌ لِمَنْ يَقُولُ كَيْفَ ذَا وَ كَيْفَ ذَا.

محمد کا بیان ہے کہ میں نے امام ابوجعفر محمد باقر علیہ السلام سے سنا ہے، آپؑ نے فرمایا: اللہ نے جو کتب نازل فرمائی ہیں

---

[1] المحاسن:۱/ ۲۸۳؛ الجواہر السنیہ: ۸۷؛ بحارالانوار:۵/ ۱۶۰

[2] مرآۃ العقول:۲/ ۱۷۱

ان میں سے ایک ہے کہ یقیناً میں ہی اللہ ہوں میرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور خیر وشر کو میں نے خلق کیا ہے پس طوبیٰ اس کے لیے جس کے ہاتھوں سے خیر کو جاری کیا اور ویل ہے اس کے لیے جس کے ہاتھوں شر کو جاری کیا اور ویل ہے اس کے لیے جو یہ کہے کہ یہ کیوں ہے اور یہ کیسے ہو گیا۔ [1]

تحقیق اسناد:

حدیث حسن علی الظاہر ہے۔ [2] لیکن میرے نزدیک حدیث حسن کالصحیح بلکہ صحیح ہے کیونکہ محمد بن حکم ممدوح ہے۔ [3] اور ابن ابی عمیر کا اس سے روایت کرنا خود اس کے ثقہ ہونے کی دلیل ہے۔ (واللہ اعلم)

3/437 الکافی،۱/۱۵۴/۳/۱ علی عن العبیدی عن یونس عَنْ بَکَّارِ بْنِ کَرْدَمٍ عَنْ مُفَضَّلِ بْنِ عُمَرَ وَ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ (أَنَا اللَّهُ لاَ إِلَهَ إِلاَّ أَنَا) خَالِقُ الْخَيْرِ وَ الشَّرِّ فَطُوبَى لِمَنْ أَجْرَيْتُ عَلَى يَدَيْهِ الْخَيْرَ وَ وَيْلٌ لِمَنْ أَجْرَيْتُ عَلَى يَدَيْهِ الشَّرَّ وَ وَيْلٌ لِمَنْ يَقُولُ كَيْفَ ذَا وَ كَيْفَ هَذَا قَالَ يُونُسُ يَعْنِي مَنْ يُنْكِرُ هَذَا الْأَمْرَ بِتَفَقُّهٍ فِيهِ.

امام ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ نے فرمایا ہے کہ میں اللہ ہوں میرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے، میں ہی خیر وشر کا خالق ہوں اور طوبیٰ اس کے لیے جس کے ہاتھوں پر میں نے خیر کو جاری کیا اور ویل ہے اس کے لیے جس کے ہاتھوں پر میں نے شر کو جاری کیا اور ویل ہے اس کے لیے جو اس پر اعتراض کرے کہ یہ کیسے ہو گیا ہے؟ یونس کہتا ہے کہ جو اس امر کا انکار کرتا ہے اسے میں غور کرنا چاہیے۔ [4]

بیان:

بکار ''کاف'' کی فتح کے اور شد کے ساتھ۔
''وکردم'' لغت میں اس کے معنی چھوٹے قد والا موٹا مرد ہے۔
پھر اس کو مشہور کر کے اس کا نام رکھ دیا۔
''یتفقہ فیہ'' یعنی: وہ اجتہاد کرتا ہے اپنی عقل سے اور اپنی رائے بتاتا ہے۔
اور وہ بیان گزر چکا ہے جو ان روایتوں کی شرح کرتا ہے۔

---

[1] المحاسن: ۱/ ۲۸۳؛ الجواہر السنیہ: ۸۸؛ بحار الانوار: ۵/ ۱۶۰
[2] مراۃ العقول: ۲/ ۱۷۲
[3] المفید من معجم رجال الحدیث: ۵۲۱
[4] الجواہر السنیہ: ۸۹

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے۔ [1]

۵۴_باب الجبر و القدر و الأمر بين الأمرين

جبر وقدر اور دو امروں کے درمیان امر

1/438 الكافى،۱/۱۵۵/۱/۱ علی بن محمد عن سهل وَ اسحاق بن محمد وَ غَيْرِهِمَا رَفَعُوهُ قَالَ: كَانَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ جَالِساً بِالْكُوفَةِ بَعْدَ مُنْصَرَفِهِ مِنْ صِفِّينَ إِذْ أَقْبَلَ شَيْخٌ فَجَثَا بَيْنَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ لَهُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَخْبِرْنَا عَنْ مَسِيرِنَا إِلَى أَهْلِ الشَّامِ أَ بِقَضَاءٍ مِنَ اللَّهِ وَ قَدَرٍ فَقَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ أَجَلْ يَا شَيْخُ مَا عَلَوْتُمْ تَلْعَةً وَ لاَ هَبَطْتُمْ بَطْنَ وَادٍ إِلاَّ بِقَضَاءٍ مِنَ اللَّهِ وَ قَدَرٍ فَقَالَ لَهُ الشَّيْخُ عِنْدَ اللَّهِ أَحْتَسِبُ عَنَائِي يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فَقَالَ لَهُ مَهْ يَا شَيْخُ فَوَ اللَّهِ لَقَدْ عَظَّمَ اللَّهُ الْأَجْرَ فِي مَسِيرِكُمْ وَ أَنْتُمْ سَائِرُونَ وَ فِي مُقَامِكُمْ وَ أَنْتُمْ مُقِيمُونَ وَ فِي مُنْصَرَفِكُمْ وَ أَنْتُمْ مُنْصَرِفُونَ وَ لَمْ تَكُونُوا فِي شَيْءٍ مِنْ حَالاَتِكُمْ مُكْرَهِينَ وَ لاَ إِلَيْهِ مُضْطَرِّينَ فَقَالَ لَهُ الشَّيْخُ وَ كَيْفَ لَمْ نَكُنْ فِي شَيْءٍ مِنْ حَالاَتِنَا مُكْرَهِينَ وَ لاَ إِلَيْهِ مُضْطَرِّينَ وَ كَانَ بِالْقَضَاءِ وَ الْقَدَرِ مَسِيرُنَا وَ مُنْقَلَبُنَا وَ مُنْصَرَفُنَا فَقَالَ لَهُ وَ تَظُنُّ أَنَّهُ كَانَ قَضَاءً حَتْماً وَ قَدَراً لاَزِماً إِنَّهُ لَوْ كَانَ كَذَلِكَ لَبَطَلَ الثَّوَابُ وَ الْعِقَابُ وَ الْأَمْرُ وَ النَّهْيُ وَ الزَّجْرُ مِنَ اللَّهِ وَ سَقَطَ مَعْنَى الْوَعْدِ وَ الْوَعِيدِ فَلَمْ تَكُنْ لاَئِمَةٌ لِلْمُذْنِبِ وَ لاَ مَحْمَدَةٌ لِلْمُحْسِنِ وَ لَكَانَ الْمُذْنِبُ أَوْلَى بِالْإِحْسَانِ مِنَ الْمُحْسِنِ وَ لَكَانَ الْمُحْسِنُ أَوْلَى بِالْعُقُوبَةِ مِنَ الْمُذْنِبِ تِلْكَ مَقَالَةُ إِخْوَانِ عَبَدَةِ الْأَوْثَانِ وَ خُصَمَاءِ الرَّحْمَنِ وَ حِزْبِ الشَّيْطَانِ وَ قَدَرِيَّةِ هَذِهِ الْأُمَّةِ وَ مَجُوسِهَا إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى كَلَّفَ تَخْيِيراً وَ نَهَى تَحْذِيراً وَ أَعْطَى عَلَى الْقَلِيلِ كَثِيراً وَ لَمْ يُعْصَ مَغْلُوباً وَ لَمْ يُطَعْ مُكْرِهاً وَ لَمْ يُمَلِّكْ مُفَوِّضاً وَ لَمْ يَخْلُقِ السَّمَاوَاتِ (وَ الْأَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا بَاطِلاً) وَ لَمْ يَبْعَثِ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَ مُنْذِرِينَ عَبَثاً (ذَلِكَ ظَنُّ الَّذِينَ كَفَرُوا

---

[1] مرآۃ العقول:۲/ ۱۷۳

فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ النَّارِ) فَأَنْشَأَ الشَّيْخُ يَقُولُ

أَنْتَ الْإِمَامُ الَّذِي نَرْجُو بِطَاعَتِهِ
يَوْمَ النَّجَاةِ مِنَ الرَّحْمَنِ غُفْرَاناً

أَوْضَحْتَ مِنْ أَمْرِنَا مَا كَانَ مُلْتَبِساً
جَزَاكَ رَبُّكَ بِالْإِحْسَانِ إِحْسَاناً

سہل اور اسحاق بن محمد وغیرہما نے مرفوع بیان کیا ہے کہ جنگ صفین سے واپسی پر کوفہ میں امیر المومنین علیہ السلام اصحاب کے درمیان تشریف فرما تھے تو ایک بزرگ آیا اور اس نے عرض کی: اے امیر المومنین علیہ السلام! آپ فرمائیں کہ یہ جو ہم اہل شام کی طرف گئے تو کیا یہ خدا کی قضا و قدر کے تحت تھا؟

آپؑ نے فرمایا: ہاں اے پیر مرد! ہم نے جو کھائی عبور کی یا جو کسی گہرائی میں اترے یہ سب قضا و قدر کے تحت تھا۔

اس بزرگ نے عرض کیا: اے امیر المومنینؑ! جو ہم نے زحمت و رنج اس سفر میں اٹھایا وہ سب خدا کے ذمہ ہو گیا تو ہمارے لیے تو کوئی اجر و ثواب اس پر نہیں رہا؟

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: اے بزرگ! خاموش، خدا کی قسم! تمہارے چلنے میں جبکہ تم راہ خدا میں جہاد کے ارادے سے چلنے والے تھے اور تمہارے قیام میں جبکہ تم دشمن کے سامنے کھڑے ہونے والے تھے اور تمہاری بازگشت میں جبکہ تم ایمان کے ساتھ لوٹنے والے تھے اور تم اپنے تمام حالات میں نہ کسی وقت کراہت کرنے والے تھے اور نہ اضطراب ظاہر کرنے والے تھے تو اللہ نے اس میں اجر عظیم رکھا ہے۔

بزرگ نے کہا: ہم کیسے کسی حالت میں کراہت کرتے یا مضطر ہوتے جبکہ ہمارا جانا لڑنا اور لوٹنا تو سب قضا و قدر کے تحت تھا؟

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: کیا تو یہ گمان کرتا ہے کہ وہ قضا و قدر حتمیہ تھی۔ اور وہ قدر لازمی تھی۔ اگر ایسا ہی ہوتا تو ثواب و عقاب، امر و نہی یہ سب بے معنی اور بے ہودہ ہو جائے گا اور خدا کا وعدہ وعید سب بے معنی ولغو ہو جائے گا، نہ تو فرمان سرزنش کے حق دار اور نہ نیکوکار تعریف کے سزاوار ہوں گے بلکہ گنہگار زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس پر احسان کیا جائے اور نیکوکار عتاب کے زیادہ حق دار ہیں۔ یہ بت پرستوں، دشمنان خدا اور شیطانی جماعت کی باتیں ہیں اور اس امت کے قدریہ اس کے مجوسی ہیں۔ خدا نے تکلیف جو دی ہے وہ اختیار کے ساتھ دی ہے۔ اور ڈراتے

ہوئے نہی فرمائی ہے۔ وہ قلیل عمل پر بڑا اجر عطا کرتا ہے اور ان کی نافرمانی اس پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے نہیں ہے اور وہ مجبوری کی اطاعت نہیں چاہتا اور لوگوں نے اس کو سلطنت نہیں دی اور خدا نے زمین و آسمان اور ان کے درمیان کسی چیز کو باطل خلق نہیں کیا اور خدا نے انبیاء و مرسلین اور منذرین کو عبث مبعوث نہیں کیا۔ یہ گمان کفار کا ہے اور جو کفر اختیار کرتے ہیں ان کے لیے ویل ہے۔

اس پر اس بزرگ نے یہ اشعار پڑھے:

آپ وہ امام ہیں جن کی اطاعت کے سبب ہم
خدائے رحمن سے قیامت کے دن بخشش کے طلبگار ہیں۔

آپ نے ہمارے تمام شبہات دور کر دیئے
خدا آپ کو جزا دے احسان کا بدلہ احسان ہی ہوتا ہے [1]

بیان:

اس حدیث کی شیخ صدوق کی توحید میں اسناد متصل غیر مرفوع ہے۔

اس طرح: احمد بن عمران الدقاق نے محمد بن الحسن الطائی سے، سھل سے، علی بن الجعفر الکوفی سے

اس نے کہا: میں نے میرے سردار علی بن محمد علیہما السلام سے سنا انہوں نے فرمایا:

مجھے میری بابا محمد بن علی نے حدیث بتائی، اپنے والد الرضا سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے اپنے والد الحسین علیہم السلام سے،

اور ایک دوسری سند کے ساتھ بھی اس روایت کو نقل کیا ہے۔

''الصفین''، سجین کی طرح، دریای فرات کے کنارے کے قریب ایک جگہ ہے جہاں ایک بڑی جنگ امیر المومنین علیہ السلام اور معاویہ کے درمیان واقع ہوئی۔

و''جثا یجثوا_جثوا_وجثیا'' دونوں کے ضمے کے ساتھ۔

یعنی: اپنے گھٹنوں پر بیٹھا اور اپنے پیر کے انگلیوں پر کھڑا ہوا۔

و''التعلة'' ایسے کہ زمین سے کچھ بلند ہو

---

[1] کشف الغمہ: ۲/۲۸۶؛ عیون اخبار الرضا: ۱/۱۳۸؛ تفسیر البرہان: ۴/۶۵۰؛ التوحید: ۳۸۰؛ بحارالانوار: ۵/۱۳؛ الفصول المہمہ: ۱/۲۳۷؛ کنز الفوائد: ۱/۳۶۳؛ روضۃ الواعظین: ۱/۴۰؛ امالی المرتضی: ۱/۱۵۰؛ عیون الحکم: ۱/۱۵۹؛ الفصول المختارہ: ۱/۷۰؛ متشابہ القرآن: ۱/۱۹۷

''عند الله احتسب عنائی ''یعنی میں اللہ سے اپنی محنتوں اور مشقتوں کا اجر طلب کرتا ہوں اس سفر میں جو
کچھ پیش آیا اللہ کی قضا اور قدر کے ساتھ
گویا اس کو دور کیا ہے اور اس میں تضاد کا گمان کیا ہے
اور بعض روایات میں یہ بڑھایا ہوا ہے کہ اور میں میرے لیے اس میں اجر نہیں دیکھتا
پس اس کو امام علیہ السلام نے روکا اور رد کیا
''انه لیس حتماً یبلغ حد الاکراہ و الاضطرار ''اور یہ تحقیق واقع ہوتا ہے ان اسباب کے ذریعے جو
بندے کے اختیار اور کوشش میں ہوتے ہیں پھر اس کو روشن کیا جبر کے مفاسد کے بیان کے ساتھ
''و انما کان المذنب اولی بالاحسان'' کیونکہ مذنب گناہ پر راضی نہیں ہوتا جس طرح اس پر اس کا جبر
دلالت کرتا ہے اور اس کا جبر اس کے مقابلے میں احسان کی استدعا کرتا ہے۔
''و المحسن اولی بالعقوبة'' کیونکہ وہ احسان پر راضی نہیں ہوتا اس پر جبر کی دلالت کرنے کی وجہ سے اور
جو احسان پر راضی نہ ہو تو وہ اس سے عقوبت اور عذاب کا مستحق ہے جس سے راضی ہو۔
''و مجوسها'' یہ اشارہ ہے مشہور حدیث نبوی کی طرف کہ فرمایا: ''القدریة مجوس هذه الامة'' قدریہ اس امت
کے مجوس ہیں۔
قدریہ کے مجوس نام رکھنے کی علت یہ ہے کہ قدریہ مجوس کے ساتھ شریک ہیں عبد سے فعل کے سلب کرنے
میں۔پس مجوس نیک کاموں کی نسبت دیتے ہیں اللہ کی طرف اور برے کاموں کی نسبت دیتے ہیں ابلیس کی
طرف۔اور اس مقام کی تحقیق محتاج ہے ایک بسیط کلام کی طرف۔پس ہم اللہ کی توفیق کے ساتھ کہیں گے کہ:
جان لو کہ تحقیق قدر یعنی،افعال اور ان رازوں سے گہرائیوں سے اعمال کا خلق کرنا جن میں افہام متحیر ہیں اور جن
میں لوگوں کی آراء پریشان و مضطرب ہیں اور ان رازوں کو کھولنے کے لیے کلام کو اجازت نہیں ہے وہ رموز کے
ساتھ ہی تدوین ہوتے ہیں اور ان کو چھپا کر سکھایا جاتا ہے ان کے ظاہر کرنے میں لوگوں کی ہلاکت اور ان میں
فساد ہونے کے سبب۔اور اسی لیے امیر المومنین علیہ السلام نے کو مجمل بیان کیا اور تم نے بھی دیکھا ہوگا آئمہ معصومین
علیہم السلام کبھی اس طرح فرماتے ہیں۔
''هکذا اخرج الینا'' جیسے گذر گیا
اور پھر دوسری مرتبہ کہتے ہیں کہ''لا جبر و لا قدر و لکن منزلة بینهما''
نہ جبر نہ قدر لیکن ان کی درمیانی منزل۔اسی درمیانی راہ میں حق ہے یہ کوئی نہیں جانتا سواء عالم کے یا اس کے جس

نے عالم سے سیکھا ہو، جیسے آئے گا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث ہے کہ: قدر اللہ کا راز ہے تم لوگ اللہ کے راز کو ظاہر نہ کرو۔ اور اس معنی میں بہت ساری روایات نقل ہوئی ہیں اور اس کے تہہ تک جانا منع کیا گیا ہے سواء اس کے کہ ان کے نور طرف اشارہ کیا جائے اس شخص کے لیے جو اس کا اہل ہو۔ مذاہب کے بیانات اور نقل سے اس میں مختلف آراء ہیں جو چار ہیں۔ ان میں سے دو فاسد ہیں: ایک جبر اور ایک تفویض جنہوں نے بہت سارے لوگوں کو ہلاک کر دیا اور باقی دو تحقیق کے دائرے میں ہیں اور پلٹتی ہیں الامر بین الامرین کی طرف ان میں سے ایک حق کے قریب ہے اور افہام اور عقول سے دور ہے اور وہ اہل شہود اور عارفوں کا راستہ ہے روایات کے اسرار کے ساتھ۔ اور دوسرا اس کے بالعکس ہے اور وہ اہل عقول کا طریقہ ہے اور پہلی قسم کو بیان کرنا مشکل ہے اس کے جدی طور پر عمیق ہونے کی وجہ سے تو بس ہمیں اس کو چھپانا چاہیئے اور دوسری قسم کے بیان پر اکتفا کرتے ہوئے۔ اور اگر ہم اس کے کتمان پر راضی نہ ہوئے تو پھر وہ ہمیں اکثر جبر اور فساد کی طرف لے جائے گا سواء اس کے کہ خواص کے عقل نکلیں حیرت و پریشانی کے اسباب سے۔ اس لیے مائل ہوا اس کی طرف فحول العلماء اور ہمیں اس کے بیان میں ذکر کرنا چاہیئے اس کو جس کو بعض محققین نے ذکر کیا ہے جو موافقت رکھتا ہے المحقق الطوسی نصیر الملۃ والدین قدس سرہ، کی تحقیق کے ساتھ ان کے بعض رسالوں میں۔ اس نے کہا: ثابت ہوا کہ جو کچھ اس عالم میں موجود ہے، وہ دوسرے عالم میں جو اس عالم سے پہلے ہے اس کے وجود سے پہلے، اپنی ہیئت اور زمانے کے ساتھ مقدر کیا گیا ہے اور ثابت ہوا کہ بتحقیق خداوند متعال تمام ممکنات پر قادر ہے اور کوئی بھی چیز اشیاء سے اس کی مصلحت اور علم اور قدرت اور اس کے واسطے کے ساتھ ایجاد کرنے اور بغیر واسطے کے ایجاد کرنے سے خارج نہیں ہوتی و اگر ایسا نہ ہو تو وہ کل کی مبدئیت کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

پس پھر ہدایت اور ضلالت اور ایمان اور کفر اور خیر اور شر اور نفع اور نقصان اور دوسرے متقابلات سب کے سب انتہا پذیر ہوتے ہیں اس کی قدرت اور تاثیر اور علم اور ارادے اور مشیت تک چاہے ذاتی طور پر ہوں یا عرض میں۔ اور ہمارے اعمال اور افعال دوسرے موجودات کی طرح اور اس کی قضا اور قدر کے ساتھ ہمارے کارنامے، واجب ہیں ایسے صادر ہوں ہم سے لیکن اسباب اور علل کے ذریعے جیسے ہمارے ادراکات اور ہمارے ارادے اور حرکات اور سکنات اور اس کے بغیر دوسرے وہ عالی اسباب جو غائب ہیں ہمارے علم سے اور ہماری تدبیر جو ہماری قدرت اور تاثیر سے خارج ہے بس ان امور کا جمع ہونا جو اسباب اور شرائط ہیں موانع کے ارتفاع کے ساتھ وہ علت تامہ ہے جس کے پاس اس امر کا وجود ہونا جو مدبر اور مقضی اور مقدر ہے واجب ہے اور ان میں سے کسی کا مخالف ہونے کے وقت یا مانع کے حاصل ہونے کے وقت اس کا وجود باقی رہتا ہے امتناع کے

اختیار میں اور وہ ہوتا ہے ایسا ممکن جو قوی ہے اسباب کونیہ میں سے ہر ایک کے قیاس کے ساتھ۔اور جب وہ اسباب میں سے ہو خصوصاً اس کے قریب ہو، ہمارا ارادہ اور تفکر اور تخیل اور وہ چیزیں جس کے انجام دینے اور ترک کرنے کا ہمیں اختیار ہے تو ہمارا فعل اختیاری ہوگا۔ بس اللہ نے ہمیں عطا کی قوت اور قدرت اور استطاعت تاکہ ہمیں مبتلا کر کے امتحان لے کہ ہم میں سے کون علم کے ساتھ نیک عمل کرتا ہے۔پس اس کا وجوب اس کے امکان کی نفی نہیں کرتا اس کے کس طرح اختیاری ہونے کا دفاع نہیں ہوگا اور وہ واجب نہیں ہوا سواء اختیار کے ساتھ اور شک نہیں ہے کہ قدرت اور اختیار، دوسرے اسباب کی طرح جیسے ادراک اور علم اور ارادہ اور تفکر اور تخیل اور ان کی قوتیں اور آلے سب کے سب اللہ تعالی کے فعل کے ذریعے ہیں نہ کہ ہمارے فعل اور اختیار کے ذریعے اور اگر ایسا نہ ہو تو قدر اور ارادوں میں تسلسل پیدا ہوگا کسی انتہا کے بغیر۔اور یہ کہ ہم اور اگر ہمارا ایسا ہونا کہ جو چاہیں کریں اور جو نہ چاہیں نہ کریں لیکن ہم ایسے نہیں ہیں اس حساب سے کہ جو چاہیں تو چاہیں اور اگر نہ چاہیں تو نہ چاہیں بلکہ ہم جب چاہیں تو ہماری مشیت متعلق نہیں ہے ہماری مشیت سے بلکہ ہماری مشیت کے غیر سے متعلق ہے بس مشیت ہمارے پاس نہیں کیونکہ اگر مشیت ہمارے پاس ہوتی تو ہم دوسری سابق مشیت کی طرف احتیاج کرتے اور امر مسلسل ہو جاتا بغیر کسی انتہا کے اور تسلسل کے حال سے قطع نظر ہو کر ہم کہیں گے ہماری تمام مشیتیں بغیر انتہا کے ہیں اس حساب سے کہ ان کے مخالف نہیں ہے مشیت، تو یہ خالی نہیں ہوگا اس سے کہ اس کا واقع ہونا ہوگا ہماری مشیت کے امر خارج کے سبب سے یا وہ واقع ہوگا ہماری مشیت کے سبب سے، تو دوسرا باطل ہے، دوسری مشیت کے جو خارج ہوا اس سے، امکان نہ ہونے کی وجہ سے اور اول مطلوب اور مقصود ہے۔پس ظاہر ہوا کہ ہماری مشیت، ہماری قدرت کے تحت نہیں ہے جیسے خدا نے فرمایا: اور تم نہیں چاہتے ہو سواء اللہ کی چاہت کے۔پس نتیجے میں ہم ہماری مشیت میں مضطر ہیں اور بتحقیق مشیت پیدا ہوتی ہے داعی کے پیچھے اور وہ کسی ملائم شئے کا تصور ہے جو تصور ظنی یا تخیلی یا علمی ہے۔پس بتحقیق ہم جب کسی شئے کو درک کریں اور اگر اس شئے کے ملائم ہونے یا اس کی منافرت کو پائیں وہم یا عقل کے ساتھ تو ہم میں اس کی طرف جذب ہونے یا اس کو دفع کرنے کا شوق اٹھتا ہے اور اس کی تاکید کرے تو شوق کی وجہ سے ہے یہ یقینی عزم ہے جس کو ارادہ کہتے ہیں۔اور اگر یہ مشیت مشتمل ہو اس قدرت پر جو قوت فاعلہ کے لیے ہیئت ہے تو یہ قوت اعضا کو حرکت دینے پر نکلتی ہے۔بس حاصل ہوگا فعل اور کام انجام دینا بس نتیجے میں جب فعل کا داعی ثابت ہو جس سے مشیت نکلتی ہے اور مشیت محقق ہوتی ہے۔اور جب وہ مشیت محقق ہو جو قدرت کو مقدور چیزوں پر تصرف دیتی ہے تو لا محالہ قدرت منصرف ہوتی ہے اور اس کے لیے مخالفت کا راستہ نہیں رہتا بس حرکت ضروری لازمہ ہے قدرت

کا اور قدرت حرکت کرتی ہے مشیت کے یقینی ہونے پر اور مشیت پیدا ہوتی ہے دل میں داعی اور بلانے والی چیز سے بس یہ ضروریات مترتب کرتی ہیں بعض کو بعض پر اور ہمارے لیے نہیں ہے کہ ہم کسی چیز کے وجود کو دفع کریں اس سے اس کے سابق تحقق کے وقت بس ہمارے لیے ممکن نہیں ہے کہ ہم مشیت کو دفع کریں فعل کے لیے داعی کے تحقق کے وقت اور مقدور کی طرف قدرت کا انصراف نہیں اس کے بعد۔ پس ہم مضطر ہیں ان تمام چیزوں میں بس ہم عین اختیار میں مجبور ہیں بس ہم نتیجے میں مجبور ہیں اختیار پر یہ خلاصہ ہے اس کا جو انہوں نے ذکر کیا ہے اور اس میں حق ایک دوسرا امر ہے اس تک اس کے اہل پہنچتے ہیں اور یہ اللہ کا فضل ہے اللہ جسے چاہے اسے دیتا ہے اور اللہ صاحب فضل عظیم ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرفوع ہے [1] لیکن صدوق نے اسے اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے اور عیون والتوحید والی سند موثق ہے کیونکہ محمد بن حسن الطائی ثقہ علی التحقیق ہے اور سہل بھی ثقہ عامی ہے۔ (واللہ اعلم)

2/439 الکافی،۱/۱۵۶/۳/۱ الاثنان عن الوشاء عن اَلْوَشَّاءِ عَنْ حَمَّادِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ أَبِي بَصِيرٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ قَالَ: مَنْ زَعَمَ أَنَّ اَللَّهَ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ فَقَدْ كَذَبَ عَلَى اَللَّهِ وَ مَنْ زَعَمَ أَنَّ اَلْخَيْرَ وَ اَلشَّرَّ إِلَيْهِ فَقَدْ كَذَبَ عَلَى اَللَّهِ.

ابو بصیر بیان کرتے ہیں کہ امام ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: جو یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ برائی اور فحش کا حکم دیتا ہے تو وہ خدا پر جھوٹ بولتا ہے اور جو یہ گمان کرتا ہے کہ خیر و شر خدا کی طرف سے ہیں تو وہ بھی خدا پر جھوٹ بولتا۔ [2]

بیان:

''الیہ'' یعنی اس کی ذات کی طرف، تحقیق دونوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا کیونکہ پہلا کوتاہ نظر ہے پہلے سبب پر اور فعل کے اسباب قریبہ سے مطلقاً ''قطع نظر ہے اور فرق نہیں ہے'' انسان کے اعمال کے اور جمادات کے اعمال کے درمیان اور اللہ تعالیٰ اعدل ہے اس سے کہ مخلوق کو مجبور کرے پھر ان کو عذاب دے اور کریم تر اس سے کہ لوگوں کو اس چیز کا مکلف کرے جس کو وہ ادا نہ کرسکیں۔

اور دوسرا اس لیے کہ اس کی نظر کوتاہ ہے اسباب قریبہ پر اور سبب اول سے قطع نظر ہے اور اللہ احکم ہے اس سے کہ

---

[1] مراۃ العقول:۲/۱۸۱

[2] تفسیر العیاشی:۲/۱۲؛ المحاسن:۱/۲۸۴؛ الفصول المہمہ:۱/۲۳۲؛ تفسیر نور الثقلین:۲/۷؛ بحار الانوار:۵/۱۶۱؛ تفسیر الصافی:۲/۱۸۸؛ تفسیر البرہان:۲/۵۲۷؛ ھدایۃ الامہ:۱/۱۰

اپنے بندے کو چھوڑ دے اور اس کو اپنے حوالے کر دے اور اعز ہے اس سے کہ اس کی بادشاہت میں وہ ہو جو وہ نہیں چاہتا۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف علی المشہور ہے [1] لیکن میرے نزدیک حدیث حسن کالصحیح ہے کیونکہ معلی بن محمد ثقہ جلیل علی التحقیق ثابت ہے اور دوسری سند المحاسن میں ہے جو صحیح ہے (واللہ اعلم)

3/440 الکافی،۱/۱۵۸/۶/۱ علی عن العبیدی عن یونس عَنْ حَفْصِ بْنِ قُرْطٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: مَنْ زَعَمَ أَنَّ اَللَّهَ يَأْمُرُ بِالسُّوءِ وَ اَلْفَحْشَاءِ فَقَدْ كَذَبَ عَلَى اَللَّهِ وَ مَنْ زَعَمَ أَنَّ اَلْخَيْرَ وَ اَلشَّرَّ بِغَيْرِ مَشِيئَةِ اَللَّهِ فَقَدْ أَخْرَجَ اَللَّهَ مِنْ سُلْطَانِهِ وَ مَنْ زَعَمَ أَنَّ اَلْمَعَاصِيَ بِغَيْرِ قُوَّةِ اَللَّهِ فَقَدْ كَذَبَ عَلَى اَللَّهِ وَ مَنْ كَذَبَ عَلَى اَللَّهِ أَدْخَلَهُ اَللَّهُ اَلنَّارَ.

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو یہ گمان کرتا ہے کہ خدا برائی اور فحشاء کا حکم دیتا ہے تو اس نے خدا پر جھوٹ بولا ہے اور جو یہ گمان کرتا ہے کہ خیر و شر خدا کی مشیت کے بغیر ہے۔ تو وہ خدا کی سلطنت سے باہر چلا گیا ہے۔ اور جس نے گمان کیا کہ گناہ خدا کی دی ہوئی طاقت کے بغیر ہیں تو وہ بھی خدا پر جھوٹ بولتا ہے اور جو خدا پر جھوٹ بولے گا تو وہ جہنم میں جائے گا۔ [2]

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے [3] لیکن میرے نزدیک حدیث حسن ہے کیونکہ حفص بن قرط الاعور جال کوفی ثقہ علی التحقیق ثابت ہے اور عیاشی نے اسے سعد بن صدقہ سے روایت کیا ہے۔ (واللہ اعلم)

4/441 الکافی،۱/۱۶۰/۱۲/۱ العدة عن البرقی عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَلْحَكَمِ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: اَللَّهُ أَكْرَمُ مِنْ أَنْ يُكَلِّفَ اَلنَّاسَ مَا لاَ يُطِيقُونَ وَ اَللَّهُ أَعَزُّ مِنْ أَنْ يَكُونَ فِي سُلْطَانِهِ مَا لاَ يُرِيدُ.

ہشام بن سالم سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کی شان اس سے بزرگ ہے کہ وہ

[1] مراۃ العقول: ۲/ ۱۸۴

[2] التوحید: ۵۹ ح ۳؛ مختصر البصائر: ۳۰۸ ح ۳؛ تفسیر العیاشی: ۲/ ۱۱؛ بحار الانوار: ۵/ ۷ ح ۱۲ و ۵۱؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۲۳۱؛ تفسیر البرہان: ۳/ ۸۱۸

[3] مراۃ العقول: ۲/ ۱۸۹

لوگوں کو ایسے امر کی تکلیف دے جس کی وہ طاقت نہیں رکھتے اور یہ امر عزّتِ باری تعالیٰ کے خلاف ہے کہ اس کی حکمت میں کوئی ایسا کام ہو جس کو وہ نہیں چاہتا۔ ①

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔ ②

5/442 الکافی،۱/۱۵۸/۷/۱ العدۃ عن البرقی عن عثمان عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَابِرٍ قَالَ: كَانَ فِي مَسْجِدِ الْمَدِينَةِ رَجُلٌ يَتَكَلَّمُ فِي الْقَدَرِ وَ النَّاسُ مُجْتَمِعُونَ قَالَ فَقُلْتُ يَا هَذَا أَسْأَلُكَ قَالَ سَلْ قُلْتُ يَكُونُ فِي مُلْكِ اللَّهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى مَا لاَ يُرِيدُ قَالَ فَأَطْرَقَ طَوِيلاً ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ إِلَيَّ فَقَالَ لِي يَا هَذَا لَئِنْ قُلْتُ إِنَّهُ يَكُونُ فِي مُلْكِهِ مَا لاَ يُرِيدُ إِنَّهُ لَمَقْهُورٌ وَ لَئِنْ قُلْتُ لاَ يَكُونُ فِي مُلْكِهِ إِلاَّ مَا يُرِيدُ أَقْرَرْتُ لَكَ بِالْمَعَاصِي قَالَ فَقُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ سَأَلْتُ هَذَا الْقَدَرِيَّ فَكَانَ مِنْ جَوَابِهِ كَذَا وَ كَذَا فَقَالَ لِنَفْسِهِ نَظَرَ أَمَا لَوْ قَالَ غَيْرَ مَا قَالَ لَهَلَكَ.

اسماعیل بن جابر بیان کرتے ہیں کہ مسجد نبوی میں ایک شخص قدر و قضا کے بارے میں گفتگو کر رہا تھا اور لوگ اس کے اردگرد جمع تھے تو میں نے اس سے کہا: میں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔

اس نے کہا: سوال کرو۔

میں نے کہا: کیا خدا کی سلطنت میں کوئی ایسی چیز ہے جو اس کے ارادہ سے نہ ہو؟

اس نے کافی دیر اپنا سر جھکائے رکھا اور بعد میں اس نے کہا: اے بندہ خدا! اگر میں کہتا ہوں کہ خدا کی سلطنت میں کوئی چیز ہے کہ جس کا اس نے ارادہ نہیں کیا تو پھر خدا مقہور ہو جائے گا کہ جس پر کسی کا زور چل گیا ہے اور اگر یہ کہتا ہوں کہ اس کی سلطنت میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کا اس نے ارادہ نہ کیا ہو تو پھر میں گناہ میں تجھے رخصت و اجازت دے رہا ہوں۔

اسماعیل بن جابر بیان کرتا ہے کہ میں نے یہ ہی مسئلہ امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا اور اس قدری والی بات بھی بیان کی کہ اس نے اس کے جواب میں یوں یوں کہا تھا تو آپؑ نے فرمایا: اس نے اپنا فائدہ سوچا ہے اور

---

① مختصر البصائر: ۵۰ ۳؛ المحاسن: ۱/ ۲۹۶؛ بحار الانوار: ۵/ ۴۱؛ عوالم العلوم: ۲۰/ ۳۲ ۷؛ مستدرک الانوار: ۷ ۴۳؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۲۲۲؛ التوحید: ۲۰ ۳؛ ھدایۃ الامہ: ۱/ ۱۱

② مرآۃ العقول: ۲/ ۱۹۵؛ مفاتیح الاصول: ۵۳ ۵؛ الاحکام کاشف الغطاء: ۴/ ۳۳۲؛ المرور: ۷ ۱؛ اصطلاحات الاصول: ۲۱۳؛ آداب السفر وفقہ المرور: ۱۷

اگر اس کے علاوہ کوئی بات کرتا وہ ہلاک ہو جاتا۔ [1]

بیان:

''بالمعاصی ''یعنی: بتحقیق وہ اس کا ارادہ کرتا ہے، یا، چاہتا ہے

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے [2] یا پھر حدیث موثق ہے [3] لیکن میرے نزدیک حدیث حسن ہے کیونکہ عثمان بن عیسیٰ نے وقف سے رجوع کرلیا تھا۔ (واللہ اعلم)

6/443 الكافى،۱۱/۳/۱۵۷/۱ الاثنان عَنِ الْوَشَّاءِ عَنْ أَبِي الْحَسَنِ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: سَأَلْتُهُ فَقُلْتُ اَللَّهُ فَوَّضَ اَلْأَمْرَ إِلَى اَلْعِبَادِ قَالَ اَللَّهُ أَعَزُّ مِنْ ذَلِكَ قُلْتُ فَجَبَرَهُمْ عَلَى اَلْمَعَاصِي قَالَ اَللَّهُ أَعْدَلُ وَ أَحْكَمُ مِنْ ذَلِكَ قَالَ ثُمَّ قَالَ قَالَ اَللَّهُ يَا اِبْنَ آدَمَ أَنَا أَوْلَى بِحَسَنَاتِكَ مِنْكَ وَ أَنْتَ أَوْلَى بِسَيِّئَاتِكَ مِنِّي عَمِلْتَ اَلْمَعَاصِيَ بِقُوَّتِيَ اَلَّتِي جَعَلْتُهَا فِيكَ..

الوشاء نے بیان کیا ہے کہ میں نے امام ابوالحسن الرضاءعلیہ السلام سے پوچھا: کیا اللہ نے امر کو بندوں کے سپرد کر دیا ہے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ اس سے بہت بڑا اور بلند ہے۔

میں نے عرض کیا: آیا اللہ نے بندوں کو گناہوں پر مجبور کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ بہت بڑا عادل اور اس سے حکیم تر ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اللہ فرماتا ہے کہ اے اولادآدم! میں تیری نیکیوں کے لیے تیری نسبت زیادہ سزاوار ہوں اور تو اپنے گناہوں کا میری نسبت زیادہ سزاوار ہے اگرچہ تو میری دی ہوئی طاقت سے گناہ کرتا ہے لیکن ان کا تو ہی سزاوار ہے۔ [4]

بیان:

اللہ تعالیٰ کی الوہیت حسنات اور نیکیوں کے ذریعے ہے اس لیے کہ بتحقیق اللہ تعالیٰ نے امر کیا ہے ان کا اور ان پر

---

[1] مسند علی بن ابراہیم القمی: ۱/ ۱۲۳؛ مسند الامام الصادق: ۲/ ۴۳

[2] مرآۃ العقول: ۲/ ۱۹۰

[3] مصنفات میر داماد: ۱/ ۲۲۹ و ۲۳۰

[4] التوحید: ۳۶۲؛ الجواہر السنیہ: ۲۹۸؛ کشف الغمہ: ۲/ ۲۸۹؛ تفسیر البرہان: ۲/ ۱۳۱؛ تفسیر العیاشی: ۱/ ۲۵۹؛ عیون اخبار الرضاؑ: ۱/ ۱۴۳؛ بحار الانوار: ۵/ ۱۵ و ۵۶؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۲۳۳؛ ھدایۃ الامہ: ۱/ ۱۰

طاقت عطا کی ہے اور ان پر موفق کیا ہے اور عبد کی الوہیت برائیوں کے ساتھ ہے اس لیے کہ بتحقیق اللہ تعالیٰ نے ان سے نہی کی ہے اور اس پر وعدہ اور تھدید دی ہے اور قوت عطا کی ہے تا کہ بندہ ان کو چھوڑ کر اطاعت میں مصروف ہو۔

اور اس میں ایک اور وجہ ہے جو لوگوں کی فہم سے بعید ہے اور جو گزر گئی ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف علی المشہور ہے [1] لیکن میرے نزدیک حدیث حسن ہے کیونکہ معلی بن محمد البصری ثقہ جلیل علی التحقیق ہے اور کامل الزیارات کا راوی ہے اور نجاشی کی تضعیف سہو ہے (واللہ اعلم)

7/444 الکافی،۱/۱۵۷/۴ علی عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ مَرَّارٍ عَنْ يُونُسَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ: قَالَ لِي أَبُو الْحَسَنِ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلاَمُ يَا يُونُسُ لاَ تَقُلْ بِقَوْلِ الْقَدَرِيَّةِ فَإِنَّ الْقَدَرِيَّةَ لَمْ يَقُولُوا بِقَوْلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَ لاَ بِقَوْلِ أَهْلِ النَّارِ وَ لاَ بِقَوْلِ إِبْلِيسَ فَإِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ قَالُوا (الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدَانَا لِهٰذَا وَ مَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْ لاَ أَنْ هَدَانَا اللّٰهُ) وَ قَالَ أَهْلُ النَّارِ (رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَ كُنَّا قَوْماً ضَالِّينَ) وَ قَالَ إِبْلِيسُ (رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي) فَقُلْتُ وَ اللّٰهِ مَا أَقُولُ بِقَوْلِهِمْ وَ لٰكِنِّي أَقُولُ لاَ يَكُونُ إِلاَّ بِمَا شَاءَ اللّٰهُ وَ أَرَادَ وَ قَدَّرَ وَ قَضَى فَقَالَ يَا يُونُسُ لَيْسَ هٰكَذَا لاَ يَكُونُ إِلاَّ مَا شَاءَ اللّٰهُ وَ أَرَادَ وَ قَدَّرَ وَ قَضَى يَا يُونُسُ تَعْلَمُ مَا الْمَشِيئَةُ قُلْتُ لاَ قَالَ هِيَ الذِّكْرُ الْأَوَّلُ فَتَعْلَمُ مَا الْإِرَادَةُ قُلْتُ لاَ قَالَ هِيَ الْعَزِيمَةُ عَلَى مَا يَشَاءُ فَتَعْلَمُ مَا الْقَدَرُ قُلْتُ لاَ قَالَ هِيَ الْهَنْدَسَةُ وَ وَضْعُ الْحُدُودِ مِنَ الْبَقَاءِ وَ الْفَنَاءِ قَالَ ثُمَّ قَالَ وَ الْقَضَاءُ هُوَ الْإِبْرَامُ وَ إِقَامَةُ الْعَيْنِ قَالَ فَاسْتَأْذَنْتُهُ أَنْ أُقَبِّلَ رَأْسَهُ وَ قُلْتُ فَتَحْتَ لِي شَيْئاً كُنْتُ عَنْهُ فِي غَفْلَةٍ.

یونس بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوالحسن امام رضا علیہ السلام نے مجھے فرمایا: اے یونس! قدریہ کے قول کا قائل نہ ہونا کیونکہ قدریہ جنت والوں کی بات نہیں کرتے اور دوزخ والوں کی بات کی طرح بات نہیں کرتے اور ابلیس کی بات کی طرح بھی بات نہیں کرتے کیونکہ اہل جنت کہتے ہیں کہ تمام حمد اس خدا کے لیے جس نے ہمیں اس کی ہدایت کی اور اگر خدا ہمیں اس کی ہدایت نہ کرتا تو ہم اس کی ہدایت حاصل نہیں کر سکتے تھے اور اہل جہنم

---

[1] مرآۃ العقول: ۲/ ۱۸۴

دو دوزخ یہ کہتے ہیں کہ اے خدایا! تو نے ہماری شقاوت و بدبختی کو ہم پر غالب کر دیا اور ہم گمراہ قوم ہو گئے اور ابلیس یہ کہتا ہے کہ اے میرے رب تو نے مجھے گمراہ کیا ہے۔

یونس نے کہا: خدا کی قسم! میں قدریہ کا قول کبھی نہیں کہتا اور نہ کہوں گا اور میں ان کے عقیدہ کا قائل نہیں ہوں بلکہ میں کہتا ہوں کہ وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہتا ہے اور اس کا ارادہ کرتا ہے اور اس کا مقدر کرتا ہے اور پھر حکم کرتا ۔

آپؑ نے فرمایا: اے یونس! ایسا نہیں ہے کہ وہی ہوتا ہے کہ جس کو خدا چاہتا ہے اور پھر اس کا ارادہ کرتا ہے، پھر مقدر کرتا ہے اور پھر اس کا حکم دیتا ہے۔ اے یونس! کیا تو جانتا ہے کہ خدا کی مشیت کیا ہے؟

میں نے عرض کیا: نہیں۔

آپؑ نے فرمایا: یہ ذکر اول ہے۔ اے یونس! کیا تو جانتا ہے کہ ارادہ خدا کیا ہے؟

میں نے عرض کیا: نہیں

آپؑ نے فرمایا: جو وہ چاہتا ہے اس پر تصمیم ہے۔

اے یونس! کیا تو جانتا ہے کہ قدر کیا ہے؟

میں نے عرض کیا: نہیں

آپؑ نے فرمایا: اس کا کسی چیز کا اندازہ کرنا اور اس کی حد بندی کرنا ہے کہ کب ہوگی، کہاں ہوگی، کب تک رہے گی اور کب فنا ہوتی ہے پس یہ حد بندی قدر ہے اور قضا سے مراد اس کے وجود خارجی کو محکم کرنا اور اس چیز کو خارجہ میں وجود دینا ہے۔ یونس اس کے بعد میں نے آپؑ سے اجازت لی اور آپؑ کی دست بوسی کرنے کے بعد میں نے عرض کیا: آپؑ نے میرے لیے ایسی چیز بیان کی ہے جس کو میں غافل تھا۔ [1]

بیان:

قدریہ سے مراد اس حدیث میں مفوضہ ہیں جو بندے کے قادر ہونے اور اس کی قدرت اور مستقل ہونے کے قائل ہیں بس اہل جنت سے فعل کا انجام دینا سلب کیا جائے گا اللہ کی طرف ہدایت ہونے کے اسناد کے ساتھ اور اہل جہنم سے بھی ان کے فعل کو سلب کیا جائے گا شقاوت کے غالب ہونے کی خاطر اور ابلیس سے بھی سلب ہوگا اللہ سے دور کرنے کی خاطر۔

اور یونس کے قول بماشاء اللہ اور امام علیہ السلام کے قول ''ماشاء اللہ'' میں فرق یہ ہے کہ: بتحقیق پہلا خالص جبر ہے اس

[1] مختصر البصائر: ۳۷۹؛ مجمع البحرین: ۱/ ۲۵۷؛ بحار الانوار: ۵/ ۱۱۶؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۲۳۱؛ تفسیر القمی: ۱/ ۲۴؛ تفسیر البرہان: ۱/ ۹۰

لیے اس سے انہی کیا ہے۔

اور دوسرا عام ہے اس سے اور الامر بین الامرین سے ہے اور اس لیے اس کو ثابت کیا۔

اور بتحقیق صحیح ہے جب اس سے ارادہ کیا جائے اس چیز کا جو جبر نہیں ہے

''**والذکر الاول**'' وہ لوح محفوظ ہے اور بتحقیق اس کو مشیت کہا جاتا ہے کیونکہ بتحقیق وہ وہ مرتبہ ہے جو علم کو معین کرتا ہے اس اوفق نظام کے ساتھ جو معین شدہ ہے مشیت کے ذریعے۔

جیسا کہ ہم نے اس کی طرف اشارہ کیا صفات کے ابواب کے اوائل میں۔

اور بقاء اور فنا سے ارادہ کیا گیا ہے اشیاء کی عمروں اور موتوں کا۔

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے [1] لیکن میرے نزدیک حدیث حسن کالصحیح ہے کیونکہ اسماعیل بن مراد ثقہ ثابت ہے اور تفسیر القمی کا راوی ہے [2] (واللہ اعلم)

8/445 الکافی،۱/۱۵۸/۵/۱۱ النیسابوری عن حماد بن عیسی عن الیمانی عن أبی عبد اللہ علیہ السلام قَالَ: إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَعَلِمَ مَا هُمْ صَائِرُونَ إِلَيْهِ وَ أَمَرَهُمْ وَ نَهَاهُمْ فَمَا أَمَرَهُمْ بِهِ مِنْ شَيْءٍ فَقَدْ جَعَلَ لَهُمُ السَّبِيلَ إِلَى تَرْكِهِ وَ لاَ يَكُونُونَ آخِذِينَ وَ لاَ تَارِكِينَ إِلاَّ بِإِذْنِ اللَّهِ.

امام ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ نے مخلوق کو خلق کیا ہے اور وہ جانتا ہے کہ یہ کدھر جا رہے ہیں، ان کو امر کیا ہے اور ان کو نہی کی ہے پس جو خدا نے ان کو حکم دیا ہے تو ان کے چھوڑنے کا راستہ بھی رکھا ہے اور نہ وہ انجام دیں گے اور نہ ہی ترک کریں گے مگر اذن خدا سے۔ [3]

بیان:

شیخ صدوق کی توحید اور الاحتجاج میں اس طرح ہے۔ پس ان کو کسی چیز کا امر نہیں کیا بس قرار دیا ہے ان کے لیے اس کے اخذ کرنے کا راستہ جس کا امر دیا ہے اور ان سے کسی چیز کو نہی کیا بس قرار دیا ہے ان کے لیے اس کے ترک کرنے کا راستہ اور یہی حقیقت ہے۔

---

[1] مراۃ العقول: ۲/ ۱۸۶

[2] المفید من معجم رجال الحدیث: ۷۰

[3] الاحتجاج: ۲/ ۳۸۷؛ مختصر البصائر: ۳۴۷؛ التوحید: ۳۴۹؛ تفسیر کنز الدقائق: ۱۳/ ۱۲۶؛ بحار الانوار: ۵/ ۲۶ و ۵۱ و ۳۷؛ تفسیر نور الثقلین: ۲/ ۴۰ و ۵۳ / ۲۷۹؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۲۳۵؛ مجمع البحرین: ۲/ ۲۰۱

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول کالصحیح ہے [1] لیکن میرے نزدیک حدیث حسن کالصحیح ہے کیونکہ محمد بن اسماعیل ثقہ ثابت ہے اور احتجاج میں بھی ہے جو توثیق ہے نیز التوحید میں دوسری سند درج ہے جو موثق یا حسن ہے (واللہ اعلم)

9/446 الکافی، ۱/۱۵۹/۸/۱ محمد عَنْ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ اَلْحَسَنِ زَعْلاَنَ عَنْ أَبِي طَالِبٍ اَلْقُمِّيِّ عَنْ رَجُلٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: قُلْتُ أَجْبَرَ اَللَّهُ اَلْعِبَادَ عَلَى اَلْمَعَاصِي قَالَ لاَ قُلْتُ فَفَوَّضَ إِلَيْهِمُ اَلْأَمْرَ قَالَ قَالَ لاَ قَالَ قُلْتُ فَمَا ذَا قَالَ لُطْفٌ مِنْ رَبِّكَ بَيْنَ ذَلِكَ.

ابو طالب قمی نے ایک شخص سے روایت کی ہے، اس کا بیان ہے کہ میں نے امام ابو عبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آیا اللہ نے بندوں کو گناہوں پر مجبور کیا ہے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: نہیں۔

میں نے عرض کیا: آیا اللہ نے امر بندوں کے سپرد کر دیا ہے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: نہیں

میں نے عرض کیا: پھر معاملہ کیا ہے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: تیرے رب کا لطف ان دونوں کے درمیان ہے۔ [2]

بیان:

یعنی: وہ دقیق، گہری، عمیق معنی ہے اس کی جس کو اللہ نے خلق کیا ہے جس کا ادراک لطیف ہے عقل اور افہام سے اور وہ ایسا امر ہے جو جبر اور تفویض کے درمیان ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے۔ [3]

10/447 الکافی، ۱/۱۵۹/۹/۱ علی عن العبیدی عن یونس عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ وَ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِمَا اَلسَّلاَمُ قَالاَ: إِنَّ اَللَّهَ أَرْحَمُ بِخَلْقِهِ مِنْ أَنْ يُجْبِرَ خَلْقَهُ عَلَى اَلذُّنُوبِ ثُمَّ يُعَذِّبَهُمْ عَلَيْهَا وَ اَللَّهُ أَعَزُّ مِنْ أَنْ يُرِيدَ أَمْراً فَلاَ يَكُونَ قَالَ فَسُئِلاَ عَلَيْهِمَا اَلسَّلاَمُ هَلْ بَيْنَ اَلْجَبْرِ وَ اَلْقَدَرِ

[1] مرآۃ العقول: ۲/ ۱۸۸

[2] تفسیر کنز الدقائق: ۱۳/ ۲۸۶؛ تفسیر نور الثقلین: ۵/ ۳۴۴؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۲۳۵؛ بحار الانوار: ۵/ ۸۳

[3] مرآۃ العقول: ۲/ ۱۹۰

مَنْزِلَةٌ ثَالِثَةٌ قَالاَ نَعَمْ أَوْسَعُ مِمَّا بَيْنَ اَلسَّمَاءِ وَ اَلْأَرْضِ.

ترجمہ: امام ابوجعفر محمد باقر علیہ السلام اور امام ابو عبداللہ الصادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ اپنی مخلوق پر بہت زیادہ رحیم ہے کہ ان کو گناہوں پر مجبور کرے اور پھر ان کو عذاب بھی دے۔ اللہ بہت عزت والا اور غلبہ والا ہے کہ وہ ان سے اس چیز کا ارادہ کرے جبکہ وہ ہو ہی نہ۔

راوی کہتا ہے کہ آپ دونوں علیہما السلام سے سوال کیا گیا: کیا جبر وقدر کے درمیان کوئی تیسری منزل ہے؟

آپ دونوں علیہما السلام نے فرمایا: ہاں ان دونوں کے درمیان ایسا مقام ومنزل ہے جو آسمان وزمین کے درمیان فاصلہ سے بھی زیادہ وسیع ہے۔ [1]

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل کالصحیح ہے۔ [2]

11/448 الکافی،۱/۱۰/۱۵۹/۱ بهذا الإسناد عن یونس عَنْ صَالِحِ بْنِ سَهْلٍ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِهِ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: سُئِلَ عَنِ اَلْجَبْرِ وَ اَلْقَدَرِ فَقَالَ لاَ جَبْرَ وَ لاَ قَدَرَ وَ لَكِنْ مَنْزِلَةٌ بَيْنَهُمَا فِيهَا اَلْحَقُّ اَلَّتِي بَيْنَهُمَا لاَ يَعْلَمُهَا إِلاَّ اَلْعَالِمُ أَوْ مَنْ عَلَّمَهَا إِيَّاهُ اَلْعَالِمُ .

ترجمہ: صالح بن سہل نے اپنے بعض اصحاب سے روایت کی ہے کہ امام ابو عبداللہ علیہ السلام سے جبر اور قدر کے بارے میں سوال ہوا تو آپؑ نے فرمایا: نہ جبر ہے اور نہ قدر ہے لیکن ان دونوں کے درمیان منزل ہے اور وہی حق ہے اور اس کو سوائے عالم کے کوئی نہیں جانتا یا وہ کہ جس کو عالم نے تعلیم دی ہو (یا جس نے عالم سے علم حاصل کیا ہو)۔ [3]

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔ [4]

12/449 الکافی،۱/۱۱/۱۵۹/۱ بهذا الإسناد عَنْ يُونُسَ عَنْ عِدَّةٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: قَالَ لَهُ رَجُلٌ جُعِلْتُ فِدَاكَ أَجْبَرَ اَللَّهُ اَلْعِبَادَ عَلَى اَلْمَعَاصِي فَقَالَ [قَالَ خ ل] اَللَّهُ أَعْدَلُ مِنْ أَنْ

[1] التوحید: ۳۶۰؛ مختصر البصائر: ۳۵۰؛ تفسیر کنز الدقائق: ۱۳/ ۲۸۷؛ تفسیر نور الثقلین: ۵/ ۴۴۳؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۲۳۴؛ بحار الانوار: ۵/ ۵۱؛ ھدایۃ الامہ: ۱/ ۱۰

[2] مرآۃ العقول: ۲/ ۱۹۲

[3] تفسیر نور الثقلین: ۵/ ۳۴۵؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۲۳۶؛ تفسیر کنز الدقائق: ۱۳/ ۲۸۷

[4] مرآۃ العقول: ۲/ ۱۹۳

يُجْبِرَهُمْ عَلَى ٱلْمَعَاصِي ثُمَّ يُعَذِّبَهُمْ عَلَيْهَا فَقَالَ لَهُ جُعِلْتُ فِدَاكَ فَفَوَّضَ ٱللَّهُ إِلَى ٱلْعِبَادِ قَالَ فَقَالَ لَوْ فَوَّضَ إِلَيْهِمْ لَمْ يَحْصُرْهُمْ بِالْأَمْرِ وَ ٱلنَّهْيِ فَقَالَ لَهُ جُعِلْتُ فِدَاكَ فَبَيْنَهُمَا مَنْزِلَةٌ قَالَ فَقَالَ نَعَمْ أَوْسَعُ مَا بَيْنَ ٱلسَّمَاءِ وَ ٱلْأَرْضِ.

ایک شخص نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان ہو جاؤں! کیا اللہ نے بندوں کو گناہوں پر مجبور کیا ہے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: نہیں۔ اللہ بہت بڑا عادل ہے کہ وہ لوگوں کو گناہوں پر مجبور کرے اور پھر ان کو ان گناہوں پر عذاب بھی دے۔

اس نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان ہو جاؤں! کیا اللہ نے امور بندوں کے سپرد کر دیے ہیں؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: اگر خدا نے تمام امور بندوں کے سپرد کر دیئے ہیں تو پھر ان کو امر اور نہی میں محصور کیوں کرتا ہے۔

اس نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان ہو جاؤں! کیا ان کے درمیان کوئی راستہ ہے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: ہاں وہ زمین آسمان کے درمیان فاصلہ سے زیادہ وسیع ہے۔[1]

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل کالصحیح ہے[2] یا پھر حدیث صحیح ہے[3] اور میرے نزدیک بھی حدیث صحیح ہے۔(واللہ اعلم)

13/450 الکافی،۱/۱۶۰/۱۳/۱ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَبْدِ ٱللَّهِ عَنْ حُسَيْنِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى عَمَّنْ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي عَبْدِ ٱللَّهِ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ قَالَ: لاَ جَبْرَ وَ لاَ تَفْوِيضَ وَ لَكِنْ أَمْرٌ بَيْنَ أَمْرَيْنِ قَالَ قُلْتُ وَ مَا أَمْرٌ بَيْنَ أَمْرَيْنِ قَالَ مَثَلُ ذَلِكَ رَجُلٌ رَأَيْتَهُ عَلَى مَعْصِيَةٍ فَنَهَيْتَهُ فَلَمْ يَنْتَهِ فَتَرَكْتَهُ فَفَعَلَ تِلْكَ ٱلْمَعْصِيَةَ فَلَيْسَ حَيْثُ لَمْ يَقْبَلْ مِنْكَ فَتَرَكْتَهُ كُنْتَ أَنْتَ ٱلَّذِي أَمَرْتَهُ بِالْمَعْصِيَةِ.

امام ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: نہ جبر ہے اور نہ تفویض ہے بلکہ امر ان دونوں امروں کے درمیان ہے۔ میں نے عرض کیا: یہ امر بین الامرین کیا ہے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کو تو دیکھتا ہے کہ وہ گناہ کر رہا ہے اور تو اس کو روکتا ہے لیکن وہ

[1] الفصول المہمہ: ۱/ ۲۳۲؛ تفسیر نور الثقلین: ۵/ ۳۴۵؛ تفسیر کنز الدقائق: ۱۳/ ۲۸۷

[2] مرآۃ العقول: ۲/ ۱۹۳

[3] محاضرات فی اصول الفقہ: ۲/ ۸۳؛ التوحید حیدری: ۲/ ۸۸؛ الحاکمات: ۳/ ۱۰۹

رُکتا نہیں ہے اور تو اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیتا ہے پس وہ گناہ کر لیتا ہے۔ چنانچہ اس نے تیری بات کو قبول نہیں کیا اور تو نے اس کو چھوڑ دیا۔ لیکن تو وہ نہیں ہے کہ تو نے اس کو گناہ کرنے کا حکم دیا ہے۔[1]

بیان:

یہ بہت اچھی مثال ہے اس عامی ضعیف مخاطب کے لیے جس کی فہم کوتاہ ہے امر بین الامرین کی کیفیت کو درک کرنے سے اور یہ مثال اس کی فہم کے قریب ہے اور اس کے اعتقاد کی حفاظت کرنے والی ہے حتی یہ عقیدہ نہ رکھے کہ بندہ مجبور ہے اپنے افعال میں اور نہ ہی اس کو اختیار دیا گیا ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے[2] لیکن "التوحید" میں مکمل سند سے مروی ہے لیکن حدیث مجہول ہے کیونکہ خنیس بن محمد کے حالات نہیں مل سکے ہیں البتہ باقی راوی ثقہ ہیں۔ (واللہ اعلم)

۵۵_باب الاستطاعة

استطاعت

1/451 الکافی،۱/۱/۱۶۰/۱ عَلِيٌّ عَنِ اَلْحَسَنِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدٍ اَلْقَاسَانِيِّ عَنِ اِبْنِ أَسْبَاطٍ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا اَلْحَسَنِ اَلرِّضَا عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ عَنِ اَلاِسْتِطَاعَةِ فَقَالَ يَسْتَطِيعُ اَلْعَبْدُ بَعْدَ أَرْبَعِ خِصَالٍ أَنْ يَكُونَ مُخَلَّى اَلسَّرْبِ صَحِيحَ اَلْجِسْمِ سَلِيمَ اَلْجَوَارِحِ لَهُ سَبَبٌ وَارِدٌ مِنَ اَللَّهِ قَالَ قُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاكَ فَسِّرْ لِي هَذَا قَالَ أَنْ يَكُونَ اَلْعَبْدُ مُخَلَّى اَلسَّرْبِ صَحِيحَ اَلْجِسْمِ سَلِيمَ اَلْجَوَارِحِ يُرِيدُ أَنْ يَزْنِيَ فَلاَ يَجِدُ اِمْرَأَةً ثُمَّ يَجِدُهَا فَإِمَّا أَنْ يَعْصِمَ نَفْسَهُ فَيَمْتَنِعَ كَمَا اِمْتَنَعَ يُوسُفُ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ أَوْ يُخَلِّيَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ إِرَادَتِهِ فَيَزْنِيَ فَيُسَمَّى زَانِياً وَلَمْ يُطِعِ اَللَّهَ بِإِكْرَاهٍ وَلَمْ يَعْصِهِ بِغَلَبَةٍ.

ابن اسباط بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام ابوالحسن امام رضاؑ سے سوال کیا کہ استطاعت کیا ہے؟

---

[1] الاعتقادات: ۲۹؛ التوحید: ۳۶۲؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۲۴۰؛ تصحیح الاعتقادات: ۴۶؛ بحار الانوار: ۵/ ۱۷؛ تفسیر البرہان (مقدمہ): ۱/ ۲۶؛ مجمع البحرین: ۳/ ۲۳۱

[2] مراۃ العقول: ۲/ ۱۹۵

آپ علیہ السلام نے فرمایا: چار خصال کے حاصل ہونے کے بعد بندہ استطاعت حاصل کرتا ہے: راستہ کھلا ہوا ہو، انسان تندرست ہو، اس کے اعضاء سالم ہوں اور، اس کے لیے خدا کی طرف سے کوئی سبب پیدا ہو جائے۔

میں نے عرض کیا: خدا مجھے آپؑ پر قربان کردے! آپؑ اس کی وضاحت فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: راہ کھلا ہے، بندہ تندرست بھی ہے، اعضاء بھی سالم ہیں اور بندہ زنا کرنا چاہتا ہے لیکن عورت میسر نہیں ہے تو وہ زنا نہیں کرسکتا۔ اب کچھ دیر کے بعد عورت بھی میسر ہو جائے اور پھر وہ اپنے آپ کو روک کر رکھے اور گناہ نہ کرے جیسے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے کیا تھا اور یہ سوچے کہ اگر میں نے زنا کردیا تو مجھے زانی کہا جائے گا اور خدا کا نافرمان کہا جائے گا پس یہ سوچ کر وہ زنا نہ کرے تو اس نے اطاعت خدا مجبور ہو کر نہیں کی اور نافرمانی بھی مغلوب ہو کر نہیں کرتا۔ [1]

بیان:

''السرب'' سین کی فتح کے ساتھ یعنی راستہ، طریق۔

اور فلان آمن فی سربہ ''سین'' کے کسرے کے ساتھ یعنی فلان نے اپنے آپ کو امان دی۔

فلان واسع السرب یعنی: زندگی کو بہتر کیا۔

اور وہ بیان پہلے گزر چکا ہے جو اس حدیث اور حدیث کے مابعد کی شرح کی صلاحیت رکھتا ہے۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے [2] لیکن میرے نزدیک یہ سند حسن ہے کیونکہ علی بن محمد القاسانی کے بارے کہا گیا ہے کہ وہ احمد بن محمد بن عیسیٰ ہی ہے اور وہ ثقہ ثابت ہے نیز اس کی دوسری سند التوحید میں ہے جو صحیح ہے (واللہ اعلم)

2/452 الکافی،۱/۱۶۱/۲/۱ محمد و علی عن أحمد عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَلْحَكَمِ وَ عَبْدِ اَللَّهِ بْنِ يَزِيدَ جَمِيعاً عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ اَلْبَصْرَةِ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ عَنِ اَلاِسْتِطَاعَةِ فَقَالَ أَ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَعْمَلَ مَا لَمْ يُكَوَّنْ قَالَ لاَ قَالَ فَتَسْتَطِيعُ أَنْ تَنْتَهِيَ عَمَّا قَدْ كُوِّنَ قَالَ لاَ قَالَ فَقَالَ لَهُ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ فَمَتَى أَنْتَ مُسْتَطِيعٌ قَالَ لاَ أَدْرِي قَالَ فَقَالَ لَهُ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ إِنَّ اَللَّهَ خَلَقَ خَلْقاً فَجَعَلَ فِيهِمْ آلَةَ اَلاِسْتِطَاعَةِ ثُمَّ لَمْ يُفَوِّضْ إِلَيْهِمْ فَهُمْ مُسْتَطِيعُونَ لِلْفِعْلِ وَقْتَ اَلْفِعْلِ مَعَ اَلْفِعْلِ إِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ اَلْفِعْلَ فَإِذَا لَمْ يَفْعَلُوهُ فِي مُلْكِهِ

[1] تفسیر البرہان:۴/ ۲۷۲؛ التوحید: ۳۴۷؛ بحار الانوار: ۵/ ۳۷؛ الاعتقادات: ۳۸؛ فقہ الرضاؑ ۳۵۱

[2] مرآۃ العقول: ۲/ ۲۱۴

لَمْ يَكُونُوا مُسْتَطِيعِينَ أَنْ يَفْعَلُوا فِعْلاً لَمْ يَفْعَلُوهُ لِأَنَّ اَللَّهَ عَزَّ وَ جَلَّ أَعَزُّ مِنْ أَنْ يُضَادَّهُ فِي مُلْكِهِ أَحَدٌ قَالَ اَلْبَصْرِيُّ فَالنَّاسُ مَجْبُورُونَ قَالَ لَوْ كَانُوا مَجْبُورِينَ كَانُوا مَعْذُورِينَ قَالَ فَفَوَّضَ إِلَيْهِمْ قَالَ لاَ قَالَ فَمَا هُمْ قَالَ عَلِمَ مِنْهُمْ فِعْلاً فَجَعَلَ فِيهِمْ آلَةَ اَلْفِعْلِ فَإِذَا فَعَلُوهُ كَانُوا مَعَ اَلْفِعْلِ مُسْتَطِيعِينَ قَالَ اَلْبَصْرِيُّ أَشْهَدُ أَنَّهُ اَلْحَقُّ وَ أَنَّكُمْ أَهْلُ بَيْتِ اَلنُّبُوَّةِ وَ اَلرِّسَالَةِ.

اہل بصرہ سے ایک شخص نے بیان کیا کہ میں نے امام ابوعبداللہ علیہ السلام سے استطاعت کے بارے میں سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم وہ کام کر سکتے ہو جو ہوا ہی نہیں؟

میں نے عرض کیا: نہیں۔

آپ علیہ السلام نے پھر فرمایا: کیا تم استطاعت رکھتے ہو کہ اس کام سے اپنے آپ کو روک لو جو ہو چکا ہے؟

میں نے کہا: نہیں۔

آپؑ نے فرمایا: تو کب استطاعت رکھے گا؟

میں نے عرض کیا: میں نہیں جانتا۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: خدا نے مخلوق کو خلق کیا ہے اور پھر ان میں استطاعت کے آلات کو رکھا ہے پھر کام ان کو تفویض نہیں کیے۔ بلکہ وہ جب کام کو انجام دیتے ہیں وہ کام کے وقت اس کام کے کرنے پر استطاعت رکھتے ہیں۔

پس اگر وہ خدا کے ملک میں کام انجام نہیں دیتے وہ استطاعت بھی نہیں رکھتے کہ وہ اس کو انجام دیں لہذا وہ انجام نہیں دیں گے کیونکہ خدا اس سے عزیز تر ہے کہ کوئی اس کے مقابل میں مقابلہ کرے۔

اس بصری نے کہا: کیا لوگ مجبور ہیں؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: اگر وہ مجبور ہیں تو وہ معذور ہیں۔

کیا: امر ان کے سپرد کر دیا ہے۔

فرمایا: نہیں

اس نے عرض کیا: آخر معاملہ کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ ان کو جانتا ہے اور ان کے کام کو بھی جانتا ہے اور اس نے ان کے اندر آلہ فعل بھی رکھا ہے اور جب وہ فعل کو انجام دیتے ہیں تو وہ اس وقت اس پر استطاعت بھی رکھتے ہیں۔

بصری نے کہا:

میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ حق ہے اور آپؑ اہل بیت نبوت و رسالت ہیں۔ [1]

بیان:

'' فجعل فیھم آلة الاستطاعة '' امام علیہ السلام کے اس قول سے لے کر '' فی ملکہ احد '' تک معنی یہ ہے کہ: بتحقیق بندہ انجام نہیں دیتا مگر اس سے جو اللہ ارادہ کرے تو وہ مستطیع ہے اس فعل کے انجام دینے کے لیے، فعل اور کام کے وقت میں نہ کہ ترک کرنے کے لیے اور اس کو ترک کرنے کے لیے مستطیع ہے۔ اس کے ترک کرنے کے وقت میں نہ کہ انجام دینے کے لیے پس استطاعت نہیں رکھتا سارے وقت میں مگر اس چیز کے لیے جس کے لیے اللہ نے استطاعت کا آلہ قرار دیا ہے۔

پھر امام علیہ السلام نے اشارہ کیا اس طرف کہ بتحقیق لوگ اس کے باوجود کہ استطاعت رکھتے ہیں مجبور نہیں ہیں اور امر ان کے حوالے بھی نہیں کیا گیا۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے۔ [2]

3/453 الکافی،۱/۱۶۲/۳/۱ محمد و علی عن أحمد و محمد بن أبی عبد الله عن سهل جمیعاً عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ عَنْ صَالِحٍ النِّيلِيِّ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ هَلْ لِلْعِبَادِ مِنَ الاِسْتِطَاعَةِ شَيْءٌ قَالَ فَقَالَ لِي إِذَا فَعَلُوا الْفِعْلَ كَانُوا مُسْتَطِيعِينَ بِالاِسْتِطَاعَةِ الَّتِي جَعَلَهَا اللَّهُ فِيهِمْ قَالَ قُلْتُ وَ مَا هِيَ قَالَ الْآلَةُ مِثْلُ الزَّانِي إِذَا زَنَى كَانَ مُسْتَطِيعاً لِلزِّنَا حِينَ زَنَى وَ لَوْ أَنَّهُ تَرَكَ الزِّنَا وَ لَمْ يَزْنِ كَانَ مُسْتَطِيعاً لِتَرْكِهِ إِذَا تَرَكَ قَالَ ثُمَّ قَالَ لَيْسَ لَهُ مِنَ الاِسْتِطَاعَةِ قَبْلَ الْفِعْلِ قَلِيلٌ وَ لاَ كَثِيرٌ وَ لَكِنْ مَعَ الْفِعْلِ وَ التَّرْكِ كَانَ مُسْتَطِيعاً قُلْتُ فَعَلَى مَا ذَا يُعَذِّبُهُ قَالَ بِالْحُجَّةِ الْبَالِغَةِ وَ الْآلَةِ الَّتِي رَكَّبَ فِيهِمْ إِنَّ اللَّهَ لَمْ يُجْبِرْ أَحَداً عَلَى مَعْصِيَتِهِ وَ لاَ أَرَادَ إِرَادَةَ حَتْمٍ الْكُفْرَ مِنْ أَحَدٍ وَ لَكِنْ حِينَ كَفَرَ كَانَ فِي إِرَادَةِ اللَّهِ أَنْ يَكْفُرَ وَ هُمْ فِي إِرَادَةِ اللَّهِ وَ فِي عِلْمِهِ أَنْ لاَ يَصِيرُوا إِلَى شَيْءٍ مِنَ الْخَيْرِ قُلْتُ أَرَادَ مِنْهُمْ أَنْ يَكْفُرُوا قَالَ لَيْسَ هَكَذَا أَقُولُ وَ لَكِنِّي أَقُولُ عَلِمَ أَنَّهُمْ سَيَكْفُرُونَ فَأَرَادَ الْكُفْرَ لِعِلْمِهِ فِيهِمْ وَ لَيْسَتْ

---

[1] تفسیر نور الثقلین:۵/۳۴۵؛ تفسیر البرہان:۴/۷۴۲؛ تفسیر کنز الدقائق:۱۳/۲۸۷؛ بحار الانوار:۵/۴۲ (بفرق الفاظ)

[2] مرآۃ العقول:۲/۲۱۸

هِيَ إِرَادَةُ حَتْمٍ إِنَّمَا هِيَ إِرَادَةُ اِخْتِيَارٍ.

صالح النیلی بیان کرتا ہے کہ میں نے حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام سے سوال کیا: بندوں کے لیے استطاعت میں کوئی چیز ہے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: جب کوئی بندہ فعل کو انجام دیتا ہے تو وہ اس استطاعت کی وجہ سے انجام دیتا ہے جو خدا نے اس بندے کے اندر رکھی ہے۔

میں نے عرض کیا: وہ کیا چیز ہے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: وہ فعل کے انجام دینے والا آلہ ہے۔ جیسا کہ زانی جب زنا کرتا ہے تو وہ زنا پر استطاعت بھی رکھتا ہے تو زنا کرتا ہے اور اگر زنا نہیں کرتا تو بھی اس کے ترک کرنے پر استطاعت رکھتا ہے تبھی تو اس نے ترک کیا ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: بندے کو فعل سے پہلے کم یا زیادہ کوئی استطاعت حاصل نہیں ہے لیکن فعل کے وقت اور ترک کرنے کے وقت وہ استطاعت رکھتا ہے۔

میں نے عرض کیا: پھر بندے کو عذاب کیوں ہوتا ہے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: اس حجہ بالغہ اور اس آلہ کی وجہ سے جو اس کے اندر رکھے گئے ہیں۔ اللہ نے کسی کو مجبور نہیں کیا کہ وہ گناہ کرے اور خدا کسی کے کفر کا بھی ارادہ نہیں رکھتا لیکن جب وہ گناہ کرتا ہے یا کفر کرتا ہے تو اللہ کا ارادہ ہے کہ وہ کفر کرے گا۔ کیونکہ اللہ کے ارادہ میں اور اللہ کے علم میں ہے کہ کفار خیر کی طرف نہیں آئیں گے۔

میں نے عرض کیا: آیا اللہ ان سے کفر کا ارادہ رکھتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: میں نے ایسا نہیں کہا بلکہ میں نے کہا ہے کہ وہ جانتا ہے کہ یہ کفر کرے گا تو اس نے اس سے کفر کا ارادہ اس علم کی وجہ سے کیا ہے جو وہ ان کے بارے میں پہلے سے رکھتا ہے اور یہ ارادہ حتمی نہیں ہے بلکہ یہ ارادہ اختیار ہے۔[1]

بیان:

"لیس له من الاستطاعة قبل الفعل قلیل ولا کثیر" یہ قول اشارہ ہے اولویت کے ساتھ فعل واقع ہونے کی نفی کی طرف اور تقریر اور ثابت کرنے کی طرف کہ بتحقیق جو چیز واجب نہ ہو وہ پائی نہیں جاتی۔

اور سائل کے قول کہ "فعلی ما ذا یعذبہ؟" کا معنی یہ ہے کہ: جب بندے کا فعل موقوف ہو اللہ کی قدرت اور استطاعت پر

[1] تفسیر البرہان: ۴/۸۲۷؛ تفسیر کنز الدقائق: ۲۸۸/۱۳؛ تفسیر نور الثقلین: ۳۴۵/۵

اللہ کی مخلوق ہونے کے ساتھ اور اس کو اس میں قرار دے تو پھر کیوں کافر اور عاصی کو عذاب دے گا۔

تو امام علیہ السلام نے جواب دیا کہ: بتحقیق اللہ کا بندوں کو عذاب دینا کسی غرض کے لیے نہیں ہے جو اللہ کے لیے ہو کیونکہ اللہ کسی غرض سے بریٔ ہے اور اپنے غیر سے غنی ہے بلکہ حجت بالغہ اور حکمت کاملہ ایک گروہ کے عذاب کو اور ایک گروہ کی نعمتوں کو مترتب کرتی ہے۔ اس لیے کہ ان میں سے ہر ایک میں آلات کو ترکیب دیا ہے اور ان کے لیے دواعی اور ارادوں کو خلق کیا ہے جو معاصی اور اطاعتوں اور شرور اور خیرات کے اسباب ہیں۔

بس تقسیم ہوتے ہیں اللہ کے افعال دو قسموں کی طرف ایک وہ فعل جو بالذات مطلوب مقصد تک پہنچاتے ہیں اور وہ فعل جو بالعرض ایک دوسرے مقصد کی طرف لے جاتے ہے۔

بس پہلے قسم پر محبوب اور پسندیدہ نام اطلاق کرتا ہے اور دوسرے پر مکروہ نام اطلاق کرتا ہے۔

اور تقسیم ہوتے ہیں اس کے بندے بھی کہ جو اس کا فعل اور اختراع ہیں ایک وہ جن کے لیے سبقت لی ہے نیک عنایت نے، اس پر دواعی اور اسباب کے مسلط ہونے کے ذریعے تا کہ ان کو حکمت کی غایت تک پہنچائے۔

اور دوسرا قسم یہ کہ جن کے لیے سبقت لی ہے مشیت نے صدمے اور ہلاکت کے ساتھ تا کہ ان کو حکمت کی غایت تک پہنچائے

بس ان میں سے سب کے لیے نسبت ہے مشیت ربانی کی طرف۔

''ان اللہ لم یجبر احدا علی معصیتہ'' اللہ مجبور نہیں کرتا کسی کو معصیت کرنے پر اس کی دلیل یہ ہے کہ: بتحقیق مجبور وہ شخص ہے جس کا فعل اس کی قدرت اور اس کے انجام دینے پر اور ارادے پر مترتب نہیں ہے۔

اور یہاں معصیت موقوف ہے ان امور پر جیسا تم نے سمجھا،

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے [1] لیکن میرے نزدیک اس کی دو اسناد حسن اور ایک سہل کی وجہ سے موثق ہے کیونکہ اگرچہ صالح العلیٰ کی تضعیف کی گئی ہے لیکن وہ کامل الزیارات کا راوی ہے جو توثیق ہے اور میرے نزدیک یہ راجح ہے۔ (واللہ اعلم)

5/454 الکافی ۱/۳/۱۶۲/۱ محمد عن ابن عیسی عن الحسین عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِنَا عَنْ عُبَيْدِ بْنِ زُرَارَةَ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ حُمْرَانَ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ عَنِ اَلاِسْتِطَاعَةِ فَلَمْ يُجِبْنِي فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ دَخْلَةً أُخْرَى فَقُلْتُ أَصْلَحَكَ اَللَّهُ إِنَّهُ قَدْ وَقَعَ فِي قَلْبِي مِنْهَا شَيْءٌ لاَ يُخْرِجُهُ إِلاَّ شَيْءٌ أَسْمَعُهُ مِنْكَ قَالَ فَإِنَّهُ لاَ يَضُرُّكَ مَا كَانَ فِي قَلْبِكَ قُلْتُ أَصْلَحَكَ اَللَّهُ إِنِّي أَقُولُ إِنَّ اَللَّهَ

[1] مرآۃ العقول: ۲/ ۲۱۹

تَبَارَكَ وَ تَعَالَى لَمْ يُكَلِّفِ الْعِبَادَ مَا لاَ يَسْتَطِيعُونَ وَلَمْ يُكَلِّفْهُمْ إِلاَّ مَا يُطِيقُونَ وَ أَنَّهُمْ لاَ يَصْنَعُونَ شَيْئاً مِنْ ذَلِكَ إِلاَّ بِإِرَادَةِ اَللَّهِ وَ مَشِيئَتِهِ وَ قَضَائِهِ وَ قَدَرِهِ قَالَ فَقَالَ هَذَا دِينُ اَللَّهِ اَلَّذِي أَنَا عَلَيْهِ وَ آبَائِي أَوْ كَمَا قَالَ.

حمزہ بن حمران بیان کرتا ہے کہ میں نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے استطاعت کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے میرے سوال کا جواب نہ دیا۔ پھر میں دوسری مرتبہ آپؑ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: خدا آپؑ کے امور کی اصلاح فرمائے! میرے دل میں ایک چیز داخل ہو چکی ہے اور وہ اس وقت تک باہر نہیں نکلے گی جب تک میں اس کے بارے میں آپؑ سے سن نہ لوں۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: جو تیرے دل کے اندر چیز ہے وہ تیرے لیے نقصان دہ نہیں ہے۔

میں نے عرض کیا: میں کہتا ہوں کہ خدا بندوں کو ان کی استطاعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا اور ان کو ان کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا اور وہ کچھ نہیں کرتے مگر اللہ کے ارادہ و مشیت اور اس کی قضا و قدر کے ساتھ۔

آپؑ نے فرمایا: یہ میرا اور میرے آباؤ اجداد کا دین ہے۔[1]

بیان:

اس کا بیان آئے گا کتاب الحج کے پہلے نادر ابواب میں جو اس باب کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرسل ہے[2] لیکن اس کی دوسری سند "التوحید" میں ہے جو حسن ہے کیونکہ اس میں حسین بن حسن بن ابان بھی ثقہ ثابت ہے اس لیے کہ وہ "کامل الزیارات" کا راوی ہے اور حمزہ بن حمران بھی تحقیقاً ثقہ ثابت ہے۔ (واللہ اعلم)

۵۶_باب البیان و التعریف و لزوم الحجة

بیان و تعریف و لزوم حجت

1/455 الکافی،۱/۱۶۲/۱/۱ محمد و غیرہ عن ابن عیسی عن الحسین عن ابن أبي عمیر الکافی النیسابوریان عن ابن أبي عمیر عن جمیل بن دراج عن ابن الطیار عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ

[1] التوحید:۳۴۶؛ تفسیر البرہان:۴/۴۸؛ تفسیر کنز الدقائق:۱۱/۹۰؛ تفسیر نور الثقلین:۴/۵۶۵و۳۰۵؛ بحار الانوار:۵/۳۶

[2] مرآۃ العقول:۲/۲۲۰

اَلسَّلاَمُ قَالَ: إِنَّ اَللَّهَ اِحْتَجَّ عَلَى اَلنَّاسِ بِمَا آتَاهُمْ وَ عَرَّفَهُمْ.

ابن الطیار بیان کرتے ہیں کہ امام ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ لوگوں سے اس چیز کے ساتھ احتجاج کرتا ہے جو ان کو عطا کرتا ہے اور جس کی ان کو معرفت عطا کرتا۔[1]

بیان:

یعنی: عقل اور فہم کے ملنے سے اور ان کو پہنچوایا ہے خیر اور شر بغیر اس کے جو نہیں آیا اور نہیں پہنچوایا ان میں سے۔ اور نفی نہیں کرتا یہ طاقت کے ساتھ کوشش کرنے کے ساتھ بس یہ بھی اسباب میں سے ہے ایسا نہ ہو تو معرفت کا حاصل کرنا مترتب ہوگا کوشش کرنے پر امکان کے صورت میں اور اللہ کی مشیت کے حساب سے اور مترتب ہوگا انسانوں کے درجات کے اختلاف پر ہمت اور استعداد میں اور ان پر نہیں ہے مگر ان کے پیچھے جانا مقدمات کے حاصل کرنے کے ساتھ۔

جیسا کہ وارد ہوا ہے حدیث نبوی میں:

تمہارے زندگی کے ایام میں، مناسب اوقات اور فرصتوں کو خدا نے تمہارے اختیار میں رکھا ہے محنت کرو ان فرصتوں سے فائدہ حاصل کرو۔

اور سب کچھ میسر ہے ان کے لیے جن کو اس کے لیے خلق کیا گیا ہے۔ بس بندہ عذاب اور عقوبت کا مستحق ہوتا ہے واجب کے ترک کرنے میں یا حرام کے انجام دینے میں جب اس کے لیے اس کو مکلف بنایا جائے اور مکلف بہ یعنی جس چیز کا مکلف کیا گیا اس کو پہنچوایا جائے۔

اور کلی طور پر یہ کہ اس کی ذات میں فضیلت کی صلاحیت ہے یا جو دین کی طرف بلائے وہ صلاحیت ہے پھر اس کے حاصل کرنے میں محنت کرے یا اپنے راستے سے گمراہ ہو جائے اس میں کوتاہی کی مقدار کے سبب اور اپنے حساب سے

تحقیق اسناد:

حدیث سند اول سے حسن اور سند دوم سے مجہول کالصحیح ہے[2] اور اس کی ایک سند التوحید میں ہے جو حسن ہے جب کہ اس کی دو اسناد "المحاسن" میں ہیں جن میں سے ایک مرسل اور دوسری موثق یا حسن ہے کیونکہ اس میں محمد بن علی الصیرفی ہے جس کی اگرچہ تضعیف کی گئی ہے لیکن وہ "کامل الزیارات" کا راوی ہے جو توثیق ہے اور میرے نزدیک یہی راجح ہے اور اس پر غلو کا الزام ثابت نہیں ہے۔ (واللہ اعلم)

---

[1] التوحید: ۴۱۰؛ الفصول المہمہ: ۱/۲۷۶؛ اثبات الہداۃ: ۱/۶۳؛ الاعتقادات: ۴۳؛ بحار الانوار: ۵/۱۹۶؛ المحاسن: ۱/۲۷۵ و ۲۳۶

[2] مرآۃ العقول: ۱/۲۲۱

2/456 الکافی،۱/۸۶/۳/۲ محمد عن محمد بن الحسین عن ابن بقاح عن سیف بن عمیرۃ عن الیمانی قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ: إِنَّ أَمْرَ اَللَّهِ كُلَّهُ عَجِيبٌ إِلاَّ أَنَّهُ قَدِ اِحْتَجَّ عَلَيْكُمْ بِمَا قَدْ عَرَّفَكُمْ مِنْ نَفْسِهِ.

یمانی سے روایت ہے کہ میں نے امام ابوعبداللہ علیہ السلام سے سنا، آپؑ نے فرمایا: خدا کا ہر ایک امر عجیب ہے مگر یہ کہ اس نے تم پر حجت تمام کی ہے اسی چیز سے جس سے اس نے اپنی ذات کا تم سے تعارف کرایا ہے۔[1]

بیان:

بتحقیق اللہ تعالیٰ کی صفات اور افعال میں عجائب اور غرائب ہیں جن کے اسرار اور عمق تک کوئی نہیں پہنچتا سوائے کم لوگوں کے لیکن خدا نے آپ سے ان تک پہنچنے کو طلب نہیں کیا اور جو ان تک نہیں پہنچتے ان سے اس حساب سے عبادت کرنا طلب نہیں کیا بلکہ اس حساب سے جتنا وہ ان تک پہنچ سکے اور اللہ کو پہچاننے اتنا کافی ہے اور بتحقیق وہ تم احتجاج کرے گا اتنی معرفت کی مقدار میں جتنی تمہیں اس نے عطا کی نہ کہ اس سے زیادہ۔

تحقیق اسناد:

حدیث صحیح ہے۔[2]

3/457 الکافی،۱/۱۶۳/۳/۱ العدۃ عن البرقی عن ابن فضال عَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ مُحَمَّدٍ اَلطَّيَّارِ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ: فِي قَوْلِ اَللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ: (وَ مٰا كٰانَ اَللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْماً بَعْدَ إِذْ هَدٰاهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مٰا يَتَّقُونَ) قَالَ حَتَّى يُعَرِّفَهُمْ مَا يُرْضِيهِ وَ مَا يُسْخِطُهُ وَ قَالَ (فَأَلْهَمَهٰا فُجُورَهٰا وَ تَقْوٰاهٰا) قَالَ بَيَّنَ لَهَا مَا تَأْتِي وَ مَا تَتْرُكُ وَ قَالَ (إِنّٰا هَدَيْنٰاهُ اَلسَّبِيلَ إِمّٰا شٰاكِراً وَ إِمّٰا كَفُوراً) قَالَ عَرَّفْنَاهُ إِمَّا آخِذٌ وَ إِمَّا تَارِكٌ وَ عَنْ قَوْلِهِ (وَ أَمّٰا ثَمُودُ فَهَدَيْنٰاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا اَلْعَمىٰ عَلَى اَلْهُدىٰ) قَالَ عَرَّفْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا اَلْعَمَى عَلَى اَلْهُدَى وَ هُمْ يَعْرِفُونَ.

حمزہ بن محمد الطیار بیان کرتے ہیں کہ امام ابوعبداللہ علیہ السلام نے خدا کے قول: ''اللہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد گمراہ نہیں کرتا جب تک ان کے لیے یہ بیان نہ کر دے کہ انہوں نے کن چیزوں سے بچنا ہے۔ (التوبۃ:۱۱۵)۔'' کے بارے میں فرمایا: اس سے مراد ہے کہ اللہ اس قوم کو صرف ان چیزوں کی معرفت عطا کرتا

---

[1] اثبات الھداۃ:۱/۶۷

[2] مرآۃ العقول:۱/۳۰۲

ہے جن سے خدا راضی ہوتا ہے اور جس سے ناراض وغضب ناک ہوتا ہے۔

اور آپؑ نے خدا کے قول: ''پس اس نے برے کاموں اور تقویٰ والے کاموں کا خود بشر کو الہام کر دیا۔ (الشمس: ۸)۔'' کے بارے میں فرمایا: خداوند تعالیٰ ان کے لیے بیان کرتا ہے ان تمام اشیاء کو جن کو انجام دینا چاہیے اور جن کو چھوڑ دینا چاہیے۔

پھر آپؑ نے خدا کے قول: ''ہم نے انسان کو راستے کی ہدایت کر دی ہے خواہ شاکر ہو جائے یا کفر اختیار کرے۔(الانسان: ۳)۔'' کے بارے میں فرمایا: یعنی ہم نے انسان کو ان چیزوں کی معرفت دے دی جن کو اخذ کرنا چاہیے اور جن کو ترک کرنا چاہیے۔

پھر آپ علیہ السلام نے خدا کے قول: ''پس ہم نے ثمود کو تو ہدایت دی تھی پس انہوں نے اندھے پن کو ہدایت پر پسند کیا۔(فصلت: ۱۷)۔'' کے بارے میں فرمایا: اس سے مراد ہے کہ ہم نے ان کو معرفت عطا کی ہے پس انہوں نے ہدایت کے بدلے اندھے پن کو اختیار کیا۔ [1]

تحقیق اسناد:

حدیث حسن موثق ہے [2]

4/458 الکافی،۱/۱۶۳/۳/۱ وَفِي رِوَايَةٍ بَيَّنَّا لَهُمْ.

اور دوسری روایت میں ہے کہ ہم نے اُن پر روشن کر دیا۔ [3]

بیان:

''لیضل قوما'' یعنی: معصیت اور کفر کے ساتھ

''بعد اذا ھداھم'' یعنی ایمان کے راستے پر

تحقیق اسناد:

5/459 الکافی،۱/۱۶۳/۴/۱ علی عن العبیدی عن یونس عَنِ اِبْنِ بُكَيْرٍ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: سَأَلْتُهُ عَنْ قَوْلِ اَللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ (وَ هَدَيْنَاهُ اَلنَّجْدَيْنِ) قَالَ نَجْدَ اَلْخَيْرِ وَ

---

[1] التوحید: ۴۱۱؛ المحاسن: ۱/ ۲۷۶؛ اثبات الھداۃ: ۱/ ۶۴؛ تفسیر البرہان: ۲/ ۸۹۰ و ۴/ ۸۲۷؛ بحار الانوار: ۵/ ۳۰۱؛ الاعتقادات: ۳۶

[2] مرآۃ العقول: ۲/ ۲۲۵

[3] سابقہ کتب کے حوالہ جات

اَلشَّرِّ.

حمزہ بن محمد بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام ابوعبداللہ علیہ السلام سے خدا کے قول: ”اور ہم نے اسے دونوں راستے دکھا دیئے۔(البلد:۱۰)۔“ کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: اس سے مراد خیر و شر کے راستے ہیں۔[1]

بیان:

النجد: واضح اور روشن راستہ۔

تحقیق اسناد:

حدیث حسن موثق ہے۔[2]

6/460 الکافی،۱/۱۶۳/۵/۱ بِهَذَا ٱلْإِسْنَادِ عَنْ يُونُسَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ عَبْدِ ٱلْأَعْلَى قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ ٱللَّهِ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ أَصْلَحَكَ ٱللَّهُ هَلْ جُعِلَ فِي ٱلنَّاسِ أَدَاةٌ يَنَالُونَ بِهَا ٱلْمَعْرِفَةَ قَالَ فَقَالَ لاَ قُلْتُ فَهَلْ كُلِّفُوا ٱلْمَعْرِفَةَ قَالَ لاَ عَلَى ٱللَّهِ ٱلْبَيَانُ (لاٰ يُكَلِّفُ اَللّٰهُ نَفْساً إِلاّٰ وُسْعَهٰا) وَ (لاٰ يُكَلِّفُ اَللّٰهُ نَفْساً إِلاّٰ مٰا آتٰاهٰا) قَالَ وَ سَأَلْتُهُ عَنْ قَوْلِهِ (وَ مٰا كٰانَ اَللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْماً بَعْدَ إِذْ هَدٰاهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مٰا يَتَّقُونَ) قَالَ حَتَّى يُعَرِّفَهُمْ مَا يُرْضِيهِ وَمَا يُسْخِطُهُ.

عبدالاعلیٰ کا بیان ہے کہ میں نے امام ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: خدا آپؑ کے امور کی اصلاح فرمائے! کیا لوگوں کے درمیان ایسے آلات قرار دیئے گئے ہیں جن کے ذریعے وہ معرفت حاصل کریں؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: نہیں

میں نے عرض کیا: کیا خدا نے انسان کو معرفت کی تکلیف دی ہے؟

آپ علیہ السلام نے فرمایا: نہیں اس کا بیان کرنا خدا کے ذمہ ہے۔ ”اللہ انسان کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔(البقرۃ:۲۸۶)۔“ اور ”اللہ انسان کو اس کی تکلیف دیتا ہے جو وہ عطا کرتا ہے۔(الطلاق:۷)۔“

میں نے خدا کے اس قول: ”اللہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد گمراہ نہیں کرتا جب تک ان کے لیے یہ بیان نہ کر لے کہ انھوں نے کن چیزوں سے بچنا ہے۔(التوبۃ:۱۱۵)۔“ کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: خدا اس قوم کے لیے صرف ان اشیاء کی معرفت عطا کرتا ہے جس سے وہ راضی ہوتا ہے اور جن سے وہ

---

[1] امالی طوسی:۶۶۰؛الاعتقادات:۳۷؛التوحید:۴۱۱؛تفسیر الصافی:۵/۳۳۱؛تفسیر البرہان:۵/۶۶۳؛اثبات الھداۃ:۱/۲۵؛بحار الانوار:۵/۱۹۶؛تفسیر نور الثقلین:۵/۵۸۱؛تفسیر کنز الدقائق:۱۴/۲۸۷

[2] مرآۃ العقول:۲/۲۲۶

ناراض ہوتا ہے۔[1]

بیان:

''اداۃ ینالون بہا''یعنی: ان کی ذات میں اللہ کی طرف سے کسی رسول کی مدد کے بغیر یا اس سے وحی کے بغیر۔

''فہل کلفوا المعرفۃ''یعنی: رسولوں کے بھیجنے سے پہلے اور حجت کے لازمی کرنے سے پہلے۔

''الا وسعہا''یعنی: بغیر طاقت کے۔

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے[2] لیکن میرے نزدیک حدیث حسن ہے کیونکہ عبدالاعلیٰ العجلی ثقہ ثابت ہے[3] اور حدیث کو معتبر بھی مانا گیا ہے۔[4] (واللہ اعلم)

7/461 الكافی،۱/۱۶۳/۱/۶ بِهَذَا اَلْإِسْنَادِ عَنْ يُونُسَ عَنْ سَعْدَانَ رَفَعَهُ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: إِنَّ اَللَّهَ لَمْ يُنْعِمْ عَلَى عَبْدٍ بِنِعْمَةٍ إِلاَّ وَ قَدْ أَلْزَمَهُ فِيهَا اَلْحُجَّةَ مِنَ اَللَّهِ فَمَنْ مَنَّ اَللَّهُ عَلَيْهِ فَجَعَلَهُ قَوِيّاً فَحُجَّتُهُ عَلَيْهِ اَلْقِيَامُ بِمَا كَلَّفَهُ وَ اِحْتِمَالُ مَنْ هُوَ دُونَهُ مِمَّنْ هُوَ أَضْعَفُ مِنْهُ وَ مَنْ مَنَّ اَللَّهُ عَلَيْهِ فَجَعَلَهُ مُوَسَّعاً عَلَيْهِ فَحُجَّتُهُ عَلَيْهِ مَالُهُ ثُمَّ تَعَاهُدُهُ اَلْفُقَرَاءَ بَعْدُ بِنَوَافِلِهِ وَ مَنْ مَنَّ اَللَّهُ عَلَيْهِ فَجَعَلَهُ شَرِيفاً فِي بَيْتِهِ جَمِيلاً فِي صُورَتِهِ فَحُجَّتُهُ عَلَيْهِ أَنْ يَحْمَدَ اَللَّهَ تَعَالَى عَلَى ذَلِكَ وَ أَنْ لاَ يَتَطَاوَلَ عَلَى غَيْرِهِ فَيَمْنَعَ حُقُوقَ اَلضُّعَفَاءِ لِحَالِ شَرَفِهِ وَ جَمَالِهِ.

امام ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: خدا کسی بندے کو کوئی نعمت عطا نہیں کرتا مگر یہ کہ اس کی گردن پر حجت تمام کر دیتا ہے۔ پس جب بندے کو خدا قوت و طاقت کی نعمت عطا کرتا ہے اور اس کی حجت اس شخص پر یہ ہے۔ جس چیز کا اس کو حکم دیا گیا ہے اس کو انجام دینے میں قیام کرے اور جو اس سے کمزور و ناتواں ہے اس کے کندھوں کا بوجھ بھی ہلکا کرے اور اس کی مدد کرے اور خدا نے جس بندے پر منت و احسان کیا ہے اور اس کو مال دار بنایا ہے تو

[1] التوحید: ۴۱۳؛ الاعتقادات: ۳۶؛ اثبات الھداۃ ۱: ۶۵/۱؛ تفسیر الصافی: ۲/ ۳۸۳؛ بحار الانوار: ۵/ ۱۹۶؛ تفسیر البرہان: ۲/ ۸۶۱ و ۴/ ۸۲۷؛ تفسیر کنز الدقائق: ۵/ ۵۶۱

[2] مرآۃ العقول: ۲/ ۲۲۶

[3] المفید من معجم رجال الحدیث: ۳۰۳

[4] خلاصۃ عمدۃ الاصول خدازی: ۲/ ۱۳۸

اس کی حجت خود اس کا مال ہے جو خدا نے اسے دیا ہے پس اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنے مال سے فقراء و مساکین اور دوسرے حقداروں کو عطا کر کے اس حجت کو پورا کرے اور جس پر خدا منت و احسان کرے اور اس کو خاندان میں شریف قرار دے اور خوبصورت شکل عطا کرے تو اس کی حجت یہ ہے کہ اس نعمت پر خدا کی حمد بجالائے اور دوسرے کے سامنے تکبر نہ کرے اور اپنی اس شرافت و جمال کی وجہ سے دوسروں کے حقوق ضائع نہ کرے۔ [1]

بیان:

''قد الزمه فيها الحجة'' یعنی: اس پر واجب ہے اس کا شکر ادا کرے اس حجت پر یعنی اس کو استعمال کرے اس چیز میں جس میں وہ خلق ہوئی

''القيام بما كلفه'' یعنی: کسی کو احتیاج کے وقت کہتے ہیں کہ: کیا تم نے وہ کام کیا جس کے لیے آپ کو تکلیف دی یا وہ کام کیا جو آپ پر ضروری قرار دیا؟

یا مضاف کے حذف کرنے کی بنا پر یعنی: قدرة القیام۔

''من هو دونه'' یعنی: توشہ راہ یا آذوقہ جو شخص توشہ راہ کے بغیر ہو اور قوت شامل ہے صورت اور معنویت دونوں کو یعنی: لوگوں کے پاس جاہ و منصب۔

''فحجته عليه ماله ثم تعاهده الفقراء بعد بنوافله'' یعنی: اس کی حجت، اس کا اسے مال عطا کرنا اور اس کا فقراء تک پہنچ کر جو معاہدہ کیا ان کے ساتھ اپنے توشہ راہ سے زائد کو ان میں مصرف کرنا۔

تحقیق اسناد:

حدیث مرفوع ہے۔ [2]

8/462 الكافي، ۲/۱/۱۶۳/۱ محمد بن أبي عبد الله عن سهل عن ابن أسباط عَنِ ٱلْحُسَيْنِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ دُرُسْتَ عَمَّنْ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي عَبْدِ ٱللَّهِ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ قَالَ: سِتَّةُ أَشْيَاءَ لَيْسَ لِلْعِبَادِ فِيهَا صُنْعٌ اَلْمَعْرِفَةُ وَ ٱلْجَهْلُ وَ ٱلرِّضَا وَ ٱلْغَضَبُ وَ ٱلنَّوْمُ وَ ٱلْيَقَظَةُ.

امام ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: چھ چیزوں میں بندوں کو کوئی دخل نہیں اور ان کی کوئی صنعت نہیں ہے: معرفت، جہل، رضا، غضب، سونا اور جاگنا۔ [3]

[1] التوحید: ۴۱۳؛ مسند علی بن ابراہیم القمی: ۱/ ۱۲۸؛ مسند الامام الصادق: ۲/ ۱۵

[2] مرآۃ العقول: ۲/ ۲۲۷

[3] التوحید: ۴۱۱؛ الخصال: ۱/ ۳۲۵؛ المحاسن: ۱/ ۱۰؛ اثبات الھداۃ: ۱/ ۶۵؛ مشکوۃ الانوار: ۱۵۰؛ بحار الانوار: ۵/ ۲۲۱؛ عوالم العلوم: ۲۰/ ۴۷۷؛ فقہ الرضا: ۳۵۲

بیان:

عدد کا ذکر وجود کے شمار کرنے کے لیے نہیں بہت ساری دوسری اشیاء اس قبیل سے ہیں جیسے مرض اور صحت اور رونا اور ہنسا وغیرہ۔ اور غیر مذکور کا مذکور میں داخل کرنا تکلف سے خالی نہیں ہے۔ اور ان کے لیے اس میں نیکی نہیں ہے اسباب کے حاصل ہونے کے اور موانع کے رفع ہونے کے بعد یا تمام اسباب کے حاصل کرنے میں اور موانع کے رفع کرنے میں یا ان میں سے بعض کے حاصل کرنے میں کوشش ہے اور کسب کرنا بعض کے لیے جن پر وہ موقوف ہیں بس ان کے لیے دخالت ہے اور اگر چہ مطلوب کے حاصل کرنے میں کفایت نہیں کرتا اور اس لیے ان سے صنع کی سرے سے نفی کی۔

بس اگر کہا جائے کہ: بس کس طرح صحیح ہے اللہ کی معرفت اور اللہ کی طرف سے رضا کے ساتھ تکلیف اور مکلف ہونا؟

ہم کہیں گے کہ: تکلیف بتحقیق متوجہ ہوتی ہے اپنے مقدمات کی طرف بس بتحقیق معرفت، اللہ کے نور سے ہے وہ فیض دیتی ہے اس شخص کے دل پر جو اس کے لیے حرکات نفسانی اور انتقالات ذہنی یا بدنی تمرین اور نفسانی تہذیب کے ذریعے آمادہ ہو۔

بس اگر چہ وہ ایک بشری معلم کے وسیلے سے ہو بس وہ استاد اس پر الفاظ اور عبارتیں القاء کرے گا یہاں تک کہ وہ متعلم ہونے کے قابل ہو اس چیز کے لیے جو وہ خود پڑھے۔ یا کسی استاد سے سنے کیوں کہ اس پر فیض جاری کرے گی اللہ کی طرف سے صورت علمی یا نوری ملکہ جس کے ذریعے وہ معرفت حاصل کرے گا بس نہیں ہے اس کے لیے اس میں صنع سوا آمادگی اور اعداد کے بغیر ایجاد و فیض کے جاری ہونے کے بس تکلیف نہیں اس پر سواء اعداد کے اور صلاحیت کے حاصل کرنے کے اور اسی طرح ہے اللہ سے رضا اور خوشنودی، بتحقیق اس کو معرفت حاصل ہوگی کہ جو چیز خدا کرتا ہے اپنے مومن بندے کے ساتھ وہی اس کے لیے خیر ہے اور اسی میں اس کی اچھائی ہے اور یہ معرفت حاصل ہوتی ہے آمادگی سے اور نفس کے کوشش کرنے سے اس کے حاصل کرنے کے لیے مقدمات ہیں۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے۔[1]

9/463 الکافی، ۱/۲/۱۵/۲ محمد عَنْ أَحْمَدَ عَنْ صَفْوَانَ عَنْ أَبَانٍ عَنْ فُضَيْلٍ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اَللَّهِ

[1] مرآۃ العقول: ۲/ ۲۳۴

عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ: (أُولٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ اَلْإِيمٰانَ) هَلْ لَهُمْ فِيمَا كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمْ صُنْعٌ قَالَ لاَ.

فضیل سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے (خدا کے قول) ''یہ وہ ہیں جن کے قلوب میں اللہ نے ایمان کو لکھ دیا ہے (المجادلۃ: ٢٢)۔'' کے بارے میں عرض کیا کہ آیا ان کے قلوب میں عمل میں بھی ڈالا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں۔ [1]

تحقیق اسناد:

حدیث موثق کالصحیح ہے [2] لیکن میرے نزدیک حدیث صحیح ہے (واللہ اعلم)

10/464 الكافی،١/١٦٣/٢/١ محمد و غيره عن ابن عيسى عَنِ ابْنِ أَبِي عُمَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَكِيمٍ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ اَلْمَعْرِفَةُ مِنْ صُنْعِ مَنْ هِيَ قَالَ مِنْ صُنْعِ اَللَّهِ لَيْسَ لِلْعِبَادِ فِيهَا صُنْعٌ.

محمد بن حکیم بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ معرفت کس کی طرف سے ہے اور کس کی صنعت ہے؟

آپؑ نے فرمایا: معرفت خدا کی عطاء ہے اس میں بندوں کا کوئی دخل نہیں۔ [3]

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے [4] لیکن اس کی دوسری سند جو التوحید میں ہے وہ صحیح ہے (واللہ اعلم)

11/465 الكافی،١/١٦٤/٢١١/١ محمد عن محمد بن الحسين عن أبي شعيب المحاملي عن درست عن العجلي عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: لَيْسَ لِلَّهِ عَلَى خَلْقِهِ أَنْ يَعْرِفُوا وَلِلْخَلْقِ عَلَى اَللَّهِ أَنْ يُعَرِّفَهُمْ وَلِلَّهِ عَلَى اَلْخَلْقِ إِذَا عَرَّفَهُمْ أَنْ يَقْبَلُوا.

العجلی کا بیان کہ امام ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: خدا کا بندوں پر کوئی حق نہیں ہے کہ بندے اس کی معرفت حاصل کریں بلکہ بندوں کا اللہ پر حق ہے کہ وہ ان کو اپنی معرفت عطا کرے اور جب وہ عطا کرے تو پھر اللہ کا بندوں پر

---

[1] تفسیر نور الثقلین: ٥/ ٢٦٩؛ اثبات الھداۃ: ١/ ٦٧؛ بحار الانوار: ٦٦/ ٢٠٠؛ تفسیر کنز الدقائق: ١٣/ ١٥٠؛ تفسیر البرہان: ٥/ ٣٢٩

[2] مراۃ العقول: ٧/ ٤٣

[3] التوحید: ٤١٠؛ اثبات الھداۃ: ١/ ٦٣؛ ھدایۃ الامۃ: ١/ ٨؛ مجمع البحرین: ٥/ ٩٧

[4] مراۃ العقول: ٢/ ٢٢١

یہ حق ہے کہ اسے قبول کریں۔ [1]

بیان:

''لیس للہ علی خلقه ان یعرفوا ''یعنی: ان کے خلق کرنے سے پہلے ان میں استطاعت کے آلات ہیں جیسے عقل اور فہم اور رسولوں کا بھیجا۔

''وللخلق علی اللہ ان یعرفهم '' کیونکہ خدا کی خصلت میں سے عنایت الٰہیہ ہے کہ کسی ایسے ضروری امر کو نہیں چھوڑتا جس کی محتاج ہو ہر نوع اپنے وجود اور بقاء میں اور مخصوصا نوع انسان مخلوق کو ہمیشہ کے لیے۔

''أن یقبلوا ''یا القبول سے ہے یعنی قبول تک پہنچیں اور اس سے معرفت حاصل کریں یا ''الاقبال'' سے ہے یعنی وہ متوجہ ہوں اپنی کنہ اور حقیقت کے ساتھ اس کی طرف اور رغبت پیدا کریں اس چیز میں جو اس کے پاس ہے اور اس کو چھوڑ دیں کو ان کو کرامتوں کے گھر سے دور کرے۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے [2] لیکن میرے نزدیک موثق ہے کیونکہ درست بن ابی منصور ثقہ ثابت ہے اگرچہ واقفی ہے اور تفسیر قمی کا روای بھی ہے۔ (واللہ اعلم)

12/466 الکافی،۱/۲/۱۶۳/۱ العدة عن ابن عیسی عن الحجال عَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ عَبْدِ ٱلْأَعْلَى بْنِ أَعْيَنَ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ ٱللَّهِ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ مَنْ لَمْ يَعْرِفْ شَيْئاً هَلْ عَلَيْهِ شَيْءٌ قَالَ لاَ.

عبدالاعلی بن اعین بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام ابوعبداللہ علیہ السلام سے سوال کیا کہ جو کسی چیز کی معرفت نہیں رکھتا کیا وہ کوئی مسؤلیت رکھتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں۔ [3]

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے [4] لیکن میرے نزدیک حدیث حسن کالصحیح ہے کیونکہ عبدالاعلی بن اعین ثقہ ہے اور تفسیر قمی کا راوی ہے [5] (واللہ

---

[1] التوحید: ۳۱۲؛ الفصول المہمہ: ۱/۶۶؛ بحارالانوار: ۲/۲۸۱؛ الفصول المہمہ: ۱/۶۷۷

[2] مرآۃ العقول: ۲/۲۳۴

[3] التوحید: ۳۱۲؛ اثبات الہداۃ: ۱/۶۶؛ بحارالانوار: ۲/۲۸۱؛ الفصول المہمہ: ۱/۶۷۷

[4] مرآۃ العقول: ۲/۲۳۵

[5] المفید من معجم رجال الحدیث: ۳۰۳

(واللہ اعلم)

13/467 الکافی، ۱/۳/۱۶۴/۱ محمد عن ابن عیسی عن ابن فضال عَنْ دَاوُدَ بْنِ فَرْقَدٍ عَنْ أَبِي اَلْحَسَنِ زَكَرِيَّا بْنِ يَحْيَى عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: مَا حَجَبَ اَللَّهُ عَنِ اَلْعِبَادِ فَهُوَ مَوْضُوعٌ عَنْهُمْ.

ابوالحسن زکریا بن یحییٰ بیان کرتے ہیں کہ امام ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: جو چیز خدا نے بندوں سے پوشیدہ رکھی ہے وہ ان سے اٹھالی گئی ہے۔ [1]

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے۔ [2]

14/468 الکافی، ۱/۴/۱۶۴/۱ العدۃ عن البرقی عن علی بن الحکم عن أبان عن ابن الطیار عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: قَالَ لِي اُكْتُبْ فَأَمْلَى عَلَيَّ إِنَّ مِنْ قَوْلِنَا إِنَّ اَللَّهَ يَحْتَجُّ عَلَى اَلْعِبَادِ بِمَا آتَاهُمْ وَ عَرَّفَهُمْ ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَيْهِمْ رَسُولاً وَ أَنْزَلَ عَلَيْهِمُ اَلْكِتَابَ فَأَمَرَ فِيهِ وَ نَهَى أَمَرَ فِيهِ بِالصَّلاَةِ وَ اَلصِّيَامِ فَنَامَ رَسُولُ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ عَنِ اَلصَّلاَةِ فَقَالَ أَنَا أُنِيمُكَ وَ أَنَا أُوقِظُكَ فَإِذَا قُمْتَ فَصَلِّ لِيَعْلَمُوا إِذَا أَصَابَهُمْ ذَلِكَ كَيْفَ يَصْنَعُونَ لَيْسَ كَمَا يَقُولُونَ إِذَا نَامَ عَنْهَا هَلَكَ وَ كَذَلِكَ اَلصِّيَامُ أَنَا أُمْرِضُكَ وَ أَنَا أُصِحُّكَ فَإِذَا شَفَيْتُكَ فَاقْضِهِ ثُمَّ قَالَ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ وَ كَذَلِكَ إِذَا نَظَرْتَ فِي جَمِيعِ اَلْأَشْيَاءِ لَمْ تَجِدْ أَحَداً فِي ضِيقٍ وَ لَمْ تَجِدْ أَحَداً إِلاَّ وَ لِلَّهِ عَلَيْهِ اَلْحُجَّةُ وَ لِلَّهِ فِيهِ اَلْمَشِيئَةُ وَ لاَ أَقُولُ إِنَّهُمْ مَا شَاءُوا صَنَعُوا ثُمَّ قَالَ إِنَّ اَللَّهَ يَهْدِي وَ يُضِلُّ وَ قَالَ وَ مَا أُمِرُوا إِلاَّ بِدُونِ سَعَتِهِمْ وَ كُلُّ شَيْءٍ أُمِرَ اَلنَّاسُ بِهِ فَهُمْ يَسَعُونَ لَهُ وَ كُلُّ شَيْءٍ لاَ يَسَعُونَ لَهُ فَهُوَ مَوْضُوعٌ عَنْهُمْ وَ لَكِنَّ اَلنَّاسَ لاَ خَيْرَ فِيهِمْ ثُمَّ تَلاَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ (لَيْسَ عَلَى اَلضُّعَفٰاءِ وَ لاٰ عَلَى اَلْمَرْضىٰ وَ لاٰ عَلَى اَلَّذِينَ لاٰ يَجِدُونَ مٰا يُنْفِقُونَ حَرَجٌ) فَوُضِعَ عَنْهُمْ: (مٰا عَلَى اَلْمُحْسِنِينَ مِنْ سَبِيلٍ وَ اَللّٰهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ‌. وَ لاٰ عَلَى اَلَّذِينَ إِذٰا مٰا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ) قَالَ فَوُضِعَ عَنْهُمْ لِأَنَّهُمْ لاَ يَجِدُونَ

[1] التوحید: ۴۱۳؛ وسائل الشیعہ: ۲۷/ ۱۶۳؛ الاعتقادات: ۷۳؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۲۳۸ و ۶۷۷؛ بحار الانوار: ۵/ ۱۹۶ و ۲/ ۲۸۰؛ اثبات الہداۃ: ۱/ ۶۶؛ تحف العقول: ۳۶۵

[2] مرآۃ العقول: ۲/ ۲۳۵

ابن طیار بیان کرتے ہیں کہ امام ابوعبداللہ علیہ السلام نے مجھے فرمایا: لکھو اور پھر آپؑ نے مجھے یوں لکھوایا: یقیناً یہ ہمارا قول ہے کہ اللہ بندوں پر اس چیز سے اتمام حجت کرتا ہے جو ان کو عطا کرتا ہے اور جس کی ان کو معرفت عطا کرتا ہے پھر ان کی طرف اپنے رسول روانہ کرتا ہے اور اپنی کتابیں نازل کرتا ہے اور ان میں امر اور نہی کرتا ہے۔

خدا نے نماز اور روزے کا حکم دیا تو ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھے بغیر سو گئے تو خدا نے فرمایا: میں نے ہی آپ پر نیند کو غالب کیا اور میں ہی آپ کو اٹھانے والا تھا۔ پھر جب آپؐ بیدار ہو گئے ہیں تو آپؐ نے نماز پڑھی اور یہ اس لیے کیا تا کہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ اگر ایسا ہو جائے تو کیا کرنا ہے لہٰذا ایسا نہیں ہے جیسا لوگ کہتے ہیں کہ جو سویا رہ گیا وہ ہلاک ہو گیا۔

ایسے ہی روزہ میں میں ہی بیمار کرنے والا ہوں اور میں ہی تجھے کو صحت دینے والا ہوں پس جب میں تجھے کو شفا دے دوں تو پھر ان روزوں کی قضا کر۔

اس کے بعد حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: جب تو تمام اشیاء میں غور و فکر کرے گا اور دیکھے گا اور تو کسی چیز میں تنگی نہیں پائے گا تو یہ پائے گا کہ خدا نے ہر ایک پر اتمام حجت کیا ہے اور خدا کی اس میں مشیت ہے اور میں یہ نہیں کہتا کہ بندے جو چاہتے ہیں وہ کرتے ہیں۔ پھر فرمایا اللہ ہی ہدایت دیتا ہے اور وہ ہی گمراہ کرتا ہے۔

پھر فرمایا: اس نے لوگوں کو ان کی طاقت سے کم تکلیف دی ہے اور اس پر مامور کیا ہے اور ہر وہ چیز جس کا لوگوں کو حکم دیا ہے وہ اس کے انجام پر طاقت رکھتے ہیں اور جس کی وہ طاقت وسعت نہیں رکھتے وہ ان سے اٹھالی گئی ہے۔ لیکن لوگوں میں کوئی خیر نہیں ہے۔ پھر آپ نے آیت کی تلاوت فرمائی: اللہ کمزوروں، مریضوں اور ان پر کہ جن کے پاس خرچ کرنے کے لیے کچھ نہیں ان پر کوئی حرج نہیں قرار دیا۔ بشرطیکہ یہ لوگ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خیر خواہی کریں، نیکی کرنے والوں پر (الزام کی) کوئی سبیل نہیں اور خدا بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ اور نہ ہی ان لوگوں پر کوئی الزام ہے جو تمہارے پاس آئے۔ (التوبۃ: ۹۱۔ ۹۲)۔'' آپؐ نے فرمایا: اس سے مراد ہے کہ اللہ نے ان سے یہ حکم اٹھالیا ہے کیونکہ ان کے پاس کچھ نہیں ہے۔ [1]

بیان:

''ولا اقول انهم ما شاؤا صنعوا'' یہ بیان ہے اس کے قول کے لیے اور اللہ کے لیے اس میں مشیت ہے اور دور کرنا ہے اس چیز کو جس کا وہم ہوتا ہے اس کے قول سے اور اللہ کے لیے اس پر حجت ہے تفویض شبھہ سے

[1] التوحید: ۴۱۳؛ المحاسن: ۱/ ۲۳۶؛ تفسیر البرہان: ۲/ ۸۲۷؛ الفصول المھمہ: ۱/ ۲۲۲؛ بحار الانوار: ۵/ ۳۰۰؛ تفسیر العیاشی: ۲/ ۱۰۴؛ تفسیر نور الثقلین: ۲/ ۲۵۴؛ الجواہر السنیہ: ۲۴۶

اور امام علیہ السلام کا یہ قول ''ان اللہ یھدی و یضل '' تاکید ہے اس بیان اور رد کرنے کی۔

''بدون سعتھم ''ان کی طاقت سے

''فھم یسعون لھم ''اس پر طاقتور ہوئے۔

''لا خیر فیھم ''ہدایت اور بیان کے بعد اطاعت سے ان کا گمراہ ہونا اور معرفت کے انذار کے ذریعے احسان کے بعد عصیان کے ساتھ ان کی برائیاں۔

''لا یجدون ما ینفقون ''یعنی: جہاد میں۔

''حرج ''گناہ، تنگی۔

''فوضع عنھم ''یعنی: جہاد۔

''ما علی المحسنین ''خیر کی نیت اور اطاعت کے ارادے کے ساتھ۔

''من سبیل ''پس بتحقیق اللہ بندوں کو ثواب دے گا ان کی نیتوں کے ساتھ۔

''لتحملھم ''جہاد کے لیے جانے والے۔

اور آیت کا اتمام۔

اور تو نے کہا کہ میں تمہارے مدد کرنے کے لیے مال نہیں رکھتا وہ لوٹ جاتے ہیں درحالانکہ حزن اور غم کی شدت سے آنسو جاری ہیں کہ کیوں اپنے سفر کے مخارج فراہم نہیں سکتے۔

تحقیق اسناد:

حدیث حسن موثق ہے۔ [1]

15/469 التہذیب،۴/۱۵۳/۱/۹ التیملی مُحَمَّدِ بْنِ اَلرَّبِیعِ اَلْأَقْرَعِ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَیْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ سَمِعْتُهُ یَقُولُ: مَا کَلَّفَ اَللَّهُ اَلْعِبَادَ فَوْقَ مَا یُطِیقُونَ فَذَکَرَ اَلْفَرَائِضَ وَ قَالَ إِنَّمَا کَلَّفَهُمْ صِیَامَ شَهْرٍ مِنَ اَلسَّنَةِ وَ هُمْ یُطِیقُونَ أَکْثَرَ مِنْ ذَلِكَ.

ہشام بن سالم سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا، آپؑ نے فرمایا: اللہ نے بندوں کو اُن کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی ہے۔ پس آپؑ نے فرائض کا ذکر کیا اور فرمایا: اُس نے اُن کو ایک سال میں ایک مہینے کے روزوں کی تکلیف دی ہے جبکہ وہ اس سے زیادہ کی طاقت رکھتے ہیں۔ [2]

---

[1] مراۃ العقول: ۲/ ۲۴۲

[2] وسائل الشیعہ: ۱۰/ ۲۴۷؛ الفصول المہمہ: ۲/ ۱۷۲

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے[1] لیکن اسی مضمون ومفہوم کی ایک حدیث "المحاسن" میں درج ہے[2] جس کی سند صحیح ہے۔[3] (واللہ اعلم)

۵۷_ باب أن الهداية من الله

ہدایت منجانب اللہ ہے

1/470 الكافی،۱/۱۶۵/۱ العدة عن ابن عيسى الكافی،۲/۲۱۳/۱/۲ محمد عن ابن عيسى عن ابن بزيع عن أبي إسماعيل السراج عن ابن مسكان عَنْ ثَابِتِ بْنِ سَعِيدٍ قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ: يَا ثَابِتُ مَا لَكُمْ وَلِلنَّاسِ كُفُّوا عَنِ اَلنَّاسِ وَلاَ تَدْعُوا أَحَداً إِلَى أَمْرِكُمْ فَوَاللَّهِ لَوْ أَنَّ أَهْلَ اَلسَّمَاوَاتِ وَأَهْلَ اَلْأَرَضِينَ اِجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَهْدُوا عَبْداً يُرِيدُ اَللَّهُ ضَلاَلَتَهُ مَا اِسْتَطَاعُوا عَلَى أَنْ يَهْدُوهُ وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ اَلسَّمَاوَاتِ وَأَهْلَ اَلْأَرَضِينَ اِجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يُضِلُّوا عَبْداً يُرِيدُ اَللَّهُ هِدَايَتَهُ مَا اِسْتَطَاعُوا أَنْ يُضِلُّوهُ كُفُّوا عَنِ اَلنَّاسِ وَلاَ يَقُولُ أَحَدٌ عَمِّي وَأَخِي وَاِبْنُ عَمِّي وَجَارِي فَإِنَّ اَللَّهَ إِذَا أَرَادَ بِعَبْدٍ خَيْراً طَيَّبَ رُوحَهُ فَلاَ يَسْمَعُ مَعْرُوفاً إِلاَّ عَرَفَهُ وَلاَ مُنْكَراً إِلاَّ أَنْكَرَهُ ثُمَّ يَقْذِفُ اَللَّهُ فِي قَلْبِهِ كَلِمَةً يَجْمَعُ بِهَا أَمْرَهُ.

ثابت بن سعید بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: اے ثابت! آپ کا لوگوں سے کیا کام ہے اور کیا تعلق ہے؟ لوگوں سے کنارہ کشی کرو اور لوگوں کو اپنے مذہب کی دعوت نہ دو۔ خدا کی قسم: جس بندے کو خدا گمراہ کردے اس کو تمام اہل آسمان وزمین والے مل کر ہدایت دینا چاہیں تو بھی نہیں دے سکتے اور جس بندے کو خدا ہدایت کردے اس کو اگر تمام آسمان وزمین والے مل کر بھی اس گمراہ کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے۔ اے ثابت! لوگوں سے دور ہو جاؤ اور کسی سے نہ کہو کہ یہ میرا بھائی، یہ میرا چاچا یا ماموں یا میرا ہمسایہ ہے کیونکہ جب خدا کسی سے خیر کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی روح کو پاک کر دیتا ہے، وہ ہر حق معروف کو پہچانتا ہے اور ہر مکروہ کا انکار کرتا ہے

[1] ملاذ الاخیار: ۲/ ۳۴۷

[2] المحاسن: ۱/ ۲۹۶

[3] الاحکام کاشف الغطاء: ۴/ ۳۳۲؛ مفاتیح الاصول: ۵۳۶

اور پھر خدا اس کے دل میں ایک کلمہ ڈال دیتا ہے جس کے ذریعے وہ اپنے تمام امور کو جمع کرتا ہے۔ [1]

بیان:

''الی امرکم'' یعنی: تشیع اور دین حق کی طرف۔

''و لا یقول احد عمی'' یعنی تاسف نہیں کرے گا۔

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے۔ [2]

2/471 الکافی،۱/۲/۱۶۶/۱ الثلاثة عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حُمْرَانَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ خَالِدٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ قَالَ: إِنَّ اَللَّهَ عَزَّ وَ جَلَّ إِذَا أَرَادَ بِعَبْدٍ خَيْراً نَكَتَ فِي قَلْبِهِ نُكْتَةً مِنْ نُورٍ وَ فَتَحَ مَسَامِعَ قَلْبِهِ وَ وَكَّلَ بِهِ مَلَكاً يُسَدِّدُهُ وَ إِذَا أَرَادَ بِعَبْدٍ سُوءاً نَكَتَ فِي قَلْبِهِ نُكْتَةً سَوْدَاءَ وَ سَدَّ مَسَامِعَ قَلْبِهِ وَ وَكَّلَ بِهِ شَيْطَاناً يُضِلُّهُ ثُمَّ تَلاَ هَذِهِ اَلْآيَةَ (فَمَنْ يُرِدِ اَللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلاٰمِ وَ مَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقاً حَرَجاً كَأَنَّمٰا يَصَّعَّدُ فِي اَلسَّمٰاءِ).

سلیمان بن خالد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: جب اللہ کسی بندے کے ساتھ خیر و احسان کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے دل میں نور کا ایک نقطہ ایجاد کر دیتا ہے اور اس کے دل کے کانوں کو کھول دیتا ہے اور اس پر ایک فرشتہ موکل کرتا ہے جو اس کو برائیوں سے روک کر رکھتا ہے اور جب وہ کسی بندے کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ لگا دیتا ہے اور اس کے دل کے کانوں کو بند کر دیتا ہے اور اس پر ایک شیطان کو مسلط کر دیتا ہے جو اس کو گمراہ کرتا رہتا ہے اور پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: ''تو خدا جس شخص کو راہ راست دکھلانا چاہتا ہے اس کے سینے کو اسلام کے واسطے کشادہ کر دیتا ہے اور جس کو گمراہی کی حالت میں چھوڑنا چاہتا ہے اس کے سینہ کو تنگ دشوار گزار کر دیتا ہے گویا اس کے لیے آسمان پر چڑھنا ہے۔ (سورہ انعام: ۱۲۵)''۔ [3]

---

[1] المحاسن: ۱/ ۲۰۰؛ تحف العقول: ۳۰۷؛ مجموعہ ورام: ۲/ ۲۰۲؛ وسائل الشیعہ: ۱۶/ ۱۹۰؛ تفسیر نور الثقلین: ۳/ ۳۸۷؛ اثبات الھداۃ: ۱/ ۶۶؛ بحار الانوار: ۵/ ۲۰۳ و ۶۵/ ۲۰۸؛ عوالم العلوم: ۲۰/ ۶۳۴؛ مستدرک الوسائل: ۱۲/ ۲۴۳ و ۲۴۵؛ تفسیر کنز الدقائق: ۱۱/ ۳۰۶؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۲۶۲؛ مکاتیب الائمہ: ۳/ ۲۲۱

[2] مرآۃ العقول: ۲/ ۲۴۸ و ۹/ ۱۵۵

[3] التوحید: ۴۱۵؛ تفسیر نور الثقلین: ۱/ ۷۶۵؛ تفسیر کنز الدقائق: ۳/ ۴۴۴؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۲۶۱؛ تفسیر البرہان: ۲/ ۴۷۶؛ بحار الانوار: ۶۵/ ۲۱۱؛ تفسیر الصافی: ۲/ ۱۵۶؛ تفسیر العیاشی: ۱/ ۳۷۶

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے [1] لیکن میرے نزدیک حدیث حسن ہے کیونکہ سلیمان بن خالد الاقطع ثقہ ہے اور تفسیر القمی اور کامل الزیارات کا راوی ہے [2] اور محمد بن حمران تحقیق سے ثقہ ثابت ہے۔(واللہ اعلم)

2/472 الكافی، ۲/۲۱۴/۱/۷ الثلاثة عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حُمْرَانَ عن محمد عن أبي عبد الله عليه السلام مثله إلى قوله يُضِلَّهُ بدل قوله نكتة من نور.

(یہ حدیث بفرق الفاظ وہی ہے۔) [3]

بیان:

''ان الله إذا اراد بعبد خيرا ''یعنی: اس کا مقدر کرتا ہے عالم تقدیر میں اہل سعادت اخروی سے اور اس کے روح کو قرار دیتا ہے ملائکہ اخیار کے ارواح کی جنس سے۔

''نكت في قلبه نكتة من نور ''یعنی: اس کے دل میں صالح نیت القاء کرتا ہے یا نیک فکر اور یاد جو اس میں اثر کرے کسی فعل کو انجام دینے سے یا کسی قول کو سننے سے۔

''و النكت ''یعنی: ڈنڈے کے ساتھ زمین میں مارے یا اس طرح کام کرے تو اس کے آثار ہوں گے اس میں۔

''و فتح مسامع قلبه ''ان نوری ادراکات کے تکرار سے جو پھوٹتے ہیں کثرت سے صالح اعمال انجام دینے سے اور وہ اقوال سننے سے جو فاتح ہیں کھولتے ہیں دل کو اس جنس سے ہیں جن کا اس کے دل پر اثر ہو بس قوی کرے ان کے ذریعے اپنی استعداد کو تا کہ ان کے ذریعے اس کو نفسانی ملکہ ملے اور اس کے ذریعے اس کے دل کا نور ضعیف ہونے سے نکلے کمال کی طرف اور بالقوہ سے فعل کے انجام دینے کی طرف آئے۔بس وہ صلاحیت پیدا کرے گا اپنی ذات کو جوہر نورانی بنانے کی جو اپنی ذات کے ذریعے قائم ہو اور نیکیوں کا انجام دینے والا ہو اور ہدایت پائے اور اس کی طرف اشارہ کیا اس قول سے کہ ''و كل به ملكا يسدده''

---

[1] مرآۃ العقول: ۲/۲۴۹

[2] المفید من معجم رجال الحدیث: ۲۶۴

[3] التوحید: ۴۱۵؛ تفسیر نور الثقلین: ۱/۷۶۵؛ تفسیر کنز الدقائق: ۴/۴۴۴؛ الفصول المہمہ: ۱/۲۶۱؛ تفسیر البرہان: ۲/۴۷۶؛ بحار الانوار: ۶۵/۲۱۱؛ تفسیر الصافی: ۲/۱۵۶؛ تفسیر العیاشی: ۱/۳۷۶

پس اس فرشتے کو اللہ نے خلق کیا ہے اس صالح نیت کے مادے اور نفسانی حالت سے اور اس کی قوت ان نیات اور ادراکات کے تکرار کے ذریعے ہے۔ جو اس کے مناسب ہیں اور یہ فرشتہ تولید کرتا ہے عالم معنی میں اس نیت سے اور قوی کرتا ہے اس چیز کو جو اس نیت سے نفس کے رحم میں جیسے حیوان کی تولید ہوتی ہے عالم صوری میں ماء مہین سے اور وہ نطفہ غذا لیتا ہے۔ اور قوی ہوتا ہے حیض کے خون سے ماں کے رحم میں یہاں تک کہ اپنی ذات میں مستقل ایک حیوان ہو جاتا ہے اور قیاس کرو اس پر برائی کے ارادے کی معنی کو اور نکتہ سوداء، کالے نکتے کو اور اپنے مسامع کو بند کرنے کو۔ اور شیطان کے حوالے ہونے کو اور اس کے گمراہ کرنے کو۔

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے[1] لیکن میرے نزدیک حدیث حسن بلکہ صحیح ہے کیونکہ محمد بن حمران ثقہ ہے اور خود ابن ابی عمیر اس سے روایت کر رہا ہے جو اس کے ثقہ ہونے کے لیے کافی ہے۔ (واللہ اعلم)

4/473 الکافی،۱/۶/۲۱۴/۲ الثلاثة عن عبد الحميد بن أبي العلاء عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: إِنَّ اَللَّهَ عَزَّ وَ جَلَّ إِذَا أَرَادَ بِعَبْدٍ خَيْراً نَكَتَ فِي قَلْبِهِ نُكْتَةً مِنْ نُورٍ فَأَضَاءَ لَهَا سَمْعُهُ وَ قَلْبُهُ حَتَّى يَكُونَ أَحْرَصَ عَلَى مَا فِي أَيْدِيكُمْ مِنْكُمْ وَ إِذَا أَرَادَ بِعَبْدٍ سُوءاً نَكَتَ فِي قَلْبِهِ نُكْتَةً سَوْدَاءَ فَأَظْلَمَ لَهَا سَمْعُهُ وَ قَلْبُهُ ثُمَّ تَلاَ هَذِهِ اَلْآيَةَ (فَمَنْ يُرِدِ اَللّٰهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلاٰمِ وَ مَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقاً حَرَجاً كَأَنَّمٰا يَصَّعَّدُ فِي اَلسَّمٰاءِ).

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب خدا کسی بندہ سے نیکی کا عمل چاہتا ہے تو اس کے قلب میں ایک نقطۂ نورانی پیدا کر دیتا ہے جس سے اس کے کان اور دل روشن ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ تمہارے پاس جو امر امامت ہے اس کے حاصل کرنے میں وہ سب سے زیادہ حریص ہو جاتا ہے اور خدا جب کسی کے لیے برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ پیدا کر دیتا ہے جس سے اس کے کان اور دل تاریک ہو جاتے ہیں۔ پھر یہ آیت پڑھی۔ ''جب خدا ارادہ کرتا ہے کہ کسی کو ہدایت کرے تو اس کے سینے کو اسلام کے لیے کشادہ کر دیتا ہے اور جس کو گمراہی میں چھوڑنا چاہتا ہے اس کے سینہ کو ایسا تنگ بنا دیتا ہے گویا اسلام کا سینے کے لیے چڑھنا آسمان پر چڑھنے کے برابر دشوار ہو جاتا ہے۔ (انعام: ۱۲۵)۔''[2]

---

[1] مراۃ العقول: ۹/۱۵۸

[2] تفسیر نور الثقلین: ۱/۷۶۵؛ بحار الانوار: ۶۵/۲۱۰؛ تفسیر کنز الدقائق: ۴/۴۴۴؛ تفسیر الصافی: ۲/۱۵۶

تحقیق اسناد:

حدیث حسن کالصحیح ہے [1] یا پھر حدیث صحیح ہے [2] اور میرے نزدیک بھی حدیث صحیح ہے۔(واللہ اعلم)

5/474 الکافی،۲/۲۱۲/۱/۱ الثلاثة عَنْ کُلَیْبِ بْنِ مُعَاوِیَةَ اَلصَّیْدَاوِیِّ قَالَ قَالَ لِی أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَیْهِ اَلسَّلاَمُ: إِیَّاکُمْ وَ اَلنَّاسَ إِنَّ اَللَّهَ عَزَّ وَ جَلَّ إِذَا أَرَادَ بِعَبْدٍ خَیْراً نَکَتَ فِی قَلْبِهِ نُکْتَةً فَتَرَکَهُ وَ هُوَ یَجُولُ لِذَلِکَ وَ یَطْلُبُهُ ثُمَّ قَالَ لَوْ أَنَّکُمْ إِذَا کَلَّمْتُمُ اَلنَّاسَ قُلْتُمْ ذَهَبْنَا حَیْثُ ذَهَبَ اَللَّهُ وَ اِخْتَرْنَا مَنِ اِخْتَارَ اَللَّهُ وَ اِخْتَارَ اَللَّهُ مُحَمَّداً وَ اِخْتَرْنَا آلَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اَللَّهُ عَلَیْهِ وَ عَلَیْهِمْ.

کلیب بن معاویہ صیداوی سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: لوگوں سے بچو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ سے نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک نور پیدا کرتا ہے۔ پھر اسے چھوڑ دیتا ہے کہ اس میں غور وفکر کر کے امر حق تلاش کرے۔ پھر فرمایا: جب تم لوگوں سے گفتگو کرو تو کہو کہ ہم اس طرف جارہے ہیں جدھر اللہ گیا ہے اور ہم نے ہدایت کے لیے اسی کا انتخاب کیا ہے جس کا انتخاب اللہ نے کیا ہے اور اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتخاب کیا ہے ہم نے آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار کیا ہے۔ [3]

تحقیق اسناد:

حدیث حسن کالصحیح ہے [4] لیکن میرے نزدیک حدیث صحیح ہے۔(واللہ اعلم)

6/475 الکافی،۲/۲۱۴/۱/۵ علی عن أبیه عن عثمان عَنِ اِبْنِ أُذَیْنَةَ عَنْ أَبِی عَبْدِ اَللَّهِ عَلَیْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: إِنَّ اَللَّهَ عَزَّ وَ جَلَّ خَلَقَ قَوْماً لِلْحَقِّ فَإِذَا مَرَّ بِهِمُ اَلْبَابُ مِنَ اَلْحَقِّ قَبِلَتْهُ قُلُوبُهُمْ وَ إِنْ کَانُوا لاَ یَعْرِفُونَهُ وَ إِذَا مَرَّ بِهِمُ اَلْبَابُ مِنَ اَلْبَاطِلِ أَنْکَرَتْهُ قُلُوبُهُمْ وَ إِنْ کَانُوا لاَ یَعْرِفُونَهُ وَ خَلَقَ قَوْماً لِغَیْرِ ذَلِکَ فَإِذَا مَرَّ بِهِمُ اَلْبَابُ مِنَ اَلْحَقِّ أَنْکَرَتْهُ قُلُوبُهُمْ وَ إِنْ کَانُوا لاَ یَعْرِفُونَهُ وَ إِذَا مَرَّ بِهِمُ اَلْبَابُ مِنَ اَلْبَاطِلِ قَبِلَتْهُ قُلُوبُهُمْ وَ إِنْ کَانُوا لاَ یَعْرِفُونَهُ.

ابن اذینہ سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: خدا نے ایک قوم کو حق کے لیے پیدا کیا ہے پس جب وہ امر حق کے کسی دروازہ کی طرف سے گزرتے ہیں تو ان کے دل اس کو قبول کر لیتے ہیں اگرچہ وہ اس کی

[1] مرآۃ العقول: ۹/ ۱۵۸

[2] رسالۃ القلم طلاب البحرین: ۱۲/ ۱۲۹

[3] وسائل الشیعہ: ۱۲/ ۱۹۰؛ بحار الانوار: ۶۵/ ۲۰۷

[4] مرآۃ العقول: ۹/ ۱۵۴

علت نہ جانتے ہوں اور جب وہ باطل کے کسی دروازے کے پاس سے گزرتے ہیں تو ان کے دل اس کا انکار کر دیتے ہیں اگر چہ وہ اس کی علت کو نہیں جانتے اور کچھ لوگ ان کے علاوہ پیدا کیے ہیں کہ جب وہ کسی امر باطل کی طرف سے گزرتے ہیں تو ان کے دل اس کو قبول کر لیتے ہیں اگر چہ اس کی علت نہ جانتے ہوں۔[1]

تحقیق اسناد:

حدیث حسن موثق ہے[2] لیکن میرے نزدیک حدیث حسن ہے۔(واللہ اعلم)

7/476 الکافی،۱/۱۶۶/۳/۱ الکافی،۱/۴/۲۱۳/۲ العدۃ عن ابن عیسی الکافی محمد عن ابن عیسی عن ابن فضال عَنْ عَلِيِّ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ: اِجْعَلُوا أَمْرَكُمْ لِلَّهِ وَلاَ تَجْعَلُوهُ لِلنَّاسِ فَإِنَّهُ مَا كَانَ لِلَّهِ فَهُوَ لِلَّهِ وَمَا كَانَ لِلنَّاسِ فَلاَ يَصْعَدُ إِلَى اَللَّهِ وَلاَ تُخَاصِمُوا اَلنَّاسَ لِدِينِكُمْ فَإِنَّ اَلْمُخَاصَمَةَ مَمْرَضَةٌ لِلْقَلْبِ إِنَّ اَللَّهَ تَعَالَى قَالَ لِنَبِيِّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ ﴿إِنَّكَ لاَ تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اَللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَشٰاءُ﴾ وَقَالَ ﴿أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ اَلنّٰاسَ حَتّٰى يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ﴾ ذَرُوا اَلنَّاسَ فَإِنَّ اَلنَّاسَ أَخَذُوا عَنِ اَلنَّاسِ وَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمْ عَنْ رَسُولِ اَللَّهِ صَلَّى اَللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ إِنِّي سَمِعْتُ أَبِي عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ إِنَّ اَللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ إِذَا كَتَبَ عَلَى عَبْدٍ أَنْ يَدْخُلَ فِي هَذَا اَلْأَمْرِ كَانَ أَسْرَعَ إِلَيْهِ مِنَ اَلطَّيْرِ إِلَى وَكْرِهِ.

ترجمہ: علی بن عقبہ نے اپنے والد سے روایت کیا ہے، ان کا بیان ہے کہ میں نے امام ابوعبداللہ علیہ السلام سے سنا، آپ نے فرمایا: اپنے امور خدا کے لیے قرار دو اور لوگوں کے لیے مت قرار دو کیونکہ جو کام خدا کے لیے ہوگا وہی خدا کا ہوگا اور جو لوگوں کے لیے ہوگا وہ اللہ کی طرف بلند نہیں ہوگا اور اپنے دین کے امور میں لوگوں سے جھگڑا مت کرو کیونکہ یہ خصوصیت دلوں کو بیمار کر دیتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا: ”اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کو آپ چاہتے ہیں کہ اس کو ہدایت دیں ایسا نہیں ہوتا بلکہ خدا جیسے چاہتا ہے ہدایت عطا کرتا ہے۔(القصص:۵۶)۔“

پھر فرمایا: ”آپ لوگوں کو پسند نہیں کرتے یہاں کہ وہ مومن ہو جائیں۔(یونس:۹۹)۔“ آپ لوگوں کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ کیونکہ انہوں نے لوگوں سے علم حاصل کیا ہے اور تم نے رسول خدا سے تعلیم حاصل کی ہے۔ میں نے

---

[1] بحار الانوار:۶۵/ ۲۱۰؛ سفینۃ البحار:۲/ ۲۹۰؛ مسند علی بن ابراہیم قمی:۲/ ۱۸۳

[2] مرآۃ العقول:۹/ ۱۵۷

اپنے والدمحترم علیہ السلام سے سنا،وہ فرماتے تھے: جب خدا کسی بندے کے حق میں لکھ دے کہ وہ اس امر میں داخل ہوگا تو وہ پرندے کے اپنے گھونسلے میں داخل ہونے سے قبل اس امر میں داخل ہو جائے گا۔ [1]

بیان:

اور دوسری اسناد میں ''وعلی علیہ السلام'' زیادہ ہے۔اور اُس کے قول کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے برابر نہیں ہے۔

''**اجعلوا امر کم للہ**''یعنی: اپنے دین کو خالص کرو اور تمہاری فرمانبرداری اس شخص کے لیے جس کے لیے اللہ نے تمہیں امر کیا ہے اللہ کے لیے فرمانبرداری کرنے کے لیے۔

''**و لا تجعلوہ للناس**''یعنی: ریاء نہ کرو اس میں بس بتحقیق ریاء شرک خفی مردود ہے اس کے صاحب کی طرف۔

''**ممرضہ للقلب**''یا میم کے ضمے کے ساتھ اسم فاعل ہے یا میم کے کسرے کے ساتھ اسم آلہ ہے۔

و''**الوکر**''پرندے کا گھونسلا اگرچہ اس میں کوئی نہ ہو۔

تحقیق اسناد:

حدیث کی ایک سند حسن ہے اور دوسری حسن موثق ہے۔ [2]

8/477 الکافی،۱/۲/۱۶۷/۱ القمیان عن صفوان عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مَرْوَانَ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ نَدْعُو اَلنَّاسَ إِلَى هَذَا اَلْأَمْرِ فَقَالَ لاَ يَا فُضَيْلُ إِنَّ اَللَّهَ إِذَا أَرَادَ بِعَبْدٍ خَيْراً أَمَرَ مَلَكاً فَأَخَذَ بِعُنُقِهِ فَأَدْخَلَهُ فِي هَذَا اَلْأَمْرِ طَائِعاً أَوْ كَارِهاً.

(ترجمہ) فضیل بن یسار بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آیا لوگوں کو اس امر (ولایت) کی طرف دعوت دیں؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں، کیونکہ جب اللہ کسی بندے سے خیر کا ارادہ کرتا ہے تو اس پر ایک فرشتے کو موکل کر دیتا ہے جو اس کی گردن پکڑ کر اس کو اسی امر میں داخل کر دیتا ہے وہ پسند کرے یا ناپسند کرے۔ [3]

---

[1] التوحید: ۳۱۴؛ المحاسن: ۱/ ۲۰۱؛ تفسیر البرہان: ۴/ ۷۹۴؛ وسائل الشیعہ: ۱۶/ ۱۹۰؛ بحار الانوار: ۲/ ۱۳۳؛ مستدرک الوسائل: ۱۲/ ۲۴۳؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۲۶۳؛ عوالم العلوم: ۲۰/ ۷۲۴؛ تفسیر نور الثقلین: ۲/ ۳۳۱؛ تفسیر العیاشی: ۲/ ۱۳۷؛ تفسیر کنز الدقائق: ۶/ ۱۱۱ و ۱۰/ ۸۵؛ شرح الاخبار: ۳/ ۴۷۶؛ مشکاۃ الانوار: ۳۱۱

[2] مراۃ العقول: ۲/ ۲۵۵ و ۹/ ۱۵۶

[3] المحاسن: ۱/ ۲۰۲؛ الفصول المہمہ: ۱/ ۲۶۴؛ مستدرک الوسائل: ۱۲/ ۲۴۵؛ وسائل الشیعہ: ۱۶/ ۱۸۹؛ الکافی: ۲/ ۲۱۳؛ بحار الانوار: ۶۵/ ۲۰۸؛ ھدایۃ الامہ: ۵/ ۵۸۲

تحقیق اسناد:

حدیث مجہول ہے [1] یا پھر حدیث صحیح ہے [2] اور میرے نزدیک بھی حدیث صحیح ہے کیونکہ محمد بن مروان سے البزنطی روایت کر رہا ہے جو اس کے ثقہ ہونے کی دلیل ہے۔(واللہ اعلم)

۵۸_باب النوادر

نوادر

1/478 الکافی،۱/۱۴۷/۵/۱ أَحْمَدُ بْنُ مِهْرَانَ عَنْ عَبْدِ ٱلْعَظِيمِ بْنِ عَبْدِ ٱللَّهِ ٱلْحَسَنِيِّ عَنِ ابْنِ أَسْبَاطٍ عَنْ خَلَفِ بْنِ حَمَّادٍ عَنِ ابْنِ مُسْكَانَ عَنْ مَالِكٍ ٱلْجُهَنِيِّ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ ٱللَّهِ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ عَنْ قَوْلِ ٱللَّهِ تَعَالَى أَوَلَمْ يَرَ (ٱلْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئاً) قَالَ فَقَالَ لاَ مُقَدَّراً وَلاَ مُكَوَّناً قَالَ وَسَأَلْتُهُ عَنْ قَوْلِهِ: (هَلْ أَتَىٰ عَلَى ٱلْإِنْسَانِ حِينٌ مِنَ ٱلدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئاً مَذْكُوراً) فَقَالَ كَانَ مُقَدَّراً غَيْرَ مَذْكُورٍ.

(ترجمہ) مالک جہنی بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام ابوعبداللہ علیہ السلام سے خدا کے اس قول: ''کیا انسان کو یاد نہیں ہے کہ ہم نے اس کو پہل اس وقت خلق کیا جب وہ کچھ بھی نہیں تھا'' کے بارے میں سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: پہلے مقدر نہ تھا اور نہ وہ کچھ تھا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے خدا کے قول: ''کیا زمانہ میں انسان پر ایسا وقت آیا ہے جب وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔(الانسان:۱)۔'' کے بارے میں سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: وہ مقدور تھا لیکن قابل ذکر نہیں تھا۔ [3]

بیان:

اور یہ اس اعتبار سے کہ اللہ تھا اور اس کے ساتھ کوئی چیز نہیں تھی۔

اور اس لیے فرمایا: ''لم یك شیئا'' کوئی چیز نہیں تھی اور ارادہ کیا فرضی مخلوق کا علم میں۔

اور اللہ کے قول ''حین من الدھر'' زمانے سے حین سے مراد آسمانوں اور زمین کو خلق کرنے کے بعد اور اشیاء

[1] مرآۃ العقول:۲/۲۵۵ و ۹/۱۵۵

[2] تکمیل الرکام:۲/۳۲۷

[3] تفسیر البرہان:۳/۷۲۶ و ۵۴۴؛ بحار الانوار:۵۴/۹۳

کی تقدیر اوران کی تدبیر کے بعد، ہےاوراس لیے کہا کہ: "لم یاتِ شیئاً من کورا"
اورالمذکور یعنی جوچیز حاصل ہوذکر میں یافکراوریاد میں۔
مخلوقات اورالله کے افعال کی تمام معرفت کے ابواب کا آخر ہےاورکتاب وافی کاجزءاول ختم ہواجوکتاب العقل والعلم والتوحید ہےاوراس کے بعدالجزءالثانی میں کتاب الحجۃ ہےان شاءاللہ تعالیٰ والحمد للہ اولاوآخراوباطناًو ظاہراًوالصلاۃوالسلام علیٰ محمدوآلہ۔

تحقیق اسناد:

حدیث ضعیف ہے [1] لیکن میرے نزدیک حدیث موثق یاحسن ہے کیونکہ احمد بن مہران تحقیقاً ثقہ ثابت ہےاورعلی بن اسباط بھی ثقہ ہےاوراسی طرح مالک الجہنی بھی ثقہ ثابت ہے۔(واللہ اعلم)

تبصرہ:

ہم نے کتاب کےاول میں چندمتسلسل کوذکرکیاتھاجن کوہم نےقراردیاقوسین () میں لیکن ہم نے تجدیدنظر کی ان کےقوسین () کوختم کردیا،بس خبردار ہوجاؤ۔

قول مترجم:

الحمد للہ رب العالمین! کتاب الوافی جلداوّل کاترجمہ بخیروعافیت اختتام کوپہنچا۔پروردگار عالمین کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میری ہمتیں ابھی باقی ہیں لہٰذااب جلددوم کاترجمہ شروع کروں گااورجوکچھ ممکن ہو چکایاجوممکن ہوگاسب محمدوآل محمد علیہم السلام کی تائیدونصرت اورمرضی ومنشاءکامرہون منت ہے۔وصل اللہ تعالیٰ علیٰ خیرخلقہ محمدوذریتہ المعصومین۔

---

[1] مرآۃالعقول:۲/۱۳۹